الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً

(مسلمانو!) اب ہم
تمہارے دین کو تمہارے لیے
کامل کر چکے اور ہم نے تم پر اپنا احسان
پورا کر دیا اور ہم نے تمہارے لیے (اسی) دینِ اسلام کو پسند فرمایا

خدا کا شکر ہے کہ اُسی کے فضل و توفیق سے نسخۂ لاجواب سعادۃ انتساب
مفید ہر شیخ و شاب یعنی

حصۂ دوم

الحقوق والفرائض

مصنفہ

فاضلِ اجل جناب شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی

دامت برکاتہم مترجم القرآن

باہتمام فقیر حقیر خاک پائے ہر صغیر و کبیر میرزا
محمد عبد الغفار مالک فضل الاخبار
ماہ محرم الحرام ١٣٢٢ ہجری نبوی
صلی اللہ علیہ وسلم

[illegible]

جملہ حقوق محفوظ ہیں

قیمت [illegible] بلا محصول ڈاک

عالیجناب شمس العلماء مولانا حافظ نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی دہلوی کا

ترجمۃ القرآن

قرآن دو صفحہ
ترجمہ بین السطور

یہ قرآن ۲۲ × ۲۹ کی تقطیع پر دو صفحہ چھاپا گیا ہے۔ کاغذ نہایت عمدہ صاف اور چکنا سفید دبیز لگایا گیا
بین السطور میں بڑی خوشنمائی کے ساتھ چھاپا گیا ہے۔ خط کی شان بالکل عجیب اور عام پسند ہے کاتب قرآن نے اس میں
یہ بھی صنعت دکھائی ہے کہ قرآن کی سورتوں کے عنوان میں جہاں جہاں بسم اللہ الرحمن الرحیم آئی ہے اُسے بالکل ایک نئی طرز اور نئی شکل میں بصورت
طغرے لکھا ہے گویا قرآن کی ہر ایک بسم اللہ دوسری بسم اللہ سے بالکل جُدا اور ممتاز ہے۔ اس کے اول میں ایک دیباچہ ایک مجمل فہرست کہ وہ انڈکس
مفصل فہرست کا اور ایک ۸۴ بڑے صفحوں کی مفصل فہرست لگائی گئی ہے۔ اس کا خط اس کا چھاپہ اس کا کاغذ سب عمدہ اور قابل دید ہیں
قیمت محشیٰ بے جلد ۷؍ بے حاشیہ بے جلد ۵؍ محشیٰ مجلد ۸؍

قرآن ترجمہ بالمقابل
مع غرائب القرآن

۲۲ × ۲۹ کی تقطیع پر چو صفحہ چھاپا گیا ہے جو سب سے اخیر ایڈیشن ہے اس سے پہلے
مترجم دامت برکاتہٗ نے اسی تقطیع کا چو صفحہ قرآن لکھنؤ میں چھپوایا تھا مگر چونکہ اس کے
و نستعلیق کے دونوں خط عمدہ نہ تھے اور خط کی بے رونقی کے علاوہ غلطیاں بھی تھا فاضل
نے اُس کے لینے سے انکار کر دیا اور اگرچہ اُس کے اہتمام میں رقم کثیر صرف ہو چکی تھی مگر تو بھی ا
دیانت نے اس بات کو جائز نہیں رکھا کہ کلام الٰہی غلطیوں کے ساتھ شائع کیا جائے اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ مترجم عم فیضہ کو قرآن تر
صحت اور خط کی عمدگی اور چھاپے کی خوبی میں کہاں تک احتیاط ملحوظ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم آپ کو ان باتوں کی طرف زیادہ متوجہ کرنا اور مبالغہ
الفاظ سے جیسا کہ عام لوگوں کا طریقہ ہے آپ کی سمع خراشی کرنا نہیں چاہتے مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید صرف اس قدر گزارش کرنا کافی
ہیں اور یہ نفس الامری اور واقعی بات ہے کہ مترجم عم فیضہ نے اس قرآن کو چھپوا کر عام لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کر دیا اور اب کسی کو کوئی شکایت
باقی نہیں رہی نسخ و نستعلیق کے دونوں خط نہایت عمدہ صاف ستھرے پاکیزہ اور جلی ہیں۔ تقطیع خوبصورت اور موزوں ہے۔ ایک صفحہ پر متن قرآن
دوسرے پر ترجمہ ہے۔ ترجمے والے صفحے کے حاشیے پر فوائد ہیں متن والے صفحہ کے حاشیے پر غرائب القرآن ہے یہ کسی کتاب یا رسالہ کا ترجمہ نہیں
خود مترجم کا تتبع اور استنباط ہے کہ قرآن کے مشکل لفظوں کو جمع کر کے اُن کے متعلق صرفی نحوی لغوی معانی ادبی غرضکہ ہر طرح اور ہر شخص کی حالت کے مناسب تحقیق
کی ہے اور اس خوبی سے کی ہے کہ ہر شخص خواہ وہ کسی مذاق کا ہو اپنے مذاق کے مطابق متمتع ہو سکتا ہے۔ ابتدا میں دیباچہ اور نہایت مفید و سہل فہرست ہے
غرض ہماری رائے میں قرآن کا یہ ایڈیشن اگلے سب ایڈیشنوں سے بہتر اور مفید ثابت ہوگا کیونکہ اُن میں زیادہ حصہ عام ترجمہ خوانوں کا تھا اور اس میں زیادہ حصہ طل

م اور متوسط تعلیم یافتوں کا۔ قیمت کاغذ سفید بے جلد ۶؍ مجلد ۷؍ کاغذ زرد بے جلد ۵؍ مجلد ۶؍ کاغذ بادامی بے جلد ۵؍ مجلد ۶؍

المشتہر محمد رحیم بخش۔ دہلی بازار کھاری باولی مکان شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی

مجمل فہرست مضامین حصۂ دوم الحقوق والفرائض

مفصل فہرست مضامین حصہ دوم الحقوق و الفرائض یعنی حقوق العباد

تمام شد

تمہید یا دیباچہ حصّۂ ثانی

آدمیّت تو یہ چاہتی ہے کہ بھلا کچھ نہ ہو تو بھی کم سے کم ایک نعمت کے بدلے ایک شکر تو ہو۔ سو خدا کی نعمتوں کا تو کچھ شمار نہیں [۱] وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا نتیجہ یہ ہے کہ کوئی بندہ بشر بھی حقِّ شکر سے عُہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ سچ کہا ہے ؎ گر کسے شکرِ حق فزون گوید ٭ شکرِ توفیقِ شکر چون گوید ٭
اِسی لیے حکیمِ اُمت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرما گئے ہیں۔

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیرِ خویش عذر بدرگاہِ خُدا آورد ٭
ورنہ سزاوارِ خداوندیش کس نتواند کہ بجا آورد ٭

ہم کو تو اس جگہ دل سے زبان سے قلم سے خدا کے اِس احسان کا شکر کرنا ہے کہ اُس نے محض اپنی عنایت سے ہمارے دل میں اس کتاب کے جمع کرنے کا خیال ڈالا اور وہ اِس طرح کہ ہم نے انسان کی حالت کو غور سے دیکھا تو اُس کو ایک خاص قسم کا مخلوق پایا کثیر العلائق۔ تعلّق سے پیدا ہوتے ہیں ایک طرف حقوق دوسری طرف فرائض۔ پھر ہم نے انسان کے تعلّقات کی ایک فہرست بنائی۔ فی زعمنا جامع۔ فہرست کا بننا تھا کہ حقوق اور فرائض الگ الگ کُھل پڑے۔ پھر ہم نے ایک ایک فرد کی سند تلاش کی اوّل قرآن سے اور قرآن میں نہ ملی تو حدیث سے۔ پھر جہاں جہاں ضرورت دیکھی ہر ایک فرد کے ذیل میں من المترجم کے نام سے کچھ کیفیّت بڑھا دی۔ کتاب بن گئی وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ حقداروں کے لحاظ سے ہم نے کتاب کے دو حصّے کیے۔ پہلے حصّے میں خدا کے حقوق کا بیان ہے اور اُن کے مقابلے میں انسان کے فرائض کا۔ دوسرے میں خدا کے

[۱] اور اگر خدا کی نعمتوں کو گننا چاہو تو اُن کو پورا پورا گن نہ سکو ۱۲ ٭

علاوہ دوسروں کے حقوق اور اُن کے مقابلے کے فرائض۔ اور چونکہ خدا کے علاوہ بڑے حق دار ہم اور ہمارے ابنائے جنس ہیں دوسرے حصّے کو **حقوق العباد** کا حصّہ سمجھو ورنہ یُوں تو دوسرے حصّے میں حقوق پاؤگے جانوروں کے کھانے کے کپڑے کے رستے کے ہر ایک چیز کے جس سے آدمی کو واسطہ پڑتا ہے الاقدم فالاقدم کی رُو سے ہم نے **حقوق اللہ** کو دوسرے حصّے میں اور **حقوق العباد** کو پہلے میں رکھنا چاہا تھا مگر پوست پرستوں اور ظاہر بینوں کی بدگمانی کے ڈر سے ترتیب اُلٹ دی۔ یہ ایک باریک بات ہے تاکہ اس کی حقیقت اور حقیت کو تمہارا دل تسلیم کرے۔ پہلے الاقدم فالاقدم کے معنے سمجھو۔ الاقدم فالاقدم کے یہ معنی ہیں کہ آدمی کو بہت سے کام کرنے ہیں اور اپنی اپنی جگہ سب ضروری ہیں تاہم اُس کو چاہیے کہ اَشد ضروری کو ضروری پر مُقدم رکھے۔ مُقدم رکھنے کا یہ مطلب نہیں کہ ضروری کو نہ کرے۔ نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اَشدّ ضروری کو ضروری سے بڑھ کر سمجھے۔ اَب رہی یہ بات کہ **حقوق اللہ** کے ضروری اور **حقوق العباد** کے اَشدّ ضروری ہونے کی کیا دلیل ہے۔ ہاں تو اس کی ایک چھوڑ تین تین دلیلیں ہیں **اوّل** یہ کہ ہمارے نزدیک اسلامی شریعت کا لُبّ لُباب یہ ہے کہ خدا نے آدمی کو زمین میں اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً۔ خلیفہ کے معنے ہیں نائب جانشین کارندہ کارپرداز سربراہ کار آدمی اس اعتبار سے خدا کا خلیفہ ہے کہ خدا نے اس کو خاص طرح کی عقل دی ہے جس کے ذریعے سے وہ حیوانات نباتات جمادات عناصر فلکیات۔ غرض کہ جو کچھ بھی دُنیا میں ہے سب سے خدمت لیتا سب سے اپنا کام نکالتا سب پر اپنی حکومت چلاتا ہے وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔ یہ عقل عطیۂ ایزدی ہے جو آدمی ہونے کی حیثیت سے بلا تفرقۂ قوم و ملک و مذہب کل بنی آدم کو دی گئی ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ "دہ درویش بگلیمے بخسپند و دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند" تو آدمیوں میں کشمکش کا ہونا ایک ضروری بات ہے جس کا نتیجہ ہے فساد فی الارض اور یہ خدا کو منظور نہیں اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ اِسی لیے خدا نے آدمی کی زندگی کا ایک مکمل دستور العمل بنا دیا قرآن کہ اِس پر کاربند ہو تو بھلے آدمیوں

---

۵ اور (اے پیغمبر لوگوں سے اُس وقت کا تذکرہ کرو) جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں (اپنا ایک) نائب بنانے والا ہوں ۱۲ ۵۳ اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اُسی نے اپنے (کرم) سے ان سب کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے ف بے شک ان (باتوں) میں (قدرتِ خدا کی) بہتیری ہی نشانیاں ہیں (مگر) اُن ہی لوگوں کے لیے جو (غور و) فکر کو کام میں لاتے ہیں ۱۲

ف زمین کی مخلوقات کا آدمی کے بکار آمد ہونا تو ظاہر ہے آسمانی مخلوقات کے بارے میں شیخ سعدی نے عمدہ طور پر کہا ہے ؎ ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند * تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری * ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار * شرطِ انصاف نباشد کہ تو فرماں نہ بری ۱۲ ۵۳ بے شک اللہ فساد کو پسند نہیں رکھتا ۱۲

ے خلافۃ اعظم کے متعلق ہم نے اپنے ایک لکچر میں جو انجمنِ حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ سنہ ۱۹۰۲ء میں دیا تھا بہت کچھ لکھا ہے اگر کسی کو اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو وہاں دیکھے ۱۲ *

کا سا جینا جیے اور نیک بندوں کا سا مرنا مرے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ[۱] بے شک قرآن میں **حقوق اللہ اور حقوق العباد** سبھی کچھ ہے مگر شریعت کے لُبِّ لُباب پر نظر کرکے حقوق العباد کا پلّہ جھکا ہوا ہے جیسا کہ اس کتاب کے دونوں حصّوں کی ضخامت سے ظاہر ہوتا ہے۔ حقوق اللہ گنتی کے چند حقوق ہیں جبکہ حقوق العباد کی فہرست بجائے خود ایک دفتر ہے اور اسی لیے ہم نے حقوق اللہ کو ضروری اور حقوق العباد کو اشدّ ضروری سمجھا **دوسری دلیل** حقوق اللہ کو ضروری اور حقوق العباد کو اشدّ ضروری سمجھنے کی یہ ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا تفرقہ بھی لفظی اور اعتباری تفرقہ ہے ورنہ تمام حقوق العباد اس اعتبار سے کہ خدا کے ٹھہرائے ہوئے ہیں حقوق اللہ ہیں اس کو ایک مثال سے خوب سمجھوگے کہ مثلاً خدا نے قتلِ نفس کو منع فرمایا ہے وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ[۲] اور فرض کرو کہ زید نے ظلماً ناحق عمرو کو مار ڈالا۔ تو زید عمرو کا گنہگار تو الگ ہوا کہ اس کی حق تلفی کی اور ساتھ ہی خدا کا بھی گنہگار ہوا کہ اس کے حکم کے خلاف کیا۔ لیکن اگر فرض کرو کہ زید نالائق نماز نہیں پڑھتا تو وہ صرف خدا کا گنہگار ہے اور اسی کا حق تلف کرتا ہے۔ پس حقوق اللہ اکہرے حقوق اللہ ہیں اور حقوق العباد دوہرے حقوق ہیں ایک طرف خدا کے اور دوسری طرف بندوں کے۔ اور انگریزی انتظام میں کیا ہوتا ہے کہ جتنے سنگین جرم ہیں سب ہیں سرکار مدّعی ہوتی ہے حالانکہ مجرم نے قانون کی خلاف ورزی کے سوائے سرکار کا کچھ نہیں بگاڑا۔ اب سمجھے کہ کیوں ہم نے حقوق اللہ کو ضروری اور حقوق العباد کو اشدّ ضروری سمجھا۔ حقوق اللہ کو ضروری اور حقوق العباد کو اشدّ ضروری قرار دینے کی **تیسری** دلیل یہ ہے کہ حقوق خدا کے ہوں یا بندوں کے گویا قرض ہیں۔ قرض ہونے میں دونوں برابر مگر قرض خواہ برابر نہیں۔ خدا بے نیاز ہے۔ غنی ہے غفور رحیم ہے۔ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ[۳] اور بندے محتاج نادار بخیل سخت گیر وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ[۴]۔ اگر خدا کا قرض رہ جائے گا تو قوی اُمید ہے کہ وہ اس سے درگزر کرے گا۔ مگر بندہ تو جانے چمڑی نہ دے دمڑی۔ حال تو یہ ہے کہ حقوق العباد کا بوجھ بڑا بھاری بوجھ ہے اور حقوق اللہ کا بوجھ اس کے مقابلے میں ہلکا ہے مگر لوگوں نے معاملہ معکوس کر رکھا ہے خدا کے حقوق تو خیر کچھ سمجھتے بھی ہیں بندوں کے حقوق کی ذرا بھی پروا نہیں کرتے اور اسی سے دنیا میں فسادات ہیں لڑائیاں ہیں۔ جھگڑے ہیں خرابیاں ہیں تباہیاں ہیں بربادیاں ہیں ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِىْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ "خود لوگوں ہی کی کرتوتوں سے (کیا) خشکی اور (کیا) تری میں

---

[۱] جو شخص نیک عمل کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو تو ہم (دنیا میں بھی) اُس کی زندگی اچھی طرح بسر کرائیں گے اور اُن کو (آخرت میں بھی) اُن کے (ان) بہترین اعمال کا صلہ ضرور عطا فرمائیں گے ف اس آیت کے مطلب سے فارسی کا ایک قطعہ خوب چسپاں ہے قطعہ اگر دنیا نباشد دردمندیم ٭ وگر باشد بمہرش پائے بندیم ٭ بلائے زین جہاں آشوب تر نیست ٭ کہ رنج خاطر ست ار ہست ونیست ٭ یعنی دنیادار آدمی غنی ہو یا محتاج کسی حال میں خوش نہیں رہ سکتا صرف دینداری ہی ایک چیز ہے جو آدمی کو دنیا میں خوش رکھ سکتی ہے کہ اگر اُس کو نعمت حاصل ہے تو شکر کرتا ہے اور مصیبت ہے تو صبر ۱۲

[۲] اور کسی کی جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے ناحق قتل نہ کرنا ۱۲ [۳] اُس نے از خود لوگوں پر مہربانی کرنے کو اپنے اُوپر لازم کر لیا ہے ۱۲

[۴] اور (تھوڑا بہت) بخل تو سب ہی کی طبیعت میں ہوتا ہے ۱۲

(یعنی ہر جگہ ہر طرح کی) خرابیاں ظاہر ہو چکی ہیں (اور اس کا ضروری نتیجہ یہ ہے) کہ (لوگ جیسے جیسے عمل کر رہے ہیں خدا) اُن کو اُن کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے (تاکہ وہ ایسی حرکات سے) باز آئیں۔

ہم کتاب کے حصہ دوم حقوق العباد کو حقوقِ نفس سے شروع کرنے کو تھے کہ اول خویش بعدہ درویش اپنے اوپر اپنے حقوق سُن کر لوگوں کو تعجب ہوگا تو اُن کو چاہیئے کہ بابِ حقوقِ نفس ملاحظہ کریں تو اُن کو معلوم ہو جائے گا کہ جان ہے تو جہان ہے اور ہم کہتے ہیں کہ جان ہے تو جہان ہے اور دین وایمان ہے۔ بہرکیف ہم حصۂ دوم کو حقوقِ نفس سے شروع کرنے والے تھے۔ مگر قرآن کی ایک آیت کا خیال آگیا اور وہ آیت ہے اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ پس پیغمبر صاحب کے حقوق کو مقدم رکھنا پڑا النبی اولی بالمومنین من انفسہم کا خیال آنا تھا کہ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ کا بھی خیال آیا اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے حقوق کو جناب پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حقوق کے ساتھ شامل کرنا پڑا۔

* * * * * * *

* * *

حقوقِ پیغمبر

اطاعت و تسلیم حکم

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ ○ (آل عمران ع ۴ پ ۳)

(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہہ دو کہ اللہ اور رسول کی فرماں برداری کرو پھر اگر (یہ لوگ) نہ مانیں تو (سمجھے رہیں کہ) اللہ نافرمانوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَمِنْہُمْ مَّنْ یَّلْمِزُکَ فِی الصَّدَقٰتِ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْہَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ یُعْطَوْا مِنْہَآ اِذَا ہُمْ یَسْخَطُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّہُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰہُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَرَسُوْلُہٗٓ اِنَّآ اِلَی اللّٰہِ

اور (اے پیغمبر) ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ (لوگوں کے مالِ) خیرات (کی تقسیم) میں تم پر (بے انصافی کا) الزام لگاتے ہیں پھر اگر اُن کو اُس میں سے (اُن کی خواہش کے قدر) دیا جائے تو خوش رہتے ہیں اور اگر اُن کو اُس میں سے (اُن کی خواہش کی قدر) نہ دیا جائے تو بس وہ فوراً ہی بگڑ بیٹھتے ہیں اور جو خدا نے اور اُس کے رسول نے اِن کو دیا تھا اگر یہ اُس کو خوشی سے لے لیتے اور کہتے کہ ہم کو اللہ بس کرتا ہے اور (اب نہیں دیا تو کیا ہے) آگے کو اپنے کرم سے اللہ اور اُس کا رسول ہم کو (بہتیر اکچھ) دیں گے ہم تو اللہ ہی سے

آیت	ترجمہ
رَاغِبُوْنَ ○ (التوبہ ع ۷ پارہ ۱۰)	لو لگائے بیٹھے ہیں (تو یہ اُن کے حق میں کہیں بہتر ہوتا)
مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ○ (النساء ع ۱۱ پارہ ۵)	جس نے رسول کا حکم مانا اُس نے اللہ ہی کا حکم مانا اور جو پھر بیٹھا تو (اے پیغمبر تم سے اُس کی کچھ باز پرس نہیں کیونکہ) ہم نے تم کو کچھ اِن لوگوں کا پاسبان (بناکر) نہیں بھیجا۔
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ○ (انفال ع ۳ پارہ ۹)	مسلمانو! اللہ اور اُس کے رسول کا حکم مانو اور اُس کے حکم) سے سرتابی نہ کرو اور (ہمارا ارشاد تو) تم سُن ہی رہے ہو۔
وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ (الحشر ع ۱ پارہ ۲۸)	اور (مسلمانو!) جو چیز پیغمبر تم کو (ہاتھ اُٹھا کر) دیدیا کریں وہ تو لیا کرو اور جس چیز (کے لینے) سے تم کو منع کریں اُس سے دست کش رہو اور (خدا کے غضب) سے ڈرتے رہو (کیونکہ) خدا کی مار (بڑی) سخت ہے۔
وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ○ وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ؕ ○ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ	اور (دوسرے لوگ) کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور (نیز) رسول پر ایمان لے آئے اور (خدا رسول کا) حکم مانا پھر اس کے بعد ان میں کا ایک فریق (خدا رسول کے حکم سے) رُوگردانی کرتا ہے اور وہ (سرے سے) مسلمان ہی نہیں ہیں اور جب اُن کو خدا اور اُس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ اُن میں (اُن کے باہمی جھگڑوں کا) چکوتا کردیں تو بس اُن میں کا ایک فریق گریز کرتا ہے اور اگر حق بجانب اُن کے ہو تو (بے تامل) کان دبائے رسول کی طرف دوڑے چلے آتے ہیں کیا اِن کے دلوں میں (بے ایمانی کا) مرض ہے یا شک میں پڑے ہیں یا (اس بات سے) ڈرتے ہیں کہ (کہیں) اللہ اور اُس کا رسول اُن کی حق

ف اِس آیت کی شانِ نزول کا خلاصہ حدیث ابو سعید خدری کی روایت سے صحیحین میں یُوں ہے کہ حُنین کی لڑائی میں جو مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا تھا اُسے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کو تقسیم فرما رہے تھے ایک شخص نے بنی تمیم کے قبیلے میں سے جس کا نام خوص تھا اور ذوالخویصرہ کے لقب سے زیادہ شہرت رکھتا تھا پیغمبر صاحب سے کہا کہ جناب اَلقسیم میں ذرا انصاف فرمایئے آپ نے فرمایا کہ اے شخص اگر میں ہی نا انصافی کروں گا تو پھر انصاف کون کرے گا حضرت عُمر نے عرض کیا کہ حضرت! ارشاد ہو تو ابھی میں اِس شخص کی گردن ماروں فرمایا جانے دو اِس کی نسل میں ایسے ایسے جبلّ القبل لوگ پیدا ہوں گے جن کے ساتھ لوگ نماز و روزہ جائز نہ رکھیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اسی قبیلے اور اسی شخص کی نسل میں خارجی لوگ پیدا ہوئے ۱۲

وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ (النور ع ٦-٧ پاره ١٨)

(خدا اور رسول تو کیوں بے انصافی کرنے لگے تھے) بلکہ یہ آپ (سب سے بڑھ کر) بے انصاف ہیں مسلمانوں (کی شان تو یہ ہے کہ ان) کو جب خدا اور اُس کے رسول کی طرف بُلایا جاتا ہے کہ ان میں (اُن کے باہمی جھگڑوں کا) چکوتا کر دیں تو بس (دوٹوک بات) کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے (طلبی کا حکم) سُنا اور (خدا رسول کا) حکم مانا اور یہی لوگ (آخرت میں) فلاح پائیں گے اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کا حکم مانے اور اللہ سے ڈرے اور اُس (کی نا رضامندی) سے بچتا رہے تو ایسے ہی لوگ (آخرکار) اپنی مراد کو پہنچیں گے ف۱

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ۝ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ

(اے پیغمبر) کیا تم نے اُن (منافق مسلمانوں کے حال) پر نظر نہیں کی جو (مُونہ سے تو یہ) کہتے ہیں کہ وہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں جو تم پر اُتارا گیا ہے اور (اُن آسمانی کتابوں پر بھی) جو تم سے پہلے اُتاری گئی ہیں (اور) چاہتے یہ ہیں کہ اپنا مقدمہ ایک شریر (آدمی کعب بن اشرف یہودی) کے پاس لے جائیں حالانکہ اُن کو حکم دیا جا چکا ہے کہ اُس کی بات نہ مانیں اور شیطان چاہتا ہے کہ اُن کو بھٹکا کر (راہِ راست سے) بڑی دور لے جائے اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اللہ نے جو (حکم) اُتارا ہے اُس کی طرف اور رسول کی طرف (رجوع کریں) تو تم (ان) منافقوں کو دیکھتے ہو کہ وہ تمہارے پاس (آنے) سے بچتے (اور رُکتے) ہیں تو (اُس وقت ان کی) کیسی (کچھ رُسوائی ہوگی) جب ان ہی کے اپنے کرتوت کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت

ف یہ آیتیں نازل تو ہوئی ہیں خاص ایک منافق کے حق میں جس کا نام تھا بشر کہ اُس میں اور ایک یہودی میں جھگڑا تھا یہودی کہتا تھا کہ چلو اپنے پیغمبر کے پاس وہ جو کہیں ہم تسلیم کر لیں اُس یہودی کو پیغمبر صاحب کے انصاف پر اعتماد تھا اور وہ تھا بھی برسرِ حق بشر اس کو کعب بن اشرف یہودی کی طرف لے جانا چاہتا تھا کہ اُس کے ہاں سفارش یا وجاہت یا رشوت کو دخل ہوگا بہرکیف شانِ نزول خاص ہے مگر افسوس ہے کہ اب بھی ہم مسلمان ان آیتوں کے مصداق ہیں اگر اپنے جھگڑے خدا اور رسول کی طرف رجوع کر دیا کریں تو کیوں عدالتوں میں جا کر زیربار ہوں جیسے ایمان ضعیف

ہیں ویسے ہی نتیجے بھی بھگت رہے ہیں ۱۲

بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ
يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا
وَّتَوْفِيْقًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ
مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ
وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا ۝
وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ
بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا
اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ
وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا
اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ فَلَا وَرَبِّكَ
لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا
شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا
فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ
وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا

آ پڑے تو تمہارے پاس قسمیں کھاتے ہوئے (دَوڑے) آئیں
کہ بخدا ہماری غرض تو سلوک اور میل ملاپ کی تھی ف۱ یہ
ایسے (مُفسد) ہیں کہ جو (فساد) اِن کے دلوں میں ہے (اُس)
خدا (ہی) کو (خُوب) معلوم ہے تو (اے پیغمبر) اِن کے پیچھے
نہ پڑو اور (نصیحت کے طور پر) اِن کو (اِن کے نفاق کے
نتیجے) سمجھا دو اور (ان سے ایسی باتیں کرو کہ (نفاق کے
بُرے نتیجے) اچھی طرح اِن کے ذہن نشین ہو جائیں
اور جو رسول ہم نے بھیجا اُس کے بھیجنے سے ہمارا مقصود
(ہمیشہ) یہی رہا ہے کہ اللہ کے (یعنی ہمارے) حکم سے اُس کا
کہا مانا جائے اور (اے پیغمبر) جب اِن لوگوں نے (تمہاری
نافرمانی کرکے) اپنے اُوپر آپ ظلم کیا تھا اگر (اُس وقت یہ
لوگ) تمہارے پاس آتے اور خدا سے معافی مانگتے اور
رسول (یعنی تم بھی) اُن کی معافی چاہتے تو (یہ لوگ) دیکھ
لیتے کہ اللہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے پس
(اے پیغمبر تمہارے (ہی) پروردگار کی قسم ہے کہ جب تک
یہ لوگ اپنے باہمی جھگڑے تم ہی سے فیصلہ نہ کرائیں اور
(صرف فیصلہ ہی نہیں بلکہ) جو کچھ تم فیصلہ کرو اُس سے کسی
طرح دلگیر بھی نہ ہوں بلکہ (دل و جان سے اُس کو) قبول
کرلیں (غرض جب تک یہ سب کچھ نہ کریں اُس وقت تک)
اِن کو ایمان سے بہرہ نہیں اور اگر ہم اِن کو حکم دیتے کہ آپ

ف۱ ایک یہودی اور ایک منافق مسلمان میں جھگڑا ہوا چونکہ پیغمبر صاحب کی دیانت اور امانت کو دشمن بھی تسلیم کرتے تھے اور یہودی برسر حق تھا اُس نے منافق سے کہا کہ چلو تمہارے ہی پیغمبر صاحب جو فیصلہ کردیں مجکو منظور ہے اور منافق تھا ناحق پر وہ کعب بن اشرف یہودی کی طرف کھینچتا تھا آخرکار یہودی منافق کو کشاں کشاں پیغمبر صاحب کے پاس لے ہی گیا پیغمبر صاحب نے یہودی کی ڈگری کردی۔ منافق پیغمبر صاحب کے فیصلے پر قناعت نہ کرکے یہودی کو لے دَوڑا حضرت عمرؓ پاس اِس خیال سے کہ مزاج کے تیز ہیں عجب نہیں کہ میرے اسلام ظاہر کے دھوکے میں آکر میری حمایت کریں مگر یہودی نے پہنچتے کے ساتھ لگا دیا کہ ہم پیغمبر صاحب کے پاس ہو آئے ہیں اور میرا فریق مقابل اُن کے فیصلے سے راضی نہیں حضرت عمرؓ نے یہ سُن کر منافق کی گردن اُڑا دی اُس کے وارثوں نے خُون کا دعویٰ کیا اور لگے عذر کرنے اور قسمیں کھانے کہ ہم تو حضرت عمرؓ کے پاس آپ کے حکم کا مرافعہ کرنے نہیں بلکہ اس توقع سے گئے تھے کہ آپس میں صلح کرا دیں تب یہ آیتیں نازل ہوئیں ۱۲

عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوٓا أَنفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِن دِيَارِكُم مَّا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِّنْهُمْ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِۦ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا ۝ وَإِذًا لَّآتَيْنَاهُم مِّن لَّدُنَّآ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ وَلَهَدَيْنَاهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝ (النساء ع ۹ پارہ ۵)

اپنے تئیں ہلاک کرو یا گھر بار چھوڑ (پردیس نکل) جاؤ تو ان میں سے چند آدمیوں کے سوا (بہتیرے ہمارے) اس (حکم) کی تعمیل نہ کرتے اور جو کچھ ان کو سمجھایا جاتا اگر اُس کی تعمیل کرتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور (اس کی وجہ سے دین پر بھی) مضبوطی کے ساتھ جمے رہتے اور (اس صورت میں ہم ان کو ضرور اپنی طرف سے بڑا (اچھا) بدلہ دیتے اور (ان کو راہِ راست پر بھی) ضرور لگا دیتے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ (الفتح ع ۱ پارہ ۲۶)

(اے پیغمبر) جو لوگ (صلح حدیبیہ کے وقت) تمہارے ہاتھ پر (لڑنے مرنے کی) بیعت کر رہے ہیں وہ (تم سے نہیں بلکہ) خدا ہی سے بیعت کر رہے ہیں (کہ تمہارا نہیں بلکہ) خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے تو جو (ایسا پکا قول و قرار کیے پیچھے اُس کو) توڑ دے گا تو توڑنے کا وبال خود اُسی پر پڑے گا اور جو اُس (عہد) کو پورا کر اُتارے گا جو اُس نے خدا کے ساتھ کر لیا ہے تو عنقریب خدا اُس کو بڑا اجر دے گا۔

لَّقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ (الفتح ع ۳ پارہ ۲۶)

(اے پیغمبر) جب مسلمان (ایک کیکر کے) درخت کے تلے تمہارے ہاتھ پر (لڑنے مرنے کی) بیعت کر رہے تھے خدا (یہ حال دیکھ کر ضرور ان) مسلمانوں سے خوش ہوا اور اُس نے ان کی دلی عقیدتمندی کو جان لیا اور اُن کو اطمینانِ (قلب) عنایت کیا اور (اُس کے) بدلے میں اُن کو سر دست خیبر کی (فتح دی اور (فتح کے علاوہ) بہت سی غنیمتیں جن پر ان لوگوں نے جا قبضہ کیا اور اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

ف ہجرت کے چھٹے برس پیغمبر صاحب نے خواب میں دیکھا کہ مسلمان مسجد الحرام میں گئے اور وہاں احرام اُتارنے کے لیے کوئی بیٹھا سر منڈوا رہا ہے اور کوئی بال کتروا رہا ہے اَز بسکہ پیغمبر کا خواب غلط نہیں ہوا کرتا آپ نے عمرہ کرنے کا ارادہ کیا مکّے کے قریب پہنچے تو کفارِ قریش مسلمانوں کی آمد سُن کر لڑنے کے ارادے سے باہر نکل آئے آنحضرت نے قریش کی آمادگی دیکھ کر حدیبیہ میں مقام کیا اور اب فریقین میں گفت و شنود ہونے لگی آخر بڑی مشکل سے یہ صلح ٹھیری کہ دس برس تک مسلمانوں میں اور قریش میں لڑائی موقوف اور پیغمبر صاحب اِس وقت بے عمرہ کیے لوٹ جائیں اگلے سال عمرہ کریں مگر کوئی مسلمان تلوار میان سے باہر نہ نکالے اور تین دن سے زیادہ مکّے میں نہ رہیں اور دورانِ صلح میں اگر کوئی مسلمان کفارِ قریش سے جا ملے تو قریش اُس کو واپس دیں اور اُن کا کوئی آدمی مسلمانوں کی طرف چلا آئے تو وہ اُن کو واپس دیا جائے (بقیہ صفحہ آئندہ)

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمُ الْھُدٰی لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا ؕ وَ سَیُحْبِطُ اَعْمَالَھُمْ ○ (محمد ع ۴ پارہ ۲۶)	بے شک جن لوگوں پر (دین کا سیدھا) رستہ صاف ظاہر ہوگیا اور ظاہر ہوئے پیچھے اُنھوں نے انکار کیا اور اللہ کے رستے سے (لوگوں کو) روکا اور رسول کی مخالفت کی خدا کو تو یہ لوگ کسی طرح کا نقصان پونہچا سکیں گے نہیں بلکہ (وہ) اُن ہی کے عملوں کو اکارت کرے گا۔
اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗۤ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ○ (المجادلہ ع ۳ پارہ ۲۸)	جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کے خلاف کرتے ہیں (آخرِ کار) وُہی ذلیل ترین لوگوں میں ہوں گے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸) یہ صلح پیغمبر صاحب نے دب کر کی۔ اور مسلمانوں کی بڑی دل شکنی کا باعث ہوئی اُس وقت بعض مسلمانوں کو یہ خیال ہوا کہ پیغمبر صاحب نے یہ کیسا خواب دیکھا تھا اور بعض منافقین یہ شبہ کرتے تھے کہ اگر خدا اسلام کا حامی ہوتا تو یوں دب کر صلح نہ کی جاتی اور کچھ لوگ شروع ہی سے پیچھے رہ گئے تھے اُن کو یقین تھا کہ اہلِ مکّہ ان مسلمانوں کو گھسنے نہیں دیں گے اور ایسا ہی ہوا لیکن ع فکرِ ہر کس بقدرِ ہمّت اوست۔ حُدَیبیہ کی صلح بظاہر دب کر ہوئی تھی مگر حقیقت میں اِس میں مسلمانوں کی بڑی جیت تھی کہ ابتدائی حالت میں آئے دن کی لڑائی اُن کو پنپنے نہیں دیتی تھی دوسرے معلوم تھا کہ قریش کی طرف سے ضرور بد عہدی ہوگی اور ہوئی بھی کہ بنی خزاعہ اور بنی بکر دو قبیلے تھے بنی خزاعہ مسلمانوں کی طرف دار اور بنی بکر قریش کے تو صلح کی رُو سے اِن دونوں قبیلوں کو بھی شرائطِ صلح کی پابندی لازم تھی مگر یہ دونوں لڑے اور قریش نے درپردہ بنی بکر کی مدد کی حُدَیبیہ کی صلح ٹوٹ گئی مسلمانوں کو حجّت ہاتھ آئی اور مکّے پر چڑھ دوڑے خدا کا کرنا کہ مکّہ بے لڑائی فتح ہوا حُدَیبیہ سے لوٹے تو پیغمبر صاحب سیدھے خیبر پر جا چڑھے اور اُس کو فتح کیا اور وہاں مسلمانوں کو بہت سامالِ غنیمت بھی ہاتھ لگا اِس سُورت میں اِن تمام واقعات کا بیان ہے یعنی صلحِ حُدَیبیہ کا اور فتحِ خیبر کا اور آخرِ کار فتحِ مکّہ کا بلکہ بطورِ پیشین گوئی کے اشارۃً غزواتِ فارس اور روم کا بھی جو خلفائے راشدین کے وقت میں ہوئے اِس سُورت میں اُن لوگوں پر ملامت ہے جو سفرِ حُدَیبیہ میں ساتھ نہ تھے مسلمانوں کو طرح طرح پر تسلّی دی گئی ہے یعنی اُن کو سمجھایا ہے کہ حُدَیبیہ کی صلح کو مغلوبانہ صلح نہ سمجھو یہ فتحِ مکّہ کی تمہید ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا بھی کبھی اِن کو تسلّی دی ہے کہ تم مکّے نہ جا سکے مگر فتحِ خیبر کیا کم ہے۔ اِس صلحِ حُدَیبیہ کے چند واقعات قابلِ تذکرہ ہیں ایک بیعتِ رضوان کہ مسلمانوں کی طرف سے حضرت عثمانؓ پیامِ صلح لے کر اہلِ مکّہ کے پاس گئے تھے اُن کے آنے میں ہوئی دیر یہاں یہ مشہور ہوگیا کہ حضرت عثمانؓ کو اہلِ مکہ نے مار ڈالا تو اب چار و ناچار لڑائی ٹھیری اِس پر پیغمبر صاحب نے مسلمانوں سے لڑنے مرنے کی بیعت لی جو بیعتِ رضوان کے نام سے مشہور ہے اور وہ ایک کیکر کے درخت کے تلے ہوئی تھی۔ اور آخرِ کار اُس درخت کی تعظیم بھی حد سے زیادہ ہونے لگی جو ایک قسم کی پرستش کے قریب سمجھی جاتی تھی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں اُس درخت کو اکھڑوا کر پھکوا دیا۔ دوسرا واقعہ تحریرِ صلح نامے کا ہے کہ اُس کے لفظوں پر اِس قدر حجّت ہوئی کہ صلح کا ہونا مشکل ہو گیا مسلمانوں کی طرف سے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا گیا مکّے والے کہتے تھے کہ ہم اللہ الرحمن الرحیم نہیں جانتے وہی باسمک اللّٰھم پھر پیغمبر صاحب نے اپنے تئیں محمد رسول اللہ لکھوایا تھا اِس پر کافروں نے اِس قدر ضد کی کہ آخر اِس لفظ کو ہٹوا چھوڑا اول تو عاجزانہ صلح اور پھر ایسے بے عنوانی کے

يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ ۝ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ يُحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ۝ (التوبہ ع ۸ پارہ ۱۰)

(مسلمانو! یہ لوگ) تمھارے سامنے خدا کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو راضی کر لیں حالانکہ اللہ اور اُس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ یہ لوگ سچے مسلمان ہیں تو اللہ رسول کو راضی کریں۔ کیا انھوں نے ابھی تک اتنی بات بھی نہیں سمجھی کہ جو اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو اُس کے لیے دوزخ کی آگ (تیار) ہے جس میں وہ ہمیشہ (ہمیشہ) رہے گا (اور) یہ بڑی ہی رسوائی (کی بات) ہے ف۱

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ ط وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُمْ مَعْرُوفًا ط

پیغمبر مسلمانوں پر خود اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں (اور وہ مسلمانوں کے باپ کی جگہ ہیں) ف۲ اور پیغمبر کی بیبیاں (ادب و تعظیم میں) اُن کی مائیں ہیں ف۳ اور رشتے دار کتاب اللہ کی رُو سے (تمام) مسلمانوں اور مہاجروں سے بڑھ کر ایک کے حق دار ایک ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہو (الاحزاب ع ۱ پارہ ۲۱)

ف۱ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے اور مسلمانوں کی حفاظت کے لیے کافروں سے بمجبوری لڑائیاں بھی لڑنی پڑی ہیں۔ اِن آیتوں میں اُن منافقوں کا مذکور ہے جنھوں نے جنگِ تبوک میں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں دیا اور گھروں میں بیٹھے رہے تبوک ملکِ شام کا ایک شہر ہے جہاں روم کی عملداری تھی اور وہ لوگ نصاریٰ تھے۔ مشہور یہ ہوا کہ عرب میں قحط پڑا ہے اور پیغمبر صاحب کی نسبت دشمنوں نے اُڑا دیا کہ اُن کا انتقال ہو گیا۔ بادشاہِ روم کو ملکِ عرب کے زیر کرنے کا حوصلہ ہوا اُس نے کچھ لشکر اِس طرف کو متوجہ کیے پیغمبر صاحب کو خبر معلوم ہوئی اور ملک گیری کی غرض سے نہیں لڑنے کے لیے نہیں بلکہ صرف رومیوں کے حوصلے پست کرنے کے ارادے سے آپ نے چڑھائی کی موسم موافق نہ تھا کہ سخت گرمی پڑ رہی تھی اُدھر نخلستان کی فصل تیار تھی کہ اِسی پر مدینے والوں کی گزران تھی بے سامانی کا یہ حال کہ ہتھیار اور بار برداری بقدرِ ضرورت موجود نہیں مگر پیغمبر صاحب کو تو صرف یہ منظور تھا کہ اِدھر سے سبقت ہو اور رومی دھمکی میں آ جائیں چنانچہ لڑائی بھڑائی کچھ ہوئی بھی نہیں مگر بعض دو دِلے مسلمانوں نے پیغمبر صاحب کا ساتھ دینے میں مضایقہ کیا جب پیغمبر صاحب تبوک سے واپس تشریف لائے تو اُن لوگوں کو جو پیچھے بیٹھ رہے تھے اور ظاہر کے مسلمان تھے حاضرِ خدمت ہونا ہی تھا ہر ایک نے اپنے اپنے عذرات پیش کیے مگر وہ عذرات حیلے حوالے کی قسم کے تھے یہ آیت ایسے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو جھوٹی قسموں سے مسلمانوں کو اپنی معذوری کا یقین دلانا چاہتے تھے ۱۲ ف۲ مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی جان کا پاس کرتا ہے لیکن پیغمبر کے حکم کا پاس اِس سے بھی زیادہ کرنا چاہیے ۱۲ ف۳ جو لوگ پیغمبر صاحب کی ازواجِ مطہرات کی تعظیم کما حقہ نہیں کرتے اِس آیت سے اُن پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے ۱۲ ✢ ✢ ✢

كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝

(الاحزاب ع ۱ پارہ ۲۱)

یہی حکم کتاب (لوحِ محفوظ) میں لکھا ہوا ہے۔

عنوانِ اطاعت و تسلیمِ حکم میں نیچے کی آیتیں بھی شامل ہو سکتی ہیں۔

(۱) یا یہا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم الخ (النساء ع ۸)

(۲) ومن یطع اللہ والرسول فاولٰٓئک مع الذین انعم اللہ علیہم الخ (نساء ع ۸)

(۳) ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدٰی الخ (نساء ع ۱۷)

(۴) ذٰلک بانہم شاقوا اللہ ورسولہ الخ (انفال ع ۲)

(۵) ویطیعون اللہ ورسولہ الخ (توبہ ع ۹)

(۶) ومن یطع اللہ ورسولہ ویخش اللہ ویتقہ الخ (نور ع ۷)

(۷) قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول (نور ع ۷)

(۸) واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون (نور ع ۷)

(۹) ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما (احزاب ع ۹)

(۱۰) وان تطیعوا اللہ ورسولہ لا یلتکم من اعمالکم شیئًا (حجرات ع ۲)

(۱۱) واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول الخ (تغابن ع ۲)

من المترجم

قرآن کی سورہ بقرہ میں ایک آیت ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ اللہ کسی مثال کے بیان کرنے سے (ذرا بھی) نہیں جھینپتا (چاہے وہ مثال) مچھر کی ہو یا اُس سے بھی بڑھ کر (کسی اور حقیر چیز کی) سو جو لوگ ایمان لا چکے ہیں وہ تو یقین رکھتے ہیں کہ یہ (مثال بالکل) ٹھیک ہے (اور یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ) اُن کے پروردگار (ہی) کی طرف سے (ہے) اور جو منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس (ذلیل) مثال کے بیان کرنے میں خدا کی کون سی غرض (اٹکی پڑی تھی) ایسی ہی مثال سے خدا بہتیروں کو گمراہ کرتا اور ایسی ہی مثال سے بہتیروں کو ہدایت دیتا ہے لیکن اس سے گمراہ کرتا (بھی) ہے (تو) بدکاروں ہی کو جو پکا کیے پیچھے خدا کا عہد توڑ دیتے اور جن (تعلقات) کے جوڑے رکھنے کو خدا نے فرمایا اُن کو قطع کرتے اور ملک میں فساد پھیلاتے ہیں یہی لوگ آخر کار نقصان اُٹھائیں گے۔" اس کی شانِ نزول مفسرین نے یوں لکھی ہے کہ جب آیۃ[1] يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ

[1] لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے تو اُس کو کان لگا کر سنو کہ خدا کے سوا جن (معبودوں) کو تم پکارتے ہو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ اُس کے (پیدا کرنے کے) لیے (سب کے سب) اکٹھے (ہی کیوں نہ) ہو جائیں اور اگر مکھی اُن سے کچھ چھین لے جائے تو اُس کو اُس سے چھڑا نہیں سکتے (کیسے) بودے یہ (بت) جو (مکھی کے) پیچھے پڑیں (اور اُس کو نہ پکڑ سکیں)

یَّخۡلُقُوۡا ذُبَابًا وَّلَوِ اجۡتَمَعُوۡا لَهٗ ؕ وَاِنۡ یَّسۡلُبۡهُمُ الذُّبَابُ شَیۡـًٔا لَّا یَسۡتَنۡقِذُوۡهُ مِنۡهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالۡمَطۡلُوۡبُ ۞ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیۡزٌ ۞ نازل ہوئی تو کفار نے طعن کیا کہ مسلمانوں کا خدا بھی کیسا خدا ہے اونچی دوکان پھیکا پکوان خدائی دعوے اور مکھی جیسی حقیر اور قابل نفرت چیز کا مذکور ہم کو تو مکھی کا نام لیتے ہوئے بھی گھن آتی ہے۔ اس طعن کے جواب میں آیہ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسۡتَحۡیٖۤ الخ نازل ہوئی جواب کا حاصل یہ ہے کہ ممثل بہ کیسی ہی اَدنے چیز ہو۔ مثال کے نتیجے کو دیکھنا اور اُس سے پند پذیر ہونا چاہیئے۔

مرد باید کہ گیرد اندر گوش ور نبشت ست پند بر دیوار

اس روایت کی بنا پر ہم خدا اور رسول کے باہمی تعلق کو حکّام دنیا کی مثال دے کر سمجھانا چاہتے ہیں ہمارے وقتوں میں ہندوستان کی حکومت انگریزوں کے ہاتھ میں ہے۔ تو انھوں نے کیا کیا ہے کہ جتنے کام بہ تعلق حکومت کرنے پڑتے ہیں سب کے قسم وار صیغے بنا رکھے ہیں۔ ایک فوجی صیغہ ہے ایک ملکی پھر ملکی میں مال دیوانی فوجداری۔ پولس تعلیم ڈاک۔ آبپاشی۔ تعمیرات وغیرہ بہت سے صیغے ہیں اور ہر صیغہ ایک محکمۂ جداگانہ مثال کی تکمیل کے لیے ہم ایک محکمہ مال کو لیتے ہیں۔ جس میں تحصیل خراج کا کام ہوتا ہے۔ یہ محکمہ تحصیلدار سے شروع ہو کر گورنر جنرل پر جا کر منتہی ہوتا ہے۔ اس طرح پر کہ پرگنہ کا محصّل تحصیلدار پھر کئی پرگنوں یعنی ضلع کا کلکٹر یا ڈپٹی کمشنر۔ پھر کئی ضلعوں یعنی قسمت کا کمشنر۔ پھر کئی قسمتوں یعنی صوبے کا بورڈ یا فنانشل کمشنر غرض کہ یہی حال کام کے ہر ایک صیغے کا ہے۔ پھر ان سب صیغوں کا جامع صوبے کا گورنر یا لفٹنٹ گورنر یا چیف کمشنر کہلاتا ہے۔ اور ہندوستان کے تمام صوبوں کے تمام صیغوں کا سب سے بڑا حاکم گورنر جنرل جسے ہندوستانی ریاستوں کے تعلق سے وائیسرائے یعنی شہنشاہ کا نائب بھی کہتے ہیں۔ انتظام کے اس سلسلے سے ہم دو باتیں استنباط کرتے ہیں ایک یہ کہ وحدت کے بدون کثرت انتظام نہیں پا سکتی اور اسی سے ہم کو خدا کی وحدانیت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ خیر یہ تو جملۂ معترضہ ہے۔ دوسری بات جو حکّام انگریزی کے انتظام میں دیکھی جاتی ہے یہ ہے کہ یوں تو ہر حاکم کے ہاتھ کے تلے سررشتہ دار یا اہلکار پیشی ہوتا ہے اور وہی احکام وغیرہ لکھتا پڑھتا ہے مگر کمشنر تک لکھا پڑھی حاکم کے نام سے ہوتی ہے۔ کمشنر سے اونچے درجے کے حکّام کی خط و کتابت اُن کے علوِّ مرتبہ کے لحاظ سے اُن کا سکرٹری اپنے نام سے کرتا ہے جس کو عوام جو انگریزی نہیں جانتے سکتّر کہتے ہیں۔ سکتّر بھی اپنے افسر کے ہاتھ تلے کا سررشتہ دار ہے گو وہ اپنے نام سے خط و کتابت کرے مگر حقیقت میں وہ خط و کتابت اُس کے افسر کی ہے جس کا وہ سکتّر ہے۔ چونکہ سکتّر اپنے افسر کا مزاج شناس ہوتا ہے کبھی وہ چھوٹی اور معمولی باتوں میں بے پوچھے بھی حکم جاری کرتا ہے اور اُس کا وہ حکم افسر کے حکم کی طرح واجب التعمیل ہوتا ہے۔ ہم تو دنیا ہی کی باتوں سے دین کی باتوں کا پتہ لگا لیتے ہیں تو ہم نے خدا اور رسول میں ویسا ہی تعلق سمجھا ہے جیسا مثلاً وائیسرائے اور اُس کے سکتّر میں ہوا کرتا ہے اور یوں قرآن اور حدیث دونوں چیزیں اپنے اپنے ٹھکانے سے بیٹھ گئیں۔ تم نے اس بات سے سمجھ لیا ہوگا کہ رسول کا ادب متفرع ہے خدا کے ادب پر یعنی رسول کا ادب عین خدا کا

ادب ہے مگر خدا کا ادب اظہارِ عبودیت سے ہوتا ہے اور رسول کا اُن کے حکم کی بجا آوری سے - پھر حکم کبھی امر و نہی کے صاف لفظوں میں ہوتا ہے - کبھی حکم پر چلنے والوں کی مدح اور سرتابی کرنے والوں کی مذمت کے پیرایے میں کبھی اُمَمِ ماضیہ میں سے کسی اُمت کا حال بیان کیا جاتا ہے کہ اُن کو ایک حکم دیا گیا اُنھوں نے نہ مانا اُن پر عذاب نازل ہوا - کبھی وعدۂ اجر اور وعیدِ عذاب سے اظہارِ امر و نہی کیا جاتا ہے - اور حکم کی ایک شان یہ بھی ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم تقربِ رسالت کی وجہ سے خدا کے ادا شناس اور مزاج دان اور دوسرے بندوں کی طرح مامور بھی تھے اُن کا قول و فعل بھی خدا ہی کا حکم سمجھا جائے گا گو قرآن میں اُس امرِ خاص کی صراحۃً نہ ہو - مثلاً خدا نے مطلق زکوٰۃ کا حکم دیا نصاب کی تعیین اور مقدارِ زکوٰۃ اور حولِ کامل کا گزرنا یہ باتیں ہم کو رسول خدا کے عمل سے معلوم ہوئیں اور یہی حال ہے ارکانِ نماز اور ارکانِ حج کا - اس اعتبار سے حدیث کو قرآن کا ضمیمہ اور تتمہ ماننا ہوگا - اب پھر دنیا کی چیزوں میں سے مثال ڈھونڈھنی پڑی - وہ یہ کہ انگریزوں کے انتظامِ ملکداری میں مثلاً فوجداری کا ایک قانون ہے جس کا نام ہے مجموعہ قوانین تعزیراتِ ہند - اس قانون میں ہر ایک جُرم کی تعریف ہے - اور اُس کی انتہائی سزا لیکن اتنے سے کام نہیں چل سکتا تو اجرائے کار کے لیے ضابطۂ فوجداری بنانا پڑا - اور تعزیراتِ ہند اور ضابطہ دونوں مل کر فوجداری کا مکمّل قانون بن گیا - پس جو نسبت ضابطۂ فوجداری کو تعزیراتِ ہند سے ہے ویسی ہی نسبت حدیث کو قرآن سے ہے - اس کو اچھّی طرح سمجھ لو کسی نے یوں ہندی کی چندی کر کے نہ سمجھایا ہوگا - قاعدہ ہے کہ جب کوئی نئی کمپنی نئی سوسائٹی نئی کمیٹی کھڑی کی جاتی ہے تو اُس کے ممبر بڑے جوشیلے ہوا کرتے ہیں اور اگر جوشیلے نہ ہوں تو وہ کمپنی پانی کے بُلبلے کی طرح زیادہ ٹھیر نہیں سکتی - یہی حال شروع کے مُسلمانوں کا تھا - یہ اسی جوش کا نتیجہ تھا کہ گویا چٹکی بجاتے میں اسلامی سلطنت قائم ہوگئی - اور قائم بھی ہوئی تو ایسی مضبوطی کے ساتھ کہ چودہ سو برس گزرے ابھی تک بھی جابجا آثار پدیدست صنادیدِ عرب را - چونکہ جناب رسالت مآب کو خدا نے عقل صائب اور رسا اور آخر بیں عطا فرمائی تھی - اور وہ سنت اللہ کو خوب سمجھے ہوئے تھے - اسی لیے وہ عین ترقی کے زمانے میں اَلْاِسْلَامُ بَدَأَ غَرِیْبًا وَّ سَیَعُوْدُ غَرِیْبًا[1] کی پیشین گوئی فرماتے تھے - بہرکیف شروع کے مسلمانوں کے جیسے جوش بڑھے ہوئے تھے ویسے ہی وہ بڑی سختی سے پابندِ مذہب بھی تھے - وہ سُنن کو فرائض سے بڑھ کر سمجھتے تھے - اور مباحات کو منہیات سے بڑھ کر - جناب رسالت مآب کے ساتھ اُن کی ارادت اور عقیدت اور محبت عشق کے درجے تک پہنچ گئی تھی - یہ عشق نہ تھا تو کیا تھا کہ پیغمبر صاحب کے وضو کے پانی کو تبرّکاً مُونھوں پر ملتے تھے - اور زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے - پیغمبر صاحب سو رہے ہیں اور پسینہ بدن سے سُونت کر شیشی میں بھر لیا - اور عطر کی جگہ کام میں لائے جیتے اسی لیے تھے کہ موقع ملے تو اپنی جان راہِ خدا میں قربان کردیں - دنیا کی کوئی چیز اُنھیں پیغمبر صاحب سے زیادہ عزیز نہ تھی - خدا تو نہیں مگر ہاں خدا کے بعد اُن کے لیے باپ آقا اُستاد جو کچھ کہو پیغمبر صاحب تھے - پیروی کا یہ حال تھا کہ چال ڈھال رفتار گفتار نشست برخاست کل باتوں میں پیغمبر صاحب

[1] اسلام شروع میں بھی مسافرانہ حالت میں رہا اور عنقریب مسافرانہ حالت ہی کی طرف عود کرے گا ۱۲

کی تقلید مدِ نظر رکھتے تھے - اُن کا بڑا مشغلہ یہ تھا کہ بیٹھے پیغمبر صاحب کی صورت دیکھا اور اُن کی باتیں سُنا کریں وہ پیغمبر صاحب کو نہ صرف دین کا ہادی سمجھتے تھے بلکہ اُمورِ خانگی اور ذاتی معاملات میں بھی پیغمبر صاحب کی صلاح پر کاربند ہوتے تھے - اور پیغمبر صاحب بھی کہ "دلہا را بدلہا راہ باشد" ان کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرتے تھے کہ ان کی اصلاح اور تعلیم اور خیر خواہی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں فرماتے تھے - پیغمبر صاحب نے اپنا کام ایسے لوگوں میں جاری کیا جن کو شائستگی چھو نہیں گئی تھی اور وہ انسانیت کے درجے سے گر کر درندوں اور وحشی جانوروں کی طرح ہو گئے تھے - ایسے لوگوں کو زیادہ نہیں پچیس تیس ۲۳ برس کی تعلیم میں تہذیب اور شائستگی کے اعلےٰ مرتبے پر پونہچا دینا ہم تو اس کو پیغمبر صاحب کا بڑے سے بڑا معجزہ سمجھتے ہیں - تو یہ کیونکر ہوا کہ پیغمبر صاحب اپنے اصحاب کی ہر ایک بات پر نظر رکھتے - اور ہمہ وقت اُن کو سکھاتے سمجھاتے رہتے تھے - زبانی افہام و تفہیم کے علاوہ بڑا مؤثر سبق خود جناب رسالت مآب کا اپنا نمونہ تھا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[1]

جب جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم خدمتِ رسالت کو باحسن الوجوہ انجام دے چکے اور خدا کی طرف سے الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا[2] اور إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا[3] کے ذریعے سے اختتامِ رسالت کا اعلان کر دیا گیا تو جناب رسول خدا دُنیا سے رخصت ہو کر رفیقِ اعلےٰ میں جا ملے - گو بظاہر پیغمبر صاحب دُنیا سے اُٹھ گئے مگر جو منادی وہ کر گئے تھے بدستور اکنافِ عالم میں بڑی گونجا کی اور قیامت تک سننے والوں کے لیے بڑی گونجا کرے گی - جس شخص نے وہ صحبتیں نہیں دیکھیں وہ اُس مصیبت و رنج کے پہاڑ کا اندازہ کر ہی نہیں سکتا جو پیغمبر صاحب کی وفات سے اہلِ بیت اور اصحاب پر ٹوٹ پڑا تھا - لکھنے پڑھنے کا چرچا نہ ہونے کی وجہ سے لوگ صرف یادداشت پر اعتماد کرتے تھے - اور اسی لیے اُن کے حافظے بھی قوی ہوتے تھے - پیغمبر صاحب کے انتقال کے بعد جا بجا اُن کے وقت کی باتوں کے تذکرے ہونے لگے جو آخر کار فنِ حدیث کی جڑ بُنیاد قرار پائے - حدیث بیش برین نیست کہ ایک خاص قسم کی تاریخ ہے جس میں زبانی روایتوں سے تتبّع کر کے پیغمبر صاحب کے حالات اور مقالات جمع کر دیے گئے ہیں اگرچہ پیغمبر صاحب کے انتقال سے اسلام کا شیرازہ بکھرنے کو ہو گیا تھا - مگر اُنھوں نے اپنے فدائیوں میں ایسی رُوح نہیں پھونکی تھی کہ وہ ہمّت ہار بیٹھتے - اُن کے کان وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ[4]

---

[1] مُسلمانو! تمھارے لیے (پیروی کرنے کو) رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ تھا ۱۲ [2] اب ہم تمھارے دین کو تمھارے لیے کامل کر چکے اور ہم نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور ہم نے تمھارے لیے (اسی دین) اسلام کو پسند کیا ۱۲ [3] (اے پیغمبر) جب خدا کی مدد آ پونہچی اور (مکّہ) فتح ہو گیا) اور تم نے لوگوں کو (بچشمِ خود) دیکھ لیا کہ دینِ خدا (یعنی اسلام) میں جوق جوق داخل ہو رہے ہیں تو اپنے پروردگار کی حمد (وثنا) کے ساتھ (اُس کی) تسبیح (و تقدیس) میں مشغول ہو جاؤ اور اُس سے گناہوں کی معافی مانگو بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے ۱۲ [4] اور محمد اس سے بڑھ کر اور کیا کہ ایک رسول ہیں اور بس ان سے پہلے (اور) بھی رسول ہو گزرے ہیں پس اگر محمد (اپنی موت سے) مر جائیں یا مارے جائیں تو کیا تم اُلٹے پیروں (کفر کی طرف

عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْہِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیْئًا وَّسَیَجْزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیْنَ کی آوازے پڑے بج رہے تھے۔ چنانچہ اُنھوں نے عمارتِ اسلام کو جسے پیغمبر صاحب اُدھورا چھوڑ گئے تھے اُن ہی کے نقشے کے مطابق بڑی سرگرمی کے ساتھ تکمیل کو پونہچایا۔ سچ پوچھو تو اسلامی سلطنت تو پیغمبر صاحب کی حیات بابرکات ہی میں قائم ہو گئی تھی۔ مگر وہ چھوٹے پیمانے کی سلطنت تھی۔ اور مسلمانوں کے تعلقات جزیرۂ عرب میں محدود تھے۔ خلفاء کے وقت میں سلطنت نے ایسے پاؤں پھیلائے کہ مسلمانوں نے اِن وقتوں کی دو بڑی زبردست سلطنتیں رُوم و فارس فتح کر لیں۔ سلطنت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے تعلقات وسیع ہوتے گئے اور اُن کو وہ سب کام کرنے پڑے جو ایک جلیل القدر شہنشاہ کو کرنے پڑتے ہیں فصلِ خصومات حفظِ امن تحصیلِ خراج۔ حمایتِ ثغور۔ تجہیزِ جیوش وغیرہ وغیرہ۔ ملک گیری شاید چنداں مشکل نہیں مگر ملکداری بڑی ٹیڑھی کھیر ہے۔ فتح کرنے کو تو مولانا اسمٰعیل شہید باوجودیکہ فنونِ حرب سے پُورے واقف نہ تھے اور انگریزی رعایا میں سے احد من الرعایا وہ بھی تھے اور کچھ ایسے بڑے مقتدر بھی نہ تھے۔ اُلٹے کابل کی طرف سے سکھوں پر چڑھ دوڑے اور اُنھوں نے کچھ علاقہ سکھوں سے لے بھی لیا۔ مگر اُس کو سنبھال نہ سکے نتیجہ یہ ہوا اور ہونا ہی تھا کہ وہ اور اُن کے اعوان و انصار میں سے ایک بھی لَوٹ کر نہ آیا۔ خود ملکداری میں کئی طرح کے کام ہیں از انجملہ وضعِ قانون۔ ہم انگریزوں کو دیکھتے ہیں کہ دس دس پندرہ پندرہ بڈھے خرّانٹ بُوجھ بُوجھکڑ جہاندیدہ تجربہ کار انگریز اور اَب تو چیدہ چیدہ ہندوستانی بھی اِن میں شامل ہونے لگے ہیں برسوں ایک قانون میں غور کرتے ہیں قانون کا مسوّدہ مشتہر کیا جاتا ہے۔ انگریزی اُردو اخباروں میں اُس پر اعتراض ہوتے ہیں کونسل کے ممبر صبر و سکون کے ساتھ ٹھنڈے دل سے اِس پر غور کرتے ہیں۔ مباحثے ہوتے ہیں اِتنی احتیاط کے بعد قانون جاری کیا جاتا ہے۔ مگر جاری ہونے دیر نہیں ہوئی کہ اُس کی اصلاح و ترمیم ہونے لگتی ہے اور کبھی قانون کو بتمامہ منسوخ کرنا پڑتا ہے۔ اُن مسلمانوں کو کیسی مشکلیں پیش آئی ہوں گی جنھوں نے اول اول قانون کے لکھنے پر قلم اُٹھایا ہوگا۔ مگر ہاں اُن کو اِتنی آسانی بھی تھی کہ قرآن جمع ہو چکا تھا۔ اور اُس میں اصول تو سب تھے اور کسی قدر فروع بھی ابہام تھا تو عمل درآمد کا سو عمل درآمد کی توضیح اور تفصیل تھی حدیث اور لوگوں نے وقتی ضرورت سمجھ کر حدیثیں جمع کرنی شروع بھی کر دی تھیں۔ مسلمانوں کو حدیث سے دین و دنیا میں بڑی مدد ملی ہے۔ دین میں تو حدیث نے قرآنی احکام کی توضیح کی اور دنیا میں ملک گیری اور ملک داری کے ضوابط کی۔ حدیث ایک ایسی بکار آمد چیز ہے کہ اُس پر مسلمان جس قدر فخر کریں بجا ہے۔ اقوامِ روئے زمین میں مسلمانوں کے سوا کسی قوم کے پاس اِس کا جواب نہیں اور پھر ایک بڑی بات یہ ہے کہ لوگوں نے جو فنِ تاریخ میں کتابیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴) پھر لوٹ جاؤ گے۔ اور جو اپنے اُلٹے پیروں (کفر کی طرف) لوٹ جائے گا وہ خدا کا تو کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا اور جو لوگ (اسلام کی نعمت کا) شکر کرتے ہیں اُن کو خدا عنقریب جزائے (خیر) دے گا ۱۲

لکھی ہیں وہ کسی طرح حدیث کی صداقت کو نہیں پا سکتیں اِس لیے کہ مسلمانوں نے حدیث کو عبادت سمجھ کر جمع کیا ہے اور اس کے جمع کرنے میں اِس قدر کاہش اور کاوش اور احتیاط کی کہ کبھی کہیں کی کوئی تاریخ ایسی کاہش اور کاوش اور احتیاط کے ساتھ نہیں لکھی گئی۔ لیکن ازبسکہ حدیث کے جمع کرنے میں زبانی روایتوں سے ایک بات کا پتہ لگانا تھا حدیث کی معتبر سے معتبر کتاب بھی اختلاف سے محفوظ نہ رہ سکی اور محفوظ رہ بھی نہیں سکتی تھی دشمن جو چاہیں سو کہیں ہم تو اختلافِ احادیث کو جامعِ احادیث کی کاوش کی دلیل قرار دیتے ہیں۔

چشمِ بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر

حدیثیں جمع تو کی گئی تھیں مسلمانوں کے فائدے کے لیے اور مسلمانوں کو اُن سے عظیم فائدہ پہنچا بھی اختلافات کی وجہ سے جن کا دُور کرنا امکان میں نہ تھا مسلمانوں میں پھوٹ بھی ایسی پڑی کہ یہ رخنہ قیامت تک بند ہوتا نظر نہیں آتا۔ مسلمانوں نے طریقہ تو ٹھیک اختیار کیا تھا کہ دین یا دُنیا کا جو معاملہ پیش آتا پہلے قرآن کی طرف رجوع کرتے۔ قرآن میں حکم نہ پاتے تو حدیث کی طرف۔ حدیث بھی اُن کو رستہ نہ بتاتی تو قرآن و حدیث میں مقیس علیہ کی جستجو کرتے۔ مقیس علیہ کی جستجو میں دوسرا اختلاف پیدا ہوا اس لیے کہ لوگوں کی رائیں مختلف ہوتی ہیں۔ احادیث کے اختلاف کا رفع کرنا حقیقت میں پہلے بھی ممکن نہ تھا اور اب بھی ممکن نہیں اس لیے کہ سب سے پہلے پیغمبر صاحب کے عہد کے ڈیڑھ سو برس بعد احادیث کا جمع کرنا شروع ہوا جبکہ راویوں کی تین تین چار چار پشتیں فنا ہو چکی تھیں اتنی مدّت بعد زبانی باتوں کا پتہ لگانا اگر عبادت کے خیال سے نہ ہوتا تو محال تھا اب مرورِ زمانہ کی وجہ سے زیادہ تر محال ہو گیا ہے۔ اختلاف تو جو کچھ ہونا تھا ہوا۔ اور ہونا ہی تھا مسلمانوں کو چاہیے تھا کہ ہست و نیست تک کے اختلاف کو بھی توسیع پر محمول کرتے جس نے چاہا ہست پر عمل کیا جس نے چاہا نیست کو معمول بہ ٹھیرایا خرابی یہ آ کر پڑی کہ ذرے ذرے سے اختلاف میں فریق بنتے گئے اور فریقوں میں مذہبی مغایرت قائم ہوئی اور وہ بڑھتے بڑھتے باہمی میل جول اور تعامل میں دخل ہو گئی۔ سینکڑوں برس کے تجربے نے ثابت کر دکھایا ہے کہ باوجود احادیث اور قیاس و اجتہاد کے اختلافات کے بھی اسلامی قانون کہ شرع اور شریعت عبارۃ اسی سے ہے دُنیا میں اَمن کے قائم کرنے اور قائم رکھنے کے لیے بخوبی کافی ہے کہ یہی خلاصہ اور لبِ لباب ہے دینِ اسلام کا بشرطیکہ طبیعتوں میں سازگاری کی طرف رجحان ہو وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ

آداب

اَمْ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَکُمْ کَمَا سُئِلَ

(مسلمانو!) کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جس طرح پہلے زمانے میں (موسیٰ

اس عنوان میں ذیل کی آیتیں بھی داخل ہیں۔

(۱) یاایھا الذین آمنوا لاتسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم الخ (مائدہ ۱۴ع)

(۲) ولا تولوا عنه وانتم تسمعون (الانفال ۳ع)

(۳) یاایھا الذین آمنوا لاتدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم الخ (احزاب ۷ع)

مُوسَىٰ مِن قَبْلُ ۗ وَمَن يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝ (البقرۃ ع ۱۳ پارہ ۱) +

سے (بیہودہ درخواستیں اور) سوالات کیے گئے تھے (ویسی ہی) تم بھی اپنے رسول سے (بیہودہ درخواستیں اور سوالات) کرو اور جو ایمان کے بدلے کفر اختیار کرے تو وہ سیدھے رستے سے بھٹک گیا ف

[۲] إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا ۚ

[۲] (سچے) مسلمان تو بس وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں اور جب کسی ایسی بات کے لیے جس میں لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہے پیغمبر کے پاس ہوتے ہیں تو جب تک پیغمبر سے اجازت نہ لیں (مجلس سے اُٹھ کر) نہیں جاتے (اے پیغمبر) جو لوگ (ایسے مواقع پر) تم سے اجازت لے لیتے ہیں حقیقت میں وُہی لوگ ہیں (جو سچے دل سے) اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں تو جب یہ لوگ اپنے کسی (ضروری) کام کے لیے تم سے (جانے کی) اجازت طلب کیا کریں تو تم ان میں سے جس کو (مناسب سمجھ کر) چاہو (چلے جانے کی) اجازت دیدیا کرو اور خدا کی جناب میں اُن کے لیے مغفرت کی دُعا بھی کرو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے (مسلمانو! جب) پیغمبر (تم میں سے کسی کو بلائیں تو اُن) کے بلانے کو آپس میں (معمولی بُلانا) نہ سمجھو جیسا تم میں ایک کو ایک بلایا

ف یہودیوں کی عادت بہت کٹ حجتّی کرنے کی تھی چنانچہ ذبحِ گاؤ میں معلوم ہو چکا اللہ تعالیٰ نے مُسلمانوں کو اس طرح کی کُرید سے منع فرمادیا اور آیات کی منسوخی کے بارے میں اُس کی وجہ تلاش کرنی یہ بھی ایک قسم کی کُرید ہے اور علیٰ ہٰذا القیاس یہودی حضرت موسیٰ سے بیہودہ درخواستیں بھی کیا کرتے تھے کبھی کہتے ہمیں خدا کو لا دکھاؤ۔ کبھی کہتے ہم منّ و سلویٰ نہیں کھاتے۔ کبھی کہتے کہ دوسری قومیں بتوں کو پوجتی ہیں ہمارے لیے بھی ایک بُت بنا دو اسی طرح کی بعض باتیں مُسلمانوں سے منقول ہیں۔ مثلاً ذاتِ انواط ایک درخت تھا۔ مشرکین اُس میں ہتھیار باندھا کرتے تھے بعض مسلمانوں نے پیغمبر صاحب سے درخواست کی کہ ویسا ہی کوئی تھان ہم مسلمانوں کا بھی بنا دیجیے تو اس آیت میں جہاں بیہودہ سوالات کی مُناہی ہے ایسی درخواستوں کی بھی مُناہی ہے ۱۲ منہ ذبحِ گاؤ کا قصّہ پہلے پارے کے رکوع ۸ میں واذ قال موسیٰ لقومہ ان اللہ یامرکم سے لعلکم تعقلون تک مذکور ہے اور اُس کا بیان مختصراً یہ ہے کہ یہودیوں میں ایک خون ہو گیا تھا اور اُس کا پتہ نہ چلتا تھا اور مقتول کو مارا تھا اُسی کے وارثوں نے اور وہی دعویدار بنے تھے حضرت موسیٰ نے خدا کے حکم سے ایک گائے ذبح کرنے اور اُس کا کوئی ٹکڑا مُردے کو چھوا دینے کا حکم فرمایا۔ گائے کے حلال کرنے میں یہود نے بہت کٹ حجّتیاں کیں اور حضرت موسیٰ سے بار بار سوال کیا کہ وہ گائے رنگ میں کیسی ہو عمر میں کتنی ہو غرضکہ بڑی مشکل سے انھوں نے گائے ذبح کی اور مقتول کی لاش کو اُس کا ٹکڑا چھوایا اور اُس نے زندہ ہو کر اپنا قاتل بتا دیا۔

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْکُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖٓ اَنْ تُصِیْبَھُمْ فِتْنَۃٌ اَوْ یُصِیْبَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ (النور ع ۹ پارہ ۱۸) ❋

اللہ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے چھپ کر (پیغمبر کی مجلس شورے میں سے بے اجازت) سٹک جاتے ہیں تو جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں اُن کو اِس (بات) سے ڈرنا چاہیئے کہ (کہیں) اُن پر کوئی آفت (نہ) آن پڑے یا اُن پر کوئی اَور (عذاب) دردناک (نہ) آنازل ہو۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ۭ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ○ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی ۭ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ○ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّھُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْھِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ ۭ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (الحجرات ع ۱ پارہ ۲۶) ❋

مسلمانو اللہ اور اُس کے رسول کے آگے بڑھ بڑھ کر باتیں نہ بنایا کرو اور (ہمہ وقت) اللہ سے ڈرتے رہو (کیونکہ) اللہ (سب کی) سُنتا (سب کچھ) جانتا ہے مسلمانو اپنی آوازوں کو پیغمبر کی آواز سے اُونچا نہ ہونے دو اور نہ اُن کے ساتھ بہت زور سے بات کرو جیسے تم ایک سے ایک (آپس میں) زور زور سے بولا کرتے ہو (کہیں ایسا نہ ہو) کہ تمھارا کیا کرایا سب اکارت ہو جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو جو لوگ رسول خدا کے رُوبرو اپنی آوازیں پست کر لیا کرتے ہیں یہی ہیں جن کے دلوں کو خدا نے پرہیزگاری کے لیے (اچھی طرح) جانچ لیا ہے اِن کے لیے (آخرت میں گناہوں کی معافی اور بڑا اجر ہے (اے پیغمبر) جو لوگ تم کو (تمھارے رہنے کے) حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں اُن میں سے اکثر تو ایسے ہیں جن کو مطلق عقل نہیں اور اگر یہ (لوگ) اِتنا صبر کرتے کہ تم (از خود) حجروں سے نکل کر اِن کے پاس آتے تو اِن کے حق میں بہت بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے **ف**

ف قبیلۂ بنی تمیم کے چند لوگ پیغمبر خدا سے ملنے کو آئے۔ پیغمبر صاحب کو مسجد میں نہ دیکھا تو لگے نام لے لے کر باآواز بلند پکارنے خدائے تعالےٰ نے مسلمانوں کو پیغمبر صاحب کا اَدب تعلیم فرمادیا کہ باآواز بلند پکارنا کیسا۔ پیغمبر صاحب کے رُوبرو پکار کر بولنا بھی بے اَدبی ہے ۱۲ ❋

من المترجم

آداب جمع ہے ادب کی۔ ادب کا سب سے بہتر ترجمہ جس سے ادب کے ٹھیک مفہوم کی طرف ذہن منتقل ہو جائے پاس اور لحاظ ہے۔ جس کا ادب کیا جاتا ہے اُس کے تعلق سے ادب حق ہے اور ادب کرنے والے کے تعلق سے فرض۔ آدمی اپنے سے برتر کا ادب کرتا ہے تو برتری کئی طرح کی ہوتی ہے۔ برتری رشتے اور قرابۃ کی۔ برتری عمر کی۔ برتری علم و ہنر کی۔ برتری اُستادی اور تعلیم ارشاد کی۔ برتری حکومت کی۔ برتری دولت کی برتری احسان کی۔ برتری دینداری کی اور سب سے بڑھکر برتری رسالت کی کہ پیغمبر بہت سی برتریوں کا جامع ہوتا ہے۔ پیغمبر صاحب کے ادب کی حدّ معلوم کرنا چاہو تو ع بعد از خدا بزرگ توئی قصّۂ مختصر سے معلوم کر سکتے ہو ادب کے طریقے خود خدا تعالیٰ نے قرآن میں بتا دیئے ہیں۔ اور وہ آیتیں عنوانِ آداب کے ذیل میں جمع کر دی گئی ہیں ایک سجدہ تو خدا کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں باقی ہر طرح کا ادب ہر طرح کی تعظیم و توقیر سب سے بڑھ کر پیغمبر صاحب کا حق ہے بس اتنی احتیاط ہے کہ وہ ادب عبادت کی حدّ تک نہ پُہنچنے پائے جن کو مرقدِ مبارک کی زیارت نصیب ہے اُن کو اس بات کا زیادہ خیال رکھنا چاہیئے۔ پیغمبر صاحب کے ادب کے اکثر مواقع تو اُن کی وفات اور وہ وقت گئے گزرے ہونے کی وجہ سے فوت ہو گئے۔ پیغمبر صاحب موجود نہیں کہ وہ بُلائیں اور ہم سر کے بَل دوڑے جائیں وہ ارشاد فرمائیں اور ہم ہمہ تن گوش ہو کر سُنتے رہیں۔ اُن کی خدمت میں کچھ عرض کرنا ہو تو دھیمی آواز سے عرض کریں پیغمبر صاحب کی ازواجِ طاہرات زندہ نہیں کہ ہم اُنھیں ما سمجھیں اور اپنی ماؤں سے بڑھ کر اُن کا ادب کریں اب تو یہی ادب ہمارے نصیبوں میں ہے کہ پیغمبر صاحب کی عظمۃ دل میں ہو اُن کی دلسوزی نصب العین اُن پر درود سلام بھیجتے رہیں اُن کے ارشادات کی تعمیل میں سعادتِ دارین سمجھیں۔ ایسا تو کوئی بدبخت مسلمان نہ ہوگا کہ پیغمبر صاحب کا ادب اُس کو ملحوظ نہ ہو۔ اگر پیغمبر صاحب کے ادب کے متعلق مسلمانوں سے غلطی ہوتی ہے تو وہ افراطِ ادب ہے کہ پیغمبر صاحب کو خدا اور ادب کو عبادت بنا دیتے ہیں جو شرکِ جلی ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

احمد کو ہم نے جان رکھا ہے وُہی احد مذہب کچھ اور ہوگا کسی بُوالفضول کا

اور غضب یہ ہے کہ انا احمد بلا میم و العرب بلا عین ایسے ایسے جھوٹے اور غلط دعوے پیغمبر صاحب کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ[1]۔ بلکہ پیغمبر صاحب تو رہے اپنی جگہ متصوفوں کے گروہ میں تو بزرگانِ اُمت کو شریکِ خدائی بنایا جاتا ہے ایسے ہی لوگوں کے حق میں وعید و مَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ[2] نازل ہے حالانکہ پیغمبر صاحب اور عشرۂ مبشّرہ کے علاوہ ہم کو کسی کی عاقبت کا حال معلوم نہیں ہاں اُذْكُرُوْا اَمْوَاتَكُمْ بِالْخَيْرِ[3] کے قاعدے سے ہم سب گزشتگان کے حق میں حُسنِ ظن رکھتے ہیں بہرکیف توحید کا رستہ بال سے باریک

---

[1] حاشا و کلّا یہ تو بڑا بھاری بہتان ہے ۱۲ [2] اور اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ خدا کو مانتے ہیں اور شرک بھی کرتے جاتے ہیں ۱۲

[3] اپنے مُردوں کو بھلائی کے ساتھ یاد کرو ۱۲

اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ بڑی احتیاط کے ساتھ قدم رکھنا ہوگا۔

اتباعِ سُنّت

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (آل عمران ع ۴ پارہ ۳)

(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ (بھی) تم کو دوست رکھے اور تم کو تمہارے گناہ معاف کر دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ ؕ (احزاب ع ۲ پارہ ۲۱)

(مسلمانو!) تمہارے لیے (یعنی) اُن لوگوں کے لیے جو اللہ اور روزِ آخرت (کے عذاب) سے ڈرتے اور کثرت سے یادِ الٰہی کیا کرتے تھے (پیروی کرنے کو) رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا ف

ف یعنی جب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس لڑائی میں شریک اور سب سے پیش پیش تھے تو مسلمانوں کو بیچھے بیچھے کرنا کیا مناسب تھا چاہیے تھا کہ بے اگر مگر رسول کا ساتھ دیتے ۱۲

من المترجم لغت کی رو سے تو سُنّت کے معنے مطلق طور و طریق کے ہیں مگر محدثین اس سے مراد لیتے ہیں طور و طریق جنابِ پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ اصحاب کا۔ تابعین کا۔ سنّت کی اس تعریف میں اصحاب اور تابعین اور طور و طریق تین لفظ تشریح طلب ہیں۔ سو اصحاب جمع ہے صحابی کی۔ اور صحابی وہ ہے جو اسلام لایا اور اُس کو شرفِ صحبتِ پیغمبر بھی حاصل ہوا۔ اور عقیدۂ اسلام ہی پر اُس نے وفات پائی۔ صحبت کے لیے مدت کی قید نہیں۔ تھوڑی ہو یا بہت جو نسبت صحابی کو ہے پیغمبر صاحب سے وُہی نسبت تابعی کو ہے صحابی سے یعنی تابعی وہ ہے جس کو کسی صحابی کے ساتھ صحبت رہی ہو اسلام کی شرط بدستور۔ پھر طور و طریق سے مراد ہے قول اور فعل اور تقریر۔ تقریر سے گفتگو مراد نہیں بلکہ تقریر یہ ہے کہ کسی کو کچھ کرتے دیکھا یا کہتے سُنا اور خاموش ہو گئے ردّ و انکار نہ کیا جس سے سمجھا گیا کہ قول یا فعل کو جائز رکھا۔ پس سنت نو قسم کی ہوئی (۱) پیغمبر صاحب کا قول (۲) پیغمبر صاحب کا فعل (۳) پیغمبر صاحب کا کسی کے قول یا فعل کو جائز رکھنا۔ اسی طرح کی تین قسمیں صحابی کے تعلق سے۔ پھر اسی طرح کی تین قسمیں تابعی کے تعلق سے یہ سب نو ہوئیں۔ خود پیغمبر صاحب کی سنّت کی پیروی کے لیے تو قرآن ناطق ہے[1] اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ صحابہ کے حق میں پیغمبر صاحب فرماتے ہیں[2] اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ

[1] اس کا ترجمہ اسی عنوان کی پہلی آیت میں دیکھو ۱۲

[2] میرے صحابی ستاروں جیسے ہیں تم اُن میں سے جس کی اقتدا کرو گے راہ پاؤ گے ۱۲

بِاَیِّہِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ رہے تابعی ہم اُن کی پیروی حدیث[۱] خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ سے استنباط کرتے ہیں کہ خیر القرون قرنی عہد صحابہ کو بتا رہا ہے پہلا الذین یلونہم تابعین کو اور دوسرا الذین یلونہم تبع تابعین کو بہرکیف ہم کو قرآن کے علاوہ خدا کے حکم سے پیغمبر صاحب کی اور پیغمبر صاحب کے حکم سے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی پیروی کرنی ہے اور پیروی بھی کرنی ہے تو اُن کے فعل کی قول کی تقریر کی۔ جس کے معنے ہم اُوپر لکھ چکے ہیں اور چونکہ قول اور فعل اور تقریر میں کسی قسم کی تصریح اور تخصیص اور تعیین نہیں بلکہ قرآن میں اتبعوني اور حدیث میں اقتدیتم دونوں لفظ عام ہیں تو اس پیروی کا مطلب یہ ٹھیرا کہ ہم ایسے سخت شکنجے میں کسے ہوئے ہیں کہ دائرہ تقلید سے پاؤں باہر نہیں رکھ سکتے۔ یا یوں کہو کہ ہم کو بالکل اُسی طرح پر زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ جس طرح پر اب سے ہزار برس پہلے قرونِ اُولے کے لوگ زندگی بسر کرتے تھے۔ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ایک طرف تو عام پیروی سے یوں نتیجہ نکلتا ہے۔ اور دوسری طرف[۲] مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ۔ اور[۳] قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ سے پایا جاتا ہے کہ دین اسلام میں کسی طرح کی تنگی نہیں اور ان دو متضاد باتوں یعنی تنگی اور فراخی دونوں کا ماخذ قرآن حالانکہ خدائے تعالیٰ جلّ شانہ نے قرآن کے کتابِ آسمانی ہونے کے جہاں اور بہت سے دلائل قرآن میں بیان فرمائے ہیں اُن میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ[۴] وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا یعنی قرآن کی تعلیم میں اختلاف کا نہ ہونا اُس کے منزل من اللہ ہونے کی ایک دلیل ہے۔ پس ضرور ہوا کہ اس تنگی اور فراخی کے اختلاف اور اختلاف بھی نہیں بلکہ تناقض اور تضاد کو رفع کیا جائے۔ تو ہم نے رفعِ اختلاف کا پتہ یوں لگایا کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم مشرکینِ مکہ کی ایذا دہی کی وجہ سے ہجرت فرما کر نئے نئے مدینے تشریف لائے تو یہاں بھی وہی اسلام کی اشاعت اور لوگوں کے مشرکانہ اور فاسد عقائد کی اصلاح اِن کارات دن کا مشغلہ تھا۔ مکے میں تو زراعت فلاحت کا نہ پہلے ہی کہیں نام و نشان تھا نہ اب ہے یہاں مدینے میں آکر دیکھا کہ کھیتی کے علاوہ نخلستان کی بڑی کثرت ہے یہاں تک کہ کھجوروں ہی پر گویا اِن لوگوں کا گزارہ ہے کھاتے بھی ہیں بیچتے بھی مگر یہ لوگ کھجور کے درختوں میں نر و مادہ کی تفریق کرتے تھے جس طرح ہندوستان میں قلم کا دستور ہے یہ لوگ بار آور ہونے کی غرض سے کھجور کے نر درخت کا گابھا مادہ درختوں میں ملاتے اور اس عمل کو اپنی بولی میں تابیر کہتے تھے پیغمبر صاحب کو نخلستان کی رکھوالی کا کبھی کاہے کو اتفاق ہوا تھا سمجھے کہ یہ بھی اِن لوگوں کے زمانہ جاہلیتہ کے اَوہام میں سے ہوگا تابیر کو منع فرما دیا سارا مدینہ پٹتی پڑ گیا لوگوں نے

---

[۱] زمانوں میں سب سے بہتر زمانہ میرا ہے پھر اُن لوگوں کا زمانہ بہتر ہے جو اس عہد کے لوگوں سے نزدیک ہوں گے اور پھر اُن کا جو اُن سے نزدیک ہوں گے ۱۲ [۲] صریح گھاٹا یہی (کھلا تا) ہے ۱۲ [۳] دین (کے بارے) میں تم پر (مسلمانو!) کسی طرح کی سختی نہیں کی (تمھارے لیے یہی) دین (تجویز کیا جو) تمھارے باپ ابراہیم کا تھا ۱۲ [۴] (اے پیغمبر اِن لوگوں سے) کہو کہ اللہ نے جو زینت کے (ساز و سامان) اور کھانے (پینے) کی ستھری چیزیں اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں اُن کو کس نے حرام کیا ہے ۱۲ [۵] اور اگر (قرآن) خدا کے سوا کسی اَور کے پاس سے (آیا) ہوتا تو ضرور اُس میں بہت سے اختلاف پاتے ۱۲

فرمایا کی تو فرمایا اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ یعنی میں نے اپنے خیال کے مطابق تابیر کو منع کر دیا تھا اگر تابیر شرط بار آوری ہے تو کرو دنیا کی باتیں تم مجھ سے بہتر سمجھتے ہو۔ اس واقعے سے ثابت ہوا کہ اُمورِ دنیا میں پیغمبر صاحب کی پیروی شرطِ دینداری نہیں اور پیغمبر صاحب کی نہیں تو صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی بدرجۂ اولیٰ نہیں ظاہر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ تنگی اور فراخی کا اختلاف جو سنت کی پیروی کی وجہ سے پیدا ہوا تھا آسانی کے ساتھ رفع ہو گیا۔ مگر نہیں ابھی ایک مشکل درپیش ہے کہ انتم اعلم بامور دنیاکم نے ہم کو پیری سنت کی قید سے تو نجات دی مگر امورِ دنیا اور اُمورِ دین کو ایک دوسرے سے الگ کر کے نہیں رکھا یا تاکہ جب کبھی کوئی معاملہ پیش آئے ہم سمجھ سکیں کہ یہ اُمورِ دنیا میں ہے اور اس میں سُنّت کی پیروی ضرور نہیں۔ ورنہ ہم تو دُنیا کو جوہر اور دین کو عرض سمجھے ہوئے ہیں کہ دُنیا میں شرعی شان کے ساتھ زندگی کرنے کا نام ہے دین۔ دنیا کو دین سے کیسے الگ سمجھ لیں جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کے اکثر اوامر و نواہی دنیا سے متعلق ہیں مثلاً جھوٹ نہ بولو۔ چوری نہ کرو۔ مال و دولت کو فضول نہ اڑاؤ۔ یہ سب احکامِ دین ہیں اور پھر ہیں دنیا ہی کی باتیں۔ پس انتم اعلم بامور دنیاکم میں اُمورِ دنیا سے خاص خاص باتیں مراد ہونی چاہییں کہ اتباعِ سنت بھی فوت نہ ہو اور اسلامی آزادی و سہولت بھی باقی رہے ہم نے تو دین کی کتابوں سے یہ بات استنباط کی ہے کہ قرآن اسلام کا مکمّل دستور العمل ہے اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا اس کے مکمّل ہونے کا گواہ۔ مسلمانوں کو جو کچھ بھی دنیا اور آخرت کے لیے اس زندگی میں کرنا ہے قرآن میں اس کی بابت ہدایت موجود ہے۔ تو جہاں تک سنت سے احکامِ قرآن کی توضیح و تفسیر ہوتی ہو۔ یا سُنت قرآن کے کسی حکم کا طریقِ عمل بتاتی ہو یا سنت کا کوئی مسئلہ قرآن کی کسی اصل پر متفرع ہوتا ہو وہاں تک تو سنت کی پیروی ضرور ہے اس کے علاوہ جو کچھ بھی سنت ہے قرآن کے انتہوتی اور حدیث کے اقتدیتم سے خارج مگر تاریخی حیثیت سے قابلِ قدر۔

احترامِ ازواجِ مطہّرات

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ۝ (النور ع پارہ ۱۸)

گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہوتی ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے بہتان باندھنے والے جو بکتے پھرتے ہیں یہ اُن کی تہمتوں سے (بالکل) بری ہیں ان کے لیے (آخرت میں) بخشش ہے اور عزت کی روزی ف

ف سورہ نور رکوع ۱ پارہ ۱۸ آیۂ اِنَّ الَّذِیْنَ جَاءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ سے لے کر یہاں تک پُورے دو رکوع اُس ناگفتہ بہ واقع کی نسبت نازل ہوئے ہیں جو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی حرمِ محترم کی نسبت پیش آیا کہ جنابِ رسولِ خدا جب کبھی سفر کو تشریف (باقی صفحہ آئندہ)

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ (احزاب ع ۱)

پیغمبر مسلمانوں پر خود اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں (اور وہ مسلمانوں کے باپ کی جگہ ہیں) اور پیغمبر کی بیبیاں (ادب و تعظیم میں) اُن کی مائیں ہیں اور رشتہ دار کتاب اللہ کی رُو سے تمام مسلمانوں اور مہاجروں سے بڑھ کر ایک کے حق دار ایک ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہو تو وہ بات دوسری ہے) یہی حکم کتاب (لوحِ محفوظ) میں لکھا ہوا ہے

ف جو لوگ پیغمبر صاحب کی تمام ازواجِ مطہرات کی تعظیم کما ینبغی نہیں کرتے اِس آیت سے اُن پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے ۱۲

(بقیہ فائدہ صفحہ ۲۲) لے جاتے تو اُمہات المؤمنین یعنی اپنی بیبیوں میں قرعہ ڈال لیا کرتے تھے جن کے نام قرعہ نکلتا اُن بی بی کو اپنے ساتھ لے جاتے چنانچہ ہجرت کے پانچویں برس غزوہ بنی المصطلق کے لیے جاتے ہوئے بی بی عائشہ کے نام قرعہ نکلا اور وہ پیغمبر صاحب کے ساتھ گئیں لوٹتیوں کو مدینہ تھوڑی دُور باقی تھا کہ ایک جگہ مقام ہوا اور کچھ رات رہے سے چل کھڑے ہوئے بی بی عائشہ قضائے حاجت کے لیے پڑاؤ سے باہر چلی گئی تھیں وہاں اُن کا سنگوں کا ہار جو چلتے وقت اپنی بہن اسمائے سے مستعار لائی تھیں ٹوٹ کر گر پڑا جگہ پر واپس آئیں تو خبر ہوئی ہار ڈھونڈنے پھر واپس گئیں۔ وہاں ڈھونڈنے میں لگی دیر یہ لوٹ کر آنے نہیں پائیں کہ لشکر کوچ کر گیا ساربان سمجھا کہ یہ اپنے کجاوے میں ہیں بند کا بند اونٹ پر لاد لیا یہ اِس خیال سے کہ آخر کوئی نہ کوئی مجھے ڈھونڈنے آئے گا اپنی جگہ بیٹھ گئیں لشکر کے پیچھے ایک آدمی رہا کرتا ہے جو لوگوں کی گری پڑی چیز اُٹھا لیتا ہے اتفاق سے وہ آدمی صفوان بن معطّل تھا وہ جو آیا تو دُور سے آدمی کی پرچھائیں دیکھ کر اُس نے آواز دی اور معلوم کیا کہ اُم المؤمنین عائشہؓ ہیں۔ اپنے اُونٹ پر سے اُتر پڑا اور اُم المؤمنین عائشہ کو سوار کر لیا اور مُہار ہاتھ میں لے کر آگے آگے ہو لیا بات تو اتنی ہی تھی مگر منافقوں کو گفت و شنید کا موقع ملا۔ سب سے زیادہ عبداللہ بن اُبی منافق نے اِس کا چرچا کیا اور بہت سے مسلمان بھی اِس آفت میں پھنسے پیغمبر صاحب کو معلوم ہوا اور بی بی عائشہؓ سے کشیدہ رہنے لگے انھوں نے بھی سنا بیمار تو پہلے ہی سے تھیں اِس رنج کے صدمے سے رہی سہی اور بھی نڈھال ہو گئیں اور میکے چلی گئیں آخر کار بی بی عائشہؓ کی براءت بڑے زور شور کے ساتھ نازل ہوئی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک خالہ زاد بھائی تھا مسطح اور وہ تھا مفلس مگر ہجرت کر کے مدینے میں آ رہا تھا اور جنگِ بدر میں شریک ہوا تھا ابوبکرؓ خرچ بات سے اُس کی مدد کیا کرتے تھے۔ اِس بہتان کے چرچے میں وہ بھی شامتِ اعمال سے شریک ہو گیا تھا۔ ابوبکرؓ اپنی امداد سے دست کش ہو گئے خدا نے مسطح کی سفارش کی اور ابوبکرؓ نے بدستور اپنی امداد جاری کر دی یہ واقعہ ابوبکرؓ کی للّٰہیت کا اعلیٰ درجے کا ثبوت ہے اور جنابِ پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے تئیں اسلام پر وقف کر ہی رکھا تھا اسلام کے مقابلے میں اُن کو نہ اپنی جان کی پروا تھی نہ مال کی نہ دنیاوی آبرو کی اُن کی دوستی اور محبت بھی خدا ہی کے لیے تھی اور دشمنی اور عداوت بھی خدا ہی کے لیے۔ اُمت کے حال پر اِس درجے کی شفقت پیغمبر صاحب کا ایک ایسا حق ہے جس سے ہم لوگ سبکدوش ہو ہی نہیں سکتے ۱۲

\+ + + + + + +

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔــلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ○ (الاحزاب ع ۷ پ ۲۲)

مسلمانو! پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر یہ کہ تم کو کھانے کے لیے (آنے کی) اجازت دی جائے (تو اس صورت میں) ایسا وقت تاک کر جاؤ کہ تم کو کھانے کے تیار ہونے کا انتظار نہ کرنا پڑے مگر جب تم کو بلایا جائے تو (عین وقت پر) جاؤ اور جب کھا چکو تو آپ آپ کو چل دو اور باتوں میں نہ لگ جاؤ اس سے پیغمبر کو ایذا ہوتی تھی۔ اور وہ تمھارا لحاظ کرتے تھے اور اللہ تو حق (بات کے کہنے) میں (کسی کا کچھ) لحاظ کرتا نہیں اور جب پیغمبر کی بی بیوں سے تمہیں کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کے باہر (کھڑے رہ کر) اُن سے مانگو اس سے تمھارے دل (اُن کی طرف سے) خوب پاک (صاف) رہیں گے اور (اسی طرح) اُن کے دل (بھی) اور تم کو (کسی طرح) شایاں نہیں کہ رسولِ خدا کو ایذا دو اور نہ یہ (بات شایاں ہے) کہ اُن کے بعد کبھی اُن کی بیبیوں سے نکاح کرو خدا کے نزدیک یہ بڑی بے جا بات ہے۔

ایذادہی

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○ (الاحزاب ع ۷، پارہ ۲۲)

جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کو (کسی طرح کی) ایذا دیتے ہیں اُن پر دُنیا اور آخرت (دونوں میں) خدا کی پھٹکار ہے اور خدا نے اُن کے لیے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

عہ ایذادہی کے عنوان میں یہ آیتیں بھی ملاحظہ ہوں۔

(۱) ومنهم الذين يؤذون النبي ويقولون هو اذن الخ (توبہ ع۸)

(۲) وما كان لكم ان تؤذوا رسول الله الخ (احزاب ع۷)

(۳) واذا جاؤك حيوك بما لم يحيك به الله ويقولون فى انفسهم لولا يعذبنا الله بما نقول الخ (المجادلہ ع۲)

(۴) ليخرجن الاعز منها الاذل الخ (منافقون ع۱)

(۵) تبت يدا ابى لهب وتب ○ ما اغنى عنه ماله وما كسب ○ سيصلى نارا ذات لهب وامراته حمالة الحطب فى جيدها حبل من مسد ○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۝ (الاحزاب ع ۹ پارہ ۲۲)

مسلمانو! اُن لوگوں جیسے نہ بنو جنھوں نے موسےٰ کو (ناحق ناروا متہم کرکے) ایذا دی تو اللہ نے (اُن کی تہمتوں سے) موسیٰ کی براءت ثابت کی اور اللہ کے نزدیک (موسیٰ بڑے) آبرو دار (پیغمبر) تھے **ف۱**

ف۱ مفسّرین نے اس آیت کے متعلق مختلف حکایتیں لکھی ہیں از انجملہ یہ کہ قارون کو حضرت موسیٰؑ سے سخت عداوت تھی اُس نے حضرت موسیٰؑ کو بدنام کرنے کے لیے ایک فاحشہ عورت کو لالچ دے کر آمادہ کیا کہ حضرت موسیٰ کو متہم کرے جب لوگ جمع ہوئے تو اُس پر حضرت موسیٰ کی پاکدامنی اور نیکوکاری کی ہیبت ایسی غالب آئی کہ اُس نے موسیٰؑ کو متہم کرنے کے عوض قارون کا سارا راز فاش کردیا اس قصّے کی طرف اس مقام پر اس غرض سے اشارہ کیا گیا کہ لوگوں نے نکاح زینبؓ کے بارے میں آنحضرت کی نسبت کچھ گفت و شنید کی ہوگی مسلمانوں کو اس سے روک دیا گیا ۱۲ع۔ حضرت زینب کا یہ قصّہ سورۂ احزاب کے رکوع ۵ میں بڑی تفصیل کے ساتھ مذکور ہے اور اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت زینب جو پیغمبر صاحب کی پھوپی زاد بہن تھیں آپ نے اُن کا نکاح زید بن حارثہ سے کردیا تھا زید بن حارثہ تھے تو شریف زادے مگر بچپن میں اُن کو لوگ پکڑ کرلے گئے تھے اور غلام بنالیا تھا ابھی جوان نہ ہوئے تھے کہ زید غلامی کی حالت میں آکر فروخت ہوئے پیغمبر صاحب نے خرید لیا اور آزاد کرکے اپنے پاس رکھا اُنس بڑھتے بڑھتے پیغمبر صاحب نے اِن کو اپنا متبنّٰے کرلیا۔ اور زینب سے اِن کا نکاح کردیا زینب اُس وقت بھی اس نکاح سے ناخوش سی تھیں کیونکہ زید اگرچہ پیغمبر صاحب کے متبنّٰے کہلاتے تھے مگر تھے تو غلام آزاد اور اس کے علاوہ شاید صورت کے اعتبار سے بھی زینب کی جوڑ نہ تھے بہرکیف میاں بی بی میں موافقت نہ آئی یہاں تک کہ زید نے زینب کو چھوڑ دیا اب پیغمبر صاحب کو کئی مشکلیں پیش آئیں سب سے پہلے زینب کی دلجوئی اور یہ بجز اس کے ہو ہی نہیں سکتی تھی کہ خود پیغمبر صاحب اُن کو اپنے نکاح میں لے آئیں چنانچہ پیغمبر صاحب نے خدا کے حکم سے ایسا ہی کیا ۱۲ *

مُمانعتِ استہزاء

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ

منافق (اس بات سے بھی) ڈرتے ہیں کہ (مبادا) خدا کی طرف سے مسلمانوں پر (پیغمبر کے ذریعے سے) ایسی سورت نازل ہو کہ جو کچھ ان کے دلوں میں ہے مسلمانوں کو جتا بتا دے (اے پیغمبر اِن لوگوں سے) کہو کہ (اچھا) ہنسو جس بات سے تم ڈر رہے ہو اُس کو تو خدا ظاہر ہی کرکے رہے گا **ف۲** اور اے پیغمبر اگر تم ان لوگوں سے پوچھو کہ

ف۲ منافقوں میں بعضے تو محض بدعقیدت تھے اور کسی وجہ سے خلاف واقع اپنے تئیں مسلمان ظاہر کرتے تھے اور بعض شکی اور دو دلے تھے اس آیت میں اسی قسمِ اخیر کے منافقوں کا تذکرہ ہے کہ وہ کسی کسی وقت ڈرنے بھی لگتے تھے مگر اللہ کے دین کے ساتھ تمسخر ترک نہیں کرتے تھے ۱۲ *

لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ○ (التوبہ ع ۸ پ ۱۰)

تو وہ ضرور یہی جواب دیں گے کہ ہم تو یُوں ہی باتیں چیتیں اور ہنسی مذاق کر رہے تھے (اے پیغمبر ان سے) کہو کہ تم کو ہنسی بھی کرنی تھی تو خدا ہی کے ساتھ اور اُسی کی آیتوں اور اُسی کے رسول کے ساتھ

حمایۃ ونصرۃ

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُم مِّنَ الْأَعْرَابِ أَن يَتَخَلَّفُوا عَن رَّسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنفُسِهِمْ عَن نَّفْسِهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُم بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ○ (التوبہ ع ۱۵ پارہ ۱۱)

اہل مدینہ اور اُن کے گرد و نواح کے دیہاتیوں کو مناسب نہ تھا کہ رسولِ خدا (کے ساتھ) سے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ (مناسب تھا) کہ رسول کی جان کی پروا نہ کر کے اپنی جانوں کی فکر میں پڑ جائیں یہ اس لیے کہ اِن (جہاد کرنے والوں) کو خدا کی راہ میں پیاس اور محنت اور بھوک کی تکلیف پہنچتی ہے تو اور جن مقامات پر کافروں کو ان کا چلنا ناگوار گزرتا ہے وہاں چلتے ہیں تو اور دشمنوں سے (کبھی) کچھ مل مار رہتا ہے تو (غرض تکلیف اور راحت دونوں حالتوں میں) ہر ہر کام کے بدلے (خدا کے ہاں) اُن کا عملِ نیک لکھا جاتا ہے بے شک اللہ خلوصِ دل (سے اسلام کی خدمت کرنے) والوں کے اجر کو ضائع نہیں ہونے دیا کرتا۔

لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَن يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ○ إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ○ (التوبہ ع ۷، پارہ ۱۰)

(اے پیغمبر) جو لوگ خدا کا اور روزِ آخرت کا یقین رکھتے ہیں وہ تو تم سے اِس بات کی رخصت مانگتے نہیں کہ اپنے جان و مال سے شریکِ جہاد نہ ہوں اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے (پیچھے رہ جانے کے لیے) تم سے خواہانِ اجازت وہی لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کا اور روزِ آخرت کا یقین نہیں رکھتے اور اُن کے دل شک میں پڑے ہیں تو وہ اپنے شک (کی حالت) میں حیران ہیں (کہ کیا کریں کیا نہ کریں)

عنوانِ بالا میں ذیل کی آیتیں بھی شامل ہیں۔

(۱) فرح المخلفون بمقعدهم خلٰف رسول اللہ وکرھوا ان یجاھدوا الخ (توبہ ع ۱۱)

(۲) انما السبیل علی الذین یستاذنونك وھم اغنیاء (توبہ ع ۱۲)

آیت	ترجمہ
فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (الاعراف ع ۱۹ پارہ ۹)	تو جو لوگ ان (پیغمبر محمدؐ) پر ایمان لائے اور ان کی حمایت کی اور ان کو مدد دی اور جو نور (ہدایت یعنی قرآن) ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے اس کے پیچھے ہو لیے یہی لوگ کامیاب ہیں۔
لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ (الحشر ع ۱ پارہ ۲۸)	(وہ مال جو بے لڑے مفت میں ہاتھ لگا ہے منجملہ اور حقداروں کے) محتاج مہاجرین کا بھی حق ہے جو (کافروں کے ظلم سے) اپنے گھر اور مال سے بے دخل کر دیئے گئے (اور اب وہ) خدا کے فضل اور (اس کی) خوشنودی کی طلبگاری میں لگے ہیں اور خدا اور اس کے رسول کی مدد کو کھڑے ہو جاتے ہیں یہی تو سچے (مسلمان) ہیں

درود وسلام

آیت	ترجمہ
اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (الاحزاب ع ۷ پارہ ۲۲)	اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے (رہتے) ہیں (تو) مسلمانو! (تم بھی) پیغمبر پر درود اور سلام بھیجتے رہو ف

ف بندوں پر اور اسی طرح پیغمبر پر خدا کے درود بھیجنے کے یہ معنے ہیں کہ وہ اُن پر اپنی رحمتیں نازل کرتا ہے اور فرشتوں کے درود بھیجنے کے یہ معنے ہیں کہ وہ اُن کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور اُردو کے محاورے میں مطلق درود بھیجنے کے معنے ہیں تعریف تحسین۔ اظہار مسرت ۱۲ ۔

زیارتِ قبرِ مبارک

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِيْ بَعْدَ مَوْتِيْ كَانَ كَمَنْ زَارَنِيْ فِيْ حَيٰوتِيْ - (بیہقی)

[1] ابن عمر سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حج کرتا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کرتا ہے وہ ایسا ہوتا ہے کہ گویا میری زندگی میں مجھ سے ملاقات کرتا ہے۔

عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اٰلِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ زَارَنِيْ مُتَعَمِّدًا كَانَ فِيْ جِوَارِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَكَنَ الْمَدِيْنَةَ وَصَبَرَ عَلٰى بَلَآئِهَا كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا وَّشَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ مَّاتَ فِيْ اَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بَعَثَهُ اللّٰهُ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (بیہقی)

[2] اولادِ خطاب کے ایک شخص سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص (کسی اور غرض سے نہیں بلکہ صرف میرے) قصد سے میری قبر کی زیارت کرے گا وہ قیامت کے روز میرے ہمسایے میں ہوگا اور جو مدینے میں سکونت رکھے گا اور اس میں جو شدت و محنت اسے پہنچے اس پر صبر کرے گا تو میں قیامت کے دن اس کی (طاعت کا) گواہ اور (معاصی کا) سفارشی ہوں گا اور جو حرم مکہ یا حرم مدینہ دونوں میں سے کسی ایک حرم میں مرے گا خدا اس کو ان لوگوں کے زمرے میں اٹھائے گا جو قیامت کے روز عذاب سے بے خوف ہوں گے

وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَجَّ وَلَمْ يَزُرْنِيْ فَقَدْ جَفَانِيْ (ترمذی)

[3] جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو خانہ کعبہ کا حج کرے اور میری قبر کی زیارت نہ کرے وہ مجھ پر ظلم کرتا ہے۔

ادب میں افراط تفریط کرنے کی ممانعت

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ

[1] اور محمد اس سے بڑھ کر اور کیا کہ ایک رسول ہیں اور بس ان سے پہلے (اور) بھی رسول ہو گزرے ہیں پس اگر

مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ (آل عمران ع ۱۵ پارہ ۴)

محمد (اپنی موت سے) مر جائیں یا مارے جائیں تو کیا تم اپنے اُلٹے پیروں (کفر کی طرف) پھر لوٹ جاؤ گے اور جو اپنے اُلٹے پیروں (کفر کی طرف) لوٹ جائے گا۔ وہ خدا کا تو کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا اور جو لوگ (اسلام کی نعمت کا) شکر کرتے ہیں اُن کو خدا عنقریب جزائے (خیر) دے گا۔

قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَىَّ ؕ (الانعام ع ۵ - پارہ ۷)

(اے پیغمبر اِن لوگوں سے) کہو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا (کی سرکار) کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو بس اُسی (حکم) پر چلتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔

قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛ وَمَا مَسَّنِىَ السُّوْٓءُ ۛ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (الاعراف ع ۲۳ - پارہ ۹)

(اے پیغمبر اِن لوگوں سے) کہو کہ میرا اپنا ذاتی نفع و نقصان بھی میرے اختیار میں نہیں (میں بُنیبر اچا ہوں) مگر (وہی ہو کر رہتا ہے) جو خدا چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو اپنا بہت سا فائدہ کر لیتا اور مجھکو کسی طرح کا گزند نہ پونہچتا میں تو اُن لوگوں کو جو ایمان لانا چاہتے ہیں (دوزخ کا) ڈر اور (بہشت کی) خوش خبری سُنانے والا ہوں اور بس

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَىَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْۤا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ (حٰم السجدۃ ع ۱ پارہ ۲۴)

(اے پیغمبر تم اِن لوگوں سے) کہو کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں (مگر) مجھ پر وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (بس) وہی ایک معبود ہے پس سیدھے اُسی کی طرف (مونہہ کیے) چلے جاؤ اور اُس سے (اپنے گناہوں کی) معافی مانگو۔

عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَاَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانَ لَهُمْ فَقُلْتُ

سعد کے بیٹے قیس سے روایت ہے کہ میں حیرہ میں (جو کوفے کے نزدیک ایک شہر ہے) گیا وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا

لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ اَنْ یُّسْجَدَ لَہٗ فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّیْٓ اَتَیْتُ الْحِیْرَۃَ فَرَاَیْتُہُمْ یَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ فَاَنْتَ اَحَقُّ بِاَنْ یُّسْجَدَ لَکَ فَقَالَ لِیْ اَرَاَیْتَ لَوْمَرَرْتَ بِقَبْرِیْ اَکُنْتَ تَسْجُدُ لَہٗ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوْا لَوْکُنْتُ اٰمُرُ اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ النِّسَآءَ اَنْ یَّسْجُدْنَ لِاَزْوَاجِہِنَّ لِمَا جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنْ حَقٍّ (احمد)

کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سجدہ کیے جانے کے زیادہ حق دار ہیں چنانچہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو عرض کیا کہ میں حیرہ میں گیا تو وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ اِس بات کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ بھلا اگر تُو میری قبر پر گزرے تو کیا اُسے بھی سجدہ کرے میں نے عرض کیا نہیں فرمایا تو ایسا مت کرو اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں کیونکہ خُدا نے خاوندوں کا اُن پر حق رکھا ہے

عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰہُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ عَلٰی قَوْمٍ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَآئِہِمْ مَسَاجِدَ (مالک مرسلاً)

یسار کے بیٹے عطا سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک دُعا یہ بھی تھی کہ خداوندا میری قبر کو بُت نہ بنائیو کہ لوگ اسے پُوجنے لگیں اُس قوم پر خدا کا سخت غضب ہوا جنھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنا لیا

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاَوَّلُ مَنْ یَّنْشَقُّ عَنْہُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَّاَوَّلُ مُشَفَّعٍ ۔ (مسلم)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں قیامت کے دن تمام بنی آدم کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلا میں ہی وہ شخص ہوں گا جس کی قبر شق ہوگی اور سب سے پہلے میں ہی لوگوں کی شفاعت کرونگا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت مقبول ہوگی۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا اِذَا بُعِثُوْا وَاَنَا خَطِیْبُہُمْ اِذَا وَفَدُوْا وَاَنَا مُبَشِّرُہُمْ اِذَا اَیِسُوْا لِوَاءُ الْحَمْدِ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ وَاَنَا

انس کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب لوگ زندہ کر کے اُٹھائے جائیں گے تو سب سے پہلے میں ہی قبر سے نکلوں گا اور جب سب لوگ جمع ہو کر میدانِ حشر میں آئیں گے تو میں ہی اُن کا وکیل ہوں گا اور جب وہ بالکل آس توڑ بیٹھیں گے تو میں ہی انھیں خوشخبری دوں گا اُس دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں

اَکْرَمُ وُلْدِ اٰدَمَ عَلٰی رَبِّیْ وَلَا فَخْرَ - (ترمذی)

پروردگار کے پاس تمام بنی آدم سے بڑھ کر بزرگ ہوں اور یہ فخریہ نہیں کہتا

جھوٹ بات کو آپ کی طرف نسبت کرنے کی ممانعت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِتَّقُوا الْحَدِیْثَ عَنِّیْ اِلَّا مَا عَلِمْتُمْ فَمَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ - (ترمذی - ابن ماجہ)

ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے حدیث نقل کرنے سے بچو مگر جس کی نسبت تمھیں یقین ہوجائے کہ وہ میری ہی حدیث ہے (تو اس کا مضایقہ نہیں) پھر جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ کی تہمت لگائے اُسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنانا چاہیے

عَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدَبٍ وَّالْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ حَدَّثَ عَنِّیْ بِحَدِیْثٍ یُّرٰی اَنَّہٗ کَذِبٌ فَھُوَ اَحَدُ الْکَاذِبِیْنَ - (مسلم)

جندب کے بیٹے سمرہ اور شعبہ کے بیٹے مغیرہ دونوں کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مجھ سے ایسی حدیث نقل کرے جس کی نسبت اُس کا خیال ہو کہ یہ حدیث جھوٹی ہے (اور پھر نقل کرتا ہے) تو وہ جھوٹوں میں کا ایک جھوٹا ہے۔

من المترجم جن چیزوں کے سمجھنے سے فہمِ انسان قاصر ہے اور ایسی بہت چیزیں ہیں اُن میں سے ایک نبوۃ بھی ہے ایک شاعر نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں کیا خوب کہا ہے شعر اودھر مخلوق میں شامل اُودھر اللہ سے واصل * خواص اس برزخِ کبریٰ میں تھا حرفِ مشدد کا * دنیا کا حال تو یہ ہے کہ ایک ادنیٰ رعیت ایک بادشاہ جلیل القدر کے ساتھ ہمکلام ہونا چاہے تو نہیں ہوسکتا حالانکہ رعیت اور بادشاہ کچھ بھی ہوں پھر بھی ہم جنس اور ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ ذرے کو آفتاب سے۔ قطرے کو سمندر سے۔ چیونٹی کو ہاتھی سے یا خلقنا مایکبر فی صدورکم سے پھر بھی ایک طرح کی نسبت ہے اور یہاں تو آدمی کو خدا سے آدمی آدمی ہی ہے اور خدا خدا ہی سمجھ میں نہیں آتا کہ خدا کس طرح ایک بشر سے بلاواسطہ یا بواسطہ ہمکلام ہوتا ہے غرض نبوت ایک مشکل معما ہے جس کا حل کرنا مقدورِ بشر نہیں باایں ہمہ ہم نبوت سے انکار بھی نہیں کرسکتے کیونکہ اُس کے لیے بہت سے دلائل ہیں ناممکن التردید پس پیغمبر کے بارے میں جادۂ اعتدال پر قائم رہنا ہی ذرا ٹیڑھی کھیر ہے ہم ایک حکایت نقل کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوجائے گا کہ لوگ نبوت کے بارے میں کس کس طرح طریقِ مستقیم سے انحراف کرتے ہیں۔ دو شخص دونوں مسلمان اور دونوں ایک ہی جگہ دلی کے رہنے والے بلکہ ایک دوسرے کے رشتہ دار بھی ایک ساتھ حج کو روانہ ہوئے ایک تھا متشدد غیر مقلد دوسرا کٹا مقلد کسی طرح جدہ پہنچے ہیں یہ ہوگئی۔ جدے پہنچ کر دونوں رفیق ایک دوسرے سے جدا ہوگئے۔ غیر مقلد سیدھا مکے پہنچا۔ اور اُس نے ارکانِ حج اوقاتِ مقررہ پر پورے پورے ادا کیے۔ مقلد نے جدے اُتر کر ادھر مدینے کی راہ لی۔ غیر مقلد نے کہا بھی کہ وقت تنگ ہے مدینے ہوکر حج میں شامل ہو سکو گے۔ مقلد نے اس کی مطلق پروا نہ کی حج تو فوت ہوگیا مگر پیغمبر صاحب کے مزارِ مبارک کی زیارت بافراغت نصیب ہوئی۔ اودھر غیر مقلد مدینے نہ جاسکا۔ لوٹتیوں کو پھر دونوں جدے میں جمع ہوئے تو جس طرح غیر مقلد کو زیارتِ مدینہ سے محروم رہنے کا افسوس نہ تھا۔ مقلد کو حج نہ کرنے کا کچھ ملال نہ تھا۔ یہ ہے وہ افراط و تفریط جس سے ہم مسلمانوں کو آگاہ کیے دیتے ہیں۔ قرآن اور حدیث میں کہیں تو پیغمبر صاحب کی حالتِ بشری کا بیان ہے تو وہاں عجز اور مسکنت ہے اور کہیں اُن کے تقربِ الٰہی کا تو وہاں محبوبیت ہے فوق البشریت اور اسی لیے ہم نے ابوہریرہ اور انس رض کی دو حدیثیں پیغمبر صاحب کی فضیلت کے متعلق باب میں داخل

تمام پیغمبروں کے حقوق

عدمِ تفرقہ

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ (البقرہ ع ۱۶ پارہ ۱)

ہم (ان پیغمبروں) میں سے کسی ایک میں بھی (کسی طرح کی) جُدائی نہیں سمجھتے اور ہم اُسی (ایک خدا) کے فرماں بردار ہیں۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (البقرہ ع ۴۰)

(سب پیغمبروں کا دین ایک ہی اور) ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی کو (بھی) جدا نہیں سمجھتے (یعنی سب کو مانتے ہیں)

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○ (النساء ع ۲۱ پارہ ۶)

جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولوں سے برگشتہ ہیں اور اللہ اور اُس کے رسولوں میں جُدائی ڈالنی چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض (پیغمبروں) کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ (پیغمبروں میں مغایرت قرار دے کر) کفر و ایمان کے بیچ بیچ میں کوئی دوسرا رستہ اختیار کریں تو ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں اور کافروں کے لیے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (النساء ع ۲۱ پارہ ۶)

اور جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے اور اُن میں سے کسی ایک کو دوسرے سے جدا نہ سمجھا تو ایسے ہی لوگ ہیں جن کو اللہ (آخرت میں) اُن کے اجر عطا فرمائے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

عنوانِ بالا میں ایک یہ آیت بھی شامل ہے

(۱) قل اٰمنا باللہ وما انزل علینا وما انزل علٰی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق (آل عمران ۹۶)

سب پر یکساں ایمان لانا اور سب کی کتابوں کو برحق ماننا

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (بقرہ ۱۶ پارہ ۱)

(مسلمانو!) تم یہود و نصاریٰ کو یہ) جواب دو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لائے ہیں اور (قرآن) جو ہم پر اترا اُس پر اور (صحیفے) جو ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولادِ یعقوب پر اُترے (اُن پر) اور موسیٰ اور عیسیٰ کو جو (کتاب) ملی (اُس پر) اور جو (دوسرے) پیغمبروں کو اُن کے پروردگار سے ملا (اُس پر) ہم اِن (پیغمبروں) میں سے کسی ایک میں بھی (کسی طرح کی) جُدائی نہیں سمجھتے اور ہم اُسی (ایک خدا) کے فرماں بردار ہیں ف؎ تو اگر تمہاری طرح یہ لوگ بھی اُن ہی چیزوں پر ایمان لے آئیں جن پر ایمان لائے ہو تو بس راہِ راست پر آگئے اور اگر انحراف کریں تو (سمجھو کہ) بس وہ (تمہاری) ضد پر ہیں (اور قابو پائیں تو ستائیں) تو (اے پیغمبر اِن) کے شر سے خدا کا حفظ و امان) تمہارے لیے کافی ہوگا اور وہ (سب کی) سنتا (اور سب کچھ) جانتا ہے

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ

(ہمارے یہ) پیغمبر (محمد) اُس کتاب کو مانتے ہیں جو اُن کے پروردگار کی طرف سے اُن پر اُتری ہے اور (پیغمبر کے ساتھ دوسرے) مسلمان بھی (یہ سب کے) سب اللہ اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس کے پیغمبروں پر

ف؎ یہود مسلمانوں سے کہتے کہ ہم راہِ راست پر ہیں۔ ہمارے دین میں آ داخل ہو اور نصاریٰ کہتے ہم راہِ راست پر ہیں ہمارے دین میں آجاؤ خدا نے مسلمانوں کی طرف سے اُن کو جواب دیا کہ تم دونوں فرقوں نے اصلِ دین یعنی توحید کو چھوڑ دیا ہے اور ہمارا دین اور اعتقاد وہی ہے جو بڑے پکے موحّد یعنی ابراہیم کا تھا اور یہی دین اُن کی اولاد موسیٰ عیسیٰ وغیرہ انبیا علیہم السلام کا تھا اور ہم سب کتبِ آسمانی کو مانتے ہیں اور تم کسی کو مانتے ہو اور کسی کو نہیں مانتے جیسے یہودی حضرت عیسیٰؑ کی نبوۃ کے قائل نہیں اور انجیل کو نہیں مانتے اور یہودی اور عیسائی دونوں اسلام منحرف ہیں اور قرآن کو نہیں مانتے ۱۲

بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۚ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ○

(البقرہ ع ۴۰ پارہ ۳)

ایمان لائے کہ (سب پیغمبروں کا دین ایک ہے اور) ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی کو (بھی) جدا نہیں سمجھتے یعنی سب کو مانتے ہیں اور بول اُٹھے کہ (اے ہمارے پروردگار) ہم نے (تیرا ارشاد) سُنا اور تسلیم کیا اے ہمارے پروردگار (بس) تیری ہی مغفرت (درکار ہے) اور تیری طرف لوٹ کر جانا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ○ (النساء ع ۲۰ پارہ ۵)

مسلمانو! اللہ پر ایمان لاؤ اور اُس کے رسول پر اور اُس کتاب پر جو اُس نے اپنے رسول (محمد) پر اُتاری ہے اور اُن کتابوں پر جو (قرآن سے) پہلے (دوسرے پیغمبروں پر) اُتاریں اور جو شخص اللہ کا منکر ہو اور اُس کے فرشتوں کا اور اُس کی کتابوں کا اور اُس کے رسولوں کا اور روزِ آخرت کا تو وہ (راہ راست سے) بڑی دُور بھٹک گیا۔

مِنَ المترجم رسولوں پر ایمان لانے کو خدا کا حق سمجھ کر ہم پہلے حصّے میں انبیاء علیہم السلام کی نسبت کچھ لکھ آئے ہیں اِس بیان کو اُس کے ساتھ ملا کر پڑھنا چاہیئے۔ مزید آگہی کے لیے ذیل میں اُن پیغمبروں کی فہرست دی جاتی ہے جن کا مذکور بتصریح تمام قرآن میں ہے۔ اِن کے علاوہ خدا جانے اور کتنے پیغمبر آئے اور آئے تو کیا حکم خاص یعنی شریعت لے کر کس وقت کن لوگوں کی طرف۔ بات یہ ہے کہ بنی آدم کی حالت کو ثبات نہیں کہ شروع سے تمام روئے زمین کے آدمیوں کی ایک ہی حالت چلی آئی ہو۔ تاریخ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آب و ہوا اور وقتی اور مقامی خصوصیتوں کے اختلاف کی وجہ سے لوگوں کی حالتیں بھی مختلف ہوتی رہی ہیں۔ کسی جگہ ایک زمانے میں لڑائی بھڑائی کے چرچے رہے ہیں تو دوسرے وقت شعر شاعری کے۔ بعض لوگ شان دار عمارتوں کے دلدادہ رہے ہیں کتنے حسن پرستی کے چوری رہزنی ڈکیتی کم تولنا۔ کم ناپنا۔ ابھی تک بھی دُنیا ان جرائم سے پاک نہیں۔ غرض حضرت آدم کی اولاد ایسی بے چین اور چلبلی اولاد ہے کہ اِن کا کوئی وقت فساد سے محفوظ نہیں رہا ہے۔ ایسی ہی بداعمالیوں کی روک تھام کے لیے لوگوں کی مناسبِ حالت خدا وقتاً فوقتاً پیغمبروں کو بھیجتا رہا ہے۔ آدمی جسم و روح دو چیزوں سے مرکب ہے تو اِس کے امراض اور علاج بھی دو طرح کے ہیں۔ طب کی کتابیں امراضِ جسمانی کا علاج کرتی ہیں اور مذہبی کتابیں امراضِ روحانی کا۔ جالینوس طبیب الابدان ہے تو پیغمبر طبیب الارواح۔ بید اور طبیب یونانی اور ڈاکٹر کا طرزِ علاج گو مختلف ہو مگر مقصودِ علاج سب کا متحد ہے۔ اصلاحِ بدن۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کو خدا نے لانفرق بین احد من رسلہ تعلیم فرمایا اور یہی وجہ ہے کہ ہم برابر کے درجے میں تمام پیغمبرانِ خدا کی تعظیم

کرتے ہیں۔ اس سے کہ اسلامی شریعت تمام سابقہ شریعتوں کی ناسخ ہے پچھلے پیغمبروں کی کسی طرح کی توہین لازم نہیں آتی جیسے اس سے کہ ہم اس وقت ایڈورڈ ہفتم کی رعایا ہیں شاہان سلف کی۔ انبیاء سابقین علیہم السلام کی تعظیم کا مسئلہ بھی نازک اور احتیاط طلب مسئلہ ہے۔ انبیاء سابقین کی اُمتوں نے بعض کے ادب میں افراط کی کہ ان کو خدا اور خدا کا بیٹا بنایا تو ہم افسوس کے ساتھ دیکھتے ہیں کہ مسلمان اُن کے ادب میں تفریط کرتے ہیں جو لانفرق بین احد من رسلہ کے صریح خلاف ہے۔ پادریوں نے عہدِ عتیق اور عہدِ جدید یعنی توراۃ اور صحفِ سماوی اور انجیل کی اشاعت میں اتنا مبالغہ کیا کہ ہر ملک اور ہر زبان میں لاکھوں کروڑوں کتابیں چھپوا چھپوا کر مفت تقسیم کرتے پھرتے ہیں۔ بے شک ہم مسلمانوں کے نزدیک یہ کتابیں منسوخ العمل ہیں اور کہیں کہیں یہودی اور عیسائی ان میں تحریف معنوی بھی کرتے ہیں مگر پھر بھی خدائے پاک کا کلام پاک ہے اور اُس کا ادب واجب مگر مسلمان ان کتابوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں کہ عطار ان کے اوراق سے پڑیاں بناتے یا شب برات میں لوگ ان کو پٹاخوں کے کام میں لاتے یا دوسری طرح پر ان کی بے توقیری کرتے ہیں یہ طریق عمل سخت بیہودہ اور موجب معصیت ہے ان کتابوں کی توہین عین انبیاء علیہم السلام کی توہین ہے اور انبیاء کی توہین عین خدا کی[1] اعاذنا اللہ وسائر المسلمین منہا فانہم لا یکذبونک ولکن الظلمین بایٰت اللہ یجحدون جس طرح تبرائی شیعوں کی ضد میں گروہِ خوارج کھڑا ہوا اسی طرح عیسائیوں کی ضد میں جو مسیح علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا مانتے ہیں کچھ متعصب اور غالی مسلمان کھڑے ہو گئے ہیں جو ولادتِ مسیح علیہ السلام کو گوبر کے کیڑے کی ولادت سے تشبیہ دیتے اور عیسائیوں کی دعاءِ طلبِ رزق کو انکر الاصوات لصوت الحمیر سے اگر لوگوں نے افراط فی الادب کر کے مسیح علیہ السلام کو خدا بنایا تو اس میں مسیح علیہ السلام کا کیا قصور ہے[2] وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ

---

[1] خدا ہم کو اور سب مسلمانوں کو اس بیہودگی سے محفوظ رکھے (اے پیغمبر) یہ لوگ تم کو نہیں جھٹلاتے بلکہ (یہ) ظالم (حقیقت میں) اللہ کی آیتوں کا

[2] اور (قیامت کے دن یہ معاملہ بھی پیش آئے گا کہ) اُس دن اللہ (عیسیٰ سے) پوچھے گا کہ اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تم نے لوگوں سے یہ بات کہی تھی کہ خدا کے علاوہ مجھکو اور میری والدہ کو (بھی) دو خدا مانو (عیسیٰ) عرض کریں گے کہ اے پروردگار تیری ذات پاک ہے مجھ سے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ (ایسی بات کہوں جو) تیری شان میں) ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھکو کوئی حق نہیں اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو میرا کہنا تجھکو ضرور ہی معلوم ہوا ہوگا کیونکہ تو (تو) میرے دل (تک) کی بات جانتا ہے اور میں تیرے دل کی بات نہیں جانتا غیب کی باتیں تو تو ہی خوب جانتا ہے تو نے جو مجھکو حکم دیا تھا بس وہی میں نے ان لوگوں کو کہہ سنایا تھا کہ اللہ جو میرا اور تمہارا (سب کا) پروردگار ہے اُسی کی عبادت کرو اور جب تک میں ان لوگوں میں (موجود) رہا میں ان کا نگران (حال) رہا پھر جب تو نے مجھکو (دنیا سے) اٹھا لیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا اور تو تمام چیزوں کی خبر رکھتا ہے ۱۲

عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَہِیۡدٌ مناظرہ جب حد سے تجاوز کرجاتا ہے تو وہ مجادلہ کہلاتا ہے ۔ اِن وقتوں کے مسلمانوں کو جو نیک صلاح دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ کسی غیر مذہب کے ساتھ مناظرے کے پہلو پر نہ آئیں ۔ اور اگر بضرورۃ آنا پڑے تو مناظرے کو مجادلے کی حد میں نہ آنے دیں اور لَا تَسُبُّوا الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدۡوًۢا بِغَیۡرِ عِلۡمٍ کی تعلیم مفید کو پیشِ نظر رکھیں ۔ اوّل تو لوگ عموماً دین کی طرف سے غافل ہیں صرف قرآن کے پڑھنے اور سمجھنے کے لالے پڑے ہیں ۔ کسی کو کیا پڑی ہے کہ منسوخ کتابوں کا مطالعہ کیا کرے ۔ لیکن اگر کوئی شخص دین کی باتوں میں توغّل کرے اور وہ مجتہدانہ پچھلی کتابوں کو دیکھتا پڑھتا رہے تو ہم اِس کو کسی طرح کا الزام نہیں دے سکتے ۔ یہ خیال کرنا کہ پچھلی کتابوں کے پڑھنے سے آدمی اسلام کی طرف سے متشکّی ہوجائے گا ۔ واہمہ بے اصل ہے ۔ ہم نے تو عہدِ عتیق اور عہدِ جدید کو بالاستیعاب انگریزی عربی فارسی اردو چاروں زبانوں میں بار بار پڑھا ہے اور پادری سکلٹن سے انجیل کی تفسیر بھی ۔ ایمان کی بات تو یہ ہے کہ ان کتابوں کے پڑھنے سے قرآن کی قدر آئی ۔ اور جس کو تاریخی مذاق ہے ۔ اُس کے حق میں تو پچھلی کتابوں کا دیکھنا ازبس ضرور ہے کہ ان کتابوں کے مطالعہ سے اُس کو قرونِ خالیہ کے لوگوں کی حالتیں معلوم ہوتی ہیں ۔ اُن کی افتادِ مزاج اور الٰہی تربیت ؂

اقتدار

<table>
<tr>
<td>اِنَّآ اَوۡحَیۡنَآ اِلَیۡکَ کَمَآ اَوۡحَیۡنَآ اِلٰی نُوۡحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ ۚ وَاَوۡحَیۡنَآ اِلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَیَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَعِیۡسٰی وَاَیُّوۡبَ وَیُوۡنُسَ وَہٰرُوۡنَ وَسُلَیۡمٰنَ ۚ وَاٰتَیۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا ۚ ○ (النساء ۶ ۲۳ پارہ ۶)</td>
<td>۱ (اے پیغمبر) ہم نے تمہاری طرف (اُسی طرح) وحی بھیجی ہے جس طرح ہم نے نوح اور (دوسرے) پیغمبروں کی طرف جو اُن کے بعد ہوئے وحی بھیجی تھی اور (جس طرح) ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولادِ یعقوب اور عیسٰی اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی بھیجی تھی ۔ اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی ؂</td>
</tr>
<tr>
<td>اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ ہَدَی اللّٰہُ فَبِہُدٰىہُمُ اقۡتَدِہۡ ؕ قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا ؕ اِنۡ ہُوَ اِلَّا ذِکۡرٰی لِلۡعٰلَمِیۡنَ ○ (الانعام ۱۰۶ پارہ ۷)</td>
<td>۲ ۔ ۱ یہ (اگلے پیغمبر) وہ لوگ تھے جن کو اللہ نے راہِ راست دکھائی تو (اے پیغمبر) اُن ہی کے طریقے کی (تم بھی) پیروی کرو (اے پیغمبر اِن لوگوں سے) کہہ دو کہ میں قرآن (کے سُنانے) پر تم سے کچھ مزدوری (تو) نہیں مانگتا یہ قرآن تو دنیا جہان کے لوگوں کے لیے (محض) نصیحت ہے (اور بس)</td>
</tr>
</table>

۱ اولٰئک کے مشارٌالیہ وہ انبیاء اولو العزم ہیں جن کا اوپر کی آیتوں میں مذکور ہے اور اُن ہی کی اقتدا کا (بقیہ بر صفحہ ۳۷)

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ إِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۖ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ أَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ إِلَّا قَوْلَ إِبْرٰهِيْمَ لِأَبِيْهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ (الممتحنہ ۶ اپارہ ۲۸)	(مسلمانو!) ابراہیم اور جو لوگ اُن کے ساتھ تھے (یعنی اُس وقت کے مسلمان پیروی کرنے کو) تمھارے لیے اُن کا ایک اچھا نمونہ ہو گزرا ہے جب کہ انھوں نے اپنی قوم (کے لوگوں) سے کہا کہ ہم کو تم سے اور تمھارے اُن (معبودوں) سے جن کی تم خدا کے سوا پرستش کرتے ہو کچھ (بھی) سروکار نہیں ہم تم (لوگوں کے عقیدوں) کو (بالکل) نہیں مانتے اور ہم میں اور تم میں کھلم کھلا عداوت اور دشمنی (قائم) ہو گئی ہے (اور یہ دشمنی ہمیشہ کے لیے (رہی) جب تک تم اکیلے خدا پر ایمان نہ لاؤ (الغرض مسلمانوں نے کفار سے بے تعلقی ظاہر کر دی مگر (ہاں) ابراہیم نے اپنے باپ سے اتنی بات (تو بے شک کہی) کہ میں تمھارے لیے ضرور مغفرت کی دعا کروں گا اور (یوں) تمھارے لیے خدا کے آگے
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۞ (الممتحنہ ۶ اپارہ ۲۸)	(مسلمانو!) تمھارے لیے (یعنی) جو کوئی خدا (کے عذاب) اور روزِ آخرت (کی بازپرس) سے ڈرتا ہو اُس کے لیے (پیروی کرنے کو) ان لوگوں کا ایک اچھا نمونہ ہو گزرا ہے اور جو (ان لوگوں کی پیروی سے) روگردانی کرے گا تو اللہ بے نیاز (اور ہر حال میں) سزاوارِ حمد (وثنا) ہے

(بقیہ صفحہ ۳۶) پیغمبر صاحب کو حکم ہوا ہے تو جب پیغمبر صاحب کو انبیاء کی اقتدا کا حکم ہے تو ہم مسلمان اس خطاب میں بدرجۂ اولیٰ شامل ہیں توضیحِ مطلب کے لیے ہم اوپر کی آیتوں کو مع ترجمہ نقل کیے دیتے ہیں جن میں اُن انبیاء علیہم السلام کا مذکور ہے جن کی اقتداء کا پیغمبر صاحب کو اور پیغمبر صاحب کے شمول میں ہم مسلمانوں کو حکم ہوا ہے وتلك حجتنا اٰتينها ابرٰهيم على قومه نرفع درجٰت من نشاء ان ربك حكيم عليم ○ ووهبنا له اسحٰق ويعقوب كلا هدينا ونوحا هدينا من قبل ومن ذريته داؤد وسليمٰن وايوب ويوسف وموسٰى وهٰرون وكذٰلك نجزي المحسنين ○ وزكريا ويحيٰى وعيسٰى والياس كل من الصٰلحين ○ واسمٰعيل واليسع ويونس ولوطا وكلا فضلنا على العٰلمين ○ ومن اٰبائهم وذريٰتهم واخوانهم واجتبينٰهم وهدينٰهم الٰى صراط مستقيم - یعنی اور (اے پیغمبر) یہ ہماری (سُجھائی ہوئی) دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو اُن کی قوم کے قائل معقول کرنے کے لیے بتائی - ہم جس کے چاہتے ہیں (اُس کے) مرتبے بلند کر دیتے ہیں (اے پیغمبر) بے شک تمھارا پروردگار حکمت والا اور (سب کچھ) جانتا ہے اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا دو فرزند) عطا فرمائے ان سب کو ہم نے راہِ راست دکھائی اور (ان سے) پہلے نوح کو بھی ہم نے راہِ راست دکھائی اور اُن ہی کی نسل میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون (سب) کو ہم نے راہِ راست دکھائی) اور خلوصِ دل سے نیک کام کرنے والوں کو ہم ایسے ہی صلے عطا فرمایا کرتے ہیں اور (علیٰ ہذا القیاس) زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو (کہ یہ) سب (ہمارے) نیک بندوں میں سے ہیں اور اسمٰعیل اور الیسع اور یونس اور لوط (ان سب) کو (بھی ہم نے راہِ راست دکھائی) اور سب ہی کو دنیا جہان کے لوگوں پر برتری دی اور (نہ صرف ان ہی کو بلکہ) ان کے بڑوں اور ان کی اولاد اور ان کے بھائی بندوں میں سے (اور بہتیروں کو) اور ان لوگوں کو ہم نے (اپنے بندوں میں سے) انتخاب کیا اور ان کو (دین کی) سیدھی راہ

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝ (الشوریٰ ع ۲ پارہ ۲۵)

لوگو! اُس نے تمہارے لیے دین کا وہی رستہ ٹھیرایا ہے جس (پر چلنے) کا اُس نے نوح کو حکم دیا تھا اور (اے پیغمبر تمہاری طرف (بھی) ہم نے اُسی رستے کی وحی کی ہے اور اُسی کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو (بھی) حکم دیا تھا کہ (اسی) دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا (اے پیغمبر) تم جس (دین) کی طرف مشرکین کو بُلاتے ہو وہ اُن پر (بہت ہی) شاق گزرتا ہے اللہ جس کو چاہتا ہے انتخاب کر کے اپنی طرف کھینچ بلاتا ہے اور جو (اُس کی طرف) رجوع لاتے ہیں اُن ہی کو اپنے تک (پہنچنے کا) رستہ دکھا دیتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ (الممتحنہ ع ۱ پارہ ۲۸)

(مسلمانو!) تمہارے لیے (یعنی) جو کوئی خدا (کے عذاب) اور روز آخرت کی (باز پرس) سے ڈرتا ہو اُس کے لیے (پیروی کرنے کو) اِن لوگوں (یعنی ابراہیم اور اُس وقت کے مسلمانوں) کا ایک اچھا نمونہ ہو گزرا ہے اور جو (ان لوگوں کی پیروی سے) رُوگردانی کرے گا تو اللہ بے نیاز (اور ہر حال میں) سزاوار حمد (و ثنا) ہے

من المترجم

آیاتِ مذکورۂ بالا اور نیز قرآن کے اَور مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام گزشتہ انبیاء علیہم السّلام کا اصلِ دین ایک تھا اور سب اُسی اصلِ دین پر مُتفق تھے۔ اُن میں اگر اختلاف ہوا ہے تو اصلِ دین میں نہیں بلکہ اُس کے طریقوں میں ہوا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم مُسلمانوں کو اُن پر ایمان لانا اُن کی شریعتوں کو برحق جاننا۔ اُن کی کتابوں کا یقین کرنا۔ اصلِ دین میں اُن کی اقتدا کرنا۔ نفسِ نبوت میں ایک کو اعلےٰ دوسرے کو ادنیٰ ایک کی تعظیم دوسرے کی تنقیص نہ کرنی فرض ہے اور تا وقتیکہ ہم اِن باتوں کی پورے طور پر تعمیل نہ کریں مُسلمان نہیں۔ اِس امر کی تفصیل کہ انبیاء علیہم السلام کا اتفاق کِن کِن باتوں میں رہا ہی یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب خاتم النبیین محمد صلے اللہ علیہ وسلم تک جس قدر انبیاء و رسل ہو گزرے ہیں سب کا اِس پر اتفاق ہے کہ عبادت و استعانت صرف خدا کا حق ہے۔ جو باتیں خدا کی بارگاہِ قدس کے نامناسب ہیں اُن سے وہ پاک اور منزہ ہے۔ بندوں پر خدا کا حق ہے کہ اُس کی انتہا درجے کی تعظیم کریں۔ اپنی جانوں اور دلوں کو خدا کے حوالے کر دیں۔ شعائر اللہ کے ذریعے سے قربِ خداوندی

حاصل کریں۔ اور اس بات کا پکّا اعتقاد رکھّیں۔ کہ حوادث کے پیدا ہونے سے پہلے ہی خدا نے حوادث کو مقدّر کر دیا تھا۔ فرشتے خدا کے بندے ہیں۔ وہ خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔ انھیں جو حکم ملتا ہے اُس کی تعمیل کرتے ہیں اور بڑی سرگرمی سے تعمیل کرتے ہیں۔ خدا اپنے بندوں میں سے جس کو مستحق اور قابل سمجھتا ہی اُس پر کتاب نازل فرماتا ہے۔ اپنی اطاعت بندوں پر فرض کرتا ہے قیامت کا برپا ہونا۔ مرے پیچھے جی اُٹھنا۔ جنّت و دوزخ کا ہونا سب حق ہے۔ علےٰ ہٰذا القیاس تمام انبیاء علیہم السلام۔ اقسام طہارت اور نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ نوافل۔ طاعت دعا۔ ذکر۔ کتاب الٰہی کے تلاوت کے ذکر سے خدا کے حضور میں تقرّب حاصل کرنے پر متفق ہیں۔ نکاح اور حرمتِ زنا پر متفق ہیں عدل و انصاف قائم کرنے پر متفق ہیں۔ ہر طرح کے ظلم کو حرام بتانے پر متفق ہیں۔ نافرمانوں پر حدود قائم کرنے میں متفق ہیں۔ یہ باتیں اُمورِ دین کی بیخ و بنیاد ہیں۔ اور ان پر تمام انبیاء علیہم السلام کا ہمیشہ سے اتفاق رہا ہے۔ ہاں اِن کی صورتوں اور شکلوں میں کچھ کچھ اختلاف ہوا کیا۔ مثلاً شریعتِ موسوی میں نماز کے وقت بیت المقدّس کی طرف مونھ کرنا پڑتا تھا۔ ہمارے پیغمبر کی شریعت میں کعبے کی طرف مونھ کرکے نماز پڑھنی ہوتی ہے۔ موسےٰ علیہ السلام کی شریعت میں زانی کی حد سنگساری تھی۔ ہماری شریعت میں محصن کے لیے رجم اور غیر محصن کے واسطے تازیانے مقرر ہیں اور اسی پر قیاس کر لو اوقاتِ طاعت اور آدابِ طاعت۔ اور ارکانِ طاعت کو۔ الغرض ہم مسلمانوں کا فرض ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اِن چھوٹے چھوٹے اختلافات کو نظر انداز کرکے اصل شریعت میں اُن کی پوری پوری اقتدا کریں۔ اور سب کو خدا کے برگزیدہ اور مقبول بندے جانیں اُن میں سے ایک کی فضیلت اور دوسرے کی منقصت کے قائل نہ ہوں۔ ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ بعض خصوصیّات میں تمام انبیاؑ و مرسلین سے افضل ہیں اور اِس لحاظ سے ہمیں درست ہے کہ اُن کی فضیلت و برتری اوروں پر ثابت کریں مگر اِس کو کیا کریں کہ خود پیغمبر صاحب نے ہمیں اِس سے منع کر دیا ہے۔ امام بخاری نے ایک حدیث بایں مضمون نقل کی ہے کہ ایک یہودی اور ایک صحابی میں کچھ تکرار ہوگئی۔ یہودی حضرت موسیٰ کی برتری ثابت کرتا تھا

---

[1] بخاری شریف میں یہ حدیث کئی طُرق سے آئی ہے اور ہر طریق میں دوسرے طریق کی نسبت بعض الفاظ کی تقدیم و تاخیر اور کمی بیشی بھی ہے اِسی لیے حضرت مؤلف ادام اللہ ظلال فضلہ علینا و علی سائر المسلمین نے حدیث کا خلاصۂ مطلب بیان کرنے پر اکتفا کیا اور الفاظ کی پابندی کے لحاظ سے ترجمہ نہیں فرمایا۔ میں اِس جگہ اُن طُرق میں سے دو طریقے نقل کرتا ہوں جن سے حدیث کے الفاظ اور ترجمۂ حدیث کی خوبی ناظرین پر واضح ہو جائے گی ۱۲ محمد رحیم بخش

پہلا طریق عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ وَرَجُلٌ مِّنَ الْيَهُودِ فَقَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِي اصْطَفَى مُحَمَّدًا عَلَى الْعَالَمِينَ فِي قَسَمٍ يُقْسِمُ بِهِ فَقَالَ الْيَهُودِيُّ فَقَالَ وَالَّذِے

(بقیہ بر صفحہ آیندہ)

اور صحابی پیغمبر صاحب کو حضرۃ موسیٰ پر ترجیح دیتے تھے۔ آخر کار صحابی کو غصہ آگیا اور اُنھوں نے یہودی کے مُونھ پر
زور سے طمانچہ مارا۔ وہ آیا پیغمبر صاحب کے پاس۔ آپ نے سارا قصہ سُن کر فرمایا کہ مجھے حضرتِ موسیٰ پر ترجیح نہ دو کیونکہ
قیامت کے روز جب دوسری دفعہ صور پھُونکا جائے اور تمام اوّلین و آخرین بیہوش ہوکر
ہوش میں آئیں گے تو موسیٰ عرش کا کونہ پکڑے کھڑے ہوں گے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ
وہ بھی اور لوگوں جیسے بیہوش ہوں گے یا نہیں۔ بخاری کی ایک اور روایة
میں آیا ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو!
تم یونس بن متی پر میری فضیلة اور
برتری ثابت نہ کرنا +

✣ ✣ ✣

(بقیہ صفحہ ۳۹) اصْطَفٰی مُوْسٰی عَلَی الْعٰلَمِیْنَ فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ یَدَہٗ عِنْدَ ذٰلِکَ فَلَطَمَ وَجْہَ الْیَهُوْدِیِّ فَذَهَبَ الْیَهُوْدِیُّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَہٗ بِمَا کَانَ مِنْ اَمْرِہٖ وَاَمْرِ الْمُسْلِمِ فَدَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمَ فَسَاَلَہٗ مِنْ ذٰلِکَ فَاَخْبَرَہٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُخَیِّرُوْنِیْ عَلٰی مُوْسٰی فَاِنَّ النَّاسَ یُصْعَقُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَاَصْعَقُ مَعَهُمْ فَاَکُوْنُ اَوَّلَ مَنْ یُّفِیْقُ فَاِذَا مُوْسٰی بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِیْ کَانَ فِیْمَنْ صَعِقَ فَاَفَاقَ قَبْلِیْ اَوْ کَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَی اللّٰهُ فَقَالَ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ +

دوسرا طریق۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ بَیْنَمَا یَهُوْدِیٌّ یَعْرِضُ سِلْعَتَہٗ اُعْطِیَ بِهَا شَیْئًا کَرِهَہٗ فَقَالَ لَا وَالَّذِیْ اصْطَفٰی مُوْسٰی عَلَی الْبَشَرِ فَسَمِعَہٗ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَامَ فَلَطَمَ وَجْهَہٗ فَقَالَ تَقُوْلُ وَالَّذِی اصْطَفٰی مُوْسٰی عَلَی الْبَشَرِ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ اَظْهُرِنَا فَذَهَبَ اِلَیْهِ فَقَالَ یَا اَبَا الْقَاسِمِ اِنَّ لِیْ ذِمَّةً وَّعَهْدًا فَمَا بَالُ فُلَانٍ لَطَمَ وَجْهِیْ فَقَالَ لِمَ لَطَمْتَ وَجْهَہٗ فَذَکَرَہٗ فَغَضِبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی رُءِیَ فِیْ وَجْهِہٖ ثُمَّ قَالَ لَا تُفَضِّلُوْا بَیْنَ اَنْبِیَآءِ اللّٰهِ فَاِنَّہٗ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَیَصْعَقُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ یُنْفَخُ فِیْهِ اُخْرٰی فَاَکُوْنُ اَوَّلَ مَنْ بُعِثَ فَاِذَا مُوْسٰی اٰخِذٌ بِالْعَرْشِ فَلَا اَدْرِیْ اَحُوْسِبَ بِصَعْقَتِہٖ یَوْمَ الطُّوْرِ اَمْ بُعِثَ قَبْلِیْ وَلَا اَقُوْلُ اِنَّ اَحَدًا اَفْضَلُ مِنْ یُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰی +

حقوق النفس

حفاظتِ جان

مباحات — حفاظتِ جسم (طہارت) — اضاعتِ نسل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ○ (بقرہ ۶ ۲۴ پارہ ۲)	اور (لوگو!) خدا کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالو ف۱ اور احسان[1] کرو اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ۞ [1] احسان کرنے سے مراد ہے لوگوں کو فائدہ پونہچانا خواہ زبان سے ہو یا ہاتھ پاؤں سے یا روپے پیسے
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا ○ (النساء ۶ ۵ پارہ ۵)	مسلمانو! ناحق (ناروا) ایک دوسرے کے مال خورد برد نہ کرو۔ ہاں آپس کی رضامندی سے خرید و فروخت ہو اور اُس میں کچھ ہاتھ لگ جائے تو وہ ناروا نہیں) اور اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں پر کلھاڑی نہ مارو (تم سے یہ بات اس لیے کہی جاتی ہے کہ) اللہ تمھارے حال پر مہربان ہے ف۲

ف۱ اس آیۃ کے معنی میں مفسرین نے بہت کچھ اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالنے سے یہ مراد ہے کہ اگر جہاد کرنا چھوڑ دوگے تو دشمن تم پر غالب آجائیں گے اور آخر کار تمھاری ہلاکت کا باعث ہوں گے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر جہاد میں اپنا مال نہ خرچ کروگے تو دشمنوں کے مقابلے میں مغلوب ہو کر تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ اور بعض یہ معنی بھی بیان کرتے ہیں کہ خدا کی راہ میں خرچ تو کرو مگر نہ اس قدر کہ خود محتاج ہو جاؤ اور تمھارا محتاج ہونا تمھاری ہلاکت یعنی بربادی کا باعث ہو جیسا کہ پندرھویں پارے کے تیسرے رکوع میں فرماتے ہیں وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُوْلَۃً اِلٰی عُنُقِکَ وَلَا تَبْسُطْھَا کُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا۔ واللہ اعلم ۱۲ **ف۲** لفظی ترجمہ تو یہ ہے کہ اپنی جانوں کو ہلاک نہ کرو اس سے بعض نے خودکشی مراد لی ہے۔ بعض نے خوں ریزی اور بعض نے مشقّت جس کا تحمل نہ ہو سکے اور بعض نے یہ معنی بھی بیان کیے ہیں جو ہم نے ترجمے میں اختیار کیے ہیں۔ حقوقِ عباد کا تلف کرنا مواخذۂ عاقبۃ اور باہمی اعتبار کے لحاظ سے اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں پر کلھاڑی مارنا ہے باہمی اعتبار کے لحاظ سے اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں کلھاڑی مارنے کا یہ مطلب ہے کہ آدمی جو دوسروں کے حقوق چوری خیانت دغابازی چالاکی نادہندگی کے ذریعے سے تلف کرتا ہے وہ اپنے نزدیک دوسروں کو نقصان پونہچاتا ہے لیکن ازبسکہ ایسا کرنے سے خود اس کا اعتبار اُٹھ جاتا ہے اُلٹا اسی کو نقصان پونہچتا ہے اسی معنی کے خیال سے ہم نے اس آیۃ کو اس عنوان میں رکھا ہے ورنہ دوسرے معنوں کے لحاظ سے اس آیۃ کو عام حقوق العباد میں رکھنا چاہیے تھا اور رکھی بھی جائے گی گو تکرار لازم آئے ۱۲

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ○

(تحریم ع۱ پارہ ۲۸)

مسلمانو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل (وعیال) کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ ف۱ جس کا ایندھن ہوں گے آدمی اور پتھر اُس پر فرشتے (تعینات) ہیں تُند خو سخت مزاج۔ خدا جو اُن کو حکم دے اُس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو اُن کو حکم دیا جاتا ہی (بے کم وکاست) اُس کی تعمیل کرتے ہیں

ف۱ اور وہ اس طرح کہ جو کام مستوجب عذابِ دوزخ ہیں نہ کرو ۱۲

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ مَعَهُ يَدَّعِي الْإِسْلَامَ هَذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ مِنْ أَشَدِّ الْقِتَالِ وَكَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ

حضرة ابو ہریرہؓ سے روایۃ ہی کہ ہم پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین میں حاضر ہوئے آپ نے ایک شخص کی بابت جو اس جنگ میں آپ کے ساتھ تھا اور اسلام کا دعویٰ کرتا تھا فرمایا کہ یہ دوزخی ہی چنانچہ جب لڑائی کا وقت آیا تو وہ شخص بڑی جانبازی سے سخت لڑائی لڑا اور بہت سے زخم کھائے ایک اور شخص آکر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ کیا آپ کو معلوم ہی کہ جس

سلہ اصل میں تو ہم نے یہ باب حفظِ نفس کے لیے باندھا ہی کہ آدمی جان جوکھوں کا کام نہ کرے۔ جان جوکھوں سے مراد ہی ہلاکۃ جیسے خودکشی۔ دنیا کی خودکشی تو سب کو معلوم ہی کہ آدمی آپ اپنا گلا کاٹ مرا یا دریا میں ڈوب گیا یا کسی اور طرح پر جان کھودی۔ پھر دنیا کی ہلاکۃ تو دم بھر کی تکلیف ہی ع ہستی سے عدم تک نفسِ چند کی ہی راہ ۰ دنیا سے گزرنا سفر ایسا ہی کہاں کا ۰ اور یہی وجہ ہی کہ اکثر نادان اور مغلوب الغیظ عورتیں خودکشی پر دلیری کر بیٹھتی ہیں بڑی خطرناک ہلاکۃ تو آخرۃ کی ہلاکۃ ہی کہ وہاں بدنصیب دوزخیوں کو ہمہ وقت موت کے مُونہہ میں رہنا ہوگا لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَاحِدًا وَادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا۔ اور كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ اسی لحاظ سے ہم نے اس آیۃ کو حفظِ نفس کے ذیل میں رکھا۔ دونوں آیتوں کا ترجمہ یہ ہی (۱) (فرشتے دوزخیوں کے جلانے کو کہیں گے کہ) ایک موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو ف۱ (۲) جب اُن کی کھالیں گل جائیں گی تو ہم اس غرض سے کہ وہ عذاب (کا مزہ اچھی طرح) چکھیں گلی ہوئی کھالوں کی جگہ اُن کی دوسری نئی کھالیں پیدا کردیں گے ۱۲

ف۱ موت کو پکارنے کے یہ معنی ہیں کہ جب آدمی سخت تکلیف میں مبتلا ہوتا ہی تو موت کی آرزو کرتا ہی کہ موت بھی ایک طرح کی راحۃ ہی اگلی آیۃ میں جو بیان کیا گیا ہی کہ دوزخیوں کی کھالیں جل جل کر اور گل گل کر گر پڑیں گی اور پھر نئی کھال پیدا ہوگی۔ یہ بھی ایک طرح کی موت ہی مطلب آیۃ کا یہ ہی کہ ایک موت اور ہلاکۃ کو کیا پکارتے ہو اس سے تو تمہاری مصیبتوں کا خاتمہ نہیں ہوتا کیونکہ تم کو کئی دفعہ مرنا اور جینا اور عذاب بھگتنا ہی پکارتے ہو تو بہت سی موتوں کو۔

الَّذِی تُحَدِّثُ اَنَّہٗ مِنْ اَھْلِ النَّارِ قَدْ قَاتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ مِنْ اَشَدِّ الْقِتَالِ فَکَثُرَتْ بِہِ الْجِرَاحُ فَقَالَ اَمَا اِنَّہٗ مِنْ اَھْلِ النَّارِ فَکَادَ بَعْضُ النَّاسِ یَرْتَابُ فَبَیْنَمَا ھُوَ عَلٰی ذٰلِکَ اِذْ وَجَدَ الرَّجُلُ اَلَمَ الْجِرَاحِ فَاَھْوٰی بِیَدِہٖ اِلٰی کِنَانَتِہٖ فَانْتَزَعَ سَھْمًا فَانْتَحَرَ بِھَا فَاشْتَدَّ رِجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللہِ صَدَقَ اللہُ حَدِیْثَکَ قَدِ انْتَحَرَ فُلَانٌ وَّقَتَلَ نَفْسَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللہُ اَکْبَرُ اَشْھَدُ اَنِّیْ عَبْدُ اللہِ وَرَسُوْلُہٗ یَا بِلَالُ قُمْ فَاَذِّنْ اَنْ لَّا یَدْخُلَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّاَنَّ اللہَ لَیُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ ۔ (بخاری)

شخص کی بابت آپ نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے وہ تو راہِ خدا میں بڑی سختی کے ساتھ معرکہ آرا ہوا اور اُس کے جسم پر بہت سے زخم لگے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک وہ دوزخی ہے پیغمبر صاحب کے اِس ارشاد کے بعد قریب تھا کہ کچھ لوگ شک میں پڑ جائیں لیکن ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اُدھر اُس شخص نے زخموں کی تکلیف پا کر اپنے ترکش کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ایک تیر نکال کر اُس سے اپنا گلا کاٹ ڈالا یہ کیفیت دیکھ کر مسلمانوں میں سے چند آدمی جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوڑے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ خدا نے آپ کی بات کو سچ کر دیا۔ اُس شخص نے خود اپنا گلا کاٹ ڈالا اور مر گیا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اکبر میں گواہی دیتا ہوں کہ میں خدا کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں اے بلال کھڑے ہو کر پکار دو کہ جنت میں ایماندار کے سوا کوئی اور جانے نہ پائے گا اور خدا اِس دین کی بدکار آدمی سے مدد کرے گا ف

من المترجم ۔ سارے قرآن میں سوائے اُن دو آیتوں کے جو ہم نے عنوانِ حفاظتِ جان کے ذیل میں نقل کی ہیں کہیں صاف لفظوں میں خودکشی کی ممانعت نہیں اور اُن دو آیتوں کا بھی حال یہ ہے کہ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ اور لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ دونوں جملے خودکشی کی مناہی پر دلالت کرتے ہیں مگر سیاقِ کلام کہہ رہا ہے کہ خودکشی مراد نہیں۔

ف حدیث کا مطلب یہ ہے کہ خودکشی اتنا بڑا گناہ ہے کہ افضل العبادات جہاد سے بھی اس کا کفارہ نہ ہو سکا جان سے مار ڈالنے میں دوسرے کو مار ڈالنا اور اپنے تئیں مار ڈالنا دونوں برابر ہے دوسرے کو مار ڈالے تو پھانسی پائے اپنے تئیں مار ڈالے تو پھانسی کس کو دیں پس صورۃ میں دنیاوی قصاص کا بدلہ ہو مواخذۂ عاقبت

خدا کی راہ میں خرچ کرنے کو لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ سے۔ اور ناحق مالِ مردم کے کھانے کو لا تقتلوا انفسکم سے کچھ مناسبت نہیں اور دو بے مناسبت حکموں کو ایک آیۃ میں جمع کرنا کچھ سمجھ میں آنے کی بات نہیں بس ہم کو تو ضرور لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ اسی حکم سابق انفقوا فی سبیل اللہ کی اور لا تقتلوا انفسکم۔ لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل کی دوسرے لفظوں میں تاکید معلوم ہوتی ہے اور اس کی توجیہ آیتوں کے فائدوں میں موجود ہے۔

اب اس جگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ خودکُشی بجائے خود ایک سنگین جرم ہے۔ آخر خودکُشی کرنے والا بھی دوسرے آدمیوں کی طرح کا آدمی ہے۔ قتل نفس جیسا دوسرے کا ویسا اپنا۔ اور یہ بھی نہیں کہ خودکُشی کے جرم کا وقوع نہ ہوتا ہو با این ہمہ اس سے قرآن کیوں ساکت ہے۔ ہاں تو ساکت ہے اس وجہ سے کہ آدمی تو آدمی ہر ایک جاندار بتقاضاے طبیعۃ اپنی جان کی حفاظت پر مجبول ہے پس جس نے جان دی ہے گویا اُس نے اُس کی حفاظت کا بھی عہد لے لیا ہے یعنی اُمورِ اضطراری میں حکم دینے کی ضرورۃ نہیں ؎ چو کارے بے فضولِ من برآید۔ مرا در وے سخن گفتن نشاید۔ آدمی اپنی جان کی حفاظت کرتا ہے نہ یہ سمجھ کر کہ جان کو معرضِ ہلاکت میں ڈالنا گناہ ہے بلکہ یہ سمجھ کر کہ جان بچانا میرا فرض زندگی ہے قرآن جرم خودکُشی سے ساکت بھی ہو تو صحیح حدیث جو نقل کی گئی ہے قرآن کا حکم رکھتی ہے۔

حفاظتِ جان

(دوسروں کے مقابلے میں)

وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِن قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝ (بقرہ ع ۲۴)

اور (مسلمانو! جو لوگ تم سے لڑتے ہیں) اُن کو جہاں پاؤ قتل کرو اور جہاں سے اُنھوں نے تم کو نکالا ہے یعنی مکے سے تم بھی اُن کو (وہاں سے) نکال باہر کرو اور فساد کا (برپا رہنا) خوں ریزی سے بھی بڑھ کر ہے اور جب تک کافر ادب (اور حرمت) والی مسجد (یعنی خانۂ کعبہ) کے پاس تم سے لڑیں تم بھی اُس جگہ اُن سے نہ لڑو لیکن اگر وہ لوگ تم سے لڑیں تو تم بھی اُن کو (بے تامل) قتل کرو ایسے کافروں کی یہی سزا ہے۔

الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا

ادب (و حرمت) والے مہینوں کا معاوضہ ادب (و حرمت) والے مہینے ہیں (اور مہینوں کی خصوصیۃ نہیں بلکہ) ادب کی (تمام) چیزیں آدلے کا بدلا ہیں ف۱ تو جو تم پر (کسی قسم کی) زیادتی کرے تو جیسی زیادتی اُس نے تم پر کی ویسی ہی زیادتی تم بھی اُس پر کرو اور (زیادتی کرنے میں) اللہ سے ڈرتے رہو۔

ف۱ عرب کے لوگ ذیقعدہ۔ ذی الحج۔ محرم، رجب ان چار مہینوں کا بڑا ادب رکھتے تھے کہ سارے ملک میں لوٹ مار لڑائی سب بند ہو جاتی اور مسلمان بھی اُسی دستور پر چلتے تھے تو کافر ان ہی مہینوں میں مسلمانوں پر چڑھ چڑھ کر آتے اور مسلمان مہینے کے ادب کے لحاظ سے لڑائی کا پہلو بچاتے اللہ نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ ادب کے ساتھ ادب ہے وہ کسی وقت یا مقام کا ادب نہ کریں تو تم کو بھی ایسا ادب کرنا ضرور نہیں کہ الٹو جواب ترکی بہ ترکی دینے میں مضایقہ کرنے ۱۲

اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ○ (بقرہ ع ۲۴ پارہ ۲)	اور جانے رہو کہ اللہ اُن ہی کا ساتھی ہے جو (اُس سے) ڈرتے ہیں ✦
وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۚ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ○ (نحل ع ۱۶ پارہ ۱۴)	اور (مسلمانو! دین کی بحث میں مخالفین کے ساتھ سختی بھی کرو تو ویسی ہی سختی کرو جیسی تمہارے ساتھ کی گئی ہو اور اگر (لوگوں کی ایذاؤں پر) صبر کرو تو بہر حال صبر کرنے والوں کے حق میں صبر بہتر ہے ✦
وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ○ (الشوریٰ ع ۴ پارہ ۲۵)	اور بُرائی کا بدلا ہے ویسی ہی بُرائی اس پر (بھی) جو معاف کر دے اور صلح کرے تو اُس کا ثواب اللہ کے ذمّے ہے بے شک وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور کسی پر ظلم ہوا ہو اور وہ اُس کے بعد بدلا لے تو یہ لوگ (معذور ہیں) ان پر کوئی الزام نہیں ف۱
عَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ وَكَانَ لِيْ اَجِيْرٌ فَقَاتَلَ اِنْسَانًا فَعَضَّ اَحَدُهُمَا يَدَ الْاٰخَرِ فَانْتَزَعَ الْمَعْضُوْضُ يَدَهٗ مِنْ فِي الْعَاضِّ فَاَنْدَرَ ثَنِيَّتَهٗ فَسَقَطَتْ فَانْطَلَقَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهْدَرَ ثَنِيَّتَهٗ وَقَالَ اَيَدَعُ يَدَهٗ فِيْ فِيْكَ تَقْضَمُهَا كَالْفَحْلِ ✦ (بخاری مسلم)	یعلٰے بن امیہ سے روایت ہے کہ میں نے غزوۂ تبوک میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا میرا ایک اجیر خادم تھا جو ایک آدمی سے لڑ پڑا ایک نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ کھایا جس کا ہاتھ کاٹ کھایا تھا اُس نے کاٹ کھانے والے کے مونہ میں سے ہاتھ کھینچ کر نکالا تو اُس کے سامنے کے دانت جھڑ پڑے وہ گیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ نے اُس کے دانتوں کی دیت کو باطل و ضائع کر دیا اور فرمایا کیا وہ تیرے مونہ میں اپنا ہاتھ چھوڑے رکھتا کہ تو اُسے اس طرح چبا ڈالتا جیسے اونٹ کسی چیز کو چبا جاتا ہے ✦

ف۱ سبیل کے معنی تو رستے کے ہیں جس کا مرادف ہے ہمارے ہاں صورت۔ طریق اور اس کا مضاف الیہ ہے محذوف مثلاً الزام کی کوئی صورت۔ مواخذہ کی کوئی صورت۔ بازپرس کی کوئی صورت۔ اور اصل میں مراد ہے مضاف الیہ اس لیے ہم نے الزام کو مراد سمجھ کر مضاف الیہ کا قائم مقام کر دیا ہے ۱۲

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ جَاءَ رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَخْذَ مَالِیْ قَالَ فَلَا تُعْطِهٖ مَالَكَ قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ قَاتَلَنِیْ قَالَ قَاتِلْهُ قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ قَتَلَنِیْ قَالَ فَاَنْتَ شَهِيْدٌ قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ قَتَلْتُهٗ قَالَ هُوَ فِی النَّارِ ۔ (مسلم)	حضرۃ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرۃ کے پاس آکر کہنے لگا یا رسول اللہ مجھے بتایئے کہ اگر کوئی شخص آئے اور میرا مال لینا چاہے تو میں کیا کروں فرمایا اپنا مال مت دے کہا اگر وہ لڑنے پر آمادہ ہو فرمایا تو بھی لڑ کہا بھلا اگر وہ مجھے مار ڈالے ارشاد کیا کہ تو شہید مرے گا کہا اگر میں اُسے مار ڈالوں فرمایا وہ دوزخ میں جاےگا **ف**
عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ ۔ (صحیحین)	حضرۃ عبد اللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص اپنے مال کی خاطر مار ڈالا جائے وہ شہید ہے ۔
وَفِیْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِیِّ وَاَبِیْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِيْنِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَّمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَّمَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَّمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَهْلِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ ۔ (ترمذی)	ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی کی روایۃ میں اِس طرح پر آیا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے دین کی خاطر مار ڈالا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنے خون کی خاطر یعنی حفاظتِ جان کے پیچھے قتل کیا جائے شہید ہے اور جو اپنے مال کی خاطر قتل کیا جائے وہ بھی شہید ہے اور جو اپنے اہل کی خاطر یعنی اُن کی محافظۃ کے پیچھے قتل کیا جائے وہ بھی شہید ہے ۔

ف انگریزی قانون کی رُو سے بھی جسم و جان و مال کی حفاظت کے لیے حملہ کرنے والے کو کسی طرح کا نقصان پونہچانا جرم نہیں دیکھو تعزیرات ہند باب حفاظتِ خود اختیاری ۱۲

حفاظتِ جسم

(طہارت)

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْھُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّـوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ○ (بقرہ ع ۲۸ پ ۲)

اور (اے پیغمبر لوگ) تم سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو (اُن کو) سمجھا دو کہ وہ گندگی ہے تو حیض کے دنوں میں عورتوں سے الگ ہو اور جب تک پاک نہ ہولیں اُن کے پاس نہ جاؤ۔ پھر جب نہا دھولیں تو جدھر سے اللہ نے تم کو بتا دیا ہے اُن پاس آؤ بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور (نیز) صفائی رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے +

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ۭ

(المائدہ ع ۲ پارہ ۶)

مسلمانو! جب نماز کے لیے آمادہ ہو تو اپنے مونھ دھو لیا کرو اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ۔ اور اپنے سر کا مسح کر لیا کرو اور (ہاں) ٹخنوں تک اپنے پاؤں (بھی دھو لیا کرو) اور اگر تم کو نہانے کی حاجۃ ہو تو (غسل کرکے) اچھی طرح پاک صاف ہو جاؤ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی جائے ضرورت سے (ہوکر) آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبۃ کی ہو اور تم کو پانی میسر نہ ہو تو ستھری مٹی لے کر اس سے تیمم یعنی اپنے مونھ اور ہاتھوں کا مسح کر لو +

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ۭ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَي التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ

(اے پیغمبر) تم اس (مسجد) میں کبھی (جاکر) کھڑے بھی نہ ہونا ہاں وہ مسجد جس کی بنیاد شروع دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے اس کا البتہ حق ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو (کر امامۃ) کیا کرو

فِيْهِ ۚ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۚ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (التوبہ ۱۳ع پارہ ۱۱)

(کیونکہ) اُس میں ایسے لوگ ہیں جو خوب صاف سُتھرے رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب صاف سُتھرے رہنے والوں کو پسند فرماتا ہی ف۱ بھلا جو شخص خدا کے خوف اور اُس کی خوشنودی پر اپنی عمارت کی بُنیاد رکھّے وہ بہتر یا وہ جو پھُسپھُسے کھوکھلے کگارے کے کنارے پر اپنی عمارت کی بنیاد رکھّے پھر وہ (عمارت دھڑام سے) اُس کو جہنم کی آگ میں لے گرے اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا یہ عمارت جو اِن لوگوں نے بنائی ہی اِس کی وجہ سے اِن لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ دھُکڑ پُکڑ رہے گی یہاں تک کہ آخر کار (اُس عمارت کے گرادیئے جانے سے) اِن لوگوں کے دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں اور اللہ سب کا حال جاننے والا اور حسب صلاح تدبیر کرنے والا ہے ف۲

عَنْ رَّجُلٍ مِّنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّسْبِيْحُ نِصْفُ الْمِيْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ يَمْلَاُهٗ وَالتَّكْبِيْرُ يَمْلَاُ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَالصَّوْمُ نِصْفُ الصَّبْرِ وَالطُّهُوْرُ نِصْفُ الْاِيْمَانِ (ترمذی)

بنی سلیم کے ایک شخص سے روایت ہی کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تسبیح آدھی ترازو میں سماتی اور الحمد للہ ترازو کو بھر دیتی اور تکبیر آسمان و زمین کے مابین کو پُر کر دیتی ہی روزہ نصف صبر اور طہارۃِ جسم نصف ایمان ہی ٭

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرۃ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا

ف۱ حدیث ابی ہریرہ میں آیا ہی کہ آیۂ فِیْهِ رِجَالٌ الخ اہلِ قبا کے بارے میں نازل ہوئی ہی جو استنجے کے بعد پانی سے طہارۃ کیا کرتے تھے ۱۲

ف۲ شاہ عبد القادر صاحب رح نے وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا سے لے کر یہاں تک کی آیتوں کے متعلق جو حاشیہ لکھا ہی اُس میں تاریخی باتیں ضروری سب موجود ہیں اُسی کو ہم بجنسہ نقل کیے دیتے ہیں "حضرۃ مکے سے ہجرۃ کر آئے تو مدینے سے باہر اُترے ایک محلہ تھا بنی عمرو بن عوف کا بعد چند روز کے شہر میں جگہ پکڑی اور مسجد نبوی تعمیر کی اُس محلّے میں جہاں نماز پڑھتے تھے وہاں کے لوگوں نے مسجد بنا رکھّی اور جماعۃ قائم رہی مسجدِ قبا کر مشہور ہی حضرۃ اکثر ہفتے کے روز وہاں جاتے اور نماز پڑھتے اِس محلّے میں بعضے منافقوں نے چاہا کہ اَور مسجد بنادیں پہلوں کی ضد پر اور اپنی جماعۃ جدا ٹھہرا دیں اور ایک راہب ابو عامر کہ اسلام کی ضد سے نکل گیا تھا اُس کو نفاق سے بُلا کر وہاں سردار اور امام کریں حضرۃ سے چاہا کہ اول ایک بار آپ ہاں نماز پڑھیں تو ہم جماعۃ قائم کریں حضرۃ ۴ کو اُن کی دغا معلوم نہ تھی وعدہ کیا کہ جنگِ تبوک سے پھر یں گے تو اول وہاں نماز پڑھ کر شہر میں داخل ہوں گے حق تعالی نے پہلے خبردار کر دیا اور مسجدِ قبا کے لوگوں کی تعریف کی۔ آدمی خبردار رہے کہ ظاہر بعضی عبادت ہی اور نیت اُس میں نفسانیۃ اُس کا یہ حال ہی ۱۲

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ يَّغْتَسِلَ فِيْ كُلِّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ يَوْمًا يَّغْتَسِلُ فِيْهِ رَاْسَهٗ وَجَسَدَهٗ ✣ (صحیحین)

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ہفتے میں ایک روز غسل کرنا ہر ایک مسلمان پر اُس کا اپنا حق ہے کہ اُس دن اپنا سر اور جسم دھو ڈالے ✣

من المترجم - جسم کی حفاظة یعنی تندرستی کی بہت تدبیریں ہیں اور وہ سب طب سے متعلق ہیں ازانجملہ طہارۃ یعنی بدن کی شُست وشو بھی ہے اور چونکہ اس کی بحث اس حیثیت سے کہ طہارۃ شرطِ نماز ہے حصۂ اول حقوق اللہ میں گزر چکی ہے وہاں دیکھنا چاہیئے وہاں طہارۃ کے تمام اقسام اور نجاسات کے سب انواع نہایۃ تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں اور چھ نقشے دے کر طہارۃ ونجاسۃ کے متعلق جس قدر کارآمد باتیں ہیں کھول کر لکھدی ہیں ✣

حفاظتِ جسم ازروئے طب

[1] عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ دَآءٍ اِلَّا اَنْزَلَ لَهٗ شِفَآءً ✣ (صحیحین)

[1] حضرۃ ابو ہریرہ رضؓ سے روایۃ ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے کوئی مرض نہیں اُتارا مگر اُس کے لیے شفا ضرور نازل فرمائی ✣

[2] عَنْ اُسَامَةَ بْنِ شَرِيْكٍ قَالَ شَهِدْتُ الْاَعْرَابَ يَسْاَلُوْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعَلَيْنَا حَرَجٌ فِيْ كَذَا اَعَلَيْنَا حَرَجٌ فِيْ كَذَا فَقَالَ عِبَادَ اللّٰهِ وَضَعَ اللّٰهُ الْحَرَجَ اِلَّا مَنِ اقْتَرَضَ مِنْ عِرْضِ اَخِيْهِ شَيْئًا فَذٰلِكَ الَّذِيْ حَرِجَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ عَلَيْنَا جُنَاحٌ اَنْ لَّا نَتَدَاوٰى قَالَ تَدَاوَوْا عِبَادَ اللّٰهِ

[2] اُسامہ بن شریک سے روایۃ ہے کہ چند بدوی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمۃ میں حاضر ہو کر آپ سے پوچھنے لگے کہ کیا فلاں بات میں کچھ حرج ہے کیا فلاں بات میں کچھ حرج ہے پیغمبر صاحب نے فرمایا خدا کے بندو! اللہ نے ہر طرح کی تنگی اور سختی کو رفع کر دیا ہے مگر ہاں جو شخص اپنے بھائی کی آبروریزی کے درپے ہو البتہ یہ گناہ اور حرج ہے اُنھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر ہم دوا اور علاج نہ کریں تو کیا ہم پر کچھ گناہ ہے فرمایا خدا کے بندو! دوا کرو

فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ لَمْ يَضَعْ دَآءً اِلَّا وَضَعَ لَهٗ شِفَآءً اِلَّا الْهَرَمَ ۞ (ابن ماجہ)	کیونکہ خدا تعالیٰ نے بڑھاپے کے سوا ہر مرض کی شفا نازل کی ہے ۞

طاعون

عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلطَّاعُوْنُ رِجْزٌ اُرْسِلَ عَلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ وَعَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَاِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ بِاَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَيْهِ وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَّاَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا مِنْهَا فِرَارًا مِّنْهُ ۞	اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون عذاب الٰہی ہے جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ اور نیز تم سے پہلے لوگوں پر بھی آچکا ہے تو جب تم سنو کہ طاعون کسی زمین میں پڑا ہے تو وہاں جاؤ نہیں اور جب اُس زمین میں پڑے جہاں تم موجود ہو تو اُس سے بھاگ کر وہاں سے نکلو نہیں ۞
عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ قَالَتْ قَالَ اَنَسُ ابْنُ مَالِكٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلطَّاعُوْنُ شَهَادَةٌ لِّكُلِّ مُسْلِمٍ ۞ (صحیحین)	سیرین کی بیٹی حفصہ کہتی ہیں کہ انس بن مالک نے کہا جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون ہر مسلمان کے لیے شہادۃ ہے (یعنی جو طاعون سے مرتا ہے وہ شہید فی الجہاد کا مرتبہ پاتا ہے)[1] ۞

من المترجم جسم کی حفاظۃ عین جان کی حفاظۃ ہے اور اِس کی تدبیریں طب کی کتابوں میں لکھی ہوئی موجود ہیں پس حفاظۃ جسم کی بڑی تدبیر قواعد طب کی تعمیل اور پابندی ہے۔ طب کے دو حصّے ہیں۔ ایک میں اُن تدابیر کا بیان ہے جن پر

[1] ہندوستان میں کئی کئی برس سے طاعون پھیلا ہوا ہے۔ حکام وقت بہتیری تدبیریں کر رہے ہیں مگر ابھی تک کوئی حکمی علاج کسی کی سمجھ میں نہیں آیا۔ ہاں اتنا تحقیق ہے کہ گندگی اور نجاستہ اور عفونتہ سے طاعون کی تولید ہوتی ہے اور سب سے پہلے چوہے مبتلائے طاعون ہوتے ہیں جس جگہ طاعون ہو وہاں سے نقل مکان کرنا مفید ثابت ہوا ہے تو یہ بھی ایک تدبیر ہے داخل دوا۔ اور حدیث میں جو منا ہی ہے وہ اس مصلحۃ پر مبنی ہے کہ لوگ طاعون سے بھاگ کر دوسری بستیوں میں پناہ لیتے اور چونکہ مرض متعدی ہے وہاں طاعون پھیلاتے ہیں۔ اور طاعون نہیں بھی پھیلاتے تو لوگوں کو متوحش تو کرتے ہیں۔ واہمہ خلاق لوگ ڈر کر قبول طاعون کی صلاحیتہ پیدا کر لیتے اور طاعون سے نہیں طاعون کے ڈر سے مرتے ہیں۔ تو منا ہی کا مطلب یہ ہے کہ دوسری بستیوں میں نہ جاؤ اپنی جگہ بیٹھ کر دفع طاعون کی تدبیریں کرو ۱۲

عمل کرنے سے آدمی امراض سے محفوظ رہے۔ دوسرے حصے ہیں ازالۂ امراض کی تدابیر ہیں۔ طب کوئی الہامی چیز نہیں بلکہ لوگ تندرستی کی حفاظت کے لیے مجبور ہوئے اور انھوں نے سالہا سال کے تجربے سے جھاڑی بوٹی خاک دھول کے خواص دریافت کیے اور کہیں عمروں میں جا کر فنِ طب مدوّن ہوا اور ابھی بھی اِس فن میں بڑی ترقی کی گنجایش ہے۔ اِس لیے کہ آدمی ہنوز تمام چیزوں کی طبی خاصیتوں پر احاطہ نہیں کر سکا۔ چونکہ عام ضرورۃ کی چیز تھی لوگ کسی زمانے میں طبی تحقیقات سے غافل نہیں رہے۔ بہت کچھ قلمبند ہو کر کتابوں میں جمع ہو گیا اور جتنا کچھ جمع ہو چکا ہے وہ اُس کے مقابلے میں جو دریافت طلب ہے۔ مَن کے آگے تولہ۔ ماشہ۔ رتّی بھی نہیں۔ کہنے کو ہر شخص کہتا ہے اور جانتا بھی ہے کہ جان ہے تو جہان ہے اور تندرستی ہزار نعمت ہے۔ مگر عملاً بہت تھوڑے ہیں جو زندگی اور تندرستی کی کماحقّہٗ قدر کرتے ہوں۔ اہلِ یورپ کو تو البتہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ہر ایک بات کی ٹوہ کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ اور انھوں نے فنِ طب میں بھی حیرت انگیز ترقی کی ہے اور کر رہے ہیں۔ باقی کیا ہند۔ کیا مسلمان اپنے بزرگوں کی جمع پونجی لیے بیٹھے ہیں اور اُس پر انھوں نے ذرا بھی اضافہ نہیں کیا۔ اور کسی نے کوئی نئی ترکیب دریافت کی بھی ہوگی تو اُس نے مارے بُخل کے اُس کو اپنے ہی تک رکھا اور کتابۃ میں نہ آنے دیا۔ جب طبیعتوں میں اِس درجے کی دنائت ہو تو قوم آیندہ ترقی کرے کیا خاک۔ کچھ ٹٹکے فقیروں میں بھی سینہ بسینہ چلے آتے ہیں اور کچھ بوڑھی عورتوں اور دیہاتیوں کو معلوم ہیں مگر یہ سب دس سے خارج۔ خدا کسی کو توفیق دے تو وہ باقاعدہ تحقیقات کر کے طب میں بہت کچھ اضافہ کر سکتا ہے۔ اہلِ یورپ کا تو حال یہ ہے کہ جس چیز کو ہاتھ لگایا اُس کو تکمیل کے درجے تک پونہچایا۔ اُن کے اَدوات اِن کی ادویات اُن کی کیمیائی تحقیقات کی تفصیل کو دفتر چاہیے اور یہ بحث ہمارے موضوع سے ہے خارج۔ پس طبِّ انگریزی کی نسبت اتنا کہنا بس کرے گا کہ انھوں نے فنِ طب کو جو ظنّی تھا حضیضِ ظنّیت سے نکال کر اوجِ یقینیات پر تو نہیں پر اُس کے لگ بھگ پونہچا دیا پھر بھی بہت کچھ کرنے کو باقی ہے۔ اور اس کے لیے کوشش جاری ہے لیکن ہم لوگ جہالۃ اور بے جا مذہبی تعصّب کی وجہ سے خدا کی اِن برکتوں اور نعمتوں سے جیسا اور جتنا چاہیے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ اور ایسا کرنے سے ہم فریضہ حفظِ حیات کے ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں جو از روے نصِ شرعی گناہ ہے۔ ہاں اِس کا خیال رکھنا ضرور ہے کہ ولایتی دواؤں میں کوئی حرام چیز از قسم شراب وغیرہ نہ ہو۔ اِس لیے کہ گناہ سے قطعِ نظر پیغمبر صاحب نے لَا شِفَآءَ فِی الْحَرَامِ [۵۱] بھی فرمایا ہے خدا رسول کی نافرمانی کر کے کسی نے دنیا کا فائدہ حاصل کیا بھی تو اُس نے فانی۔ عارضی چند روزہ فائدے کے لیے عاقبۃ کے دوامی اور ابدی فائدے کو ضائع کیا وَذٰلِکَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ۔ مسلمانوں کے مذہبی خیالات اِس قدر فاسد ہو گئے ہیں کہ انھوں نے مذہبی آسانی کے دائرے کو از خود اپنے اوپر تنگ کر لیا ہے۔ طب کے متعلق غلط فہمی کا ضروری نتیجہ ہے کہ تعویذ گنڈے ٹونے ٹوٹکے جھاڑ پھونک کی وجہ سے بہت بچے ضائع ہوتے رہتے ہیں۔ اہلِ یورپ کے مقابلے میں توالد تناسل کی کمی ہے عمروں کا اوسط گھٹا ہوا ہے نسلیں کمزور ہوتی جاتی ہیں۔ ہاں مسلمان ایک بڑی غلطی یہ کرتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ اپنے وقت کے لوگوں کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ تھا جو شفیق

[۵۱] حرام چیزوں میں شفا نہیں ہوتی ۱۲

باپ کا برتاؤ اولاد کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ تو لوگ جب بیمار پڑتے پیغمبر صاحب سے دوا پوچھتے۔ آپ اُلٹی آپ ہوا سمجھ عادۃ شخصی مزاج کے لحاظ سے طبیب کے طور پر نہیں بلکہ صائب الرائے بزرگ کے طور پر کچھ تدبیر بتا دیتے۔ یہ تدابیر ہم نے ایک رسالے میں دیکھی ہیں جس کا نام ہے **طبِّ نبوی**۔ چاہیئے تھا کہ اس کو اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ میں داخل سمجھتے۔ مگر ہم نے ایک بزرگ کی ایک حکایت ایک راوی معتبر سے سُنی ہے کہ ان بزرگ کے ہمسایے میں کوئی بی بی بیمار پڑیں وہ بی بی ان کی کچھ رشتے دار بھی تھیں اور ان کے زنانخانے میں اکثر آتی جاتی رہتی تھیں۔ اتفاق سے وہ پڑیں بیمار۔ ان کو ان بزرگ کے ساتھ ایک طرح کی ارادت تو تھی ہی۔ کئی دن کی غیر حاضری کے بعد اُن بزرگ سے دوا پوچھنے آئیں۔ اُنھوں نے طبِّ نبوی دیکھ کر کچھ دوا بتا دی مگر اُن بزرگ کی بیوی نے اس دوا کو مضر بتایا۔ اتنا کہنا تھا کہ اُن بزرگ نے بیوی کو طلاق دے دی۔ یہ ہے وہ مذہبی غلطی جس پر ہم مسلمانوں کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں ؎

حفاظتِ لوازمِ زندگی

(حفاظتِ مال)

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ○ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ○ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا

اور (اے پیغمبر) رشتہ دار اور غریب اور مسافر (ہر ایک) کو اُس کا حق پہنچاتے رہو اور (دولت کو) بے جا مت اُڑاؤ (کیونکہ دولت کے) بے جا اُڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے **ف** اور اگر تم کو اپنے پروردگار کے فضل کے انتظار میں جس کی تم کو توقع ہو (بمجبوری) ان (غربا) سے مُونھ پھیرنا پڑے تو نرمی سے ان کو

ف شیطان گروہِ ملائکہ میں سے تھا اُس نے اِس نعمت کی قدر نہ جانی اور خدا کی نافرمانی کی اسی طرح مال بھی خدا کی نعمت ہے اور جو اُس کو بے جا اُڑائے وہ اُس کی قدر نہیں کرتا تو وہ نعمت کی قدر نہ جاننے میں شیطان کا بھائی ہوا اور دولت بے جا اُڑائی جاتی ہے تو اکثر شیطانی حرکات اور ممنوعاتِ شرعیہ میں اُڑائی جاتی ہے اس اعتبار سے بھی دولت کے بے جا اُڑانے والے شیطان کے بھائی ٹھیرے کہ اُس کے کہنے پر چلے ۱۲

سلہ تم اپنی دنیاوی باتوں سے خوب واقف ہو۔ بات یہ ہے کہ مکے میں زراعت و فلاحت کا نہ پہلے ہی کہیں نام و نشان تھا نہ اب ہے پیغمبر صاحب مدینے تشریف لائے تو یہاں دیکھا کہ کھیتی کے علاوہ نخلستان کی بڑی کثرت ہے یہاں تک کہ کھجوروں ہی پر گویا ان لوگوں کا گزارہ ہے کھانے بھی ہیں بیچتے بھی ہیں مگر یہ لوگ کھجور کے درختوں میں نر و مادہ کی تفریق کرتے تھے جس طرح ہندوستان میں قلم کا دستور ہے۔ یہ لوگ بارآور ہونے کی غرض سے کھجور کے نر درخت کا گابھا مادہ درختوں میں ملاتے اور اِس عمل کو اپنی بولی میں تابیر کہتے تھے پیغمبر صاحب کو نخلستان کی رکھوالی کا کبھی کاہے کو اتفاق ہوا تھا سمجھے کہ یہ بھی ان لوگوں کے زمانۂ جاہلیت کے اوہام میں سے ہوگا تابیر کو منع فرما دیا۔ سارا مدینہ پٹی پڑ گیا لوگوں نے فریاد کی تو فرمایا انتم اعلم بامور دنیاکم یعنی میں نے اپنے خیال کے مطابق تابیر کو منع کر دیا تھا اگر تابیر شرطِ بارآوری ہو تو کرو دنیا کی باتیں تم مجھ سے بہتر سمجھتے ہو۔ اس حدیث کے متعلق ہمارا ایک بسیط بیان پیغمبر صاحب کے حقوق عنوان "اتباعِ سنت" کے ذیل میں گزر چکا ہے اس کے ساتھ اسے بھی ملا کر پڑھو ۱۲

سلہ اس قسم کی آیتیں اگرچہ ہم کو حقوقِ مال میں سے جانی چاہیئے تھیں اور ان شاء اللہ سے بھی جائیں گے مگر چونکہ اضاعتِ مال کا بُرا اثر نفس پر بھی پڑتا ہے اس لیے ہم نے دو آیتیں یہاں بھی نقل کر دی ہیں ۱۲

مَّيْسُورًا ۝ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ۝ إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۝ (بنی اسرائیل ع ۳ پارہ ۱۵)

سمجھادو ف۱ اور اپنا ہاتھ نہ تو اتنا سکیڑو کہ (گویا) گردن میں بندھا ہے اور نہ بالکل اُس کو پھیلا ہی دو (ایسا کروگے) تو تم ایسے بیٹھے رہ جاؤگے کہ لوگ تم کو ملامت بھی کریں گے (اور) تم تہی دست بھی ہوگے ف۲ (اے پیغمبر) تمھارا پروردگار جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کردیتا ہے اور (جس کی روزی چاہتا ہے) تنگ کردیتا ہے اور وہ اپنے بندوں (کے حال) سے باخبر (اور اُن کی ضرورتوں کا) دیکھنے والا ہے

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ۝ (اعراف ع ۳ پارہ ۸)

اور (لوگو!) کھاؤ اور پیو اور فضول خرچیاں نہ کرو کیونکہ خدا فضول خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ ۝ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا ۚ فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۝ لَيْسَ عَلَى

مسلمانو! شراب اور جوا اور بُت اور پاسے (ان میں کا ہر ایک کام) تو بس ناپاک شیطانی کام ہے تو اس سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کی وجہ سے تمھارے آپس میں دشمنی اور بغض ڈلوا دے اور تم کو یادِ الٰہی سے اور نماز سے باز رکھے تو (کیا شیطان کے مکر پر اطلاع پائے پیچھے اب بھی) تم باز آؤگے (یا نہیں) ف۳ اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور (نافرمانی سے) بچتے رہو۔ اس پر بھی اگر تم (حکمِ خدا سے) پھر بیٹھوگے تو جانے رہو کہ ہمارے رسول کے ذمّے تو (ہمارے حکموں کا) صاف طور پر پہونچا دینا ہے اور بس (تو نہ ماننے سے تم اپنا ہی کچھ کھوؤگے) جو لوگ ایمان لائے۔

ف۱ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وقت پر آدمی کے ہاتھ تلے روپیہ نہیں ہوتا اور کہیں سے کچھ آنے والا ہوتا ہے اور ابھی اُس کے آنے میں دیر ہے اور لوگ اپنی حاجت کے آگے اوپر سویر کا خیال نہیں کرتے اور بے جا تقاضا کرتے ہیں تو خدا فرماتا ہے کہ ایسی صورت میں ان لوگوں کی دل شکنی نہ کرو اور آسانی کے ساتھ سمجھا دو ۱۲ ف۲ اِس آیت میں توسّط یعنی اعتدال اور میانہ روی کی ہدایت ہے کہ آدمی خیر خیرات میں نہ تو ایسا بخل کرے کہ مٹھی کھلے ہی نہیں اور نہ اتنی داد و دہش کرے کہ آپ تکلیف اُٹھائے اور لوگ اُلٹے ملامت کریں اور اس کی داد و دہش کو فضول خرچی قرار دیں ۱۲ ف۳ عرب کے لوگوں کا دستور تھا کہ وہ تیروں سے پاسوں کا کام لیتے تھے اُن ہی کے ذریعے سے فال دیکھتے اور خاص طور پر اُن ہی سے جوا کھیلتے اور اُن پر ہار جیت کا مدار رکھتے ہمارے ملک میں تیروں کی جگہ نرے پاسے ہیں جیسے چوسر کے پاسے رمل کے پاسے بہرکیف یہ ایک طرح کا جوا ہے اور جوا کسی طرح کا ہو شرعًا حرام ہے ۱۲

لَیۡسَ عَلَی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیۡمَا طَعِمُوۡۤا اِذَا مَا اتَّقَوۡا وَّ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوۡا وَّ اٰمَنُوۡا ثُمَّ اتَّقَوۡا وَّ اَحۡسَنُوۡا ؕ وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۠ (المائدۃ ع ۱۲ پارہ ۷)

اور اُنھوں نے نیک عمل بھی کیے تو جو کچھ (مناہی سے پہلے) کھا پی چکے اُس میں اُن پر (کسی طرح کا) گناہ نہیں جب کہ اُنھوں نے (حرام چیزوں سے) پرہیز کیا۔ اور ایمان لائے اور نیک کام کیے پھر (حرام چیزوں سے) پرہیز کیا اور ایمان لائے پھر (حرام چیزوں سے) پرہیز کیا اور اچھا (پرہیز کیا) (جیسا کرنے کا حق ہی) اور اللہ خلوص دل سے نیک کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہی

من المترجم۔ اَوَامر اور نوَاہی کو ایک ایک کرکے دیکھا تو یہ بات پیدا ہوئی کہ فعل ہو یا ترکِ فعل جس کے کرنے کو فرمایا اُس کے کرنے میں اور جس کے نہ کرنے کا حکم دیا اُس کے نہ کرنے میں ہمارا اور ہمارے ابنائے جنس ہی کا فائدہ ہی اور چونکہ ابنائے جنس کا فائدہ بھی عین ہمارا فائدہ ہی تو یوں کہو کہ جس کے کرنے کا حکم فرمایا اُس کے کرنے میں اور جس کے نہ کرنے کا حکم دیا اُس کے نہ کرنے میں ہمارا ہی فائدہ ہی۔ اِس اُصول کو پیشِ نظر رکھا جائے تو احکامِ شریعۃ کی بجا آوری کبھی بھی بارِ خاطر نہ ہو۔ مگر ہر شخص تو اِس بھید کو نہیں سمجھتا اور نہیں سمجھ سکتا اِسی لیے دنیا میں اللہ کے فرماں بردار بندے جو خوش دلی سے اُس کے حکموں کی تعمیل کریں تھوڑے ہیں۔ اِسی خیال سے ہمیں اِس کتاب کی تقسیم میں بڑی مشکل پیش آئی۔ کتاب کے شروع کرتے وقت پہلی بات جو دل میں آئی یہ تھی کہ اَوَامر و نوَاہی اَشرع میں تو خدا رسول کا فرمودہ اور خدا رسول کی فرماں برداری ہمارا فرض سب کو حقوق اللہ میں رکھو۔ پھر ذرا غور کرنے سے سمجھ میں آیا کہ ایسا کرنے سے وہ فائدے کا مطلب فوت ہوتا ہی۔ لوگ سب کو اِسی نظر سے دیکھیں گے کہ خدا نے ایسا فرمایا ہی۔ اُن کا ذہن ہرگز اِس طرف منتقل نہ ہوگا کہ فرمودۂ خدا ہونے کے علاوہ اِس میں اُن کا اپنا فائدہ بھی ہی۔ اور اِن ہی کے فائدے کے لیے خدا نے حکم بھی دیا ہی۔ پس پہلے خیال کو چھوڑ کر ہم نے یہ طرز اختیار کیا کہ کتاب کے پہلے حصے میں حقوق اللہ رکھے دوسرے میں حقوق العباد۔ مزید توضیح کے لیے ہم مثال کے طور پر شراب اور جوے کو لیتے ہیں کہ شراب کا پینا حرام ہی اور جوئے کا کھیلنا۔ آیتِ قرآنی کی رُو سے شراب اور جوئے میں تین حیثیتیں پائی جاتی ہیں۔ اوّل یہ کہ خدا نے دونوں کو منع فرمایا ہی تو منع فرمانے کی وجہ سے دونوں حقوق اللہ ہوئے۔ دوسرے شراب خواری اور قمار بازی سے خود شرابی اور جواری کو جسمانی اور مالی نقصان پہونچتا ہی تو یہ حقوق العباد میں سے حقِ نفس ہُوا۔ تیسرے یہ کہ زید کے شراب پینے سے اُس کے ابنائے جنس کو نقصان پہونچتا ہی کہ وہ شراب پیتا ہی تو بیخودی میں اور جوا کھیلتا ہی تو ہار جیت میں لوگوں سے لڑتا جھگڑتا ہی تو یہ کھلا ہوا

ف بات یہ ہی کہ شراب مسلمانوں میں دفعۃً حرام نہیں ہوئی مگر اُس کی مذمت کی آیتیں وقتاً فوقتاً نازل ہوتی رہتی تھیں جو صحابی زیادہ سمجھ دار تھے وہ شروع ہی سے کھٹکے تھے جب جب شراب کی بُرائی کی کوئی آیۃ نازل ہوتی احتیاط کرتے چلتے اِن متواتر مذمتوں سے بعض نے سمجھ لیا تھا کہ شراب آخرکار حرام ہو کر رہے گی چنانچہ ایسا ہی ہُوا حضرۃ عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو بھی ایک مدّۃ تک خدشہ رہا۔ اور وہ دعا کرتے تھے کہ الٰہی خدا شراب کے بارے میں ہمیں حکمِ صاف ملے تو اِس آیۃ سے شراب بالکل حرام ہو گئی اور جو اتَّقَوا و آمَنُوا مکرر واقع ہوا ہی اُس کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہی کہ جوں جوں شراب کی بُرائیاں بیان ہوتی گئیں لوگ اُس سے احتراز کرتے گئے اور قریب قریب یہی حال جوئے کا ہی ۱۲

حق العباد ہی۔ شراب اور جوئے کا حقِ نفس ہونا ہم نے وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (اور ان کے فائدے سے ان کا گناہ (اور نقصان) بڑھ کر ہی ۱۲) سے استنباط کیا ہی کہ اثم و نفع ضدِ یک دگر ہو نہیں سکتے۔ ضرور یہاں اثم سے ضرر یعنی نقصان مراد ہی۔ اچھا پھر شراب و جوئے میں نفع کیا سمجھا جائے شراب میں وہ چند لمحے کا سرور اور جوئے میں اتفاقی جیت۔ اور اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ تو صاف حقِ العباد ہی۔ شراب اور جوئے میں ایک خاص خرابی یہ دیکھی جاتی ہی کہ بہت جلد ان کی چاٹ لگ جاتی ہی۔ اور چاٹ لگے پیچھے ان کا چھوڑنا مشکل بلکہ اکثر صورتوں میں محال ہو جاتا ہی۔ شراب کا نشہ اُترنے کو ہوتا ہی تو نشے کے اُتار کا نتیجہ لازمی ہی دردِ سر جس کو خمار کہتے ہیں اور اُس کا عاجل و فعیہ صرف شراب ہی یعنی مرض کی دوا خود مرض ہی۔ وَهَلُمَّ جَرًّا۔ جوئے میں اگر جیت ہی تو اُس کے ساتھ حرص و طمع ہی۔ اور ہار ہی تو تلافی کی کوشش ہی اب سمجھے کہ ہم نے شراب اور جوئے کو کس لیے اور کس حیثیت سے حقوقِ نفس میں لیا ہی ❊

یُسر

[۱] يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ❊ (البقرہ ع ۲۳ پارہ ۲)	(مسلمانو!) اللہ تمھارے ساتھ آسانی کرنی چاہتا ہی اور تمھارے ساتھ سختی کرنی نہیں چاہتا ❊
[۲] مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (المائدہ ع ۲ پارہ ۶)	(مسلمانو!) اللہ تم پر کسی طرح کی تنگی کرنی نہیں چاہتا بلکہ تم کو صاف ستھرا رکھنا چاہتا ہی اور (نیز) یہ (چاہتا ہی) کہ تم پر اپنا احسان پورا کرے تاکہ تم (اُس کا) شکر کرو ❊
[۳] لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط (الاعراف ع ۱۹)	خدا کسی نفس پر اُس کی سمائی سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا ❊
[۴] اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ	(خدا فرماتا ہی کہ جن لوگوں کا پہلی آیۃ میں ذکر ہوا اُن سے ہماری مراد اِس زمانے کے وہ اہل کتاب ہیں) جو (ہمارے ان) رسول

[۱] یہ اُس آیۃ کا ایک ٹکڑا ہی جس میں مریض و مسافر کو اُن کی آسانی کے لیے روزے کی قضا کا حکم ہوا ہی ہم تفہیمِ مطلب کے لیے پوری آیۃ مع ترجمہ نقل کیے دیتے ہیں اور وہ یہ ہی۔ شهر رمضان الذی انزل فيه القرآن هدی للناس وبينات من الهدی والفرقان فمن شهد منكم الشهر فليصمه ومن كان مريضا او علی سفر فعدة من ايام اخر يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر ولتكملوا العدة ولتكبروا الله علی ما هداكم ولعلكم تشكرون ۝ **ترجمہ** (روزوں کا) مہینا رمضان کا ہی جس کے (روزوں کے بارے) میں خدا کی طرف سے قرآن میں حکم نازل ہوا ہی (اور قرآن) لوگوں کا رہنما ہی اور (اُس میں) ہدایۃ اور (حق و باطل کی) تمیز کے کھلے کھلے حکم (موجود ہیں) تو (مسلمانو!) تم میں سے جو شخص اِس مہینے میں (زندہ) موجود ہو تو چاہیے کہ اِس مہینے کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں (ہو) تو دوسرے دنوں سے گنتی (پوری کرلے) اللہ تمھارے ساتھ آسانی کرنی چاہتا ہی اور تمھارے ساتھ سختی نہیں کرنی چاہتا اور (یہ حکم) اُس نے اِس غرض سے دیے ہیں) تاکہ تم (روزوں کی) گنتی پوری کرلو اور تاکہ اللہ نے جو تم کو راہِ راست دکھا دی ہی اِس (نعمۃ) پر اُس کی بڑائی کرو اور تاکہ تم (اُس کا) احسان مانو ۱۲ [۲] یہ آیۃ تیمم کے بیان میں ہی جسے خدا نے بندوں کی آسانی کے لیے محض اپنی عنایۃ و مہربانی سے وضو کے قائم مقام کر دیا ہی۔ پوری آیۃ حصۂ اول کے باب سوم عنوان وضو اور تیمم اور غسل اور اِسی حصے کے عنوان "حفاظتِ جسم" میں ملاحظہ ہو ۱۲

الَّذِی یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ ؗ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (الاعراف ع ۱۸ پارہ ۹)

جن (کی بشارۃ) کو اپنے ہاں توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں **ف۱** وہ اُن کو اچھے کام (کرنے) کو کہتے اور بُرے کام سے اُن کو منع کرتے ہیں۔ اور پاک چیزوں کو اُن کے لیے حلال اور ناپاک چیزوں کو اُن پر حرام کرتے ہیں اور (احکام سخت کے) بوجھ جو ان لوگوں (کے سروں) پر (لدے ہوئے) تھے اور پھندے جو ان پر (پڑے ہوئے) تھے (اُن سب کو) ان پر سے دور کرتے ہیں **ف۲** تو جو لوگ ان (پیغمبر محمد) پر ایمان لائے اور ان کی حمایت کی اور ان کو مدد دی اور جو نور (ہدایۃ یعنی قرآن) ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے اُس کے پیچھے ہو لیے یہی لوگ کامیاب ہیں ❖

وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ۙ۬ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ هٰذَا لِیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ ۚۖ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ ع

اور (مسلمانو!) اللہ (کی راہ) میں کوشش کرو جیسا کہ اُس (کی راہ) میں کوشش کرنے کا حق ہے۔ اُسی نے تم کو (دنیا کے لوگوں میں سے) انتخاب فرمایا اور دین (کے بارے) میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی (تمھارے لیے وہی دین تجویز کیا جو) تمھارے باپ ابراہیم کا (تھا) اُسی (خدا) نے (اگلی کتابوں میں) پہلے سے تمھارا نام مسلمان رکھا (یعنی فرماں بردار بندے) اور اِس (قرآن) میں (بھی) تاکہ رسول تمھارے مقابلے میں گواہ ہوں اور تم (دوسرے) لوگوں کے مقابلے میں گواہ ہو تو نمازیں پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ ہی کا سہارا پکڑو وہی تمھارا کارساز ہے۔

ف۱ اُمّی کے لفظی معنی مادرزاد کے ہیں اور مراد ہے اَن پڑھ اَن پڑھ ہونا اَور سب لوگوں کے لیے عیب ہے مگر جناب پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے موجب فخر تھا کہ نہ پڑھے نہ لکھے اور وحی کے ذریعے سے بڑے بڑے پڑھے لکھوں کو دنیا اور دین کے انتظام سکھا گئے ۱۲ **ف۲** توراۃ کے پڑھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ موسوی شریعۃ کے احکام نماز روزہ طہارۃ اور کھانے پینے حلۃ وحرمۃ کے متعلق اور ذبیحہ وغیرہ بہت ہی سخت تھے چنانچہ نجس کپڑے کو کاٹ کر پھینک دینے اور بدن پر نجاسۃ لگ جائے تو اُس کے چھیلنے کا حکم تھا یہودیوں کا ذبیحہ اِس قدر مشکل ہے کہ شرعی طور پر ذبح کرنے والا سینکڑوں میں کوئی ہوتا ہے ۱۲

فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ○ (رع ۶ ۱۰ پارہ)	تو (کیا ہی) اچھا کارساز ہو اور (کیا ہی) اچھا مددگار ف
وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ (نورع ۸ پارہ ۱۸)	اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی امید باقی نہیں (رہی) اگر اپنے کپڑے (چادر وغیرہ) اُتار رکھا کریں تو اِس میں اُن پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ اُن کو (اپنا) بناؤ دکھانا منظور نہ ہو اور اگر (اس کی بھی) احتیاط رکھیں تو اُن کے حق میں بہتر ہو اور اللہ سب کی سُنتا اور سب کچھ جانتا ہو ۔
لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا	نہ (تو) اندھے (آدمی) کے لیے کچھ مضایقہ ہو اور نہ لنگڑے (آدمی) کے لیے کچھ مضایقہ ہو اور نہ بیمار کے لیے کچھ مضایقہ ہو اور نہ (عموماً) تم مسلمانوں کے لیے (اس میں کچھ مضایقہ ہی) کہ اپنے گھروں سے (کھانا) کھاؤ یا اپنے باپ کے گھر سے یا اپنی ماں کے گھر سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا اُن گھروں سے جن کی کُنجیاں تمھارے اختیار میں ہیں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے (پھر اس میں بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ تو جب

ف گواہ ہونے کا مقصود ہو حُجّۃ کا تمام کرنا اور حُجّۃ کے تمام کرنے سے غرض یہ ہو کجس پر حُجّۃ تمام کی جائے اُس کو عذر کرنے کی گنجایش باقی نہ رہے۔ پس خدا نے پیغمبرِ آخر الزمان کے بھیجنے سے ہم مسلمانوں پر اپنی حُجّۃ تمام کردی کہ وہ ایسا دین لے کر آئے آسان اور قریب الفہم اور مطابقِ فطرۃ کہ ہم کو اُس دین کے قبول کرنے میں کوئی جائے عذر باقی نہیں ۔ جس طرح پیغمبر کے بھیجنے سے خدا نے اپنی حُجّۃ ہم مسلمانوں پر تمام کی اسی طرح ہم مسلمانوں کے اسلام لانے سے دوسرے لوگوں پر خدا کی حُجّۃ تمام ہوئی کہ جیسے آدمی ہم ویسے آدمی وہ جیسے حواس ہمارے ویسے حواس اُن کے جیسی عقل ہم کو دی گئی ہو ویسی ہی عقل اُن کو بھی دی گئی ہو تو کوئی سبب نہیں کہ ہم اسلام قبول کریں اور وہ نہ کریں ۱۲

دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ (النور ع ۸ پارہ ۱۸)	گھروں میں جانے لگو تو اپنے (لوگوں) کو سلام کر لیا کرو (سلام ایک) دعاے خیر (ہی) جو تم مسلمانوں کو) خدا کی طرف سے (تعلیم کی گئی ہی) برکۃ والی عمدہ۔ یوں اللہ (اپنے) احکام تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہی تاکہ تم سمجھو ف
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ ٭ (بخاری)	پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانو! تم آسانیاں بڑھانے کے لیے دنیا میں بھیجے گئے ہو دشواریاں بڑھانے کے لیے نہیں ٭
يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا ٭ (بخاری)	(جب حضرۃ ابو موسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل یمن کی طرف روانہ ہونے لگے تو پیغمبر صاحب نے فرمایا) تم دونوں آسانیاں پیدا کرنا نہ دشواریاں لوگوں کو خوش کرنا نفرت نہ دلانا باہم شیر
لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰٓى اُمَّتِىْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ ٭ (ترمذی)	پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ اگر میں اپنی اُمت پر دشوار نہ سمجھتا تو اُنھیں ہر نماز کے لیے مسواک کرنے کا حکم کرتا ٭

ف لوگوں میں اتحاد و ارتباط پیدا ہونے کا بڑا عمدہ ذریعہ کھانا ہی اور اس آیۃ کا مقصود اصلی یہی معلوم ہوتا ہی کہ مسلمان اس ذریعے سے باہمی اتحاد کو بڑھائیں۔ اب بھی لوگوں کا یہی حال ہی کہ جہاں تک ہو سکتا ہی ایک دوسرے کے ہاں کھانے میں مضایقہ کرتے ہیں کہ کہیں لالچی اور بدنیۃ نہ سمجھے جائیں اور بعض لوگ مثلاً لنگڑے وغیرہ معذوری کی وجہ سے کنارہ کش رہتے ہیں کہ حقیر نہ سمجھے جائیں۔ لیکن اگر یہ دستور زیادہ کثرۃ سے جاری ہو اکہ میں نے تمھارے ہاں کھانا کھا لیا تم نے میرے ہاں کھا لیا تو کچھ شک نہیں کہ مسلمانوں میں یک دلی اور اتفاق پیدا کرنے کی عمدہ تدبیر ہی اور مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗ کا ایک محل یہ بھی ہو سکتا ہی کہ اکثر رشتے داروں میں سے کوئی شخص کہیں مہمان چلا جاتا ہی تو قریب کے رشتے دار کو جس پر اس کا اعتبار ہو گھر کی کُنجیاں دے جاتا ہی اور معنے یہ ایک طرح کی اجازت ہی کہ تمھیں کسی چیز کی ضرورۃ ہو تو گھر میں سے لے لینا۔ لیکن یہ کُنجی رکھنے والے خود اپنی طبیعۃ سے احتیاط برتتے ہیں ورنہ اگر صاحب خانہ کی غیبۃ میں ضرورۃ کی کوئی چیز لے لیں تو وہ اگر خوش ہو مگر دنیا میں نفسا نفسی پھیل گئی ہی۔ نہ کوئی کسی کے ساتھ ایسی سخاوت کرنی چاہتا ہی اور نہ معاوضے کے ڈر سے کوئی ایسی سخاوت سے فائدہ اٹھاتا۔ مگر اسلامی اخوۃ کو ترقی دینے کی ایک تدبیر خدا نے بتا دی ہی اور ما ملکتم مفاتحہ سے مفسروں نے یتیم کا ولی سرپرست یا وصی مہتمم بھی مراد لیا ہی ۱۲

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِنًى لِلنَّاسِ يَسْاَلُوْنَهٗ فَجَاءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ لَمْ اَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ فَقَالَ اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ فَجَاءَ اٰخَرُ فَقَالَ لَمْ اَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ فَقَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ فَمَا سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا اُخِّرَ اِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ ۔ (بخاری مسلم)

عمرو بن العاص کے فرزند عبد اللہ سے روایۃ[1] ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر موضع منا میں اس لیے وقوف کیا کہ لوگ آپ سے مناسک کے بارے میں دریافت کریں تو ایک شخص آکر دریافت کرنے لگا کہ مجھے معلوم نہ تھا میں نے قربانی ذبح کرنے سے پیشتر سر منڈا لیا فرمایا کچھ حرج نہیں اب ذبح کرلے۔ ایک اور شخص آکر کہنے لگا مجھے معلوم نہ تھا میں نے رمی جمار سے پہلے قربانی کروالی فرمایا کچھ حرج نہیں اب رمی جمار کرلے غرضکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کی تقدیم وتاخیر کی بابت سوال نہیں ہوا مگر آپ نے یہی فرمایا کہ اِفْعَلْ وَلَا حَرَجَ

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو اَنْكَحَنِيْ اَبِيْ امْرَاَةً ذَاتَ حَسَبٍ فَكَانَ يَاْتِيْهَا فَيَسْاَلُهَا عَنْ بَعْلِهَا فَقَالَتْ نِعْمَ الرَّجُلُ مِنْ رَجُلٍ لَمْ يَطَاْ لَنَا فِرَاشًا وَلَمْ يُفَتِّشْ لَنَا كَنَفًا مُنْذُ اَتَيْنَاهُ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ائْتِنِيْ بِهٖ فَاَتَيْتُهٗ مَعَهٗ فَقَالَ كَيْفَ

مجاہد سے روایۃ ہے کہ مجھ سے عبد اللہ بن عمرو نے بیان کیا کہ میرے باپ نے ایک نجیب شریف عورۃ سے میرا نکاح کردیا تھا اور کبھی کبھی اُس کے پاس جاکر اُس کے شوہر یعنی میری بابت دریافت کیا کرتے تھے وہ جواب میں کہتی کہ عبد اللہ اچھا آدمی ہے مگر جب سے ہم اُس کے پاس آئے ہیں وہ ہمارے ساتھ سوتا نہیں کہ ہمارے لیے بچھونا بچھایا جائے اور ہم سے کبھی قریب نہیں ہوتا وہ رات کو تہجد میں اور دن کو روزے

[1] کتب صحاح میں یہ حدیث چند طرق سے مروی ہے کہیں مجملاً کہیں مفصلاً کہیں کوئی جملہ مقدم ہے کہیں موخر کسی میں ابہام ہے کسی میں توضیح۔ ہم نے اُن میں سے صرف وہ طرق انتخاب کرلیے ہیں جن سے ہمارا مطلب متعلق تھا چونکہ ان میں بعض جملے مکرر اور بعض مقدم موخر بھی تھے اس لیے ہم نے ترجمے میں تکریر کو حذف کردیا اور عبارۃ مسلسل کرنے کے لیے تقدیم وتاخیر کا چنداں لحاظ نہیں کیا۔ الفاظِ حدیث کو بعینہ نقل کردیا اور ترجمے میں اُن کی رعایۃ نہیں کی ۱۲

تَصُوْمُ قُلْتُ كُلَّ يَوْمٍ قَالَ صُمْ مِّنْ كُلِّ
جُمُعَةٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ قُلْتُ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ
مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ يَوْمَيْنِ وَاَفْطِرْ يَوْمًا
قَالَ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ
صُمْ اَفْضَلَ الصِّيَامِ صِيَامَ دَاوٗدَ صَوْمَ
يَوْمٍ وَّفِطْرَ يَوْمٍ ؎

عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ
زَوَّجَنِيْ اَبِيْ امْرَاَةً فَجَآءَ يَزُوْرُهَا فَقَالَ
كَيْفَ تَرَيْنَ بَعْلَكِ فَقَالَتْ نِعْمَ الرَّجُلُ
مِنْ رَّجُلٍ لَّا يَنَامُ اللَّيْلَ وَلَا يُفْطِرُ
النَّهَارَ فَوَقَعَ بِيْ وَقَالَ زَوَّجْتُكَ امْرَاَةً
مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَعَضَلْتَهَا قَالَ فَجَعَلْتُ
لَا اَلْتَفِتُ اِلٰى قَوْلِهٖ مِمَّا اَرٰى عِنْدِيْ مِنَ
الْقُوَّةِ وَالْاِجْتِهَادِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لٰكِنِّيْ
اَنَا اَقُوْمُ وَاَنَامُ وَاَصُوْمُ وَاُفْطِرُ فَقُمْ
وَنَمْ وَصُمْ وَاَفْطِرْ قَالَ صُمْ مِّنْ شَهْرٍ
ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَقُلْتُ اَنَا اَقْوٰى مِنْ ذٰلِكَ
قَالَ صُمْ صَوْمَ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ صُمْ

میں بسر کر دیتا ہی عورۃ کی یہ شکایتیں عمرو کے
کان میں پونہچیں تو وہ میرے ساتھ نہایۃ
سختی سے پیش آئے اور غصے کے لہجے
میں کہا کہ عبد اللہ! میں نے ایک مسلمان
شریف عورۃ سے تیرا نکاح کیا اور تو اُس
کے ساتھ ویسا معاملہ نہیں کرتا جیسے شوہر
اپنی بیبیوں کے ساتھ کرتے ہیں میں نے
اپنے والد کی اِس نصیحۃ کی طرف چنداں
التفات نہیں کیا کیونکہ میں نہایۃ قوی اور
مستعد تھا شدہ شدہ یہ خبر پیغمبر صاحب
تک پونہچ گئی اور خود میرے والد نے بھی پیغمبر
صاحب سے میرا یہ تذکرہ کیا آپنے فرمایا کہ عبد اللہ
کو میرے پاس بلا لاؤ۔ دوسری روایۃ میں
آیا ہی کہ عبد اللہ کہتے ہیں خود پیغمبر صاحب
میرے حجرۂ عبادۃ میں تشریف لائے اور
فرمایا مجھے جو یہ خبر پونہچی ہی کہ تو رات بھر قیام
کرتا اور دن کو روزہ رکھتا ہی کیا یہ سچ ہی میں
نے عرض کیا جی ہاں سچ ہی فرمایا عبد اللہ!
تو ایسا نہ کر سو بھی رہ اور تہجد بھی پڑھ روزہ
بھی رکھ اور افطار بھی کر کیونکہ تیری آنکھ کا
تجھ پر حق ہی تیرے جسم کا تجھ پر حق ہی تیری
بی بی کا تجھ پر حق ہی تیرے مہمان کا تجھ پر حق
ہی تیرے دوست کا تجھ پر حق ہی عبد اللہ!
میں شب کو قیام بھی کرتا ہوں سو بھی رہتا
ہوں، دن کو کبھی روزہ بھی رکھ لیتا ہوں
کبھی نہیں بھی رکھتا۔ ممکن ہی کہ تیری عمر دراز
ہو اور تو اُس وقت اتنے بوجھ کی تکلیف نہ

يَوْمًا وَّأَفْطِرْ يَوْمًا قُلْتُ إِنِّيْ أَقْوٰى مِنْ
ذٰلِكَ قَالَ اقْرَأِ الْقُرْاٰنَ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ
ثُمَّ انْتَهٰى إِلٰى خَمْسَ عَشَرَةَ وَأَنَا أَقُوْلُ
أَنَا أَقْوٰى مِنْ ذٰلِكَ۔
عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُجْرَتِيْ فَقَالَ
أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَقُوْمُ اللَّيْلَ وَتَصُوْمُ النَّهَارَ
قَالَ بَلٰى قَالَ فَلَا تَفْعَلَنَّ نَمْ وَقُمْ وَصُمْ وَ
أَفْطِرْ فَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّإِنَّ
لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّإِنَّ لِزَوْجَتِكَ عَلَيْكَ
حَقًّا وَّإِنَّ لِضَيْفِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّإِنَّ لِصَدِيْقِكَ
عَلَيْكَ حَقًّا وَّإِنْ عَسٰى أَنْ يَّطُوْلَ
بِكَ عُمْرٌ وَّإِنَّهٗ حَسْبُكَ أَنْ تَصُوْمَ
مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثًا فَذٰلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ
كُلِّهٖ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا قُلْتُ إِنِّيْ
أَجِدُ قُوَّةً فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ قَالَ
صُمْ مِّنْ كُلِّ جُمُعَةٍ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ قُلْتُ إِنِّيْ
أُطِيْقُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ
عَلَيَّ قَالَ صُمْ صَوْمَ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ

اُٹھا سکے تجھے ہر مہینے میں تین روزے رکھ لینے
کافی ہیں اور یہ صیام الدہر کے برابر ہیں کیونکہ
ایک نیکی کا دس گُنا ثواب ملتا ہے تو ہر مہینے
میں تین روزے پورے مہینے بھر کے روزوں
کے برابر ہوئے عبد اللہ کہتے ہیں میں نے عرض
کیا یارسول اللہ میں اپنے میں اس سے زیادہ
قوۃ پاتا ہوں فرمایا اچھا ہر ہفتے میں تین روزے
رکھ لیا کرو میں نے عرض کیا کہ میں اس سے
بھی زیادہ قوۃ رکھتا ہوں فرمایا تو حضرۃ داؤد
علیہ السلام کا سا روزہ رکھو اور اس سے تجاوز
نہ کرو میں نے عرض کیا کہ حضرۃ داؤد علیہ
السلام کس طرح کا روزہ رکھا کرتے تھے فرمایا
ایک دن روزہ رکھتے دوسرے دن نہیں رکھتے
تھے غرض کہ جہاں تک میں اصرار کرتا گیا
پیغمبر صاحب مجھ پر تشدّد و سختی کرتے گئے
اسی طرح قیام شب کے بارے میں فرمایا کہ سارے
مہینے میں ایک ختم کر لیا کر میں نے عرض کیا
یارسول اللہ میں اس سے زیادہ قوۃ رکھتا ہوں
فرمایا تو پچیس روز میں ختم کر لو میں نے عرض کیا کہ مجھ میں
اس سے زیادہ قوّۃ ہے ارشاد فرمایا کہ بیس روز میں سہی
میں نے کہا مجھے اس سے بھی زیادہ قوۃ حاصل ہے
فرمایا پندرہ روز میں ایک ختم کر لو اور سات
روز سے تو آگے بڑھنا چاہیے ہی نہیں۔
لیکن جب حضرۃ عبد اللہ بوڑھے ہوئے اور
اپنے اس وظیفے پر قیام کرنے سے جسے انھوں نے
حالتِ جوانی و قوّۃ میں اپنے اوپر لازم کر لیا
تھا عاجز آ گئے تو کہنے لگے لان اکون قبلت

السلام قلت وما كان صوم داود قال نصف الدهر (نسائی)

الثلاثة الايام التي قال رسول الله صلى الله عليه وسلم احب الي من اهلي ومالي (یعنی اگر میں اُن تین دنوں کو قبول کر لیتا جن کی نسبت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا تو آج وہ مجھے مال و اولاد سب سے زیادہ محبوب ہوتے)

اعملوا ما كلفتم فان الله لا يمل حتى تملوا ✤ (بخاری)

جن باتوں کی خدا نے تمھیں تکلیف دی اُنھیں بجا لاؤ اور اپنی طرف سے تشدّد و سختی نہ کرو کیونکہ خدا ثواب دینے سے نہیں تھکتا اور تم عمل کرتے کرتے تھک جاؤ گے ✤

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم احب الاعمال الى الله ادومها وان قلت ✤ (بخاری)

پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کو وہ اعمال بہت پسند ہیں جن پر مداومت کی جائے اگرچہ مقدار کے لحاظ سے تھوڑے کیوں نہ ہوں ✤

عن انس بن مالك ان النبي صلى الله عليه وسلم راى رجلا يسوق بدنة قال اركبها قال انها بدنة قال اركبها وان كانت بدنة ✤ (بخاری)

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ قربانی کا جانور لیے چلا جاتا ہے (اور بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ اُس پر چلنا نہایت شاق و ناگوار ہے) فرمایا کہ ای شخص تو اس پر سوار ہو جا۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت! یہ قربانی کا جانور ہے فرمایا سوار ہو جا اگرچہ قربانی کا جانور ہے ✤

عن انس رضي الله عنه قال دخل النبي صلى الله عليه وسلم فاذا حبل ممدود بين الساريتين فقال ما هذا الحبل قالوا هذا حبل لزينب اذا فترت تعلقت به فقال النبي صلى الله عليه وسلم لا حلوه ليصل احدكم نشاطه ✤ (صحیحین)

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو دو ستونوں کے بیچ میں ایک رسّی تنی ہوئی دیکھ کر فرمایا یہ رسّی کیسی ہے لوگوں نے عرض کیا یہ رسّی ہے زینب کی جب وہ نماز پڑھتے پڑھتے تھک جاتی ہیں تو اس میں لٹک رہتی ہیں فرمایا نہیں۔ اسے کھول ڈالو ہر ایک شخص کو وہیں تک نماز پڑھنی چاہیے جہاں تک نشاط و خوش وقتی باقی رہے ✤

من المترجم حقوقِ نفس کا باب باندھنے سے ہمیں یہ دکھانا منظور ہے کہ زندگی جس پر دنیا اور دین کے سارے کام موقوف ہیں خدا کی امانت ہے اور امانت دار ہونے کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ تا امکان اُس کی حفاظت کریں پھر زندگی نام ہے بدن اور رُوح کے تعلق کا تو زندگی کی حفاظت کے یہ معنی ہوئے کہ ہم اس تعلق کو تا امکان منقطع نہ ہونے دیں

اور نہ صرف یہ ہی کہ منقطع نہ ہونے دیں بلکہ بے مزہ اور تکلیف دہ بھی نہ ہونے دیں۔ اگرچہ آدمی زندگی کی حفاظت پر مجبول اور مجبور ہی اور اُمورِ اضطراری میں حکم و اجازت کی ضرورۃ نہیں ہوا کرتی بگر مذہبی خیال کے لوگ اکثر بلکہ عموماً نفس کُشی کو عبادۃ قرار دیتے ہیں۔ عیسائیوں کی رہبانیۃ جوگیوں کی ریاضاتِ شاقہ سب نفس کُشی کے تشدّد آمیز اور ناجائز پیرائے ہیں۔ بے شک آدمی کی خواہشوں کو اگر روکا نہ جائے تو دنیا سے امن و عافیۃ اُٹھ جائے مگر خواہش روکنے سے رُک سکے تو معدوم کیوں کرو **مصرع** گر گڑ سے جو مرے تو زہر کیوں دو ٭ آخر خدا نے کسی مصلحۃ سے چند در چند خواہشیں آدمی کی طبیعۃ میں پیدا کی ہیں۔ قوۃ و خواہش کا معدوم کرنا دوسرے لفظوں میں حکمۃ الٰہی کا باطل کرنا ہی رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ[١] ہم نے بعض ہندو فقیروں کو دیکھا ہی کہ اوپر کو اُٹھائے اُٹھائے ہاتھ خشک کر دیتے ہیں تاکہ ہاتھ چوری نہ کر سکے کسی کو مار نہ سکے۔ مگر سوکھا ہوا ہاتھ داد و دہش اور کسی کی ٹہل بھی نہیں کر سکتا۔ از دست بستہ چہ خیزد از پائے شکستہ چہ سیر۔ زبان گالیاں بکتی جھوٹ بولتی قسمیں کھاتی مگر ذکر خدا اور نصیحۃ بھی کرتی اور کسی دردمند کو تسلّی بھی دے سکتی ہی۔ مذہب اسلام نے آدمی کی خواہشوں کے روکنے میں کمی نہیں کی مگر خواہشوں کا معدوم کرنا بھی جائز نہیں رکھا۔ ہندوؤں نے تو ترقی کر کے نفس کُشی کو خودکُشی تک پہنچا دیا کہ ان میں ایک طریقہ بلدان کا بھی ہی جس میں خود اپنے تئیں کسی بُت کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔ خدا کی طرف سے ہر فرد بشر کی زندگی کی ایک میعاد مقرر ہی کہ اُس میں کسی کے لیے کمی بیشی نہیں ہو سکتی إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ زندگی کی مثال ایک روشن چراغ کی سی ہی کہ اگر پھونک مار کر بجھا نہ دیا جائے تو جب تک تیل وفا کرے گا جلتا رہے گا۔ ہاں بیچ بیچ میں بتّی کے اُکسانے اور گُل کے کترنے کی بھی ضرورۃ واقع ہوتی رہے گی۔ زندگی کے چراغ کا تیل ہر شخص کی طبیعۃ کی توانائی اور قوّۃ ہی کہ آخر ایک نہ ایک دن ہو چُکتی ہی۔ زندگی کے بارے میں خدا ہم سے یہ چاہتا ہی کہ اُس وقت تک جبکہ ہماری طبعی توانائی جواب دے ہم زندگی کو ٹھیک طرح پر چلنے دیں۔ رشتۂ حیات بیچ میں سے دو طرح پر ٹوٹتا ہی۔ ہمارے کرنے سے یا دوسروں کے کرنے سے۔ دونوں صورتوں کے لیے قرآن میں مناسبِ حالۃ احکام موجود ہیں جو بابِ حقوقِ نفس میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ مال کی حفاظۃ کو بھی ہم نے حقوقِ نفس میں لیا ہی۔ اگرچہ ظاہر یہ بے جوڑ سی بات ہی مگر مال کو انسان کی زندگی میں بڑا دخل ہی اس واسطے کہ زندگی موقوف ہی ماکل و مشارب پر اور ماکل و مشارب کا بہم پہنچنا مال پر۔ غرض مال کی حفاظۃ عین زندگی کی حفاظۃ ہی۔ پھر انسان کا جسم چار مختلف الطبائع عناصر سے بنا ہی جن میں ہمہ وقت ایک طرح کی لڑائی ٹھنی رہتی ہی **قطعہ** چار طبعِ مخالف و سرکش ٭ چند روزے بوند باہم خوش ٭ چوں یکے زیں چہار شد غالب ٭ جانِ شیریں برآمد از قالب ٭ اور اسی وجہ سے عناصر میں اعتدال کی نسبۃ کا قائم رکھنا بڑا احتیاط طلب کام ہی اور وہ موضوع لہٗ ہی علمِ طب کا۔ اسی نظر سے ہم نے بعض ایسی باتیں بھی حقوقِ نفس میں داخل کر لی ہیں جو طب سے متعلق ہیں۔ یہ تو جسمانی تندرستی ہوئی۔ باقی رہی روحانی تندرستی۔ اس کی تدابیر کتاب کے تمام بابوں میں منقسم ہیں٭

[١] اے ہمارے پروردگار تو نے اس (کارخانۂ عالم) کو بے فائدہ (تو) نہیں بنایا۔ تیری ذات (ایسے فعل عبث کے کرنے سے) پاک ہی اور یہ کارخانہ خبر دے رہا ہی کہ آخرۃ میں نیکی کی جزا اور بدی کی سزا ہونی ہے تو (اے ہمارے پروردگار) ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیو ۱۲

حفاظتِ ناموس و دین

١- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَوِ اطَّلَعَ فِیْ بَیْتِكَ اَحَدٌ وَّلَمْ تَاْذَنْ لَهٗ فَخَذَفْتَهٗ بِحَصَاةٍ فَفَقَاْتَ عَیْنَهٗ مَا كَانَ عَلَیْكَ مِنْ جُنَاحٍ ٭ (صحیحین)

حضرۃ ابو ہریرہ سے روایۃ ہو کہ اُنھوں نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ اگر تیرے گھر میں کوئی شخص جھانکے اور تُو نے اُسے اِس کی اجازت نہ دی ہو پھر تُو نے کنکری مار کر اُس کی آنکھ پھوڑ دی ہو تو تجھ پر کچھ گناہ نہیں ٭

٢- عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ فِیْ جُحْرٍ فِیْ بَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِدْرًی یَحُكُّ بِهٖ رَاْسَهٗ فَقَالَ لَوْ اَعْلَمُ اَنَّكَ تَنْظُرُنِیْ لَطَعَنْتُ بِهٖ فِیْ عَیْنِكَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِسْتِیْذَانُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ ٭ (صحیحین)

سہل بن سعد سے روایۃ ہو کہ ایک شخص جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے سوراخ سے جھانکا اور پیغمبر صاحب کے پاس ایک لکڑی پشت خار جیسی تھی جس سے آپ اپنا سر کھُجلا رہے تھے آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا اگر مجھے یقین ہوتا کہ تُو مجھے ہی دیکھ رہا ہو تو میں اس لکڑی سے تیری دونوں آنکھوں میں کچوکے دیتا گھر میں آنے کے لیے اجازت مانگنا اسی لیے مقرر ہوا ہو کہ

٣- عَنْ سَعِیْدِ بْنِ زَیْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِیْنِهٖ فَهُوَ شَهِیْدٌ وَّمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهٖ فَهُوَ شَهِیْدٌ وَّمَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِیْدٌ وَّمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَهْلِهٖ فَهُوَ شَهِیْدٌ ٭

(ابو داؤد ـ نسائی ـ ترمذی)

سعید بن زید سے روایۃ ہو کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے دین کی محافظۃ کے پیچھے قتل کر دیا جائے وہ شہید ہو اور جو شخص اپنے خون کی محافظۃ کے پیچھے قتل کیا جاوے شہید ہو اور جو شخص حفاظۃِ مال کی وجہ سے قتل کیا جائے شہید ہو اور جو اپنے اہل و عیال کی حفاظۃ کے پیچھے قتل کیا جاوے شہید ہو

لباس

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝ (النحل پ ۱۴)

اور اللہ ہی نے تمہارے لیے تمہارے گھروں کو ٹھکانا بنایا اور چوپایوں کی کھالوں سے تمہارے لیے (ایک خاص قسم کے) گھر (یعنی خیمے وغیرہ) بنائے کہ تم اپنے کوچ کے وقت اور اپنے ٹھیرنے کے وقت اُن کو ہلکا پھلکا پاتے ہو اور چارپایوں کی اُون اور اُن کے رووں اور اُن کے بالوں سے (تمہارے) بہت سے سامان اور بکار آمد چیزیں بنائیں (کہ تم) ایک وقت خاص تک (ان سے فائدہ اُٹھاؤ) اور اللہ ہی نے تمہارے لیے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کے سایے بنائے اور پہاڑوں سے (از قسم غار وغیرہ) تمہارے لیے چھپ بیٹھنے کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لیے (کپڑے کے) کُرتے بنائے جو تم کو گرمی (سردی) سے بچائیں اور کچھ لوہے کے کُرتے بنائے یعنی زرہیں (جو تم کو تمہاری (ایک دوسرے کی) مار سے بچائیں یوں (خدا) اپنی نعمتیں تم لوگوں پر پوری کرتا ہے تاکہ تم (اس کے آگے) جھکو۔

عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ جُبَّةً رُوْمِيَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ ۔ (صحیحین)

مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ آستینوں کا رومی جبہ پہنا۔

عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ اَخْرَجَتْ اِلَيْنَا عَائِشَةُ كِسَاءً مُّلَبَّدًا وَّ اِزَارًا غَلِيْظًا فَقَالَتْ قُبِضَ رُوْحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَيْنِ ۔ (صحیحین)

حضرت ابی بردہ کہتے ہیں کہ ام المؤمنین بی بی عائشہ رضہ نے ہمارے سامنے ایک پیوند لگی چادر اور موٹا الڈھر تہمد نکال کر کہا کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی روح ان ہی دونوں کپڑوں میں قبض ہوئی۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيْصَ (ترمذی ابوداؤد)

اُمِّ سلمہ رضہ کہتی ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو سب کپڑوں میں کُرتا زیادہ پسند تھا۔

عَنْ سَمُرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِلْبَسُوا الثِّيَابَ الْبِيْضَ فَاِنَّهَا اَطْهَرُ وَاَطْيَبُ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ ۔ (ترمذی)

سمرہ سے روایۃ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید لباس پہنا کرو کیونکہ وہ اپنے اصلی رنگ پر باقی رہنے کے لحاظ سے نہایۃ پاک اور پاکیزہ ہے اور اپنے مردوں کو سفید ہی کپڑے

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاسْمِهٖ عِمَامَةً اَوْ قَمِيْصًا اَوْ رِدَاءً ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا كَسَوْتَنِيْهِ اَسْاَلُكَ خَيْرَهٗ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ ۔ (ترمذی)

ابو سعید خدری سے روایۃ ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نیا کپڑا زیب جسم فرماتے تو اُس کا نام لے کر مثلاً عمامہ یا کُرتا یا چادر فرماتے ۔ خداوندا! تیرے لیے سب تعریف ہے جیسا کہ تُو نے مجھے یہ پہنایا میں تجھ سے اِس کی وہ بہتری مانگتا ہوں جو اس پر مترتّب ہوتی ہے اور جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے (مثلاً شکر وغیرہ) اور اس کی اُس بُرائی سے پناہ مانگتا ہوں جو اس پر مترتّب ہوتی ہے

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالْمُعَصْفَرِ وَعَنْ تَخَتُّمِ الذَّهَبِ وَعَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ فِي الرُّكُوْعِ ۔ (مسلم)

حضرۃ علیؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حریر اور کُسم کے رنگ سے رنگے ہوئے کپڑے اور سونے کی انگوٹھی پہننے اور رکوع میں قرآن پڑھنے سے منع فرمایا ہے ۔

عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُحِلَّ الذَّهَبُ وَالْحَرِيْرُ لِلْاِنَاثِ مِنْ اُمَّتِيْ وَاُحَرِّمُ عَلٰى ذُكُوْرِهَا ۔ (ترمذی - نسائی)

ابو موسیٰ اشعری سے روایۃ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سونا اور حریر اپنی اُمّت کی عورتوں کے لیے حلال اور مردوں کے واسطے حرام ٹھیراتا ہوں ۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ

ابن عمر کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دنیا میں شہرۃ (یعنی فخر

فِي الدُّنْيَا أَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ◆ (ابوداؤد - ابن ماجہ)	وہ تکبر کا لباس پہنتا ہے قیامۃ کے روز خدا اُسے ذلّۃ کا لباس پہنائے گا۔
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ لُبْسَ ثَوْبِ جَمَالٍ وَّهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ تَوَاضُعًا كَسَاهُ اللّٰهُ حُلَّةَ الْكَرَامَةِ ◆ (ترمذی)	پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لباس زینۃ کا پہننا چھوڑ دیتا ہے باوجودیکہ اُس پر قدرۃ رکھتا ہے اور ایک روایۃ میں آیا ہے کہ تواضع اور کسر نفسی کی وجہ سے چھوڑ دیتا ہے تو خدا اُسے حُلّۂ کرامۃ پہنائے گا
عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيَّ ثَوْبٌ دُوْنٌ فَقَالَ لِيْ اَلَكَ مَالٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مِنْ اَيِّ الْمَالِ قُلْتُ مِنْ كُلِّ الْمَالِ قَدْ اَعْطَانِيَ اللّٰهُ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالْخَيْلِ وَالرَّقِيْقِ قَالَ فَاِذَا اٰتَاكَ اللّٰهُ مَالًا فَلْيُرَ اَثَرُ نِعْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَكَرَامَتِهٖ ◆ (نسائی)	ابو الاحوص اپنے باپ سے روایۃ کرتے ہیں کہ میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمۃ میں حاضر ہوا اور میرے بدن پر میلا کچیلا لباس تھا آپ نے مجھ سے فرمایا کیا تیرے پاس کچھ مال نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا ہے۔ فرمایا کس قسم کا مال ہے میں نے عرض کیا خدا نے ہر طرح کا مال مجھے دے رکھا ہے اونٹ اور بھیڑ بکری اور گھوڑے اور لونڈی غلام۔ فرمایا تو جب خدا نے تجھے مال دے رکھا ہے تو تجھ پر خدا کی نعمۃ اور اُس کی کرامۃ کا اثر ظاہر ہونا چاہئے۔

من المترجم - باوجودیکہ لباس جزو بدن نہیں پھر بھی اِس کو آدمی کی روحانی اور جسمانی زندگی میں بڑا دخل ہے جسمانی زندگی میں اس لیے کہ دفع حرّ و برد کے واسطے لباس کی ضرورۃ ہے۔ اور روحانی زندگی میں اس لیے کہ بھلمنساہت اور وضعداری کی حد سے گزر کر لوگ لباس میں اسراف ناروا کرنے لگے ہیں اور اسراف کے علاوہ لباس کو اظہارِ کبر کا ذریعہ قرار دے رکھا ہے۔ اسراف اور اظہارِ کبر نہ ہو تو لباس میں خوش حالی کا اظہار ایک پیرایۂ شکر کا ہے۔ شارع اسلام نے مسلمانوں کے لیے کسی خاص وضع کی وردی تجویز نہیں کی اور خاص وضع کی وردی کا تجویز کرنا مناسب بلکہ عمومِ اسلام کے لحاظ سے ممکن بھی نہ تھا یعنی رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کافۂ انام کی طرف مبعوث ہوئے۔ اور کافۂ انام تمام روئے زمین پر پھیلے ہوئے ہیں اور روئے زمین پر کہیں خشکی ہے کہیں تری کہیں پہاڑ کہیں جنگل کہیں میدان کہیں سردی کہیں گرمی کہیں دن کہیں رات۔ تو موسموں اور آب و ہوا کے اختلاف کی وجہ سے

ایک طرح کے لباس میں لوگ زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ پس یہ بڑا دانشمندانہ اصول تھا جو اختیار کیا گیا کہ لباس کو لوگوں کی رائے پر چھوڑ دیا کہ اپنی مقامی ضرورتوں کے لحاظ سے جو چاہیں اور جیسا چاہیں پہنیں اوڑھیں جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تو اہلِ عرب نے لباس کی خراش تراش میں کچھ ایسی ترقی کی نہ تھی اُن کا معمولی لباس تھا ایک ردا (چادر) ایک ازار (تہمد)۔ ہاں مردوں کے مونھ پر ڈاڑھیاں ہوتی تھیں سر پر عمامے پیروں میں چپل۔ بایں ہمہ پیغمبر صاحب سے شامی جُبّے اور حبشی جوتے کا پہننا بھی ثابت ہے۔ ہاں احادیث میں ٹخنوں سے نیچے ازار کے لٹکانے پر بڑی تاکید ہے۔ سو کبر کے لحاظ سے کہ اُن وقتوں کے آوارہ مزاج بانکے چھیلا ایسا کیا کرتے تھے۔ ایک حدیث مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ[1] ہے جس پر ان دنوں بڑا غُل مچا ہوا ہے۔ لوگوں نے انگرکھہ۔ پاجامہ چھوڑ کر کوٹ پتلون اختیار کر لیا ہے اور ایک کوٹ پتلون پر کیا موقوف ہے تمام تر تمدن انگریزوں کا سا ہو گیا ہے اور ہوتا جاتا ہے۔ اس پر پرانی وضع پرانے خیال کے مسلمان اتنا تشدد کرتے ہیں کہ فھو منھم سے کفر و ارتداد کا استنباط کرتے ہیں۔ حالانکہ وضع ظاہر کو اسلام سے کچھ تعلق نہیں۔ انگریزی وضع کی تقلید کرنے والوں کا یہ کہنا بھی بجا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی کوئی خاص وردی مقرر نہیں۔ ہر ملک وہر سے۔ ہم تو اتنا ہی کہتے ہیں کہ بے شک ہندوستان کے مسلمانوں کی کوئی خاص وردی مقرر نہیں۔ مگر باوجود اختلافِ اوضاع کے اتنا امتیاز تو ضرور باقی ہے کہ ہندوستانی لباس انگریزی لباس سے صاف پہچان پڑتا ہے۔ پس اس امتیاز کو مٹا دینا اور رواجی وضع کو ترک کر کے ایسی وضع اختیار کرنا جو اس ملک میں اہلِ یورپ کے ساتھ خاص ہے۔ اگر آرام و آسایش کے لیے ہو تو خیر ایک وجہ بھی ہے مگر اس ملک کی آب و ہوا کے لحاظ سے انگریزی لباس اُلٹا تکلیف دہ ہے۔ اور سوائے تشبّہ کے اور کوئی وجہ اس کے اختیار کرنے کی نہیں معلوم ہوتی۔ اور تشبّہ کی غرض و غایت اس کے سوائے اور کیا ہو سکتی ہے کہ انگریزوں کی نقل کرنے والا اس عظمت و ہیبت سے جو فی اعین النّاس لازمۂ قوم حکمراں ہے حصّہ لے۔ ہم قانونِ فوجداری میں ایک دفعہ پاتے ہیں جس کی رو سے ملازم سرکاری کے ساتھ تشبّہ کرنا جرم فوجداری قرار دیا گیا ہے چونکہ جرموں کا مدار نیت پر ہے۔ ہم تو انگریزوں کا سا لباس پہننے والے اور ملازم سرکاری کے ساتھ تشبّہ کرنے والے کو ایک درجے میں رکھتے ہیں کیونکہ دونوں کی نیت ملتی جلتی سی ہے۔ جرم فوجداری نہ بھی سہی یہ اخلاقی الزام کیا کم ہے کہ انگریزی لباس پہننے والا اشعار قومی کی تذلیل کرتا ہے۔ لیکن الناس علی دین ملوکھم کا آہنی قاعدہ اپنا اثر دکھا رہا ہے اور لوگ مجبور ہیں۔ ہم نے مدرسۂ طبیہ دہلی کے سالانہ جلسہ منعقدہ ۲۳۔ جون ۱۸۸۹ء میں ایک لکچر دیا تھا اور لکچر سے پہلے اپنی ایک نظم پڑھی تھی وہ نظم مناسبِ مقام سمجھ کر ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

نظم

بات سناتے ہیں تمھیں اک نئی — قوم کے ہنسنے کے ہیں لچھن کئی
جب ہوئی قوم اپنی نظر میں ذلیل — اس کو بھی ہنسنے ہی کی سمجھو دلیل
چارۂ کار اس کا کوئی کیا کرے — آپ وہ اپنے تئیں رسوا کرے

[1] جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ اُن ہی میں سے ہے ۱۲

اپنی بداندیش وہ خود ہو مگر　　عیب نماید ہنرش در نظر

سمجھے وہ نقصان کمالات کو　　آگ لگے ایسے خیالات کو

یاں بھی کم و بیش یہی حال ہے　　عاقبت زشتی اعمال ہے

جن ہنروں پر تھا ہمیں افتخار　　اب ہیں وہی موجب صد گونہ عار

علم ہمارا ہے بتر جہل سے　　اور بھی کچھ ہونا ہے نااہل سے

دوسرے لوگوں کی شکایت نہیں　　ہم کو ہی خود اپنی رعایت نہیں

جب ہو طبیعۃ کو ردائت[51] سے ثنا　　اُس کے لیے سم ہے دوا خانہ شفا

ہم بھی کبھی باسر و سامان تھے　　ہم بھی کسی وقت میں انسان تھے

ہم کو بھی آرام کا احساس تھا　　یسر و غنا رکھتے تھے زر پاس تھا

ہم نے بھی کھایا ہی بہت شہد و شیر　　ہم نے بھی پہنا ہے سمور و حریر

اوڑھتے تھے ہم بھی کبھی سر پہ تاج　　ہم نے بھی لوگوں سے لیے ہیں خراج

ملک لیے سلطنتیں زیر کیں　　خیر سے کتنی صدیاں تیر کیں

علم میں بھی ہم کو تھی وہ دستگاہ　　ہم تھے مشاہیر فضیلۃ پناہ

لوگ تھے شاگرد تو ہم استاد تھے　　سارے زمانے کے ہنر یاد تھے

سر میں ہمارے بھی کبھی عقل تھی　　باقی اس اصل کی سب نقل تھی

پر نہیں رہتا کوئی یکساں سدا　　سب کو تغیر ہے بغیر از خدا

آگئے ہم لوگ بھی اس پھیر میں　　کوئی سویرے ہے کوئی دیر میں

ہم کو ذرا بھی نہیں اس کا ملال　　سب کو تنزل ہے سبھی کو زوال

رنج تو اپنوں کی شماتت کا ہے　　ظلم بھی ظلم اہل قرابت کا ہے

غیر تو کرتے ہیں فقط بد کلام　　اپنے ہیں مصداق الدّ[52] الخصام

غیروں کی باتیں ہفوات[53] اللسان　　اپنوں کے طعنے کجروح[54] السنان

بھائی ہیں اور رابطہ باہم نہیں　　اخوۃ یوسف سے یہ کچھ کم نہیں

لڑنے کو گھونسے بغلی زور ہیں　　گھر کے یہ بھیدی ہیں مگر چور ہیں

بنتے ہیں کہنے کے لیے خیر خواہ　　ان کی شرارت سے خدا کی پناہ

ان کے جو دیکھے ہیں نمونے برے　　پہلے سے ہم ہو گئے دونے برے

ایسا بھی ہوتا ہے کوئی بے وفا　　ق　　اپنے بزرگوں سے یہاں تک خفا

ان کی ہر اک بات سے رکھیے خلاف　　کیجیے توہین سلف صاف صاف

۵۱ فساد ۱۲ ۵۲ سخت جھگڑالو۔ یہ اشارہ ہے طرف اس آیۃ کے وھو الدّ الخصام ۱۲ ۵۳ بیہودہ باتیں ۱۲ ۵۴ برچھے کا زخم ۱۲

یاں وطن و اہلِ وطن سے ہو ننگ
اب بھی اگر عقل ہی ہو کچھ صلاح
دست نگر غیروں کے ہر کار میں
اپنی ہر اک چیز سے بیزاریاں

اپنے میں لیتے نہیں اہلِ فرنگ
ہاں لو یہ بے غرضانہ صلاح
کیسا کساد آگیا بازار میں
ہائے وہ کیا ہو گئیں خودداریاں

حالیؔ

مباحات

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ (بقرہ ع ۲۱ پارہ ۲)

لوگو! زمین میں جو چیزیں حلال طیب (قسم کی) ہیں اُن میں سے (جو چاہو بے تامل) کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو وہ تو تمھارا کھلا دشمن ہے ❊

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (بقرہ ع ۱۲ پارہ ۲)

مسلمانو! ہم نے جو تم کو رزق طیب دے رکھا ہو (اُس کو بے تامل) کھاؤ اور اگر تم اللہ ہی کی بندگی کا دم بھرتے ہو تو اُس کا شکر (بھی) کرو اُس نے تو تم پر بس مرا ہوا (جانور) اور خون اور سُور کا گوشت حرام کیا ہو اور (نیز) وہ (جانور) جس کو خدا کے سوا کسی اَور (کی عبادت) کے لیے (حلال اور) نامزد کیا جائے ف۱ تو جو (بھوک سے) بیقرار ہو جائے (اور) عدول حکمی کرنے والا اور حد سے بڑھ جانے والا نہ ہو تو اُس پر (اِن میں سے کسی چیز کے کھا لینے کا بھی) گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ❊

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ

(اے پیغمبر اِن لوگوں سے) پوچھو کہ اللہ نے جو زینت (کے ساز وسامان) اور کھانے (پینے) کی ستھری چیزیں اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں (اُن کو) کس نے حرام کیا ہے (یہ تو اس کا کیا جواب دیں گے تم ہی اِن کو) سمجھا دو کہ جو لوگ دنیا کی زندگی میں ایمان لائے ہیں قیامت کے دن یہ نعمتیں خاص کر اُن ہی

ف۱ اگرچہ سلسلۂ کلام کے لحاظ سے ہم نے ما اُہِلَّ کا ترجمہ اخص کی ایک فرد یعنی جانور سے کیا ہو مگر الفاظ قرآنی عام ہیں حکم حرمتہ میں اُس کے سب افراد داخل ہیں یعنی کُل نذر و نیاز جو خدا کے سوا دوسرے کے نام پر کی جائے حرام ہو ۱۲ واللہ اعلم ف۲ مطلب یہ ہو کہ دنیا و ما فیہا سب کچھ آدمی کے لیے پیدا کیا گیا ہو کافر ہو یا مسلمان از قسم زینۃ و رزق طیب کوئی چیز کسی پر حرام نہیں ہے جو کچھ کہ جہاں میں ہو سب انسان کے لیے ہی ❊ آراستہ یہ گھر اسی مہماں کے لیے ہی۔ البتہ آخرۃ میں یہ نعمتیں کافروں پر حرام ہوں گی یعنی کافر اِن نعمتوں سے محروم رہیں گے تو جو مسلمان ہو کر زینۃ کی کسی چیز یا رزق طیب کو از خود اپنے اوپر حرام کرلے وہ خدا کی منشائے کے خلاف کرتا ہو ۱۲

يَعْلَمُوْنَ ○ (اعراف ع ۴ پارہ ۸)	جو سمجھ رکھتے ہیں تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں *
وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ڮ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ○ (انعام ع ۱۷ پارہ ۸)	اور وہی (قادر مطلق) ہے جس نے باغ پیدا کیے (بعض تو ٹٹیوں پر) چڑھائے ہوئے (جیسے انگور کی بیلیں) اور (بعض نہیں چڑھائے ہوئے) اور کھجور کے درخت اور کھیتی جن کے پھل مختلف (قسموں کے) ہوتے ہیں اور زیتون اور انار (کہ بعض تو صورۃ شکل مزے میں) ایک دوسرے سے ملتے جلتے (ہیں) اور (بعض نہیں (بھی) ملتے جلتے (لوگو!) یہ سب چیزیں جب پھلیں ان کے پھل (بے تامل) کھاؤ (اور ان نعمتوں کے شکریے میں) ان کے کاٹنے (اور توڑنے) کے دن حق اللہ (یعنی زکوٰۃ اس میں سے) دیا کرو اور فضول خرچی نہ کرو (کیونکہ) فضول خرچی کرنے
يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ○ (المؤمنون ع ۳)	(ہم تو اپنے تمام پیغمبروں سے یہی ارشاد کرتے رہے ہیں کہ) اے (گروہ) پیغمبراں ستھری چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ تم جیسے جیسے عمل کرتے ہو ہم اُن (سب) سے واقف ہیں *

من المترجم - قرآن میں ذرا غور کیا جائے تو بیسیوں بلکہ سینکڑوں اس مضمون کی آیتیں نکلیں گی کہ خدا نے جو چیز بھی از قسم رزق طیب زمین میں پیدا کی ہے سب آدمی کے لیے پیدا کی ہے تو آدمی کو چاہیئے کہ خدا کی دی ہوئی روزی کھائے پیئے مگر اسراف اور فضول خرچی سے بچے كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ رزق طیب جو خدا نے بندوں کے لیے پیدا کیا ہے اس میں سے بعض کو کھانا اور بعض کو نہ کھانا ایک کو حلال دوسری کو حرام کر لینا خدا کی سخت ناشکری ہے۔ یہی حال اور حظوظ نفس کا ہے۔ مسلم شریف میں آیا ہے کہ اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک جماعت نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس جا کر پیغمبر صاحب کے اعمال کی بابت دریافت کیا کہ آپ رات دن میں کیا کیا کرتے ہیں۔ ازواج طاہرات نے فرمایا کہ پیغمبر صاحب عبادۃ الٰہی میں بھی مصروف رہتے ہیں دنیا کے کام کاج بھی کرتے ہیں کھاتے پیتے بھی ہیں سوتے بھی ہیں بیبیوں کے پاس بھی جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس پر انھوں نے کہا کہ پیغمبر صاحب کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو گئے ہیں اس لیے انھیں زیادہ عمل کرنے کی ضرورۃ نہیں۔ ہم عبادۃ اور ترک علائق دنیا کے زیادہ محتاج ہیں چنانچہ اُن میں سے ایک شخص بولا کہ آج کے بعد سے میں کبھی لذیذ اور مزے دار کھانا نہ کھاؤں گا۔ دوسرے نے کہا میں راتوں کو عبادۃ الٰہی میں بسر کروں گا اور سوؤں گا نہیں تیسرے نے کہا میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا پیغمبر صاحب کو خبر ہوئی تو نہایت خفگی اور غصے کے لہجے میں فرمایا کہ واللہ میں روزے بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سو بھی رہتا ہوں اچھا اور مزے دار کھانا بھی کھا لیتا ہوں تو جو میرے طریقے سے برطرف ہو وہ مجھ سے نہیں *

اضاعۂ نسل

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰىٓ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل ع ۴ پارہ ۱۵)	اور زنا کے پاس (ہو کر بھی) نہ پھٹکنا کیونکہ وہ بے حیائی ہے اور (بہت ہی) برا چلن ہے ؎
سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۠ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (النور ع ۱ پارہ ۱۸)	یہ (ایک) سورۃ ہے جس کو ہم نے اُتارا اور یہ (دستور العمل) ہمارا ہی باندھا ہوا ہے اور ہم نے اس میں کھلے کھلے احکام نازل کیے تاکہ تم (مسلمان اُن کو) یاد رکھو اور اُن پر عمل کرو۔ عورۃ اور مرد زنا کریں تو اُن دونوں میں سے ہر ایک کو سو دُرّے مارو اور اگر اللہ اور روزِ آخرۃ کا یقین رکھتے ہو تو اللہ کے حکم کی تعمیل میں تم کو اُن (کے حال) پر (کسی طرح کا) ترس دامن گیر نہ ہو اور (نیز) اُن کے سزا دیتے وقت مسلمانوں کی ایک جماعۃ (اُن کی فضیحت کے لیے) موجود رہے۔ بدکار مرد (تو اپنی رغبت سے جب نکاح کرے گا غالبًا) بدکار عورۃ یا مشرکہ عورۃ ہی سے نکاح کرے گا اور بدکار عورۃ (بھی غالبًا اپنا ہی جیسا ڈھونڈے گی اور اُس) کو بدکار یا مشرک کے سوا اور کوئی نکاح میں نہیں لائے گا اور (دین دار) مسلمانوں پر تو ایسے تعلقات حرام ہیں ف
عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُ فِيْمَنْ زَنٰى وَلَمْ يُحْصَنْ جَلْدَ مِائَةٍ وَّتَغْرِيْبَ عَامٍ (بخاری)	زید بن خالد سے روایۃ ہے کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس شخص کے بارے میں حکم فرماتے سنا جس نے زنا کیا تھا اور بیاہا ہوا نہیں تھا کہ سو کوڑے لگائے جائیں اور ایک سال تک جلاوطن کیا جائے ؎

ف مطلب یہ ہے کہ کند ہم جنس با ہم جنس پرواز کے قاعدے سے بدکار مرد اور بدکار عورۃ اور مشرک مرد اور مشرک عورۃ میں باہم اختلاط و ارتباط ہوتا ہے اور وہ اختلاط و ارتباط بڑھتے بڑھتے کبھی دونوں میں نکاح کا تعلق بھی پیدا کر دیتا ہے ایسے مرد و زن زنا اور شرک کو برا ہی نہیں سمجھتے کہ اُس سے نفرۃ کریں اگرچہ یہ پرلے درجے کی بے حیائی ہے مگر دنیا ایسے لوگوں سے خالی بھی نہیں۔ مرد جو عورۃ کی بدکاری سے چشم پوشی کرے بھڑوا کہلاتا ہے مسلمان جو زنا اور شرک دونوں سے بالطبع متنفر ہے وہ ایسی نالائق عورتوں سے ملنے ہی کیوں لگا کہ نکاح کی نوبت پہنچے حرم ذٰلک علی المؤمنین کے یہ معنی ہیں۔ ہاں عورۃ شرک و زنا سے توبہ کرے تو اُس کے ساتھ نکاح کی مناہی نہیں ۱۲

عبارت	ترجمہ
عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُذُوا عَنِّي خُذُوا عَنِّي قَدْ جَعَلَ اللهُ لَهُنَّ سَبِيلًا[1] اَلْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَّتَغْرِيبُ عَامٍ وَّالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ الرَّجْمُ ٭ (مسلم)	عبادہ بن صامت سے روایۃ ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے لو مجھ سے لو خدا نے اُن عورتوں کے لیے راہ نکال دی ہو جو فرتکب بدکاری ہوتی ہیں کوارا مرد کواری عورۃ سے زنا کرے تو سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی بیاہا ہوا مرد بیاہی ہوئی عورۃ سے زنا کرے تو سنگسار
عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَجُلًا زَنَى بِامْرَأَةٍ فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجُلِدَ الْحَدَّ ثُمَّ أُخْبِرَ أَنَّهُ مُحْصَنٌ فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ ٭ (ابوداؤد)	جابر رض سے روایۃ ہو کہ ایک مرد نے ایک عورۃ سے زنا کیا تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے حد مارے جانے کا حکم فرمایا اور اُسے حد ماری بھی گئی) مگر جب معلوم ہوا کہ وہ بیاہا ہوا ہو تو آپ نے سنگسار کیے جانے کا حکم دیا (چنانچہ وہ سنگسار کیا بھی گیا)
وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ ○ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ ؕ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ○ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ ○ فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ○ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ○ (اعراف ع ۱۰ پارہ ۸)	اور (اے پیغمبر حالات) لوط کو (یاد کرو) جب اُنھوں نے اپنی قوم سے (جاکر) کہا کیا تم لوگ ایسی بے حیائی کے فرتکب ہوتے ہو کہ دنیا جہان میں تم سے پہلے کسی نے ایسی بے حیائی نہیں کی کہ تم عورتوں کو چھوڑ کر شہوۃ رانی کے لیے مردوں پر مائل ہوتے ہو (عورتوں سے ہوتے تم کو اس کی ضرورۃ تو ہو نہیں) مگر تم لوگ کچھ ہو ہی (حد اعتدال سے) بڑھے ہوئے اور قوم لوط کا جواب بس یہی تھا کہ وہ (اپنے آپس میں) لگے کہنے کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو (کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو بڑے) پاک صاف بننا چاہتے ہیں پس ہم نے لوط کو اور اُن کے گھر والوں کو (عذاب سے) نجاۃ دی مگر ایک اُن کی بی بی کہ پیچھے رہ جانے والوں میں وہ بھی رہی اور ہم نے اُن پر (پتھروں کا) مینہ برسایا تو (اے پیغمبر ذرا) دیکھنا کہ گنہگاروں کا انجام کیسا ہوا ٭

[1] یہ حدیث ایک آیۃ کی تفسیر ہو جسے ہم مع ترجمہ نقل کرتے ہیں - وَالّٰتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللهُ لَهُنَّ سَبِيلًا ○ اور (مسلمانو!) تمھاری عورتوں میں سے جو عورتیں بدکاری کی مرتکب ہوں تو اُن (کی بدفعلی) پر اپنے لوگوں میں سے چار کی گواہی لو پس اگر گواہ اُن کی بدکاری (کی) تصدیق کریں تو (سزا کے طور پر) اُن (عورتوں) کو گھر

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّکٰوةِ فَاعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ (مؤمنون ۱۶ پارہ ۱۸)	ایمان والے (اپنی) مراد کو پہونچ گئے (اور یہ) وہ (لوگ ہیں)، جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے اور وہ جو نکمی باتوں کی طرف رُخ نہیں کرتے اور وہ جو زکوٰۃ دیا کرتے اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے مگر اپنی بیبیوں یا اپنے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈیوں) سے کہ (ان میں) ان پر کچھ الزام نہیں لیکن جو اس کے علاوہ طلبگار ہوں تو وہی لوگ حدّ (شرع) سے باہر نکلے ہوئے ہیں ۔
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَّجَدْتُّمُوْهُ یَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ بِهٖ ۔ (ترمذی - ابن ماجہ)	ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جس کو قوم لوط کا سا عمل کرتے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر ڈالو ۔
عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِیْ عَمَلُ قَوْمِ لُوْطٍ ۔ (ترمذی - ابن ماجہ)	حضرت جابرؓ سے روایت ہی کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی اُمت پر جتنا قوم لوط کے عمل سے اندیشہ کرتا ہوں اتنا کسی اَور چیز سے اندیشہ نہیں کرتا ۔
عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَلْعُوْنٌ مَّنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ ۔ (رزین)	ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہی کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قوم لوط جیسا کام کرے وہ ملعون ہی ۔
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ عَلِیًّا حَرَّقَهُمَا وَاَبَا بَکْرٍ	ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فاعل و مفعول دونوں کو جلادیا اور حضرت ابوبکرؓ نے

عربی	اردو
هَدَمَ عَلَيْهِمَا حَائِطًا ؞ (رزین)	دونوں پر دیوار ڈھا دی ؞
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلٰى رَجُلٍ اَتٰى رَجُلًا اَوِ امْرَاَةً فِىْ دُبُرِهَا ؞ (ترمذی)	ابن عباس رضؓ سے روایۃ ہو کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا اللہ عزوجل اُس شخص کو نظر بھر کر بھی تو نہیں دیکھے گا جو مرد کے پاس یا عورۃ کے پاس اُس کے پیچھے کی طرف سے آیا ہوگا ؞
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰى بَهِيْمَةً فَاقْتُلُوْهُ وَاقْتُلُوْهَا مَعَهٗ قِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا شَاْنُ الْبَهِيْمَةِ قَالَ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ ذٰلِكَ شَيْئًا وَلٰكِنْ اَرَاهُ كَرِهَ اَنْ يُّؤْكَلَ لَحْمُهَا اَوْ يُنْتَفَعَ وَقَدْ فُعِلَ بِهَا ذٰلِكَ ؞ (ترمذی۔ ابوداود۔ ابن ماجہ)	ابن عباس رضؓ سے روایۃ ہو کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چارپائے کے پاس آئے اُسے اور اُس کے ساتھ چارپائے دونوں کو قتل کردو حضرۃ ابن عباس سے کہا گیا کہ چارپائے کا کیا قصور ہو کہا میں نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے تو اس بارے میں کچھ سُنا نہیں لیکن میرا خیال ہو کہ پیغمبر صاحب نے اس بات کو ناپسند رکھا کہ اُس کا گوشت کھایا جائے یا اُس سے فائدہ اٹھایا جائے حالانکہ اُس کے ساتھ فعلِ مکروہ کیا گیا ہو ؞
قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَتِ الْمَرْاَةُ الْمَرْاَةَ فَهُمَا زَانِيَتَانِ ؞	آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورۃ عورۃ کے پاس آئے یعنی چپٹی بازی کرے تو دونوں زانیہ کے حکم میں ہیں ؞
وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاكِحُ الْيَدِ مَلْعُوْنٌ ؞	پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاتھ سے منی نکالنے والا ملعون ہو ؞

اتیان البہیمہ

سحق

استمنا بالید

نکاح

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا ۝ وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا ۝ (النساء ع پارہ ۴)

اور اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں (کے بارے) میں انصاف قائم نہ رکھ سکو گے تو اپنی مرضی کے مطابق دو دو اور تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کر لو لیکن اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ (کئی بیبیوں میں) برابری کے ساتھ برتاؤ نہ کر سکو گے تو (اس صورت میں) ایک ہی بی بی کرنا، یا جو (لونڈی) تمہارے قبضے میں ہو اسی پر قناعت کرنا، نامنصفانہ برتاؤ سے بچنے کے لیے یہ تدبیر زیادہ تر قرین مصلحت ہے اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی کے ساتھ دے ڈالو پھر اگر وہ خوش دلی کے ساتھ اس میں سے کچھ کو چھوڑ دیں تو اس کو رچا پچا (سمجھ کر مزے سے) کھاؤ (پیو)

وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ (النور ع ۴ پارہ ۱۸)

اور اپنی رانڈوں کے نکاح کر دو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں میں سے ان کے جو نیک بخت ہوں اگر یہ لوگ محتاج ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا اور اللہ گنجائش والا اور سب کے حال سے واقف ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ + (صحیحین)

عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جوانوں کے گروہ جس شخص کو تم میں سے عقد نکاح کا مقدور ہو اسے نکاح کرنا چاہیے کیونکہ اس سے آدمی کی نگاہ نیچی رہتی ہے اور پاکدامنی بھی محفوظ رہتی ہے اور جو نکاح کا مقدور نہ رکھے اسے روزے رکھنے ضرور ہیں کیونکہ روزے اس کے لیے قاطع شہوۃ ہیں +

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صاحب

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَۃٌ حَقٌّ عَلَی اللّٰہِ عَوْنُہُمْ اَلْمُکَاتَبُ الَّذِیْ یُرِیْدُ الْاَدَآءَ وَالنَّاکِحُ الَّذِیْ یُرِیْدُ الْعِفَافَ وَالْمُجَاھِدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ✣ (ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

نے فرمایا کہ تین شخصوں کی مدد کرنے کو خدانے اپنے فضل سے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے ایک مکاتب[لہ] جو رقم کتابۃ ادا کرنے کا ارادہ کرلیتا ہے دوسرا نکاح کرنے والا جو حفاظۃِ نفس کا قصد رکھتا ہے تیسرا مجاہد فی سبیل اللہ

عَنْ مَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ ✣ (ابوداؤد۔ نسائی)

معقل بن یسار سے روایۃ ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت دوست رکھنے والی اور بہت جننے والی عورۃ سے نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری کثرۃ سے اور امتوں

من المترجم روئے زمین پر تین قسم کی مخلوقات ہیں جن کو مَوالیدِ ثلٰثہ کہتے ہیں۔ جمادات پہاڑ پتھر وغیرہ جن میں بالیدگی نہیں اور از خود نقلِ مکان کی صلاحیت نہیں۔ نباتات روئیدگی یعنی درخت بافتنہا کہ ان میں از خود نقلِ مکان کی تو صلاحیت نہیں مگر بالیدگی ہے۔ حیوانات جاندار جن میں کا ایک فرد آدمی بھی ہے کہ اس قسم کی مخلوقات اپنے ارادے سے نقلِ مکان پر بھی قادر ہیں اور ان میں بالیدگی بھی ہے۔ تمام موالید میں کسی نہ کسی طرح کا تغیر ہوتا رہتا ہے اور اسی تغیر سے اَلْعَالَمُ مُتَغَیِّرٌ کا کلیہ استنباط کیا گیا ہے۔ پہاڑوں کو کہتے ہیں کہ دُھل دُھل کر ریت اور ریت مٹی ہو جاتا ہے۔ مٹی جمتے جمتے زمانہ دراز میں پتھر بن جاتی ہے۔ پانی گرمی پاکر بھاپ بنتا۔ بھاپ سردی پاکر برستی۔ یہ تغیرات تو خیر صاف طور پر محسوس نہیں ہوتے مگر نباتات اور حیوانات کا تغیر تو روزمرّہ کا واقعہ ہے کہ برابر فنا ہوتے اور ان ہی کے ہم جنس ان کی جگہ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ جو چیز موالیدِ ثلٰثہ میں مشترک ہے اُسے مادّہ کہتے ہیں۔ مادّہ کی نسبۃ خیال ہے کہ شکلیں بدلا کرتا مگر فنا نہیں ہوتا ہے۔ موالید میں جنس نباتات اور جنسِ حیوانات کی بقا کے لیے خدا نے نباتات اور حیوانات میں اپنا قائم مقام پیدا کرنے کی صلاحیۃ دی ہے تو اس صلاحیۃ کو قائم رکھنا اور ضائع نہ ہونے دینا دوسرے لفظوں میں خدا کے منشا کو پورا کرنا ہے۔ اور اسی رُو سے حق اللہ ہوا۔ مگر اس میں حق النفس ہونے کی شان غالب ہے اس لیے کہ اعضاے بدن کی حفاظۃ حق النفس ہے تو اس صلاحیۃ کی حفاظۃ بدرجۂ اولےٰ کہ یہ تمہید ہے بقاے نسل کی۔ جیسا درخت کے لیے بیج ویسا ہی حیوانات کے لیے نطفہ۔ بیج میں صلاحیۃ ہے اسی قسم کا درخت بننے کی ہے جس کا بیج ہے۔ نطفے میں اسی قسم کا جاندار بننے کی جس کا نطفہ ہے۔ شاید کسی کو یہ سُن کر تعجب ہو کہ عرب میں اصیل گھوڑوں اور اونٹوں کے نطفے گھوڑیوں اور اونٹنیوں کے پیٹ سے چُرائے جاتے ہیں۔ اِسقاطِ حمل کو گناہ اور جُرم قرار دینا بھی نطفے کی حفاظۃ کے لیے ہے کیونکہ جنین بھی نطفہ ہی ہے

لہ مکاتب وہ لونڈی غلام جس کے مالک نے شرط کرلی ہو کہ اتنی رقم کما کر دے دیں تو آزاد۔

ترقی یافتہ۔ پس آدمی کے نطفے کی حفاظۃ حقیقۃً میں اُس چیز کی حفاظۃ ہی جو آگے کو آدمی بننے والی ہی اور اِس اعتبار سے ایک طرح کا حق العباد ہی۔ مگر ہم نے اس کو حقِ نفس سمجھا کہ لوگ مغلوبِ شہوۃ ہو کر اکثر ایسے طریقوں سے نطفے کو ضائع کرتے ہیں جو خود اُن کی اپنی تندرستی پر بھی بُرا اثر کرتے ہیں۔ نطفے کی حفاظۃ کا متعیّن طریقہ ہی نکاحِ متعارف۔ لیکن مسلمانوں کے ایک معتدبہ گروہ نے نکاحِ موقّت یعنی متعے کو بھی نکاح ہی سمجھا ہی۔ ہم کو اُن کی یہ رائے تسلیم نہیں۔ اور ہم متعے کو بھی نطفے کی اضاعۃ ہی سمجھتے ہیں اس لیے کہ بچّہ سنِّ طفولیّت تک محتاجِ تربیت رہتا ہی اور تربیت فی اغلب الاحوال کام ہی بچّے کی ماں کا جس نے اُس کو جنا۔ پس نکاحِ موقّت کی صورۃ میں اگر زوجین میں مفارقت ہو گئی اور بچّہ ابھی محتاجِ تربیت ہی تو بچّے کی مٹی ضرور خوار ہو گی۔ باپ اور ماں دونوں میں سے ایک بھی اُس کی کماحقّہٗ پرداخت نہیں کرے گا۔ اور یہ اضاعۃ نطفے سے بھی بڑھ کر ہی۔

ماکولات

جو آدمی کے حق میں از روے طبّ مضر ہیں

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ

(المائدہ ع ا پارہ ۶)

(مسلمانو!) مَرا ہوا (جانور) اور لُہو ف۱ اور سُور کا گوشت اور جو (جانور) خدا کے سوا کسی اَور کے نام ذبح کیا گیا ہو ف۲ اور جو گلا گھٹنے سے مر گیا ہو اور جو چوٹ سے مرا ہو اور جو اوپر سے گر کر مرا ہو اور جو (کسی جانور کا) سینگ لگ کر مرا ہو یہ سب چیزیں تم پر حرام کر دی گئیں اور (نیز وہ جانور) جس کو درندوں نے (پھاڑ کر) کھایا ہو مگر جس کے مرنے سے پہلے تم اُس کو حلال کر لو (تو وہ حرام نہیں) اور (نیز) جو کسی تھان پر چڑھا کر ذبح کیا گیا ہو ف۳ اور یہ بھی منع ہی کہ (سانجھے کے جانور کا گوشت جوئے کے طور پر) تیروں کے پاسوں سے آپس میں تقسیم کرو ف۴

ف۱ یہاں تو مطلق لُہو فرمایا ہی اور آگے کی آیۃ میں بہتا ہوا لُہو۔ اور حدیث شریف میں بہنے کی قید سے کلیجی اور تلّی کا کھانا فقہا نے جائز قرار دیا ہی ۱۲

ف۲ اگرچہ سلسلۂ کلام کے لحاظ سے ہم نے مااُہل کا ترجمہ اُس کی ایک فرد یعنی جانور سے کیا ہی مگر الفاظِ قرآنی عام ہیں۔ حکمِ حرمت میں اُس کے سب افراد داخل ہیں یعنی کل نذر و نیاز جو خدا کے سوا دوسرے کے نام سے کی جاتے حرام ہی واللہ اعلم ۱۲

ف۳ تھان سے مراد وہ مقامات ہیں جن کو لوگ متبرک سمجھ کر خدا کے سوا دوسروں کی نذر و نیاز چڑھاتے ہیں جیسے دیوی یا دیوتاؤں کے تھان یا طاق یا مٹی کا ڈھیر یا درخت یا قبر یا اسی طرح کی کوئی دوسری جگہ ۱۲

ف۴ عرب کے لوگ پاسوں کی جگہ کچھ تیر بنا رکھتے اور اُن سے طرح طرح پر جُوا کھیلتے۔ مثلاً اونٹ ذبح کیا اور اُن ہی تیروں سے گوشت کی بانٹ چونٹ کی یا ڈریس کو جانے والے ہیں اور نجومیوں کی طرح اُن ہی تیروں سے فال دیکھی غرض جوئے کو کسی طرح کا ہو اور کسی غرض سے ہو مطلقاً حرام کر دیا پانسے ڈال کر فال کا دیکھنا بھی ایک طرح کا جوا ہی۔ الفاظِ قرآن سب کو شامل ہیں ہم نے ترجمے میں محض تسلسلِ سخن کے لحاظ سے ایک خاص بات یعنی گوشت کی تقسیم اختیار کی ہی۔ تو اس قسم کے ذبیحے کا گوشت اصل میں حرام نہیں۔ بلکہ یہ فعل یعنی بالازلام حرام ہی کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا جوا ہی ۱۲

متن	ترجمہ
قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْمَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ (انعام ع ۱۸ پارہ ۸)	(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ کوئی کھانے والا (ان چیزوں میں سے جن کو تم حرام کہتے ہو) کچھ کھائے تو میری طرف جو وحی آئی ہے اُس میں تو میں اُس پر کوئی چیز حرام پاتا نہیں مگر یہ کہ وہ چیز مردار ہو یا بہتا ہوا خون یا سور کا گوشت کہ یہ چیزیں بے شک ناپاک ہیں یا (وہ جانور) موجب نافرمانی ہو کہ خدا کے سوا کسی دوسرے کے لیے (ذبح اور) نامزد کیا گیا ہو۔
عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ ذِیْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ فَاَكْلُهٗ حَرَامٌ۔ (مسلم)	ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ درندوں میں سے ہر کچلی والے جانور کا کھانا حرام ہے[۱]۔
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ كُلِّ ذِیْ مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّیْرِ۔ (مسلم)	ابن عباس رض کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پرندوں میں سے ہر پنجے والے[۲] جانور کے کھانے سے مناہی کی۔
عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ قَالَ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لُحُوْمَ الْحُمُرِ الْاَهْلِیَّةِ۔ (صحیحین)	ابو ثعلبہ رض سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھوں کے گوشت کو حرام ٹھیرایا ہے۔
عَنْ جَابِرٍ قَالَ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْنِیْ یَوْمَ خَیْبَرَ الْحُمُرَ الْاِنْسِیَّةَ وَلُحُوْمَ الْبِغَالِ۔ (ترمذی)	حضرت جابر رض کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے روز گھریلو گدھوں اور خچروں کے گوشت کو حرام ٹھیرایا۔

[۱] کچلی والے درندے سے مراد ہے وہ جو کچلیوں سے گوشت کے نوچنے میں پنجے کا کام لے جیسے شیر چیتا بھیڑیا وغیرہ ۱۲

[۲] مراد ہیں شکاری پرندے جیسے باز۔ شکرا۔ بہری وغیرہ ۱۲

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ اَکْلِ الْھِرَّۃِ وَاَکْلِ ثَمَنِھَا ٭ (ترمذی)	جابرؓ سے روایت ہی کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بلی کے گوشت اور اُسے بیچ کر اُس کی قیمت کھانے (میں صرف کرنے) سے منع فرمایا ہی ف
عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اَکْلِ الْجَلَّالَۃِ وَاَلْبَانِھَا ٭ (ترمذی)	ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے پلید خوار جانور کے گوشت اور اُس کے دودھ سے منع فرمایا ہی ٭

من المترجم - جن چیزوں کا کھانا پینا حرام ہی اُن کا تھوڑا بیان حصہ اول کے باب سوم عُنوانِ طہارۃ" میں بھی لکھا جا چکا ہی مگر جتنا بھی لکھا جا چکا ہی وہ نجاستہ کی حیثیت سے لکھا جا چُکا ہی۔ اب ہم نے حرام ماکولات و مشروبات کو باب حق نفس میں تفصیل کے ساتھ اُن کے حرام ہونے کی حیثیت سے لیا ہی۔ ماکولات و مشروبات کا حرام ہونا تین وجہ سے ہوتا ہی۔ اوّل اِس وجہ سے کہ اُن چیزوں کا کھانا پینا آدمی کے لیے مضر ہی ازروے طبّ۔ دوسرے طبع لطیف اُن سے کراہۃ و نفرۃ کرتی ہی۔ تیسرے حرمۃ مذہبی۔ چنانچہ ہم اس تقسیم کو تین جداگانہ نقشوں میں دکھاتے ہیں ٭

کھانے کی وہ چیزیں جن کا کھانا ازروے طب آدمی کے لیے مضر ہے

نمبر شمار	کھانے کی چیز	کیفیت
۱	میتہ	اِس میں منخنقہ - موقوذہ - متردیہ - نطیحہ - پس خوردہ درندہ سب داخل ہیں۔ منخنقہ وہ جانور جو گلا گھُٹنے سے مرا ہو۔ موقوذہ جو لاٹھی وغیرہ کی چوٹ سے مرا ہو۔ متردیہ جو اوپر سے گر کر مرا ہو۔ نطیحہ جو ٹکر لڑ کر مرا ہو۔ پس خوردہ درندہ وہ جس کو کسی درندہ جانور نے پھاڑ کھایا ہو کچھ کھایا کچھ چھوڑ دیا جو چھوڑا وہ بھی میتہ میں داخل ہی اور اُس کا کھانا حرام۔ غرض سواے اُس جانور کے جو اسلامی شریعت کے مطابق ذبح کیا گیا ہو باقی سب طرح کے مرے ہوئے جانور میتہ یعنی مُردار اور حرام ہیں ۱۲
۲	کچلی والے درندے	
۳	پنجے والے پرند	
۴	گھریلو گدھے	
۵	خچر	
۶	بلّی	
۷	کُتّا	
۸	چیونٹی	
۹	شہد کی مکھی	

ف مطلب یہ معلوم ہوتا ہی کہ بلّی کا گوشت نہ آپ کھائے نہ کسی کو کھانے کے لیے بقیمت دے ۱۲

نمبر شمار		کھانے کی وہ چیزیں جن کا کھانا از روے طب آدمی کے لیے مضر ہے				
۱۰	چیل	۱۴	خانگی چوہا	۱۸	بندر	
۱۱	چمگادڑ	۱۵	لومڑی			
۱۲	سور کا گوشت	۱۶	نیولا			
۱۳	جنگلی چوہا	۱۷	ہاتھی			

یہ چیزیں شارع نے اِس وجہ سے حرام کی ہیں کہ اِن کا گوشت آدمی کے لیے مضر ہے۔ اب ہر ایک کے واسطے وجہِ ضرر پوچھنا چاہو تو یہ مسئلہ طبّی ہے۔ اِن کا ضرر ایسا عاجل نہیں ہے جیسے زہر کا۔ اِس واسطے کہ بہت سی قومیں اِن کے گوشت کھاتی ہیں۔ مثلاً ایک مُنخنقہ گردن مروڑا جانور ہے کہ انگریز اس کو حلال طیّب سمجھ کر کھاتے ہیں۔ حالانکہ اِن کی تحقیقاتِ طبّی بھی حدِ غایۃ کو پہنچ گئی ہے۔ اور زندگی بھی اِن کو سب سے زیادہ عزیز ہے۔ یا جیسے سور کہ ہندوستان میں تو نہیں۔ اِن کی ولایۃ میں بڑے اہتمام سے سُور پالے اور کھائے جاتے ہیں۔ میتۃ کے بارے میں ایک بات ہمارے خیال میں آتی ہے کہ حیوانات کے جسم میں ہمہ وقت فساد اور بگاڑ کا مادّہ موجود ہے۔ زندگی کو خدا نے یہ اثر بخشا ہے کہ سانس کی آمد و شد فساد اور بگاڑ کو ظاہر نہیں ہونے دیتی۔ ؎ ہر نفسے کہ فرو می رود ممدِّ حیاۃ ست و چوں بر می آید مفرّحِ ذات۔ جان کے نکلتے ہی جانور کی لاش بگڑنے لگتی ہے۔ پس ممکن نہیں کہ مُردہ جانور کے فاسد گوشت کا کھانا آدمی کو نقصان نہ کرے گو نقصان عاجلاً محسوس نہ ہوتا ہو۔ اِس سے زیادہ تفصیل ہمارے بس کی نہیں۔ اِس لیے کہ ہم کو طب سے کچھ بھی مناسبۃ نہیں۔ مُردہ جانور کی نسبۃ تو خیر اتنی بات سمجھ میں بھی آتی ہے۔ دوسرے محرمات کے بارے میں حکم شارع کے علاوہ ذہن کسی طرف کو منتقل نہیں ہوتا۔ اور جب ہم نے احکامِ شریعۃِ اسلامی میں اِس قاعدے کو ہر جگہ چلتا ہوا دیکھا کہ اوامر و نواہی ہمارے ہی فائدے کے لیے ہیں تو جہاں کہیں ہماری عقل اِس مصلحۃ کو معلوم نہ کر سکے تو ہم کو مجرّد اتنی بات سے کہ خدا رسول نے ایک چیز کے ترک کرنے کو فرمایا ہے یقین کر لینا چاہیئے کہ ضرور خلافِ حکم کا ارتکاب ہمارے حق میں مضر ہے ؎ نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن ٭ کہ جاہا سپر باید انداختن ٭ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ سر دست تو نہیں۔ ممکن ہے کہ آیندہ محرمات میں سے ہر ایک کا ضرر دریافت ہو جائے اور ایسا ہوا ہے ٭

کھانے کی وہ چیزیں جن سے طبیعت گھن کرتی ہے

نام	کیفیت
خبائث مثلاً کیڑے مکوڑے سانپ بچھو وغیرہ	اِن چیزوں کی کوئی تفصیل کتابوں میں منضبط نہیں اور ہو بھی نہیں سکتی۔ خُبث کا ہونا بھی ایک امرِ اضافی ہے۔ بعض طبائع ایک چیز سے گھن کرتی ہیں۔ دوسری نہیں کرتیں۔ کنجر سانپ کھا جاتے ہیں۔ مَیں ایک زمانے میں کانپور کے ضلع میں بلہور کا تحصیل دار تھا

صاحب ضلع کے حکم سے ایک سڑک بنائی جاتی تھی میں اُس کی نگرانی کے لیے کسی کسی وقت جاتا رہتا تھا۔ ایک دن اتفاق سے مزدوروں کی بے خبری میں جا پونچا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ سب کے سب بیٹھے تاپ رہے ہیں حالانکہ دن گرمی کے تھے۔ مجکو تعجب ہوا اور سمجھا کہ حقّے کے لیے آگ سلگا رہے ہوں گے۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ گھاس کے ایک جھنڈ کی جڑ میں مکوڑوں کا بِل ہے۔ اِن لوگوں نے گھاس کا ایک کو بنچا جلا کر بِل کے سرے پر رکھ چھوڑا ہے۔ بے چارے مکوڑے دھوئیں اور گرمی کی وجہ سے بے قرار ہو کر باہر نکلتے اور بھنتے چلے جاتے ہیں۔ ایک شخص نے جلے ہوئے مکوڑوں کو راکھ سے صاف کرکے انگوچھے پر جمع کر رکھا ہے۔ اُس کے قریب انگوچھے پر تھوڑا نمک رکھا ہے اور لال مرچ کی بکنی یعنی سفوف اور تھوڑا ستّو۔ جس کے جی میں آتا ہے۔ اُس نے ایک چٹکی ستّو کی لے کر ہتیلی پر رکھی اُس پر نمک کی کنکری اُس پر مرچوں کا سفوف اُس پر جلے ہوئے مکوڑے۔ اور اس مجموعے کو بے تأمّل مزے لے کر پھانکتا جاتا ہے جب طبائع کی نفاست میں اس قدر اختلاف ہو تو معتدل المزاج آدمی کی طبیعۃ کو حکم بنانا ہوگا یعنی وہ چیز حرام سمجھی جائے گی جس کو معتدل المزاج نفیس الطبع آدمی مکروہ سمجھے اور اُس کے کھانے سے گھِن کرے۔ اعلیٰ درجے کی نفاست تو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم میں تھی کہ وہ کلیجی تک نہیں کھاتے تھے اِس لیے کہ خونِ منجمد سے مشتبہ ہے اور نہ گُردے۔ اِس لیے کہ پیشاب گُردوں کی راہ ہو کر آتا ہے۔ ایک مرتبہ سفر میں صحابہؓ نے ایک بڑے گوہ کا جس کو عربی میں ضبّ اور فارسی میں سوسمار کہتے ہیں شکار کیا اور اُس کو بھون بنا کر کھانے بیٹھے۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی کھانے میں شریک تھے۔ گوہ کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اور فرمایا کہ میری طبیعۃ تو کراہت کرتی ہے اور میں نہیں کھاتا جس کو گھِن نہ آتی ہو وہ کھائے ؞

خباثث کے متعلق دو باتیں قابلِ ذکر ہیں۔ ایک یہ کہ ۱۸۵۷ء کے غدر سے پہلے دہلی میں کہیں ایسے شگوفے اکثر اُٹھتے رہتے ہیں۔ مولویوں نے اُلّو کے بارے میں اختلاف کیا۔ کسی نے کسی فقہ کی کتاب میں اَلْبُوْمُ یُؤْکَلُ دیکھ پایا۔ شہرۃ پسند مولوی تو ایسی باتوں کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں کسی ضرورۃ سے نہیں بلکہ صرف شہرۃ کی غرض سے جواز کا فتوےٰ مشتہر کر دیا۔ بات عوام کے مُونہہ میں پڑی تو ایک شورش ہو گئی۔ اور شاعروں نے نظمیں لکھ ڈالیں۔ یہاں تک کہ سُنا گیا ہے کہ بہادر شاہ نے بھی ایک مخمّس کہا جو مدتوں تک بازاری لڑکوں کی زبان پر تھا مخمّس کا ترجیع بند تھا۔ "اُلّو ہی وہ جو کہتا ہے اُلّو حلال ہے"۔ ایک شخص نے نہیں معلوم مزاحًا مجھ سے کہا کہ تمھارے نزدیک اُلّو کا کیا حکم ہے۔ اگرچہ بات بہت پُرانی ہے مگر مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے یہ جواب دیا تھا کہ خدا نے مسلمانوں پر دائرۂ رزق تنگ نہیں کیا۔ اور نہ اُلّو کا کھانا شرطِ اسلام ہے مشتبہات

میں پڑکر اسلام کی ہنسی کرانا کیا مناسب ہے۔ دوسری بات اب حال کی ہے کہ ایک مولوی صاحب نے کوّے کو حلال بنا دیا۔ بہادر شاہ کا سا مخمّس تو سُننے میں نہیں آیا مگر ہاں کفر کے فتوے تو دیکھے ایسی باتوں کے سُننے سے مسلمانوں کی مذہبی حالت پر سخت افسوس ہوتا ہے۔ اور بلادِ ہند میں سے خاص کر دہلی میں یہ فساد حد سے زیادہ ہے۔ مولوی اگر نماز روزے کی سیدھی سیدھی تعلیم کریں تو ان کو پوچھے ہی کون۔ اور وہ سیدالطائفہ کیسے مانے جائیں "مسلمانان در گور۔ مسلمانی در کتاب"۔

وہ ماکولات جن میں حرمت مذہبی ہے

مَآ اُہِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ

اس قسم کی کھانے کی چیزوں میں نہ تو کوئی مضرّت طبّی ہے اور نہ طبعِ لطیف ان سے کراہت کرتی ہے۔ مگر ان کی ممانعت مبنی ہے مصلحتِ مذہبی پر جیسے ما اھل لغیر اللہ بہ یعنی وہ جانور جو خدا کے علاوہ نذر و نیاز کے طور پر کسی ولی یا پیغمبر کے نام ذبح کیا جائے۔ خدا کے سوا کسی کی نذر و نیاز نہیں اور ایسی نیاز متوہم شرک ہے۔ اس لیے ایسے ذبیحے کو شارع نے حرام کر دیا ہے۔

فائدہ۔ جانوروں کی حلت و حرمت کے متعلق مذہبِ حنفیہ میں ایسے قواعد کلیہ نہیں ملتے جو تمام حیوانات کو جامع ہوں۔ لہٰذا ہم نے حرام جانوروں کے متعلق چند قاعدے بنا لیے ہیں جو کتبِ فقہیہ سے مستنبط ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں

(۱) جن جانوروں کی حرمت قرآن و حدیث سے ثابت ہوتی ہے مثلاً سور۔ پالتو گدھا بے شبہ حرام ہیں۔

(۲) جن جانوروں میں خون بالکل نہیں حرام ہیں۔ جیسے مکھی۔ بھڑ۔ بھونرہ۔ جونک۔ جوں۔ جھینگر۔ مکڑی۔ بچھو۔ چھچھڑی۔ چیونٹی۔ جگنو۔ بیر بہوٹی۔ دیمک۔ کنسلائی وغیرہ۔ مگر ٹڈی حلال ہے۔

(۳) جن جانوروں میں خون تو ہے مگر بہتا ہوا نہیں ہے حرام ہیں جیسے سانپ۔ چھپکلی۔ گرگٹ وغیرہ۔

(۴) حشرات الارض یعنی جو زمین کے اندر رہتے ہیں۔ حرام ہیں جیسے چوہا۔ چھچھوندر۔ گھوس۔ نیولا وغیرہ مگر خرگوش حلال ہے۔

(۵) جو جانور دریا میں پیدا ہوتے اور وہیں زندگی بسر کرتے ہیں حرام ہیں جیسے مینڈک۔ کیکڑا۔ کچھوا وغیرہ۔ مگر مچھلی کہ وہ زندہ مردہ دونوں طرح کی حلال ہے۔

پس جس جانور پر قواعد مذکورہ میں سے کوئی قاعدہ صادق ہو اُسے حرام سمجھو۔

مشروبات
(جو آدمی کے حق میں مضر ہیں)

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ

مسلمانو! شراب اور جوا

حدیث	ترجمہ
وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (المائدہ ع ۱۲ پارہ ۷)	اور بُت اور پانسے (اِن میں کا ہر ایک کام) تو بس ناپاک شیطانی کام ہے تو اُس سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔
عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَّكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ ۔ (مسلم)	ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشیلی چیز شراب ہے اور ہر نشیلی چیز حرام ہے۔
عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَلَمَّا عَلِمْتُ قُدُوْمَهٗ تَحَيَّنْتُ وُصُوْلَهٗ بِنَبِيْذٍ صَنَعْتُهٗ فِیْ دُبَّاءٍ اَتَيْتُهٗ بِهٖ فَاِذَا هُوَ يَنِشُّ وَيَغْلِیْ فَقَالَ اضْرِبْ بِهِ الْحَائِطَ فَاِنَّ هٰذَا شَرَابُ مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۔ (نسائی)	حضرۃ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے میں نے جب آپ کے آنے کی خبر سنی تو ارادہ کیا کہ تھوڑا سا شیرہ جسے میں نے کدو کے تونبے میں رکھ چھوڑا تھا پیغمبر صاحب کے پاس لے کر پونہچوں چنانچہ میں وہ شیرہ لے کر آپ کے پاس حاضر ہوا اور اُس میں جوش و غلیان اُٹھ رہا تھا پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ ابوہریرہ اِسے دیوار پر دے مارو کیونکہ اِسے وہ لوگ پیتے ہیں جو خدا اور روزِ آخرۃ پر ایمان نہیں رکھتے۔
عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَالْكُوْبَةِ وَالْغُبَيْرَاءِ وَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ ۔ (ترمذی)	عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے شراب اور جوئے اور شطرنج[۵۱] اور اَپ ارزن[۵۲] سے منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ ہر نشیلی چیز حرام ہے۔

[۵۱] صاحبِ قاموس کہتے ہیں کہ کوبہ کہتے ہیں چوسر اور شطرنج اور بربط اور چھوٹے ڈھول کو اور یہ سب منہیات ہیں مگر امام شافعیؒ سے شطرنج کی اباحۃ ثابت ہے ہار جیت کے لیے نہیں بلکہ جودتِ ذہن کے واسطے ۱۲ [۵۲] ارزن ہندی میں کہتے ہیں چینے یا کودوں کو۔ اس میں ایک طرح کا نشہ

حرام مشروبات

نمبر شمار	نام	کیفیت
۱	خمر یعنی شراب	شراب کی حرمت اور نجاستہ کی وجہ صرف نشہ ہے۔ ورنہ جن چیزوں سے شراب بنائی جاتی ہے مثلاً جَو یا انگور یا کیکر کی چھال یا اسی قسم کی دوسری چیزیں وہ اصل میں نجس اور حرام نہیں ہیں۔ پھر شراب کے نجس العین کہنے کی یہ وجہ ہے کہ شارع اسلام کو شراب نوشی کا کلی انسداد منظور تھا۔ شراب کے علاوہ اور بھی بہت چیزیں نشہ آور ہیں مگر ہم اُن کو نجس العین نہیں کہہ سکتے۔ ہاں نشے کی وجہ سے بے تامل اُن کی حرمت کا حکم دیتے ہیں۔
۲	تاڑی	تاڑی کی بہت سی باتیں شراب سے ملتی جلتی ہیں۔ بر قیاس شراب ہم تاڑی کو بھی نجس العین سمجھتے ہیں اور تاڑی بھی ہمارے نزدیک ایک قسم کی شراب ہے۔
۳	بھنگ	بھنگ نجس العین نہیں مگر نشے کی وجہ سے حرام ہے۔
۴	نبیذ (جس میں نشہ ہو)	نبیذ ایک قسم کا شیرہ ہے جو پانی میں کھجوریں یا خشک انگور یعنی منقّی وغیرہ ڈال کر بنایا جاتا اور اتنی دیر تک چھوڑ دیا جاتا ہے کہ اُس میں ایک قسم کی تیزی اور تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ یہاں تک تو اِس کا پینا درست ہے مگر جب حدِ نشہ
۵	آبِ ارزن	ارزن کہتے ہیں کودوں کو۔ یہ ایک قسم کا مبتذل اناج ہے۔ جس سے شراب بنائی جاتی ہے اور اُس پر نشہ پیدا ہو جاتا ہے۔
۶	افیون کا گھولوا	
۷	مدک	یہ بھی افیون سے بنتا ہے۔

من المترجم۔ فقہا نے محرّمات کی دو قسمیں کی ہیں۔ حرام لعینہ اور حرام لغیرہ۔ حرام لعینہ وہ جو اپنی ذات سے حرام ہے جیسے تمام حرام ماکولات۔ اور حرام لغیرہ وہ جو اپنی ذات سے حرام نہیں بلکہ کسی وجہ سے حرام ہے اور وجہ بھی زوال پذیر جیسے شراب کہ اس کی حرمت نشے کی وجہ سے ہے۔ نمک ڈالنے سے یا بار بار دھوپ چھاؤں میں رکھنے سے نشہ سلب کر لیا جائے تو سرکہ بن جاتا ہے۔ نفیس طیب۔ عبداللہ بن عمرو کی حدیث میں جو اوپر مذکور ہوئی کودوں کی شراب بھی ہے۔ اُن وقتوں میں کودوں سے شراب بنائی جاتی ہو گی۔ ہمارے وقتوں میں تو بیسیوں قسم کی شرابیں نکل پڑی ہیں اور اُن کے عجیب عجیب انگریزی نام ہیں۔ سبھی سے مسلمان کو احتراز کرنا چاہیئے۔ حیلہ کیا جاتا ہے کہ بعض شرابیں مسکر تو ہیں مگر تھوڑی مقدار میں اُن کے پی لینے سے نشہ نہیں ہوتا۔ ہمارے نزدیک شراب میں سُکر کا ہونا بس کرتا ہے۔ عاجل ہو یا نہ ہو اور شراب اپنی ذات سے باعتبارِ نشہ قوی ہو یا ضعیف۔ ورنہ لوگ تھوڑی معمولی شراب کو جائز سمجھ لیں گے اور ایسا ہو رہا ہے۔

تعلیم

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ

(آل عمران ع ۸ پارہ ۳)

کسی انسان کو تو (یہ بات) شایاں ہی نہیں کہ خدا اُس کو (اپنی کتاب اور عقل سلیم اور پیغمبری عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے لگے کہنے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بنو بلکہ (وہ تو یہی کہے گا کہ) خدا پرست ہو کر رہو اس لیے کہ تم لوگ (دوسروں کو) کتاب (الٰہی) پڑھاتے رہے ہو اور اس لیے کہ تم (خود بھی) پڑھتے رہے ہو اور وہ تم سے (کبھی بھی) نہیں کہے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا مانو۔ بھلا (کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ) تم تو اسلام لاچکے ہو اور وہ اس کے بعد تمھیں کفر کرنے کو کہے ف

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۝ (التوبہ ع ۱۵ پارہ ۱۱)

اور (یہ بھی) مناسب نہیں کہ مسلمان سب کے سب (اپنے اپنے گھروں سے) نکل کھڑے ہوں (اور مدینے میں آ بسیں) ایسا کیوں نہ کیا کہ اُن کی ہر ایک جماعت میں سے کچھ لوگ (اپنے گھروں سے) نکلے ہوتے کہ (مدینے آکر) دین کی سمجھ پیدا کرتے اور جب (سیکھ سمجھ کر) اپنی قوم میں واپس جاتے تو اُن کو (نافرمانی خدا سے) ڈراتے تاکہ وہ لوگ (بھی بُرے کاموں سے) بچیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلنَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ خِيَارُهُمْ

حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کانیں ہیں جیسے سونے روپے کی کانیں یعنی جس طرح کانیں مختلف الاستعداد و القابلیۃ ہوتی ہیں کہ کسی میں لعل و یاقوت کسی میں سونے روپے کسی میں چونے مٹی کی استعداد ہوتی ہے اسی طرح آدمی بھی مکارمِ اخلاق میں متفاوت

ف یہودی بہبودی پیغمبر صاحب پر یہ تہمت لگاتے تھے کہ یہ شخص اگرچہ خدا کی طرف بلاتا ہے مگر اس کی اصلی غرض یہ ہے کہ لوگوں سے اپنی پرستش کرائے ورنہ ہم تو اس کے آنے سے پہلے بھی خدا کی پرستش کرتے چلے آئے ہیں۔ اس آیۃ میں اس تہمت کو اچھی طرح دفع کیا گیا ہے۔

فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خِیَارُھُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِھُوْا ۔ (مسلم)	وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ دین میں سمجھ پیدا کریں ف
عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَسَلَّطَہٗ عَلٰی ھَلَکَتِہٖ فِی الْحَقِّ وَرَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ الْحِکْمَۃَ فَھُوَ یَقْضِیْ بِھَا وَیُعَلِّمُھَا ۔ (صحیحین)	حضرۃ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد[1] نہیں مگر دو شخصوں میں (یعنی حسد جائز ہوتا تو ان دو شخصوں کے حق میں جائز ہوتا) ایک تو وہ شخص جسے خدا نے مال عطا کیا اور پھر اُسے مصرفِ خیر میں صرف کرنے پر قدرۃ بھی دی دوسرا وہ شخص جسے خدا نے حکمۃ یعنی علم و دانش عنایت فرمائی تو وہ خود بھی اُس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور اَور لوگوں کو بھی سکھاتا ہے ۔
عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّوَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَیْرِ اَھْلِہٖ کَمُقَلِّدِ الْخَنَازِیْرِ الْجَوْھَرَ وَاللُّؤْلُؤَ وَالذَّھَبَ (ابن ماجہ)	حضرۃ انسؓ سے روایۃ ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر طلب علم فرض ہے[2] اور ایسے شخص کو علم سکھانے والا جو اُس کا اہل نہیں ہے سوروں کی گردن میں گوہر مروارید اور سونے کے لٹکانے والے کی مانند ہے ۔
عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَالْقُرْاٰنَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ فَاِنِّیْ مَقْبُوْضٌ (ترمذی)	حضرۃ ابوہریرہؓ سے روایۃ ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! قرآن اور فرائض یعنی وہ احکام جو فرض اور لازم العمل ہیں خود بھی سیکھو اور اَور لوگوں کو بھی سکھاؤ کیونکہ میں دنیا سے اُٹھ جانے والا ہوں ۔
عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَ	ابن مسعودرضؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ علم سیکھو اور

ف مطلب یہ ہے کہ وضعداری شرافۃ وقار بھلمنساہت خاندانی صفات ہیں متوارث جو بزرگوں سے اُن کی نسلوں میں منتقل ہوتی چلی آتی ہیں ایک تو مسلم اسلام لانے سے پہلے ان اوصاف کے اعتبار سے جس رنگ میں تھا اسلام لانے پر بھی وہی رنگ باقی رہتا ہے ۱۲

[1] بعض علما کہتے ہیں کہ یہاں حسد سے مراد ہے غبطہ یعنی اس بات کی آرزو کرنا کہ جو اَور لوگ دیئے گئے ہیں میں بھی دیا جاؤں اور حسد کہتے ہیں زوال نعمۃ غیر کی تمنا کرنے کو اور یہ شرعًا ناجائز ہے مگر مفسدوں اور ظالموں کے حق میں نہیں ۱۲ [2] دوسری روایۃ میں وَمُسْلِمَۃٍ کا لفظ بھی آیا ہے یعنی مسلمان مرد و عورت دونوں پر فرض ہے ۱۲

عَلِّمُوْهُ النَّاسَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْهَا النَّاسَ تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ وَعَلِّمُوْهُ النَّاسَ فَاِنِّیْ امْرُؤٌ مَّقْبُوْضٌ وَّالْعِلْمُ سَيَنْقَبِضُ حَتّٰى يَخْتَلِفَ اثْنَانِ فِیْ فَرِيْضَةٍ لَّا يَجِدَانِ اَحَدًا يَّفْصِلُ بَيْنَهُمَا ٭ (دارمی - دارقطنی)	لوگوں کو سکھاؤ احکامِ فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ قرآن سیکھو اور اوروں کو سکھاؤ کیونکہ میں دنیا سے اُٹھ جانے والا ہوں اور علم بھی عنقریب اُٹھ جانے والا اور یہاں تک گم ہو جانے والا ہو کہ دو شخص سنن و نوافل میں بھی نہیں بلکہ فرائض میں اختلاف کریں گے اور کسی ایسے شخص کو نہ پائیں گے جو اُن کے اختلاف کو مٹادے اور صاف فیصلہ کر دے ٭
عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَةُ الْحِكْمَةِ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا ٭ (ترمذی)	حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہو کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم و دانش کی بات دانشمند کی گم شدہ چیز ہو تو وہ اُس بات کو جہاں پائے اُس کے لینے کا وہی زیادہ مستحق ہو [1] ٭

من المترجم۔ تعلیم کے لفظ سے عموماً لکھنا پڑھنا سمجھا جاتا ہو۔ مگر ہم نے تعلیم کو اُس کے وسیع تر معنوں میں لیا ہو۔ تعلیم کے لغوی معنی ہیں سکھانا۔ چاہے لکھنے پڑھنے کے ذریعے سے ہو یا کسی اَور طرح۔ دنیا میں لکھنے پڑھنے کے علاوہ آدمی بہت کچھ آنکھ اور کان کے ذریعے سے بھی سیکھتا ہو کہ جیسا دوسروں کو کرتے دیکھا آپ بھی کرنے لگا۔ یا کسی نے کوئی بات کہی سُن کر مطلب معلوم کر لیا۔ اور کتابی تعلیم میں بھی تو سیکھنے والے کو آنکھ اور کان سے کام لینا ہی پڑتا ہو۔ پھر مطلق سیکھنا ایک حد تک شرطِ زندگی ہو وما زاد علی ذٰلک شرطِ آرام و آسایش سب سے پہلے آدمی یعنی حضرۃ آدم علیہ السلام کی حالت پر نظر کرو تو آسانی سے سمجھ لوگے کہ آدمی کیونکر سیکھتا اور علم حاصل کرتا ہو۔ مذہبی روایت کی رُو سے خدا تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو "بہ یک بینی و دو گوش" بہشت سے نکال کر زمین پر لا بسایا۔ تو حواس خمسہ اور عقل کے سوائے اُن کے پاس لوازمِ زندگی میں سے کسی طرح کا ساز و سامان نہ تھا اب خیال کرو کہ اُنھوں نے اِس حالت میں زمین پر اُتر کر کیا کیا ہوگا۔ بھوک پیاس گرمی سردی کا احساس یہ بلائیں تو ہماری طرح اُن پر بھی مسلط تھیں **قطعہ**

گوش تواند کہ ہمہ عمر وے ‏ ‏ ‏ نشنود آوازِ دف و چنگ و نے
دیدہ شکیبد ز تماشائے باغ ‏ ‏ ‏ بے گل و نسریں بسر آرد دماغ

[1] یعنی جس طرح کسی شخص کی کوئی چیز کھو جائے اور وہ اُس کی تلاش میں رہے یہاں تک کہ اُس کو ڈھونڈ نکالے اِسی طرح دانائی کی بات ایمان دار کا گویا گم شدہ مال ہو۔ اُس کے حصول تک اِس کو اُس کی ٹوہ میں لگا رہنا چاہیئے ۱۲

گر نبود بالشِ آگندہ پر	خواب تواں کرد حجر زیرِ سر
ورنہ بود دلبرِ ہمخوابہ پیش	دست تواں کرد در آغوشِ خویش
ایں شکمِ بے ہنرِ پیچ پیچ	صبر ندارد کہ بسازد بہیچ

آدم علیہ السلام نے بھوک پیاس سے مضطر ہو کر خودرو درختوں کے پھلوں اور ندی نالوں تالابوں کے پانی سے نار الجوع والعطش کو فرو کیا ہوگا۔ درختوں کے پتوں سے تن بدن کو ڈھانکا ہوگا۔ مینہ بوندی اور گرمی سردی سے بچنے کے لیے غاروں میں گھس بیٹھے ہوں گے۔ اب انسان کی اُس ابتدائی حالة سے اُس کی موجودہ حالة کو مقابلہ کرکے دیکھو تو معلوم ہو کہ اُس نے زندگی کو باآسایش بنانے میں کس قدر ترقی کی ہے اور کرتا چلا جا رہا ہے۔ کوئی سی چیز بھی ہو۔ اُس کا حال دریافت کرنا اُس میں کسی طرح کا تصرف کرنا اُس کو بکار آمد بنانا اِسی کو ہم علم کہتے ہیں تو اِس رُو سے جتنے بھی پیشے ہیں جتنے بھی کام ہیں بجاے خود علم ہیں اور جتنی بھی چیزیں آدمی کے کام میں آتی ہیں سب بجاے خود اُس علم کے نتیجے ہیں۔ چونکہ چیزوں کا شمار نہیں کاموں کی انتہا نہیں اِسی سے کہتے ہیں کہ علم ایک دریا ہے جس کی تھاہ نہیں۔ پس آدمی دنیا بھر کے علوم تو حاصل کر نہیں سکتا ناچار وہ چند خاص باتیں اختیار کر لیتا ہے۔ شروع شروع میں تو آدمی کو زندگی اور آسایش کے لیے بہت کچھ ایجاد کرنا پڑا مگر اب آدمی کو زمین پر بسے ہوئے ہزارہا برس ہو گئے اور لوگ ہر زمانے میں کچھ نہ کچھ ایجاد و اختراع کرتے رہے اب ہمارے وقتوں میں اگلوں کی ایجاد کا بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے کہ اُسی کا ضبط کرنا مشکل ہے۔ وہ تو غنیمت ہے کہ اگلے بزرگ منجملہ دوسرے ایجادوں کے فنِ کتابة بھی ایجاد کر مرے تھے کہ اُس کے ذریعے سے بہت سی معلومات محفوظ چلی آتی ہے۔ ورنہ جتنا کچھ سینہ بسینہ اور زبانی نقل در نقل ہوتا چلا آتا تھا کبھی کا بھولا بسرا ہو گیا ہوتا۔ کتنی کاریگریاں ہیں کہ ہندوستان میں اُن کی یادگاریں الی یومنا ہذا موجود ہیں اور کاریگر مفقود اِس لیے کہ اُن کاریگریوں کو کتابة میں نہیں لایا گیا۔ ہم نے تو گنتی کی چند باتوں کو علم سمجھا اور اُن ہی کو لکھنے پڑھنے کے ذریعے سے رواج دیا اور اتنی سی معلومات پر اُس چوہے کی طرح جو ہلدی کی ایک گرہ پاکر اپنے تئیں پنساری سمجھنے لگا تھا یا اُس بھنگے کی طرح جو گولر میں پیدا ہوا اور اُسی کو سارا جہان سمجھتا رہا۔ ہم نے بھی اپنے محدود علم کو منتہاے علم خیال کیا کہ آدمی کو بس اِتنے ہی علم کی ضرورة ہے اور اتنا ہی وہ جان سکتا ہے۔ یہ شرافت یہ فضیلة یہ نعمت یورپ اور امریکہ اور جاپان والوں ہی کے حصے کی تھی کہ اُنھوں نے علم کی وسعت کو سمجھا۔ علوم متقدمین کے ذخیرے میں معتد بہ اضافہ کیا۔ نئے نئے علوم ایجاد کیے اور ابھی تک بھی باچندیں علم و دانش اپنے تئیں طفلِ ابجد خواں ہی سمجھتے ہیں اور تفتیش و تلاش سے ایک لمحہ غافل نہیں اور اِسی کی برکة سے تمام اقوامِ روزگار پر سبقة لے گئے ہیں۔ انگریزوں میں ایک بڑا نامور حکیم فلسفی ہو گزرا ہے۔ سر اسحاق نیوٹن جس نے اور بہت سی ایجادوں کے علاوہ اجسام میں کشش کا ہونا دریافت کرکے زمین سے لے کر آسمان تک کے قلابے ملا دیے۔ وہ اپنی نسبة کہا کرتا تھا کہ میں ابھی تک بچوں کی طرح کائنات کے سمندر کے ساحل پر بیٹھا ہوا سیپیاں اور گھونگے سمیٹ رہا ہوں اور قدرتِ خدا کے انمول موتی سمندر کی تہ

ہیں ہیں جن تک میری رسائی نہیں۔ ان ہی علوم کا نام ہو فلسفہ جو سائنس کے نام سے مشہور ہو اور جس کی یورپ امریکہ جاپان میں پرستش کی جاتی ہو۔ اور ہمارے ہاں اس کی یہ قدر ہو کہ فلسفہ ایک کلمہ ہو خماسی پانچ حرفوں سے مرکّب اخیر کے تین حرف بل کر سفہ ہوتا ہو جس کے معنی ہیں حُمق۔ تو کہتے کیا ہیں کہ فلسفہ میں تین خمس یعنی آدھے سے زیادہ حمق ہو اس کو پڑھ کر احمق کون بنے۔ ہم نے تو جہاں تک غور کیا یہی پایا کہ خدا نے علم کو بڑی طاقت بڑی برکت دی ہو۔ سدا سے علم ہی قوموں کی عزۃ وذلۃ ترقی وتنزل کے فیصلے کرتا رہا ہو اور کرتا رہے گا۔ اب ہم مسلمان ہی ہیں کہ آغاز شیوع اسلام کے وقت جو علوم وفنون بھی دنیا میں مُروّج تھے ان میں ہمارے بزرگ تمام اقوام روزگار میں سربرآوردہ تھے اور وہ علوم وفنون ہی کتنے بہت تھے لے دے کر سب میں پیش پیش ہی تھے جب ہی تو اس میں کوئی ہم سے برسر نہیں آسکتا تھا۔ اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰہُ عَنْکُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِیْکُمْ ضَعْفًا فَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَۃٌ صَابِرَۃٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ وَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ اَلْفٌ یَّغْلِبُوْٓا اَلْفَیْنِ بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔ اور اسی برتری اور سربرآوردگی کا نتیجہ تھا۔

نظم المؤلفہ

گئے دن کہ اسلام سے کانپتے تھے ۔۔۔ زمین و زماں بید کی طرح تھر تھر
بت و برہمن کی زباں پر تھا جاری ۔۔۔ دم نعرۂ ذکر اللہ اکبر
جدھر رُخ کیا سلطنت زیرِ فرماں ۔۔۔ جدھر آنکھ اُٹھائی ممالک مسخّر
یہ حاکم ہر اِک شخص ان کی رعیت ۔۔۔ یہ آقا تمام آدمی ان کے نوکر
زمانے میں اُس وقت جتنے ہنر تھے ۔۔۔ یہی سب میں فائق یہی سب میں بہتر
یہ ممتاز تھے حق بجانب۔ کہ کوئی ۔۔۔ نہ ہمّد مقابل نہ ثانی نہ ہمسر
طبیعت میں ہر ایک کے غمگساری ۔۔۔ مزاجوں میں سب کے شرافت کے جوہر
خدا نے عجب دل دیئے تھے کہ جن میں ۔۔۔ کسی کی طرف سے نہ تھا کینہ مضمر
اگر صبح کو لڑ لیے بھائی بھائی ۔۔۔ تو پھر شام تک ہو گئے شیر و شکر
کبھی رونق افزائے بزمِ مسرت ۔۔۔ کبھی مردِ میدان و سالارِ لشکر
لڑائی میں ایک ایک دس دس پہ بھاری ۔۔۔ شہیدانِ بدر و شجاعانِ خیبر
لگیں دشمنوں کے تئیں ہو کے چھرے ۔۔۔ اگر پھینک دیں لے کے مٹھی میں کنکر
بھگایا ہی اعدا کو یوں غازیوں نے ۔۔۔ اُڑا کر ہوا جیسے لے جائے چھپر
خدا اور رسولِ خدا اُن کے حامی ۔۔۔ کوئی آسکے اُن سے کس طرح برسر
ہلا ڈالی بنیاد ایوانِ کسریٰ ۔۔۔ رگڑ دی پکڑ گردنِ ملکِ قیصر

ﻠﮧ (مسلمانو!) اب خدا نے تم پر سے (اپنے حکم کا بوجھ) ہلکا کر دیا اور اُس نے دیکھا کہ تم میں (ابھی) کمزوری ہو تو اگر تم میں سے ثابت قدم رہنے والے سَو ہوں گے (تو وہ) دو سَو کا فروں پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں سے (ایسے ایک) ہزار ہوں گے (تو وہ) خدا کے حکم سے دو ہزار (کا فروں) پر غالب رہیں گے اور اللہ اُن لوگوں کا ساتھی ہو جو (لڑائی کی تکلیفوں پر) صبر کرتے ہیں ۱۲ ﻠﮧ اِس سے ثابت ہو کہ فلسفہ سب سے بڑھ کر خداشناسی کی طرف رہنمائی کرنے والا ہو۔

اور یہ جو آج کل کے انگریزی خواں فلسفہ پڑھ کر ملحدوں اور دہریوں کی سی باتیں بنانے لگتے ہیں یہ اُن کی کم علمی کا قصور ہو۔ سچ کہا ہو نیم حکیم خطرۂ جان نیم مُلّا خطرۂ

لڑائی جھگڑوں کے خرخشوں سے نجاۃ پاکر مسندِ سلطنۃ پر متمکن ہوئے تو بقول شخصے مصرع خدا جب حُسن دیتا ہے نزاکت آہی جاتی ہے ۔ فنون ملک داری میں ایسی دستگاہ پیدا کی کہ محسودِ اقران و امصار ہو گئے۔ مگر یہ خدا کے انتظام ہیں تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ کہ دنیا کی کسی حالۃ کو ثبات و قیام نہیں ؎ دولتِ دنیا کہ تمنّا کند ۔ باکہ وفا کرد کہ با ما کند ۔ سلطنۃ کے نشے میں آکر ازخود رفتہ ہو گئے اور ملک گیری اور ملک داری کی صفتوں سے عاری ہوتے گئے۔ آخر تابکے۔ زوال و تنزل شروع ہوا اور شروع ہونا ہی تھا مسلمان تو خوابِ خرگوش میں پڑے سویا کیے۔ اُدھر اہلِ یورپ کی قسمت نے پلٹا کھایا اور اُنھوں نے علم کی وسعت اور طاقۃ کو معلوم کرکے اُس کا دامن مضبوطی سے پکڑا اور علم نے اُن کے سارے وردِ ترقی کرکے اُن کی کایا پلٹ دی۔ کچھ تو کاہلی اور عیش پرستی نے اور زیادہ تر مذہبی غلط فہمی نے مسلمانوں کو طلبِ علم سے باز رکھا کہ اُنھوں نے دنیا و دین کو ضدِ یک دیگر سمجھا ؎ دنیا خواہی و دیں ہم طلبی ۔ ایں ناز بجانۂ پدر باید کرد ؎ ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں ۔ ایں خیال است و محال است و جنوں ۔ حالانکہ دین کوئی الگ چیز نہیں ہے بلکہ دنیا میں بسنے کا ایک دستورالعمل ہے جیسے حکامِ وقت کا قانون۔ دین یعنی شریعۃ اور حکامِ وقت کے قانون میں اتنا ہی فرق ہے جتنا خدا میں اور حکامِ وقت میں حکامِ وقت کا قانون چونکہ آدمی کا بنایا ہوا ہے ناقص ناتمام ہے آئے دن اُس کے بدلنے کی ضرورۃ واقع ہوتی رہتی ہے۔ اور شریعۃ قانونِ الٰہی ہے مکمل ناقابلِ تبدیل۔ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ[۵۱] اور مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ[۵۲]۔ بے شک قرآن میں احادیث میں دنیا کی حقارت بھی ہے مذمتہ بھی ہے طلبِ دنیا پر ملامتہ بھی ہے۔ مگر اتنا تو سمجھو کہ دنیا بھی خدا ہی کی بنائی ہوئی ہے اور قرآن میں جا بجا خدائے تعالیٰ بندوں پر اسی دنیا کی چیزوں کی منتہ بھی رکھتا ہے اور دنیاوی نعمتوں کے معاوضے میں شکر کا بھی خواہاں ہے۔ تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ آپ ہی بنائے آپ ہی بُرائی کرے۔ آپ ہی ایک مُونہ سے منتہ رکھے آپ ہی ایک مُونہ سے طلب پر ملامتہ کرے۔ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا[۵۳] بنظرِ ظاہر دنیا میں اس کے سوائے اَور کچھ بُرائی نہیں کہ عارضی اور چند روزہ ہے۔ تو دنیا ایک باغ ہے پھلا پھولا مگر سدا بہار نہیں۔ اس کے لیے ایک وقت خزاں کا بھی مقدر ہے۔ پھر بھی باغ باغ ہے موسمِ بہار میں لوگوں کو خوش کرتا ہے۔ لیکن کیا کیجیے خدا نے دنیا کو ایسا ہی بنایا ہے۔ تو دنیا جس کی مذمتہ کی جاتی ہے وہ دنیا ہے جس میں دین کی رعایۃ نہ ہو ؎ چیست دنیا از خدا غافل بُدن ۔ نے قماش و نقرہ و فرزند و زن ۔ اور جب مطلق دنیا مذموم نہ ٹھیری تو اُس کی طلب کیوں مذموم ہونے لگی۔ غرض جس طرح تصویر کے دو رُخ ہوتے ہیں ایک تیرہ ایک روشن۔ دنیا اور دنیا کی ہر چیز میں بھی بھلائی بُرائی دونوں کی صلاحیۃ ہے۔ اب یہ آدمی کا کام ہے کہ بھلائی کا پہلو اختیار کرے یا بُرائی کا۔ اگر آدمی ضبطِ نفس پر قادر نہ ہو سکے اور بُرائی کی طرف کو جھک پڑے تو یہ اُس کی

---

۵۱ خدا کی بنائی ہوئی بناوٹ میں ردّ و بدل نہیں ہو سکتا یہی دین (کا) سیدھا رستہ ہے مگر اکثر لوگ نہیں سمجھتے ۔ ۵۲ ہمارے ہاں (جو ایک بات) قرار پا چکتی ہے پھر نہیں بدلی جایا کرتی اور ہم تو بندوں پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتے ۵۳ اور اگر (قرآن) خدا کے سوا کسی اَور کے پاس سے (آیا) ہوتا تو ضرور

اپنی کمزوری ہو۔ زبان ایک طرف ذکرِ خدا کر سکتی ہو۔ لوگوں کو نیک صلاح دے سکتی ہو۔ اظہارِ ہمدردی کر سکتی ہو تعلیم و تلقین سے دوسروں کو فیض پہنچا سکتی ہو اور دوسری طرف جھوٹ غیبۃ دشنام وہی قسم میں بھی کام میں لائی جا سکتی ہو تو گونگا ہونا بہتر یا شیریں سخن راست گو واعظ و معلم ہونا بہتر۔ مالِ صالح کمانا اور فرمودہ خدا کے مطابق خرچ کرنا بہتر یا در بدر بھیک پڑے مانگتے پھرنا بہتر۔ اسی پر دنیا کی سب چیزوں کو قیاس کر لو مسلمانوں نے تو اپنی کم ہمتی سے اپنی وہ حالۃ کر لی کہ بےجا تعصب اور مذہبی غلط فہمیوں کی وجہ سے قعرِ نکبۃ میں گرے اور اب ابھرنے کا نام نہیں لیتے پس ان کی مثال اُس شخص کی سی ہو جس کی نسبۃ خداے تعالیٰ فرماتا ہو۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ۚ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِن تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَث ۚ ذَّٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝ اب تو تم نے سمجھ لیا ہوگا کہ مسلمانوں میں سے جن علوم کے فقدان پر ہم افسوس کر رہے ہیں وہ کون سے علوم ہیں؟ وہ وہی علوم ہیں جن کے گھونٹنے کے بل پر یورپ امریکہ جاپان کود رہے ہیں ہم نہیں سمجھتے کہ ان علوم کے حاصل کرنے میں کون سی مذہبی وجہ مانع ہو۔ مثلاً انگریزوں نے ریل چلائی تو اس میں اُن کے مسئلۂ تثلیث کو کیا دخل ہو اور یہی حال باقی علوم کا ہو جو سب کے سب انگریزی تعلیم میں داخل ہیں۔ ان علوم کی ضرورۃ کو مان لیا جائے تو پھر ان کی تعلیم کے احق الحقوق ہونے میں کیا شک رہا۔ احق الحقوق ہم نے اس سے کہا کہ ان کا سیکھنا سکھانا حق ہو ہر مسلمان کے نفس کا اولاد کا افرادِ قوم کا اور اسی لیے ہم نے زکوٰۃ کے بیان میں تعلیم میں مدد دینے کو خیرات صدقات کو بہترین مصرف اور مقدم ترین مصرف قرار دیا ہو۔ علم کا سکھانا لازوال اور روز افزوں دولت کا بخشنا ہو۔ ہم نے اس تحریر میں دنیاوی علوم پر تو بڑا زور دیا اور علومِ دین کا نام تک نہیں لیا اس لیے کہ خدا دل میں صلاح اور سر میں عقلِ سلیم دے تو یہی علومِ دنیا خدا کی طرف رہبری کرتے اور عینِ علمِ دین ہیں۔ ان ہی علوم کی بدولۃ آدمی نے الکٹرسٹی (قوۃ برقی) اور اسٹیم (بھاپ) کی خاصیتہ دریافت کر کے تار دوڑائے ریلیں اور مشینیں چلائیں اور نیوٹن کی طرح خدا کی بے انتہا طاقۃ کے آگے سرِ عجز و تسلیم خم کر دیا مقلد سے مجتہد ہُوا۔ اور یوں طوطے کی طرح قرآن پڑھا جو تمام علوم دینی کا اصل الاصول ہو۔ سمجھا بوجھا خاک نہیں اور نہ آیاتِ الٰہی میں تدبّر کیا ہم تو اُس کو دین کا عالم سمجھتے نہیں ہاں وہ مسلمان ہو مگر نقّال مسلمان ٭

ف۱ اور (اے پیغمبر) ان لوگوں کو اُس شخص کا حال پڑھ کر سناؤ جس کو ہم نے اپنی کرامتیں دی تھیں پھر اُس نے وہ کینچلی اُتار دی تو شیطان اُس کے پیچھے لگا اور (اُس کو بہکایا) تو وہ گمراہوں میں جا ملا اور اگر ہم چاہتے تو ان (ہی کرامتوں) کی برکت سے اُس کا مرتبہ بلند کرتے مگر اُس نے پستی میں گرنا چاہا اور اپنی خواہش نفسانی کے پیچھے لگ لیا تو اُس کی کہاوت کتے کی سی کہاوت ہو گئی کہ اگر اُس کو کھدیڑ و کھدیڑ تو زبان باہر لٹکائے رہے اور اگر اُس کو اسی حال پر چھوڑے رکھو تو بھی زبان باہر لٹکائے رہے یہی کہاوت اُن لوگوں کی ہو جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو (اے پیغمبر) یہ قصے (ان لوگوں سے) بیان کرو تاکہ یہ لوگ سوچیں ۱۲ ف۱

ف مفسرین نے بہت اختلاف کیا ہو کہ یہ کس شخص کی طرف اشارہ ہو تو کوئی بھی ہو مگر ایسا معلوم ہوتا ہو کہ وہ ایک با خدا شخص تھا پھر شامتِ نفس سے وہ گناہ کر بیٹھا جو کرامتیں اُس کو حاصل تھیں سب سلب ہو گئیں گویا اُس کو جو خلعتِ مقبولیتہ عطا ہوا تھا وہ اُس نے اُتار پھینکا اور دنیاوی تعظیم بھی اُن ہی کرامتوں پر متفرع تھی۔ اب اُس پرہیزگاری کے جاتے رہنے سے وہ دنیا و دین دونوں میں ذلیل ہو گیا۔ جیسے دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا اور بعینہ یہی حال ہوا ہو گا کہ خدا کی نافرمانیوں سے اُن کی دنیاوی سلطنۃ بھی گئی گزری ہوئی اور عاقبۃ اس سے زیادہ تباہ ہو گئی۔ کتے کی زبان لٹکانے کا جو مذکور ہو اُس کو وجہ تشبیہ میں کچھ دخل نہیں بلکہ کتے کی ذلۃ و خواری کی ایک حالۃ کا بیان ہو کہ زبان کے لٹکانے سے معلوم ہوتا ہو کہ اُس پر بڑی مصیبۃ پڑی ہو یا اُس کو بڑے زور کی پیاس ہو اور وہ اس مصیبۃ کو زبان کے باہر لٹکانے سے ظاہر کرتا ہو۔ مراد یہ ہو کہ وہ شخص کتے کی طرح ذلیل ہو گیا اور نہ صرف وہ شخص بلکہ تمام بنی اسرائیل جنہوں نے خدا کی آیتوں کو جھٹلایا ۱۲

تعظیم و توقیر

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ ○ (فاطر ع ۴ پارہ ۲۲)

اور آدمیوں اور جانوروں اور چارپایوں کی رنگتیں بھی کئی کئی طرح کی ہیں خدا سے تو اُس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (خدا کے آثارِ قدرۃ کا) علم رکھتے ہیں بے شک اللہ زبردست اور بخشنے والا ہے ✤

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَ اِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ

مسلمانو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں کھل کھل کر بیٹھو تو کھل بیٹھا کرو کہ خدا بہشت میں تم کو با فراغت جگہ دے گا اور جب (تم سے) کہا جائے کہ (اپنی جگہ سے) اُٹھ کھڑے ہو (اور دوسری جگہ جا بیٹھو) تو اُٹھ کھڑے ہوا کرو کہ تم لوگوں میں سے جو (پورا پورا) ایمان لائے ہیں اور جن کو علم (مجلس) دیا گیا ہے (اور وہ آدابِ مجلس ملحوظ بھی رکھتے ہیں) اللہ اُن کے درجے بلند کرے گا اور

ؔ۱ خوفِ خدا اصلِ دین ہے تو اس آیۃ میں علماء کے دیندار ہونے کی مدح ہے اور اسی وجہ سے علماء کا ادب کرنا عینِ دین کا ادب کرنا ہے ۱۲

ؔ۲ ایک علم مجلس کے صلے میں درجات کے وعدے ہیں تو دوسرے علوم کے صلوں کو اسی پر قیاس کر لو علم مجلس کی اتنی وقعت اس لئے ہے کہ علم مجلس مستلزم حسن خلق ہے اور حسن خلق شرطِ اسلام ۱۲

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (المجادلہ ع ۲ پارہ ۲۸)

جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اُس کی (سب) خبر ہے۔

عَنْ كَثِيْرِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ أَبِي الدَّرْدَاءِ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ إِنِّي جِئْتُكَ مِنْ مَّدِيْنَةِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَدِيْثٍ بَلَغَنِيْ أَنَّكَ تُحَدِّثُهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جِئْتُ لِحَاجَةٍ قَالَ فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَّطْلُبُ فِيْهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيْقًا مِّنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًى لِّطَالِبِ الْعِلْمِ وَإِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالْحِيْتَانُ فِيْ جَوْفِ الْمَاءِ وَإِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰى سَآئِرِ الْكَوَاكِبِ وَإِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَآءِ وَإِنَّ الْأَنْبِيَآءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا

کثیر بن قیس کہتے ہیں کہ میں دمشق کی جامع مسجد میں ابو الدرداء کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آکر لگا کہنے اے ابو الدرداء میں تمہارے پاس جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے (شہر) مدینے سے آیا ہوں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث نقل کرتے ہو اس کے سوا اور کسی حاجت کے لیے نہیں آیا۔ ابو الدرداء نے کہا میں نے رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو شخص علم طلب کرنے کے واسطے رستہ چلتا ہے خدا تعالےٰ اُسے جنت کی راہوں میں سے ایک راہ میں لے جاتا ہے اور فرشتے طالب العلم کی رضا مندی کے لیے تواضعاً اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور عالم کے لیے آسمانوں کے فرشتے اور زمین کے باشندے اور پانی میں مچھلیاں سب مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور عالم کی بزرگی عابد پر بالکل ویسی ہی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی بزرگی باقی تمام تاروں پر اور علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء نے دینار و درھم کا تو کسی کو وارث نہیں ٹھیرایا ف۱

ف۱ مطلب یہ ہے کہ انبیاء نے دینار و درہم نہیں چھوڑے کہ اُن کا کوئی وارث ہوتا ۱۲

وَاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ (ترمذی۔ ابوداؤد)

بلکہ علم کا وارث ٹھیرایا تو جس نے علم حاصل کیا اُس نے دمیراث انبیاء یعنی) علم کا ایک بڑا حصہ حاصل کیا۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِیِّ قَالَ ذُكِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا عَابِدٌ وَّالْاٰخَرُ عَالِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِیْ عَلٰۤى اَدْنَاكُمْ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ وَاَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةَ فِیْ جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوْتَ لَيُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ۔ (دارمی)

ابوامامہ باہلی کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر ہوا ایک عابد کا دوسرے عالم کا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنے شخص پر پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا اور اُس کے فرشتے۔ اور آسمانوں اور زمین کے باشندے یہاں تک کہ چیونٹی اپنے بل میں اور یہاں تک کہ مچھلی لوگوں کے بھلائی سکھانے والے کے لیے رحمت بھیجتے اور دعا کرتے رہتے ہیں ف

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَآءَهُ الْمَوْتُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْیِیَ بِهِ الْاِسْلَامَ فَبَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّبِيِّيْنَ دَرَجَةٌ وَّاحِدَةٌ فِی الْجَنَّةِ (دارمی)

حسن کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو اس حالت میں موت آئے کہ وہ اسلام کے زندہ کرنے کے لیے علم طلب کر رہا ہو تو اُس کے اور انبیاء کے درمیان صرف ایک درجے کا فرق ہوگا

ف شیخ سعدی کا ایک قطعہ اس کے بہت ہی مناسب ہے قطعہ صاحب دلے بمدرسہ آمد ز خانقاہ * بدرود کردہ صحبت اہل طریق را * گفتم میان عابد و عالم چہ فرق بود * تا اختیار کردی برآں این فریق را * گفت آں گلیم خویش بدر مے برد ز موج * وین سعی میکند کہ بگیرد غریق را *

من المترجم۔ اس عنوان کے ذیل میں جس قدر آیتیں اور حدیثیں جمع کی گئی ہیں سب سے علماء کی فضیلت و بزرگی ثابت ہوتی ہے اور علماء کی فضیلت مستلزم ہے اس کو کہ اُن کا ادب و تعظیم کی جائے۔ اسی لیے ہم نے عنوان "تعظیم و توقیر" قائم کر کے اُس کے ذیل میں ان آیتوں اور حدیثوں کو جمع کیا ہے *

اقتدار

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ ہَدَی اللّٰہُ فَبِہُدٰىہُمُ اقۡتَدِہۡ ؕ (الانعام ع ۱۰ پارہ ۷)

یہ (اگلے پیغمبر) وہ لوگ تھے جن کو اللہ نے راہِ راست دکھائی (تو اے پیغمبر) اُن ہی کے طریقے کی (تم بھی) پیروی کرو۔

وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۙ (الانبیاء ع ۱ پارہ ۱۷)

اور (اے پیغمبر) ہم نے تم سے پہلے بھی آدمی ہی (پیغمبر بنا کر) بھیجے (کہ ہم کو جو کچھ فرمانا منظور ہوتا تھا) اُن کی طرف وحی کر دیا کرتے تھے تو (لوگو!) اگر تم کو (یہ بات) معلوم نہیں تو اہلِ کتاب سے پوچھ دیکھو۔ ف۱

عَنِ ابۡنِ مَسۡعُوۡدٍ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ مَا مِنۡ نَبِیٍّ بَعَثَہُ اللّٰہُ فِیۡ اُمَّتِہٖ قَبۡلِیۡ اِلَّا کَانَ مِنۡ اُمَّتِہٖ حَوَارِیُّوۡنَ وَاَصۡحَابٌ یَّاۡخُذُوۡنَ بِسُنَّتِہٖ وَیَقۡتَدُوۡنَ

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے پہلے خدا نے جس نبی کو بھی اُس کی امت میں بھیجا تو اُس کی امت میں سے چند حواری اور انصار و اعوان اُٹھا کھڑے کیے جو اُس کے طریقے پر عمل کرتے اور اُس کے حکم کی پیروی کرتے تھے۔

ف۱ ایک اعتبار سے مولوی جو سبقاً سبقاً علوم پڑھاتے اور جو فتوے دیتے اور جو وعظ و نصیحت کرتے اور جو تصنیف و تالیف کے ذریعے سکھاتے تھے کہ اخبار نکالنے والے سب اپنی اپنی جگہ عالم ہیں طرزِ تعلیم کا فرق ہے مگر اصل علماء پوچھو تو انبیاء علیہم السلام ہیں اور خدا نے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ان ہی کی پیروی کا حکم دیا کُل انبیاء کا دین شروع سے ایک چلا آیا ہے صرف وقتی اور مقامی ضرورتوں کے لحاظ سے شریعتیں مختلف ہوتی رہی ہیں۔ تعلیم دو طرح کی ہے کتابی اور سینہ بسینہ مطلق تعلیم کا نام لیا جائے تو تعلیم کتاب ہی کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہو تصنیف بھی ایک طرح کی تعلیم کتابی ہے سینہ بسینہ تعلیم کے معلم ہیں تین۔ اول ماں باپ۔ کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ یعنی ہر بچہ فطرۃ پر پیدا ہوتا ہو پھر اُس کے ماں باپ اُسے یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی۔ دوسرے حاکم وقت تیسرے آدمی کے ہم نشین وقیضنا لھم قرناء فزینوا لھم ما بین ایدیھم وما خلفھم وحق علیھم القول فی امم قد خلت من قبلھم من الجن والانس انھم کانوا خاسرین ۲ یعنی اور ہم نے ان (کفار) کے ساتھ (بُرے) ہمنشین ف۲ تعینات کر دیے تھے تو انھوں نے ان کے اگلے اور پچھلے تمام حالات ان کی نظر میں اچھے کر دکھائے اور ان سے پہلے جنات کی اور آدمیوں کی اور بہت سی نافرمان امتیں ہو گزری تھیں۔ اُنکے شمول میں (عذاب کا) وعدہ ان کے حق میں بھی پورا ہو کر رہا بے شک یہ لوگ (شروع سے) اپنے نقصان کے در پے تھے ۱۲

ف۲ ہمنشین سے مراد ہے شیاطین یا جلیسِ بد سے زینہار از جلیسِ بد زینہار ۱۲

ف۱ مطلب یہ ہو کہ اہل کتاب سے پوچھو گے تو وہ تصدیق کریں گے کہ پہلے بھی آدمی ہی پیغمبر ہوا کیے ہیں پس تم کو ان کی بات ماننی ہوگی اور بشر کی پیغمبری سے انکار کی گنجائش باقی نہیں رہے گی ۱۲

بِأَمْرِهِ ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ
يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا لَا
يُؤْمَرُونَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ
مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ
وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ
وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ (بخاری)

پھر ان حواریوں اور انصار و اعوان کے گزر جانے
کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوگئے جو اوروں کو تو
ایک چیز کے کرنے کا حکم کرتے ہیں اور آپ نہیں
کرتے اور جس بات کا حکم نہیں کیے گئے اُسے
عمل میں لاتے ہیں تو جو شخص اُن کے ساتھ ہاتھ سے
جہاد کرے مومن ہے اور جو زبان سے جہاد کرے مومن
ہے اور جو دل سے جہاد کرے مومن ہے اور اس کے
علاوہ ایمان رائی کے دانے کے برابر بھی تو نہیں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا إِلَى
هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ
لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا (مسلم)

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں کو نیک راہ کی
طرف بلائے تو اس کو اُن لوگوں کے اجر کے برابر
ثواب ملے گا جو اس کی ہدایت کی پیروی کریں گے
(اور) اس سے تبعین کے ثواب میں کچھ بھی تو کمی نہیں ہوتی

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ صَلَّى بِنَا
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ
ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً
بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا
الْقُلُوبُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَأَنَّ
هٰذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَأَوْصِنَا فَقَالَ
أُوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَ
إِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ
مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا

عرباض بن ساریہ کہتے ہیں کہ ہمیں ایک دن پیغمبر
خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی پھر ہماری
طرف مُونہ کرکے کھڑے ہوگئے اور ایک نہایت
فصیح و موثر وعظ فرمایا جس کی وجہ سے آنکھوں
سے آنسو جاری ہوگئے اور دل دہل گئے ایک
شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ نصیحت
تو گویا اُس شخص جیسی ہے جو کسی کو وداع کرتا
ہو تو آپ ہمیں وصیت کیجئے فرمایا میں تمھیں خدا
سے ڈرنے اور (حاکم وقت کی بات) گوش دل سے سننے
اور (اُس کی) اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ
(حاکم) حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو کیونکہ تم میں سے جو شخص
میرے پیچھے زندہ رہے گا وہ بڑے بڑے اختلاف دیکھے گا

فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ
الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا
بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ
كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَّكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ([illegible])

تو تم کو میرے اور میرے راہ یافتہ اور اہل رشد
خلفاء کے طریقے کو لازم پکڑ لینا چاہیئے اُس کے
ساتھ تمسک کرنا اور اُسے کچلیوں سے مضبوط
پکڑ لینا ضرور ہے اور نیز نئے نئے کاموں سے اپنے
تئیں دور رکھنا کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور
ہر بدعت گمراہی "

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ
فَإِنَّهُ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ (ابن ماجہ)

ابن عمر سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ سواد اعظم (یعنی جس طرف علمائے حقانی زیادہ ہوں
اُس جماعت) کی پیروی کرو (اور جماعت سے علٰحدہ نہ ہو)
کیونکہ جو شخص جماعت سے علٰحدہ ہوگیا وہ دوزخ میں الگ جا پڑا

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَنْ كَانَ مُسْتَنًّا
فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ فَإِنَّ الْحَيَّ لَا تُؤْمَنُ
عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ أُولٰئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوْا أَفْضَلَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ
وَأَبَرَّهَا قُلُوْبًا وَّأَعْمَقَهَا عِلْمًا وَّأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا
اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ بِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ وَلِإِقَامَةِ دِيْنِهٖ
فَاعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوْهُمْ عَلٰى
آثَارِهِمْ وَتَمَسَّكُوْا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ أَخْلَاقِهِمْ
وَسِيَرِهِمْ فَإِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدَى
الْمُسْتَقِيْمِ (رزین)

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جو شخص راہ
راست چلنا چاہے وہ اُن لوگوں یعنی
صحابیوں کی اقتدا کرے جو فوت ہوگئے
ہیں کیونکہ زندے پر فتنے سے بے خوفی
نہیں ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحاب
ہیں جو اِس امت کے افضل و بزرگ تھے اور دلوں
کے اعتبار سے نیک ترین امت کثیر المعلومات
تصنع اور تکلف سے دور - خدا نے انھیں
اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین برپا کرنے کے
لیے پسند فرمایا تھا تو اُن کی بزرگی کا اعتراف کرو
اور اُن کے قدم بقدم چلو اور جہاں تک
ہوسکے اُن کی عادات اُن کے خصائل کی
پیروی کرو کیونکہ وہ سیدھی راہ پر
تھے "

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ النَّاسَ

ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر
خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے (صحابیوں کی
طرف روئے سخن کرکے) فرمایا کہ لوگ

لکم تبع وان الرجال یاتونکم من اقطار الارض یتفقھون فی الدین فاذا اتوکم فاستوصوا بھم خیرا (ترمذی)	تمھارے تابع ہیں اور بہت سے آدمی دین میں سمجھ پیدا کرنے کے لیے اطراف زمین سے تمھارے پاس آئیں گے تو جب وہ تمھارے پاس آئیں اُن کے ساتھ نیکی کرنے میں میرا حکم مانو ۔

ممانعۃ توہین

عن معاویۃ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یزال من امتی امۃ قائمۃ بامر اللہ لا یضرھم من خذلھم ولا من خالفھم حتی یاتی امر اللہ وھم علی ذلک۔ (صحیحین)	معاویہؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میری امت میں سے ہمیشہ ایک جماعت قائم بامر اللہ رہے گی لوگوں کی تذلیل سے اُنھیں کچھ بھی نقصان نہ پونہچے گا اور نہ اُن سے جو اُن کی مخالفت کریں گے حتےٰ کہ قیامت آجائے گی اور وہ اپنے اسی کام میں لگے ہوں گے ۔
عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر (صحیحین)	حضرت عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو بُرا کہنا فسق اور اُسے قتل کرڈالنا کفر ہے ۔

من المترجم

یہ کوئی آج کی غلطی نہیں ہے بلکہ مدتوں کی پرانی غلطی ہے کہ لوگ دنیا و دین کو ضد یک دگر سمجھتے ہیں۔ یعنی منطق کے ضلعے میں دنیا و دین دو جداگانہ چیزیں ہیں اور ان میں مانعۃ الجمع کی نسبت ہے کہ دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔

دنیا خواہی و دیں ہمی طلبی　　این نماز بخانہ پدر باید کرد

دنیا اور آخرۃ کا مقابلہ تو ایک اعتبار سے ٹھیک بھی ہے کہ دنیا نام ہے عالم کون و فساد کا اور آخرۃ وہ ہستی ہے جو عالم کون و فساد کے فنا ہوے پیچھے ہوگی کسی طرح کی بھی ہو۔ رہا دین وہ ہستی نہیں نہ اب کی نہ بعد کی بلکہ آدمی کا طریق عمل ہے جس پر اُس کو ان ہستی میں چلنا ہے۔ پس دین کا تعلق دنیا اور آخرۃ دونوں سے ہے اس لیے کہ دین اس غرض سے وضع کیا گیا ہے کہ اس پر عمل کرنے سے آدمی دونوں ہستیوں میں خوش حال رہے۔ لوگ دنیا اور دین کے تعلق میں جو غلطی کرتے چلے آئے ہیں۔ اسی نے مسلمانوں کی دنیا اور آخرۃ دونوں کو سخت نقصان پونہچایا ہے۔ اسی نے مسلمانوں کو دنیا سے نفرۃ کرنا سکھایا۔ اسی نے مسلمانوں کو دنیاوی ترقی کرنے سے روکا۔ اسی نے مسلمانوں کو جاہل [illegible] کا اہل

عہ ممانعتِ توہین کے عنوان میں ہم نے اس حدیث کو اس لیے رکھا کہ جب عام مسلمانوں کو بُرا کہنا فسق ہے تو علماء کی شان کے خلاف کوئی بری بات اُن کی نسبت مستعمل کرنی بدرجہ اولیٰ فسق ہوگی اور یہی وہ بلا ہے جو اس زمانے میں ہر چہار طرف عموماً پھیلی ہوئی ہے باہمی فروعی اختلاف کی وجہ سے ایک فرقے کے لوگ دوسرے فرقے کے علماء کی نسبت بڑی بڑی گستاخیاں کرتے اور اُنھیں بُرائی سے یاد کرتے ہیں ۱۲

غافل ہیں بے ہنر اور بے دولت بنایا۔ یہ تو دنیا کی خرابیاں ہوئیں۔ رہی عاقبۃ اور آخرۃ کی خرابی سو سب سے بڑی خرابی دین کی ہے کہ دنیا سے علیحدہ سمجھنا دوسرے لفظوں میں دین کو معطل کر دینا ہے۔ اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْآخِرَۃِ[۵۱] کیسی اچھی مثال دی ہے جس سے دنیا اور آخرت اور دین تینوں کا مطلب ایک ہی بات میں ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ دین تخم ہے۔ دنیا اس کے جوتنے بونے کا وقت۔ آخرۃ کاٹنے گاہنے اور خرمن جمع کرنے کا۔ دین جو دنیا کے علاوہ آخرۃ میں بکار آمد ہو سکتا ہو عمل صالح ہو اور عمل صالح وہی ادائے فرائض انسانی ہے تو جس قدر دنیا سے الگ تھلگ رہو گے اعمالِ صالح کے مواقع فوت کرو گے اور اعمال صالح کے مواقع کا فوت کرنا عاقبت کے اجر و ثواب کا فوت کرنا ہو ذٰلِکَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ[۵۲]۔ ظاہر اتم کو یہ بیان مضمون عنوان سے بے جوڑ معلوم ہوگا۔ مگر بے جوڑ نہیں ہے دنیا و دین کو دو جداگانہ چیزیں سمجھنا مسلمانوں کی ہر ہر ادا سے مترشح ہوتا ہے۔ از انجملہ اس سے بھی کہ لغت کی رو سے عالِم کے معنی مطلق جاننے والے کے ہیں تو عالِم کا اطلاق ہر شخص پر ہو سکتا ہے کیونکہ ہر شخص کچھ نہ کچھ تو ضرور جانتا ہوتا ہے مگر مسلمانوں کے عرفِ عام میں عالِم اُسی کو کہا جاتا ہے جس نے زبانِ عربی میں علوم دین پڑھے ہوں اور متشرع بھی ہو۔ عالِم کا مرادف ہی مولوی اور وہی کثرۃ سے استعمال میں آتا ہے۔ مولوی ہے تو علمی خطاب مگر چونکہ اُس کے دینے والے ہم ہی لوگ ہیں اور ہم میں اکثر بے علم جس کسی کو پڑھا لکھا مسلمان دیکھا مولوی کہنے لگے قطعہ

هر کرا جامه پارسا بینی　　پارسا دان و نیک مرد انگار
ور ندانی که در نهانش چیست　　محتسب را درونِ خانه چه کار

پھر جیسے خطاب دینے والے ویسے خطاب پانے والے۔ رفتہ رفتہ مولوی کے لفظ سے عزۃ و وقعت سلب ہو گئی مولویوں کی عزۃ دین کی عزۃ کے ساتھ تھی اب دین ہی کا کون سا ادب باقی رہ گیا ہے کہ لوگ بے مولویوں کے ادب کی توقع کی جائے اور وہی مثل ہے کہ "اپنا پیسہ کھوٹا تو پرکھنے والے کا کیا دوس"۔ مولوی آپ بھی اپنی عزۃ کھو بیٹھے ہیں الا ماشاء اللہ حقانیۃ ان میں نہیں۔ صداقت ان میں نہیں۔ تعفف ان میں نہیں۔ صبر و قناعت ان میں نہیں پھر ان میں ایسا کون سا سرخاب کا پر لگا ہے کہ لوگ ان کا ادب کریں۔ اور "کریلا نیم چڑھا" سب سے بڑھ کر آپس کا اختلاف۔ بات بات میں ان کے باہمی اختلاف نے ان کو لوگوں کی نظروں میں اتنا ذلیل نہیں کیا جتنا اسلام کو غیر مذہب والوں کی نظروں میں۔ ایک پادری میرے دوست تھے۔ میں نے ان سے تھوڑی سی انجیل کی انگریزی تفسیر بھی پڑھی تھی۔ ان کو ولایت سے آئے ہوئے پورا برس بھی نہیں ہوا تھا کہ انھوں نے اسلام کے رد میں ایک کتاب لکھنی شروع کی۔ تازہ وارد ہونے کی وجہ سے اُردو بھی صاف نہیں بول سکتے تھے اور "قیاس کن ز گلستانِ من بہارِ مرا" عربی فارسی سے بالکل کورے۔ مجھ کو اُن کی تصنیف کا حال معلوم ہوا تو میں نے کہا بھی کہ بھلا آپ اسلام کا کیا رد لکھیں گے آپ کو اسلام کا حال تو معلوم ہی نہیں۔ آدمی تھے صاف گو لگے کہنے کہ ہر تصویر کے دو رخ ہوتے ہیں۔ ایک روشن ایک تاریک۔ مجھ کو خود مسلمانوں نے اسلام کی ایک ایسی تصویر دکھائی ہے جس کے دونوں رخ تاریک ہیں۔ بات یہ تھی کہ کہیں سے ان کو شیعوں سنیوں کے مناظرے کے دو رسالے ہاتھ آ گئے تھے

[۵۱] دنیا آخرۃ کی کھیتی ہے ۱۲　[۵۲] صریح گھاٹا یہی کہلاتا ہے ۱۲

ہاتھ آگئے تھے اُنھوں نے جو ایک دوسرے پر اعتراض کیے تھے اُن ہی اعتراضوں پر پادری صاحب نے اپنا زور ختم کیا سچ کہا ہے گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ اگرچہ عیسائیوں کے مذہبی فرقوں میں ہمارے شیعوں سُنیوں سے زیادہ اختلاف ہے مگر مخالف نو اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا سے فائدہ اُٹھایا ہی چاہے۔ مولویوں میں اتفاق بھی ہے تو ایسا کہ اِس سے تو وہ لڑتے ہی بھلے۔ یعنی اُن کے مجالسِ وعظ اور درس و تدریس کے حلقوں میں حقوق العباد کا تو نام تک نہیں آنے پاتا۔ اِن کی تعلیم کا سارا زور زہد و عبادات پر ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ مُسلمانوں کے معاملات جہاں تک حقوق العباد سے متعلق ہیں پیٹ بھر کر خراب ہیں شعر

گرمی سہی کلام میں لیکن نہ اِس قدر کی جس سے بات اُس نے شکایت ضرور کی

مُسلمان جس کسی کو کسی وجہ سے چھو بھی جاتے ہیں تو اِن کا چھُو جانا بھی بے لطفی سے خالی نہیں ہوتا۔ وجہ کیا کہ اِن کو مراعاتِ حقوق العباد کی تعلیم نہیں دی جاتی۔ اور تعلیم دے کون یہی ہمارے مولوی جنھوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ اور یہی تو اُن کی وجہ معاش ہے کس کا احسان اور کیسی منت۔ مولویانہ نصابِ تعلیم پر نظر کرتے ہیں تو چاہیے کہ علم پڑھ کر آدمی کی دو آنکھوں کی جگہ چار آنکھیں ہو جائیں ایسی ہوشیاری آجائے کہ تانت باجی راگ پایا۔ ہونٹ ہلے اور بات کی تہ کو پہنچ گئے۔ ذرا سی سرسراہٹ ہوئی اور ہوا کا رُخ معلوم کر لیا۔ چپے چپے زمین کے حال سے واقف۔ آدمی کے رگ و ریشہ سے آگاہ۔ مگر اِن کا علم اَلْعِلْمُ حِجَابُ الْاَکْبَرُ اپنے تن بدن تک کا ہوش نہیں اِن کو دُنیا و مافیہا کی کیا خبر کہو کچھ سمجھیں کچھ۔ ۱۸۵۷ء کے مشہور غدر کے بھی مُدتوں بعد ایسے زمانے میں پیدا ہوئے جب کہ زبان اور مذاق اور خیالات اور طرزِ تمدُّن اور معاملات اور عمارات ہر چیز پر اچھا گہرا انگریزی رنگ چڑھ چکا تھا باایں ہمہ وستار بندی تک تو اِن کو انگریزی مہینوں کے نام آئے نہیں۔ اکیلے انگریزی مہینوں کے نام نہ آنے کی کیا شکایت کی جائے ہمارے بھولے بھالے مولوی کو اَکْثَرُ اَهْلِ الْجَنَّةِ بُلْهٌ[1]۔ کوار کا تک ہندی کے اور بارہ وفات خواجہ معین الدین عورتوں کے مہینوں تک کے نام معلوم نہیں بھلا یہ بے چارے گورنمنٹ پرامیسری نوٹ ہینڈنوٹ کرنسی نوٹ ان شورنس اور ایسی بیسیوں چیزوں کو جو انگریزی عملداری میں چل پڑی ہیں کیا سمجھیں اور مسئلہ پوچھا جائے تو جواب دیں کیا خاک۔ سر تا سر قصور نصابِ تعلیم کا ہے اور طریقۂ تعلیم کا۔ بات یہ ہے کہ جن دنوں اسلامی سلطنت کی بُنیاد رکھی جارہی تھی۔ وہ زمانہ جس کی لاٹھی اُس کی بھینس کا تھا یعنی اقران اور امصار اور معاصرین پر غلبہ کرنے کا متعین ذریعہ تھا گاؤزوری۔ اور گاؤزوری منحصر تھی توانائی اور فنون سپہ گری اور بہادری میں۔ اور یہ صفتیں اہلِ عرب میں ایسی اعلےٰ درجے کی تھیں کہ کوئی قوم اِن صفتوں میں اہلِ عرب سے لگا نہیں کھاتی تھی وجہ کیا کہ تمدُّن کی جڑ ہے کاشتکاری۔ عرب کی زمین ہی کاشت کے قابل نہیں۔ اوّل تو خود زمین پتھریلی ریتلی۔ دوسرے پانی کی قلت اور جو ہے کڑوا کھاری سینچنے کے کام کا نہیں۔ پس یہ لوگ اکثر خانہ بدوش ہوتے تھے۔ جہاں کہیں برسات کا پانی مویشیوں کے چارے کا سہارا دیکھا اُتر پڑے۔ یہاں کی رسد ہو چکنے پر آئی دوسری جگہ جا ڈیرے ڈالے۔ ان کی

[1] اکثر جنتی بھولے بھالے ہوں گے ۱۲

ساری دھن دولت چارپائے اور چارپایوں میں بھی اَفَلَا یَنظُرُونَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ[1] نہ کسی جگہ سے مانوس نہ وطن کے پابند بڑا مشغلہ شکار یا لوٹ مار بس جرأت اور دلیری اور جفاکشی تو ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ فارس اور روم کی دو بڑی زبردست سلطنتیں باوجودیکہ ڈانڈے سے ڈانڈا ملا تھا ان کی طرف آنکھ اُٹھاکر بھی نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ ایسی حالت میں تمام روئے زمین کا فتح کر لینا ان کے آگے کچھ بات نہ تھی۔ مگر بیچ کیا آکر پڑا تھا کہ بے دینی اور جہالت کی وجہ سے نہ کسی قاعدے کے پابند نہ بھلے بُرے کی تمیز۔ نہ ضبطِ نفس پر قادر آپس ہی میں کٹے مرتے تھے۔ اور یوں وہ سپہ گری کی خداداد قوت اندر ہی اندر فنا ہوتی رہتی تھی۔ کیسے ہی تھے مگر تھے تو خدا کی مخلوق اور وہ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِي شَاْنٍ اپنی قدرتیں دکھاتا ہی رہتا ہے وَیُرِیْکُمْ اٰیٰتِهٖ فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ[2] آخر اس نے شعر

گہ آری خلیلے زبت خانہ　　　گنی آشنائے زبیگانہ

ان ہی میں سے فخر الاوّلین والآخرین حضرت محمد صلوات اللہ علیہ کو اپنا پیغمبر بنا کر مبعوث کیا هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ[3] اور اُن کو سارا منصوبہ سمجھا دیا سمجھا دیا کہ ان گم شدگان بادیہ ضلالت کو راہ پر لانے کی کیا تدبیر ہے۔ چنانچہ پیغمبر صاحب وہی خدا کی بتائی ہوئی تدبیر عمل میں لائے اور تمام بھٹکی ہوئی بھیڑوں کو اسلام کے احاطے میں لاکر جمع کر دیا۔ پچھلی ساری عداوتیں بھولی بسری ہو گئیں وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْهَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّکُمْ تَهْتَدُوْنَ[4] *

وَاِنْ یُّرِیْدُوْۤا اَنْ یَّخْدَعُوْکَ فَاِنَّ حَسْبَکَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِیْۤ اَیَّدَکَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلَّفَ بَیْنَ[5]

---

[1] تو کیا لوگ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے (عجیب) پیدا کیے گئے ۱۲ [2] وہ (معطل اور بے کار نہیں ہو بلکہ) ہر روز (ایک نہ ایک) کام میں (رہتا) ہے ۱۲ [3] اور (خدا) تم کو اپنی (قدرت کی بے شمار) نشانیاں دکھاتا ہے تو خدا کی (قدرت کی کون کون سی) نشانیوں سے انکار کرو گے ۱۲ [3] وہ خدا ہی تو ہے جس نے (عرب کے) جاہلوں میں ان ہی میں سے (محمدؐ کو) پیغمبر (بنا کر) بھیجا کہ وہ ان کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو (کفر و شرک کی گندگی سے) پاک صاف کرتے اور ان کو کتاب (الٰہی) اور عقل (کی باتیں) سکھاتے ہیں ورنہ (اس سے) پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں (مبتلا) تھے ہی ۱۲ *

[4] اور سب (مل کر) مضبوطی سے اللہ (کے دین) کی رسّی کو پکڑے رہو اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کی اور تم اس کے فضل سے بھائی (بھائی) ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے (یعنی دوزخ) کے کنارے (آ گئے) تھے پھر اس نے تم کو اس سے بچا لیا اسی طرح اللہ اپنے احکام تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم راہِ راست پر آ جاؤ ۱۲ [5] اور (اے پیغمبر) اگر ان (کافروں) کا ارادہ تم سے دغا کرنے کا (بھی) ہو گا تاہم (تم کچھ پروا نہ کرو) اللہ تم کو بس کرتا ہے (اے پیغمبر وہی (قادرِ مطلق) ہے جس نے اپنی امداد سے اور مسلمانوں سے تم کو قوت دی اور مسلمانوں کے دلوں میں باہم اُلفت پیدا کر دی اگر تم روئے زمین کے سارے خزانے بھی خرچ کر ڈالتے تو بھی ان کے دلوں میں الفت نہ پیدا کر سکتے مگر (وہ تو) اللہ (ہی تھا جس) نے ان لوگوں میں اُلفت پیدا

قُلُوبِهِم لَوْ اَنفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ منفرد قوتوں نے سمٹ کر سیلاب کی شکل اختیار کی۔ اچھا تو یہ ترقیاں کاہے پر متفرع تھیں؟ متفرع تھیں مسلمانوں کی قوتِ سپہ گری پر جیسی اور جتنی بھی اُن وقتوں میں ہونی ممکن تھی۔ یُوں سمجھو کہ سپہ گری کی قوت گویا ایک تلوار تھی مذہبی جوش کی سان پر چڑھی ہوئی۔ مسلمان تو ابھی اس قوت پر نازاں تھے۔ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ سے بے خبر کہ عادتِ الٰہی تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ نے اہلِ یورپ کو ایک ایسی قوت کا پتہ بتادیا جس نے تمام قوتوں کو اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ کر دیا۔ کچھ سمجھے کہ وہ کونسی قوت ہے۔ وہ قوت ہے حکمتِ عملی کی قوت کہ لگے حرارت اور روشنی اور بجلی اور بھاپ اور آگ اور پانی اور ہوا اور کشش اور حرکت سے کام لینے اور کام بھی ایسے سخت ایسے مشکل کہ اور کسی طرح آدمی کے بس کے نہیں اور ابھی تک بھی نئی نئی قوتیں دریافت ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اور کون جانتے شاید آیندہ کوئی ایسی قوت دریافت ہو جو معلوم قوتوں کو ایسا ہی بے کار کر دے جیسا حکمتِ عملی نے پچھلی قوتوں کو بے کار کر دیا ہے وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ۔ اَب پھر اصلِ مطلب کی طرف عود کرتے ہیں کہ ہمارا نصابِ تعلیم اُن وقتوں کا وضع کیا ہوا ہے جب کہ اسلامی سلطنت بر سرِ عُروج تھی۔ دُنیاوی ترقی کے لیے جس چیز کی ضرورت تھی یعنی سپہ گری کی قوت وہ ہم کو علےٰ وجہ الکمال حاصل تھی۔ اور سینہ بسینہ اُس کی تعلیم ہو رہی تھی۔ مُسلمانوں کو جو تعلیم اُس وقت درکار تھی وہ یہ تھی کہ کہیں مسلمان خوش حالی کے نشے میں آ کر خدا کو نہ بھول جائیں کیونکہ خُدا کو بُھلا دیں گے تو دُنیا بھی کھو بیٹھیں گے۔ اور ایسا ہی ہوا پس واضعِ نصاب نے تعلیم کا مقصودِ اصلی قرآن کو قرار دیا اور ٹھیک قرار دیا بجا قرار دیا۔ لیکن قرآن تو عجیب قسم کی کتاب ہے اوّل تو اُس کی زبان عربی ہے اور پھر اوّلین و آخرین کے تمام علوم اُس میں کُوٹ کُوٹ کر بھرے ہیں۔ اُس کے کما حقہ سمجھنے کے لیے بہت سے عُلوم جاننے کی ضرورت ہے۔ اور یہ جو نصابِ تعلیم میں صرف و نحو اور لغت اور معانی و بلاغت اور منطق وغیرہ کی کتابیں پاتے ہو وہ اِسی غرض سے داخلِ نصاب ہیں کہ فہمِ قرآن میں مدد دیں نہ یہ کہ خود مقصود بالذات ہیں ہم نے جو نصابِ تعلیم کو قصور وار ٹھیرایا تھا اور اَب بھی ٹھیراتے ہیں تو صرف اِس وجہ سے کہ نصاب دُنیاوی پہلو علوم مابعد سے جو اہلِ یورپ نے ایجاد کیے ہیں بے بہرہ ہے حالانکہ اگر فہمِ قرآن ہی کی نظر سے دیکھا جائے تو اِن علوم کا جاننا تمام علوم سے زیادہ خدا کی معرفت کی طرف رہبری کرتا ہے۔ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ

سلہ سو وہ جو عاد (کے لوگ تھے) لگے ناحق (ناروا) مُلک میں تکبّر کرنے اور بولے کہ بل بُوتے میں ہم سے بڑھ کر اور کون کیا اُن کو اتنا نہ سوجھا کہ جس اللہ نے اُن کو پیدا کیا وہ بل بُوتے میں اُن سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے غرض وہ لوگ ہماری آیتوں سے اِنکار ہی کرتے رہے ۱۲ سلہ یہ اتفاقات وقت ہیں جو ہمارے حکم سے نوبت بہ نوبت (سب) لوگوں کو پیش آتے رہتے ہیں ۱۲ سلہ کچھ شک نہیں کہ گھروں میں بُودے سا بودا مکڑی کا گھر ۱۲ سلہ اور اے پیغمبر تمہارے پروردگار (کی مخلوقات) کے لشکروں کا حال اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا ۱۲ سلہ آسمانوں اور زمین کی بناوٹ اور رات اور دن کے ردّ و بدل میں عقلمندوں (کے سمجھنے) کے لیے (قدرتِ خدا کی بہتیری) نشانیاں (موجود) ہیں جو کھڑے اور بیٹھے اور پڑے خدا کو یاد کرتے اور آسمانوں اور زمین کی

اختلافِ اللَّيلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اور أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللهُ مِنْ شَيْءٍ وَأَنْ عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ قَدِ اقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ اور أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُسَمًّى وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ لَكَافِرُونَ اور علوم جدیدہ سوائے اِس کے نہیں کہ اِن ہی آیتوں کی تعمیل کے نتائج ہیں۔ اب رہا طریق تعلیم نصاب کا قصور تو ظاہر ہے کہ نصاب تو قرار دیا گیا تھا اس لیے کہ فہم قرآن کا آلہ اور ذریعہ ہو لوگوں نے آلات و ذرائع کی الٹ پلٹ میں عمریں ضائع کردیں۔ اور قرآن کو کھول کر بھی نہ دیکھا۔ اِن کی مثال اُس ستارے شناس کی سی ہے کہ اُس کو اجرامِ فلکی کے صنائع بدائع کا دیکھنا منظور تھا مگر وہ دُوربین کے کل پرزوں میں ایسا محو ہوا کہ آسمان کو آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھ سکا۔ نصاب اور طریقہ تعلیم نصاب نے جتنا کچھ بھی ہمارے علماء کو ملزم بنایا سو بنایا سب سے زیادہ اِن کو ملزم بنایا اُن نااہل دین فروشوں نے جو مولویت کو وجہ معاش بنائے عوام کالانعام کو ٹھگتے پڑے پھرتے ہیں قطعہ

چو از قومے یکے بیدانشی کرد … نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را
نمے بینی کہ گاوے در علفزار … بیالاید ہمہ گاوانِ دہ را

اگر مولویوں کا گروہ باشکوہ اپنے اوپر سے اِن الزامات کو اُٹھا دے تو اُن کا ادب ہر ایک مسلمان کے فرائض میں سے ایک فرض مؤکد ہوگا۔ غرض ہم نے حقوق العلماء کا باب تو باندھا مگر بڑے ہی تأمل اور مضایقے کے ساتھ اب ہم کو دونوں باتوں کی وجہ بیان کرنی چاہیئے کہ تأمل و مضایقہ کیوں تھا اور پھر باب باندھنے کی کیا وجہ تھی سو تأمل و مضایقہ تو اِس سبب سے تھا کہ ہمارے زمانے میں جو لوگ عندالناس عالم سمجھے جاتے ہیں اور وہ خود بھی ہضماً للنفس اپنے تئیں فتاوے میں خادم العلماء لکھتے ہیں ہم اُن کو پُورا عالم نہیں سمجھتے۔ وہ عالم ہیں مگر پُورے نہیں ادھورے اِس لیے کہ اُنھوں نے علم کو نصابِ مروجہ میں محدود کر رکھا ہے اور نصابِ مروجہ کو دیکھتے ہیں تو وہ اسلامی سلطنت کے زمانے میں ضرور بکار آمد رہا ہوگا۔ اِس کا مقصودِ اصلی قرآن ہے۔ تفسیر ہے۔ حدیث ہے۔ فقہ ہے۔ اِن چاروں میں بھی اصل الاصول قرآن ہے۔ اور تفسیر اور حدیث اور فقہ اسی کی توضیح ہے یا احکامِ قرآنی کی تعمیل کے قواعد ضوابط ہیں اور کچھ باتیں ایسی بھی ہیں جو احکامِ قرآنی پر متفرع ہیں۔ غرض اصل الاصول قرآن ہے۔ اور تمام علوم نصاب اُس کے خادم۔ پھر قرآن علوم دنیا میں سے کسی خاص علم مثلاً جغرافیہ۔ تاریخ۔ منطق۔ ریاضی۔ فلسفہ۔ ہیأۃ۔ طب

ل۱ کیا ان لوگوں نے آسمانوں اور زمین کے انتظام اور خدا کی پیدا کی ہوئی کسی چیز پر بھی نظر نہیں کی اور نہ اس بات پر کہ عجب نہیں ان کی موت قریب آ لگی ہو تو اب اتنا سمجھائے پیچھے اور کون سی بات ہے جس کو سن کر ایمان لے آئیں گے ۱۲ ل۲ کیا ان لوگوں نے اپنے دل میں غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور اُن چیزوں کو جو اِن دونوں کے درمیان میں ہیں کسی مصلحت ہی سے اور (ایک) وقتِ مقرر کے لیے پیدا کیا ہے اور بہتیرے آدمی (تو قیامت کے دن) اپنے پروردگار سے ملنے کو (سرے سے) مانتے ہی نہیں ۱۲ منہ

یا کسی خاص فنّ مثلاً جرِّ ثقیل - جہازرانی - فلاحت کی کتاب نہیں ہے - خدا نے قرآن کو صرف اِس غرض سے نازل فرمایا ہے کہ اس کے ذریعے سے بندوں کے خیالات - معتقدات، اعمال کی اصلاح ہو - علوم دنیا کو خدا نے بندوں پر چھوڑ دیا ہے کہ زندگی کو آسودہ اور مطمئن بنانے کے لیے خود معلومات بہم پونہچائیں - مگر ہاں خدا جا بجا قرآن میں پہاڑ - دریا - نباتات - حیوانات - فلکیات یعنی مخلوقات کا تذکرہ فرماتا ہے وہ بھی اِس غرض سے کہ آدمی مخلوقات سے خالق کو پہچانے اور خدا کے ساتھ اپنا تعلق ٹھیک طور پر رکھے - آدمی خداداد عقل کے زور سے کائنات کے حالات کی تفتیش میں لگا رہتا اور کسی نہ کسی تدبیر سے ان کو اپنے بس میں کرتا - ان سے خدمت لیتا - پس درختوں کا پتّا پتّا بیابانوں کا ذرّہ ذرّہ - یعنی بڑی چھوٹی ہر ایک مخلوق ایک علم کا موضوع لہ ہے اور چونکہ مخلوقات بے حصر و بے انتہا ہیں دریائے علم کی بھی آج تک کسی نے تھاہ نہیں پائی اور جتنے علوم بھی فی زمانناً مروّج ہیں ان کو دفترِ علم کا ایک شوشہ سمجھو - آئے دن یورپ امریکا جاپان میں نئے نئے علوم ایجاد ہوتے رہتے ہیں اور اِن ہی علوم پر اُن لوگوں کی ہر طرح کی ترقی متفرع ہے - اِن کے علوم کے ساتھ ہم اپنے علوم کا مقابلہ کرتے ہیں تو اپنے علوم کو بدتر از جہل پاتے ہیں - اول تو ہمارے یہاں یورپ کے علوم جدیدہ کا نام نہیں اور کچھ ہے بھی تو معدودے چند پُرانی و قیانوسی ابتدائی باتیں ہیں جن کی سکولوں کے لڑکے ہنسی اُڑاتے ہیں - پس ہمارے علما اِن علوم سے بے بہرہ ہیں بدو وجہ - اول اور بڑی وجہ تو وہی تفرقہ ہے جو اُنھوں نے دین اور دُنیا میں لگا رکھا ہے - کہ سرے سے طلبِ دنیا ہی کو مرادفِ کفر سمجھتے ہیں - دوسری وجہ کریلا اور نیم چڑھا تعصب کہ یہ علوم انگریزی الاصل ہیں - اس سے بڑھ کر اور حمق کیا ہوگا - کہ مثلاً ریل سے فائدہ اٹھائیں اور اُس علم سے نفرت کریں جس کی بدولت ریل ایجاد ہوئی ان کی وہی مثل ہے کہ گڑ کھاؤں گلگلوں سے پرہیز - دینیات کا اصل الاصول تو تھا قرآن مگر اب دینیات کا سارا نچوڑ فقہ ہے - جس کو انقلابِ زمانہ کی وجہ سے جھولا مار گیا ہے - بات یہ ہے کہ دینیات میں تین قسم کی باتیں ہیں معتقدات - عبادات - معاملات - معتقدات اور عبادات سے تو حکامِ وقت کسی طرح کا تعرض نہیں کرتے - موسیٰ بدینِ خود عیسےٰ بدینِ خود - ان کا درس "چشمِ ماروشن دلِ ماشاد" - رہے معاملات اُن میں فصلِ خصومات لازمۂ حکومت ہے جیسے سکہ - وہ انقلابِ سلطنت کی وجہ سے منتقل ہوگئے - انگریزوں کی طرف اور مولوی ہیں کہ وہی تقویمِ پارینہ فقہی کتابیں لیے بیٹھے ہیں - اور بڑی سرگرمی سے ان کا درس دیے رہے ہیں پس ہم اپنے وقت کے مولویوں کو خواندہ - پڑھا لکھا - اسلامی معتقدات اور عبادات سے واقف تو مانتے ہیں عالِم نہیں مانتے اور یہ بات ہم نے اس آیت سے مستنبط کی - جس کے آخر کا ٹکڑا ہم نے عنوان "حقوق العلماء" کے ذیل میں پہلے لکھا ہے پوری آیت اور اُس کا ترجمہ یُوں ہے - اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ۝ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ۝ (اے مخاطب) کیا تو نے اِس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ ہی نے آسمان سے پانی اُتارا پھر اُس (پانی) کے ذریعے

سے ہم نے مختلف رنگتوں کے پھل نکالے اور (اسی طرح) پہاڑوں میں مختلف رنگتوں کے کچھ طبقے ہیں (بعض)
سفید اور (بعض) لال اور (بعض) کالے سیاہ اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چارپایوں کی رنگتیں بھی
کئی کئی طرح کی ہیں۔ خدا سے تو اُس کے وُہی بندے ڈرتے ہیں جو (خدا کے آثارِ قدرت کا) علم رکھتے ہیں بے شک
اللہ زبردست (اور) بخشنے والا ہے۔ اِس آیت کا سیاق کہہ رہا ہے کہ عند اللہ علماء وہی لوگ ہیں جو آثارِ قدرت کا
علم رکھتے ہوں جیسا کہ ہم نے ترجمہ آیت میں کھول دیا ہے۔ ورنہ مینھ کے برسنے اور مختلف رنگتوں کے پھلوں کے
نکلنے اور طبقات الجبال اور آدمیوں اور جانوروں اور چارپایوں کے مختلف الالوان ہونے سے اور علماء سے
کیا مناسبت۔ اب مولوی صاحبان ہم کو بتائیں کہ اُن کے نصاب ہیں جس کے برتے پر وہ عالم بنے ہیں
کس علم میں اِن آثارِ قدرت کا مذکور ہے۔ علماء کا ادب متفرع ہے خشیتہ اللہ پر اور خشیتہ اللہ متفرع ہے خدا
کی معرفت پر۔ اور خدا کی معرفت متفرع ہے آثارِ قدرت کے علم پر۔ آثارِ قدرت کا علم نہیں تو کما حقہا خدا کی معرفۃ
نہیں۔ اور خدا کی معرفت نہیں تو خشیتہ اللہ نہیں۔ اور خشیتہ اللہ نہیں تو وہ عالم نہیں اور عالم نہیں تو اُس کا
کوئی حق نہیں۔ ایک کڑی کے نکال لینے سے سارا سلسلہ از ہم گسستہ ہو گیا۔ یہ وجہ تھی کہ ہم نے حقوق العلماء
کا باب باندھنے میں تامل کیا۔ پھر باندھا کیوں۔ باندھا اس لیے کہ ان میں خدا کے بندے نیک اور حقانی
بھی ہیں وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ۔ اگر وہ علوم دنیا کی طرف سے بے پروا ہیں تو صرف اِس وجہ سے کہ اُنھوں نے ان علوم کی قدر
نہیں جانی۔ ان کی ضرورت کو نہیں سمجھا اور اپنی ہمت کو صرف دینیات میں محصور اور مقصور کر لیا۔ خدانخواستہ
اگر یہ لوگ بھی نہ ہوں تو قال اللہ اور قال الرسول کی آواز جیسی بھی مدھم ہے کہیں سُنائی نہ پڑے پس ان لوگوں کا
ادب اِن کا حق ہے۔

مالی خدمت

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ امْرَاَةً جَاءَتْ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جِئْتُ لِاَهَبَ نَفْسِيْ لَكَ
فَنَظَرَ اِلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَصَعَّدَ النَّظَرَ اِلَيْهَا وَصَوَّبَهُ ثُمَّ
طَأْطَأَ رَاْسَهُ فَلَمَّا رَاَتِ الْمَرْاَةُ اَنَّهُ

سہل بن سعد سے روایت ہے کہ ایک عورت
جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس
آکر کہنے لگی یا رسول اللہ میں آپ کے پاس
اِس لیے آئی ہوں کہ اپنے نفس کو آپ کے
لیے ہبہ کر دوں۔ پیغمبر صاحب نے
اُس کی طرف کو اُوپر تلے نظر کر کے
دیکھا اور سر جھکا لیا۔ عورت
نے جب دیکھا کہ پیغمبر صاحب
نے اُس کے بارے میں

لَمْ يَقْضِ فِيهَا شَيْئًا جَلَسَتْ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِهٖ فَقَالَ أَيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِيهَا قَالَ هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا وَجَدْتُ شَيْئًا فَقَالَ انْظُرْ وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيْدٍ فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا خَاتَمًا مِّنْ حَدِيْدٍ وَلٰكِنْ هٰذَا إِزَارِيْ قَالَ سَهْلٌ مَّا لَهٗ رِدَاءٌ فَلَهَا نِصْفُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَصْنَعُ بِإِزَارِكَ إِنْ لَّبِسْتَهٗ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ وَّإِنْ لَّبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ مِنْهُ شَيْءٌ فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتّٰى طَالَ مَجْلِسُهٗ ثُمَّ قَامَ فَرَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَلِّيًا فَأَمَرَ بِهٖ فَدُعِيَ فَلَمَّا جَاءَ قَالَ مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ مَعِيْ سُوْرَةُ كَذَا وَسُوْرَةُ كَذَا عَدَّدَهَا فَقَالَ هَلْ تَقْرَؤُهُنَّ عَنْ ظَهْرِ قَلْبٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ (نسائی)

کوئی حکم نہیں فرمایا تو وہ بیٹھ گئی۔ پیغمبر صاحب کے اصحاب میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ اگر اس عورت کی آپ کو حاجت نہیں ہے تو میرے ساتھ نکاح کر دیجئے۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کیا تیرے پاس کوئی ایسی چیز ہے جسے تو اس کے مہر میں دے سکے عرض کیا نہیں بخدا میں تو کوئی بھی ایسی چیز پاتا نہیں۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا جاؤ دیکھو اگرچہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہی ہو وہ شخص چلا گیا۔ اور پھر آ کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ بخدا میں کچھ نہیں پاتا لوہے کی ایک انگوٹھی بھی نہیں ہاں یہ یہ میرا ایک تہبند ہے (سہل کا قول ہے کہ اُس شخص کے پاس چادر نہ تھی) میں اس عورت کو اس میں کا آدھا دے دیتا ہوں پیغمبر صاحب نے فرمایا تیرا تہبند کیا کافی ہو سکتا ہے اگر تو اوڑھے گا تو عورت کے پاس کچھ نہیں رہے گا اور اگر عورت اوڑھے گی تو تجھ پر کچھ نہیں رہے گا یہ سُن کر وہ شخص بیٹھ گیا اور جب بیٹھے بیٹھے دیر ہو گئی تو کھڑا ہو گیا۔ پیغمبر صاحب نے اُسے پیٹھ موڑ کر جاتے ہوئے دیکھا تو اُس کے بُلائے جانے کا حکم فرمایا اور جب آیا تو پیغمبر صاحب نے فرمایا تیرے پاس کچھ قرآن بھی ہے عرض کیا مجھے فلاں فلاں سورۃ یاد ہے

ف۔ قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا ہے ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین مسلما محرمات ابدیہ کے علاوہ سب عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں بشرطیکہ شہوۃ رانی کے لیے نہیں بلکہ قیدِ نکاح میں لانے کی غرض سے مال یعنی مہر کے بدلے نکاح کرنا چاہو تو اس سے صاف

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ - (بخاری)

ابن عباس نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا لوگو! جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو سب میں زیادہ اجرت کا استحقاق کتاب اللہ رکھتی ہو

قَالَ الْحَكَمُ لَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا كَرِهَ اَجْرَ الْمُعَلِّمِ وَاُعْطِيَ الْحَسَنُ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ (بخاری)

حکم (تابعی) کا قول ہے کہ میں نے کسی کو نہیں سُنا کہ وہ مُعلّم کی اُجرت کو مکروہ کہتا ہو - حسن بصری کو (تعلیم کی اجرت) دس درہم دیئے گئے تھے - (اگر ناجائز ہوتی تو کیوں لیتے)

من المترجم ان دو حدیثوں سے مکاتب قرآن کے میانجیوں کی اُجرت کا حلالِ طیّب ہونا صاف طور پر ثابت ہے اس موقع پر ہم کو ایک بات اور بھی کہنی ہے کہ ہمارے وقتوں کے مولویوں کی معاش پر بعض لوگ اعتراض کر بیٹھتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ مولویوں کے کام دو طرح کے ہیں درس اور وعظ - مولوی لوگ درس کا پیشہ کرتے ہوں یا وعظ کا اُجرت کا قرارداد تو کہیں بھی نہیں ہوتا - مولوی مدرّس ہیں تو طالب العلم نہیں بلکہ دوسرے لوگ جو کار نیک میں مولویوں کی مشغولی دیکھتے ہیں اپنے طور پر تبرعاً کچھ ان کی خدمت کر دیتے ہیں - واعظ ہیں تو مُستمعین یا جس نے وعظ کہلایا ہو - ہم تو ان دونوں صورتوں میں ناجوازی کی کوئی وجہ پاتے نہیں - اوّل تو یہ معاوضہ اجرت کی قسم کا نہیں اور ہو بھی تو دُنیا کے ادنے ادنے کاموں کا معاوضہ دینا پڑتا ہے - دینی کام ایسا کیا گیا گزرا ہو گیا کہ اس کو معاوضے کا استحقاق نہ ہو - بات یہ ہے کہ معترض مولویوں کو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر قیاس کر کے کہتے ہیں کہ احکامِ الٰہی کی تبلیغ ان کا فرضِ خدمت ہے - تو معاوضہ کیسا؟ ہم کہتے ہیں کہ اوّل تو قیاس قیاس مع الفارق ہے دوسرے مانا کہ تبلیغ احکامِ الٰہی مولویوں کا فرض ہو تو فرض کفایہ ہوگا - جیساکہ آیہ ولتکن منکم امّۃ سے سمجھا جاتا ہے علاوہ بریں مُدرّس یا واعظ درس اور وعظ کے معاوضے کا مستحق نہیں تو وقت جو وہ درس یا وعظ میں صرف کرتا ہے اُسکے معاوضے کا تو مستحق ہے بااینہمہ جس کو خُدا توفیق دے اور وہ درس یا وعظ کی خدمت احتساباً بجالائے فاجرہ علے اللہ -

رعایتِ ادب

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ○ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا

اور (اے پیغمبر اُس واقعے کو یاد کرو کہ) جب موسیٰ (خضر کی ملاقات کے ارادے سے چلے تو اُنھوں نے) اپنے خادم (یوشع) سے کہا کہ جب تک میں دونوں دریاؤں کے ملنے کے مقام پر نہ پہنچ لوں (اپنے ارادے سے) باز نہیں

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ۝ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِن سَفَرِنَا هَٰذَا نَصَبًا ۝ قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا أَنسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ۝ قَالَ ذَٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۚ فَارْتَدَّا عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا ۝ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝

پھر جب یہ دونوں اُن دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچے اپنی (ناشتے کی تلی ہوئی) مچھلی (وہیں) بھول اُٹھے تو مچھلی نے دریا میں سرنگ کی طرح کا اپنا رستہ بنا لیا پھر جب آگے بڑھ گئے تو موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا کہ (لاؤ جی) ہمارا ناشتہ تو ہم کو دو ہمارے (آج کے) اس سفر سے تو ہم کو بڑی تکان ہوئی ف (خادم نے) کہا آپ نے یہ بھی دیکھا؟ جب ہم (دریا کنارے) اُس پتھر کے پاس ٹھہرے تو میں (اُسی جگہ) مچھلی بھول اٹھا اور شیطان ہی نے مجکو بھلا دیا کہ میں (آپ سے) اُس کا تذکرہ کرتا اور مچھلی نے عجب طور پر دریا میں (جانے کا) اپنا رستہ کر لیا (موسیٰ نے) کہا کہ وُہی (تو وہ جگہ) ہے جس کی ہم جستجو میں تھے پھر دونوں اپنے (پیروں کے) نشانوں کے کھوج لگاتے لگاتے اُلٹے پاؤں پھرے تو (دونوں دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچ کر) اُنھوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے (یعنی خضر) کو پایا جس کو ہم نے اپنی (خاص) مہربانی میں سے (ایک حصّہ) دیا اور اپنی طرف سے اُس کو ایک (خاص) علم سکھایا تھا موسیٰ نے خضر سے کہا کہ آپ اجازت دیں تو میں آپ کے ساتھ

ف حدیث میں یُوں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ وعظ فرما رہے تھے سُننے والوں میں سے کوئی پُوچھ بیٹھا کہ کوئی آپ سے زیادہ بھی علم رکھتا ہو حضرت موسیٰ نے فرمایا میں نہیں جانتا جس کا مطلب یہ تھا کہ وہی سب سے بڑے عالم ہیں موسیٰ بے شک بڑے اولوالعزم پیغمبروں میں سے تھے لیکن شانِ بندگی چاہتی تھی کہ وہ کسی حال میں تواضع اور کسرِ نفس سے غافل نہ ہوں پیغمبروں سے ایسی چھوٹی چھوٹی فروگذاشتوں پر بھی خدا کے ہاں سے مواخذہ ہوتا ہے کیونکہ وہ خدا کے مقبول بندے ہوتے ہیں اور جیسے وہ مقبول ہوتے ہیں چاہیئے کہ اُن کے اخلاق بھی اعلےٰ درجے کے ہوں موسیٰؑ سے ایک آنا نیّت کی بات سرزد ہو گئی تو خدا نے اُن کو اُن کی غلطی پر اس طرح تنبہ کیا کہ اُن کو خضر کے پاس جانے کا حکم دیا خدا نے وحی کے ذریعے سے موسیٰؑ کو پتہ بتا دیا تھا کہ خضرؑ سے اس جگہ ملاقات ہو گی جہاں دو دریا ملتے ہیں یہ دو دریا شاید سمندر کی دو شاخیں ہیں ان کے ملنے کی جگہ سے موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر دریا پار جیسے ہوئے تھے موسیٰ کو ایک پتہ یہ بھی دیا گیا تھا کہ خدا سے ادھر تم سے جس جگہ ملاقات ہو گی وہاں تمھارے ناشتے کی تلی ہوئی مچھلی خدا کی قدرت سے زندہ ہو کر دریا میں چلی جائے گی۔ باقی قصّہ قرآن میں مذکور ہے۔

(فوائد متعلقہ صفحہ ہذا)

ف کہتے ہیں کہ موسیٰ اپنے اس سفر میں کسی دن نہیں تھکے تھے مگر جب اُن کا سفر ختم ہونے کو آیا تو اُن کو تکان معلوم ہوئی ہ ف بر صفحہ آئندہ

قَالَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝
وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ
خُبْرًا ۝ قَالَ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ
اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ۝
قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَن
شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝
فَانطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ
خَرَقَهَا ۖ قَالَ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ
أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا ۝
قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ
صَبْرًا ۝ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا
نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي
عُسْرًا ۝ فَانطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا لَقِيَا
غُلَامًا فَقَتَلَهُ قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا
زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَّقَدْ جِئْتَ
شَيْئًا نُّكْرًا ۝ قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكَ إِنَّكَ

(خضر نے) کہا تم سے میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں ہوسکے گا اور جو چیز تمھاری آگہی کے احاطے سے باہر ہے اُس پر تم کیسے صبر کرسکتے ہو (موسیٰ نے) کہا کہ اِن شاء اللہ آپ مجھکو ضابط (آدمی) ف پائیں گے اور میں آپ کے کسی حکم کے خلاف نہ کروں گا (خضر نے) کہا اگر تم کو میرے ساتھ رہنا ہی (منظور) ہے تو جب تک میں (از خود) تم سے کسی بات کا تذکرہ نہ کروں تم مجھ سے اُس کی بابت کچھ پوچھنا ہی نہیں۔ پھر (موسیٰ اور خضر) دونوں (لکر) آگے) چلے یہاں تک کہ (راہ میں ایک دریا پڑا) جب دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو خضر نے (ایک تختہ توڑکر) کشتی کو پھاڑ دیا (موسیٰ نے) کہا کیا آپ نے کشتی کو اس غرض سے پھاڑا ہے کہ کشتی کے لوگوں کو (دریا میں) ڈبو دو (یہ تو) آپ نے بڑی ہی (خطرناک) بات کی (خضر نے) کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم سے میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں ہوسکے گا۔ (موسیٰ نے) کہا کہ آپ مجھ سے میری بھول چوک پر گرفت نہ کیجئے اور میرے (اس) معاملے میں میرے ساتھ (اتنی) سخت گیری (بھی) نہ کیجئے (بات رفت وگزشت ہوئی) پھر دونوں (اور) آگے بڑھے یہاں تک کہ (رستے میں) ایک لڑکے سے ملے تو (خضر نے) اُس کو (پکڑ کر) مار ڈالا (موسیٰ نے) کہا کہ کیا آپ نے ایک معصوم شخص کو مار ڈالا (اور وہ بھی) کسی کے (خون کے) بدلے میں نہیں (یہ تو) آپ نے بڑی ہی بے جا حرکت کی (خضر نے) کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ

(متعلقہ صفحہ ۱۰۷) ف ۲ قرآن میں لفظ رشد ہے جس کا ترجمہ ہم نے علم لدنّی کیا ہے اور اس کے اصلی معنے ہیں بات کی اصلیت کو معلوم کر لینا جس کو معاملہ فہمی اور عقل سلیم اور رائے صائب سے بھی تعبیر کرسکتے ہیں مگر یہاں مُراد وہی علم لدنّی یعنی باطنی علم ہے جو خُدا نے اُن کو سکھایا تھا ۱۲ (فائدہ متعلقہ صفحہ ہذا)

ف ضابط کے یہ معنی ہیں کہ میں اپنے نفس پر ضابط ہوں ایک بات کے پوچھنے کو جی چاہے اور نہ پوچھوں ۱۲

لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ قَالَ اِنْ
سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا
تُصٰحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ۝
فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ
اِسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا
فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ
فَاَقَامَهٗ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ
اَجْرًا ۝ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ
سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ
صَبْرًا ۝ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ
لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ
اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ
كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ۝ وَاَمَّا الْغُلٰمُ
فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ
يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۝ فَاَرَدْنَآ
اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً
وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ۝ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ
لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ

میرے ساتھ تم سے ہرگز صبر نہیں ہو سکے گا (موسیٰ نے) کہا کہ اس کے بعد اگر میں آپ سے کچھ بھی پوچھوں تو آپ مجکو اپنے ساتھ نہ رکھیے گا کہ آپ میری طرف سے (حدِ) عذر کو پہنچ چکے ف۱ یہ ہو ہوا کر (اور) آگے بڑھے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچو تو وہاں کے لوگوں سے کھانے کو مانگا اور اُنھوں نے اُن کو ضیافت کا دینا منظور نہ کیا۔ اتنے میں اُنھوں نے گاؤں میں ایک دیوار دیکھی جو گرا ہی چاہتی تھی تو (خضر نے) اُس کو (پھر از سرِ نو) کھڑا کر دیا (اس پر موسیٰ نے) کہا اگر آپ چاہتے تو (ان لوگوں سے) دیوار کے کھڑا کر دینے کی مزدوری لیتے (خضر نے) کہا بس اب مجھ میں اور تم میں چھٹم چھٹا جن (باتوں) پر تم سے صبر نہ ہو سکا میں ابھی تم کو اُن کی اصل حقیقت بتائے دیتا ہوں کہ کشتی تو (ملاحی پیشہ) غریبوں کی تھی وہ (اس کو) دریا میں (مزدوری پر) چلاتے تھے تو میں نے چاہا کہ اُس کو عیب دار کر دوں کیونکہ اُن کے سامنے کی طرف (دریا پار) ایک بادشاہ تھا (ظالم) جو ہر ایک (بکار آمد) کشتی کو زبردستی ضبط کر لیا کرتا تھا اور وہ جو لڑکا تھا تو اُس کے ماں باپ دونوں ایمان والے (لوگ) تھے تو ہم کو یہ اندیشہ ہوا کہ (ایسا نہ ہو بڑا ہو کر) سرکشی اور کفر سے اُن کو ایذا دے لہٰذا ہم نے یہ ارادہ کیا ف۲ کہ (اُس کو مار دیں اور) اُن کا پروردگار اِس کے بدلے میں اُن کو (ایسا فرزند) عطا فرمائے (جو) پاک نفسی اور پاسِ قرابت میں اُس سے بہتر (ہو) اور رہی دیوار سو شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور

ف۱ مطلب یہ ہے کہ جب تیسری بار مجھ سے ایسا قصور ہو تو آپ کو میرے جدا کرنے کا اختیار ہے اور آپ معذور ہیں آپ سے کچھ شکایت نہیں ۱۲ ف۲ جب حضرت خضر نے اپنے ارادے کو بالکل خدا کے ارادے کا مطیع کر رکھا تھا تو اُن کا یہ کہنا کہ ہم نے چاہا گویا یہی کہنا تھا کہ خدا نے چاہا ۱۲

تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝

(الکہف ع ۱۰ پارہ ۱۶)

دیوار کے نیچے اُن ہی (لڑکوں) کا خزانہ (گڑا ہوا) تھا اور اُن (لڑکوں) کا باپ (ایک) نیک (آدمی) تھا پس تمہارے پروردگار نے چاہا کہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کو پونہچیں اور (دیوار کے تلے سے) اپنا خزانہ نکال لیں (اور اُن کے حال پر) تمہارے پروردگار کی یہ ایک مہربانی تھی اور (ان واقعات میں) میں نے جو کچھ کیا اپنے اختیار سے نہیں کیا (بلکہ خدا کے حکم سے) یہ ہے اصل حقیقت اُن (واقعات) کی جن پر تم سے صبر نہ ہو سکا۔

من المترجم

قصے سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ متعلم اور شاگرد تھے اور خضر علیہ السلام معلم اور اُستاد کیونکہ حضرت موسیٰ صرف علم ہی حاصل کرنے کی غرض سے حضرت خضر تک پونہچے اور پونہچتے کے ساتھ فرمایا هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝ (یعنی آپ اجازت دیں تو میں آپ کے ساتھ رہوں بشرطیکہ جو علم لدنی من جانب اللہ آپ کو سکھایا گیا ہے اُس میں سے کچھ آپ مجکو بھی سکھا دیں" حضرت خضر نے اُن سے معاہدہ لیا اور کچھ عرصے تک حضرت موسیٰ خضر کے ساتھ رہے اور یہی معنے ہیں حضرت موسیٰ کے متعلم اور خضر کے معلم ہونے کے۔ اصل میں یہ قصہ ذوجہتین ہے یعنی معلم اور متعلم دونوں کے حقوق اِس سے مستنبط ہوتے ہیں متعلم کے اِس طرح کہ حضرۃ موسیٰ نے جو حقیقۃ میں متعلم تھے حضرۃ خضر کا ادب ملحوظ رکھا اور معلم کے اِس طرح کہ حضرۃ خضر نے جو معلم تھے حضرۃ موسیٰ کے تمام شکوک رفع کر دیئے۔

حقوق متعلم

تفہیم

يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝

(المزمل ع ۱ پارہ ۲۹)

اے (پیغمبر تم) جو (وحی کی ہیبت سے) چادر لپیٹے پڑے ہو ف رات (کے وقت نماز) میں کھڑے رہا کرو مگر بھی ساری رات نہیں۔ بلکہ ساری رات سے کم یعنی آدھی رات یا اُس میں سے (بھی) تھوڑا سا کم کرلیا کرو یا آدھی سے (کچھ) بڑھا دیا کرو اور قرآن کو خوب ٹھیر ٹھیر کر پڑھا کرو۔

ع یہ آیت اصل میں تو تلاوتِ قرآن کے آداب میں ہے مگر چونکہ پیغمبر صاحب کو دو ضرورت سے قرآن پڑھنا ہوتا تھا۔ ایک نماز میں دوسرے وعظ میں اور دونوں حالتوں میں یہ ہی حکم تھا کہ ترتیل سے پڑھو تاکہ سُننے والے اچھی طرح سمجھ لیں تو اس معنے کر ترتیل قرأت سُننے والوں کا حق ہے اور اسی لیے ہم نے اِس آیت کو عنوانِ مذکور کے تلے رکھا ہے۔ پھر آیۂ مذکورہ کے مخاطب ہیں پیغمبر صاحب اور پیغمبر صاحب تو عرصۂ ہستی میں ہیں نہیں ہاں علماء اور وُعّاظ اور قُرّاء جو لوگوں کی امامت کرتے اور وعظ فرماتے ہیں پیغمبر صاحب کے قائم مقام ہیں اور اب اُن ہی کو ترتیل کرنے کا حکم ہے اور جب یہ ہے تو ترتیل قرأت فرض ہے علماء اور قراء کا اور حق ہے مستمعین اور متعلّمین کا۔ یہاں سے ایک رات میں قرآن پڑھنے کی جسے لوگ شبینہ کہتے ہیں اور جو اکثر رمضان کی ستائیسویں شب کو بخیال شب قدر پڑھا جاتا ہے کراہت ثابت ہوتی ہے کیونکہ آیت میں ترتیل کا حکم ہے اور ممکن نہیں کہ ایک رات میں سارا قرآن ترتیل کے ساتھ پڑھا جائے خاص کر تراویح میں اور تراویح بھی وہ جس میں رکوع وسجود اور قیام قومہ اعتدال کے ساتھ ہو ۱۲ +

ف نزولِ وحی پیغمبر صاحب پر سخت گزرا کرتا تھا تفصیلی کیفیت تو معلوم نہیں مگر کڑاکے جاڑے میں پسینے پسینے ہو ہو جاتے تھے رنگت فق ہو جاتی تھی اور جسم بھاری پڑ جاتا تھا یہاں تک کہ کبھی آپ اُونٹنی پر سوار ہوتے تھے تو نزولِ وحی کے وقت اُونٹنی مارے بوجھ کے بیٹھ جاتی تھی اور شروع شروع میں تو پیغمبر صاحب کو بہت ڈر لگتا تھا چنانچہ یہ سورت اور اس سے اگلی دونوں وحی ابتدائی ہیں کہ پیغمبر صاحب مارے خوف کے کپڑا اوڑھ کر لیٹ گئے تھے اسی وجہ سے ایک جگہ مُزّمّل فرمایا اور دوسری جگہ مدّثّر اور معنے دونوں کے ایک ہی ہیں ۱۲

عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ اَعَادَهَا ثَلٰثًا حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْهُ وَاِذَا اَتٰى عَلٰى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلٰثًا - (بخاری)

حضرت انس کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات کہتے تو اُسے تین دفعہ دوہراتے تاکہ وہ بات آپ سے اچھی طرح سمجھی اور سُنی جائے اور جب کسی جماعت پر آکر سلام کرتے تو تین دفعہ سلام کیا کرتے

تبلیغ و نصیحت

يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ○

(المائدہ ع ۱۰ پارہ ۶)

اے پیغمبر جو احکام تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوئے ہیں (بلا کم و کاست لوگوں کو) پونہچا دو اور اگر تم نے (ایسا) نہ کیا تو (سمجھا جائے گا کہ) تم نے خدا کا (کوئی) پیغام (بھی لوگوں کو) نہیں پونہچایا اور اللہ تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا کیونکہ اللہ اُن لوگوں کو جو کفر کرتے ہیں (ایسا) رستہ (ہی) نہیں دکھائے گا کہ تم پر دست درازی کر سکیں)

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّىْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

(الاعراف ع ۸ پارہ ۸)

(نوح نے اپنی قوم سے یہ بھی کہا کہ) میں تم کو اپنے پروردگار کے احکام پونہچاتا ہوں اور تمہارے حق میں خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ (کے بتانے سے ایسی (ایسی) باتیں جانتا ہوں - جن کو تم نہیں جانتے

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّىْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ○ (الاعراف ع پارہ ۸)

(ہود نے اپنی قوم کی طرف روئے سخن کر کے یہ بھی کہا کہ) میں تم کو اپنے پروردگار کے احکام پونہچاتا ہوں اور میں تمھارا سچا خیر خواہ ہوں -

ملہ تبلیغ رسالت کے تین پہلو ہیں اِس تعلق سے کہ خدا نے پیغمبر صاحب کو اس کا حکم کیا ہے حق اللہ ہے اور پیغمبر صاحب کا فرض اور چونکہ خدا نے پیغمبر صاحب کو حکم دیا ہے کہ دینی احکام اُمت کو پونہچادیں اس تعلق سے یہ حق ہے اُمت کا اور اسی تعلق کا لحاظ کر کے ہم نے یہ اور اس کے بعد کی دونوں آیتیں حقوق متعلم کے عنوان میں لی ہیں ۱۲ +

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً۔ (بخاری)	عبد اللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری طرف سے (امت کو دین وشریعت) پونہچا دو اگرچہ ایک ہی آیۃ ہو
عَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ وَالْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ حَدَّثَ بِحَدِیْثٍ یُرٰی اَنَّہٗ کَذِبٌ فَھُوَ اَحَدُ الْکَاذِبِیْنَ (مسلم)	سمرہ بن جندب اور مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی حدیث نقل کرے (اور) وہ جانتا ہو کہ یہ حدیث جھوٹی ہے تو وہ جھوٹوں میں کا ایک جھوٹا ہے۔

حقوق حاکم

ممانعت
غدر و نقض عہد

اطاعۃ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ۝ (النساء ع ۸ پارہ ۵)

مسلمانو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں (اُن کا بھی) پھر اگر کسی امر میں تم (اور حاکم وقت) آپس میں جھگڑ پڑو تو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لانے کی شرط یہ ہے کہ اس امر میں اللہ اور رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو (کہ) یہ (تمھارے حق میں) بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی (یہی طریقہ) بہت اچھا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ یُّطِعِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ یَّعْصِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ وَ اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ یُّقَاتَلُ مِنْ وَّرَآئِهٖ وَ یُتَّقٰى بِهٖ فَاِنْ اَمَرَ

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے خدا کی نافرمانی کی اور جو شخص حاکم وقت کی اطاعت کرتا ہے وہ میری ہی اطاعت کرتا ہے اور جو حاکم وقت کی نافرمانی کرتا ہے وہ میری نافرمانی کرتا ہے حاکم ڈھال کی جگہ ہو کہ اُس کی آڑ میں جنگ کی جاتی اور اُس کی وجہ سے آفت سے بچاؤ ہوتا ہے (یعنی جس طرح ڈھال لڑائی میں تیر و شمشیر سے موجب حفاظت ہوتی ہے اسی طرح امام اور حاکم کا وجود باعثِ امن و امان ہوتا ہے) تو اگر امام

بِتَقْوَى اللّٰهِ وَعَدَلَ فَإِنَّ لَهُ بِذٰلِكَ أَجْرًا وَإِنْ قَالَ بِغَيْرِهِ فَإِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ وِزْرًا۔ (صحیحین)

خدا سے ڈرنے اور انصاف کرنے کا حکم کرے گا تو اُسے اس کا اجر ملے گا اور اگر اس کے برخلاف حکم کرے گا تو اس کا بوجھ بھار اُسی پر پڑے گا۔

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَإِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ۔ (بخاری)

حضرت انس سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! حاکمِ وقت کا کہا سُنو اور فرماں برداری کرو اگرچہ تم پر حبشی غلام ہی حاکم کیوں نہ مقرر کیا جائے گویا کہ اُس کا سر دانہ منقے (یعنی نہایت حقیر اور چھوٹا) ہے (سر کا چھوٹا ہونا دلیل کم عقلی کی ہے)۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ۔ (صحیحین)

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان آدمی کو حاکمِ وقت کی بات سُننی اور اُس کا کہا ماننا بہرحال واجب ہے پسندیدہ بات ہو تو اور ناپسند ہو تو جب تک خدا کی نافرمانی کا حکم نہ کیا جائے ہاں جب خدا کی نافرمانی کا حکم کیا جائے تو نہ حاکم کی بات سُنی جائے نہ اُس کا کہا مانا جائے۔

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِيَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَكُمْ وَتُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّونَ عَلَيْكُمْ وَشِرَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُبْغِضُونَهُمْ وَيُبْغِضُونَكُمْ وَتَلْعَنُونَهُمْ وَيَلْعَنُونَكُمْ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَلَا نُنَابِذُهُمْ عِنْدَ ذٰلِكَ

عوف بن مالک اشجعی پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تمھارے بہترین حکمراں وہ ہیں کہ تم انھیں دوست رکھتے اور وہ تمھیں دوست رکھتے ہوں تم اُن کے لیے دُعا مانگتے اور وہ تمھارے لیے دُعا مانگتے ہوں اور بدترین حکمراں وہ ہیں کہ تم اُن سے ناراضمند ہو اور وہ تم سے ناراضمند ہوں تم اُن کو لعنت کرتے اور وہ تم کو لعنت کرتے ہوں راوی کا بیان ہے کہ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ کیا اس وقت ہم اُن کا عہد نہ

قَالَ لَا مَا أَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ لَا مَا أَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ أَلَا مَنْ وُلِّيَ عَلَيْهِ وَالٍ فَرَاٰهُ يَأْتِيْ شَيْئًا مِّنْ مَّعْصِيَةِ اللّٰهِ فَلْيَكْرَهْ مَا يَأْتِيْ مِنْ مَّعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا يَنْزِعَنَّ يَدًا مِّنْ طَاعَةٍ (مسلم)

(اور نقضِ معاہدہ نہ کریں فرمایا نہیں جب تک وہ تم میں نماز پڑھتے رہیں۔ نہیں جب تک وہ تم میں نماز پڑھتے رہیں سنو! جس پر کوئی حکمران مقرر کیا جائے اور وہ حاکم کو خدا کی نافرمانی کا مرتکب ہوتے دیکھے تو خدا کی نافرمانی کے ارتکاب کو دل سے برا جانے اور حاکم کی اطاعت سے ہاتھ نہ نکالے۔

مُمانعتِ غدر ونقضِ عہد

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَأْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَأْسِ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ (البقرۃ ع ۲۲ پارہ ۲)

(مسلمانو!) نیکی یہی نہیں کہ (نماز میں) اپنا منہ مشرق (کی طرف کرلو) یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ (اصل) نیکی تو اُن کی ہے جو اللہ اور روزِ آخرت اور فرشتوں اور (آسمانی) کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور مالِ (عزیز) اللہ کی حُب پر ف۱ رشتے داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیا اور (غلامی وغیرہ کی قید سے لوگوں کی) گردنوں (کے چھڑانے) میں (دیا) ف۲ اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہے اور جب (کسی بات کا) اقرار کرلیا تو اپنے قول کے پورے اور تنگی میں اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت میں ثابت قدم رہے یہی لوگ ہیں جو (دعوے اسلام میں) سچے نکلے اور یہی ہیں (جن کو) پرہیزگار (کہنا چاہیے)۔

ف۱ حبہ کی ضمیر ہم نے اللہ کی طرف پھیری اور بعض جو مال کو مرجع ٹھیراتے ہیں تو وہ المال علی حبہ کا ترجمہ صرف مالِ عزیز کریں گے ۱۲

ف۲ تین طرح پر آدمی کی گردن پھنستی ہے ایک غلامی میں دوسرے قرض میں تیسرے قید میں یہاں سب قسمیں مراد ہیں غلام کو مول لے کر آزاد کرئے یا کسی کے ذمے کا قرض چکائے یا روپیہ دینے سے جو آدمی قید سے رہائی پا سکتا ہے اپنے پاس سے تاوان دے کر اُس کو چھڑا دے ۱۲

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۭ (المائدہ ع ۱ پارہ ۶)

مسلمانو اپنے قراروں کو پورا کرو ف۱

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ۭ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِىَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ۭ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ۭ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ (النحل ع ۱۳ پارہ ۱۴)

اور جب تم لوگ آپس میں قول و قرار کر لو تو اللہ کی قسم کو پورا کرو ف۲ اور قسموں کو اُن کے پکا کیے پیچھے نہ توڑو حالانکہ تم اللہ کو اپنا ضامن ٹھیرا چکے ہو کچھ شک نہیں کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے بخوبی واقف ہے اور (قسموں کے توڑتے میں) اُس عورت جیسے نہ بنو جس نے اپنا سوت کاتے پیچھے ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ ڈالا کہ لگو اپنی قسموں کو (اس وجہ سے) آپس کے فساد کا سبب بنانے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے زبردست ہے خدا نے (جو بعض کو زبردست اور بعض کو کمزور بنا رکھا ہے) بس اس (اختلاف حالت) سے تم لوگوں کی آزمائش کرتا ہے (کہ تم زبردست کا پاس کرتے ہو یا قول و قسم کا) اور جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے رہے ہو قیامت کے دن خدا تم پر اُن کی اصل حقیقت کو ضرور ظاہر کر دے گا ف۳

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْــُٔوْلًا ۝ (بنی اسرائیل ع ۴ پارہ ۱۵)

اور عہد کو پورا کیا کرو کیونکہ (قیامت میں) عہد کی باز پرس ہوگی

✣ ✣ ✣

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا

عمرو بن العاص کے فرزند عبد اللہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس میں وہ چاروں پائی جائیں گی تو وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ایک خصلت پائی جائے گی اُس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ اُسے چھوڑ دے

ف۱ مطلب یہ ہے کہ جب آدمی اسلام لایا تو اجمالاً اُس نے خدا اور رسول کے تمام حکم تسلیم کر لیے اب اس مقام پر خاص خاص حکم[عہ] دے کر اقرار اجمالی کے پورا کرنے کی تاکید ہے ۱۲ ف۲ لوگوں میں باہمی قول و قرار اکثر قسما قسمی سے ہوا کرتا ہے اس لیے فرمایا کہ قول و قرار کرو تو اللہ کی قسم کو پورا کرو۔ مطلب یہ ہے کہ قول و قرار کو پورا کرو ۱۲ ف۳ اسلام سے پہلے اہل عرب کے اخلاق نہایت خراب تھے از انجملہ اُن میں ایک سخت عیب بدعہدی کا تھا کہ آج ایک قوم سے عہد کیا کل اُن کے مخالف برسرِ دست معلوم ہوئے عہد توڑ کر مخالفوں سے جا ملے مسلمانوں کو اِن آیتوں میں بڑی سختی کے ساتھ بدعہدی کی ممانعت کی گئی ہے کہ بدعہدی کریں تو اُن کی مثال اُس احمق عورت کی سی ہو کہ سوت کو محنت سے کاتے پھر توڑ تاڑ کر برابر کر دے۔ بدعہدی کا سب سے بڑا نتیجہ یہ ہے کہ آدمی لوگوں کی نظروں میں بے اعتبار ہو جاتا ہے کوئی اُس کی بات پر اعتماد نہیں کرتا اور شروع زمانے کے مسلمان بدعہدی کرتے تو اُس کا ضروری نتیجہ یہ تھا کہ جو لوگ اسلام میں آ گئے ہیں وہ بھی اُن کی بد قولی دیکھ دیکھ کر اسلام سے اکھڑ جائیں اور دوسرے لوگ اسلام میں آنے سے ہچکچائیں تو اُن پر وہی اُس احمق عورت کی سی مثال صادق آتی کہ جن محنتوں سے تو اسلام کو رواج دیا اور بدعہدی کر کے ساری محنت برباد کر دی مسلمانوں کی بدعہدی دیکھ کر لوگ نفس اسلام سے متنفر ہو جاتے کہ جن کے قول کا اعتبار نہیں اُن کا مذہب کیا ۱۲

عہ خاص خاص حکم سے مراد ہیں چارپایوں کی حلت و حرمت کے متعلق احکام جو قرآن میں اس آیت کے بعد مذکور ہیں ۱۲

إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔

(صحیحین)

(وہ چار خصلتیں یہ ہیں کہ) جب اُس پر اعتبار کیا جائے خیانت کرے۔ اور جب بات کہے جھوٹ بولے جب معاہدہ کرے توڑ دے۔ جب لڑائی جھگڑا ہو گالیاں بکنے لگے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَمَعَ اللهُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرْفَعُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ فَقِيلَ هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ۔ (مسلم)

ابن عمر نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب قیامت کے روز خدا اگلے پچھلوں کو سب کو جمع کرے گا تو ہر عہد شکن اور بے وفا کے لیے ایک جھنڈا کھڑا کیا جائے گا پھر ہر چہار طرف منادی کر دی جائے گی کہ یہ فلاں کے بیٹے فلاں کا غدر اور اُس کی بے وفائی ہے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَا خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَالَ لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ۔

(احمد)

حضرت انس کہتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جو خطبہ بھی سنایا اُس میں یہ ضرور فرمایا کہ جس میں امانت نہیں اُس کا ایمان نہیں۔ اور جس میں ایفائے عہد کی صفت نہیں اُس کا کچھ دین نہیں۔

عَنْ سُلَيْمِ ابْنِ عَامِرٍ قَالَ كَانَ بَيْنَ مُعَاوِيَةَ وَبَيْنَ الرُّومِ عَهْدٌ وَكَانَ يَسِيرُ نَحْوَ بِلَادِهِمْ حَتّٰى إِذَا انْقَضَى الْعَهْدُ أَغَارَ عَلَيْهِمْ فَجَاءَ رَجُلٌ عَلٰى فَرَسٍ أَوْ بِرْذَوْنٍ وَهُوَ يَقُولُ اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ وَفَاءٌ لَا غَدْرٌ فَنَظَرُوا فَإِذَا هُوَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ فَسَأَلَهُ مُعَاوِيَةُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ كَانَ

سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ معاویہ اور روم میں معاہدہ تھا (میعادِ معاہدہ کے ختم ہونے کے قریب) معاویہ رومیوں کے شہروں کی طرف لگے آہستہ آہستہ چلنے اس نیّت سے کہ جب معاہدہ کی میعاد منقضی ہونے لگے تو معاویہ رومیوں کی مفاجاۃً چھاپا ماریں اور ایک ہی دفعہ اُن پر ہل پڑیں۔ اتنے میں ایک شخص گھوڑے یا خچر پر سوار آیا۔ وہ اللہ اکبر اللہ اکبر کا نعرہ مارتا اور کہتا تھا عہد کو نباہنا چاہیئے نہ توڑ دینا (یعنی زمانہ صلح میں تمہارا دشمنوں کے شہروں میں جانا داخلِ غدر ہے) لوگوں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ عمرو بن عبسہ ہیں معاویہ نے ان سے دریافت کیا تو کہا میں نے جناب پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جب ایک شخص

بَيْنَهٗ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَحُلَّنَّ عَهْدًا وَّلَا يَشُدَّنَّهٗ حَتّٰى يَمْضِيَ اَمَدُهٗ اَوْ يَنْبِذَ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ قَالَ فَرَجَعَ مُعَاوِيَةُ بِالنَّاسِ ۔ (ترمذی)

اور کسی قوم میں عہد ہو تو اُس کی مدت گزر لینے تک یا مساوات کو ملحوظ رکھ کر اُن کے عہد کو اُلٹا اُن ہی کی طرف پھینک مارنے تک عہد میں کچھ تغیر و تبدل نہ کرنا چاہیئے راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر معاویہ لوگوں سمیت لوٹ آئے

عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ بَعَثَنِیْ قُرَیْشٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُلْقِيَ فِیْ قَلْبِی الْاِسْلَامُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ وَاللّٰهِ لَا اَرْجِعُ اِلَيْهِمْ اَبَدًا قَالَ اِنِّیْ لَا اَخِيْسُ بِالْعَهْدِ وَلَا اَحْبِسُ الْبُرُدَ وَلٰكِنِ ارْجِعْ فَاِنْ كَانَ فِیْ نَفْسِكَ الَّذِیْ فِیْ نَفْسِكَ الْاٰنَ فَارْجِعْ قَالَ فَذَهَبْتُ ثُمَّ اَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمْتُ ۔ (ابوداؤد)

ابورافع کہتے ہیں کہ مجھے قریش نے جنابِ پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا ۔ مَیں نے پیغمبر صاحب کو دیکھا تو خدا نے میرے دل میں اسلام کی محبّت ڈال دی ۔ مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا کی قسم مَیں اب ہرگز قریش کی طرف لوٹ کر نہ جاؤں گا فرمایا مَیں عہد شکنی کرنا نہیں چاہتا اور نہ قاصد کو روک سکتا ہوں اب تو تُو لوٹ جا اگر تیرے نفس میں وُہی کیفیت باقی رہے جو اَب موجود ہے تو تُو پھر چلا آئیو ۔ میں چلا گیا اور پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لے آیا

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ ابْنِ الْحَكَمِ قَالَا خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِیْ بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَلَمَّا اَتٰى ذَا الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَاَشْعَرَ وَاَحْرَمَ مِنْهَا بِعُمْرَةٍ

مسوَر بن مخرمہ اور مروان بن حکم کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سال حُدَیبیہ کو (ہجرت کے چھٹے سال بقصدِ عمرہ مدینے سے) کچھ اُوپر ایک ہزار صحابیوں کو لے کر نکلے جب ذوالحلیفہ میں پہنچے ۔ (ذوالحلیفہ ایک مقام کا نام ہے یہاں سے بارہ میل کے قریب مکّہ رہ جاتا ہے) تو قربانی کی جانوروں کی تقلید[1] کی اور اُونٹوں کے کوہان میں دائیں طرف نیزے کا کچوکا[2] دیا اور یہیں سے عمرے کا احرام باندھا

[1] تقلید کے معنے ہیں گلے میں پٹّہ ڈالنا لوگ قربانی کے جانوروں کی گردنوں میں دھجّیاں جوتیاں وغیرہ باندھتے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ قربانی کے جانور ہیں اور اُن سے کوئی شخص تعرّض نہیں کرتا تھا ۱۲ [2] دوسری علامت جانور کے قربانی کا جانور ہونے کی یہ تھی کہ اُونٹ کے کوہان میں ایسا چیرا لگا دیتے تھے کہ خُون ظاہرِ جلد پر بہنے لگے یہ چیرا گہرا نہیں ہوتا تھا صرف اتنا کہ تھوڑا سا خُون بہ جائے تاکہ دُور سے دکھائی دے پٹّے اور چیرے کا دستور اس وجہ سے اختیار کیا گیا تھا کہ ملک میں اَمن نہ تھا اور خانہ کعبہ کا اَدب تو تمام جزیرۂ عرب میں اسلام سے پہلے بھی کیا جاتا تھا قربانی کے جانور کو کعبے کے اَدب سے کوئی لُوٹ نہیں سکتا تھا وہی دستور اب تک بھی جاری ہے ۱۲

وَسَارَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِالثَّنِيَّةِ الَّتِیْ يُهْبَطُ عَلَيْهِمْ
مِنْهَا بَرَكَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ فَقَالَ النَّاسُ حَلْ حَلْ
خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ فَقَالَ النَّبِیُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ وَمَا ذَاكَ
لَهَا بِخُلُقٍ وَّلٰكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيْلِ ثُمَّ قَالَ
وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَا يَسْأَلُوْنِیْ خُطَّةً يُّعَظِّمُوْنَ
فِيْهَا حُرُمٰتِ اللّٰهِ اِلَّا اَعْطَيْتُهُمْ اِيَّاهَا ثُمَّ زَجَرَهَا
فَوَثَبَتْ فَعَدَلَ عَنْهُمْ حَتّٰى نَزَلَ بِاَقْصَى الْحُدَيْبِيَةِ
عَلٰى ثَمَدٍ قَلِيْلِ الْمَاءِ يَتَبَرَّضُهُ النَّاسُ تَبَرُّضًا
فَلَمْ يُلَبِّثْهُ النَّاسُ حَتّٰى نَزَحُوْهُ وَشُكِیَ اِلٰى
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَطَشُ
فَانْتَزَعَ سَهْمًا مِّنْ كِنَانَتِهٖ ثُمَّ اَمَرَهُمْ
اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْهِ فَوَاللّٰهِ مَا زَالَ يَجِيْشُ
لَهُمْ بِالرِّیِّ حَتّٰى صَدَرُوْا عَنْهُ فَبَيْنَمَا هُمْ
كَذٰلِكَ اِذْ جَاءَ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ

اور آگے بڑھے یہاں تک کہ جب گھاٹی ثنیہ پر پہنچے کہ جہیں سے اُتر کر اہل مکہ پر داخل ہوتے ہیں تو پیغمبر صاحب کی اُونٹنی قصوا بیٹھ گئی لوگوں نے یہ دیکھ کر کہا حل حل (یہ ڈانٹ کا کلمہ ہے جو اونٹ کے اُٹھانے کے وقت اہل عرب بولتے ہیں) قصوا بیٹھ گئی قصوا بیٹھ گئی۔ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قصوا خود نہیں بیٹھی اور نہ یہ اُس کی عادت ہے بلکہ اُسے خانۂ کعبہ سے اُس خدا نے روک دیا جس نے اصحاب فیل کو روک دیا تھا ف۱ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ مجھے اُس مقدس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر اہل مکہ مجھ سے بڑے سے بڑے کام کا سوال کریں کہ اُس میں ان کو حرمات الٰہی کی تعظیم مد نظر ہو تو میں اُسے ضرور دے ڈالوں گا اس کے بعد آپ نے اُونٹنی کو ڈانٹا تو وہ بڑی تیزی کے ساتھ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ پیغمبر صاحب اہل مکہ سے کترا کر قصبۂ حدیبیہ کے پرلے سرے پر ثمد نام موضع میں اُترے جہاں پانی کی قلت تھی کہ لوگ ایک تالاب میں سے تھوڑا تھوڑا پانی لیتے تھے۔ لوگوں کو اُترے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ اُس کا سارا پانی کھینچ ڈالا اور لوگوں نے پیغمبر صاحب کے پاس آکر پیاس کی شکایت کی آپ نے اپنے ترکش سے تیر کھینچا۔ اور حکم فرمایا کہ اسے پانی میں گاڑ دیں راوی حدیث کا بیان ہے کہ خدا کی قسم پانی لوگوں کے سیراب کرنے کے لیے اُن کے واپس جانے کے وقت تک برابر اُبلتا رہا۔ الغرض اسی اثنا میں بدیل بن ورقاء

ف۱ پیغمبر صاحب کے اس ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ اُونٹنی کے از خود بیٹھ جانے سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ ابھی ہمارا خانۂ کعبہ میں داخل ہونا خدا کو منظور نہیں ہے تو جس خدا نے اصحاب الفیل کو خانۂ کعبہ میں جانے سے روک دیا تھا۔ ہماری اُونٹنی کو بھی آگے بڑھنے سے اُسی نے روک دیا۔ اصحاب الفیل کا مختصر قصہ یہ ہے کہ یمن کا ایک بادشاہ ابرہہ خانۂ کعبہ کی طرف خلقت کا رجوع دیکھ کر حسد کرتا تھا۔ یہاں تک کہ خانۂ کعبہ کے گرا دینے کے ارادے سے لشکر چڑھا لایا اور اُس کے ساتھ بہت سے ہاتھی تھے حرم کی حد میں آیا تو خدا نے پرندے مسلط کیے اُن پرندوں کی چونچ اور پنجوں میں عذاب کی کنکریاں تھیں جس پر ایک کنکری لگتی وہیں رہ جاتا یہاں تک کہ اسی طرح اُس کا سارا لشکر تباہ ہو گیا اور خدا نے اپنے گھر کو دشمن سے بچا لیا سورۂ فیل میں اسی قصے کی طرف

الخزاعیُّ فی نفرٍ من خزاعۃ ثمّ اتاہ عروۃ بن مسعودٍ وساق الحدیث الی ان قال اذ جاءہ سہیل بن عمرٍو فقال النبیُّ صلّی اللہ علیہ وسلّم اکتب ھذا ما قاضی علیہ محمّدٌ رسول اللہ فقال سہیلٌ واللہ لو کنّا نعلم انّک رسول اللہ ما صددناک عن البیت ولا قاتلناک ولکن اکتب محمّد بن عبد اللہ قال فقال النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم واللہ انّی لرسول اللہ وان کذّبتمونی اکتب محمّد بن عبد اللہ فقال سہیلٌ وعلی ان لا یاتیک منّا رجلٌ وان کان علی دینک الّا رددتہ علینا فلمّا فرغ من قضیّۃ الکتاب قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم لاصحابہٖ قوموا فانحروا ثمّ احلقوا ثمّ جاء نسوۃٌ مؤمناتٌ فانزل اللہ تعالی یایّھا الّذین امنوا اذا جاءکم

خزاعی قبیلہ خزاعہ کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر آیا اور اُس کے بعد عروہ بن مسعود اور مصالحت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی (چونکہ مصالحۃ قریش کا ذکر نہایت طول طویل تھا اس لیے صاحبِ مصابیح نے قصّے کو اختصار کر دیا اور کہا کہ راوی نے حدیث کو یہاں تک بیان کیا کہ دفعۃً سہیل بن عمرو پیغمبر صاحب کے پاس آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا کہ لکھو ہذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ یعنی یہ وہ عہد و پیمان ہے جس پر خدا کے رسول محمد نے صلح کی۔ سہیل بولا واللہ اگر ہمیں تمہارے رسولِ خدا ہونے کا علم ہوتا۔ تو نہ ہم تمھیں خانہ کعبہ سے روکتے نہ لڑائی جھگڑا کرتے آپ صرف محمد بن عبد اللہ لکھیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا میں رسولِ خدا ہوں اور اگرتم مجھے جھوٹا جانتے ہو تو علی! محمد بن عبد اللہ لکھ دو سہیل نے کہا اور اس شرط پر لکھو کہ ہم میں کا کوئی مرد بھی تمہارے پاس جائے اگرچہ وہ تمھارے دین ہی پر ہو اُسے فوراً ہمارے حوالے کر دو۔ غرضکہ صلح نامہ لکھنے سے فراغت پائی تو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ اور قربانی کے جانوروں کو ذبح کر ڈالو پھر سر منڈا ڈالو اس کے بعد چند مسلمان عورتیں آئیں تو خدا تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی یایّھا الذین امنوا اذا جاءکم المؤمنات[1]

---

[1] پوری آیت اور اُس کا ترجمہ یہ ہے یایّھا الذین امنوا اذا جاءکم المؤمنت مھجرات فامتحنوھن اللہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن مؤمنات فلا ترجعوھن الی الکفار لا ھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن واٰتوھم ما انفقوا ولا جناح علیکم ان تنکحوھن اذا اٰتیتموھن اجورھن ولا تمسکوا بعصم الکوافر واسئلوا ما انفقتم ولیسئلوا ما انفقوا ذٰلکم حکم اللہ یحکم بینکم واللہ علیم حکیم۔ مسلمانو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آیا کریں تو تم اُن (کے ایمان) کی جانچ کر لیا کرو (یوں تو) اُن کے ایمان کو اللہ (ہی) خوب جانتا ہے (تاہم جانچ لینا ضرور ہے) تو اگر (جانچنے سے) تم اُن کو سمجھو کہ مسلمان ہیں تو اُن کو کافروں کی طرف واپس کرو نہ (تو) یہ (عورتیں) کافروں کو حلال اور نہ کافر ان (عورتوں) کو حلال اور جو کچھ کافروں نے ان پر خرچ کیا ہے وہ ان (کافروں) کو ادا کر دو اور (اس میں بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں

الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ الْآيَةَ فَنَهَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى
أَنْ يَرُدُّوهُنَّ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَرُدُّوا الصَّدَاقَ
ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَجَاءَهُ أَبُو بَصِيرٍ رَجُلٌ
مِنْ قُرَيْشٍ وَهُوَ مُسْلِمٌ فَأَرْسَلُوا فِي طَلَبِهِ
رَجُلَيْنِ فَدَفَعَهُ إِلَى الرَّجُلَيْنِ فَخَرَجَا بِهِ
حَتّٰى إِذَا بَلَغَا ذَا الْحُلَيْفَةِ نَزَلُوا يَأْكُلُونَ مِنْ
تَمْرٍ لَهُمْ فَقَالَ أَبُو بَصِيرٍ لِأَحَدِ الرَّجُلَيْنِ وَاللّٰهِ
إِنِّي لَأَرَى سَيْفَكَ هٰذَا يَا فُلَانُ جَيِّدًا
أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْهِ فَأَمْكَنَهُ مِنْهُ فَضَرَبَهُ
حَتّٰى بَرَدَ وَفَرَّ الْآخَرُ حَتّٰى أَتَى الْمَدِينَةَ فَدَخَلَ
الْمَسْجِدَ يَعْدُو فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأَى هٰذَا ذُعْرًا فَقَالَ قُتِلَ
وَاللّٰهِ صَاحِبِي وَإِنِّي لَمَقْتُولٌ فَجَاءَ أَبُو بَصِيرٍ
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلُ أُمِّهِ
مِسْعَرُ حَرْبٍ لَوْ كَانَ لَهُ أَحَدٌ فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ
عَرَفَ أَنَّهُ سَيَرُدُّهُ إِلَيْهِمْ فَخَرَجَ حَتّٰى أَتَى

مہاجرات الآیۃ پیغمبر صاحب نے مسلمانوں کو ان عورتوں
کے واپس کرنے سے منع کر دیا اور حکم فرمایا کہ ان کے مہر جو
ان کے شوہروں نے دیئے ہیں بھجوا دو۔ ازاں بعد آپ
مدینے لوٹ آئے۔ اتنے میں ابو بصیر جو قریش میں کا ایک
شخص تھا اور اسلام لا چکا تھا قریش سے بھاگ کر پیغمبر
صاحب کے پاس آیا۔ قریش نے اُس کی تلاش میں
دو شخصوں کو روانہ کیا پیغمبر صاحب نے اُسے اُن کے
حوالے کر دیا اور یہ دونوں اُسے ساتھ لے کر مدینے سے
نکلے یہاں تک کہ ذو الحلیفہ میں پونہچے تو کھجوریں کھانے
کے لیے اُتر پڑے ابو بصیر نے اُن میں سے ایک سے کہا
کہ ای شخص بخدا میں دیکھتا ہوں کہ تیری یہ تلوار نہایت عمدہ
ہے لا ذرا دکھا تو سہی۔ چنانچہ اُس شخص نے تلوار کے دیکھنے
پر ابو بصیر کو پوری قدرت دیدی ابو بصیر نے نہایت پھرتی
کے ساتھ اُس کے ایک ایسی تلوار ماری کہ تھوڑی ہی دیر
میں ٹھنڈا پڑ گیا۔ اور دوسرا شخص بھاگ کر مدینے چلا آیا۔
اور جلدی جلدی بھاگتا ہوا مسجدِ نبوی میں داخل ہوا۔
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے کوئی خوفناک
بات دیکھی ہے اُس نے کہا واللہ میرا ساتھی مار ڈالا گیا۔
اور میں بھی مار ڈالا جاؤں گا (اگر آپ مجھے اُس کے حوالے
کر دیں گے) اتنے میں ابو بصیر بھی آموجود ہوا۔ نبی صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اُونٹی کا جنا آتشِ جنگ بھڑکانے
والا ہے۔ کاش کوئی ایسا آدمی ہوتا جو اسے میرے پاس
آنے سے منع کر دیتا۔ (تاکہ میں اسے قریش کے حوالے نہ کر سکتا

(بقیہ صفحہ ۱۲۳) کہ ان عورتوں کو ان کے مہر دے کر تم خود ان سے نکاح کر لو اور (اُن) کافر عورتوں کی ناموس پر قبضہ نہ رکھو (جو تمہارے نکاح میں ہوں) اور جو تم نے (اُن پر) خرچ کیا ہے وہ (کافروں سے) مانگ لو اور جو انھوں نے (اپنی عورتوں پر) خرچ کیا ہے وہ (اپنا خرچ کیا ہوا تم سے) مانگ لیں یہ اللہ کا حکم ہے جو تم لوگوں (کے ایسے جھگڑوں کے بارے) میں صادر فرماتا ہے۔ اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ۱۲ منہ

سَيْفَ الْبَحْرِ قَالَ وَانْفَلَتَ اَبُوْجَنْدَلِ بْنُ سُهَيْلٍ فَلَحِقَ بِاَبِيْ بَصِيْرٍ فَجَعَلَ لَا يَخْرُجُ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ قَدْ اَسْلَمَ اِلَّا لَحِقَ بِاَبِيْ بَصِيْرٍ حَتّٰى اجْتَمَعَتْ مِنْهُمْ عِصَابَةٌ فَوَاللّٰهِ مَا يَسْمَعُوْنَ بِعِيْرٍ خَرَجَتْ لِقُرَيْشٍ اِلَى الشَّامِ اِلَّا اعْتَرَضُوْا لَهَا فَقَتَلُوْهُمْ وَاَخَذُوْا اَمْوَالَهُمْ فَاَرْسَلَتْ قُرَيْشٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُنَاشِدُ اللّٰهَ وَالرَّحِمَ لَمَّا اَرْسَلَ اِلَيْهِمْ فَمَنْ اَتَاهُ فَهُوَ اٰمِنٌ فَاَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ۔

(بخاری)

ابوبصیر نے پیغمبر صاحب کی یہ گفتگو سُن کر معلوم کر لیا کہ آپ مجھے قریش کے حوالے کر دیں گے۔ مدینے سے نکل دریا کنارے (کسی موضع میں) آیا۔ راوی کا بیان ہے کہ اسی اثنا میں سہیل کا بیٹا ابوجندل مکّے سے بھاگا۔ اور ابوبصیر سے آملا اور رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ قریش میں کا جو شخص بھی اسلام لاتا ابوبصیر سے آملتا حتّٰے کہ قریش کی ایک بڑی جماعت جمع ہو گئی (راوی کا بیان ہے) کہ بخدا جب یہ جماعت سُنتی کہ قریش کا کوئی قافلہ مکّے سے نکل کر شام کو جاتا ہے تو اُس پہ پل پڑتی اور قتل کر کے مال و متاع چھین لیتی آخر کار قریش نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قاصد روانہ کیا (اور اس نے حاضر ہو کر عرض کیا) کہ قریش خدا اور حقِ قرابت کا واسطہ دے کر کہتے ہیں کہ آپ ابوبصیر اور اُس کے رفیقوں کی طرف کسی کو بھیج کر فرما دیجئے کہ ہم اُس شرط سے باز آئے اَب جو شخص مکّے سے نکل کر پیغمبر کی خدمت میں پہنچے گا وہ اَمن میں ہوگا اور ہم اُس سے کچھ تعرّض نہ کریں گے۔ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبصیر اور اُس کے ساتھیوں کو منع کر ابھیجا۔

بغاوت و فساد کی ممانعت

اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (البقرۃ ع ۳ پارہ ۱)

جو لوگ پکّا کیے پیچھے خدا کا عہد توڑ دیتے اور جن (تعلقات) کے جوڑے رکھنے کو خدا نے فرمایا اُن کو قطع کرتے اور مُلک میں فساد پھیلاتے ہیں یہی لوگ (آخر کار) نقصان اُٹھائیں گے۔

ہو ہو

قرآن	ترجمہ
كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ○ (البقرہ ع ۷، پارہ ۱)	(لوگو) اللہ کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور پیو اور مُلک میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ○ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ط وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ○ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ط وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ○ (البقرہ ع ۲۵ پارہ ۲)	اور (اے پیغمبر) بعضا آدمی (ایسا منافق بھی) ہے جس کی باتیں تم کو (اس وقت) دنیا کی زندگی میں بھلی معلوم ہوتی ہیں اور وہ اپنی دلی ارادت (اور محبّت) پر خدا کو گواہ ٹھہراتا ہے۔ حالانکہ وہ (تمھارے) دشمنوں میں سب سے زیادہ جھگڑالو ہے اور جب (تمھارے پاس سے) لوٹ کر جائے تو مُلک کو کھوندمارے تاکہ اُس میں فساد پھیلائے اور کھیتی باڑی کو اور (آدمیوں اور جانوروں کی) نسل کو تباہ کرے اور اللہ فساد کو پسند نہیں رکھتا اور جب اُس سے کہا جائے کہ خُدا سے ڈر تو شیخی دامن گیر ہو کر اُس کو گناہ پر آمادہ کرے پس ایسے نابکار کو (بس) جہنّم کافی ہے اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے ف۱
اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ط ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (المائدہ ع ۵ پارہ ۶)	جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول سے لڑتے اور فساد (پھیلانے) کی غرض سے مُلک میں دَوڑے دَوڑے پھرتے ہیں اُن کی سزا تو (بس یہی ہے) کہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کر دیئے جائیں یا اُن کو سُولی دی جائے یا اُن کے ہاتھ پاؤں (اُلٹے سیدھے) کاٹ دیئے جائیں ف۲ یا اُن کو وطن نکالا دیا جائے یہ تو دُنیا میں اُن کی رسوائی ہوئی اور (اس کے علاوہ) آخرت میں اُن کے لیے بڑا عذاب (تیّار) ہے مگر (مُسلمانو!) جو لوگ اس سے پہلے کہ تم اُن پر قابو پاؤ توبہ کر لیں (تو اُن کے حال سے تعرّض نہ کرو اور) جانے رہو کہ اللہ (لوگوں کے قصور) معاف کرنے والا مہربان ہے۔

ف۱ شاہ عبد القادر صاحب لکھتے ہیں کہ یہ حال ہے منافق کا کہ ظاہر میں خوشامد کرے اور اللہ کو گواہ کرے کہ میرے دل میں تمھاری محبّت ہے اور جھگڑے کے وقت کچھ کمی نہ کرے اور قابو پائے تو لُوٹ مار مچائے اور منع کرنے سے اور ضِد چڑھے زیادہ گناہ کرے ایک شخص اخنس بن شُریق تھا اُس نے حضرت سے یہی سلوک کیے تھے ۱۲ ف۲ مثلاً داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کہ سارا دھڑ بے کار ہو جائے اسی کو اُردو کے محاورے میں اَرِیہوّاں کہتے ہیں ۱۲

كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ (المائدہ ع ۹ پارہ ۶)

(یہودی) جب جب لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اُس کو بجھا دیتا ہے اور مُلک میں فساد پھیلاتے (رہتے) پھرتے ہیں اور اللہ فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا۔

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۭ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (الاعراف ع ۷ پارہ ۸)

اور (لوگو!) انتظامِ مُلک کے دُرست ہوئے پیچھے اُس میں فساد نہ پھیلاؤ اور (عذاب کے) ڈر سے اور (فضل کی) اُمید پر خدا سے دُعائیں مانگتے رہو (کیونکہ) خدا کی رحمت خلوص رکھنے والوں سے (بہت ہی) قریب ہے۔

فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ (الاعراف ع ۱۰ پارہ ۸)

تو اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور مُلک میں فساد پھیلاتے نہ پھرو (یہ حضرت صالح کا مقولہ ہے جو اُنھوں نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرمایا)

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (الاعراف ع ۱۱ پارہ ۸)

اور مُلک میں اُس کا (انتظام) درست ہوئے پیچھے فساد نہ کرو اگر تم ایمان دار ہو تو یہ (طریقِ حُسنِ معاملہ جو میں تم کو تعلیم کرتا ہوں) تمہارے حق میں بہت بہتر (ہے یہ شعیب علیہ السلام کا مقولہ ہے جو اُنھوں نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا)

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْۗاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ۤ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ

قارون موسیٰ کی قوم (یعنی بنی اسرائیل) میں سے تھا پھر وہ اُن پر ظلم کرنے لگا اور ہم نے اُس کو اِتنے خزانے دے رکھے تھے کہ کئی زور آور مرد اُس کی کُنجیاں بمشکل اُٹھاتے ایک بار اُس کی قوم (کے لوگوں) نے اُس سے کہا کہ اِترا مت (کیونکہ) اللہ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور (یہ) جو (سازو سامان دنیا) تجکو خدا نے دے رکھا ہے اِس میں (سے کچھ) آخرت کے گھر کا (بھی) فکر کرتا رہ اور دُنیا سے جو تیرا حصہ ہے اُس کو فراموش نہ کر ف۱ اور جس طرح سے اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تُو بھی (اَوروں کے ساتھ) احسان کر

ف۱ دنیاوی حصّے کے فراموش کرنے کے دو معنے ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ دنیاوی سازو سامان سب چھوڑ جانے کے لیے ہے اس سے صاحبِ مال کا حصہ وہی ہے جو اپنے ساتھ زادِ آخرت بنا کر لے جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ زادِ آخرت جمع کرتا رہ دوسرے معنے یہ ہوسکتے ہیں کہ خدا نے دیا تو

أَحْسَنَ اللّٰهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۝ (القصص) اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو (کیونکہ) اللہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا۔

من المترجم

یُوں تو سارے حقوق چاہے وہ حق اللہ ہوں یا حق العبد ہوں اور اُن کے مقابلے کے فرائض اپنی اپنی جگہ سب ہی ضروری ہیں مگر ضرورت ضرورت میں بھی فرق ہے۔ ایک ضرورت تنفّس کی ہے ایک بُھوک کی ایک پیاس کی یہی حال حقوق وفرائض کا ہے۔ تو جس وقت تک حقوقِ والدین پیشِ نظر تھے ہم نے یہی سمجھا کہ بس حقوق العباد میں اِن سے بڑھ کر کوئی حق مہتم بالشان نہیں۔ اب جو حقوق حاکم سامنے آئے تو معلوم ہوا کہ حقوق حاکم مہتم بالشان ہونے میں حقوق والدین سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ والدین بھی ایک طرح کے حاکم ہوتے ہیں۔ مگر اُن کی حکومت محدود ہوتی ہے اور محدود ہونے کے علاوہ مبنی ہوتی ہے شفقت اور محبّت پر۔ اور حاکم کی حکومت وسیع ہوتی ہے اور مُبنی ہوتی ہے غلبے اور قوّت پر۔ تو اِس اعتبار سے والدین اور حاکم کی حکومت میں خاص عام یا جزو کُل کی نسبت ہوئی۔ ہم اِس سے پہلے کسی مقام پر لکھ چکے ہیں کہ دُنیا میں حکومت کا دستور کیونکر چلا اور کس غرض سے چلا۔ مختصر ایہ ہے کہ آدمی اِس طرح کا مخلوق ہے کہ وہ اکیلا سازوسامانِ زندگی بہم نہیں پہنچا سکتا ناچار اُس کو اپنے جیسے آدمیوں کے ساتھ مل کر رہنا پڑتا ہے۔ اور چونکہ طبیعتیں اور ضرورتیں سب کی قریب قریب یکساں سے ہیں۔ خود غرضی لوگوں میں لڑائیاں ڈلواتی اور طرح طرح کے فساد کراتی رہتی ہے۔ بس تو حاکم اِتنے ہی کام کا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے حقوق میں دست اندازی نہ کریں۔ آپس میں لڑیں جھگڑیں نہیں یعنی اَمن واَمان سے اپنے اپنے کام میں لگے رہیں۔ پس لوگوں کا اَمن وعافیت کے ساتھ زندگی کرنا موقوف ہے اسلوبِ حکومت کے ٹھیک بیٹھنے پر اور اسلوبِ حکومت کا ٹھیک بیٹھنا موقوف ہے حاکم کے مُتصف مزاج خداترس خیرخواہِ خلائق اور اِن صفتوں کے ساتھ باشوکت ہونے پر کہ اپنے احکام کے نافذ کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہو۔ اور ہاں رعایا کے مطیع ومُنقاد ہونے پر بھی۔ غرض مصلحتِ انتظام نصبِ حاکم کی مُتقاضی ہوئی۔ کہ ایک شخص جماعت کا سردھر اَبن کر لوگوں کو اپنے ربط وضبط میں رکھے۔ حکومت نے کیسے کیسے رنگ بدلے ہیں یہ مقام اِس کی تفصیل کا نہیں۔ اِتنی سمجھ بھی لوگوں کو کہیں مدّتوں میں جا کر آئی ہوگی کہ کثرت بے وحدت کے منتظم نہیں ہو سکتی مگر اَب تو حکومت کے ہر ایک صیغے میں اسی قاعدے پر عمل کیا جا رہا ہے۔ مثلاً کاشتکاروں پر زمیندار ہے۔ زمینداروں پر نمبردار۔ نمبرداروں پر ضلعدار۔ پھر تحصیلدار پھر ڈپٹی کمشنر۔ پھر کمشنر۔ پھر فنانشل کمشنر پھر لفٹنٹ گورنر پھر گورنر جنرل پھر بادشاہ۔ دیکھو کثرت سمٹتے سمٹتے کس طرح بادشاہ کی ذات میں جا کر جمع ہو جاتی ہے۔ یہی قاعدہ ہم کو خدا کی وحدانیت کے عقیدے کی طرف کو بھی رہبری کرتا ہے۔ خدا نہ ہو یا ہو اور ایک نہ ہو کئی خدا ہوں تو دُنیا کا

انتظام ایک لمحہ بھی نہیں چل سکتا - لَوْ[۵۱] كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا - اب سمجھے کہ حاکم کیا چیز ہے اور کیوں اُس کا ہونا ضرور ہے - حاکم کی جبری اطاعت تو چار وناچار کرنی ہی پڑتی ہے - اس لیے کہ اُس کے پاس فوج ہے - پولیس ہے - خزانہ ہے جیلخانہ ہے - مگر نہیں - ہم مسلمانوں کو خدا رسول نے بھی بڑی تاکید کے ساتھ اطاعت حاکم کا حکم دیا ہے - پس اگر ہم مسلمان حاکمِ وقت یعنی انگریزوں کی اطاعت سچی اطاعت نہ کریں تو دُنیا کے علاوہ اپنا دین بھی کھو بیٹھیں خَسِرَ[۵۲] الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ - لیکن انگریزوں کی اطاعت کے بارے میں حکم خدا ورسول کا نشان دینا ذرا غور طلب ہے - قرآن میں ڈھونڈنے بیٹھو تو فوراً يٰۤاَيُّهَا[۵۳] الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ پر جا کر نظر جم جاتی ہے کہ بس اس سے زیادہ صریح حکم اور کیا ہو سکتا ہے انگریزوں کے اولوالامر ہونے میں تو کچھ کلام ہی نہیں - کلام اگر ہے تو منکم میں ہے کہ سیاق اور سباق کی رو سے آیت کے مخاطب مسلمان ہیں تو منکم نے حاکم کو خاص کر دیا - کہ وہ بھی مسلمان ہو - ایک تعلیم کے نہ ہونے سے جس کی اس عملداری میں سخت ضرورت ہے - مسلمانوں سے عقلِ معاش اور عقلِ معاد دونوں عقلیں سلب کر لی ہیں اور اسی وجہ سے وہ بے دولت ہیں - ذلیل ہیں خوار ہیں اور پنچوں میں مُونھ دکھانے کے قابل نہیں رہے مگر اتنے بھی احمق نہیں ہو گئے کہ دن کو رات کہنے لگیں اور انگریزی عملداری کی برکتوں اور آسایشوں سے آنکھیں بند کر لیں - قسم کھانے کی بات ہے کہ سارے ہندوستان میں اِس سرے سے اُس سرے تک ایک مسلمان بھی ایسا نہ پاؤ گے جو انگریزی عملداری کو دل سے عزیز نہ رکھتا ہو - مگر مذہب کی بات مذہب کے ساتھ ہے سرکار بھی کسی کے مذہب میں دست اندازی نہیں کرتی - ہم نے یہ دعوی کیا ہے کہ ہم مسلمانوں کو خدا ورسول نے بھی بڑی تاکید کے ساتھ اطاعتِ حاکم کا حکم دیا ہے تو ہم کو چاہیئے کہ اِس دعوے کے ثبوت میں خدا رسول کا فرمودہ پیش کریں سو اطیعو اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم سے تو منکم نے مُدعا ثابت نہ ہونے دیا اب رہی حدیث تو اُس میں ایسے احکام کثرت سے ملیں گے - کہ حاکم کی اطاعت کرو گو وہ تمھاری نظر میں حکومت کا اہل نہ ہو - اور ایسا ہوا ہے کہ جنابِ رسولِ خُدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی مصلحتِ خاص سے کسی کم وقعت صحابی کو امیر الجیش بنا دیا ہے اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابیوں کو اُس کی اطاعت کرنی پڑی ہے اور اُنھوں نے کی ہے یہ سب کچھ ہے مگر قرآن کے منکم کا جواب نہیں - جہاں کہیں بھی ہے مسلمان افسر مسلمان حاکم کی اطاعت کا حکم ہے - ہماری حالت کے مناسب کہ ہم نصاریٰ کے محکوم ہیں - نہ قرآن میں صراحت ہے اور نہ حدیث میں اور کیوں ہونے لگی تھی جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہیں کہ اسی کے ساتھ قرآن وحدیث دونوں کا خاتمہ ہو گیا - اسلامی سلطنت کی بُنیاد رکھی جا رہی تھی - اسلام نے جزیرہ عرب کے خاص خاص مقامات میں

---

[۵۱] اگر زمین وآسمان میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین وآسمان دونوں کبھی کے برباد ہو گئے ہوتے ۱۲ ؎

[۵۲] اُس نے دنیا (بھی) کھوئی اور آخرت (بھی) صریح گھاٹا یہی (کہلاتا) ہے ؎

[۵۳] مسلمانو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور جو تم میں سے صاحبِ حکومت ہیں اُن کا بھی ۱۲ ؎

رواج پایا تھا مسلمانوں کو حکم تھا کہ جو غیر مذہب والوں کے نرغے میں مذہب کی وجہ سے تکلیف پاتا ہو ہجرت کرکے دارالاسلام مدینے میں چلا آئے۔ پھر خلفاء رضوان اللہ علیہم کے عہد میں اسلامی سلطنت کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ[۱] ہو کر بڑھی اور پھولی پھلی اور اسی زمانے میں فقہ مدوّن ہوئی۔ غرض مسلمانوں کی مذہبی کتابوں میں قرآن سے لے کر فقہی کتابوں تک ہم مسلمانانِ ہند کے مناسبِ حال اطاعتِ حکّامِ وقت کے بارے میں احکام نہیں پائے جاتے۔ نہیں پائے جاتے اس لیے کہ لکھے نہیں گئے۔ لکھے نہیں گئے اس لیے کہ ضرورت نہیں پڑی۔ جب اسلامی سلطنت تنزّل کے پھیر میں آئی تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ[۲] اور اُس کے علاقوں پر غیر مذہب والے قبضہ کرتے گئے تو جو مسلمان ان مغصوبہ علاقوں میں سکونت پذیر تھے اُن کو اپنے مذہب کی خیر منانی پڑی۔ اور لوگ مسائلِ دارالحرب و ربوا اور اطاعتِ حکّامِ وقت کی طرف متوجہ ہوئے "فکرِ ہر کس بقدرِ ہمّت اوست"۔ کسی نے اطاعتِ حکّامِ وقت کے بارے میں اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم سے سند پکڑی اور اسی منکم نے اُسے ردّ کر دیا اور کسی نے اپنے تئیں مستامن بنایا حالانکہ جن مستامنوں کا قرآن یا حدیث یا فقہ میں مذکور ہے وہ غیر مذہب والے ہیں جو مسلمانوں کی عملداری میں پناہ گزیں ہوں ہم نے بھی اپنی جگہ اعمالِ فکر کیا تو اس رستے کا چھوڑ دینا ہی مناسب معلوم ہوا اب ہم حکّامِ وقت کی اطاعت کو ایفاءِ عہد اور نہی عن الفساد فی الارض پر مبنی کرتے ہیں۔

اور اسی لیے ہم نے عنوانِ اطاعتِ حاکم کے ذیل میں ایسی آیتیں اور حدیثیں جمع کر دی ہیں جو ایفاءِ عہد اور نہی عن الفساد فی الارض سے متعلق ہیں۔ اِن کے پڑھنے سے تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کیسے زوردار لفظوں میں ایفاءِ عہد کی تاکید اور فساد کی مناہی ہے۔ تمام جھگڑے۔ تمام خرخشے جو آئے دن لوگوں میں ہوتے رہتے ہیں داخلِ فساد ہیں۔ دنیا کبھی فساد سے خالی نہیں رہی۔ اور خالی رہے گی بھی نہیں۔ آدمی ہے تو آدمی کے ساتھ فسادات بھی ہیں اس لیے کہ آدمی خود فساد کی جڑ ہے اور اسی فساد کی روک تھام کے لیے دنیا میں دین و مذہب چلا۔ سلطنت کا دستور چلا تو حکمِ حاکم کو نہ ماننا فساد کی بھڑوں کا جگانا۔ دنیا سے امن و عافیت کا اُٹھا دینا اور خدا کے مقدّس منشا کی مخالفت کرنا ہے۔ اب رہا عہد تو عہد کی دو قسمیں ہیں۔ عہدِ قولی اور عہدِ فعلی۔ عہدِ قولی تو زبانی قول و قرار ہے۔ عہدِ فعلی یہ ہے کہ زبان سے تو کچھ نہیں کہا۔ مگر طریقِ عمل سے پایا جاتا ہے۔ کہ فریقین میں ایک طرح کا ذہنی قرارداد ضرور ہے۔ مثلاً زید نے ہندہ سے نکاح کیا۔ ایجاب قبول کے وقت اکثر مہر کی صراحت تو کر لی جاتی ہے اور زید اداے رقم کا عہد کرتا ہے مگر نان و نفقے کی نسبت کسی طرح کا تذکرہ درمیان میں نہیں آتا۔ اب زید بیوی کو

---

[۱] جیسے کھیتی کہ اُس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اُس نے (غذائے نباتی کو ہوا اور مٹی سے جذب کرکے اپنی) اُس (سوئی) کو قوی کیا چنانچہ وہ (رفتہ رفتہ) موٹی ہوئی (یہاں تک کہ) آخرکار (کھیتی) اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی (اور اپنی سرسبزی سے) لگی کسانوں کو خوش کرنے (اور خدا نے اِن کو روز افزوں ترقی) اس لیے (دی ہے) کہ اِن (کی ترقی) سے (جَل جَل کر) کافروں کو جلائے ۱۲

[۲] یہ اتفاقاتِ وقت ہیں جو ہمارے حکم سے نوبت بہ نوبت (سب) لوگوں کو پیش آتے رہتے ہیں ۱۲

اپنے گھر لے جا کر رکھے تو اُس کو دستور کے مطابق ہندہ کا نان ونفقہ دینا آئے گا۔ اور گھر میں لے جا کر رکھنے سے سمجھا جائے گا کہ زید نے ہندہ کے نان و نفقے کا عہد کر لیا ہے۔ اسی طرح کا معاہدہ ہم میں اور انگریزوں میں ہے۔ جب خدا نے انگریزوں کو مُلک پر مسلّط کر دیا اور ہم نے رعایا بن کر اُن کے مُلک میں رہنا اختیار کیا تو اُس کے یہی معنے ہیں کہ ہم میں اور انگریزوں میں ایک طرح کا مُعاہدہ ہو گیا کہ انگریز حاکم ہونے کی حیثیت سے ہمارے حقوق کی حفاظت کریں اور ہم رعایا ہونے کی حیثیت سے اُن کی اِطاعت۔ انگریز فوج اور پولیس اور عدالت کے ذریعہ سے حتی الامکان ہمارے حقوق کی حفاظت کر رہے ہیں تو ہم حتی الامکان اُن کی اطاعت کیوں نہ کریں۔ حکّامِ وقت کی اطاعت پر ایک بڑا ضروری مسئلہ متفرّع ہوتا ہے کہ انگریزوں نے ملک کے انتظام اور رعایا کے حقوق کی حفاظت کے لیے آپ قوانین وضع کیے ہیں اور چونکہ ہندوستان میں مختلف مذاہب کے لوگ بستے ہیں اور انگریزوں کو مُساوات کے ساتھ سب ہی کے حقوق کی حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ جیسے رعایا ہندو دیسی مُسلمان دیسی پارسی۔ دیسی عیسائی ناچار اُنھوں نے وضعِ قوانین میں محض انصاف کو مدِّنظر رکھا اور کسی فرقے کے مذہب کا خیال نہیں کیا۔ حتّٰی کہ اپنے مذہب کا بھی۔ اس طرزِ عمل کے اختیار کرنے سے کوئی شریعت اپنی اصلی حالت پر باقی نہیں رہی۔ ازانجملہ اسلامی شریعت کے بھی بہت سے احکام مُعطّل ہو گئے کارروائی کا طریقہ بدل گیا اور شریعت کے اعتبار سے ایک نئی طرح کا اسلام چلا آدھا تیتر آدھا بٹیر۔ اب **سوال** یہ ہے کہ ہندوستان کے مُسلمان اس حالت میں بھی مُسلمان ہیں یا نہیں **جواب** یہ ہے کہ پُورے پکّے۔ اور شریعتِ اسلامی کے جو احکام مُعطّل ہیں خدا نے حکّامِ وقت کی اطاعت فرض کر کے اُن احکام کو ہمارے حق میں خود مُعطّل فرما دیا ہے اور ہمارے لیے انگریزی قانون ہی اسلامی شریعت ہے اور ایسا نہ ہو تو ہندوستان دارالحرب قرار پا کر مسلمان پر ترکِ وطن یعنی ہجرت فرض ہو جائے اور علماء اسلام میں سے شیعہ ہوں یا سُنّی مُقلّد ہوں یا غیر مُقلّد صُوفی ہوں یا اہلِ حدیث کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ علاوہ بریں احکامِ شریعت سے مقصودِ اصلی ہے اقامتِ اَمن اور وہ قانونِ انگریزی سے بھی حاصل ہے صرف تدابیر کا فرق ہے۔ ایک قاتل کو قتل کرتا ہے۔ ایک پھانسی دے دیتا ہے۔ ایک چور کا ہاتھ کاٹتا ہے۔ ایک قید اور بید اور جرمانے سے سزا دیتا ہے۔ اور بڑی بات تو یہ ہے کہ رعایا ہونے کی حالت میں قانونِ انگریزی کی اطاعت ایک امرِ اضطراری ہے۔ اور لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا کی رُو سے خدا نے ہماری مجبوریوں پر نظر کر کے ہمارے حق میں توسیع کر دی ہے والحمد للہ علیٰ ذٰلک

حقوق رعایا

۱ خبر گیری

۲ عدل و انصاف

۳ اجتناب عن الامارۃ

۴ [illegible]

خبر گیری
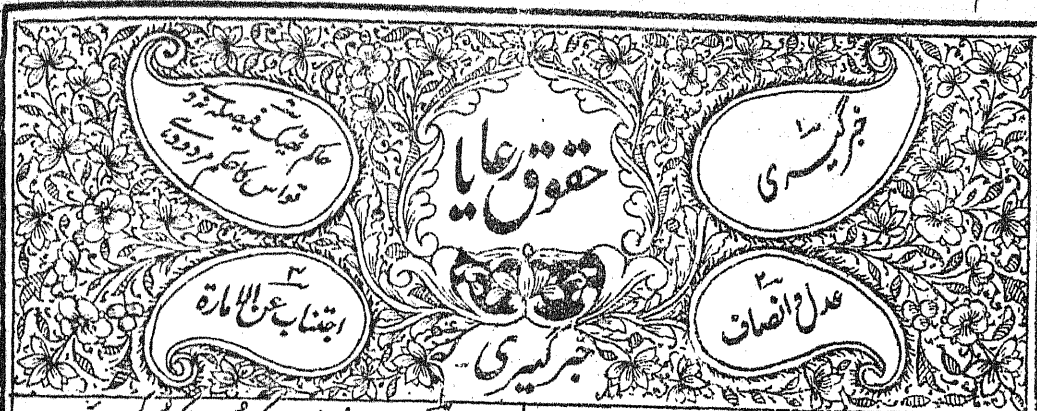
كَذَّبَتْ عَادُ ࣙالْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ۝ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ۝

(قوم) عاد نے پیغمبروں کو جھٹلایا کہ اُن کے بھائی ہُود نے اُن سے کہا کیا تم (خدا سے) نہیں ڈرتے میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں تو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور میں اس (سمجھانے) پر تم سے کچھ اُجرت تو نہیں مانگتا میری اُجرت تو بس پروردگارِ عالم پر ہے۔ کیا تم ہر اونچی جگہ پر بے ضرورت یادگاریں بناتے اور (بڑی صنعت کے) محل تعمیر کرتے ہو گویا تم (دنیا میں) ہمیشہ رہو گے ف۱

ف۱ قوم عاد کو سنگتراشی میں بڑی دستگاہ تھی اور وہ ضرورت سے زیادہ اس ہنر سے کام لیتے تھے پہاڑوں میں تراش تراش کر گھر بناتے اور طرح طرح کی یادگاریں کھڑی کرتے جیسا کہ اب ہمارے وقتوں میں بھی ہو رہا ہے کہ نامور لوگوں کے بُت بڑے بڑے شہروں میں نظرگاہِ عام پر کھڑے کیے جاتے ہیں اور اس سے مقصود اُن لوگوں کی یادگار کا باقی رکھنا ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ ایک فعلِ عبث ہے ایسی تدبیروں سے کل من علیہا فان کا فتویٰ ٹل نہیں سکتا۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ لاکھوں روپے کی لاگت کے گنبد اور مزار اور قلعے اور کیا اور کیا موجود ہیں اور معلوم نہیں ہوتا کہ کس کے بنوائے ہوئے ہیں اور کس زمانے کے ہیں اور اس کی ایک عمدہ مثال اہرام مصر ہیں کہ روئے زمین پر ان جیسی عمدہ اور مستحکم عمارت پائی نہیں جاتی اور باوجودیکہ ان پر کچھ لکھا ہوا بھی ہے لیکن اصل بانی کا حال کچھ تحقیق نہیں ہو سکتا۔ غرض سدا رہے نام اللہ کا یہ تو ایک بیہودہ خیال ہے اور آدمی کی بیہودہ ہوس کی کچھ انتہا نہیں ۱۲ ؎

ف یہ حضرت ہود کی نافرمان قوم عاد کا قصہ ہے اس مقام پر جن باتوں پر انھیں سرزنش کی گئی ہے اُن میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں پر حد سے زیادہ سخت گیری کیا کرتے تھے اور کسی پر سخت گیری وہی کیا کرتا ہے جو غلبہ اور حکومت رکھتا ہو ہم نے "خبر گیری" کے عنوان کے ذیل میں اس آیت کو اس لیے لیا ہے کہ پیغمبر ہُود علیہ السلام نے اپنی قوم کو سخت گیری چھوڑنے کا حکم فرمایا اور یہی رعایا کی خبر گیری ہے اگرچہ آیت میں عدل و انصاف کا حکم صریح لفظوں میں نہیں ہے۔ مگر سخت گیری کو چھوڑنا اور کسی پر اندازے سے بڑھ کر تشدد نہ کرنا یہی عدل و انصاف ہے ۱۲ -

آیت	ترجمہ
وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ۞ (الشعراء ع ۷ پارہ ۱۹)	اور جب (کسی پر) ہاتھ ڈالتے ہو تو (اس کو) بڑی سختی سے پکڑتے ہو تو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔
حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَیْنَ السَّدَّیْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا لَّا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ۞ قَالُوْا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمْ سَدًّا ۞ قَالَ مَا مَكَّنِّیْ فِیْهِ رَبِّیْ خَیْرٌ فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهُمْ رَدْمًا ۞ (کہف ع ۱۱ پارہ ۱۶)	یہاں تک کہ جب (ذوالقرنین) چلتے چلتے (ایک پہاڑ کی گھاٹی کے) دو کگاروں کے بیچ میں پہونچا تو دیکھا کہ کگاروں کے ادھر ایک قوم (آباد) ہے (اور وہ ایسے وحشی ہیں) کہ بات کے سمجھنے کے پاس تک نہیں پھٹکتے اُن لوگوں نے (اپنی بولی میں) عرض کیا کہ اے ذوالقرنین (اس گھاٹی کے اُدھر) یاجوج اور ماجوج (کی قوم ہے اور وہ لوگ ہمارے مُلک میں (آکر) فساد کرتے ہیں (آپ کی مرضی ہو) تو ہم آپکے لیے چندہ جمع کر دیں بشرطیکہ آپ ہمارے اور اُن کے درمیان کوئی روک بنا دیں (ذوالقرنین نے) کہا کہ وہ مال جس میں میرے پروردگار نے مجھے (پورا) اختیار دے رکھا ہے کافی و وافی ہے چندے کی تو ضرورت نہیں (مگر ہاں تم کو ایسی ہی مدد کرنی ہے) تو (ہاتھ پاؤں کے) زور سے میری مدد کرو میں تم (لوگوں) میں اور اُن (لوگوں) میں ایک دیوار کھینچ دوں گا۔
اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِیَعًا یَّسْتَضْعِفُ طَآىِٕفَةً	بے شک فرعون مُلک (مصر) میں بہت بڑھ چڑھ رہا تھا اور اُس نے وہاں کے لوگوں کے الگ الگ گروہ قرار دیے تھے اُن میں سے ایک گروہ (یعنی بنی اسرائیل) کو (اس قدر)

ف ذوالقرنین اپنے وقت کا بادشاہ تھا بتقریبِ سیر و سیاحت ایک قوم پر پہونچا تو اُنھوں نے یاجوج ماجوج کے ظلم و فساد کی شکایت کی اس نے اُن کی آمد و رفت بند کرنے کے لیے اس قوم اور یاجوج ماجوج کے بیچ میں ایک دیوار کی آڑ کر دی۔ یہی معنے ہیں خبر گیری کے اور اسی لیے ہم نے اس آیت کو عنوانِ بالا کے ذیل میں شامل کیا یہ اُسی طرح کی خبر گیری ہے۔ جو انگریزوں نے ہمارے واسطے کر رکھی ہے مثلاً نہریں پل کنوئیں کل سڑکیں وغیرہ اور اس کے علاوہ رفاہیت و آسایش کے بہت سے سامان رعایا کے لیے انتظاماً رکھے ہیں ۱۲ ف فرعون کے مظالم مشہور ہیں اور اُن ہی مظالم پر اُس کی ان آیتوں میں مذمت کی گئی ہے ۱۲ *

مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيِىْ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝

(القصص ع ۱ پارہ ۲۰)

کمزور سمجھ رکھا تھا کہ اُن کے بیٹوں کو ذبح کروا دیتا - اور اُن کی عورتوں (یعنی بیٹیوں) کو زندہ رکھتا اِس میں شک نہیں کہ وہ (بھی) فسادیوں میں سے (ایک ہی فسادی) تھا -

[1] عَنْ مَّعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ يَّسْتَرْعِيْهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً فَلَمْ يَحُطْهَا بِنَصِيْحَةٍ اِلَّا لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ - (صحیحین)

[1] معقل بن یسار کہتے ہیں کہ مَیں نے جناب رسولِ خُدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جس بندے کو خدا اپنے بندوں کا محافظ و نگہبان ٹھیرائے اور وہ رعیّت کی خیر خواہی اور خیر اندیشی کے ساتھ حفاظت و نگرانی نہ کرے تو وہ بہشت کی خُوشبو تک بھی نہ سُونگھ پائے گا -

[2] عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَّسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ فَالْاِمَامُ الَّذِىْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوُلْدِهٖ وَهِىَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلٰى مَالِ سَيِّدِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُ اَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَّسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ (صحیحین)

[2] حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبرِ خُدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سُنو! تم سب اپنی رعیت کے محافظ ہو اور تم سب سے رعیت کی بابت پُوچھا جائے گا تو حاکم جو لوگوں کی اصلاحِ حال کے لیے قائم کیا گیا ہے رعیت کا نگہبان ہے اور وہ اپنی رعیّت کے احوال سے پُوچھا جائے گا مرد اپنے اہلِ خانہ کا نگہبان ہے اور وہ اپنی رعیت یعنی اہلِ خانہ کی بابت پُوچھا جائے گا - عورت اپنے شوہر کے گھر اور اُس کے بچوں کی محافظ ہے اور اُس سے اُن کی بابت سوال ہوگا - آدمی کا غُلام اپنے مالک کے مال کا نگران ہے اور اُس سے اُس کی بابت دریافت کیا جائے گا - سُنو تم سب کے سب راعی ہو اور سب اپنی رعیّت کی بابت سوال کیے جاؤ گے *

عدل وانصاف

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ۭ فَاِنْ جَاۗءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَـيْـــًٔا ۭ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○

(المائدہ ع ٦ پارہ ٦)

(یہ یہودی، جھوٹی) جھوٹی باتوں کی کنسوئیاں[1] لیتے پھرتے ہیں (اور) مال حرام ڈکوسے چلے جاتے ہیں تو (اے پیغمبر) اگر (یہ لوگ اپنے معاملات فیصلہ کرانے کو) تمہارے پاس آئیں تو تم (کو اختیار ہے کہ) ان میں فیصلہ کرو یا ان (کے معاملات میں دخل دینے) سے کنارہ کش رہو اور اگر تم ان (کے معاملات میں دخل دینے) سے کنارہ کشی کرو گے تو (یہ) تم کو کسی طرح کا بھی نقصان نہیں پہونچا سکیں گے اور اگر فیصلہ کرو تو ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَاۗءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَـمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ○ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۭ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ

بے شک ہم (ہی) نے توراۃ نازل کی جس میں (ہر طرح کی) ہدایت اور نور (ایمان) ہے (خدا کے) فرماں بردار (بندے) انبیاء (بنی اسرائیل) اُسی کے مطابق یہودیوں کو حکم دیتے چلے آئے ہیں اور (انبیاء کے علاوہ یہودیوں کے) ربّی (یعنی مشائخ) اور علماء (بھی) کیونکہ کتاب اللہ کے محافظ ٹھیرائے گئے تھے اور وہ اُس کی محافظت کرتے بھی رہے تو (اے اس وقت کے یہودیو) لوگوں سے نہ ڈرو اور ہمارا ہی ڈر مانو اور ہماری آیتوں کے معاوضے میں دُنیا کے ناچیز فائدے نہ لو اور جو خدا کی اُتاری ہوئی (کتاب) کے مطابق حکم نہ دے تو وہی لوگ کافر ہیں اور ہم نے توراۃ میں یہود کو (تحریری) حکم دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ (ویسے ہی) زخم پھر جو (مظلوم) بدلہ معاف کردے

[1] کسی بات کی ٹوہ لگانا اور اُس کے درپے ہونا کہ فلاں جگہ کیا تذکرہ تھا اسی کو اردو میں کنسوئیاں لینا کہتے ہیں ۱۲

فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ ۖ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ۝ وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنجِيلِ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فِيهِ ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ

تو وہ اُس (کے گناہوں) کا کفّارہ ہوگا اور جو خدا کی اُتاری ہوئی (کتاب) کے مطابق حکم نہ دے تو وُہی لوگ بے انصاف ہیں ف۱ اور بعد کو اُن ہی (پیغمبروں) کے قدم بقدم ہم نے مریم کے بیٹے عیسےٰ کو چلایا کہ وہ توراۃ کی جو اُن کے (وقت میں) پہلے سے (موجود) تھی تصدیق کرتے تھے اور اُن کو ہم نے انجیل (بھی) دی جس میں (ہر طرح کی) سُوجھ اور نُور (ہدایت موجود) ہے اور توراۃ جو اس کے (نزول کے زمانے میں) پہلے سے (موجود) تھی (یہ انجیل) اُس کی تصدیق بھی کرتی اور (خود بھی) پرہیزگاروں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے اور اہلِ انجیل کو (عیسائی ہونے کی حیثیت سے) چاہیئے (تھا) کہ جو (حکم) خدا نے اُس میں اُتارے ہیں اُسی کے مطابق حکم دیا کریں اور جو خدا کے اُتارے ہوئے (حکموں) کے مطابق حکم نہ دے تو وہی لوگ نافرمان ہیں ف۲ اور (اے پیغمبر) ہم نے تمھاری طرف (بھی) کتاب برحق اُتاری کہ جو کتابیں اس کے (اُترنے کے وقت) پہلے سے (موجود) ہیں اُن کی تصدیق کرتی ہے اور اُن کی محافظ (بھی) ہے ف۳

ف۱ پچھلے رکوع کی شانِ نزول ایک زنا کا مقدمہ تھا جو یہودیوں میں ہوا تھا اور مجرم عزت دار لوگ تھے اور وہ اجرائے حکم سنگساری میں خلافِ حکمِ توراۃ اُن کی رعایت کرنی چاہتے تھے اور ان آیتوں میں قصاص کا حکم ہے اور یہ احکام بھی عام ہیں کہ قصاص ہر شخص پر بلا لحاظ اس کے کہ مجرم کون ہے اور کس درجے کا ہے اُس کو سزا دی جائے اور اسی طرح حکمِ سنگساری بھی عام تھا مگر یہود ان تمام احکام میں دنیاوی طمع کو دخل دیتے تھے ۱۲

ف۲ اِن آیتوں میں یہودیوں اور عیسائیوں کو اس بات پر ملامت کی گئی ہے کہ وہ یہودی اور عیسائی ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر اپنی آسمانی کتابِ توراۃ اور انجیل پر عمل نہیں کرتے حالانکہ اُن کو چاہیئے تھا کہ یہودیت اور عیسائیت کے مدعی ہیں تو اپنی آسمانی کتاب کے احکام کے پابند رہتے پس اُن کا دعویٰ زبانی دعوےٰ ہے بے دلیل اور اُن کا عمل اِس دعوے کی تصدیق نہیں کرتا ۱۲

ف۳ قرآن کو جو کتبِ سابقۂ آسمانی کا محافظ فرمایا تو اس کے یہ معنے ہیں کہ اُن کتابوں میں کسی طرح کی ردّ و بدل کو جائز نہیں رکھتا اور اسی لیے قرآن میں اہلِ کتاب پر تحریف کے بارے میں بار بار بڑی سختی کے ساتھ الزام دیا گیا ہے ۱۲

فاحکم بینهم بما انزل الله ولا تتبع اهواءهم عما جاءک من الحق لکل جعلنا منکم شرعة ومنهاجا ولو شاء الله لجعلکم امة واحدة ولکن لیبلوکم فی ما اتکم فاستبقوا الخیرت الی الله مرجعکم جمیعا فینبئکم بما کنتم فیه تختلفون ○ وان احکم بینهم بما انزل الله ولا تتبع اهواءهم واحذرهم ان یفتنوک عن بعض ما انزل الله الیک فان تولوا فاعلم انما یرید الله ان یصیبهم ببعض ذنوبهم وان کثیرا من الناس لفسقون ○ افحکم الجاهلیة یبغون ومن احسن من الله حکما لقوم یوقنون ○ (المائدہ ع، پارہ ٦)

تو جو کچھ خدا نے (تم پر) اُتارا ہے تم (بھی) اسی کے مطابق اِن لوگوں میں حکم دو اور جو حق بات تم کو (خدا سے) پہنچی ہے اُس کو چھوڑ کر اِن کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو ہم نے (وقتاً فوقتاً) تم میں سے ہر ایک (فریق) کے لیے ایک شریعت ٹھیرائی اور طریقہ (خاص) اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی (دین کی) اُمت کرتا لیکن (مختلف شریعتوں کے بھیجنے سے) یہ مقصود (رہا) ہے کہ جو حکم (تمھاری حالت کے مناسب وقتاً فوقتاً) تم کو دیئے اُن میں (وقتاً فوقتاً) تم کو آزمائے تو (مسلمانو!) تم (اِس وقت کی اسلامی شریعت کے مطابق) نیک کاموں کی طرف لپکو (کیونکہ) تم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے تو جن جن باتوں میں تم لوگ (دنیا میں) اختلاف کرتے رہے ہو وہ تم کو (سب کا حال) بتادے گا (غرض اے پیغمبر تم تو اپنی شریعت پر قائم رہو) اور جو (کتاب) خدا نے (تم پر) اُتاری ہے اسی کے مطابق اِن لوگوں میں حکم دو اور اِن کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو اور اِن کے (داؤ گھات) سے ڈرتے رہو کہ جو کتاب خدا نے تمھاری طرف اُتاری ہے (مبادا) اُس کے کسی حکم سے یہ لوگ تم کو بھٹکا دیں پھر اگر یہ لوگ تمھارا کہا نہ مانیں تو جانے رہو کہ خدا ہی کو منظور ہے کہ اِن کے بعضے گناہوں کی وجہ سے اِن پر کوئی مصیبت لا نازل کرے اور بے شک بہت سے لوگ البتہ نافرمان ہیں کیا (اِس وقت بھی زمانہ) جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں ف۱ اور جو لوگ یقین کرنے والے ہیں اُن کے لیے اللہ سے بہتر

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان افضل عباد

حضرت عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز بلحاظِ قدر و منزلت

ف۱ اسلام سے پہلے کا وقت مشرکین عرب کے لیے زمانۂ جاہلیت کہلاتا ہے کیونکہ سب سے پہلی کتاب جو اہلِ عرب پر نازل ہوئی وہ یہی قرآن ہے اور اس کے نزول سے پہلے تو ان کو خبر ہی نہ تھی کہ خدا حقیقت میں کیا چیز ہے اور وہ کیا چاہتا ہے ۱۲ ف۲ اِن آیتوں میں یہود و نصاریٰ کو صرف اس بات پر ملامت کی گئی ہے کہ وہ لوگوں میں خدا کی کتاب کے مطابق فیصلہ نہیں کیا کرتے تھے اور خدا کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرنا عین عدل و انصاف ہے تو گویا اتنی ساری بوچھاڑ عدل و انصاف نہ کرنے پر ہوئی یہی وجہ تھی جو ہم نے اِن آیتوں کو عدل و انصاف کے عنوان میں داخل کیا ۱۲

اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِمَامٌ عَادِلٌ رَفِيقٌ وَإِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِمَامٌ جَائِرٌ خَرِقٌ۔ (بیہقی)

تمام بندگانِ خدا میں بزرگترین بندہ منصف نرم دل امام (امام سے مُراد ہے حاکم) ہے اور قیامت کے دن بلحاظ قدر و منزلت تمام لوگوں میں بدترین شخص ظالم اور احمق امام ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ السُّلْطَانَ ظِلُّ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ يَأْوِي إِلَيْهِ كُلُّ مَظْلُومٍ مِّنْ عِبَادِهِ فَإِذَا عَدَلَ كَانَ لَهُ الْأَجْرُ وَعَلَى الرَّعِيَّةِ الشُّكْرُ وَإِذَا جَارَ كَانَ عَلَيْهِ الْإِصْرُ وَعَلَى الرَّعِيَّةِ الصَّبْرُ (ترمذی)

ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بادشاہ زمین میں سایۂ خدا ہے بندگانِ خدا میں سے ہر مظلوم اُس کی طرف پناہ لیتا ہے تو جب وہ انصاف کرتا ہے اُسے انصاف کرنے کا ثواب ملتا اور رعیت پر اُس کی شکر گزاری واجب ہوتی ہے اور جب ظلم و نا انصافی کرتا ہے تو نا انصافی کے گناہ کا بوجھ اُس پر ہوتا اور رعیت کو صبر کرنا پڑتا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَتَدْرُونَ مَنِ السَّابِقُونَ إِلَى ظِلِّ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ الَّذِينَ إِذَا أُعْطُوا الْحَقَّ قَبِلُوهُ وَإِذَا سُئِلُوهُ بَذَلُوهُ وَحَكَمُوا لِلنَّاسِ كَحُكْمِهِمْ لِأَنْفُسِهِمْ

(ابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کی طرف روئے سخن کرکے) فرمایا کیا تُم جانتے ہو کہ قیامت کے روز جو لوگ سایۂ خُدا کی طرف سبقت کریں گے وہ کون ہوں گے صحابہ نے عرض کیا کہ خدا اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے کہ جب اُن کو اُن کا حق دیا جاتا ہے تو بے چُون و چرا تسلیم کر لیتے ہیں اور حق تو ہے اُن کا لیکن لوگ اُن سے مانگتے ہیں تو بے دریغ خرچ کر دیتے ہیں اور لوگوں کے لیے ویسا ہی حکم کرتے ہیں جیسا اپنے نفسوں کے لیے (یعنی جو کچھ اپنے لیے چاہتے ہیں وہی دوسروں کے لیے چاہتے ہیں اور یہی معنی ہیں "آنچہ بر خود پسندی بر دیگرے مپسند" کے)

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَی اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاَقْرَبَہُمْ مِنْہُ مَجْلِسًا اِمَامٌ عَادِلٌ وَّاِنَّ اَبْغَضَ النَّاسِ اِلَی اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَ اَشَدَّھُمْ عَذَابًا وَّفِیْ رِوَایَۃٍ وَّاَبْعَدَھُمْ مِنْہُ مَجْلِسًا اِمَامٌ جَائِرٌ۔ (ترمذی)

ابُوسعیدؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز خدا کے نزدیک سب لوگوں میں محبوب ترین اور بلحاظ مجلس خدا سے زیادہ قریب منصف بادشاہ ہوگا اور خدا کے نزدیک قیامت کے روز سب سے زیادہ دشمن اور عذاب میں سب سے زیادہ سخت اور ایک روایت میں آیا ہے کہ باعتبار مجلس خدا سے بہت دُور ظالم امام (یعنی حاکم) ہوگا

اجتناب عن الامارۃ
(منصبِ حکومت سے الگ رہنا)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّکُمْ سَتَحْرِصُوْنَ عَلَی الْاِمَارَۃِ وَسَتَکُوْنُ نَدَامَۃً یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَنِعْمَ الْمُرْضِعَۃُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَۃُ۔ (بخاری)

ابُوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب تم لوگ امارۃ و حکومت کی حرص کروگے اور وہ قیامت کے روز ندامت و پشیمانی کا سبب ہوگی ف تو اچھی ہے دودھ پلانے والی اور بُری ہے دُودھ چھڑانے والی ف۲

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

ابُوذرؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ

ف یہ حالت اُس شخص کی ہے جو حالتِ حکومت میں عدل و انصاف نہ کرے ورنہ حکومت اصل میں کوئی بُری چیز نہیں بلکہ شرف و بزرگی کی موجب ہے جیسا کہ اس سے پہلے عنوان "عدل و انصاف" میں حدیث ابن عمرؓ سے ثابت ہوا ۱۲

ف۲ یعنی حکومت ابتدا کے لحاظ سے اچھی ہے اور انجام کے اعتبار سے بُری۔ پیغمبر صاحب نے حکومت کو ابتدائی لذت و حلاوت میں تشبیہ دی ہے مرضعہ یعنی دودھ پلانے والی کے ساتھ اور انجام کار کی رُو سے الم و تلخی میں تشبیہ دی ہے دودھ چھڑانے والی کے ساتھ۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح ابتدا میں بچے کے حق میں دودھ پلانے والی اچھی اور دودھ چھڑانے والی بُری ہے اسی طرح ابتداءً حکومت کی لذت آدمی کو بھلی لگتی ہے مگر انجام کے اعتبار سے بُری ہے ۱۲

اَلَا تَسْتَعْمِلُنِيْ قَالَ فَضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى مَنْكِبِيْ ثُمَّ قَالَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِنَّكَ ضَعِيْفٌ وَّاِنَّهَا اَمَانَةٌ وَّاِنَّهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ خِزْيٌ وَّنَدَامَةٌ اِلَّا مَنْ اَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَاَدَّى الَّذِيْ عَلَيْهِ فِيْهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ لَهٗ يَا اَبَا ذَرٍّ اِنِّيْ اَرٰىكَ ضَعِيْفًا وَّاِنِّيْ اُحِبُّ لَكَ مَا اُحِبُّ لِنَفْسِيْ لَا تَاَمَّرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيْمٍ (مسلم)

آپ مجھے کہیں کا عامل کیوں نہیں بناتے پیغمبر صاحب نے میرے مونڈھے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ ابوذر! تو ناتوان اور کمزور ہے اور حکومت امانت ہے اور قیامت کے روز رُسوائی و ندامت مگر اُس کے لیے نہیں جو اُسے اُس کے حق کے ساتھ حاصل کرتا اور اُس حق کو ادا کرتا ہے جو حکومت کی حالت میں اُس کے ذمّے واجب ہوتا ہے ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ پیغمبر صاحب نے ابوذر سے فرمایا کہ ابوذر! میں تجھے دل کا کمزور دیکھتا اور تیرے لیے وہی چیز پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں تو دو شخصوں پر امیر بن اور یتیم کے مال کا سرپرست و والی نہ ہو۔

جب حاکم ٹھیک فیصلہ نہ کرے تو اُس کا حکم مردود ہے

عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اِلٰى بَنِيْ جَذِيْمَةَ فَدَعَاهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ فَلَمْ يُحْسِنُوْا اَنْ يَّقُوْلُوْا اَسْلَمْنَا فَجَعَلُوْا يَقُوْلُوْنَ صَبَاْنَا وَجَعَلَ خَالِدٌ قَتْلًا وَّاَسْرًا قَالَ فَدَفَعَ اِلٰى كُلِّ رَجُلٍ اَسِيْرَهٗ

سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو قبیلہ بنی جذیمہ کی طرف روانہ کیا انھوں نے اُنھیں اسلام کی طرف بُلایا چونکہ اُن لوگوں سے اسلمنا کہتے نہ بن پڑا (جس کے معنے ہیں کہ ہم اسلام لے آئے اس لیے صبانا صبانا (جس کے معنی ہیں کہ ہم پھر گئے اُن کا مطلب تھا کہ دین آبائی سے پھر گئے) کہنے لگے اور خالد لگے اُن کو قتل و قید کرنے ۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر خالد نے ہر شخص کو اُس کا قیدی دے دیا

حَتّٰی اِذَا اَصْبَحَ یَوْمًا اَمَرَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ اَنْ یَّقْتُلَ کُلُّ رَجُلٍ مِّنَّا اَسِیْرَہٗ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فَقُلْتُ وَاللّٰہِ لَا اَقْتُلُ اَسِیْرِیْ وَلَا یَقْتُلُ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِیْ اَسِیْرَہٗ قَالَ فَقَدِمْنَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ لَہٗ صَنِیْعَ خَالِدٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَفَعَ یَدَیْہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَبْرَأُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ وَّفِیْ حَدِیْثِ بِشْرٍ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَبْرَأُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ مَّرَّتَیْنِ۔ (نسائی)

حتّٰے کہ جب یہ دن گزر کر دوسری صبح ہوئی تو خالد نے حکم دیا کہ ہر شخص اپنے قیدی کو قتل کر ڈالے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا واللہ میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا اور نہ صرف میں بلکہ میرے یاروں میں سے بھی کوئی اپنے قیدی کو قتل نہیں کر سکتا راوی کہتا ہے کہ پھر ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ابن عمرؓ نے خالد کی اس کارروائی کا ذکر کیا جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اپنے دونوں دست مبارک آسمان کی طرف اٹھائے کہ خداوندا! میں خالد کی کرتوت سے بری ہوں اور حدیث بشر میں آیا ہے کہ پیغمبر صاحب نے دو دفعہ فرمایا کہ خداوندا میں خالد کی کرتوت سے بیزار ہوں۔

امام ابوحنیفہ کی ایک حکایت مناسب مقام ہے کہ اُن کے حلقۂ درس میں بہت لوگ جمع ہوتے تھے اور اُن کا ادب وقت کے خلیفہ یعنی بادشاہ سے بڑھ کر کیا جاتا تھا۔ خلیفہ یہ دیکھ کر امام صاحب سے حسد کرنے لگا۔ اُس کو اس کے سوائے اور کچھ نہ سوجھا کہ امام صاحب پر قاضی القضاۃ کی خدمت عرض کی۔ اُن وقتوں کا قاضی القضاۃ بمنزلہ مدار المہام یا وزیر اعظم کے ہوتا تھا۔ امام صاحب نے بلحاظِ ذمّہ داری قبولِ خدمت سے انکار کیا۔ خلیفہ نے نافرمانی پر محمول کر کے امام صاحب کو قید کیا۔ اور انکار پر اصرار کرنے کی سزا میں تازیانے مارے۔ امام صاحب مار کے صدمے سے بیمار پڑے اور اسی علالت میں انتقال فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

چگونہ شکر ایں نعمت گزارم　　کہ زور مردم آزاری ندارم

خیر خواہی

عَنْ مَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ وَّالٍ یَّلِیْ رَعِیَّۃً مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَیَمُوْتُ

یسار کے بیٹے معقل کہتے ہیں کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص مسلمان رعیت کا حاکم اور فرماں روا ہو اور پھر وہ اس حالت میں مرے کہ

ترجمہ	متن
کہ رعیّت کا بدخواہ تھا تو خدائے تعالےٰ اُس پر جنّت کو حرام کر دیتا ہے۔	وَهُوَ غَاشٌّ لَهُمْ إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ ۔ (صحیحین)
عَمرو کے بیٹے عائذ کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ بدترین اُمرا وہ ہیں جو رعیّت پر ظلم کریں اور رحم و مہربانی سے پیش نہ آئیں۔	عَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَةُ[عہ] ۔ (مسلم)
اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جنابِ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خداوندا جو شخص میری اُمّت کے کسی کام کا والی و حاکم مقرّر کیا جائے اور وہ (یعنی حاکم) اُنھیں (یعنی میری اُمّت کے لوگوں کو) مشقّت میں ڈالے تو تُو اُسے مشقّت میں ڈال اور جو میری اُمّت کے کسی کام کا حاکم قرار دیا جائے اور وہ اُن کے ساتھ نرمی و مہربانی سے پیش آئے تو تُو اُس پر نرمی و مہربانی فرما۔	عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ مَنْ وَّلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ وَمَنْ وَّلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِيْ شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهٖ (مسلم)
عَمرو بن مُرّہ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے معاویہ سے کہا کہ میں نے جنابِ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جس شخص کو خدا مُسلمانوں کے کسی کام کا والی و سرپرست مقرّر فرمائے اور وہ اُن کی حاجت اور فقر اور شدّت کی پروا نہ کرکے اپنا دروازہ بند کیے ہے (یعنی حاجت مند اور صاحبِ ضرورت کو	عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ أَنَّهٗ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ وَّلَّاهُ اللهُ شَيْئًا مِّنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاحْتَجَبَ دُوْنَ حَاجَتِهِمْ

عہ حطمہ کے معنی ہیں ظلم کرنے والا کیونکہ حطم سے لیا گیا ہے اور حطم کہتے ہیں کسی چیز کو توڑ کر چورا چورا کرنے کو جو شخص اُونٹوں کے چرانے اور پانی پلانے اور سے جانے میں اُن پر درشتی کرتا ہو اہلِ عرب اُسے حطمہ کہتے ہیں صراح میں ہے حطمہ مرد بسیار خوار و آنکہ بر ستور رحم نہ کند چونکہ رعایا بھی حاکم کی نسبت بھیڑ بکری کے منزلے میں ہے اس لیے ہم نے حطمہ کا ترجمہ رعیّت پر ظلم کرنے والا کیا ۱۲

وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمْ اِحْتَجَبَ اللّٰهُ دُوْنَ حَاجَتِهٖ وَخَلَّتِهٖ وَفَقْرِهٖ فَجَعَلَ مُعَاوِيَةُ رَجُلًا عَلٰى حَوَائِجِ النَّاسِ ۔ (ترمذی ابوداؤد)

خدا اُس کی حاجت اور فقر اور شدت سے اپنا دروازہ بند کرے گا اس پر معاویہ نے ایک شخص کو لوگوں کی حاجتوں (کے پیش کرنے) پر مقرر کر دیا۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا بَعَثَ عُمَّالَهٗ شَرَطَ عَلَيْهِمْ اَنْ لَّا تَرْكَبُوْا بِرْذَوْنًا وَّلَا تَاْكُلُوْا نَقِيًّا وَّلَا تَلْبَسُوْا رَقِيْقًا وَّلَا تُغْلِقُوْا اَبْوَابَكُمْ دُوْنَ حَوَائِجِ النَّاسِ فَاِنْ فَعَلْتُمْ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ فَقَدْ حَلَّتْ بِكُمُ الْعُقُوْبَةُ ۔ (مشکوٰۃ)

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُن کا قاعدہ تھا جب اپنے صوبوں کو کہیں بھیجتے تو اُن سے شرط کر لیتے کہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہونا میدے کی روٹی نہ کھانا باریک اور نفیس کپڑے نہ پہننا اپنے دروازے لوگوں کی حاجتوں (کے پیش ہونے) سے بند نہ کرنا اور اگر تم نے ان باتوں میں سے ایک بات بھی کی تو تم پر سزائے الٰہی اُتر آئے گی۔

عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَدَّهٗ اَبَا مُوْسٰی وَمُعَاذًا اِلَی الْيَمَنِ فَقَالَ يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا ۔ (صحیحین)

ابو بردہ کہتے ہیں کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے دادا ابو موسے اور معاذ کو یمن کی طرف بھیجتے ہوئے فرمایا کہ تم دونوں (لوگوں کو) آسانی کرنا (انھیں) مشکل میں نہ ڈالنا۔ اور خوش خبری سنانا نفرت نہ دلانا اور باہم ایک دوسرے کی اطاعت کرنا۔ تفرقہ اور پھوٹ نہ ڈالنا۔

من المترجم۔ ہم لوگوں نے تو حقوق و فرائض کا کھیل بنا رکھا ہے۔ اور اس کے دو سبب ہیں اول یہ کہ خدا نخواستہ خدا کے تو منکر نہیں اور منکر ہو بھی نہیں سکتے۔ سر میں عقل دل میں انصاف رکھتے ہیں۔ مگر خدا کی شان اُس کی عظمت اُس کے جلال کا صحیح اندازہ ذہن میں نہیں۔ اگر ہو تو مجال ہے کہ اُس کے حکم سے سرتابی یا اُس کے فرمان کی بجا آوری میں غفلت یا تساہل کریں یٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ط وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ۔ دوسرے

ل اے آدم زاد تجھکو کس چیز نے اپنے پروردگار کریم کی جناب میں گستاخ کر دیا ہے جس نے تجھکو بنایا (اور بنایا بھی تو) بہت درست بنایا اور تیرے جوڑ بند مناسب رکھے (پھر) جس قطع سے چاہا تیرا (یعنی تیرے اعضاء کا) پیوند ملا دیا مگر بات یہ ہے کہ تم (بنی آدم روز) جزا کو

یہ کہ اپنی غلط فہمی سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا سمجھ رکھّا ہے۔ حقوق اللہ کا تو خیر کچھ یُوں ہی سا لحاظ رکھتے بھی ہیں۔ حقوق العباد کی مُطلق پروا نہیں کرتے۔ حقوق اللہ کا تو خیر کچھ یُوں ہی سا لحاظ کرتے بھی ہیں کہ گنڈے دار نماز پڑھ لی۔ پانچ وقتوں میں چار نہیں تو تین ناغہ ہے

جی عبادت سے چُرانا اور جنّت کی طلب
کام چور اس کام پر کس مُونہ سے اُجرۃ کی طلب

اور پڑھی تو اِس خُوبی بھری کہ نہ تجوید قراءت نہ تعدیلِ ارکان نہ حضورِ قلب۔ مُونہ سے بڑ بڑاتے ہیں اور سمجھتے خاک نہیں۔ ہر رکعت میں دو سجدے فرض۔ اِن کی نماز میں سجدۂ سہو ملا کر تین۔ آپ کہیں دل کہیں۔ ایسی نماز اُٹھک بیٹھک اور قواعد کے نام کی زیادہ مستحق ہے نہ نماز کے نام پاک کی۔ وہ تو غنیمت ہے کہ نماز کی طرح رمضان ہر روز سر پر آ کھڑا نہیں ہوتا۔ اِس پر بھی گرمیوں میں اِفطارِ صوم کا عذر ظاہر ہے۔ خدا نے روزوں کا حکم دیا ہے۔ نہ خود کُشی کا۔ جاڑا ہو دن بھی چھوٹے ہوں۔ افطاری اور سحری کا بھی مزا آئے تو روزے رکھتے جاتے ہیں۔ زکوٰۃ کی جیسی مٹّی پلید ہے کہنے کے قابل نہیں۔ اوّل تو اکثر مُسلمان مفلس اور بے مقدور ہو گئے ہیں کمائیاں کم خرچ زیادہ

براحوال آن کس بباید گریست
کہ دخلش بود نوزدہ خرج بیست

جو با مقدور ہیں وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ اُن میں اکثر وہ ہیں جو بے ہنر ہیں آپ تو کمائی کر نہیں سکتے۔ پس خوردہ بزرگاں پر گُل چھرّے اُڑا رہے ہیں تو یہ بقدر نصاب بچا نہیں سکتے۔ بلکہ اُلٹے قرضدار رہتے ہیں۔ مُفلسوں اور مُسرفوں کو حساب سے خارج کرو تو چھبّیس کرور مُسلمانوں میں سے جتنے بھی تمہارے خیال میں آئیں۔ اُن میں آدھے تہائی وہ ہیں جو سرے سے زکوٰۃ ہی نہیں دیتے۔ پھر جو دیتے ہیں اُن کے آدھے تہائی وہ ہوں گے جو پُوری نہیں دیتے پھر شاذ و نادر جو پُوری دیتے ہیں اُن میں دو تہائی وہ ہوں گے جو ایسوں کو دیتے ہیں جن کو نہ لینی جائز نہ دینی روا۔ اَب ٹھیک طور پر زکوٰۃ دینے والے رہ ہی کتنے گئے وہ مثل ہے کہ اُونٹ کے مُونہ میں زیرا۔ اِتنے سے قوم کا کیا بھلا ہو اور قوم بھی مُفلس مُسلمانوں کی قوم۔ حقوق اللہ میں سے روزے ہوئے زکوٰۃ ہوئی رہ گیا حج تو ہمارے مُلک سے دو قسم کے لوگ حج کو جاتے ہیں ایک وہ کہ السفر وسیلۃ الظفر حج کے بہانے کچھ کما لاتے ہیں۔ بے مقدوری کی وجہ سے حج تو اپنے اُوپر فرض نہیں۔ لاٹھی کندھے پر دھری اور حج کو نکل کھڑے ہوئے مانگتے کھاتے بمبئی پہنچے وہاں کسی گانٹھ کے پُورے عقل کے ادھورے موٹے مال دار کے ساتھ ہو لیے اُسی نے جہاز کا کرایہ بھرا۔ حاجیوں اور آئیوں کو کفالت

(بقیہ صفحہ سابقہ) حالانکہ تم پر ہمارے چوکیدار تعینات ہیں یعنی کراماً کاتبین (فرشتے) ف۱

ف۱ کراماً کاتبین کے اصلی معنے ہیں گرامی قدر لکھنے والے کہ دو فرشتے آدمی کے اعمالِ نیک و بد کے لکھنے کے لیے اُس پر تعینات ہیں کراماً کاتبین تھی تو اِن فرشتوں کی صفت مگر اَب اِن کا نام پڑ گیا ہے۔ اور اِسی سبب سے ہم نے ترجمہ نہیں کیا ۱۲ +

کرتا رہا ہلدی لگی نہ پھٹکری مفت میں حج کیا۔ مدینے گئے لوٹ کر بمبئی میں سمندر کے کھاری پانی کی زمزمیاں بھریں دوچار سیر مسقط کی کھجوریں خریدیں۔ کوڑی دو کوڑی زیتون کی تسبیحیاں۔ گھر آئے تو تبرکات تقسیم کرتے۔ اور لوگوں پر حج کی منت رکھتے پھرے جس پاس گئے کچھ نہ کچھ لے کر ٹلے۔ دوسرے قسم کے حاجی وہ ہیں جو واعظوں سے سنتے رہے ہیں کہ آدمی حج سے کَیَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ ہو کر لوٹتا ہے۔ حج تو ان پر سالہا سال سے فرض تھا مگر زندگی بھر کی مہلت بھی تھی۔ انھوں نے ایسا تاک کر آخری وقت حج کا ارادہ کیا کہ سمندر میں غریق رحمت نہ ہوں تو جنت البقیع میں دفن ہو کر عشرۂ مبشرہ میں جا شامل ہوں یا پچھلے گناہ تو معاف ہی کرا لائے ہیں دو چار برس اور بھی جیتے رہے تو ایسے کتنے گناہ سمیٹ لیں گے۔ حج کے طفیل میں خدا نے عمر بھر کے گناہوں کا بار سر پر سے اتار دیا ہے تو کیا اس کو اپنے گھر کا اتنا پاس بھی نہ ہو گا۔ کہ اگلے گناہ نامۂ اعمال میں نہ لکھے غرض گنتی کی چند عبادتیں جن کو ہم نے اپنی غلط فہمی سے خالص حقوق اللہ سمجھ رکھا ہے۔ اُن کے ساتھ تو ہمارا یہ سلوک ہے اور اسی لیے ہم نے کہا کہ ہم لوگ حقوق اللہ کا تو کچھ یوں ہی سا لحاظ کرتے بھی ہیں حقوق العباد کی مطلق پروا نہیں کرتے۔ اب ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ایک دوسرے سے جدا اور ممتاز سمجھنا غلط فہمی ہے اور ایسی عام ہے کہ بہت ہی کم مسلمان اس سے بچے ہوں گے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کا مقصود اصلی حقوق العباد ہیں۔ اور حقوق اللہ یا تو کُلًّا یا جزءً حقوق العباد ہیں یا حقوق العباد کی تقویت کے لیے ہیں۔ زکوٰۃ کا کُلًّا حق العباد ہونا تو ظاہر ہے لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ[1] جو کچھ زکوٰۃ میں دیا جاتا ہے حق ہے محتاجوں اور مفلسوں کا۔ لوگ اپنی بیوقوفی سے ہٹے کٹے کاہلوں مفت خوروں کو پکڑا دیں اور زکوٰۃ کا نام کریں تو وہ جانیں۔ خدا تو ایسا دیا زکوٰۃ میں کیوں مجری دینے لگا تھا۔ حقوق اللہ میں سے روزہ اور حج دو ایسے حق ہیں جن کو جزءً حق العباد کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ان ہی دو موقعوں پر لوگ خوب جی کھول کر خیرات کیا کرتے ہیں۔ روزے سے فاقے کی قدر آتی ہے اور قدر کا آنا فاقہ کشوں کی امداد کا محرک ہوتا ہے۔ حج کے ساتھ شارع نے تجارت کی بھی اجازت دی ہے لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ[2] اور چونکہ تجارت میں بائع اور مشتری دونوں کا فائدہ ہوتا ہے فائدہ کھلا ہوا حق العبد ہے اور حق العبد بھی دوہرا حق العبد اپنا بھی اور دوسرے کا بھی۔ حقوق اللہ میں ایک نماز ایسا حق ہے جس میں ظاہرا حق العبد کا لگاؤ نہیں تو اسی لیے ہم نے اس کو حقوق العباد کی تائید و تقویت کی مد میں رکھا کہ نماز میں خدا کی شان اس کی عظمت اس کے جلال کا خیال تازہ ہو۔ اور وہ خیال ہمارے چال چلن کا محافظ۔ چال چلن کیا چیز ہے یہی ہمارا برتاؤ ابنائے جنس کے ساتھ کہ ہم کہاں تک ان کے حقوق کا جو خدا نے

---

[1] خدا تک نہ تو ان کے گوشت ہی پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون بلکہ اس تک تمہاری پرہیزگاری اور فرماں برداری پہنچتی ہے ۱۲

[2] (حج کے شمول میں) تم اپنے پروردگار کا فضل (مثلاً تجارت سے کوئی مالی فائدہ) حاصل کرنا چاہو تو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں ۱۲

ٹھیرا دیئے ہیں پاس کرتے ہیں یا نہیں کرتے۔ اُوپر کے بیان سے یہ تو ثابت ہوا کہ شریعت کا مقصودِ اصلی حقوق العباد ہیں اَب لوگوں سے جو غلطی ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ہر شخص نماز روزے زکوٰۃ اور حج چار عبادتوں کو ارکانِ اسلام سمجھتا ہے۔ جن کو وہ ارکانِ اسلام سمجھتا ہے اُن ہی کو ہم نے حقوق اللہ کہا ہے لفظوں کا فرق ہے مفہوم واحد۔ اچھا پھر زکوٰۃ بھی حقوق اللہ میں سے ایک حق ہے اور جتنے حقوق العباد ہیں سب خدا کے ٹھیرائے ہوئے ہیں سبب کیا کہ زکوٰۃ رکنِ اسلام سمجھی جائے۔ اور باقی تمام حقوق العباد داخلِ دفتر کر کے طاقِ نسیاں پر رکھ دیئے جائیں۔ مال کی قدر و قیمت تو خدا کی نظر میں یہ کچھ ہے کہ اسی کے حق میں فرمایا ہے وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ وَزُخْرُفًا وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ لیکن آدمی حُبِّ مال پر مجبول ہے وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا۔ آدمی کی جبلّی مال کی محبت کا نتیجہ ہے کہ زکوٰۃ کو جو مال سے تعلق ہے تمام حق العباد پر ترجیح بلا مرجح دے کر اُس کو ارکانِ اسلام میں داخل کر دیا۔ ایک اسی طرح کا اعتراض حج کے بارے میں بھی ہے۔ کہ لوگ حج کر لینے سے لفظ حاجی کو جزو نام قرار دے لیتے ہیں۔ اگر حج کرنے والا حاجی کہا جاتا ہے تو نماز پڑھنے والا نمازی کیوں نہ کہا جائے یہ سچ ہے کہ قرآن میں نماز کا حکم بہت جگہ ہے اور جہاں نماز کا حکم ہے وہاں نماز کے ساتھ زکوٰۃ

ملہ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقے کے ہو جائیں گے تو سازو سامانِ دُنیا ہمارے ہاں اس قدر حقیر ہیں کہ جو لوگ منکرِ (خدائے) رحمٰن ہیں اُن کے لیے اُن کے گھروں کی چھتیں ہم چاندی کی کر دیتے اور (چھتوں کے علاوہ چاندی کے) زینے کہ اُن پر چڑھتے (اُترتے) اور (چاندی ہی کے) اُن کے گھروں کے دروازے (کر دیتے) اور (چاندی ہی کے) تخت کہ اُن پر (مزے سے) تکیے لگا کر بیٹھتے اور (چاندی ہی نہیں بلکہ) سونے کے (بھی) اور (پھر بھی) یہ تمام (سازو سامان) اس (دُنیا کی) زندگی کے (چند روزہ) فائدے ہیں اور (اے پیغمبر مفادِ) آخرت تمہارے پروردگار کے ہاں پرہیزگاروں (ہی) کے لیے ہو ف

ف اس آیت میں دنیاوی سازو سامان کی بے حقیقتی اس طرح پر ظاہر کی گئی ہے کہ خدا چاہتا تو کافروں کو یعنی
اپنے دشمنوں کو چاندی اور سونے میں مَڑھ دیتا اور چاندی سونے کو اُن کا اوڑھنا بچھونا بنا دیتا مگر صرف
اِس مصلحت سے کہ کہیں لوگ دنیا کی فارغ بالی کو موجبِ رضا مندیٔ خدا نہ سمجھنے لگیں ایسا نہیں
کیا ورنہ خدا کی نظر میں سازو سامانِ دنیا کی کچھ بھی وقعت نہیں اس کی وقعت
کچھ ہے تو اُن احمقوں کی نظروں میں ہے جو خدا کو نہیں
مانتے اور فکرِ عاقبت سے غافل ہیں ۱۲

ملہ اور (لوگو) تم مال کے ایسے حریص ہو کہ) مُردوں تک کا ترکہ سمیٹ سمیٹ کر کھاتے ہو (اور تم کو عبرت نہیں ہوتی) اور مال کو بہت ہی عزیز رکھتے ہو ۱۲

کا بھی ہے لیکن اگر یہ وجہ زکوٰۃ کے رکنِ اسلام قرار پانے کی ہے تو صومِ رمضان اور حج کو ارکانِ اسلام سے خارج کرنا چاہیئے کیونکہ اِن کا حکم قرآن میں جگہ جگہ نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک قرآن میں نماز و زکوٰۃ کا مذکور کثرت سے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نماز میں اجمالاً تمام حقوق العباد کا اعادہ ہے جیسا کہ ہم اُوپر کہہ چکے ہیں۔ رہی زکوٰۃ تو ہمہ وقت ہر جگہ محتاجوں کی کثرت متقاضی ہے کہ بار بار اُس کی یاد دہانی کی جائے ورنہ تعمیل کے اعتبار سے جیسا کہ ایک بار فرمانا ویسا بار بار فرمانا۔ تمدّنی تعلّقات جو بضرورت چار و ناچار دنیا دار کو رکھنے پڑتے ہیں اور جس نے بشریت کا جامہ پہنا۔ آدمی کی جُون میں جنم لیا وہ کیسا ہی مکر کرے اور لوگوں کو دھوکے دے ممکن نہیں کہ دنیا دار نہ ہو دنیا میں آیا ہے دُنیا میں رہتا ہے اِسی کا نام ہے دُنیادار ؎

اسے ذوق کرے گا کوئی دُنیا کیا ترک　　دنیا ہے بُری بلا ارے کیسا ترک
ممکن نہیں ترک ہو کسی سے دُنیا　　جب تک نہ کرے آپ اُسے دنیا ترک

غرض تمدّنی تعلّقات جو بضرورت چار و ناچار دُنیا دار کو رکھنے پڑتے ہیں اتنے بہت ہیں کہ آدمی گو وہ اُٹھاؤ چولھا ہی کیوں نہ ہو بمشکل اُن سے عُہدہ برآ ہو سکتا ہے کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ[1] اِن ہی مشکلات پر نظر کر کے بعض خدا پرست عیسائیوں نے رہبانیت کا طریقہ اختیار کیا ہے کہ دردِ سر کمتر بہ۔ مگر ترکِ تعلّق طبیعت کی کمزوری کی دلیل ہے اور خُدا کی مرضی کے بھی خلاف ہے کیونکہ سب آدمی راہب بن بیٹھیں تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ خدا کارخانۂ دُنیا کو ایک طرز پر چلانا چاہتا ہے۔ آدمی دُنیا کی چلتی گاڑی میں روڑے اٹکاتے ہیں اور یہی وجہ تھی کہ اسلام نے رہبانیت کی قطعی مناہی کر دی اَب جو مُسلمانوں میں صُوفی یا مشائخ شاقہ ریاضتیں کرتے ہیں راہب تو نہیں ہیں مگر گھرانہ سہی رہبانیت کا ہلکا ہلکا رنگ تو ان میں بھی جھلکتا ہے وہ جو ہم نے کہیں کہا تھا کہ خواہشوں کو اعتدال پر قائم رکھنا ٹیڑھی کھیر ہے۔ حقوق العباد کے معاملے میں بھی وہی بات دیکھنے میں آتی ہے۔ کوئی کوئی تو دل کے ایسے بودے ہیں کہ فرائض یعنی ذمہ داریوں کے ڈر سے جہاں تک ہو سکتا ہے تعلّقات سے گریز کرتے ہیں کہ نہ تعلق ہو گا نہ اُس پر حقوق متفرع ہوں گے نہ اِن پر کسی طرح کی ذمہ داری عائد ہو گی۔ اور کوئی کوئی ایسے بے دھڑک ہیں کہ آپ پڑوسن لڑ پڑیں راہ چلتوں کے سر ہوتے اور کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے می کنم زبردستی جھگڑے مول لیتے پھرتے ہیں۔

تعلّقات میں حکومت کا تعلق بھی "غم نداری بز بخر" ہے۔ دوسروں کے حقوق اور فرائض کا بوجھ اپنے اُوپر لینا اسی کا نام ہے حکومت۔ اور آدمی ہے کہ اپنے ذاتی فرائض کو بھی اچھی طرح ادا نہیں کر سکتا۔ پس حکومت

---

[1] یہ ایک بڑی حدیث کا ٹکڑا ہے جسے امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر سے بایں الفاظ روایت کیا ہے۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ فالامام الذی علی الناس راع وہو مسئول عن رعیتہ والرجل راع علی اہل بیتہ وہو مسئول عن رعیتہ والمرأۃ راعیۃ علی بیت زوجہا وولدہ وہی مسئولۃ عنہم وعبد الرجل راع علی مال سیدہ وہو مسئول عنہ الا فکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ یہ حدیث اور اس کا ترجمہ اسی حصے کے عنوان حقوقِ رعایا میں پڑھو ۱۲ ♦

درحقیقت کوڑھ میں کھاج ہے اور طالبِ حکومت نباحث حَتْفَهٗ بِظِلْفِهٖ اِس خیال کے بزرگ ایک امام ابوحنیفہ ہوگئے کہ اُن کے وقت میں فقہ کے دَور دَورے تھے لاکھوں آدمی اُن کے معتقد۔ خلیفہ ان کی مذہبی حکومت پر حسد کرنے لگا۔ اَور تو کچھ نہ کر سکا اِن کو قاضی القضاۃ بناکر اپنے قابو میں رکھنا چاہا۔ اِنھوں نے حقوق العباد کے لحاظ سے حَبَائِلُ بَيْنَ الْعَالَمِيْنَ کیا انکار۔ خلیفہ نے سمجھا عدولِ حکم قید کردیا۔ تازیانے کی سزا دی۔ ان تکالیف کے متحمل نہ ہوسکے۔ بیمار ہوئے مرگئے۔ مگر حقوق العباد کا بوجھ نہ اُٹھانا تھا نہ اُٹھایا۔ حکومت کے تعلق سے وہ بڑی سخت ذمہ واریاں حاکم پر عائد ہوتی ہیں۔ رعایا کی خبرگیری اور انصاف۔ حاکم کا فرض ہے کہ ہمہ وقت دُور ونزدیک ضعیف وقوی ہر فرد رعایا کے جُزو کل حالات سے باخبر رہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی مظلوم اُس تک فریاد نہ لاسکے اور اپنی جگہ کلیجہ مسوس کر رہ جائے (۱)

آتشِ سوزاں نہ کند باسپند
آنچہ کند دودِ دلِ دردمند

پھر اِس درجے کی باخبری سے بھی بڑھ کر انصاف کہ فصلِ خصومات میں فریقین کی وجاہت وکلاء کی چرب زبانی گواہوں کی غلط بیانی۔ عملوں کی رشوت ستانی۔ دوست یا احباب کی سفارش تحریری یا زبانی۔ اپنی اغراضِ نفسانی کسی بات سے متاثر نہ ہو۔ تاریخ میں اِس طرح کی مثالیں ملتی ہیں۔ کہ جن لوگوں نے اِن مشکلات کو دل میں جگہ دی اُنھوں نے سلطنت پر لات ماری۔ اور تمام تزک و احتشام چھوڑ کر فقر میں زندگی گزاری مگر اَب تو حال یہ ہے کہ اسکول اور کالج کا ایک ایک لونڈا چاہے وہ بھڑبھونجے اور کنجڑے ہی کا کیوں نہ ہو سر کی ہنڈیا میں حکومت کا خیالی پلاؤ پکاتا رہتا ہے وجہ کیا کہ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا سے اِس کے کان ہی آشنا نہیں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمان دنیاوی عروج میں اپنا حصہ لینے کی کوشش نہ کریں۔ کریں اور ضرور کریں اور قومی اعزاز کے خیال سے کریں تو ہم خرما وہم ثواب مگر حقوقِ رعایا اور حکومت کے فرائض سے اتنی بھی بے پروائی نہ کریں جتنی کہ آج کل کے نااہل حکام کر رہے ہیں (۲) نامزے راچہ بینی بختیار * عاقلاں تسلیم کردند اختیار *

(۱) یہ ایک مثل ہے جو اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی مارنے کی جگہ بولی جاتی ہے اس کا قصہ یہ ہے کہ ایک شخص بکری ذبح کرنے کی غرض سے کھڑا ہوا مگر اُس کے پاس چھری وغیرہ جس سے بکری ذبح کرتا نہ تھی۔ حیران بیٹھا تھا کہ بکری نے عادت کے مطابق زمین کو کھر سے کھودنا شروع کیا اتفاقاً وہاں سے چھری نکل آئی اور اُس شخص نے اُس چھری سے بکری کو ذبح کر ڈالا ۱۲ *

(۲) اِس کے یہ معنے ہیں کہ محترم امام نے خیال فرمایا کہ فریقین مقدمہ بجائے خود اپنے مقدمے کی روداد سے واقف ہوتے ہیں اور قاضی کو اس سے کچھ واقفیت نہیں ہوتی ہے (۳) دنیا کی نعمتیں تو ہر کس وناکس کو مل جاتی ہیں مگر یہ آخرت کا گھر ہے جس کی نعمتوں کو ہم نے اُن لوگوں کے لیے خاص کر رکھا ہے جو دنیا میں کسی طرح کی شیخی نہیں کرنی چاہتے اور نہ فساد کے خواہاں ہیں۔"

حقوق والدین

ماں باپ سے سلوک اگرچہ مشرک ہوں

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ قف وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ

اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے (اگلے) بنی اسرائیل (یعنی تمہارے بڑوں) سے پکا قول لیا کہ خدا کے سوا کسی کی عبادۃ نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرتے رہنا اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ (بھی) اور لوگوں سے اچھی طرح (نرمی کے ساتھ) بات کرنا ف اور نماز پڑھتے اور زکوۃ دیتے رہنا۔ پھر تم میں سے (یعنی تمہارے بڑوں میں سے) تھوڑے آدمیوں کے سوا باقی (سب) پھر بیٹھے اور تم (بھی ان ہی کی طرح) روگردانی کرنے والے ہو۔

سلوک کے عنوان میں ہم نے صرف دو آیتیں لی ہیں۔ اگرچہ اس بارے میں اور بھی آیتیں ہیں۔ مگر اختصاراً ہم نے ان ہی پربس کی۔ اس وقت جو آیتیں ہمارے زیر نظر ہیں ساتھ کے ساتھ انھیں بھی لکھ چلتے ہیں تاکہ پڑھنے والا سب کو ملا کر ایک ساتھ پڑھ سکے۔

(۱) واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا الخ (نساء ع ۶)

(۲) قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا الخ (انعام ع ۱۹)

(۳) وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا الخ (بنی اسرائیل ع ۳)

(۴) ووصینا الانسان بوالدیہ حسنا وان جاھداک لتشرک بی الخ (عنکبوت ع ۱)

(۵) ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا الخ (لقمان ع ۱)

(۶) وبرا بوالدیہ ولم یکن جبارا عصیا (مریم ع ۱)

(۷) واوصانی بالصلوۃ والزکوۃ ما دمت حیا وبرا بوالدتی الخ (مریم ع ۲)

ف دوسرے معنی مفسرین نے یہ بھی لکھے ہیں کہ لوگوں کو نیکی کی تعلیم کرنا ۱۲

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا حَتّٰى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِيْ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَأَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ إِنِّيْ تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (احقاف ع ۲)

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کی ہے کہ مشکل سے اُس کی ماں نے اُس کو پیٹ میں رکھا اور مشکل ہی سے اُس کو جنا اور اُس کا پیٹ میں رہنا اور اُس کے دودھ کا چھوٹنا کم سے کم کہیں تیس مہینے میں جا کر تمام ہوتا ہے **ف۱** یہاں تک کہ جب (آدمی) اپنی پوری قوت کو پہنچا ہے یعنی چالیس برس کی عمر کو پہنچتا ہے تو (خدا سے) دعا کرتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھکو اس (بات) کی توفیق دے کہ تُو نے جو مجھ پر اور میرے ماں باپ پر احسانات کیے ہیں تیرے اُن احسانات کا شکریہ ادا کرتا ہوں **ف۲** اور اس (بات) کی (بھی) توفیق دے کہ میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو راضی ہو اور میری اولاد میں

عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ أَبَرُّ قَالَ أُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ أُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ أُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ أَبَاكَ ثُمَّ الْأَقْرَبَ فَالْأَقْرَبَ۔ (ترمذی)

بہز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں کس کے ساتھ سلوک کروں فرمایا اپنی ماں کے ساتھ میں نے عرض کیا پھر کس کے ساتھ فرمایا ماں کے ساتھ میں نے عرض کیا پھر کس کے ساتھ فرمایا ماں کے ساتھ میں نے عرض کیا پھر کس کے ساتھ فرمایا اپنے باپ کے ساتھ پھر جو زیادہ قریب ہو اس کے ساتھ سلوک کر وَهَلُمَّ جَرًّا۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ أَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِيْ قَالَ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أَبُوْكَ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ أُمَّكَ ثُمَّ أُمَّكَ ثُمَّ أُمَّكَ ثُمَّ أَبَاكَ ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ۔ (صحیحین)

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ اس بات کا زیادہ حقدار کون ہے کہ میں اُس کے ساتھ سلوک کروں فرمایا تیری ماں عرض کیا پھر کون فرمایا تیری ماں عرض کیا پھر کون ارشاد فرمایا تیری ماں اُس نے عرض کیا پھر کون فرمایا تیرا باپ اور ایک روایت میں ہے کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا تیری ماں یعنی اپنی ماں سے سلوک کر پھر تیری ماں پھر تیری ماں پھر تیرا باپ۔ پھر جو تجھ سے زیادہ قریب کا رشتہ رکھتا ہو۔

ف۱ کم سے کم تیس مہینے اس طرح پر ہوتے ہیں کہ حمل کی اقل مدت چھ مہینے پھر دو برس دودھ پلانے کے ان کا مجموعہ تیس مہینے ہوئے ۱۲ **ف۲** اوزعنی کے معنی "مجکو توفیق دے" ہم نے لغت اور ترجموں سے لیے ہیں لیکن از روئے فقہ لغت ہمارے نزدیک اوزعنی کے اصل معنی یہ ہیں کہ "مجکو دنیا میں روک رکھ یعنی زندہ سلامت رکھ" اور دنیا میں روکے رکھنا اور زندہ سلامت

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِی بَکْرٍ قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّیْ وَهِیَ مُشْرِکَةٌ فِیْ عَهْدِ قُرَیْشٍ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّیْ قَدِمَتْ عَلَیَّ وَهِیَ رَاغِبَةٌ[1] اَفَاَصِلُهَا قَالَ نَعَمْ صِلِیْهَا ۔ (صحیحین)	اسمار بنت ابی بکر کہتی ہیں کہ جس زمانے میں پیغمبر صاحب اور قریش کا عہد تھا (یعنی حدیبیہ کے موقع پر صلح ہو چکی تھی) میری ماں میرے پاس آئی اور وہ مشرک تھی۔ میں نے پیغمبر صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری ماں میرے پاس آئی ہے۔ اور اُس کو ابھی تک اسلام کی طرف رغبۃ نہیں تو کیا میں اُس کے ساتھ سلوک کروں فرمایا ہاں اُس سے سلوک کر ۔
عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ قَالَ الصَّلٰوةُ لِوَقْتِهَا قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۔ (صحیحین)	حضرۃ ابن مسعود کہتے ہیں میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ خدا کو کون سا عمل بہت پسندیدہ ہے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا میں نے عرض کیا پھر کون سا عمل۔ فرمایا ماں باپ سے سلوک کرنا۔ میں نے کہا پھر کون سا فرمایا راہِ خدا میں جہاد کرنا ۔
عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ لِیْ مَالًا وَّاِنَّ وَالِدِیْ یَحْتَاجُ اِلٰی مَالِیْ قَالَ اَنْتَ وَمَالُكَ لِوَالِدِكَ اِنَّ اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اَطْیَبِ کَسْبِکُمْ کُلُوْا مِنْ کَسْبِ اَوْلَادِکُمْ ۔ (ابو داؤد - ابن ماجہ)	عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے پاس مال ہے اور میرا باپ میرے مال کا حاجتمند ہے فرمایا تُو اور تیرا مال دونوں تیرے باپ کی مِلک ہیں (ازاں بعد حاضرین کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا) کہ تمھاری اولاد تمھاری پاک اور حلال کمائی ہے (تو) تم اپنی اولاد کی کمائی میں سے بے دغدغہ کھاؤ ۔

[1] حدیث میں لفظ راغبۃ واقع ہوا ہے اور لفظ رغبۃ کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے ایک لفظ فی کے ساتھ اور دوسرے عن کے ساتھ اور دونوں صورتوں میں معنے بھی ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں یعنی مثلاً رغب فی الاسلام کے یہ معنی ہیں کہ اُس کو اسلام کی طرف رغبۃ ہے اور وہ اسلام کو پسند کرتا ہے اور امید ہے کہ اسلام لے آئے۔ اور رغب عن الاسلام کے یہ معنی ہیں کہ اُس کو اسلام سے نفرۃ ہے اور وہ اسلام لانا نہیں چاہتا۔ لیکن حدیث میں نہ تو فی ہے اور نہ عن ہے ہم نے عن کو مقدر سمجھ لیا ہے اس کے دو سبب ہیں ایک تو دوسری حدیث میں راغبۃ کی جگہ راغمۃ آیا ہے اِس کے معنی کارہۃ کے ہیں دوسرے عن کے مقدر ماننے سے حقِ والدین کی تاکید پائی جاتی ہے اور وہ سیاقِ حدیث کے مناسب ہے ۱۲

ادب اور نرمی سے بات کرنا

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل ع۳ پارہ ۱۵)

اور (اے پیغمبر) تمہارے پروردگار نے حکم قطعی دے دیا ہے کہ (لوگو!) اُس کے سوا کسی کی عبادۃ نہ کرنا اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا (اے مخاطب) اگر والدین میں کا ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچیں تو اُن کے آگے ہُوں بھی نہ کرنا اور نہ اُن کو جھڑکنا اور اُن سے (کچھ کہنا سننا ہو تو ادب کے ساتھ کہنا سننا) اور محبت سے خاکساری کا پہلو اُن کے آگے جھکائے رکھنا اور (اُن کے حق میں) دُعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار جس طرح انھوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا ہے اور (میرے حال پر رحم کرتے رہے ہیں) اسی طرح تو بھی ان پر (اپنا) رحم کیجیو ؎

محبت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ اِلٰى وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَّبْرُوْرَةً قَالُوْا وَاِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِّائَةَ مَرَّةٍ قَالَ نَعَمْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَطْيَبُ ؎ (مسلم)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا فرزند اپنے ماں باپ کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو خدا اُس کے لیے ہر مرتبے کے دیکھنے کے عوض (اُس کے اعمال نامے میں ایک حج مقبول کا ثواب لکھتا ہے صحابہ نے عرض کیا اگرچہ ہر دن میں سو مرتبے دیکھے فرمایا ہاں خدا (تمھارے اس گمان سے کہ ہر نظر کے عوض ایک حج مقبول کا ثواب نہیں لکھا جاتا) بزرگتر اور پاکتر ہے ؎

نامشروع بات کے علاوہ ہرامر میں والدین کی اطاعۃ

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۚ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (عنکبوت ع ۱ پارہ ۲۰)

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا اور (یہ بھی سمجھا دیا کہ) اگر ماں باپ تیرے درپے ہوں کہ تُو کسی کو ہمارا شریک ٹھیرائے جس (کے شریک خدا ہونے) کی تیرے پاس کوئی معقول دلیل ہی ہی نہیں تو (اس بات میں) اُن کا کہنا نہ ماننا تم (سب) کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے پھر جو (کچھ بھی) تم (لوگ دنیا میں) کرتے رہے (اُس وقت اُس کا بُرا بھلا) ہم تم کو بتا دیں گے ۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصَالُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۗ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۖ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (لقمان ع ۲ پارہ ۲۱)

اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے حق میں تاکید کی (کہ ہر حال میں اُن کا ادب ملحوظ رکھے) کہ اس کی ماں جھٹکے پر جھٹکے اُٹھا کر اُس کو پیٹ میں رکھا اور (پیٹ میں رکھنے کے علاوہ کہیں) دو برس میں (جا کر) اُس کا دودھ چھوٹتا ہے (اسی لحاظ سے ہم نے انسان کو حکم دیا) کہ ہمارا (بھی) شکرگزار رہ اور اپنے والدین کا (بھی) (آخرکار) ہماری ہی طرف (تم سب کو) لوٹ کر آنا ہے (اُس وقت جیسا کر جاؤ گے ویسا پاؤ گے) اور (اے مخاطب) اگر تیرے ماں باپ تجکو (اس بات پر) مجبور کریں کہ تُو ہمارے ساتھ (کسی کو) شریک خدائی بنا جس کی تیرے پاس کوئی دلیل ہی ہی نہیں تو (اس میں) اُن کا کہنا نہ ماننا (مگر) ہاں دنیا میں اُن کی رفاقت کر اور اُن لوگوں کے طریق پر چل جو (ہر ایک بات میں) ہماری طرف رجوع (اور ہمارا حکم بجا) لاتے ہیں پھر (آخرکار) تم (سب) کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے تو جیسے جیسے عمل تم لوگ کرتے رہے (اُس وقت

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِضَى الرَّبِّ

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی رضامندی

فِي رِضَى الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ ٭ (ترمذی)

والد کی رضامندی اور خدا کی ناخوشی والد کی ناخوشی میں ہے ف۱

عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ اَنَّ رَجُلًا اَتَاهُ فَقَالَ اِنَّ لِي امْرَأَةً وَّاِنَّ اُمِّي تَاْمُرُنِي بِطَلَاقِهَا فَقَالَ لَهُ اَبُو الدَّرْدَاءِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَاِنْ شِئْتَ فَحَافِظْ عَلَى الْبَابِ اَوْضَيِّعْ ٭ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

ابو الدرداؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص اُن کے پاس آکر کہنے لگا کہ میری ایک بیوی ہے اور میری ماں مجھے اُس کو طلاق دینے کا حکم دیتی ہے۔ ابو الدرداؓ نے اُس سے کہا میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ باپ جنت کے دروازوں کا عمدہ ترین دروازہ ہے ف۲ (یعنی بہشت میں جانے کا سبب باپ کی رضامندی کی نگہداشت ہے) تو جو بہشت میں بہترین دروازے سے جانا چاہے اُسے باپ کی رضامندی کی نگہداشت کرنی چاہیئے) تو اب تجھے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ تَحْتِيْ امْرَأَةٌ اُحِبُّهَا وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا فَقَالَ لِي طَلِّقْهَا فَاَبَيْتُ فَاَتَى عُمَرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلِّقْهَا ٭ (ترمذی۔ ابوداؤد)

ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی جسے میں بہت ہی دوست رکھتا تھا اور میرے والد عمرؓ اُس سے ناخوش تھے اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ اسے طلاق دے دے میں نے کیا انکار تو عمرؓ نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر یہ واقعہ ذکر کیا۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اسے طلاق دے دے ٭

عَنْ اَبِي اُمَامَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ الْوَالِدَيْنِ عَلَى وَلَدِهِمَا قَالَ هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ ٭ (ابن ماجہ)

ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے۔ فرمایا تیری جنت اور دوزخ وہی دونوں ہیں ف۳

ف۱ اور والدہ بطریقِ اولےٰ اس میں داخل ہے کیونکہ ماں کا حق اولاد پر بہ نسبت باپ کے زیادہ ہے جیسا اوپر گزر چکا ۱۲ ف۲ حدیث میں الوالد اوسط الخ کا لفظ وارد ہوا ہے تو اس سے یا تو جنس مراد ہے یا یہ مراد ہے کہ جب باپ کا اس قدر حق ہے تو ماں کا بدرجہ اولےٰ ہوگا ۱۲ ف۳ حدیث کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ماں باپ کا حق ہے اُن کے ساتھ نیکی کرنا اور رنج نہ پہونچانا۔ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا دخولِ بہشت کا سبب اور اُنھیں رنجیدہ کرنا دوزخ میں جانے کا موجب ہے۔ اس سے فرمایا کہ تیری جنت اور دوزخ وہی دونوں ہیں ۱۲

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصْبَحَ مُطِيْعًا لِلّٰهِ فِيْ وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ الْجَنَّةِ فَاِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا وَ مَنْ اَصْبَحَ عَاصِيًا لِلّٰهِ فِيْ وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ النَّارِ اِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا قَالَ رَجُلٌ وَاِنْ ظَلَمَاهُ قَالَ وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ ظَلَمَاهُ

(بیہقی)

ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص والدین کے حق اطاعت ادا کرنے میں خدا کا فرماں بردار ہوتا ہے اُس کے لیے جنت کے دو دروازے کُھل جاتے ہیں اور اگر والدین میں سے ایک زندہ ہوتا ہو تو ایک دروازہ کُھلتا ہو اور جو شخص والدین کے حق میں خدا کا نافرماں بردار ہوتا ہے تو اُس کے لیے دوزخ کے دو دروازے کُھل جاتے ہیں۔ اگر ماں باپ میں سے ایک زندہ ہوتا ہے تو ایک دروازہ کُھل جاتا ہے **ف** اُس شخص نے عرض کیا کہ اگرچہ ماں باپ اولاد پر ظلم کریں فرمایا اگرچہ ظلم کریں اگرچہ ظلم کریں اگرچہ ظلم کریں ؛

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاْذَنَهٗ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ اَحَيٌّ وَالِدَاكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ وَ فِيْ رِوَايَةٍ فَارْجِعْ اِلٰى وَالِدَيْكَ فَاَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا ؛ (صحیحین)

عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہو کہ ایک شخص پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمۃ میں حاضر ہوا اور لگا جہاد میں شریک ہونے کی اجازت مانگنے۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ عرض کیا جی ہاں! فرمایا تو اُن کے حقوق کی حفاظۃ میں کوشش کر (کہ تیرا یہی جہاد ہے) اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اپنے ماں باپ کی طرف لَوٹ جا اور اُن کے ساتھ سلوک کر اور خدمۃ بجالا ؛

عَنْ مُعٰوِيَةَ بْنِ جَاهِمَةَ اَنَّ جَاهِمَةَ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَدْتُّ اَنْ اَغْزُوَ

معاویہ بن جاہمہ سے روایت ہو کہ جاہمہ نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمۃ میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں

ف ماں باپ کی اطاعۃ و معصیۃ چونکہ خدا کے حکم سے ہو اس لیے اُن کی اطاعۃ عین خدا کی اطاعۃ اور اُن کی نافرمانی عین خدا کی نافرمانی ہو؛

وَقَدْ جِئْتُ اَسْتَشِيْرُكَ فَقَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَالْزَمْهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا ✦ (احمد - نسائی)	اور آپ کے پاس مشورہ لینے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں فرمایا کیا تیری ماں موجود ہے؟ عرض کیا ہاں. فرمایا اُس کی خدمت میں حاضر رہنے کو لازم پکڑ لے کیونکہ جنت اُس کے پاؤں کے پاس ہے ✦
عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ هَاجَرَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ هَلْ لَكَ اَحَدٌ بِالْيَمَنِ قَالَ اَبَوَايَ قَالَ اَذِنَا لَكَ قَالَ لَا قَالَ فَارْجِعْ اِلَيْهِمَا فَاسْتَاْذِنْهُمَا فَاِنْ اَذِنَا لَكَ فَجَاهِدْ وَاِلَّا فَبِرَّهُمَا (ابوداؤد)	حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ یمن کے باشندوں میں سے ایک شخص نے (شرکتِ جہاد کی غرض سے) جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی آپ نے اُس سے فرمایا کہ کیا یمن میں تیرا کوئی عزیز رہتا ہے؟ عرض کیا میرے ماں باپ رہتے ہیں. فرمایا انھوں نے تجھے اجازت دے دی ہے؟ عرض کیا نہیں فرمایا تو اُن کے پاس لوٹ جا اور اجازت کی درخواست کر اگر اجازت دے دیں تو جہاد میں شریک ہو ورنہ اُن کے ساتھ سلوک کر (کہ یہی تیرا جہاد ہے)

ادب و تعظیم

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ؕ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا	پھر جب (یوسف کے بھائی اور ماں باپ) یوسف پاس گئے تو یوسف نے اپنے والدین کو (تعظیم دے کر) اپنے پاس جگہ دی اور (سب کی طرف خطاب کر کے) کہا کہ (شہر) مصر میں آؤ (اور) خدا نے چاہا تو (تم سب) امن (چین) سے رہو گے ف۱ اور (مصر کے دستور کے مطابق) یوسف نے اپنے والدین کو تخت پر اونچا بٹھایا اور (سب اُن قوموں کے دستور کے مطابق یوسف کی تعظیم کے لیے) اُن کے آگے سجدے میں گر پڑے ف۲ اور یوسف نے (اپنا خواب یاد کر کے اپنے والد سے) عرض کیا کہ ابا جان! وہ جو میں نے پہلے خواب دیکھا تھا یہ اُس کی تعبیر ہے

ف۱ تفسیروں میں لکھا ہے کہ حضرت یوسف ؑ نے باپ بھائیوں کی آمد سُن کر شہر کے باہر اُن کا استقبال کیا اور اُس جگہ سب کی آسائش کے لیے خیمہ نصب کرا دیا وہیں ان سب کی ملاقات ہوئی اور یہ اُسی موقع کی گفتگو ہے ۱۲ ف۲ ہماری شریعت میں اگرچہ سجدۂ تعظیمی خدا کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں مگر ادب و تعظیم کی تمام صورتیں جو عرف و شرع میں معمول بہا ہیں اُن کے مستحق سب سے زیادہ اور سب سے پہلے ماں باپ ہیں ۱۲

رَبِّىْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِىْۤ اِذْ اَخْرَجَنِىْ
مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ
بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِىْ وَبَيْنَ
اِخْوَتِىْ ؕ اِنَّ رَبِّىْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ
هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○

(یوسف ع ۱۰ پارہ ۱۳)

میرے پروردگار نے (آج) اُس (خواب) کو سچ کر دکھایا اور (اس کے سوا) اُس نے مجھ پر (اور بھی بڑے بڑے) احسان کیے ہیں کہ (بے کسی کی سفارش کے) مجھکو قید سے نکالا اور (باوجودیکہ مجھ میں اور میرے بھائیوں میں شیطان نے (ایک طرح کا) فساد ڈلوادیا تھا اُس کے بعد باہر سے تم سب کو (مجھ سے) لا ملایا بے شک میرے پروردگار کو جو (کچھ کرنا) منظور ہوتا ہے وہ اُس کی تدبیر خوب جانتا ہے کیونکہ وہ (ہر ایک بات سے) واقف (اور) حکمت والا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا ثَلٰثَةُ نَفَرٍ يَّتَمَاشَوْنَ
اَخَذَهُمُ الْمَطَرُ فَمَالُوْۤا اِلٰى غَارٍ فِى الْجَبَلِ
فَانْحَطَّتْ عَلٰى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِّنَ
الْجَبَلِ فَاَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ
لِبَعْضٍ اُنْظُرُوْۤا اَعْمَالًا عَمِلْتُمُوْهَا لِلّٰهِ
صَالِحَةً فَادْعُوا اللّٰهَ بِهَا لَعَلَّهٗ يُفَرِّجُهَا
فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ كَانَ لِىْ
وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ وَلِىْ صِبْيَةٌ
صِغَارٌ كُنْتُ اَرْعٰى عَلَيْهِمْ فَاِذَا رُحْتُ
عَلَيْهِمْ فَحَلَبْتُ بَدَاْتُ بِوَالِدَىَّ اَسْقِيْهِمَا
قَبْلَ وَلَدِىْ وَاَنَّهٗ قَدْ نَاٰى بِىَ الشَّجَرُ فَمَا
اَتَيْتُ حَتّٰى اَمْسَيْتُ فَوَجَدْتُهُمَا قَدْ نَامَا

ابنِ عمر سے روایت ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک موقع پر تین شخص چلے جارہے تھے کہ اُنھیں مینہ نے آلیا تو وہ ایک پہاڑ کے غار میں چلے گئے غار کے مُونہ پر پہاڑ کا ایک بڑا سا پتھر لڑھک آیا اور غار کے مُونہ کو ڈھانک لیا نکلنے کا رستہ نہیں رہا اِس پر ایک نے دوسرے سے کہا کہ بھائیو اپنے اُن نیک عملوں پر نظر کرو جو تم نے خاص خدا کے لیے کیے ہیں اور اُن کے ذریعے سے خدا سے دعا کرو شاید خدا اس پتھر کو ہٹادے اور اس مشکل کو آسان کردے۔ اُن میں سے ایک شخص نے کہا خداوندا! میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے اور میرے کئی چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے میں اُن کا نفقہ حاصل کرنے کے لیے بکریاں چرانے جایا کرتا تھا۔ واپس آنے کے بعد میں دودھ دُوہتا اور اپنے بچوں سے پہلے والدین کو پلایا کرتا تھا ایک دن کا ذکر ہے کہ مواشی کے چرنے کے درخت بہت دور تھے اور مجھے آتے آتے رات ہوگئی تھی یہاں آکر میں نے

فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ أَحْلُبُ فَجِئْتُ بِالْحِلَابِ فَقُمْتُ عِنْدَ رُءُوسِهِمَا أَكْرَهُ أَنْ أُوقِظَهُمَا وَأَكْرَهُ أَنْ أَبْدَأَ بِالصِّبْيَةِ قَبْلَهُمَا وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ فَلَمْ يَزَلْ ذَلِكَ دَأْبِي وَدَأْبَهُمْ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ فَفَرَجَ اللّٰهُ لَهُمْ حَتَّى يَرَوْنَ السَّمَاءَ ۔ (صحیحین)

پس میں نے دودھ دوہا جیسا کہ دوہا کرتا تھا اور دودھ کا برتن لیے ہوئے اُن کے سرہانے کھڑا رہا کیونکہ مجھے اِدھر تو اُن کا جگانا ناپسند تھا اور اُدھر یہ بھی ناپسند تھا کہ اُن سے پہلے بچوں کو دودھ پلا دوں اور بچے تھے کہ مارے بھوک کے میرے قدموں میں لوٹتے اور چیختے تھے الغرض میں اسی طرح کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ صبح کی پو پھٹ گئی تو اے خدا اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام صرف تیری خوشنودی اور رضامندی کے لیے کیا ہے تو اس قدر دڑاڑ کھول دے کہ ہم اُس میں سے آسمان کو دیکھ لیں چنانچہ خدا تعالیٰ نے

دعائے مغفرۃ ورحمۃ

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ۝ (بنی اسرائیل ع ۳ پارہ ۱۵)

اور (اے شخص) محبت سے خاکساری کا پہلو اُن کے (یعنی ماں باپ کے) آگے جھکائے رکھنا اور (اُن کے حق میں) دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار جس طرح انھوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا ہے (اور میرے حال پر رحم کرتے رہے ہیں) اسی طرح تو بھی اِن (دونوں) پر رحم کیجیو۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ۝ (ابراہیم ع ۶ پارہ ۱۳)

(ابراہیم نے دعا کرتے وقت یہ بھی کہا کہ) اے ہمارے پروردگار جس دن (اعمال) کا حساب ہونے لگے مجھکو اور میرے ماں باپ کو اور سب ایمان والوں کو بخش دیجیو۔

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ۝ (نوح ع ۲ پارہ ۲۹)

(نوح نے قوم کی طرف سے مایوس ہو کر دعا کی کہ) اے میرے پروردگار مجھکو اور میرے ماں باپ کو اور جو شخص ایمان لا کر میرے گھر میں (پناہ لینے) آیا ہے اُس کو اور (عام) باایمان مردوں اور باایمان عورتوں کو بخش اور ایسا کر کہ (اِن ظالموں کی تباہی (روز بروز) بڑھتی چلی جائے۔

ف ا معلوم ہوا کہ والدین کی خدمت قبولیت دعا میں بڑا اثر رکھتی ہے ۱۲

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَمُوْتُ وَالِدَاهُ اَوْ اَحَدُهُمَا وَاِنَّهٗ لَهُمَا لَعَاقٌّ فَلَا يَزَالُ يَدْعُوْ لَهُمَا وَيَسْتَغْفِرُ لَهُمَا حَتّٰى يَكْتُبَهُ اللّٰهُ بَارًّا۔ (بیہقی)

حضرت انس سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے کے ماں باپ دونوں یا اُن میں سے ایک مرجاتا ہے اور وہ اُن کا نافرمان ہوتا ہے پھر اُن کے لیے دعا اور استغفار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ خدا اُسے سعادتمندوں میں لکھ لیتا ہے ف

عَنْ اَبِیْ اُسَیْدِ نِ السَّاعِدِیِّ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَهٗ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ سَلِمَةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّ اَبَوَیَّ شَیْءٌ اَبَرُّهُمَا بِهٖ بَعْدَ مَوْتِهِمَا قَالَ نَعَمْ اَلصَّلٰوةُ عَلَيْهِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَاِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا وَاِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا۔ (ابوداؤد)

ابو اسید ساعدی کہتے ہیں کہ ایک دن ہم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ دفعۃً بنی سلمہ کے ایک شخص نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ کیا کوئی نیکی اور سلوک باقی ہے کہ میں اپنے والدین کے ساتھ اُن کے مرنے کے بعد کرسکوں فرمایا ہاں۔ اُن کے لیے دعاءِ رحمت اور استغفار کرنا اور اُن کے بعد اُن کے عہد و پیمان کو جاری کرنا اور صرف اُن کی رضامندی اور خوشی کے لیے صلہ رحمی کرنا اور اُن کے ملنے والوں کی تعظیم و توقیر کرنا۔

ف خلاصہ یہ کہ اولاد کی دعا و استغفار ماں باپ کے حق میں اُن کے مرے پیچھے اتنا اثر رکھتی ہے کہ اگر ماں باپ اولاد سے ناراض گئے ہوں گے تو حق تعالیٰ ماں باپ کو اُس اولاد سے راضی کرا دے گا اور اُس کا نام اُن لوگوں کے دفتر میں لکھ دے گا جو ماں باپ کے فرماں بردار ہیں ۱۲

خواستگاری دعا

قَالُوْا يٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـٕيْنَ ۝ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (یوسف ع ۱۱ پارہ ۱۳)	(یعقوبؑ علیہ السلام کے بیٹے) بولے ابّا جان! (خدا سے) ہمارے قصور معاف کرائیے بے شک ہم ہی قصوروار تھے (یعقوبؑ نے) کہا میں اپنے پروردگار سے ایک وقتِ خاص میں تمہارے قصوروں کی معافی کی دعا کروں گا بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے ؏
عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِيْمًا فَهَلْ لِيْ مِنْ تَوْبَةٍ قَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ قَالَ لَا قَالَ وَهَلْ لَكَ مِنْ خَالَةٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبِرَّهَا (ترمذی)	ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا یا رسول اللہ میں ایک بڑے گناہ کا مرتکب ہو گیا ہوں تو کیا میرے لیے توبہ ہے ف فرمایا کیا تیری ماں زندہ ہے عرض کیا نہیں فرمایا تیری خالہ موجود ہے کہا ہاں فرمایا اُس کے ساتھ سلوک کر ف۲

ف اس کہنے سے کہ "میں ایک بڑے گناہ کا مرتکب ہو گیا ہوں" خواہ مخواہ آدمی کی طبیعت تقاضا کرتی ہے کہ اُس گناہ کی جستجو کے درپے ہو۔ مگر پیغمبر صاحب کی یہ شانِ ستاری تھی کہ آپؐ نے اُس کی جستجو نہیں کی ۱۲ ف۲ کہ وہ خوش ہو کر تیرے گناہ کی بخشش خدا سے چاہے۔ اس حدیث سے دو باتیں مستنبط ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ خالہ ماں کے حکم میں ہے۔ دوسری یہ کہ صلۂ رحمی کفارۂ گناہ کا موجب ہے ۱۲

ف یوسف علیہ السلام کا قصہ جو ابتدا سے انتہا تک سورۂ یوسف میں مسلسل اور مفصل مذکور ہے یہ اُس کا آخری حصہ ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام حاکم مصر ہو گئے تھے اور تمام علاقۂ شام و مصر میں سات برس کا قحط پڑا حضرت یعقوب اپنے خاندان سمیت کنعان علاقۂ شام میں رہتے تھے۔ حضرت یوسفؑ نے مصر میں قحط زدوں کی امداد کے لیے بڑے وسیع پیمانے پر غلے کا انتظام کر رکھا تھا حضرت یوسفؑ کے بھائی غلہ لینے تین بار مصر میں گئے بھائیوں نے یوسف کو نہیں پہچانا۔ تیسرے پھیرے میں یوسف نے اپنے تئیں ظاہر کیا اور بھائیوں سے سُنا تھا کہ باپ اندھے ہو گئے ہیں۔ بھائیوں کے ہاتھ اپنا کُرتہ بھیجا کہ اس کو والد کے مُونہہ پر ڈال دینا خدا کے حکم سے دیکھنے لگیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہر چند بھائیوں نے یوسف کا شکار گرگ ہونا باپ پر ظاہر کیا تھا اب اُن کو اقرار کرنا پڑا اور باپ سے معافی مانگی۔ اب آیت کو اس قصے سے جوڑ لو مطلب رواں ہو جائے گا ۱۲

تسلیم حکم

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِينَ ۝ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيمٍ ۝ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ إِنِّيٓ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيٓ أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۚ قَالَ يٰٓأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِيٓ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِينَ ۝ فَلَمَّآ أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ۝ وَنٰدَيْنٰهُ أَنْ يّٰٓإِبْرٰهِيمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِينُ ۝ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ۝

(صافات ع ۳ پارہ ۲۳)

(اور ابراہیم نے یہ بھی دعا مانگی کہ) اے میرے پروردگار مجکو نیک روحوں میں سے (ایک نیک روح بطور فرزند) عطا فرما۔ تو ہم نے اُن کو ایک بڑے بُردبار لڑکے (اسمٰعیل کے پیدا ہونے) کی خوش خبری دی پھر جب لڑکا (جوان ہوا اور) ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم نے کہا کہ بیٹا! میں خواب میں (کیا) دیکھتا ہوں کہ (جیسے) میں تم کو ذبح کر رہا ہوں پس تم (بھی تو اپنی جگہ) سوچو کہ تمہاری کیا رائے ہے بیٹے نے کہا ابّا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے (بے تامّل) اُس کی تعمیل کیجیے۔ اِن شاء اللہ آپ مجکو بھی صابر (ہی) پائیں گے پھر جب دونوں (باپ بیٹے) تعمیل حکم پر آمادہ ہوئے اور باپ نے (حلال کرنے کے لیے) بیٹے کو ماتھے کے بل پچھاڑا تو (ہم کو اُن کی فرماں برداری نہایت ہی پسند آئی اور) ہم نے ابراہیم سے پکار کر کہا کہ ابراہیم! تم نے (اپنے) خواب کو خوب سچ کر دکھایا (اب ہم تم کو بڑے بڑے مراتب دیں گے اور) نیک بندوں کو ہم ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں بے شک یہ کھلی ہوئی آزمائش تھی اور ہم نے بڑی قربانی کو اسمٰعیل کا فدیہ دیا ف۱

من المترجم ۔ قرآن کی آیتیں اور حدیثیں جو ہم نے حقوقِ والدین کے ذیل میں جمع کی ہیں۔ اوّل تو سب نہیں۔ کچھ رہ بھی گئی ہوں گی۔ دوسرے جتنی بھی ہم نے لی ہیں اُن ہی کو لوگوں کے برتاؤ کے ساتھ ملا کر دیکھتے ہیں تو ہم لوگوں کا عمل احکامِ الٰہی کے مقابلے میں پاسنگ بھی تو نہیں الا ما شاء اللہ۔ خدا اور خدا کے رسول نے والدین کے حقوق ایسے صاف اور واضح اور زوردار لفظوں میں ٹھیرا دیئے ہیں کہ اُن میں اشتباہ اور تاویل کی گنجایش ہی نہیں۔ خدا نے اپنے اور والدین کے حقوق میں اتنا فرق تو البتہ کیا ہی کہ کسی کے ماں باپ اُس کو شرک پر مجبور کریں تو اس امرِ خاص میں اُن کی اطاعۃ نہیں وَإِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا ف۲

ف۱ مفسّرین نے تو بڑی قربانی سے وہ موٹا تازہ دُنبہ مراد لیا ہی جو اسمٰعیل علیہ السلام کے بدلے میں خدا نے جنت سے ذبح ہونے کے لیے بھیجا تھا اور ہمارا ذہن اِس طرف منتقل ہوا تھا کہ شاید بڑی قربانی سے بقرہ عید کی قربانی مراد ہو کہ یہ بھی سُنّتِ ابراہیمی ہی دائم بعلم عند اللہ ۱۲

ف۲ اور (اے مخاطب) اگر تیرے ماں باپ تجکو اِس بات پر مجبور کریں کہ تو ہمارے ساتھ (کسی کو) شریکِ خدائی بنائے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل ہے ہی نہیں تو (اِس میں اُن کا کہنا نہ ماننا ۱۲

تُطِعْهُمَا باقی باتوں میں والدین کی اطاعۃ اور خدا کی اطاعۃ دونوں ایک درجے میں ہیں۔ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَّفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ - شکر جس کا اس آیۃ میں حکم ہو وہی اطاعۃ ہو اور اطاعۃ نہ سہی تو مستلزم اطاعۃ ہو نتیجہ واحد۔ سوچنے سمجھنے کی جو بات ہو سو یہ ہو کہ اَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ کے حکم میں خدا نے آدمی کے ماں باپ کو اپنے ساتھ جمع کیا ہو۔ اِس سے بڑھ کر فضیلۃ اِس سے بڑھ کر ادب و تعظیم کی تاکید اَور کیا ہوگی۔ پھر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جو سب سے زیادہ اور سب سے بہتر خدا کی منشا کے سمجھنے والے اور سب سے زیادہ اور سب سے بہتر احکام خدا کی تعمیل کرنے والے تھے والدین کی خدمۃ کو جہاد پر ترجیح دی جس میں جان جوکھوں کا کام ہے اور اسی وجہ سے وہ افضل العبادات ہو۔ اور ایک طالب جنت کو فرمایا کہ تیری ماں کے پاؤں کے تلے ہو یعنی ماں کی خدمۃ کر اور جنت میں جا داخل ہو۔ جان کے بعد جو چیز آدمی کو سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہو وہ مال اور اولاد ہو۔ اُس کی نسبۃ فرمایا کہ تو بھی باپ کا اور تیرا مال بھی باپ کا۔ اصحاب رضوان اللہ علیہم میں عبد اللہ بن عمر بڑے محتاط صحابی ہیں۔ اُن کو بیوی کے ساتھ بڑی محبت تھی۔ حضرۃ عمر رض بہو سے تھے ناخوش۔ بیٹے سے کہا اِس کو چھوڑ دے۔ اُنھوں نے پس و پیش کیا۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی اور عبد اللہ کو آخر کار وہی کرنا پڑا جو اُن کے والد حضرۃ عمر رض کہتے تھے۔ یہ تو اُن لوگوں کا حال تھا جو ہمہ وقت اور ہر حال میں خدا اور خدا کے رسول کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کیے رہتے تھے۔ لیکن اب ہمارے وقتوں میں حال یہ ہو کہ ماں باپ نے پالا پرورش کیا دنیا کے کام دھندے سے لگایا بڑے ارمانوں سے بیٹے کا بیاہ کیا۔ گھر میں بہو کا قدم کیا آیا گویا سیہہ[۵۲] کا کانٹا آیا کہ آتے کے ساتھ لڑائیاں پڑ گئیں۔ گھونگھٹ کے ساتھ بہو صاحب کا مونہ کھلا۔ ساس بے چاری کس گنتی میں ہو سسر تک کا لحاظ اُٹھا دیا۔ بیٹا نالائق ہے کہ ہر بات میں جورو کا کلمہ بھرتا ہو۔ اور ماں باپ کی ناراضامندی کی مطلق پروا نہیں کرتا۔ خدا جھوٹ نہ بُلوائے مسلمانوں کے سو گھروں میں پچانوے کا تو یہی حال ہو۔ پانچ میں ادب قاعدہ باقی ہو تو معلوم نہیں ع محتسب را درونِ خانہ چہ کار۔ انگریزی کی تعلیم نے لوگوں کے خیالات پر یہ اثر بد کیا ہو کہ لوگ عموماً مذہب کی طرف سے بدعقیدہ ہوتے جاتے ہیں۔ چاہے وہ مذہب مسلمانوں کا ہو یا عیسائیوں کا یا یہودیوں کا یا ہندوؤں کا۔ اِس میں انگریزی کا قصور نہیں۔ قصور ہو تو اِس کا ہو کہ سرکار نے جو عیسائی مذہب کی معتقد ہو ہندوستان میں کثرۃِ اختلافِ عقائد پر نظر کر کے اپنی اور رعایا کی عافیت اسی میں دیکھی کہ کسی بات میں مذہب کو دخل ہی نہ دو نتیجہ یہ ہوا اور ہونا ہی تھا کہ ہر ایک مذہب والا خود اپنے مذہب سے بے خبر اور

---

[۵۱] اور ہم نے انسان کو اُس کے ماں باپ کے حق میں تاکید کی (کہ ہر حال میں اُن کا ادب ملحوظ رکھے) کہ اُس کی ماں نے جھٹکے پر جھٹکے اُٹھا کر اُس کو پیٹ میں رکھا (اور پیٹ میں رکھنے کے علاوہ کہیں) دو برس میں (جا کر) اُس کا دودھ چھوٹتا ہو (اسی لحاظ سے ہم نے انسان کو حکم دیا) کہ ہمارا بھی شکر گزار رہ اور اپنے والدین کا بھی) ۱۲

[۵۲] سیہہ ایک جانور کا نام ہو جس کے کانٹے کی نسبت عوام کا خیال ہو کہ وہ جس گھر میں گاڑ دیا جاتا ہو وہاں کے لوگوں میں لڑائیاں پڑ جاتی ہیں ۱۲

بے تعلق ہو گیا اور مذہبوں کا حال یہ ہے کہ ان کے آپس میں کتنا ہی کچھ اختلاف ہو۔ جہاں تک مذہب کو بنی آدم کی عافیت اور خوش حالی اور امن عام سے تعلق ہے۔ کل مذاہب متفق ہیں چوری اور جھوٹ اور ظلم اور دغابازی اور مردم آزاری اور بدکرداری سب مذہبوں میں منع ہے۔ اور راستبازی اور نیکوکاری اور بھلمنساہت اور ہمدردی اور نفع رسانی کے سارے مذہب مدّاح ہیں۔ اب زید مثلاً چوری نہیں کرتا تو مذہب کے ڈر سے نہیں بلکہ حاکم کے قانون کے ڈر سے کہ پکڑا جائے گا تو جرم کے ثابت ہونے پر قید ہو گا۔ بید لگیں گے چھٹی بھرے گا لیکن قانون کا ڈر اصلی ڈر نہیں ہے۔ قانون کی گرفت سے آدمی کسی حیلے کسی بہانے بچ بھی جا سکتا ہے۔ اصلی ڈر مذہب کا ڈر ہے۔ مذہب کی پکڑ اونٹ کی سی پکڑ ہے کہ وہ پکڑے پیچھے چھوڑنا جانتا ہی نہیں اور چھوڑتا ہے بھی تو توبہ کرا کے۔ اب بھی انگریزوں کی عملداری میں بڑا امن ہے مگر عمارتِ امن کی بنیاد ریت پر ہے بودی ناُاستوار۔ اور کتنے جرم تو ایسے ہیں کہ قانون حاکم مجرم کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔ دار و گیر کا تو کیا ذکر ہے۔ اور وہی ایک فعل ہے جسے قانون جرم کہتا ہے اور مذہب گناہ۔ غرض اسی طرح کے جرموں میں سے ایک جرم الدین کی نافرمانی ہے جسے قانون نے سرے سے جُرم ہی قرار نہیں دیا اور شریعت کی رو سے تو وہ اکبر الکبائر ہے۔ انگریزی خوانوں کے مذہب کی طرف سے تنشکّی اور بدعقیدہ ہونے کی ایک وجہ تو یہ ہوئی کہ تعلیم میں مذہب کا نام تک نہیں آنے پاتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ سرکاری مدرسوں میں تاریخ جغرافیہ حساب ریاضی یہی کچھ پڑھایا جاتا ہے اور یہ چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں جتنی باتیں ہیں وہ مشاہدات پر مبنی ہیں۔ کہا اور کر کے دکھا دیا۔ مثلاً اقلیدس کا دعوٰے ہے کہ مثلث کے دو ضلعے مل کر ہمیشہ تیسرے ضلعے سے بڑے ہوا کرتے ہیں تو اس کو ہر شخص ناپ کر دیکھ سکتا ہے اور مذہب میں بعض اہم مسائل اس قسم کے ہیں کہ مشاہدے سے اُن کی تصدیق ممکن نہیں۔ مثلاً قیامت کا ہونا اور حالات بعدِ مرگ اور حالات ابتدائے آفرینش دنیا۔ اب ایسی باتوں کی تصدیق ہو تو کیونکر ہو۔ اس محدود زندگی میں تو ہو نہیں سکتی۔ اَکْثَرُ اَعْمَارِ اُمَّتِیْ مَابَیْنَ سِتِّیْنَ وَسَبْعِیْنَ[51]۔ جو لوگ مذہبی تعلیم سے بے بہرہ ہیں وہ تو دعاوی اقلیدس کا سا ثبوت ڈھونڈھتے ہیں اور نہیں پاتے تو مذہب پر منہ آتے ہیں۔ لیکن اس سے کہ مذہب کی بعض باتوں کے لیے دعاویِ اقلیدس کا سا ثبوت بہم نہیں پہنچ سکتا سرے سے مذہب ہی کو خیالِ باطل سمجھنا یہ تو نرا تحکّم ہے بَلْ کَذَّبُوْا بِمَا لَمْ یُحِیْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا یَاْتِهِمْ تَاْوِیْلُهٗ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ[52]۔ ہم بیس باتیں بتا سکتے ہیں جن کو خود یہی لوگ مانتے ہیں اور اُن کی حقیقت نہیں جانتے۔ جیسے روح یا روح بھی نہ سہی مقناطیسی سوئی کے ایک سرے کا شمال کی طرف کو رہنا تو ایک واقعہ ہے مگر کوئی ہے کہ اس کا سبب سمجھا دے۔ یا اجسامِ مادی میں کشش کا ہونا معلوم ہے مگر سبب نہیں

---

[51] میری اُمت کی اکثر عمریں ساٹھ اور ستر کے درمیان میں ہیں۔ ۱۲

[52] سو (یہ لوگ اس پہلو سے گریز کر کے) لگے اُس چیز کو جھٹلانے جس کے سمجھنے پر اُن کو دسترس نہ ہوا اور ابھی تک اُس کی تصدیق کا موقع ہی ان کو پیش نہیں آیا۔ اسی طرح اُن لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں تو (اے پیغمبر) دیکھو (اُن) ظالموں کا کیسا (بُرا) انجام ہوا ۱۲

معلوم۔ سب سے بڑی خرابی جو خاص کر انگریزی خوانوں کی طبائع میں پیدا ہو جاتی ہے وہ ان کی خود پسندی ہے۔ وہ آج کل کے مولویوں کو جنھوں نے ایشیائی طریقے پر ادھوری تعلیم پائی ہے دیکھتے ہیں مبہوت العقل نیم مُلّا خطرۂ ایمان دنیا و مافیہا سے بے خبر۔ اور ان کے سروں میں اَنَا وَ لَا غَیرِی کی ہوا بھر جاتی ہے اور اپنے فکر کو معصوم اپنے ذہن کو رسا اپنی معلومات کو جامع فرض کر لیتے ہیں۔ اور اسی پر اُن کے ردّ و قبول کا مدار ہے انگریزی خوانوں کی رعونۃ اور خود پسندی کو "کریلا اور نیم چڑھا" اس سے بھی تائید پونہچتی ہے کہ زمانہ تعلیم میں انگریزوں کے ساتھ اختلاط رکھنا پڑتا ہے۔ انگریز معلم۔ انگریز ممتحن انگریز گین بتلے اور اسی طرح کے اُمی صبا این ہمہ آوردۂ تست "انگریزی کھیلوں میں ان کے جوڑی اور یہ اُن کے ہمجھو۔ آخر کار کثرۃِ اختلاط ادھر انگریزی خوان طالب العلموں اور اُدھر انگریز دونوں کے حق میں مضر نتیجے پیدا کرتی ہے۔ انگریزوں کی تو ہیبت جو لازمہ حکومۃ ہے انگریزی خوانوں کے دل پر سے اٹھ جاتی ہے۔ کچھ لوگ اس کوشش میں لگے ہیں کہ فاتح و مفتوح حاکم و محکوم خواجہ و بندہ ہونے کی وجہ سے جو اجنبیۃ انگریزوں اور ہندوستانیوں میں ہے جہاں تک ہو سکے اُس کو دُور کیا جائے اور دونوں شیر و شکر ہو کر رہیں۔ یہ لوگ "دماغ بیہدہ پخت و خیال باطل بست" سمجھتے ہیں کہ دن اور رات کے ملنے سے شفق کا خوشنا رنگ پیدا ہوگا۔ ہاں سچ ہے مگر کچا اور عارضی ہوگا۔ پھر دن دن ہوگا اور رات رات۔ اِس میں نور ہوگا اُس میں ظلمۃ۔ گورے گورے ہوں گے اور کالے کالے۔ کوّے کوّے رہیں گے اور ہنس ہنس۔ ہندوستانیوں اور انگریزوں کا میل جول تیل اور پانی کا سا میل جول ہے ؎

مجھ میں اُس میں ربط ہے اے ذوقِ مثلِ بوئے گُل   وہ رہا آغوش میں لیکن گریزاں ہی رہا

یہ لوگ اکبر بادشاہ کی بڑی لمبی چوڑی تعریفیں کیا کرتے ہیں کہ اُس نے ہندو راجاؤں کی بیٹیاں لے کر ہندو مسلمانوں کو ایک کرنا چاہا تھا اور اگر اُس کے جانشین اسی قاعدے پر عمل آور رہتے تو مغلوں کی سلطنۃ کو خدا کے ہاں سے استمراری پٹہ مل گیا ہوتا۔ اور ہندو مسلمانوں کے دشمنوں سے جان توڑ کر لڑتے۔ لیکن ہمارا خیال بالکل اس کے برخلاف ہے۔ ہندی کی ایک مثل ہے کہ "بِن بھَے کے پریت نہیں"۔ یعنی خوف کے بدون محبت نہیں۔ یا یوں کہو کہ سیاسۃ کے بدون حکومۃ نہیں۔ اکبر نے ہندوؤں کے ساتھ میل جول کر کے مسلمانوں کی ہیبۃ کو ہندوؤں کے دلوں سے اٹھا دیا اور تب ہی سے عصائے سلطنۃ میں گھن لگنا شروع ہوا۔ ہندوستانیوں اور انگریزوں میں ابھی کچھ ایسا اختلاط تو ہوا نہیں مگر جتنا کچھ بھی انگریزی تعلیم کی وجہ سے ہو چلا ہے بنگالے کے ہندو جو انگریزی تعلیم میں پیش پیش ہیں وہ تو جہاں تک اُن کی زبان یاری دیتی ہے۔ انگریزی حکومۃ کی بدگوئی میں کمی کرتے نہیں اور یہی انگریزی تعلیم ہے اور یہی اُس کے نتیجے ہیں تو انگریز ایک نہ ایک دن اِس کا خمیازہ بھگتیں گے جیسا کہ ہم مسلمانوں نے بھگتا۔ یہ تو وہ نقصانات ہیں جو انگریزی تعلیم کی وجہ سے انگریزوں پر عائد ہو رہے ہیں اور ہوں گے **شعر**

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا   آگے آگے دیکھ تو ہوتا ہے کیا

اب ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ انگریزی تعلیم جیسی وہ ہے انگریزی خواں ہندوستانیوں کے حق میں کیسی ثابت ہوئی مفید یا مضر۔ سفید اور مضر کا مسئلہ پیش آیا تو قوم سے قطع نظر کرو۔ قوم عبارۃ ہی تمام باشندگان ہندوستان سے ہندو ہوں یا مسلمان کوئی بھی ہوں یا "لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ" اتنے افراد جن کے سنورنے سے برقیاس یورپ ساری قوم کو سنورا ہوا اور جن کے بگڑنے سے ساری قوم کو بگڑا ہوا کہہ سکیں۔ تو ہمارا کہنا یہ ہی کہ ہندوستانیوں کے حق میں انگریزی تعلیم کو مفید یا مضر تجویز کرتے وقت ہم کو قوم کے حال سے بحث نہیں کرنی چاہیئے قوم کی اصلاح تو قوم ہی کے کرنے سے ہوگی۔ ورنہ یک انار و صد بیمار۔ تین کروڑ نفوس کی اصلاح گورنمنٹ کہاں تک کر سکتی ہی۔ مناسب حال ایک حکایۃ یاد آئی۔ ایک کثیر الاولاد بی بی کسی تقریب سے اپنے میل ملاپ کی ایک بی بی سے ملنے گئی۔ بڑے بچوں کو گھر چھوڑ گئی۔ پھر بھی ایک پیٹ میں تھا ایک گود میں اور دو تین سایے کی طرح ساتھ۔ مگر میلے کچیلے بدحال چیتھڑے لگائے اور گھر والی بی بی کے صرف ایک بیٹا تھا تو وہ اُس کو کپڑے لتّے سے صاف ستھرا خوش حال رکھتی تھی دونوں بیبیاں بچپن کی سہیلیاں بھی تھیں۔ گھر والی بی بی نے سہیلی کے بچوں کو با دلِ ناخواستہ دنیا سازی کے طور پر باری باری سے گود میں لیا پیار کیا۔ مگر سہیل کے ناطے سے کہا کہ اوئی بُوا بچوں کا کیسا بُرا ہدڑا کر رکھا ہی۔ سہیلی نے جواب دیا کہ بہن ایک کا مُونہ تو کھانڈ سے بھرا جا سکتا ہی اور دس کا تو چوطھے کی راکھ سے بھی نہیں بھرا جا سکتا۔ اِسی طرح انگریزوں کے پاس چھوٹا سا ملک ہوتا تھوڑی سی رعیت۔ تو انھوں نے ملک کو رشک یورپ و امریکہ بنا دیا ہوتا۔ مگر ایسے وسیع ملک۔ اتنی ساری رعیت کی کہاں تک خبر لیں اور کہاں سے لیں۔ پھر بھی اتنا کرتے ہیں اور ایسا کرتے ہیں کہ دوسرے نے نہیں کیا اور نہیں کر سکتا۔ اِن کا یہی احسان کیا کم ہی کہ تعلیم کو عام کر کے لوگوں کو اُن علموں کے ڈھرّے پر لگا دیا جن کی بدولت خود ان کی قوم نے ان کے ملک نے ترقّی کی ہے۔ اب لوگوں کا کام ہے کہ اسی ڈھرّے پر چلے جائیں اور منزلِ مقصود پر جا پہنچیں۔ مگر لوگوں نے تو گورنمنٹ کے ساتھ ہرانی چتائی کر رکھی ہے۔ کہتے ہیں لادو لدادو لادنے والا ساتھ دو" تو ان کا جواب ہی کہ "ایں ناز بخانہ پدر باید کرد" مدتوں انگریزی اِن کی چڑ رہی اور بہانہ یہ کہ سرکاری مدرسوں میں مذہبی تعلیم نہیں۔ بے شک سرکاری مدارس میں مذہبی تعلیم کا نہ ہونا مجبوری ہی سے سہی مگر بڑی بھاری فروگزاشت تھی۔ آخر سرکار بھی سمجھی ؎

کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

اور اُس نے تعلیم کے دائرے کو وسیع کیا اور مسلمانوں کی داد فریاد پر کہ یہی حضرات ناحق کا غل شور مچانے میں پیش پیش ہوتے ہیں "ای طبل بلند بانگ در آخر ہیچ" اجازت دی کہ اچھا اپنا سُبیتا دیکھ کر مدرسے کے اوقات سے پہلے یا پیچھے اپنے خرچ سے معلم رکھ کر اپنے بچوں کو مدرسے میں اپنا مذہب سکھا لیا کرو۔ سچ پوچھو تو یہ بہت بڑی رعایت تھی مگر مسلمانوں نے اِس سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھایا اور چونکہ صرف

زبانی جمع و خرچ تھا۔ کہیں کے مسلمان بھی مذہبی تعلیم کا انتظام نہیں کر سکے۔ غرض وہی لامذہبی جو اس سے پہلے تھی سو اب بھی ہے" مسلمانوں کے حق میں لامذہبی بڑا مکروہ لفظ ہے۔ مگر جن کو مذہب کا پاس نہیں وہ کیوں اس کی پروا کرنے لگے۔ جب سے مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ[۱] کان میں پڑا ہے ہم تو اپنی جگہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ جو روز بد مسلمانوں کو پیش آرہا ہے سب اِن کی لامذہبی کی وجہ سے ہے لامذہبی دو طرح کی ہے۔ ایک لامذہبی تو انکار سے پیدا ہوتی ہے اور ایک غفلت سے۔ پہلی قسم کی لامذہبی جو انکار سے پیدا ہوتی ہے بڑی خطرناک ہے اور ہمارا روئے سخن ایسے ہی لوگوں کی طرف ہے۔ مذہب ہی تو ہم کو دنیا میں عمدہ طور پر زندگی بسر کرنے کا رستہ دکھاتا ہے اور اسی کو ہم نے پس پشت ڈال دیا تو ایسے ہونے سے ہمارا نہ ہونا بہتر۔ وہ جو کہتے ہیں کہ "اونٹ رے اونٹ تیری کونسی بھی کل سیدھی"۔ بعینہٖ یہی حال ہم مسلمانوں کا ہے۔

دردِ دل سے لوٹتا ہوں کس کو میرا درد ہے ہوں ہیں لفظِ درد جس پہلو اُلٹو درد ہے

اب یہی ایک شان انگریزوں کے ساتھ اختلاط کی ہے۔ چاہیے تھا کہ اختلاط میں "ایاز قدرِ خود بشناس" کا خیال رکھتے اپنی ہستی کو نہ بھولتے خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدِرَ ان کی عمدہ عادتیں اخذ کرتے بُری سے کنارہ کش رہتے۔ اول تو وہ اختلاط ہی کیا ہے "ازیں سُو رانده وزاں سُو درمانده"۔

یاں وطن و اہلِ وطن سے ہیں ننگ اپنے میں لیتے نہیں اہلِ فرنگ

اور پھر جیسا کچھ بھی ہے چھری اور خربوزے کا سا ہے کہ چھری خربوزے پر گرے تو خربوزے کا نقصان اور خربوزہ چھری پر گرے تو خربوزے کا نقصان۔ اختلافِ حالت کی وجہ سے انگریزوں کی عادتیں اُن کے لیے نوشدارو ہیں اور ہمارے لیے زہرِ ہلاہل۔ اُن کو سُکھ ہم کو دُکھ۔

کیا تو بات تھی اور کیا کچھ ہم نے لکھ مارا۔ ہم نے والدین کے حقوق کی نسبت اپنے خیالات ظاہر کرنے کے لیے قلم اُٹھایا تھا تو ان حقوق کے لیے بھی دوسرے حقوق کی طرح ایک چھوڑ دوہرے دوہرے تقاضے ہیں۔ ایک تقاضا تو خدا رسول کے حکم کا ہے تو اس کی تو جیسی پروا کی جاتی ہے معلوم۔ دوسرا تقاضا فطرۃ یعنی انسانیت کا ہے تو دیکھنا چاہیے کہ ہماری فطرۃ یعنی انسانیت والدین کے بارے میں ہم سے کیا چاہتی ہے سو اس سے پہلے کہ ہم تقاضائے فطرۃ بتائیں اتنا اور سمجھ لو کہ بولنے میں آدمی اور انسان مرادف یک دگر بھی بولے جاتے ہیں جیسا کہ شیخ ابراہیم ذوق فرماتے ہیں ~ آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز۔ کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا۔ لیکن ہم آدمی سے تو حیوانِ ناطق یا جسم نامی متحرک بالارادہ مستقیم القامۃ بادی البشرہ عریض الاظفار مراد لیتے ہیں اور انسان سے مہذب آدمی۔ بہرکیف آدمی کی بلکہ ہر ایک جاندار کی بلکہ مادی اجسام تک کی فطرۃ ہے جلبِ منفعت اور دفعِ مضرت۔ یا دوسرے لفظوں میں جلبِ ملائم اور دفعِ ناملائم۔ پتھر کی سِل پر گیند پھینک کر مارو تو گیند اُچٹ کر لوٹتی ہے یہی دفعِ ناملائم ہے شیر ہاتھی مرکھنے بیل کی کون کہے چیونٹی پر

[۱] (اے بندے) حقیقۃ حال تو یہ ہے کہ تجھکو کوئی فائدہ پونہچے تو سمجھ کہ اللہ کی طرف سے ہے اور تجھکو کوئی نقصان پونہچے تو سمجھ کہ تیرے نفس کی طرف سے ہے[۱۲]

پاؤں پڑ جائے تو وہ بھی بے کاٹے نہیں رہتی یہی دفعِ مضرت ہے ۔ وحشی جانوروں کا آدمی کی صورۃ سے بھاگنا بھی دفعِ مضرت کی ایک شان ہے ۔ ظاہر میں جلبِ منفعت اور دفعِ مضرت دو باتیں معلوم ہوتی ہیں مگر حقیقۃ میں بات ایک ہی ہے کہ خدا نے ایک وقت تک بقائے عالم کے لیے ہر ایک مخلوق میں یہ خاصہ رکھا ہے کہ وہ نہ اپنی ہستی کو معدوم ہونے دے اور نہ اپنی حالۃ کی بدتری چاہے ۔ تو اس اعتبار سے آدمی مخلوق خود غرض ہوا اور وہ ہے بھی ۔ آدمی کے خصائصِ فطری میں اصل تو خود غرضی ہے ۔ اسی پر متفرع ہے تمدن کہ آدمی بالطبع اپنے ابنائے جنس کے ساتھ مل کر رہنا چاہتا ہے تاکہ زندگی کی ضرورتوں میں ایک دوسرے کی مدد کریں ۔ لیکن تمدن کا سود مند ہونا موقوف ہے احسان شناسی پر ۔ یوں شاخ در شاخ ہو کر احسان شناسی مکافات کے ساتھ مل کر آدمی کا طبعی خاصہ قرار پایا ۔ اَلْاِنْسَانُ عَبِیْدُ الْاِحْسَانِ ۔ احسان شناسی ہے ۔ اور هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۔ مکافات ۔ خدا بھی حقیقۃ میں بڑا ہی دانشمند ہے اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ آدمی کو سراپا احتیاج پیدا کیا ۔ اس کے پیچھے واقعی اور ادعائی اتنی ضرورتیں لگا دیں کہ ابنائے جنس کی مدد کے بدون اکیلے سے ان کا سرانجام ہو نہ سکے ۔ پھر ہر ایک کی اغراض کو دوسروں کی اغراض کے ساتھ ایسی طرح پر وابستہ کر دیا کہ ہر شخص اپنی جگہ محتاج بھی ہے اور محتاج الیہ بھی ہے ۔ محتاج ہے اس لیے کہ دوسرے اس کی زندگی کی بہت سی ضرورتوں کا سرانجام کرتے ہیں ۔ محتاج الیہ ہے اس لیے کہ وہ بھی دوسروں کا کچھ نہ کچھ کام کرتا ہے ۔ شکر جس کا حکم ہم کو خدا نے اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ میں دیا ہے ۔ مکافاتِ احسان نہیں ہے مگر تاہم مکافات کی ایک شان ہے کہ

لَا خَیْلَ عِنْدِیْ اُهْدِیْهَا وَلَا مَالُ ۔۔۔ فَلْیُسْعِدِ النُّطْقُ اِنْ لَّمْ یُسْعِدِ الْحَالُ

اور مزہ یہ ہے کہ شکر کی منفعت بھی شکر گزار ہی کی طرف عائد ہوتی ہے ۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ دنیا میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ کوئی کسی کے ساتھ احسان کرتا ہے تو شکرِ احسان محسن کو مزید احسان کا محرک ہوتا ہے ۔ والدین کا ادب والدین کی خدمۃ اسی احسان شناسی کی جزئیات میں سے ایک جزئی ہے جس کو ہم مقتضائے فطرۃِ انسانی کہہ چکے ہیں ۔ پس اس حق کے ادا کرنے میں جس قدر ہم کمی کریں اسی نسبۃ سے ہماری انسانیت میں کمی ہوگی ۔ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۔ احسان کا نام آیا تو یہ بات چار و ناچار تسلیم کرنی پڑے گی کہ خدا کے بعد والدین سے بڑھ کر کسی کا احسان نہیں ۔ بے شک آدمی کو خدا نے پیدا کیا ۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۔ مگر اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں کہ آدمی کے پیدا کرنے میں ماں باپ شروع سے خدا کے شریک

آدمی احسان کا بندہ ہے ۱۲ ۔ بھلائی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ اور بھی ہو سکتا ہے ۱۲ ۔ یہ لوگ چارپایوں کی مثل ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہوئے ۱۲ ۔ اور ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا پھر ہم ہی نے اس کو حفاظۃ کی جگہ (یعنی عورۃ کے رحم میں) نطفہ بنا کر رکھا پھر ہم ہی نے نطفے کا لوتھڑا بنایا پھر ہم ہی نے لوتھڑے کی بندھی بوٹی بنائی، پھر ہم ہی نے بندھی بوٹی کی ہڈیاں بنائیں پھر ہم ہی نے ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر (آخر کار) ہم ہی نے اس کو (گویا بالکل) دوسری ہی مخلوق (کی صورۃ میں) بنا کھڑا کیا (تو سبحان اللہ) خدا ہی بڑا بابرکت ہے جو (سب) بنانے والوں میں بہتر (بنانے والا) ہے ۱۲ ۔ (اے پیغمبر) بے شک تمھارا پروردگار حکمت والا (اور) جاننے والا ہے ۱۲ ۔ اگر ہمارا شکر کروگے تو ہم تم کو اور زیادہ (نعمتیں) دیں گے ۱۲

رہے ہیں۔ پھر خدا نے آدمی کو پیدا کر کے ایک گوشت کا لوتھڑا ماں باپ کے حوالے کیا وَاللّٰهُ أَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا[1] اس کے بعد ماں باپ نے اس کی بزرگداشت کی یعنی آدمی کو آدمی خدا نے بنایا اور انسان ماں باپ نے كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى فِطْرَةِ الْإِسْلَامِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ[2]۔

اب خود اپنے دل میں انصاف کرلو کہ ماں باپ نے تمھارے ساتھ کیا کیا اور تم کو ان کے ساتھ کیا کرنا چاہیے اور کیا کر رہے ہو۔

---

[1] اور (لوگو!) اللہ ہی نے تم کو تمھاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا اور اس وقت تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے ۱۲ [2] ہر ایک بچہ فطرۃ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی ۱۲

افلاس کے خوف سے قتل نہ کرنا

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ○ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ

اور اسی طرح بہتیرے مشرکین کو اُن کے (بنائے ہوئے) شریکوں نے اُن کے اپنے بچے مار ڈالنے کو (اُن کی نظروں میں) عمدہ کر دکھایا ہے تاکہ (آخرکار) اُن کو (ابدی) ہلاکت میں ڈال دیں اور تاکہ اُن کے دین کو اُن پر مشتبہ کر دیں (کہ سیدھا رستہ سُجھائی نہ دے) اور خدا چاہتا تو یہ لوگ یہ (بے رحمی کا کام) نہ کرتے تو (اے پیغمبر) ان کو اور ان کی افتراپردازیوں کو (اللہ پر) چھوڑ دو۔ بے شک وہ لوگ (بڑے ہی) گھاٹے میں ہیں جنھوں نے بدعقلی (اور) جہالت سے اپنے بچوں کو مار ڈالا اور اللہ نے جو روزی[۱] اُن کو دی تھی خدا پر جھوٹ جھوٹ

[۱] روزی سے مراد ہے کھیتی اور جانور جنھیں خدا نے تو لوگوں کے لیے حلال کیا تھا مگر اُنھوں نے از خود اپنے اوپر حرام ٹھیرا لیا اور اشارہ ہے اس آیۃ کی طرف جو اس سے پہلے مذکور ہے یعنی وَقَالُوا هٰذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَن نَّشَاءُ بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيهِم بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ○ وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هٰذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا وَإِن يَكُن مَّيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ○ **ترجمہ** اور (یہ لوگ یعنی مشرکین مکہ یہی) کہا کرتے ہیں کہ (ہمارے چارپایوں اور کھیتوں میں سے) فلانے چارپائے اور (فلانی کھیتی اچھوتی (چیز) ہیں کہ ان کو اُس شخص کے سوا جس کو ہم اپنے خیال کے مطابق چاہیں (دوسرا نہیں کھا سکتا۔ اور (کچھ) چارپائے ایسے ہیں کہ ان کی پیٹھ پر سوار ہونا یا لادنا) منع ہے اور (کچھ) چارپائے (ایسے) ہیں جن کو ذبح کرتے وقت (اُن) پر اللہ کا نام نہیں لیتے (اور اِن ڈھکوسلوں کو جو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں تو) خدا پر (یہ ان کی) افتراپردازیاں ہیں (سو) جیسی جیسی افتراپردازیاں یہ لوگ کرتے رہے ہیں عنقریب خدا اِن کو اُن کی سزا دے گا اور (یہ بھی) کہا کرتے ہیں کہ (ہم نے جو بتوں کے نام چارپائے چھوڑ رکھے ہیں) اِن چارپایوں کے پیٹ میں (سے) جو (بچہ نکلے اور اُس وقت) جان (ہو) تو وہ نرا ہمارے مردوں کے (کھانے کے) لیے ہے اور ہماری عورتوں پر (اس کا کھانا) حرام ہے اور اگر مرا ہوا ہو تو مرد و عورت (سب) اُس (کے کھانے) میں شریک (سو) خدا ان کو عنقریب اِن کو اُن باتوں کی سزا دے گا بے شک وہ حکمت والا باخبر ہے۔

متن	ترجمہ
افْتِرَاءً عَلَى اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ○ (انعام ع ۱۶ پارہ ۸)	بہتان باندھ کر اُس کو اپنے اوپر حرام کر لیا بلا شبہہ یہ لوگ (راہِ راست سے) بھٹک گئے اور سیدھے رستے پر آنے والے تھے بھی نہیں ۔
وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ○ (بنی اسرائیل ع ۴ پارہ ۱۵)	اور (لوگو!) افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو اُن کو اور تم کو ہم ہی روزی دیتے ہیں ۔ اولاد کا جان سے مارنا بڑا بھاری گناہ ہے ۔
وَاِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ○ (التکویر ع ۱ پارہ ۳۰)	اور جس وقت لڑکی سے جو زندہ درگور کر دی گئی تھی پوچھا جائے کہ کس قصور کے بدلے میں ماری گئی ف
عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الذَّنْبِ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ اَنْ تَدْعُوَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ قَالَ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ اَنْ يَّطْعَمَ مَعَكَ (صحیحین)	عبد اللہ بن مسعود رضہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے فرمایا تیرا خدا کے لیے کسی کو شریک ٹھیرانا حالانکہ اُسی نے تجھکو پیدا کیا عرض کیا پھر کون سا گناہ ۔ فرمایا تیرا اپنی اولاد کو اِس خوف سے قتل کر ڈالنا کہ بڑے ہو کر تیرے ساتھ کھائیں گے ۔
عَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ وَوَاْدَ الْبَنَاتِ وَمَنَعَ	مغیرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے تم پر ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا اور بخل کرنا اور سوال کرنا حرام کر دیا ہے ۔

ف عرب کے لوگ دختر کشی کیا کرتے تھے ۔ دنیا کے مقدمات کے قیاس پر مقدمۂ دختر کشی کا آغاز معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مقتولہ لڑکی جو مدعیہ ہے اُس کا اظہار لیا جائے گا ۔ بس اِس جگہ اتنا ہی بیان ہے ۱۲

لہ یہ سورۂ تکویر کی آیہ ہے جس میں علامات قیامت کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہے ۔ قیامت برپا ہوگی تو عدالتِ خداوندی میں دختر کشی کا مقدمہ بھی پیش ہوگا اور لڑکی جو زندہ درگور کی گئی تھی اُس سے پوچھا جائے گا کہ تو کس بنا پر قتل کی گئی تھی ۱۲

وَهَاتِ وَكَرِهَ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ (صحیحین)

اور خدا کو لوگوں کے بارے میں گفت ۱ و شنود کرنا اور کثرۃ سے سوال کرنا اور مال ضائع و برباد کرنا ناپسند ہے۔

تربیت و پرورش

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

(البقرہ ع ۳۰ پارہ ۲)

اور جو شخص (بی بی کو طلاق دیئے پیچھے اپنی اولاد کو) پوری مدۃ تک دودھ پلوانا چاہے تو اس کی خاطر مائیں اپنی اولاد کو پورے دو برس دودھ پلائیں اور جس کا وہ بچہ ہے (یعنی باپ) اس پر دستور کے مطابق ماؤں کا کھانا کپڑا دینا لازم ہے (نان و نفقہ کے ٹھیراؤ میں) کسی کو تکلیف نہ دی جائے مگر وہیں تک کہ اس کی گنجایش ہو ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے نقصان نہ پونہچایا جائے اور نہ اس کو جس کا بچہ ہے (یعنی باپ کو) اس کے بچے کی وجہ سے کسی طرح کا نقصان پونہچایا جائے اور (دودھ پلانے کا نان نفقہ جیسا اصل باپ پر) ویسا (اس کے) وارث پر پھر اگر (وقت سے پہلے ماں باپ) دونوں اپنی مرضی اور صلاح سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں اور اگر تم اپنی اولاد کو (کسی دایہ سے) دودھ پلوانا چاہو تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ جو تم نے دستور کے مطابق (ان کو) دینا کیا تھا (ان کے) حوالے کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جانے رہو کہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے ف۱

۱ گفت و شنود کرنے سے مراد ہے لوگوں کے احوال کی تفتیش کرنا کہ فلاں شخص کیسا ہے کیا کرتا ہے خود قرآن مجید میں اس قسم کی گفت و شنود کی ممانعت آئی ہے جہاں فرمایا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ یعنی مسلمانو! لوگوں کی نسبت بہت شک کرنے سے بچتے رہو کیونکہ بعض شک داخل گناہ ہیں اور ایک دوسرے کی ٹٹول میں نہ رہا کرو اور نہ تم میں ایک کو ایک پیٹھ پیچھے برا کہے بھلا تم میں سے کوئی (اس بات کو) گوارا کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے یہ تو یقیناً تم کو گوارا نہیں (تو غیبت کیوں گوارا ہو کہ یہ بھی ایک قسم کا مردار کھانا ہے) اور اللہ کے غضب سے ڈرتے رہو بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ۱۲

ف۱ عورتوں کو طلاق ہوئے پیچھے دودھ پیتے بچوں کی مشکل پڑ جاتی ہے میاں بی بی میں تو طلاق سے پیدا ہو گئی عداوت۔ ایک دوسرے کی ضد سے اولاد کی شفقت میں بھی کمی آجاتی ہے۔ اس صورۃ میں ایسا انتظام کرنا کہ مفارقت ہوئے پیچھے میاں بی بی ایک دوسرے کو نقصان نہ پونہچا سکیں اور نہ اولاد کی مٹی خوار ہو ان ہی

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ جَارِیَتَیْنِ حَتّٰی تَبْلُغَا جَآءَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَنَا وَھُوَ ھٰکَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَہٗ ۔ (مسلم)	حضرت انس رض کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دو لڑکیوں کا اُن کے بالغ ہونے تک اُن کی ضرورت کی چیزوں کا متکفل رہا تو قیامت کے روز میں اور وہ اور آپ نے اپنی انگلیاں ملا کر فرمایا اس طرح آئیں گے۔ (یعنی میں اور وہ اس قدر قریب ہوں گے)۔
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ ثَلٰثَ بَنَاتٍ اَوْ مِثْلَھُنَّ مِنَ الْاَخَوَاتِ فَاَدَّبَھُنَّ وَرَحِمَھُنَّ حَتّٰی یُغْنِیَھُنَّ اللّٰہُ اَوْجَبَ اللّٰہُ لَہُ الْجَنَّۃَ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَاثْنَتَیْنِ قَالَ اَوِ اثْنَتَیْنِ حَتّٰی لَوْ قَالُوْا اَوْ وَاحِدَۃً لَقَالَ وَاحِدَۃً ۔ (شرح السنۃ)	ابن عباس کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تین لڑکیوں یا تین بہنوں کے خرچ پات اور اُن کی ضروریات کا متکفل ہوگا اور پھر اُنھیں ادب دے گا اُن پر مہربانی کرے گا یہاں تک کہ خدا اُنھیں بے نیاز[1] کر دے تو خدا اُس کے لیے جنت واجب کر دے گا ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اور دو لڑکیوں یا دو بہنوں کے ساتھ ایسا کرنے والا فرمایا اُس کا بھی یہی حکم ہے حتّٰی کہ اگر لوگ ایک لڑکی یا ایک بہن کا حال دریافت کرتے تو آپ ضرور فرماتے کہ ایک کے ساتھ سلوک کرنے والے کا بھی یہی حال ہے۔
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَتْ لَہٗ اُنْثٰی فَلَمْ یَئِدْھَا وَلَمْ یُھِنْھَا وَلَمْ یُؤْثِرْ وَلَدَہٗ عَلَیْھَا یَعْنِی الذُّکُوْرَ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ ۔ (ابوداؤد)	ابن عباس کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے ہاں بیٹی ہو اور اُس نے نہ تو اُسے زندہ درگور کیا نہ ذلّت کی حالت میں رکھا نہ اولادِ ذکور کو اُس پر ترجیح دی خدا تعالےٰ اُسے جنت میں داخل کرے گا۔

[1] بے نیاز ہونے کی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں مثلاً کسی دولتمند سے بیاہی گئی یا کسی نے بطریق ہبہ اُسے کچھ دے دیا ۱۲

تعلیم و ادب

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يُّؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهٗ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّتَصَدَّقَ بِصَاعٍ ۔ (ترمذی)	سمرہ کے بیٹے جابر کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا اپنی اولاد کو ادب دینا ایک صاع[1] خیرات کرنے سے بہتر ہے ۔
عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهٗ مِنْ نَّحْلٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ ۔ (ترمذی)	ایوب بن موسیٰ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی والد نے اپنی اولاد کو نیک ادب سے افضل کوئی عطیہ عطا نہیں کیا ۔
عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ ۔ (ابو داؤد)	عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جب وہ سات برس کے ہوں اور ترک نماز پر مارو جب وہ دس برس کے ہوں اور اس وقت اُن کے سونے کی جگہ الگ الگ مقرر کر دو[2] ۔

شفقت و مہربانی

عَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَبِيْ سَيْفٍ الْقَيْنِ وَكَانَ ظِئْرًا لِّاِبْرَاهِيْمَ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ	حضرۃ انس کہتے ہیں کہ ہم چند لوگ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو سیف لوہار کے گھر گئے جو پیغمبر صاحب کے فرزند ابراہیم[3] کی انّا کا شوہر تھا ۔

[1] مراد یہ معلوم ہوتی ہو کہ اولاد کو چھوٹی چھوٹی معمولی باتوں کے سکھانے اور ادب دینے میں بھی ایک صاع خیرات کرنے سے بہتر ثواب ملتا ہو اور صاع ایک پیمانہ ہوتا ہو جس میں ہمارے ہاں کی تول کے حساب سے ڈھائی سیر ڈھائی چھٹانک غلہ سماجاتا ہو ۱۲ [2] کیونکہ آدمی کا بچہ دس برس کی عمر کے بعد قریب البلوغ ہوتا ہو اس وقت کسی کے ساتھ سونے میں احتمال ہو کہ اُس کا جسم دوسرے سے مَس کر جائے اور یہ خلاف ہی احتیاط کے ۱۲ [3] حضرۃ ابراہیم جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے ماریہ قبطیہ کو مقوقس شاہ اسکندریہ نے جناب پیغمبر صاحب کی خدمت میں ہدیۃً بھیجا تھا ۱۲

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْرٰهِيْمَ فَقَبَّلَهٗ وَشَمَّهٗ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذٰلِكَ وَ اِبْرٰهِيْمُ يَجُوْدُ بِنَفْسِهٖ فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَاَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ يَا ابْنَ عَوْفٍ اِنَّهَا رَحْمَةٌ ثُمَّ اَتْبَعَهَا بِاُخْرٰى فَقَالَ اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرٰهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ ٭ (صحیحین)

صلے اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کو گود میں لے کر چوما اور اُن کے چہرے پر اپنا چہرہ اور ناک مبارک اِس طرح رکھی کہ گویا کوئی شخص کسی چیز کو سونگھ رہا ہے۔ اِس کے بعد پھر جو ہمارا وہاں جانے کا اتفاق ہوا تو ابراہیم جان توڑ رہے تھے (یہ کیفیت دیکھ کر) پیغمبر صاحب کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اِس پر عبد الرحمن بن عوف نے کہا کہ ای رسولِ خدا اور لوگ تو روتے ہی ہیں آپ بھی روتے ہیں۔ فرمایا ای ابن عوف یہ اثرِ رحمت ہی۔ اِس کے بعد پیغمبر صاحب پھر روئے اور فرمانے لگے کہ آنکھ آنسو بہاتی اور دل غمگین ہوتا ہے اور ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا پروردگار راضی ہوتا

عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ اَرْسَلَتِ ابْنَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِ اِنَّ ابْنًا لِّيْ قُبِضَ فَاْتِنَا فَاَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ وَ يَقُوْلُ اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى وَ كُلٌّ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَاْتِيَنَّهَا فَقَامَ وَمَعَهٗ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَرِجَالٌ فَرُفِعَ اِلَى

اُسامہ بن زید کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی (زینب) نے آپ کی خدمت میں ایک شخص کو بھیجا کہ میرا بچہ مرنے کے قریب ہی آپ ذرا کی ذرا تشریف لے آیئے پیغمبر صاحب نے پیام دینے والے سے فرمایا کہ ہمارا سلام کہو اور کہہ دو کہ تمہارے والد کہتے ہیں کہ خدا ہی کا تھا جو اُس نے لے لیا اور اُسی کا تھا جو اُس نے دیا اور تمام چیزیں اُس کے پاس ایک مقرر وقت پر ہوتی ہیں تو (زینب کو) صبر کرنا اور ثواب کی امید رکھنا چاہیئے۔ بی بی زینب نے دوبارہ آدمی بھیجا اور پیغمبر صاحب کو قسم دلائی کہ آپ ضرور تشریف لائیں چنانچہ آپ اور آپ کے ساتھ سعد بن عبادہ اور معاذ بن جبل اور ابی بن کعب اور زید بن ثابت اور چند اور صحابی کھڑے ہو گئے بی بی زینب کے مکان پر

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهٗ تَتَقَعْقَعُ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذَا فَقَالَ هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ فَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ ۔ (صحیحین)

تو بچے کو اُٹھا کر آپ کی گود میں دیا گیا حالانکہ اُس کی جان نکل رہی تھی یہ دیکھ کر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ سعد نے کہا یا رسول اللہ یہ آنسو کیسے ہیں فرمایا یہ رحمت ہے جسے خدا نے اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال دیا ہے اور خدا اپنے اُن ہی بندوں پر رحم کرتا ہے جو باہم رحم کا برتاؤ کرتے ہیں۔

۴ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَبَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعِنْدَهُ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِيْمِيُّ جَالِسٌ فَقَالَ الْاَقْرَعُ اِنَّ لِيْ عَشَرَةً مِّنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ اَحَدًا فَنَظَرَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَنْ لَّا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ ۔ (بخاری)

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حسنؓ کو پیار کیا چوما اور اس موقع پر حابس کا بیٹا اقرع تمیمی بھی موجود تھا جس نے کہا کہ میرے دس فرزند ہیں مگر میں نے تو اُن میں سے ایک کو بھی کبھی نہیں چوما۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) اُس کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ جو شخص کسی پر مہربانی نہیں کرتا اُس پر خدا بھی مہربانی نہیں کیا کرتا۔

۵ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْخُذُنِيْ فَيُقْعِدُنِيْ عَلٰى فَخِذِهٖ وَيُقْعِدُ الْحَسَنَ عَلٰى فَخِذِهِ الْاُخْرٰى ثُمَّ يَضُمُّهُمَا ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُمَا فَاِنِّيْ اَرْحَمُهُمَا ۔ (بخاری)

اسامہ بن زید کہتے ہیں (میں ابھی بچہ ہی تھا) کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پکڑ کر اپنے زانوے مبارک پر بٹھا لیتے اور دوسرے زانو پر حسنؓ کو پھر اُن کو (یعنی ہم دونوں کو) چمٹا کر فرماتے کہ الٰہی! اِن دونوں پر نظرِ عنایت رکھیو کیونکہ میں ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا ہوں۔

۶ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى

ام المومنین حضرۃ عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ ایک بدوی

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتُقَبِّلُوْنَ الصِّبْيَانَ فَمَا نُقَبِّلُهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَأَمْلِكُ لَكَ أَنْ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ (صحیحین)	نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگا کہ کیا تم بچوں کو چومتے اور پیار کرتے ہو ہم تو ایسا نہیں کرتے۔نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں اس بات کا اختیار رکھتا ہوں کہ خدا نے جو تیرے دل سے رحمۃ و مہربانی نکال لی ہو میں اُسے منع کردوں۔
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْنِي امْرَأَةٌ وَمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُنِي فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ (صحیحین)	حضرۃ عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورۃ کچھ مانگنے آئی اور اُس کے ساتھ اُس کی دو لڑکیاں تھیں۔ لیکن میرے پاس ایک کھجور کے علاوہ اُس نے اور کچھ نہیں پایا چنانچہ میں نے اُسے وہی ایک کھجور دے دی اُس نے آدھی آدھی کھجور دونوں لڑکیوں میں تقسیم کردی اور خود کچھ نہ کھایا پھر اُٹھ کر چلی گئی۔نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا فرمایا جو شخص ان لڑکیوں کی وجہ سے مبتلائے تکلیف ہوتا اور ان کے ساتھ سلوک کرتا ہو تو یہ اُس کے لیے دوزخ کی آگ سے روک اور پردہ ہوجائیں گی۔

عقیقہ

عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَعَ الْغُلَامِ عَقِيْقَةٌ فَأَهْرِيْقُوْا عَنْهُ دَمًا وَأَمِيْطُوْا عَنْهُ الْأَذٰى (بخاری)	سلمان بن عامر الضبی سے روایۃ ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ لڑکے کی ولادت کے ساتھ عقیقہ ہے تو اُس کی طرف سے خون بہاؤ اور بالوں وغیرہ کی گندگی اُس سے [۱] دور کرو۔

له چونکہ جنین جب تک ماں کے پیٹ میں رہتا ہے اُس کے سر کے بال رحم کی رطوبۃ میں لتھڑے ہوئے ہوتے ہیں اس لیے مونڈن اور غسل کا حکم ہوا ازالۂ نجاستہ اور حصولِ تطہیر کے لیئے اور ہمارے نزدیک اسی حکم میں ختنہ بھی داخل ہے ۱۲

عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيْقَتِهٖ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُسَمّٰى وَيُحْلَقُ رَأْسُهٗ ۔ (ترمذی)	حسنؓ۔ سمرہ سے روایۃ کرتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکا اپنے عقیقے کے بدلے رہن ہے ساتویں روز اُس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے اور اسی روز نام رکھا جائے اور مُونڈن کیا جائے ۔
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ عَقَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ بِشَاةٍ وَّقَالَ يَا فَاطِمَةُ احْلِقِيْ رَأْسَهٗ وَتَصَدَّقِيْ بِزِنَةِ شَعْرِهٖ فِضَّةً فَوَزَنَّاهُ فَكَانَ وَزْنُهٗ دِرْهَمًا اَوْ بَعْضَ دِرْهَمٍ ۔ (ترمذی)	امام محمد (باقر علی (زین العابدین) کے بیٹے امام حسین شہید کے پوتے حضرۃ علی بن ابی طالبؓ سے روایۃ کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حسن کی طرف سے عقیقے میں ایک بکری ذبح کی اور فرمایا فاطمہ اِس کا سر منڈاؤ اور بالوں کے ہموزن چاندی خیرات کرو (بی بی فاطمہ نے ایسا ہی کیا حضرۃ علی یا اور گھر والے کہتے ہیں) ہم نے جو بالوں کا وزن کیا تو ایک درہم یا درہم سے کچھ کم تھا (درہم انگریزی تول کے مطابق سوا تین ماشے کا ہوتا ہی)
وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيِّ قَالَ مَنْ وُّلِدَ لَهٗ وَلَدٌ فَاَحَبَّ اَنْ يَّنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَيْنِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةً ۔	ابو داؤد اور نسائی کی روایۃ میں یوں آیا ہی کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ جس کے ہاں بچہ پیدا ہو تو میں دوست رکھتا ہوں کہ اُس کی طرف سے قربانی کی جائے۔ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں یا دو بکرے اور لڑکی کی جانب سے ایک بکری یا ایک بکرا۔

؎ یہاں جب لوگ عقیقہ کرتے ہیں تو لڑکے کے واسطے بکرے اور لڑکی کے لیے بکری تلاش کرتے ہیں۔ حالانکہ شرع نے نہیں اِس بات کی تکلیف نہیں دی بلکہ بکرے یا بکریاں جو میسر ہوں اور وقت پر مل جائیں لڑکے اور لڑکی دونوں کی طرف سے قربانی کی جا سکتی ہیں۔ عقیقہ سنّۃ ہی یا نہیں۔ اِس میں علماء کے کئی قول ہیں۔ امام شافعی اور امام مالک سُنیۃ کے قائل ہیں اور اکثر حدیثیں اسی طرف ناظر ہیں امام احمد ایک روایۃ میں سُنّۃ اور ایک میں واجب بتاتے ہیں۔ مگر امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ سُنّۃ نہیں ہی چنانچہ امام محمد اپنی کتاب موطا میں لکھتے ہیں کہ عقیقے کے بارے میں ہمیں یہی روایۃ پہنچی ہی کہ یہ جاہلیۃ کی رسم تھی جو ابتداءِ اسلام میں بھی جاری رہی لیکن جب بقرہ عید کی قربانی کا حکم ہوا تو عقیقے کی رسم منسوخ ہو گئی جس طرح رمضان کے روزوں سے ہر طرح کے روزے اور غسلِ جنابۃ سے ہر طرح کے غسل اور زکوٰۃ سے ہر طرح کے صدقات منسوخ ہو گئے"۔ لیکن جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ کے تعامل سے صاف واضح ہوتا ہے کہ عقیقہ مسنون اور مستحب امر ہی اور اسی طرف اکثر ائمہ گئے ہیں۔

میراث

يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ وَلَدٌ وَّوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ آبَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِّنَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ○

(النساء ع ۲ پارہ ۴)

(مسلمانو!) تمہاری اولاد (کے حصوں کے بارے) میں اللہ تم سے کہے رکھتا ہے کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ (دیا کرو) پھر اگر لڑکیاں (دو یا) دو سے بڑھ کر ہوں تو ترکے میں اُن کا (حصہ) دو تہائی اور اگر اکیلی ہو تو اُس کو آدھا اور میت کے ماں باپ کو (یعنی) دونوں میں ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ اس صورۃ میں کہ میت کی اولاد ہو ف۱ اور اگر اُس کے اولاد نہ ہو اور اُس کے وارث (صرف) ماں باپ ہوں تو اُس کی ماں کا حصہ ایک تہائی (باقی باپ کا) لیکن اگر (ماں باپ کے علاوہ) میت کے (ایک سے زیادہ) بھائی (یا بہنیں) ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ف۲ (مگر یہ حصے) میت کی وصیۃ (کی تعمیل) اور (ادائے) قرض کے بعد (دیئے جائیں) تم اپنے باپ (دادوں یعنی اصول) اور بیٹوں (پوتوں یعنی فروع) کو نہیں جان سکتے کہ نفع رسانی کے اعتبار سے اُن میں کون سا تم سے زیادہ قریب ہے۔ (پس اپنی رائے کو دخل نہ دو اور یوں سمجھو کہ) حصوں کا قرار داد اللہ کا ٹھہرایا ہوا ہے اللہ بلا شبہہ (سب کچھ) جانتا (اور سب کی مصلحتوں سے) واقف ہے ۰

ف۱ اولاد سے مراد ہے میت کی صلبی اولاد بیٹے بیٹیاں پوتے پوتیاں اور پڑپوتے پڑپوتیاں۔ پس نواسے نواسیاں اور اُن کی نسل داخل نہیں ۱۲ ف۲ یعنی باقی سب باپ کا اور بھائیوں کا کچھ نہیں ۱۲

سلہ اِس آیۃ میں اگرچہ اولاد کے سوا والدین اور زوجین کی میراث کا بھی مذکور ہے مگر ہمارے عنوان کا تعلق صرف آیۃ کے پہلے حصے یعنی میراثِ اولاد سے ہے کہ ماں باپ کے ترکے میں اولاد کا حق ہے۔ اولاد کے اَور حقوق تو ماں باپ کی حیات کے ساتھ وابستہ ہیں اور حقِ میراث مرنے کے بعد۔ پھر آیۃ میں اولاد کا حقِ میراث قائم کرکے اُن کے حصے بھی بتا دیئے گئے ہیں جیسا کہ ترجمے سے واضح ہے۔ ہم نے آگے چل کر حقوقِ قرابت میں بھی عنوانِ میراث قائم کیا ہے وہاں تمام اصحاب الفروض اور عصبات اور ذوی الارحام کے حصص اور صورتیں نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کی ہیں۔ یہاں پہنچ کر پہلے اُسے دیکھ لینا چاہیئے ۱۲

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَہَلَّ الصَّبِیُّ صُلِّیَ عَلَیْہِ وَوُرِّثَ ۔ (ترمذی - ابن ماجۃ)

جابر رضہ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچہ پیدا ہو کر روئے یا اُس سے آواز نکلے تو مرنے کے بعد اُس کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور وارث قرار دیا جائے ۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَۃُ سَعْدِ بْنِ الرَّبِیْعِ بِابْنَتَیْہَا مِنْ سَعْدِ بْنِ الرَّبِیْعِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَاتَانِ ابْنَتَا سَعْدِ بْنِ الرَّبِیْعِ قُتِلَ اَبُوْھُمَا مَعَکَ یَوْمَ اُحُدٍ شَہِیْدًا وَاِنَّ عَمَّہُمَا اَخَذَ مَالَہُمَا وَلَمْ یَدَعْ لَہُمَا مَالًا وَلَا تُنْکَحَانِ اِلَّا وَلَہُمَا مَالٌ قَالَ یَقْضِی اللّٰہُ فِیْ ذٰلِکَ فَنَزَلَتْ اٰیَۃُ الْمِیْرَاثِ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی عَمِّہِمَا فَقَالَ اَعْطِ لِابْنَتَیْ سَعْدٍ الثُّلُثَیْنِ وَاَعْطِ اُمَّہُمَا الثُّمُنَ وَمَا بَقِیَ فَہُوَ لَکَ ۔ (ترمذی - ابوداؤد)

حضرت جابر کہتے ہیں کہ سعد بن ربیع کی عورت اپنی دونوں بیٹیوں کو جو سعد بن ربیع سے تھیں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لا کر عرض کرنے لگی یا رسول اللہ یہ دونوں سعد بن ربیع کی بیٹیاں ہیں ان کا باپ آپکے ہمراہ جنگ احد میں شہید ہوگیا اور ان کا چچا ان کا سارا مال لے گیا اور ان کے پیسے کچھ بھی نہیں چھوڑا اور جب تک ان کے پاس مال نہ ہو ان کا نکاح ہو نہیں سکتا پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ خود خدا اس بارے میں فیصلہ کرے گا چنانچہ آیت میراث نازل ہوئی تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو لڑکیوں کے چچا کے پاس بھیجا اور جب وہ آیا تو فرمایا کہ سعد کی دونوں لڑکیوں کو دو ثلث اور ان کی ماں کو آٹھواں حصہ دے اور باقی آپ نے لے ۔

عفو و درگزر

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْہُمْ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ

مسلمانو! تمہاری بیبیوں اور تمہاری اولاد میں سے (بعض) تمہارے (دین کے) دشمن ہیں تو ان سے احتیاط کرتے رہو اور اگر تم (ان کے قصوروں کو) معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بھی بخشنے والا مہربان ہے تمہارے مال اور تمہاری اولاد (یہ)

فِتْنَةٌ ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ (التغابن ع ۲ پارہ ۲۸)	بڑا جنجال ہیں اور اللہ کے ہاں (ان بکھیڑوں میں دین پر ثابت قدم رہنے والوں کے لیے) بڑا اجر ہے ۔

بیٹی سے ناراض نہ ہونا

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ (النحل ع ۷ پارہ ۱۴)	اور یہ منکر (فرشتوں کو) خدا کی بیٹیاں ٹھیراتے ہیں سبحان اللہ (خدا کے لیے بیٹیاں) اور ان کے لیے من مانے (بیٹے) اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی (کے پیدا ہونے) کی خوش خبری دی جائے تو (مارے رنج کے) اُس کا مونہ کالا پڑ جائے اور (زہر کے سے گھونٹ) پی کر رہ جائے ف۱ لوگوں سے بیٹی کی عار کے مارے جس کے پیدا ہونے کی اُس کو خوش خبری دی گئی ہے چھپا چھپا پھرے (اور دل میں منصوبے سوچے کہ) آیا (اس) ذلت پر بیٹی کو لیے رہے یا اُس کو مٹی میں گاڑ دے دیکھو تو خدا کے بارے میں ان لوگوں کی کیا بُری رائے ہے ف۲
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ اُنْثٰى فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهٗ عَلَيْهَا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ ۔ (ابو داؤد)	ابن عباس کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ہاں بیٹی ہو اور وہ نہ تو اُسے زندہ درگور ہی کرے (جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ فقر و عار کی وجہ سے ایسا کیا کرتے تھے) اور نہ اُس کی اہانت و تذلیل ہی کرے نہ اپنے فرزند ذکور کو اُس پر ترجیح ہی دے خدا اُسے جنت میں داخل کرے گا ۔

من المترجم۔ یوں بھی اکثر اوقات حقوق اور فرائض کا خیال آتا ہی رہتا تھا اور ایسا کون سا بشر ہے جو حقوق اور فرائض کا خیال نہیں کرتا اپنے ہوں یا دوسروں کے۔ حق کو حق اور فرض کو فرض سمجھ کر نہ بھی سہی مگر آدمی کا جو کام بھی ہے ہلکا ہو یا بھاری معمولی ہو یا غیر معمولی اُس کا محرک اُس کا باعث یہی خیال ہوتا ہے گو شعور نہ ہو۔ تو ہم کو یوں بھی اکثر اوقات حقوق اور فرائض کا خیال آتا ہی رہتا تھا مگر جب سے اِس کتاب کا بیڑا اُٹھایا یہ خیال

ف۱ کظم کے لفظی معنے ضبط کرنے کے ہیں مطلب یہ ہے کہ چار و ناچار اس کو اپنا غصہ ضبط کرنا پڑے اور غصے کے ضبط کو ہمارے محاورے میں پی جانا بھی کہتے ہیں اسی لحاظ سے ہم نے "زہر کے سے گھونٹ پی کر رہ جائے"۔ ترجمہ کر دیا ہے ۱۲

ف۲ یعنی باوجود اس کے بیٹیوں سے خود عار رکھتے ہیں خدا کے لیے اُن کا ہونا تجویز کرتے ہیں ۱۲

ہمہ وقت نصب العین رہنے لگا۔ غور کر کے دیکھا تو حقوقِ اولاد کو تمام حقوق سے زیادہ اہم زیادہ ضروری اور زیادہ موکدّ پایا۔ حقوق کی فروگذاشت کو مرض سمجھیں تو دوسرے حقوق کی فروگذاشت مرضِ لازم ہو اور حقوقِ اولاد کی فروگذاشت مرضِ متعدی۔ آدم کی نسل یوں ہی تو بگڑی ہو کہ ماں باپ نے اولاد کی خبر نہیں لی اور اولاد نے اپنی اولاد کی۔ اور اسی طرح ابتدائی تخم کا فساد پود میں سرایت کرتا اور پھیلتا چلا گیا۔ اور چونکہ توالد و تناسل کا سلسلہ جاری ہو اگر لوگ اپنی اصلاح نہیں کریں گے تو نیم کے درختوں میں نبولیاں ہی لگیں گی انگور تو پھلیں گے نہیں۔ شرافۃ کا ادب جو سدا سے ہو اور سدا کو رہے گا متفرع ہو اسی اصول پر۔ بات یہ ہو کہ مخلوقات میں نباتات اور حیوانات یہی دو چیزیں ہیں جو فنا ہوتی رہتی ہیں تو خدا نے ایک وقتِ خاص یعنی قیامۃ تک ان کے باقی رکھنے کے لیے اِن میں اپنا مثل پیدا کرنے کی صلاحیۃ رکھی۔ نباتات اور حیوانات ہیں اور آدمی بھی ایک طرح کا حیوان ہی ہو کہ اس کی بہت سی باتیں حیوانوں سے ملتی ہیں۔ غرض نباتات اور حیوانات میں اور آدمی میں غذاے نباتی اور غذاے حیوانی کے سَت سے خدا ایک مادّہ پیدا کرتا ہو وہ مادّہ تخم کا حکم رکھتا ہو۔ خدا سے بہتر کون مثال دے سکتا ہو فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰہِ الْاَمْثَالَ اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۝ وہ فرماتا ہو نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ تو اِس رُو سے مرد کا شتکار کی جگہ ہوا۔ عورۃ زمین۔ وہ مادّہ جس کو نطفہ کہتے ہیں بیج۔ بعینہٖ نباتات کا سا حال ہو۔ کاشتکار نے زمین میں بیج ڈالا۔ زمین نے اُس کو پرورش کیا اور بیج کا عین بین ویسا ہی درخت بن گیا جس کا بیج تھا۔ بیج ناقص ہے تو درخت بھی ضرور ناقص پیدا ہوگا۔ مگر بعض نقص خفیف بھی ہوتے ہیں۔ زمین کی طبیعۃ آب و ہوا کا شتکار کی کوئی تدبیر از قسم کھات نلانا۔ گوڑنا۔ سینچنا وغیرہ بیج کے نقص کو دور کر دیتا ہو تو درخت صحیح و سالم اُگتا ہو۔ لیکن بیج زیادہ بگڑا ہوا ہوتا ہو تو اُس کی روئیدگی میں چار و ناچار کوئی نہ کوئی روگ ہوتا ہو۔ اِس کی تصدیق ہم کو قرآن سے بھی ہوتی ہو کہ حضرۃ نوح علیہ السلام نے مدتوں اپنی قوم کو خدا کی طرف بلایا وہ لوگ کفر و شرک پر جمے ہوئے تھے۔ انھوں نے نوح کو ہاتھ اور زبان سے ستانے میں کسی طرح کی کمی نہیں کی۔ آخر نوح نے تنگ آکر اُن کے حق میں بددعا کی وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا۝ اِنَّکَ اِنْ تَذَرْھُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَکَ وَلَا یَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا۝ یہ ہو نطفے کا اُس درجے کا بگاڑ کہ اُس میں خداپرست نیکوکار آدمی بننے کی قابلیت باقی نہیں رہتی۔ جس طرح بیج کا فساد اگلی پود کو بگاڑ دیتا ہے ایسا بھی ہوتا ہو کہ بیج تو نقص سے پاک ہو مگر زمین جس میں بیج ڈالا گیا ہے شور ہو تو ایسی زمین کی روئیدگی کا بھی بھروسا نہیں وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُہٗ

---

۵۱ تو دنیا کے بادشاہوں کے قیاس پر) خدا کے لیے مثالیں تصنیف نہ کرو (ٹھیک مثال کا دینا) اللہ کو معلوم ہو اور تم کو معلوم نہیں ۱۲

۵۲ تمھاری بیبیاں (گویا) تمھاری کھیتیاں ہیں ۱۲ ۵۳ اور نوح نے (اپنی قوم کے حق میں یہ بھی) دعا کی کہ اے میرے پروردگار (ان) کافروں میں سے (کسی) متنفس کو بھی (زندہ) نہ چھوڑ (کہ) روے زمین پر رستا بستا (نظر آئے) کیونکہ اگر تو اِن کو رہنے دے گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ ہی کریں گے اور اِن سے جو نسل چلے گی وہ بھی بدکار (اور) سخت کافر ہی ہوں گے ۱۲ ۵۴ اور جو بستی (ایسی ہو کہ اُس کی زمین) عمدہ ہو اُس کے پروردگار کے حکم سے اُس کی پیداوار (بھی عمدہ ہی) نکلتی ہو اور (جو بستی ایسی ہو کہ اُس کی زمین) ناقص ہو اُس کی پیداوار (بھی) ناقص ہی ہوتی ہو ۱۲

بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۝ باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست ، در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس ،،

ہمارے اِس تمثیلی بیان سے تم نے معلوم کر لیا ہوگا کہ اولاد کے بننے اور بگڑنے میں ماں باپ کو کہاں تک دخل ہے اور اُس دخل کی ابتدا کب سے ہوتی ہے - ابتدا ہوتی ہے اُس وقت سے جبکہ آدمی باپ کی پیٹھ اور ماں کے سینے میں نطفہ ہوتا ہے فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ مِمَّ خُلِقَ خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ يَخْرُجُ مِن بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ[1]. اب اِس جگہ ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہی بات ہے تو تعلیم و تربیت وعظ و نصیحۃ قانون و شریعۃ سب بے کار ہے ۝ شمشیر نیک ز آہنِ بد چوں کند کسے ،، ناکس بہ تربیت نہ شود اے حکیم کس ،، یعنی آدمی میں دو باتیں پائی جاتی ہیں ضدِّ یکدگر - ایک طرف تو وہ ماں باپ سے عادتوں اور خصلتوں بلکہ رنگ روغن چہرے مُہرے جسمانی ساخت تک کی میراث لے کر آتا ہے - اور دوسری طرف اُس کو تعلیم و تربیت سے عمدہ عادتوں کے اختیار کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے - جواب یہ ہے کہ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہیں اور سچ ہیں - آدمی کے تمام اخلاق کا یہی حال ہے کہ افراط و تفریط کے درمیان ایک توسّط اور اعتدال کا رستہ ہے بال سے زیادہ باریک تلوار کی دھار سے زیادہ تیز جیسے قیامۃ کا پُل صراط - اِدھر کھائی اُدھر کنواں - ایک طرف اسراف ہے تو دوسری طرف بخل - ایک طرف نامردی ہے تو دوسری طرف تہوّر - آدمی کسی حال میں تعلیم و تربیت سے مستغنی نہیں اور کچھ نہ ہوگا تو بد عادتوں کی جو طبیعۃ میں راسخ ہیں شورش تو کم ہو گی - اولاد کے ساتھ برتاؤ کرنے میں جو افراط و تفریط لوگوں سے سرزد ہوتی ہے بہت کچھ محتاجِ اصلاح ہے - خدا نے تو مرد و زن میں ایک مادّہ جس میں ان کا مثل پیدا کرنے کی صلاحیۃ ہو بقائے نسل کے لیے خلق کیا تھا مگر چونکہ ہر ایک کی عقل اِس حکمۃ کو نہیں سمجھتی اِس لیے اِس مادّے کے ساتھ ایک طرح کی لذّۃ لگا دی ہے جس کی وجہ سے مرد و زن ایک دوسرے کی طرف رغبۃ کرتے ہیں - اب یہ مرد و زن دونوں کی غلطی ہے کہ اِنھوں نے اسی لذّۃ کو مقصودِ اصلی سمجھ لیا ہے - اور جس کو دیکھو اِس لذّۃ کے پیچھے دیوانہ ہو رہا ہے - اِس لذّۃ نے سلطنتیں کی سلطنتیں تباہ و برباد کر دی ہیں - خاندانوں کا اور اشخاصِ خاص کا تو کچھ شمار نہیں - اسی کے قریب قریب ایک مثال غذا کی ہے کہ غذا کا اصلی مقصود ہے جسم کی تقویۃ - فی الفم کی لذّۃ جو فضائے دہن میں محسوس ہوتی ہے وہ مقصودِ اصلی یعنی جسمانی تقویۃ کے حاصل کرنے کے لیے ہے - مگر لوگوں نے جسمانی تقویۃ سے قطعِ نظر کر کے زبان کے چٹخاروں ہی کو مقصودِ اصلی سمجھ لیا ہے - بے اشتہائے صادق کھا کھا کر اپھرتے ہیں اور مرتے ہیں ہم نے جو نطفے کو آدمی کی اصل قرار دیا تو اُس کی پیدایش کے سلسلے میں سے اوپر کی چند کڑیاں چھوڑ کر بیچ میں سے شروع کر دیا ہے ورنہ سچ پوچھو تو آدمی کی اصل مٹّی ہے مٹّی نے ترقی کر کے نباتات میں جنم لیا - نباتات نے حیوانات میں حیوانات نے انسان میں " ہفصد و ہفتاد قالب دیدہ ام " کے یہی معنے ہیں - خیر یہ تو اٹکل کے

[1] تو انسان کو چاہیئے (کہ اور نہیں تو اتنی ہی بات کو) دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے وہ پیدا کیا گیا ہے پانی (یعنی قطرۂ منی) سے جو (انزال کے وقت) اُچھل کر نکلتا ہے پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے بیچ میں سے ۱۲

سکتے ہیں۔ قرآن کے ظاہر الفاظ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے پہلے آدمی کی شکل کا مٹّی کا پُتلا بنایا۔ پھر اُس میں جان ڈال دی۔ اِس کے بعد سے توالد و تناسل کا وہ قاعدہ چلا جو اَب تک جاری ہے تو اِس حساب سے نطفہ ہی آدمی کی اصل ٹھیرا۔ اور چونکہ نطفے کی اصل ہے غذا تو چاہیئے کہ غذا کے درجے سے نطفے کی حفاظت کا اہتمام کیا جائے کہ غذا لطیف ہو معتدل ہو۔ مگر یہ دور دراز کی باتیں ہیں داخل الاوہام اور ناممکن العمل۔ بہر کیف غذا کے درجے سے نہیں تو علوق کے وقت سے نطفے کی حفاظت کا اہتمام شروع ہو جانا چاہیئے۔ خدا نے جسم و روح میں کچھ اِس طرح کا تعلق رکھا ہے کہ ایک کے عوارض دوسرے میں اثر کیے بدون نہیں رہتے۔ زمانِ حمل میں عورت کی زندگی دوگانہ زندگی ہوتی ہے۔ ایک اُس کی اپنی اصلی زندگی مؤثر اور ایک جنین کی زندگی شکمی متاثر۔ تو حاملہ عورت کو چاہیئے کہ جنین کی جسمانی اور روحانی دونوں طرح کی زندگی کا خیال رکھے۔ جسمانی زندگی سے مراد ہے توانائی تندرستی۔ روحانی سے اخلاقی اور مذہبی۔ اچھا پھر یہ ہو تو کیونکر ہو۔ یہ ہو خود اپنی جسمانی اور روحانی زندگی کے تندرست رکھنے سے کہ زمانِ حمل میں اُس کا سر تک نہ دُکھے۔ بتکلف اپنے تئیں خوش رکھے۔ کوئی بُرا خیال دل میں آنے پائے۔ حمل کا زمانہ حاملہ اور جنین دونوں کے لیے بڑا نازک وقت ہے۔ عورت کے لیے تو حمل کا ہونا ہی بیس بیماریوں کی ایک بیماری ہے۔ رہا جنین۔ اُس کے سنبھالنے کے لیے بڑی احتیاط کرنی پڑتی ہے۔ پھر وضعِ حمل۔ وہ تو کچھ خدا ہی کی قدرت ہے کہ عورت صحیح سلامت اُٹھ کھڑی ہوتی ہے ورنہ دائیاں جس سلیقے کی ہوتی ہیں معلوم۔ جو تعلق بچّے کو بطنِ مادر میں رہتے تک ماں کے ساتھ ہوتا ہے پیدا ہوئے پیچھے وہ تعلق تو باقی نہیں رہتا مگر دوسری طرح کے متعدد اور قوی تر تعلقات لاحق ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ غالباً ماں ہی اپنے بچّے کو دودھ پلائے گی۔ ماں ہی اپنے بچّے کو گود میں لیے رہے گی۔ ماں ہی اپنے بچّے کو خوش آیند لوریاں[1] سُنائے گی۔ ماں ہی اپنے بچّے کو ساتھ لے کر سوئے گی۔ ماں ہی اپنے بچّے کو بولنا بات کرنا سکھائے گی۔ غرض دو برس تک تو بچّہ کسی وقت ماں کا پنڈ چھوڑتا نہیں۔ تو کیا ایسے گاڑھے ایسے لمبے اختلاط کی حالت میں ماں کی خُو بُو بچّے میں اثر نہ کرے گی؟ ضرور کرے گی اور گہرا اثر کرے گی۔ لوگوں کو معلوم نہیں کہ پیدا ہوتے کے ساتھ بچّے کے حواسِ ظاہر و باطن کے سب لطیفے جاری ہو جاتے ہیں۔ غرض بچّہ جتنی دیر جاگتا رہتا ہے ایک لمحہ بھی معطّل نہیں رہتا وہ چُپکے چُپکے کچھ نہ کچھ سیکھ رہا ہے مگر اوپر والوں کو خبر نہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ بچّے کے لیے ماں کی گود پہلا مکتب ہے۔ اور ماں پہلی مُعلّم۔ پھر بچّہ پیدا ہوتا ہے تو دل کی کوری تختی لیے پیدا ہوتا ہے۔ ماں اُس پر نقشِ اوّل بناتی بلکہ کندہ کرتی ہے کہ شاید تعلیم و تربیت سے ماند پڑ جائیں مگر بالکل مٹ نہیں سکتے۔ اولاد کے ہونے سے کتنی بڑی تو ذمہ داری ماں باپ پر عائد ہوتی ہے کہ بچّے کو دنیا و دین دونوں کے کام کا بنانا ہے مگر فرزندان کے بھاؤ میں نہیں۔ اِسی ذمہ داری کے لحاظ سے خدا

[1] لوری ایک خاص طرح کا راگ ہے جس کو عورتیں بچوں کو سُلانے کے لیے ایک خاص لَے سے اُن کے کان میں گاتی ہیں۔ لوریوں میں سے ایک لوری یہ ہے ؎ آجا ری نِندیا تو آ کیوں نہ جا + میرے بچّے کی آنکھوں میں گھُل مِل جا + آتی ہوں بیوی آتی ہوں + دو چار بچّے سُلاتی ہوں + میرے بچّے کی جگہ میرے ننّے۔ میرے بالے۔ میرے پیارے یا بچّے کا نام لے کر لوری کو بار بار دوہرایا جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی بچّے کو تھپکتی بھی جاتی ہیں یہاں تک کہ بچہ سو جاتا ہے ۱۲

نے فرمایا ہے اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ[1] اگر ماں باپ کو اولاد کے حقوق اور اولاد کے تعلق سے اپنے فرائض کا کماحقّہٗ خیال ہو تو اس سوچ میں راتوں کو نیند نہ آئے۔ نیند تو یہاں بھی نہیں آتی مگر سوچ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس سبب سے کہ اندر سے باہر تک دُھوم مچی ہوئی ہے۔ اندر سارے زچہ گیریوں[2] کے کان پڑی آواز نہیں سُنائی دیتی باہر دروازے پر بھانڈ دھمّال مچائے رہتے ہیں۔ حقوق اور فرائض کا یہ حق ادا ہو رہا ہے یوں تو عالم میں ہزاروں لاکھوں قسم کی مخلوقات ہے مگر ضروری اور کام کی مخلوق سمجھو تو آدمی ہے۔ ضروری اور بکار آمد ہونے کے ساتھ آدمی میں ایک بڑا نقص یہ ہے کہ اس کی ہستی بہت ہی مختصر ہے۔ ساٹھ ستّر اَکْثَرُ اَعْمَارِ اُمَّتِیْ مَا بَیْنَ السِّتِّیْنَ وَالسَّبْعِیْنَ[3] حد سو برس۔ تو اس نقص کی تلافی خدا نے اس طرح پر کی کہ شخصی ہستی تو نہیں مگر نوعی ہستی باقی رکھنے کے لیے ہر فرد بشر کے پیچھے مرد ہو یا عورت اولاد کی تمنّا لگا دی۔ اسی تمنا کے نتیجے ہیں کہ دنیا کی مردم شماری ایک ارب پچاس کروڑ تک پہنچ گئی ہے اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ ٭

اچھا یہ تو نسلِ آدم کے باقی رکھنے کی تدبیر ہوئی۔ ان میں امن و عافیت قائم رکھنے کے لیے حکومت کا دستور جاری کیا وَرَفَعْنَا بَعْضَھُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُھُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا[4]۔ دنیا میں حکومتیں کئی طرح کی ہیں۔ سب سے پہلی حکومت جس کے اکھاڑے میں آدمی نکالا اور سدھایا جاتا ہے ربّ البیت اور ربّۃ البیت یعنی والدین کی حکومت ہے۔ ہر ایک گھر ایک چھوٹی سی سلطنت ہے۔ باپ بادشاہ ماں ملکہ۔ اور اولاد نوکر چاکر وغیرہ علی اختلاف المراتب رعایا۔ آدمی کے بچھڑوں پر پہلے پہل والدین کی حکومت کا ہلکا جُوا رکھا جاتا ہے تاکہ وہ نہ تنہا حاکمِ وقت۔ مذہب وغیرہ کے بھاری بھاری جوؤں کے اُٹھانے کے لیے تیار ہو۔ پھر حکومت کا اسلوب تبھی جاکر ٹھیک بیٹھتا ہے کہ محکوم اطاعت کرے اور ساتھ ہی حاکم کو بھی حکمرانی کا ڈھنگ آتا ہو۔ یعنی رعایا کا فرض ہے اطاعت اور ربّ البیت کا فرض ہے رعایا کو اپنے ضبط میں رکھنا۔ اُن سے اطاعت کرانا۔ لیکن ہم خانہ داریوں میں حکومت کے اسلوب کو ایسا بگڑا ہوا پاتے ہیں کہ گھروں میں جیسی کچھ بدنظمی اور بغاوت ہے سو ہے اولاد بڑی ہوکر دوسری حکومتوں کو بھی اچھی طرح انگیز نہیں کرتی۔ اس لیے کہ ان کے سروں میں لَمْ اَکُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ[5] کی شیطنت بھری ہوئی ہوتی ہے۔ اس کا الزام سراسر والدین کے سر ہے کہ

---

[1] تمہارے مال اور تمہاری اولاد بس (دنیا کے) بکھیڑے ہیں ۱۲ [2] زچہ گیریاں وہ گیت ہیں جو بچے کے پیدا ہونے پر چھٹی تک گائے جاتے ہیں۔ بھانڈوں کی معمولی زچہ گیری تو یہ ہے۔ میری پیاری بچّا یا میری البیلی بچّا یا آج دولاری بچّا۔ مان کرے نند لال سے ٭ گھر کی بیبیوں کی زچہ گیریاں بہت ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ گوری کے سیّاں ٭ گلے ہار سرہانے بتیاں ٭ پیا ایک کہا میرا کیجیو ٭ اپنی اماں کو آنے نہ دیجیو ٭ تیری اماں مجکو نہ بھاوے ٭ وہ تو گونا سٹورا چرا وے ۱۲ [3] میری امت کی زیادہ سے زیادہ عمریں ساٹھ اور ستر برس کے درمیان میں ہیں ۱۲ [4] اور ہم نے (دنیاوی) درجوں کے اعتبار سے ان میں ایک کو ایک پر ترجیح دی ہے تاکہ ان میں ایک کو ایک (اپنا) محکوم بنائے رہے ۱۲

[5] میں وہ نہیں کہ ایسے کو سجدہ کروں جس کو تُو نے کالے (اور) سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا جو (سوکھ کر) کھن کھن بولنے لگتا ہے۔ (یہ شیطان کا مقولہ ہے جب اُس نے آدم کو سجدہ نہیں کیا اور خدا نے اس کا سبب پوچھا تو اُس نے یہ جواب دیا) ۱۲

یہ اولاد کو اپنے بُرے نمونے دکھاتے - اِن کو باتوں سے - حرکات و سکنات سے - اداؤں سے بُری تعلیم دیتے بیہودہ لاڈ پیار سے - چوچلوں سے نازبرداریوں سے اُن پر یہ ثابت کر دیتے ہیں کہ وہ حاکم ہیں اور سب اُن کے محکوم ذرا اُن کی آنکھ میلی ہو تو ماں پیٹ پیٹ کر اپنا خون کر دے - اور باپ بھنّایا بھنّایا پھرے - ایسی باؤلی محبت کا ضروری نتیجہ یہ ہے اور اس کے سوا ہونا بھی کیا ہے کہ جتنی بدعادتیں ہیں سب ہی کا بیج تو لاڈلی اولاد کی طبیعت میں بویا جاتا اور عمر کے ساتھ ساتھ وہ بیج جڑ پکڑتا - پھوٹتا اور پھولتا پھلتا ہے - لوگ کیا ہیں؟ چیونٹی بھرے کباب ہیں پھینک دینے کے قابل! اور یہ ساری خرابیاں اس سے پیدا ہوتی ہیں کہ اولاد کی تربیت ٹھیک طور پر نہیں ہوتی - اور لوگ اُن فرائض سے واقف نہیں جو اولاد کے تعلق سے اُن پر عائد ہوتے ہیں ؞

ہم نے تو جتنا سوچا جتنا غور کیا آخر یہی رائے قرار پائی کہ ماں باپ ہی اولاد کو بگاڑتے اور خراب کرتے ہیں - یا تو ماں باپ ہی بُرے ہوتے ہیں اور اُن کی دیکھا دیکھی اولاد بھی بُری ہوتی جاتی ہے - یا اولاد کیسی ہی بے جا بات کیوں نہ کرے اِفراطِ محبت کی وجہ سے اُن کو منع نہیں کرتے یا ماں باپ ناعاقبت اندیش ہیں دنیا و ما فیہا سے بے خبر - وہ اپنی وہی پُرانی بے وقت کی راگنی گا رہے ہیں یہ نادان دوست هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ کے مصداق ہیں - اولاد کی زیست کو تلخ کرتے ہیں اور اُن کو وہ ہنر نہیں سکھاتے اور نہیں سیکھنے دیتے جس سے خوش حالی اور آبرو کے ساتھ زندگی بسر کریں - صاف صاف کیوں نہ کہیں ہماری مراد وہ لوگ ہیں جو تعصب کی وجہ سے حالانکہ مذہب اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا انگریزوں کی ہر ایک چیز سے نفرت کرتے ہیں - اُن کی وضع سے - اُن کے طرزِ تمدن سے - اُن کی زبان سے - اُن کے علوم سے - اُن کے انتظام سے - اُن کے قانون سے - اُن کی عملداری سے - اُن کی دواؤں سے - اُن کے علاج سے - غرض کہ اِن لوگوں کو اِن موؤں[1] کے نام ہی بُرے لگتے ہیں اور گڑ کھاؤں گُلگُلوں سے پرہیز - مزہ یہ ہے کہ انگریزوں کے بدون گزرتی بھی نہیں - تھوڑی دیر کے لیے غور کر کے دیکھیں تو معلوم ہو کہ سوئی پیچک - دیا سلائی - چاقو - مقراض - کپڑا - تمام سامانِ آرائش و آسایش ڈاک - ریل - تار - ویلیو پے ایبل - منی آرڈر - نوٹ - روپیہ پیسہ - ضرورۃ کی کل چیزیں انگریزی ہیں - انگریزوں نے نہ صرف بزورِ شمشیر ملک پر قبضہ کیا ہے بلکہ ہنرمندی کے بل بوتے پر رعایا کی زندگی اپنی مٹھی میں کر لی ہے خدانخواستہ ایک دن کے لیے بھی یہ عملداری اُٹھ جائے اور یورپ سے قطعِ تعلق ہو کر مالِ تجارۃ کا آنا جانا موقوف ہو جائے تو قدرِ نعمۃ بعدِ زوال حقیقۃ معلوم ہو مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللهَ[2] - آدمی بھی عجیب قسم کا مخلوق ہے اس کو موم کی ناک بے پیندی کا بدھنا کہا جائے تو چنداں بے جا نہیں مختلف طرح کے خیالات اس کے

[1] یہ ایک قصہ طلب بات ہے کہ ہمارے متعارفین میں ایک بزرگ شیعہ سے سُنی ہو گئے - اِن کا سارا خاندان مرد و زن شیعہ تھے اِن کے سُنی ہو جانے سے خاندان میں اندر باہر مذہبی مباحثے چھڑ گئے - اِن کی ایک بوڑھی پھوپی تھیں تو یہ اُن کو بھی سمجھایا کرتے تھے کہ مرشیوں کو غلط عقیدے سے توبہ کریں - وہ بی بی اِن کے دلائل کا تو کیا جواب دیتیں ہار کر خلفائے ثلاثہ کے حق میں فرماتیں کہ بیٹا تو جو کہتا ہے سچ ہوگا مگر میں کیا کروں مجھے اِن موؤں کے نام ہی بُرے لگتے ہیں تو کیوں میری جان کھاتا ہے - میں تو مرتے دم تک اِن کو کوستی ہی رہوں گی ۱۲

[2] جس نے لوگوں کی قدرشناسی نہیں کی وہ خدا کی کیا خاک قدرشناسی کرے گا ۱۲

دل میں آتے ہیں اور وہ ان خیالات کی کشاکش میں جادۂ اعتدال پر ثابت قدم نہیں رہنے پاتا ۔ اب یہی ایک اولاد کا تعلق ہے ۔ ایک طرف تو ایسی گرویدگی ایسا شغف کہ نہ اپنا فائدہ دیکھیں نہ اولاد کا ۔ اظہار محبت کی بیہودہ اور ناجائز رسموں کے پیچھے اپنی دنیا اور اپنے دین دونوں کو تباہ کریں سو کریں اولاد کو بھی دنیا و دین کسی کے کام کا نہ رکھیں ۔ دوسری طرف ایسی دشمنی ایسا بیر کہ معصوموں کو جان سے مارنے میں بھی ذرا ترس نہ آئے ۔ آخر وہ بھی تو آدمی ہی تھے اور ہیں جو سسرے یا سالے کہلانے کی عار کے مارے بیٹیوں کو مار ڈالتے ہیں ۔ خدا کے فضل سے مسلمانوں میں تو دختر کشی کا وقوع کہیں سننے میں نہیں آیا اور ہو تا تو سننے میں آتا پر تا ہم بیٹیوں کے ہونے کو تو کوئی بھی اچھا نہیں سمجھتا یعنی اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ[ملہ] کا دھبہ مسلمانوں کے ناصیۂ حال پر سے بھی نہیں مٹنا تھا اور نہیں مٹا ۔ سسرے اور سالے کا لفظ ابھی تک بھی گالی کی طرح استعمال کیا جاتا ہے ۔ یہ نہیں کہ دلوں میں بیٹیوں کی محبت نہیں ۔ ہے مگر بیٹیوں کی ناپسندیدگی کی یہ وجہ ہے کہ اس عام تنزل کے زمانے میں بیٹیوں کو اچھے بر نہیں ملتے اور لوگ کچھ ایسے راہ و رسم کے پابند ہو رہے ہیں کہ بیٹیوں کو بھاری بھاری جہیز دینے کا مقدور نہیں اور بغیر بھاری جہیز کے نہ بیٹی والے بیٹی کا رخصت کرنا پسند کرتے ہیں ۔ اور نہ کوئی اُن کے لینے کی حامی بھرتا ہے ۔ بہر کیف بیچاری بیٹیوں کی مٹی خوار ہے کیسے ہی گھر کی ہوں ۔ مسلمانوں میں دختر کشی کا تو واقع میں بیج مارا گیا ہے ۔ مگر ہاں اتنا تو ہے کہ بعض عورتیں کثرتِ اولاد سے اکتا کر کوئی تدبیر کر لیتی ہیں اور ایسی تدبیریں عورتوں کو معلوم رہتی ہیں کہ حمل رہنے نہ پائے اور رہے تو ٹھیرنے نہ پائے ۔ ہم کو اس کا مذکور اس لیے کرنا پڑا کہ ہمارے نزدیک یہ فعل بھی جرم نہیں تو گناہ ضرور ہے[سلہ]

سلہ کیونکہ پیغمبر صاحب نے عزل[علہ] اور غیلہ[عسہ] دونوں کو ناپسند کیا ہے اور جو علۃ ہے عزل کی وہی علۃ ہے اُس تدبیر کی جو عورتیں حمل نہ رہنے کے لیے کر لیتی ہیں ۔ اور جب یہ ہے تو دونوں کا حکم ایک یعنی پیغمبر صاحب کی ناپسندیدگی اور پیغمبر صاحب کی ناپسندیدگی موجبِ گناہ نتیجہ یہ نکلا کہ عورتوں کی یہ تدبیر گناہ کا باعث ہے عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ اَعْزِلُ عَنِ امْرَأَتِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فَقَالَ الرَّجُلُ اُشْفِقُ عَلٰى وَلَدِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ ذٰلِكَ ضَارًّا ضَرَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ (مسلم) سعد بن ابی وقاص سے روایۃ ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں اپنی عورۃ سے عزل کرتا ہوں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا کیوں کرتا ہے اُس شخص نے عرض کیا کہ مجھے اُس کے بچّے کا خوف ہے (کہ حمل رہ جائے تو دودھ پیتے بچے کو تکلیف پہنچے) فرمایا (اگر دودھ پیتے بچے کو ماں کا حاملہ ہونا) مضر ہوتا تو اہل فارس اور روم کو مضر ہوتا (جو ایسا کیا کرتے ہیں) عَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ قَالَتْ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اُنَاسٍ وَّهُوَ يَقُوْلُ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَنْهٰى عَنِ الْغِيْلَةِ فَنَظَرْتُ فِى الرُّوْمِ وَفَارِسَ فَاِذَا هُمْ يُغِيْلُوْنَ اَوْلَادَهُمْ فَلَا يَضُرُّ اَوْلَادَهُمْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَاَلُوْهُ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ الْوَاْدُ الْخَفِیُّ وَهِیَ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ (مسلم) جدامہ بنت وہب کہتی ہیں کہ میں اور بہت سے لوگوں کے ساتھ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھی اور آپ فرما رہے تھے کہ میں عزم بالجزم کر چکا تھا کہ لوگوں کو غیلہ قطعاً منع کر دوں لیکن جب میں نے روم و فارس کو دیکھا کہ وہ غیلہ کرتے ہیں تو اُن کی اولاد کو اس سے کچھ نقصان نہیں پہنچا (اس لیے اب میں منع نہیں کرتا) اس کے بعد لوگوں نے عزل کے بارے میں سوال کیا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مخفی زندہ درگور کرنا ہے جس کا ذکر آیہ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ میں ہے ۱۲

علہ عزل کہتے ہیں انزال کے قریب عورۃ سے علیحدہ ہو کر خارج از فرج انزال کرنے کو ۱۲

عسہ غیلہ کے معنی ہیں مرد کا اپنی بیوی سے ہم بستر ہونا جب کہ وہ بچے کو دودھ پلا رہی ہو ۱۲

ملہ پ ۱۴ ع ۱۰ ترجمہ وفائدہ سے "بیٹی سے ناراض ہوتے ہیں" تک ... اور اگر تفصیلی ترجمہ وفائدہ وہاں دیکھو ۱۲

ہمارے ایک دوست ذبیحے کا گوشت نہیں کھاتے تھے۔ سبب پوچھا تو کہا مجکو گوشت کی صورۃ دیکھ کر جاندار کے ذبح کیے جانے کا خیال آجاتا ہے۔ پھر ہم نے اُن کو انڈے کھاتے دیکھا اور اعتراض کیا تو کچھ جواب نہ دے سکے۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ انھوں نے انڈے کھانے بھی چھوڑ دیے ہوں گے وہ ایسے ہی مزاج کے آدمی تھے۔

لوگوں سے اولاد کی ایک بڑی ظالمانہ حق تلفی یہ ہوتی ہے کہ مارے ارمان کے چھوٹی سی عمر میں اُن کا بیاہ کر دیتے ہیں اس سے نسلیں ناتمام اور ضعیف ہوتی چلی جا رہی ہیں اور چھوٹی سی عمر میں نہیں بھی کرتے تو اولاد سے پوچھتے تک نہیں۔ مرد و زن میں ایک دوسرے کو پسند کرنے کی بہت سی وجوہ ہو سکتی ہیں۔ کوئی حسن صورۃ کو پسند کرتا ہے کوئی سیرۃ کو کوئی نسب کو کوئی حسب کو۔ کوئی ہنر کو۔ کوئی دین کو۔ کوئی مال کو۔ کوئی جمال کو۔ اور پھر جمال کا بھی کوئی معیار مقرر نہیں کسی کو رنگ پسند ہے کسی کو نقشہ۔ کسی کو کوئی خاص ادا۔ کوئی شرم و حیا کی قدر کرتا ہے۔ کوئی شوخی کی۔ اپنا اپنا خیال ہی تو ہے۔ ایک کثرۃ اولاد کا آرزومند ہے۔ دوسرا بانجھ تو نہیں چاہتا مگر بکھیڑے سے گھبراتا ہے۔ اور دل میں کہتا ہے کہ ایک بس کرتا ہے۔ بشرطیکہ نیک ہو یا شاید اس کا یہ خیال ہو کہ بچّہ کش عورۃ جلدی سے ڈھلک جاتی ہے۔ غرض جتنے دل اُتنے مذاق۔ نباہ تو کرنا پڑے گا میاں بیوی کو اور وہ ایک دوسرے سے اجنبی اور اجنبی بھی ایسے کہ صورۃ آشنا تک نہیں۔ نکاح سے پہلے کوارے مرد اور کواری عورۃ میں اس درجے کا اختلاط کہ ایک کا ایک مزاج شناس ہو جائے جیسا کہ انگریزوں میں ہوتا ہے پایدار محبت کی نظر سے ہو تو مناسب۔ مگر اول تو پردہ اس کی اجازت نہیں دیتا۔ دوسرے خلاف احتیاط بھی ہے۔ مگر گاڑھا اختلاط خلاف احتیاط ہو تو اتنی اجنبیۃ بھی خلافِ احتیاط ہے جیسی ہمارے یہاں ہے وہ ابتدا کے لحاظ سے اور یہ انجام کے اعتبار سے۔ اب ہم دو حدیثیں نقل کرتے ہیں جن سے مذاق اور اختلاط کے بارے میں شارع علیہ السلام کا منشأ معلوم ہو جائے گا۔ عمل کرنا نہ کرنا ہمارا کام ہے۔

حدیث اوّل عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ فَانْظُرْ اِلَیْهَا فَاِنَّ فِیْ اَعْیُنِ الْاَنْصَارِ شَیْئًا وَفِیْ رِوَایَةٍ اُخْرٰی عَنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ خَطَبْتُ امْرَاَةً فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلْ نَظَرْتَ اِلَیْهَا فَاِنَّهٗ اَحْرٰی اَنْ یُّؤْدَمَ بَیْنَکُمَا (مسلم۔ ترمذی۔ نسائی) حضرۃ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمۃ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں ایک انصاری عورۃ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں فرمایا اُسے دیکھ لے کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ (زردی یا نیلاہٹ کا) عیب ہے۔ دوسری روایۃ میں مغیرہ بن شعبہ سے آیا ہے کہ میں نے ایک عورۃ کو نکاح کا پیام دیا تو رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تو نے اُسے دیکھ لیا ہو کیونکہ یہ دیکھنا اس بات کے لائق تر ہے کہ تم دونوں میں الفت محبت پیدا کرے۔

حدیث دوم عَنْ جَابِرٍ قَالَ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَةٍ فَلَمَّا قَفَلْنَا کُنَّا قَرِیْبًا مِّنَ الْمَدِیْنَةِ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ حَدِیْثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ قَالَ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَبِکْرٌ اَمْ

ثَیِّبٌ قُلْتُ بَلْ ثَیِّبٌ قَالَ فَهَلَّا بِکْرًا تُلَاعِبُهَا وَ تُلَاعِبُكَ فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ اَمْهِلُوْا حَتّٰى نَدْخُلَ لَیْلًا اَیْ عِشَاءً لِکَیْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِیْبَةُ۔ حضرۃ جابرؓ کہتے ہیں کہ ہم چند صحابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک جہاد میں تھے وہاں سے لوٹتیوں کو مدینے کے قریب ہوئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نو کتخدا ہوں۔ فرمایا تو نے بیاہ کیا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا وہ کواری ہے یا شوہر دیدہ۔ میں نے عرض کیا شوہر دیدہ۔ فرمایا بھلا تو نے کواری عورۃ سے نکاح کیوں نہیں کیا کہ تو اُس سے پیار کی باتیں کرتا اور وہ تجھ سے۔ تو جب ہم مدینے میں آئے اور اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے پیغمبر صاحبؐ نے فرمایا ذرا ٹھیرو۔ حتّے کہ شام ہو جائے تاکہ غبار آلود اور پریشان بالوں والیاں کنگھی چوٹی کریں اور جن کے شوہر ایک عرصے سے غائب ہیں وہ زیر ناف کے بال لے لیں۔

نسائی کی روایت میں اس طرح آیا ہے۔ عَنْ جَابِرٍ اَنَّهُ تَزَوَّجَ امْرَأَةً عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَقِیَهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتَزَوَّجْتَ یَا جَابِرُ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَبِکْرًا اَمْ ثَیِّبًا قَالَ قُلْتُ بَلْ ثَیِّبًا قَالَ فَهَلَّا بِکْرًا تُلَاعِبُكَ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کُنَّ لِیْ اَخَوَاتٌ فَخَشِیْتُ اَنْ تَدْخُلَ بَیْنِیْ وَبَیْنَهُنَّ قَالَ فَذَاكَ اِذَنْ اِنَّ الْمَرْأَةَ تُنْکَحُ عَلٰى دِیْنِهَا وَمَالِهَا وَجَمَالِهَا فَعَلَیْكَ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاكَ۔ یعنی حضرۃ جابرؓ نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ایک عورۃ سے نکاح کیا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے مل کر فرمایا کہ جابر! کیا تم نے نکاح کر لیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ جابر کہتے ہیں میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا کواری سے یا شوہر دیدہ سے۔ میں نے عرض کیا شوہر دیدہ سے فرمایا کواری سے کیوں نہیں کیا جو تم سے پیار کی باتیں کرتی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری کئی بہنیں ہیں تو میں نے خوف کیا کہ کواری لڑکی (ناتجربہ کار اور صغیر السن ہونے کی وجہ سے) مجھ میں اور میری بہنوں میں خلل دے۔ فرمایا اگر اس غرض اور نیت سے شوہر دیدہ عورۃ سے نکاح کیا ہے تو کچھ مضایقہ نہیں عورۃ کو تین اعتبار سے نکاح میں لایا جاتا ہے۔ دینؔ کے لحاظ سے۔ مالؔ کے اعتبار سے۔ جمالؔ کی حیثیت سے تو تو اے مخاطب دیندار عورۃ کو طلب کر تیرے دونوں ہاتھ خاک آلودہ ہوں۔

حقوق الزوجین

نمبر ۱۰ خطبہ اور مخطوبہ کو دیکھنا

نمبر ۹ کئی عورتوں میں عدل انصاف

نمبر ۱۸ اُجرتِ استرضاع

تمہید

جتنی قسم کے تعلقات آدمی کو ابنائے جنس کے ساتھ رکھنے پڑتے ہیں سب میں زیادہ سے زیادہ قوی زناشوئی کا تعلق ہے اول تو اتنا گہرا اور گاڑھا اختلاط اور کسی تعلق میں نہیں هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ[ف۱] دوسرے کوئی اور تعلق اتنا ممتد اور دیرپا بھی نہیں ہوتا تیسرے اس تعلق کی بنیاد ہے دوستی اور باہمی محبت پر جس کو طرفین کی اغراض اور حاجتیں آخر تک تازہ اور مستحکم کرتی رہتی ہیں۔ ہم کو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس تعلق کے بدون مرد اور عورۃ دونوں اپنی اپنی جگہ ناقص الخلقت ہیں اور یہی ایک تعلق ہے جو دونوں کو ملا کر پورا ایک آدمی بناتا ہے۔ من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی ٭ تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری ٭ خدا کو ایک وقت خاص تک بنی آدم کا آباد رکھنا منظور ہے اور اس تعلق کے بدون نہ اکیلا مرد نسل کو چلا سکتا ہے اور نہ اکیلی عورۃ۔ یعنی خدا نے مرد و عورۃ کا امتیاز اسی غرض سے رکھا ہے کہ دونوں مل کر خدا کے ارادے کی تکمیل کریں۔ زن و شو کی مثال شربت کی سی ہے کہ اس کے دو جزو ہیں جداگانہ۔ شکر اور پانی۔ دونوں گھل مل کر ایک ذات ہو جائیں تو شربت بنے۔ یہ بات اسی رشتے میں دیکھی جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے مال و متاع اولاد۔ رنج و راحت۔ آبرو۔ ہر چیز اور ہر حالت میں مرد اور عورۃ کی لازمی شرکت قائم ہو جاتی ہے۔ جیسا یہ تعلق ضروری اور باوقعت ہے ویسا ہی خدا اور خدا کے رسول نے شروع سے آخر تک اس کے ہر ہر پہلو پر نظر کر کے ایسے قاعدے ٹھہرا دیئے ہیں صاف اور واضح کہ مرد اور عورۃ دونوں ان پر پورے پورے کاربند ہوں تو دنیا کی

ف۱ وہ (یعنی بیبیاں) تمہارے دامن (کی جگہ) ہیں اور تم اُن کی چولی (کی جگہ) ہو ۱۲

عہ مذکورہ بالا عنوانوں کی ترتیب اگرچہ بظاہر نادرست معلوم ہوتی ہے مگر ہم نے حقوق الزوجین کی تین قسمیں کی ہیں۔ حقوق مشترک ایک۔ مردوں کی حقوق عورتوں پر دو۔ عورتوں کے حقوق مردوں پر تین۔ اس نظر سے دیکھو گے تو ترتیب بالکل درست پاؤ گے ۱۲

زندگی ہی میں بہشت کا مزہ آجائے۔ مگر اول تو خدا رسول کا کہنا کوئی سنتا نہیں اور جو سنتا ہے وہ مانتا نہیں نتیجہ یہ ہے کہ جدھر جاؤ جھگڑے جہاں دیکھو فساد جس سے سنو شکایت۔ ایک جلسے میں اسی کی گفتگو ہو رہی تھی کہ آخر اس کا سبب کیا ہے۔ یوں تو جتنے مونہ اُتنی باتیں۔ دیر تک ردّوکد ہوتی رہی۔ مگر میرے سوا اکثر کی یہ رائے تھی کہ آج کل جتنی بے لطفیاں خانہ داریوں میں ہیں سب نہ ہونے کی ہیں۔ مسلمانوں میں مقدور تو رہا نہیں۔ مرد دن بھر محنت مزدوری میں لگے رہتے ہیں چلتے وقت کار خانہ دار سے پیسے مانگے۔ اُس نے جھنجلا کر ٹکا سا جواب دیا تھکے ماندے کھسیانے خالی ہاتھ ہلاتے ہوئے گھر آئے اندر گھستے ہی ڈانٹ کر بیوی سے کہا ابھی ابھی تک چراغ بھی نہیں جلایا۔

بیوی۔ جلاتی اپنے سر سے۔ سویرے کام کو سدھارنے لگے ہو تو چلتے چلتے کچھ نہیں بتا کہ اُپلے نہیں تیل نہیں۔

میاں معلوم ہوتا ہے کہ روٹی کا بھی غرہ ہے۔

بیوی۔ میری اور بدنصیب بچّوں کی قسمت کا تو غرہ ہے۔ مٹکے میں سے جھاڑ پونچھ کر سنا کر کے دو روٹی کا آٹا نکلا تھا گوندھتے تو گوندھ بیٹھی پیچھے سوچ آیا پکاؤں گی کاہے سے اُپلے تو ہیں ہی نہیں۔ ہمسائی کے ہاں تو اچڑھا ہوا تھا جاتے ہوئے لحاظ آیا اور تو کچھ نہ بن پڑا ٹاٹ جلا کر روٹی پکائی آدھی کچی آدھی جلی ہوئی۔ چھینکے پر طباق سے ڈھکی ہوئی دھری ہے۔ تم تو روز اپنے پیسے کبھی بڑی کبھی کباب لایا ہی کرتے ہو کھالو۔

میاں کچھ تو دن بھر کی محنت سے اور زیادہ تر کارخانہ دار کے روکھے پھیکے انکار سے جلے بھنے تو تھے ہی کبابوں کا نام سن کر تن بدن میں مرچیں ہی تو لگ گئیں بولے کہ کبابوں پر ایسی ہی رال ٹپکی پڑتی ہے تو باوا سے کہہ کر کسی کبابی کے ساتھ بیاہ کیا ہوتا اور اب کس لیے تیہے نے روک رکھا ہے۔

وہ تو اتفاق سے اتنی ہی بات ہونے پائی تھی کہ سیدھے بھاؤ ہمسائی سر پر آکھڑی ہوئی دونوں چپ کر گئے ورنہ میاں سیر تھے تو بیوی خیر سے سوا سیر۔ ایسی لڑائی ہوتی کہ سارا محلہ تماشا دیکھتا۔

جلسے میں آدھی درجن سے کچھ زیادہ ہی آدمی ہوں گے سب ایک مونہ۔ ہر ایک نے اپنی بات کی تائید میں ایک ایک دو دو مثالیں بھی بیان کیں میں نے کہا آپ صاحبوں کا فرمانا بھی ایک حد تک صحیح ہے مگر اس کا کیا جواب ہے کہ خوش حال گھروں میں اس سے بڑھ کر فسادات ہیں۔ اور میں نے بھی مجبوری نام لے لے کر چند امیروں کی ایسی برجستہ مثالیں بیان کیں کہ سب لگے بغلیں جھانکنے۔ آخر بات یہ قرار پائی کہ خانہ داری کی ساری مزیداری محبت میں ہے محبت ہی ایک چیز ہے جو تمام مشکلوں کو آسان اور تکلیفوں کو آرام کر دیتی ہے۔ اور چونکہ داعیۂ محبت ہمہ وقت موجود نہیں ہوتا محبت کے ساتھ یہ بھی ضرور ہے کہ زوجین ایک دوسرے کے حقوق اور فرائض کو جانیں پہچانیں اور سرِ مو حدِ شریعت سے تجاوز نہ کریں۔ تاکہ تخم محبت حفظِ حقوق اور ادائے فرائض کی آبیاری سے نشوونما پاتا ہے۔ ہم مسلمانوں کی خانہ داریوں میں بڑا نقص یہ ہے کہ نہ محبت کی پروا کی جاتی ہے نہ حقوق و

فرائض کا لحاظ۔ ہماری خانہ داریوں کی بسم اللہ ہی غلط ہوتی ہے۔ معاہدہ کرے کوئی اور نباہ کرے کوئی۔ جیسے قرض لے کوئی اور ادا کرے کوئی۔ حق تو اولاد کا ہے بیٹے ہوں یا بیٹیاں کہ اپنا جوڑا آپ انتخاب کریں۔ مگر والدین نے مغلوبِ رسم و راہ ہو کر اولاد کا یہ حق غصب کر لیا ہے اور یہی جڑ ہے تمام بے لطفیوں تمام فسادات۔ تمام خرابیوں کی جو خانہ داریوں میں دیکھتے ہو۔ والدین نے اولاد کا یہ حق تو غصب کیا اور ایک حق زبردستی اپنے اوپر لازم کر لیا کہ پرورش کی طرح اولاد کا بیاہ دینا بھی ماں باپ کا فرض ہے اور یہی خیال ارمانوں سے مل کر محرک ہوا کرتا ہے کہ ابھی اولاد بیاہ کی حقیقت اور اس کے نتائج کے سمجھنے کے قابل بھی نہیں ہوتی کہ ماں باپ کو بیاہ بارات کی جلدی پڑ جاتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ اولاد کو بیاہ کی ضرورت اب نہیں تو آگے چل کر پیش آئے گی۔ اور دنیا کے دستور نے بیاہ کے معاملے کو ایسا شرمناک بنا رکھا ہے کہ لڑکی تو لڑکی لڑکا بھی بیاہ کا نام نہیں لے سکتا۔ اس کے علاوہ جس دستور نے بیاہ کے معاملے کو شرمناک بنا رکھا ہے اسی دستور نے بیاہ کے ساتھ چند در چند مصارف بھی لازم کر دیئے ہیں۔ بعض ضروری اور اکثر فضول۔ جن کا سرانجام کنواروں سے نہیں ہو سکتا۔ یہی مجبوریاں ہیں جن کی وجہ سے اولاد کے بیاہ کا بار ماں باپ کو اپنے اوپر اٹھانا پڑتا ہے ہم ان مجبوریوں کو خوب سمجھتے ہیں اور ماں باپ کو اس بار سے سبکدوش کرنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی مگر تاہم اتنی صلاح تو ہم ضرور دیں گے کہ مجبوری کو مجبوری سمجھیں۔ اتنے سے بھی بہت کچھ اصلاح ہو جائے گی سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اولاد جب تک عمر کے لحاظ سے بیاہ کے قابل نہ ہو اولاد کے بیاہ کا نام ہی نہ لیں عمر کے علاوہ پہلے ہی سے اس بات کا بھی خیال کر لینا چاہیئے کہ بیاہ ہوئے پیچھے میاں بیوی لطف سے ہو یا بے لطفی سے ہو اور اکثر تو بے لطفی ہی سے ہوتا ہے اوبر سویر ضرور الگ گھر کریں گے۔ سدا سے یوں ہی ہوتی آئی ہے۔ ورنہ شہروں اور قصبوں اور دیہات میں اتنے الگ الگ گھر کیسے بستے۔ بیٹی والے تو شروع سے بیٹی کو الگ گھر کرنے کی صلاح دیں گے۔ بیٹے والے چاہیں گے کہ بیٹا بہو جدا نہ ہوں بیٹے کو اسی دن کے لیے پالا ہے پرورش کیا ہے کہ بڑھاپے میں کمائے اور ان کو کھلائے۔ غرض ساس بہو میں کشمکش ہو کر لڑائیاں پڑیں گی اور لوگوں کو معلوم نہیں۔ ہر ایک بہو کے زائچے میں لکھا ہوتا ہے کہ بہو کی جیت ہو گی اور ہوتی ہے۔ بھلا کہیں زائچے بھی جھوٹے ہوئے ہیں۔ آخر بہو میاں کو ساتھ لے بیں بسوے تو اپنے میکے میں نہیں تو کسی اور گھر میں جا رہتی ہے۔ اپنی چکی اپنا چولھا جو چاہا پکایا جو چاہا کھایا کوئی روکنے والا نہیں ٹوکنے والا نہیں۔ تو جب معلوم ہے کہ بیاہ ہوئے پیچھے میاں بیوی اوبر سویر ضرور الگ گھر کریں گے تو ماں باپ کا فرض ہے اور اولاد کی خیر خواہی بھی اسی کی متقاضی ہے کہ بیاہ سے پہلے اولاد کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے یعنی الگ گھر کرنے بیٹھنے کے لائق بنا دیں۔ مرد ہو تو وہ اس جوگا ہو کہ اپنی کمائی سے بی بی بچوں کے خرچ پات کی کفالت کر سکے عورت ہو تو وہ اس جوگی ہو کہ گھر کو سنبھال سکے۔ اور جو اولاد اس قابل نہیں اس کا کنوارا ہی رہنا بھلا۔ عمر کے ساتھ یہ بات بھی دیکھنے کی ہے اور لوگ دیکھتے بھی ہیں کہ دولھا عمر میں دلھن سے بڑا ہونا چاہیئے۔ جب ہم نے یہ

کہہ دیا کہ جب تک اولاد عمر کے لحاظ سے بیاہنے قابل نہ ہو تو اولاد کے بیاہ کا نام ہی نہ لیں تو ہم تعیین عمر کو والدین کی رائے پر چھوڑتے ہیں۔ اب فرض کرو کہ اولاد بیاہنے قابل ہوئی اور اس سے بھی اطمینان ہوا کہ لڑکا اپنی حیثیت کی قدر کماؤ ہے اور لڑکی ہے تو ماں کے ہاتھ کے تلے رہ کر خانہ داری کا سلیقہ سیکھ چکی ہے تو شوق سے ان کے کارِ خیر کا فکر کرو۔ مگر جہاں تک ہو سکے غیر جگہ۔ اپنایت میں نہیں۔ غیر جگہ ناطہ کرنے سے اول تو میل جول بڑھتا ہے دوسرے اکثر دیکھا گیا ہے کہ اپنایت میں جلد دلوں میں فرق پڑ جاتا ہے۔ تیسرے حکیم لوگ کہتے ہیں اور دلیل ہی سے کہتے ہوں گے۔ خدا جانے کیا بات ہے کہ اپنایت کی نسل کمزور ہوتی ہے سچ پوچھو تو یہ کام بڑا ہی مشکل کام ہے۔ لگا تو تیر نہیں تو تکا۔ اچھا کیا تو خدا نے اور برا کیا تو بندے نے۔ دو آدمیوں کی اگلی زندگی کا اور ان کی نسل کا فیصلہ کرنا ہے اور آدمی کی طبیعت کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ۔ اچھا خاصا دیکھ کر لیا ہے تھان پر باندھنے کی دیر تھی کہ پنچ عیب شرعی نکال لایا۔ بڑا ہے کوئی ہاتھ نہیں دھرتا پینے کی ہامی نہیں بھرتا۔ دو بول کیا پڑھے گئے کہ ساری بادی چھٹ چھٹا کر صاف ستھرا شایستہ۔ چونکہ اس تعلق کی خریداری موقوف ہے رغبت اور میلان پر۔ اور مرد ہو یا عورت ہر ایک کا مذاق مختلف۔ ایک دوسرے سے اجنبی۔ حیا مانعِ اظہار مافی الضمیر جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم ؎

چہ دانند مردم کہ در جامہ کیست ✦ نویسندہ داند کہ در نامہ چیست

غرض بڑی پیچی گانٹھ ہے کسی کے کھولے کھل نہیں سکتی۔ ماں باپ ہی کا جگرا ہے کہ اولاد کے بیاہ کا بیڑا اٹھا بیٹھتے ہیں اور جگرا کیا ہے ان کو اپنے ارمانوں کے آگے حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ[1] ان باتوں پر نظر ہی نہیں اور ہے تو لین دین پر۔ چڑھاوے اور جہیز پر۔ مہر کے ٹھہراؤ پر۔ دھوم دھڑکے پر۔ صورت شکل پر۔ کہیں ذات اور نسب پر اور جو ضروری بات دیکھنے کی ہے۔ بیاہ والوں کی دلی رغبت۔ لڑکے کی لیاقت لڑکی کا سلیقہ۔ ان سے بحث نہیں یا ہے تو ایسی جیسے سوڈے میں روکھن۔ یہ بات تو ابھی مدتوں ہوتی دکھائی نہیں دیتی کہ بیاہ والے اپنے بیاہ کی باتوں میں کھلم کھلا دخل دے سکیں۔ مگر پھر بھی اگر ماں باپ ٹوہ لگانا چاہیں تو بہتیری تدبیریں ہیں مولویوں کے سمجھانے سے ناچ رنگ ڈھول ڈھمکے۔ سہرے کنگنے منڈھے وغیرہ خلافِ شرع رسموں میں کسی قدر کمی ہو چلی ہے اس پر بھی شاید ہی کوئی نکاح ہوتا ہوگا جس میں فضول مراسم کی پابندی کی وجہ سے نامشروع بدعتوں کے علاوہ اسراف نہ ہوتا ہو۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ[2]۔ جن کو اندرونی حالات کی خبر نہیں مسلمانوں کے طرزِ تمدن پر اور طرزِ تمدن پر ہو تو مضائقہ نہیں مذہب پر منہ پھاڑ پھاڑ کر اعتراض کرتے ہیں کہ انھوں نے عورتوں کو بہت ہی مجبور کر رکھا ہے۔ ای کاش یہ لوگ کسی متوسط الحال کے گھر نکاح کی تقریب میں شریک ہوں تو دیکھیں کہ امورِ خانہ داری میں عورتوں کے آگے مردوں کی ایک نہیں چلتی۔ خیر بری طرح یا بھلی طرح جس طرح بھی ہو نکاح ہو جائے تو ماں باپ کی پہلی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ بیٹا بہو الگ گھر کر کے رہیں ؎۔ اہلِ تجارب کہ گہر سفتہ اند ✦ خانہ جدا گور جدا گفتہ اند ✦

[1] اے مخاطب تجھے ایک چیز کی محبت اندھا بہرا کر دیتی ہے ۱۲ [2] بے شک اللہ فضول خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں رکھتا ۱۲

اور اگر اس بات کا انتظار ہے کہ جوتیوں میں دال بٹ کر الگ ہوں تو خیر ”ہر کسے مصلحت خویش نکو میداند“ ہم کو یہ باب حقوقِ اولاد میں لکھنی تھیں ۔ مگر چونکہ نکاح کی تمہید کے طور پر تھیں حقوقِ زوجین کے ضمن میں آ گئیں ۔ آگے چل کر حقوقِ زوجین کی تفصیل میں جو کچھ لکھنا ہو گا لکھیں گے ۔

حقوقِ مشترک

(ہمبستری)

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ (البقرۃ ع ۲۳ پارہ ۲) [1]

(مسلمانو!) روزوں کی راتوں میں اپنی بیبیوں کے پاس جانا تمہارے لیے جائز کر دیا گیا ہے وہ تمہارے دامن کی جگہ ہیں اور تم اُن کی چولی کی جگہ ہو ف۱ اللہ نے دیکھا کہ تم چوری چوری اُن کے پاس جانے سے اپنا (دینی) نقصان کرتے تھے تو اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور تمہاری خطا سے درگزرا پس اب (روزوں میں رات کے وقت) اُن سے ہمبستر ہو اور ہمبستری کا جو نتیجہ خدا نے تمہارے لیے لکھ رکھا ہے (یعنی اولاد) اُس کے حاصل کرنے کی خواہش کرو نہ محض شہوت رانی کی ف۲ اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ رات کی کالی دھاری سے صبح کی سفید دھاری تم کو صاف دکھائی دینے لگے ف۳

ف۱ ایک چیز ایک چیز کو ایسی لازم ہو کہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو سکیں تو کپڑے کے ضلع میں اس لزوم کو ہمارے ہاں یوں تعبیر کرتے ہیں کہ دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے ۔ اسی محاورے کے لحاظ سے لباس کا ترجمہ چولی اور دامن کیا گیا ہے ۱۲

ف۲ اسلام کی یہی تو بڑی عمدگی ہے کہ اس میں انسان کی بناوٹ کا پورا لحاظ کیا گیا ہے ۔ ورنہ واقع میں مرد اور عورت کے جمع ہونے کا یہی تو زور کا وقت اور دو دن چار دن بھی نہیں مہینے بھر کے روزے ۔ رمضان بھر میاں بی بی کو الگ رہنے کا حکم دیا جاتا تو اس کی تعمیل بہت ہی مشکل تھی جب روزے فرض ہوئے تو شروع شروع میں دستور تھا جس طرح دن کو بی بی سے الگ رہتا تھا ۔ اسی طرح رات کو بھی ۔ یہاں تک کہ ایک روز حضرت عمر فاروق رضی نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ حضرت آج رات کو غضب ہو گیا فرمایا کیا ہے عرض کیا کہ میں نے جو اپنی بی بی کی ملگجی مہتاب کی چاندنی میں دیکھی تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا ۔ اتنے میں اور دو تین شخص حاضر خدمت ہوئے اور اسی قسم کے واقعات بیان کیے ۔ جناب پیغمبر صاحب منتظر وحی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی علم اللہ انکم کنتم تختانون الخ ۱۲

ف۳ صبح صادق ہوتی ہے تو اول وقت تاریکی اور روشنی کی دو دھاریاں سی مشرق میں دکھائی دیتی ہیں پھر روشنی غالب آ کر تاریکی ہٹ جاتی ہے ۱۲

[1] اس آیت سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ میاں بی بی کا ہم صحبت ہونا ایک حق ہے جیسے مرد کا ویسے عورت کا ۔ انگریزی قانون کی رو سے بھی ایسے دعوے دائر ہوتے رہتے ہیں ۱۲

وَلَهُنَّ[1] مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○ (البقرہ ع ۲۸ پارہ ۲)	اور (جیسے) مردوں کا حق عورتوں پر ویسے ہی دستور کے مطابق عورتوں کا (حق مردوں پر) ہاں مردوں کو عورتوں پر فوقیت ہے اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔
وَإِنْ[2] خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ○ (النساء ع ۶ پارہ ۵)	اور (مسلمانو!) اگر تم کو میاں بی بی میں کھٹ پٹ کا اندیشہ ہو تو ایک پنچ مرد کے کنبے میں سے مقرر کرو اور ایک پنچ عورت کے کنبے میں سے اگر پنچوں کا (دلی) ارادہ (میاں بی بی میں اصلاح کرا دینے) کا ہوگا تو اللہ (ان کے سمجھانے بجھانے سے) دونوں میں موافقت کرا دے گا اللہ (سب کے دلی ارادوں سے) واقف (اور) خبردار ہے۔
وَإِنْ[3] يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِنْ سَعَتِهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا ○ (النساء ع ۱۹ پارہ ۵)	اور اگر (میاں بی بی میں اصلاح کی کوئی صورت نہ بن پڑے اور ایک دوسرے سے) جدا ہو جائیں تو اللہ اپنے خزانہ (غیب) سے دونوں کو بے نیاز کر دے گا ف اور اللہ کے ہاں (بڑی) گنجائش ہے اور اس کی تدبیر (بڑی) محکم (تدبیر) ہے۔

میراث[4]

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ	اور (مسلمانو!) جو (ترکہ) تمھاری بیبیاں چھوڑ مریں اگر ان کے اولاد نہیں تو ان کے ترکے میں تمھارا آدھا اور اگر ان کے اولاد ہے (تم سے یا دوسرے شوہر سے) تو ان کے ترکے میں تمھارا چوتھائی مگر ان کی وصیت (کی تعمیل) اور (ادائے) قرض کے بعد اور تم کچھ (ترکہ) چھوڑ مرو اور تمھارے کچھ اولاد نہ ہو تو بیبیوں کا حصہ چوتھائی۔

ف یعنی مرد اور عورت میں کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس کے بدون دوسرے کا کوئی کام اٹکا رہے گا ۱۲

سلہ گنتی کے چند مختصر اور جامع الفاظ میں خدمت خانہ داری کا قانون ٹھیرا دیا ہے اگرچہ زن و شوہ کے حقوق کی صراحت نہیں فرمائی لیکن مجملاً اتنا بتا دیا کہ زن و شو حقدار ہونے میں تو دونوں برابر ہیں۔ ہاں مرد کو اتنی برتری ضرور ہے کہ مرد عورت کا سرپرست ہے تو یہ بالکل فطرت کے مطابق ہے اس لیے کہ مرد زیادہ مضبوط زیادہ جفاکش اور جری ہوتے ہیں مرد کمائی کرتے عورتیں اسی کمائی سے سلیقے کے ساتھ گھر چلاتی ہیں۔ یورپ اور امریکہ میں عورتوں نے بہت سر ابھار رکھا ہے تو وہاں بھی مردوں کی برتری چار و ناچار مانی جاتی ہے اور ماننی پڑتی ہے ۱۲ سلہ میراث کے متعلق ہم حقوق قرابت کے عنوان میں اصحاب الفروض اور عصبات اور ذوی الارحام میں سے ایک ایک حقدار کے حصے ترکے نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے اس مقام پر پہنچ کر پہلے آئے پڑھ لوگے تو فرائض کے مسائل سے بہت کچھ واقفیت ہو جائے گی ۱۲

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ (النساء ۲ پارہ ۴)	اور اگر تمہارے اولاد ہو (اس بی بی سے یا دوسری بی بی سے)، تو تمہارے ترکے میں سے بیبیوں کا آٹھواں (حصّہ۔ اور یہ حصّے بھی) تمہاری وصیت (کی تعمیل) اور (اوائے) قرض کے بعد (دیئے جائیں)+

مردوں کے حقوق عورتوں پر

(عورت اپنے مرد کو اپنا سرپرست سمجھے)

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝ (النساء ۶ پارہ ۵)	مرد عورتوں کے سردھرے ہیں (اس کے دو سبب ہیں ایک) یہ کہ (آدمیوں میں) اللہ نے بعض (یعنی مردوں) کو بعض (یعنی عورتوں) پر (دل کی مضبوطی اور جسمانی توانائی میں) برتری دی ہے اور (دوسرا سبب یہ کہ مرد) (عورتوں پر) اپنا مال خرچ کیا ہے ف۱ تو جو نیک (بیبیاں) ہیں (مردوں کا) کہا مانتی ہیں (اور) خدا کی عنایت سے (اُن کے) پیٹھ پیچھے (ہر ایک چیز کی) حفاظت رکھتی ہیں ف۲ اور تم کو جن بیبیوں کے سرچڑھنے کا اندیشہ ہو تو (پہلی دفعہ) اُن کو سمجھادو پھر اُن کے ساتھ ہم بستری موقوف کرو اور (اس پر بھی نہ مانیں تو) اُن کے ساتھ مارپیٹ سے پیش آؤ ف۳ پھر اگر تمہاری بات ماننے لگیں تو تم بھی اُن پر (ناحق کے چھڑے رکھنے کے) پہلو نہ ڈھونڈتے پھرو اللہ (سب پر) غالب اور بڑا (زبردست) ہے (تو اس سے ڈرتے رہو)+

ف۱ مال سے مراد ہے مہر اور نان نفقہ ۱۲ ف۲ جب چیز کی حفاظت سے زیادہ ضرورتیں اور اس آیت میں غائبانہ ہی مراد بھی ہے وہ عصمت ہے اور اس کی تعبیر لطف وتحسین ہے پڑھ ۱۲ ف۳ حدیث شریف میں صرف ہونے سے مارنے پیٹنے کی اجازت ہے اور ایسا مارنا پیٹنا تو بے تکلفی کی حالت میں یوں بھی ہو جاتا ہے

ف۵ مرد و عورت سے مراد ہیں میاں بی بی ۱۲

خطبہ اور مخطوبہ کو دیکھنا

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِي أَنفُسِكُمْ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَن تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝

اور (مسلمانو!) اگر تم کسی بات کی آڑ میں (معتدّہ) عورتوں کو نکاح کا پیام دو یا اپنے دلوں میں چھپائے رکھو تو اس میں (بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں اللہ کو معلوم ہے کہ تم کو ان (عورتوں) سے نکاح کر لینے کا خیال آئے گا (سو مضائقے کی بات نہیں) مگر ان سے (نکاح کا) ٹھیراؤ تو چپکے سے بھی نہ کرنا ہاں جائز طور پر بات کہہ گزرو (تو کچھ حرج کی بات نہیں) اور جب تک میعادِ مقرر (یعنی عدّۃ) اختتام کو نہ پہنچ لے عقدِ نکاح کی بات پکی نہ کر بیٹھنا اور جانے رہو کہ جو کچھ تمہارے جی میں ہے اللہ اُس کو جانتا ہے تو اُس سے ڈرتے رہو اور (یہ بھی) جانے رہو کہ اللہ بخشنے والا بُردبار ہے (البقرۃ ع ۳۰ پ ۲)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ ۔ (ابوداؤد)

حضرت جابر رض کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی عورۃ کی خواستگاری کرے تو اگر ہو سکے تو اُس چیز کو دیکھ لے جو نکاح کی باعث ہوئی ہے ف

عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ خَطَبْتُ امْرَأَةً فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مغیرہ بن شعبہ رض کہتے ہیں کہ میں نے ایک عورۃ کو نکاح کا پیام دیا پیغمبر صاحب نے مجھ سے فرمایا

ف جیسے مثلاً مال و جمال اور حسب و دین یا عفت یا انتظام امور خانہ داری وغیرہ ۱۲

سلہ مسلمانوں میں میاں بی بی میں مفارقت کے بعد چاہے وہ مفارقت طلاق سے ہو یا شوہر کے مرجانے سے عورۃ کو حکم ہے کہ بیوگی کی صورۃ میں چار مہینے دس دن تک اور مطلقہ کی صورۃ میں تین بار کپڑوں کے آنے تک دوسرا نکاح نہ کرے۔ اسی کا نام ہے عدّۃ۔ یہ ممانعۃ حفظ نسب کے لیے ہے کہ اس مدت میں حمل کا ہونا نہ ہونا اچھی طرح تحقیق ہو جائے گا۔ اگر پہلے شوہر کا حمل ہے تو وضع حمل تک انتظار کرنا ہوگا اور حمل نہیں ہے تو عورت انقضائے عدّۃ کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔ اگر عدّۃ کی قید اٹھا دی جائے تو ممکن ہے کہ عورت حاملہ ہو اور اُس کو حمل کا احساس ہو جیسا کہ اکثر ہوا کرتا ہے کہ تھوڑے دن کا حمل معلوم نہیں ہوتا اور عورتیں خیال کر لیا کرتی ہیں کہ یوں ہی دن چڑھ گئے ہونگے تو یہ صورت جھگڑے کی ہے کہ حمل پہلے شوہر کا ہے یا دوسرے کا اور جھگڑا کرنا خدا کو منظور نہیں ۱۲ من المترجم

هَلْ نَظَرْتَ إِلَيْهَا قُلْتُ لَا قَالَ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا۔

(ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

کہ تُو نے عورۃ کو دیکھ بھی لیا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں فرمایا تو اُسے دیکھ لے کیونکہ اِس وقت کا دیکھ لینا سزاوار تر ہے کہ تم دونوں میں الفت و اتفاق پیدا کر دے۔

عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ لَهُ امْرَأَةً أَخْطُبُهَا فَقَالَ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ أَجْدَرُ أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا فَأَتَيْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ فَخَطَبْتُهَا إِلَى أَبَوَيْهَا وَأَخْبَرْتُهُمَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَأَنَّهُمَا كَرِهَا ذٰلِكَ قَالَ فَسَمِعَتْ ذٰلِكَ الْمَرْأَةُ وَهِيَ فِي خِدْرِهَا فَقَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَكَ أَنْ تَنْظُرَ فَانْظُرْ وَإِلَّا فَأَنْشُدُكَ كَأَنَّهَا أَعْظَمَتْ ذٰلِكَ قَالَ فَنَظَرْتُ إِلَيْهَا فَتَزَوَّجْتُهَا فَذَكَرَ مِنْ مُوَافَقَتِهَا۔ (ابن ماجہ)

مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک عورت کا ذکر کیا جسے میں نکاح کا پیام دینا چاہتا تھا فرمایا پہلے اُسے جا کر دیکھ تو لے کیونکہ اِس وقت کا دیکھنا زیادہ سزاوار ہے کہ تم دونوں میں موافقت پیدا کر دے چنانچہ میں ایک انصاری عورۃ کے پاس آیا اور اُس کے ماں باپ کو نکاح کا پیام دیا اور ساتھ ہی جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کی بھی خبر دی تو اگرچہ اُنھوں نے اِس بات کو ناگوار سا سمجھا مگر خود عورۃ نے یہ گفتگو سُن کر پردے کے اندر سے کہا کہ اگر جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تجھے دیکھنے کا حکم فرمایا ہے تو لے دیکھ لے ورنہ میں تجھے قسم دلاتی ہوں کہ ایسا نہ کر گویا اُس نے اِس امر کو بہت شاق اور ناگوار خیال کیا۔ مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے اُسے دیکھا اور دیکھنے کے بعد نکاح میں لے آیا ف (نیچے کا راوی کہتا ہے کہ پھر اُن دونوں میں اس درجہ موافقت ہوئی کہ لوگوں میں اِس کا چرچا ہونے لگا۔

ف مخطوبہ کا پہلے سے دیکھنا شرط نکاح اور حکم واجب العمل نہیں رہی وجہ ہے کہ اِس بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے امام احمد رح اور امام شافعی رح اور امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ مخطوبہ کو نکاح سے پہلے دیکھنا جائز نہیں۔ اور امام مالک کہتے ہیں کہ عورۃ سے اجازت لے کر دیکھنا جائز ہے) بلکہ مشفقانہ اور بزرگانہ صلاح ہے کہ ممکن ہو تو پہلے سے دیکھ لینا چاہیے۔ اور یہ اس لیے کہ لوگ عموماً عورتوں میں حُسنِ صورۃ ڈھونڈتے ہیں مگر ہمارے ہندوستان کے شرفا اِس کو جائز نہیں رکھتے اور مصلحۃ وقت بھی یہی چاہتی ہے۔ اور دیکھنا نہ بھی ہو سکے تو تجسس کرنے والا بہت کچھ دریافت کر سکتا ہے ؎ نہ تنہا عشق از دیدار خیزد۔ بسا کین دولت از گفتار خیزد۔ حدیث سے اِس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ جناب رسول خدا

عصمت و اطاعت

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۚ وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ○ (النساء ع ۶ پارہ ۵)

تو جو نیک (بیبیاں) ہیں (مردوں کا) کہا مانتی ہیں (اور خدا کی عنایت سے اُن کے پیٹھ پیچھے (ہر ایک چیز کی) حفاظت رکھتی ہیں اور تم کو جن بیبیوں کے سر چڑھنے کا اندیشہ ہو تو (پہلی دفعہ) اُن کو سمجھا دو پھر اُن کے ساتھ ہمبستری موقوف کر دو اور (اس پر بھی نہ مانیں تو) اُن کے ساتھ مار پیٹ سے پیش آؤ ف پھر اگر تمھاری بات ماننے لگیں تو تم بھی اُن پر (ناحق کے چھیڑنے رکھنے کے) پہلو نہ ڈھونڈتے پھرو اللہ (سب پر) غالب (اور) بڑا زبردست ہے (تو اُس سے ڈرتے رہو)۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْأَةُ اِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَاَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَهَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ اَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ ۔ (حلیہ)

حضرۃ انس کہتے ہیں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورۃ نے جب پنج وقتہ نماز ادا کی جو اُس پر فرض ہے اور مہینے بھر کے روزے رکھے اور پاکدامنی اختیار کی اور شوہر کی فرمانبرداری بجا لائی تو جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے گی داخل ہوگی۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ لَعَنَتْهَا الْمَلٰٓئِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ ۔ (صحیحین)

حضرۃ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مرد اپنی عورۃ کو اپنے بستر خواب کی طرف (صحبۃ کے لیے) بلائے اور وہ کر دے انکار اور مرد غیظ و غصے میں رات بسر کرے تو فرشتے صبح تک عورۃ پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

عَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِىٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا الرَّجُلُ دَعَا

طلق بن علی کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی جب اپنی بی بی کو کسی ضرورۃ کے لیے بلائے۔

ف حدیث شریف میں صرف ہلکے سے مارنے پیٹنے کی اجازت ہے ایسا مارنا پیٹنا تو بے تکلفی کی صورۃ میں یوں بھی ہو جایا کرتا ہے ۱۲

سلہ یہ آیۃ پہلے عنوان میں بھی لی گئی ہے اور اس عنوان میں بھی۔ مگر وہاں مطلقاً مردوں کے حقوق عورتوں پر ثابت کرنے کے لیے اور یہاں … الخ
اطاعت کرنے کے لحاظ سے ۱۲

زَوجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَأْتِهِ وَاِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّورِ ◆ (ترمذی)

تو اُسے فوراً آنا چاہیئے اگرچہ شغل ضروری (مثلاً روٹی پکانے) میں مشغول ہو اور مال کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو)

عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اَتَيْتُ الْحِيرَةَ فَرَاَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ فَقُلْتُ لَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ اَنْ يُّسْجَدَ لَهُ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّي اَتَيْتُ الْحِيرَةَ فَرَاَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ فَاَنْتَ اَحَقُّ اَنْ يُّسْجَدَ لَكَ فَقَالَ لِي اَرَاَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِي اَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهُ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوْا لَوْ كُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ النِّسَاءَ اَنْ يَّسْجُدْنَ لِاَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللهُ عَلَيْهِنَّ مِنْ حَقٍّ ◆ (ابوداؤد)

قیسؓ بن سعد کہتے ہیں کہ میں شہر حیرہ میں گیا تو میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے حاکم کو سجدہ کرتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم زیادہ استحقاق رکھتے ہیں کہ اُن کو سجدہ کیا جائے چنانچہ جب میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو میں نے عرض کیا کہ میں نے حیرہ میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے حاکم کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے فرمایا بھلا بتا تو سہی اگر تو میری قبر پر گزرے تو کیا اُسے بھی سجدہ کرے میں نے عرض کیا نہیں فرمایا مجھے سجدہ نہ کرو اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدے کا حکم کرتا تو عورتوں کو حکم کرتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں کیونکہ خدا نے مردوں کا حق عورتوں پر بہت کچھ ٹھیرایا ہے ◆

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَاِنَّهُنَّ عِنْدَكُمْ عَوَانٌ لَيْسَ تَمْلِكُوْنَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذٰلِكَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ فَاِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ

عمروؓ بن احوص اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! عورتوں کے حق میں میری وصیت قبول کرو میں اُن کے بارے میں تمھیں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمھارے ہاتھوں میں قیدی کے منزلے میں ہیں تم بجز اس کے کہ خدا نے اُن سے متمتع ہونا تمھارے واسطے حلال کر دیا ہو اور کچھ اختیار نہیں رکھتے مگر ہاں جب کھلی ہوئی بیحیائی کی مرتکب ہوں پس اگر وہ ایسا کر بیٹھیں تو اُن کے ساتھ ہمبستری موقوف کر دو اور نا گوار اور نشان نہ ڈالنے والی مار

غَيْرَ مُبَرِّحٍ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنَّ لَكُمْ مِنْ نِسَائِكُمْ حَقًّا وَلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا فَأَمَّا حَقُّكُمْ عَلَى نِسَائِكُمْ فَلَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُونَ وَلَا يَأْذَنَّ فِي بُيُوتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُونَ أَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ أَنْ تُحْسِنُوا إِلَيْهِنَّ فِي كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ (ابن ماجه)	ہوئے سے مارو پھر اگر وہ تمہارا کہا ماننے لگیں تو تم بھی اُن پر (ناحق کے چھدّے رکھنے کے) پہلو نہ ڈھونڈتے پھرو بے شک تمہارا تمہاری عورتوں پر حق ہے اور تمہاری عورتوں کا بھی تم پر حق ہے تمہارا حق تو عورتوں پر یہ ہے کہ وہ اُن لوگوں کو گھروں میں آنے اور تمہارے فرش پر بیٹھنے کی اجازت نہ دیں جن کا تمہیں آنا اور عورتوں سے باتیں کرنا ناگوار گزرتا ہو اور عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ اُنھیں اچھّا کھلاؤ اچھّا پہناؤ ؞
عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ أَمَرْتُ أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا وَلَوْ أَنَّ رَجُلًا أَمَرَ امْرَأَةً أَنْ تَنْقُلَ مِنْ جَبَلٍ أَحْمَرَ إِلَى جَبَلٍ أَسْوَدَ وَمِنْ جَبَلٍ أَسْوَدَ إِلَى جَبَلٍ أَحْمَرَ لَكَانَ نَوْلُهَا أَنْ تَفْعَلَ ؞ (ابن ماجه)	ام المومنین حضرۃ عائشہ سے روایۃ ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورۃ کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے اور اگر مرد عورۃ کو حکم دے کہ لال پہاڑ کے پتھر کالے اور کالے پہاڑ کے پتھر لال کی طرف ڈھو ڈھو کر لے جائے تو ایسا کرنا اُسے (سزاوار ہے) ف لال پہاڑ کے پتھر کالے اور کالے پہاڑ کے پتھر لال پہاڑ کی طرف ڈھونے سے مراد یہ ہے کہ اگرچہ خاوند اپنی بی بی کو کسی ایسے مشکل اور محال کام کی فرمایش کرے جو اُس کی طاقت سے باہر ہو تاہم اُس کی تعمیل میں اُسے بے عذر کوشش کرنی (چاہئے)
عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ تَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ ؞ (ابن ماجه)	ام المومنین بی بی ام سلمہ رضؓ کہتی ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو عورۃ اِس حالۃ میں مری کہ اُس کا شوہر اُس سے خوش تھا تو وہ ضرور جنت میں جائے گی ؞
عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ	معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب نبی کریم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُؤْذِي امْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ لَا تُؤْذِيهِ قَاتَلَكِ اللّٰهُ فَإِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيلٌ يُوشِكُ أَنْ يُفَارِقَكِ إِلَيْنَا ۔ (ترمذی۔ابن ماجہ)

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی عورت اپنے شوہر کو دنیا میں تکلیف دیتی ہے تو اُس کی بی بی حورِ عین کہتی ہے کہ خدا تجھے غارت کرے اسے تکلیف مت دے یہ تو تیرے پاس مسافرانہ زندگی کرتا ہی قریب ہے کہ تجھسے مفارقت کرکے ہم میں آملے ۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ عِنْدَهُ فَقَالَتْ زَوْجِي صَفْوَانُ ابْنُ الْمُعَطَّلِ يَضْرِبُنِي إِذَا صَلَّيْتُ وَيُفَطِّرُنِي إِذَا صُمْتُ وَلَا يُصَلِّي الْفَجْرَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ قَالَ وَصَفْوَانُ عِنْدَهُ قَالَ فَسَأَلَهُ عَمَّا قَالَتْ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَمَّا قَوْلُهَا يَضْرِبُنِي إِذَا صَلَّيْتُ فَإِنَّهَا تَقْرَأُ بِسُورَتَيْنِ وَقَدْ نَهَيْتُهَا قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَتْ سُورَةٌ وَاحِدَةٌ لَكَفَتِ النَّاسَ قَالَ وَأَمَّا قَوْلُهَا يُفَطِّرُنِي إِذَا صُمْتُ فَإِنَّهَا تَنْطَلِقُ تَصُومُ وَأَنَا رَجُلٌ شَابٌّ لَا أَصْبِرُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصُومُ امْرَأَةٌ

ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ ایک عورۃ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ہم پیغمبر صاحب کے پاس موجود تھے۔ عورۃ نے عرض کیا کہ میرا شوہر صفوان ابن المعطل مجھے مارتا ہی جب میں نماز پڑھتی ہوں اور افطار کرا دیتا ہے جب میں روزہ رکھتی ہوں اور خود ہے کہ سورج نکلنے تک فجر کی نماز نہیں پڑھتا راوی کا بیان ہے کہ صفوان اس وقت پیغمبر صاحب کے پاس موجود تھے پیغمبر صاحب نے اُن سے دریافت کیا تو عرض کیا یا رسول اللہ اُس کا یہ کہنا کہ مجھے مارتا ہی جب میں نماز پڑھتی ہوں تو اصل یہ ہی کہ یہ عورۃ نماز میں دو دو سورتیں پڑھے چلی جاتی ہی (یعنی قراءۃ دراز کرتی ہے) اور میں اسے تطویل قراءۃ سے منع کرچکا ہوں پیغمبر صاحب نے فرمایا اگر نماز میں ایک سورۃ بھی پڑھی جائے گی تو وہ لوگوں کو کافی ہوجائے گی پھر صفوان نے کہا اور اس عورۃ کا یہ کہنا کہ وہ (یعنی میں) افطار کرا دیتا ہی جب میں روزہ رکھتی ہوں تو بات یہ ہی کہ جب یہ روزہ رکھتی ہی تو

ف اس سے نفلی روزے مراد ہیں ۱۲

إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا۔ وَأَمَّا قَوْلُهَا إِنِّي لَا أُصَلِّي حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَإِنَّا أَهْلُ بَيْتٍ قَدْ عُرِفَ لَنَا ذَاكَ لَا نَكَادُ نَسْتَيْقِظُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ قَالَ فَإِذَا اسْتَيْقَظْتَ يَا صَفْوَانُ فَصَلِّ ✤ (ابو داؤد - ابن ماجہ)

(اس کے بعد صفوان نے کہا) اور اس عورۃ کا یہ کہنا کہ میں صبح کی نماز سورج کے نکلنے تک نہیں پڑھتا تو اس کا سبب یہ ہے کہ ہم لوگوں کی عادۃ ہی اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ راتوں کو کھیتی اور باغ میں پانی دینے کی وجہ سے سوتے نہیں اور جب تک سورج نہ نکل آئے جاگ سکتے نہیں پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ صفوان! تو جب جاگے نماز پڑھ لیا کرے ✤

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا يُقْبَلُ لَهُمْ صَلٰوةٌ وَلَا يَصْعَدُ لَهُمْ حَسَنَةٌ اَلْعَبْدُ الْاٰبِقُ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلٰى مَوَالِيهِ فَيَضَعَ يَدَهُ فِي أَيْدِيهِمْ وَالْمَرْأَةُ السَّاخِطُ عَلَيْهَا زَوْجُهَا وَالسَّكْرَانُ حَتّٰى يَصْحُوَ ✤ (بیہقی)

جابرؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ہیں جن کی نہ تو نماز ہی قبول ہوتی ہے نہ اُن کی کوئی نیکی ہی اوپر چڑھتی ہے ایک بھگوڑا غلام۔ یہاں تک کہ اپنے آقاؤں کے پاس واپس آجائے اور اپنا ہاتھ اُن کے ہاتھوں میں رکھ دے۔ دوسرے وہ عورۃ جس سے اُس کا شوہر ناخوش ہو تیسرے مست آدمی جتنے کہ ہوش میں آجائے ✤

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قِيلَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ قَالَ الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَلَا فِي مَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ ✤ (نسائی)

حضرۃ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کیا کہ عورتوں میں بہتر عورۃ کون سی ہے فرمایا وہ کہ جب مرد اُس کو دیکھے تو اُسے خوش اور شادان کر دے مرد حکم کرے تو اُس کا حکم بجالائے اور اپنی جان و مال میں اُس کی کسی ایسی بات میں مخالفۃ نہ کرے جو اُسے ناگوار گزرے ✤

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ مَنْ أُعْطِيَهُنَّ فَقَدْ أُعْطِيَ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ قَلْبٌ

حضرۃ ابن عباس سے روایۃ ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چار چیزیں دیا گیا وہ دنیا و دین دونوں کی فلاح و خیر دیا گیا (۱) قلب شاکر

شَاكِرٌ وَّلِسَانٌ ذَاكِرٌ وَّبَدَنٌ عَلَى الْبَلَاءِ صَابِرٌ وَّزَوْجَةٌ لَا تَبْغِيْهِ خَوْنًا فِيْ نَفْسِهَا وَلَا فِيْ مَالِهٖ ٭ (بیہقی)	(۲) زبانِ ذاکر (۳) جسمِ صابر یعنی بلاؤں پر۔ (۴) عورۃ جو نہ تو اپنی ذات ہی میں شوہر کی خیانت کرنی چاہے اور نہ خاوند کے مال ہی میں ٭

من المترجم - احادیثِ مذکورۂ بالا سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عورۃ پر خاوند کا بہت بڑا حق ہے اور ہونا بھی چاہیئے کیونکہ عورۃ حقیقۃ میں خاوند کی خدمۃ گزار ہے جیسا کہ اوپر ایک حدیث میں گزر چکا کہ اگر خدا کے سوا اَور کو سجدہ کرنا درست ہوتا تو عورتوں کو حکم دیا جاتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں۔ جہاں خاوندوں کے عورتوں پر اَور حقوق ہیں وہاں یہ بھی ہیں کہ عورۃ گھر میں بیٹھی رہے۔ خاوند کے بے حکم باہر نہ جائے۔ دریچے پر نہ آئے۔ چھت پر نہ چڑھے۔ پڑوسنوں سے زیادہ باتیں نہ کرے۔ اور بلا ضرورۃ اُن کے گھروں میں آمد و رفت نہ رکھے۔ اپنے شوہر کی خیر خواہی اور بھلائی میں ساری ہمت خرچ کرے۔ خلوت میں جو اُس میں اور خاوند میں بےتکلفی ہوتی ہے کسی سے بیان نہ کرے۔ ہر کام میں خاوند کے مقصود اور خوشی کو مدِ نظر رکھے۔ خاوند کے مال میں خیانۃ نہ کرے۔ خاوند پر مہربانی رکھے۔ جب خاوند کا کوئی دوست دروازہ کھٹکھٹائے تو اس طرح جواب دے کہ خود پہچان نہ پڑے اور یہ معلوم نہ ہو کہ صاحبِ خانہ کی بی بی بول رہی ہے۔ خاوند کے دوستوں سے پردہ کرے تاکہ وہ اسے پہچانیں نہیں۔ جس قدر میسر ہو اُسی پر خاوند کے ساتھ قناعت کرے زیادہ طلبی کا خیال تک نہ کرے۔ خاوند کا وقر اپنے عزیزوں سے حتےٰ کہ اپنے والدین سے بھی زیادہ کرے۔ اپنے تئیں ہمیشہ صاف و ستھرا رکھنے کی کوشش کرے۔ جو کام اپنے ہاتھ سے کر سکتی ہے اُس کو انجام پونہچانے میں دریغ نہ کرے۔ خاوند کے سامنے اپنی خوب صورتی اور حُسن و جمال پر فخر نہ کرے۔ اُس کے احسان کی ناشکری نہ کرے۔ یہ کبھی نہ کہے کہ تُونے میرے ساتھ کیا سلوک کیا۔ جنابِ پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دوزخ کو دیکھا تو اُس میں سب سے زیادہ عورتیں پائیں۔ اِس کا سبب پوچھا۔ معلوم ہوا کہ اپنے خاوندوں کو لعن طعن اور اُن کی ناشکری اور ناحق شناسی کرنے کی وجہ سے ان کا یہ حال ہے ٭

خلاصہ یہ ہے کہ میاں بی بی کی معاشرت کے بارے میں عام قاعدوں کے ٹھیرانے کی ضرورۃ نہیں اور ممکن بھی نہیں۔ لوگوں کے مزاج اور مذاق اس قدر مختلف ہیں کہ ہر ایک کا طرزِ معاشرت اپنے خاص طور کا ہوتا ہے۔ عام صلاح جو عورتوں کو دی جا سکتی ہے یہ ہے کہ ہر ایک عورۃ اپنے شوہر کی رضاجوئی کو ہمہ وقت اپنا فرضِ مقدم سمجھے اور اُس کو ناخوش ہونے کا موقع نہ دے۔ مگر اس کے لیے صبر و تحمل اور نفس کُشی اور مزاج شناسی کی ضرورۃ ہے تو ان صفتوں کو اپنے میں پیدا کرے یہاں تک کہ طبیعۃِ ثانیہ ہو جائے اور خانہ داری میں امن اور سکون اور عافیۃ اور سچی محبت کی حکومت ہو ٭

پردہ

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (سورۃ النور ع ۴ ، پارہ ۱۸)

(اے پیغمبر) مسلمانوں سے کہو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اس میں اُن کی زیادہ صفائی ہے (لوگ) جو کچھ بھی کیا کرتے ہیں اللہ کو (سب) خبر ہے اور (اے پیغمبر) مسلمان عورتوں سے کہو کہ (وہ بھی) اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت (کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے دیں مگر جو اُس میں سے (چار و ناچار) کھُلا رہتا ہے (تو اُس) کا ظاہر ہونے دینا مضایقے کی بات نہیں ف ۱ اور اپنے سینوں پر دوپٹوں کے بُکّل ف ۲ مارے رہیں اور اپنی زینت (کے مقامات) کو (کسی پر) ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر یا اپنے خاوند کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہر کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھتیجوں پر یا اپنے بھانجوں پر یا اپنی (یعنی اپنے میل جول کی) عورتوں پر یا اپنے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈی غلاموں) پر یا گھر کے لگے ہوئے ایسے خدمتیوں پر کہ مرد تو ہیں (مگر عورتوں سے کچھ) غرض (و مطلب) نہیں رکھتے (جیسے خواجہ سرا یا بڈھے پھوس) یا لڑکوں پر جو عورتوں کے پردے (کی بات) سے آگاہ نہیں اور (چلنے میں) اپنے پاؤں ایسے زور سے نہ رکھیں کہ (لوگوں کو) اُن کے اندرونی زیور کی خبر ہو

ف ۱ مفسروں نے مَا ظَهَرَ مِنْهَا کی کئی توجیہیں کی ہیں کوئی کہتا ہے مُونھ کی ٹکیا اور ہاتھ کوئی کہتا ہے کپڑا کوئی کہتا ہے زیور جیسے انگوٹھی چھلا یا مہندی وغیرہ ہم نے زینت کے مقامات اختیار کر لیا لیکن اصل بات یہ ہے کہ ہر ایک کے لیے مَا ظَهَرَ کا معیار جداگانہ ہے ہر ایک عورت آپ اپنے لیے تجویز کرے کہ پاس شرم و حیا کے ساتھ دنیا کے کاروبار کے لیے اُس کو کون سی چیز بمجبوری کھُلی رکھنی ضرور ہے ۱۲ ف ۲ عورتیں دوپٹہ اوڑھتے وقت اُس کا ایک پلّہ ایک طرف سے دوسری طرف کو پس پشت ڈال لیا کرتی ہیں اِس ہیئت کو بُکّل کہتے ہیں ۱۲

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَ الَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ۫ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَ لَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَ الْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ؕ وَ اَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (پارہ ۱۸ ۔ النور ع ۸)

مسلمانو! تمہارے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈی غلام) اور تم میں سے جو (حد) بلوغ کو نہیں پہنچے تین وقتوں میں تمہارے پاس آنے کی تم سے اجازت لے لیا کریں (ایک تو) نمازِ صبح سے پہلے اور (دوسرے) جب تم دوپہر کو سونے کے معمول کے مطابق کپڑے اُتار دیا کرتے ہو اور (تیسرے) نمازِ عشاء کے بعد (یہ) تین وقت تمہارے پردے کے وقت ہیں ان (اوقات) کے سوا (تو بے اذن آنے دینے میں) تم پر کچھ گناہ اور (بے اذن چلے آنے میں) اُن پر کچھ گناہ کیونکہ وہ اکثر تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں (اور) تم میں سے بعض کو (یعنی لونڈی غلاموں کو) بعض (یعنی تمہارے) پاس آنے جانے کی ضرورۃ لگی ہی رہتی ہے (تو بار بار اذن مانگنے میں تم لوگوں کو بڑی تکلیف ہوگی) یوں اللہ (اپنے) احکام تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے اور (مسلمانو!) جب تمہارے لڑکے (حد) بلوغ کو پہنچیں تو جس طرح ان سے اگلے (یعنی ان سے بڑی عمر کے گھروں میں آنے کے لیے) اذن مانگا کرتے ہیں (اسی طرح) ان کو بھی اذن مانگنا چاہیئے یوں اللہ اپنے احکام تم سے کھول کھول بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی امید (باقی) نہیں (رہی) اگر اپنے کپڑے (چادر وغیرہ) اُتار رکھا کریں تو ایسی ہیں اُن پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ اُن کو (اپنا) بناؤ دکھانا منظور نہ ہو (اور اگر اس کی بھی) احتیاط رکھیں تو اُن کے حق میں بہتر ہے اور اللہ (سب کی) سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے ۔

وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا

اور (اے پیغمبر کی بیبیو!) اپنے گھروں میں جمی (بیٹھی) رہو اور اگلے زمانۂ جاہلیت کے (سے) بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اُس کے رسول کی فرماں برداری کرو (اے پیغمبر کے گھر والو!

يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝ (احزاب ع ۴ پارہ ۲۲)

خدا کو تو بس یہی منظور ہے کہ تم سے ہر طرح کی گندگی کو دور کرے اور تم کو ایسا پاک صاف بنائے جیسا پاک صاف بنانے کا حق ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِينَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَاْنِسِينَ لِحَدِيثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيمًا ۝ (احزاب ع ۷ پارہ ۲۲)

مسلمانو! پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر یہ کہ تم کو کھانے کے لیے (آنے کی) اجازت دی جائے (تو اس صورت میں ایسا وقت تاک کر جاؤ) کہ تم کو کھانے کے تیار ہونے کا انتظار نہ کرنا پڑے مگر جب تم کو بلایا جائے تو (عین وقت پر) جاؤ اور جب کھا چکو تو آپ آپ کو چلدو اور باتوں میں نہ لگ جاؤ۔ اس سے پیغمبر کو ایذا ہوتی تھی اور وہ تمہارا لحاظ کرتے تھے اور اللہ تو حق (بات کے کہنے) میں (کسی کا کچھ) لحاظ کرتا نہیں اور جب پیغمبر کی بیبیوں سے تمھیں کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کے باہر (کھڑے رہ کر) اُن سے مانگو اس سے تمہارے دل (اُن کی طرف سے) خوب پاک (صاف) رہیں گے اور (اسی طرح) اُن کے دل (بھی) اور تم کو (کسی طرح) شایاں نہیں کہ رسولِ خدا کو ایذا دو اور نہ یہ (بات شایاں ہے) کہ اُن کے بعد کبھی اُن کی بیبیوں سے نکاح کرو خدا کے نزدیک یہ بڑی (بے جا) بات ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيۤ اٰبَآئِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَاۤ اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ وَاتَّقِينَ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۝ (احزاب ع ۷ پارہ ۲۲)

پیغمبر کی بیبیوں پر اپنے باپوں (کے سامنے ہونے) میں کچھ گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں کے اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ اپنے بھانجوں کے اور نہ اپنی (قسم کی) عورتوں کے اور نہ ہاتھ کے مال (یعنی لونڈیوں) کے (سامنے ہونے) میں اُن پر کچھ گناہ ہے اور اے پیغمبر کی بیبیو! (غیروں کے سامنے ہونے میں) اللہ سے ڈرتی رہو بے شک اللہ ہر چیز کا شاہد (حال) ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (الاحزاب)

ای پیغمبر اپنی بیبیوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی چادروں کے گھونگھٹ نکال لیا کریں۔ اس سے غالباً یہ الگ پہچان پڑیں گی (کہ نیک بخت ہیں) اور کوئی چھیڑے گا نہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الْمَرْأَةِ فِيْ بَيْتِهَآ اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِيْ حُجْرَتِهَا وَصَلَاتُهَا فِيْ مَخْدَعِهَآ اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِيْ بَيْتِهَا ۔ (ابوداؤد)

حضرۃ ابن مسعود رضہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورۃ کا گھر کے اندر نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے بہت بہتر ہی اور اُس کا تہ خانے میں نماز پڑھنا گھر کے اندر نماز پڑھنے سے بہت افضل ہے ۔

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ وَاِنَّ الْمَرْأَةَ اِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا ۔ (ترمذی - ابوداؤد - نسائی)

ابو موسی رضہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آنکھ (نظر بد یا شہوۃ سے کسی اجنبی مرد یا عورۃ کو دیکھتی ہو وہ) زانیہ ہی اور عورۃ خوشبو مل کر جب کسی مجلس پر گزرتی ہو تو وہ بھی ایسی ویسی (یعنی زانیہ) ہے ۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَقْبَلَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اُم المومنین ام سلمہ سے روایۃ ہی کہ وہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اتنے میں ابن ام مکتوم (جو ایک جلیل القدر نابینا صحابی تھے) آئے اور سیدھے

ف پیغمبر صاحب کے عہد میں مدینے کی ایسی حالۃ تھی جیسے ہمارے ہاں دیہات کی۔ گھروں میں بیت الخلا نہیں تھے۔ شریف زادیاں قضاء حاجت کے لیے جھٹ پٹے کا وقت دیکھ کر آبادی کے باہر چلی جاتی تھیں اوبد وضع لوگ کسی کو آتے جاتے دیکھ پاتے تو اُس کو چھیڑ بیٹھتے اور اُن کو الاہنا دیا جاتا تو جواب دیتے کہ ہم نے لونڈی سمجھا تھا۔ اس طرح کی چھیڑ چھاڑ کے انسداد کے لیے شرع میں یہ حکم دیا گیا کہ شریف زادیاں گھونگھٹ نکال کر آیا جایا کریں۔ پھر تو اسلام کی ترقی کے ساتھ مدینہ بڑا شہر ہو گیا لوگوں نے گھروں میں بیت الخلاء بنا لیے اور مستورات کو قضاء حاجۃ کے لیے بستی کے باہر جانے کی ضرورۃ باقی نہ رہی ۱۲

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَيْسَ هُوَ أَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ (رواہ احمد والترمذی وابو داؤد)

صلی اللہ علیہ وسلم نے (ام المومنین ام سلمہ اور ام المومنین میمونہ کی طرف کہ یہ بھی وہیں موجود تھیں روئے سخن کرکے) فرمایا کہ تم دونوں پردے میں ہو جاؤ (ام المومنین ام سلمہ کہتی ہیں) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ابن ام مکتوم نابینا نہیں ہیں کہ ہمیں نہیں دیکھتے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تو اندھی نہیں ہو کیا تم اُسے نہیں دیکھتیں۔

عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَوْ أَدْرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ فَقُلْتُ لِعَمْرَةَ أَوَمُنِعْنَ قَالَتْ نَعَمْ (بخاری)

عمرہ۔ ام المومنین حضرۃ عائشہ سے روایۃ کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا جو باتیں اب عورتوں نے ایجاد کی ہیں اور جو اُن کی حالۃ اِس وقت ہے اگر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھ پاتے تو اُنہیں مسجدوں میں نماز جماعۃ کے لیے حاضر ہونے سے منع کردیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتیں منع کردی گئی تھیں (یحیی بن سعید جو نیچے کا راوی ہے کہتا ہے) میں نے عمرہ سے کہا کیا وہ عورتیں واقع میں منع کردی

من المترجم۔ زن و شو کے تعلّقات کو خدا نے قرآن میں اور خدا کے رسول نے حدیث میں ایسا صاف کردیا ہے کہ اُن کی بابت کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورۃ نہیں۔ بات بات میں دونوں کے حقوق اور فرائض کی حدّ باندھ دی ہے صاف غیر مشتبہ کہ اگر مرد و عورۃ اپنی اپنی حدّ میں رہیں تو مسلمانوں کی خانہ داریاں لطف اور عافیۃ سے بسر ہوں ہر چند اکثر مسلمان کسی امر میں خدا و رسول کے حکموں کی پوری پوری تعمیل نہیں کرتے۔ ازانجملہ خانہ داری میں بھی تاہم ادھوری اور ناقص تعمیل پر بھی مسلمانوں کی خانہ داریاں جہاں تک ہم کو معلوم ہے کسی قوم کی خانہ داریوں سے کسی طرح لطف و عافیت میں کم نہیں اور یوں تو برتن بھی ایک جگہ رکھے رکھے کبھی نہ کبھی ایک دوسرے سے ٹکرا اُٹھتے ہیں تو اس کو عداوت نہیں کہتے۔ اسلامی شریعۃ کو جاری ہوئے ساڑھے تیرہ سو برس ہونے کو آئے مسلمانوں کی لاکھوں کروڑوں خانہ داریاں اچھی خاصی طرح چلی جارہی ہیں نہ غل ہے نہ شور ہے نہ جھگڑے ہیں نہ ٹنٹے ہیں مگر ؎ من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم ٭ کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد ٭ انگریزوں کی دیکھا دیکھی ہمارے وقتوں کے انگریزی خواں مسلمانوں نے بیٹھے بٹھائے چلتی گاڑی میں روڑے اٹکانے شروع کیے ہیں بچپن سے سنتے آئے ہیں کہ اَلنَّاسُ عَلٰى دِيْنِ مُلُوْكِهِمْ[1] تو اپنے جی میں کہا کرتے تھے کہ انگریزوں کی حکمرانی کا تو حصول ہے عیسی بدین خود موسی بدین خود۔ ان کے وقت میں مسلمان کیسے عیسائی مذہب اختیار کریں گے یعنی اَلنَّاسُ عَلٰى دِيْنِ مُلُوْكِهِمْ کا کلیہ غلط ہے۔ لیکن باوجودیکہ انگریزوں کی طرف سے جبر نہیں۔ زبردستی نہیں جوں جوں انگریزی تعلیم اشاعۃ پاتی گئی مسلمان ہیں کہ طرح طرح سے اسلام پر مونہ آنے لگے۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن کی ترتیب

[1] لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوا کرتے ہیں ۱۲

اصلاح طلب ہے۔ مکّی آیتیں جن میں صرف معتقدات ہیں وہ تو واجب العمل ہیں۔ مدنی جو انتظام دنیا کے بارے میں ہیں چونکہ زمانہ بدل گیا ہے ہماری حالت کے مناسب نہیں اور اسی لیے اُن پر کاربند ہونا ضرور نہیں۔ دوسرے صاحب کی رائے ہے کہ مسلمانوں کو اُن کے قانونِ میراث نے برباد کیا ہے۔ اب بھی اگر کسی کے کئی بیٹے ہوں اور انگریزوں کی طرح بڑا بیٹا باپ کے کل ترکے کا مالک قرار دیا جائے تو یہ سنبھل جائیں اور خاندان کی ساکھ قائم رہے۔ اسی طرح اسلامی شریعت کی کتنی باتیں ہیں جو لوگوں کی نظروں میں کھٹکتی ہیں اور اُن پر اعتراضوں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔ از انجملہ زن و شو کا معاملہ بھی ہے۔ یہ لوگ سرے سے یہاں کی عورتوں ہی کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ کوئی تعلیم یافتہ بھلا آدمی اِن کے ساتھ زناشوئی کا تعلق پیدا کرے مصرع روح را صحبتِ ناجنس عذابیست الیم۔ پھر زناشوئی کے تعلق کے پیدا کرنے کا جو طریقہ ہے وہ ان کے نزدیک خود تعلق سے بھی زیادہ مکروہ اور قابلِ نفرۃ ہے۔ وہ جو کہتے ہیں طویلے کی بلا بندر کے سر۔ اعتراضات کا سارا نچوڑ پردے پر ہے۔ انگریزوں میں عورتوں کے پردے کا رواج نہیں۔ اور ان کی عورتیں کنواری اور بیاہی مردوں سے بے تکلف ملتی جلتی ہیں تو ان میں زناشوئی کا تعلق دیکھ بھال کر ہوتا ہے اور دیکھ بھال بھی نظر سے گزرے نہیں بلکہ نکاح سے پہلے مدۃ تک دونوں میں ایسا گہرا اور گاڑھا گاہ و بےگاہ اختلاط رہتا ہے کہ ہمارے ہاں برسوں کے بیاہے ہو کر بھی ایسی آزادی نہیں برت سکتے اور یہ ابھی ان کے ہاں کی منگنی ہے۔ ہمارے ہاں اختلاط کا تو کیا مذکور ہے۔ شرفا میں بیٹے والوں کی طرف کی کوئی عورۃ کنواری لڑکی کا پرچھانواں بھی دیکھنا چاہے تو نہیں دیکھ سکتی۔ پردے کی مخالفت کا اصلی باعث تو ہے اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ کُنبے اور برادری کے ڈر سے کھلّم کھلّا گرجے میں جا کر اصطباغ لے نہیں سکتے اور کچھ نہیں بن پڑتا تو مسلمانوں کی ہر ایک بات میں جا و بیجا نکتہ چینیاں کیا کرتے ہیں۔ جاٹ بے جاٹ تیرے سر پر کھاٹ ہو تو اور مغل بے مغل تیرے سر پر کولھو ہو تو۔ بھیڑیا اپنی اصلی صورۃ میں آئے تو چرواہا لٹھ کے زور سے بھی اپنے ریوڑ کی حفاظت کر سکتا ہے۔ جواب ترکی بہ ترکی غضب یہ ہے کہ بھیڑ بن کر آتے اور بہکا پھسلا کر بھیڑوں کو تتّربتّر کرتے ہیں۔ پہلی تدبیر یہ ہے کہ پردے کے نقصان دکھائے جاتے ہیں اور ہر عیب کہ سلطان بپسندد ہنر است "بے پردگی کے فائدے۔ کہ پردے کی وجہ سے عورتیں اپنے حقِّ واجب تفریح اور تعلیم سے محروم ہیں۔ پردہ ایک قسم کی قید ہے مادام الحیاۃ۔ پردے کی قید نے عورتوں کو کمزور و ناتواں کر دیا ہے اور ان کی کمزوری اور ناتوانی کا اثر بدنسلوں پر پڑ رہا ہے۔ پردہ اس بات کی دلیل ہے کہ مردوں کو عورتوں کا اعتبار نہیں۔ آدمی مرد ہو یا عورۃ بالطبع آزاد پیدا کیا گیا ہے اور جب اُس کی آزادی کو جبراً روکا جاتا ہے تو وہ مکر اور فریب اور دھوکے سے آزادی کو عمل میں لاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ لونڈی غلام رذیل خصلتیں اختیار کر لیتے ہیں اور اسی لیے انگریزوں نے لونڈی غلام بنانے کو قتلِ نفس سے دوسرے درجے پر جُرم قرار دیا ہے یعنی جتنے عیب ہماری عورتوں پر تھوپے جاتے ہیں (۱) ان کیدکن عظیم (۲) اگر نیک بودے سرانجام زن۔ زناں را مزن نام بودے نہ زن (۳) اسپ و زن و شمشیر وفادار کہ دید۔ سب پردے کی بدولت۔ غرض پردے کے مخالفوں کے نزدیک مسلمانوں کی قوم کا افلاس۔ اُن کی تباہی۔ اُن کی بربادی۔ اُن کی ذلۃ۔ اُن کی

جہالت۔ اُن کا تنزّل جتنی بھی خرابیاں ہیں پردے کے نتیجے ہیں۔ اعتراضات کرتے تو کر بیٹھے مگر ع
کہ عشق آساں نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا "۔ دشواری یہ پیش آئی کہ پردے کی مخالفت کے ساتھ مسلمان ہونے
کے بھی لمبے چوڑے دعوے ہیں ع "ای طبل بلند بانگ در باطن ہیچ" ۔ اور قرآن ہے کہ صاف لفظوں میں حکمًا
پردے کی حمایت کرتا ہے۔ حامیانِ پردہ اور مخالفانِ پردہ کا اختلاف ناگوار درجے کو پہنچ گیا ہے۔ اور ہمارے
نزدیک پردے کے مطلب کو ہر دو فریق میں سے ایک نے بھی نہیں سمجھا۔ اور یہی وجہ دونوں طرف افراط و تفریط کی
ہے۔ بات یہ ہے کہ پردہ خود مقصود بالذات نہیں۔ اصل میں مقصود بالذات ہے عصمۃ و عفۃ کی حفاظت اور پردہ
اُس کی تدبیر ہے اور یہ عفۃ و عصمۃ مرد و عورۃ دونوں سے مطلوب ہے۔ اور اُس کا حفظ بھی دونوں کے کرنے
سے ہوتا ہے اور چونکہ عورۃ مرد کے مقابلے میں کمزور پیدا کی گئی ہے اور جسمانی کمزوری کے علاوہ ناقص العقل بھی
ہے اُسی پر حفظِ عصمۃ کی زیادہ تاکید بھی ہے۔ عنوانِ پردہ کے ذیل میں وہ بھی آیۃ دیکھو قل للمؤمنین یغضوا
من ابصارھم الخ مسلمان مردوں کو اتنا ہی حکم ہے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظۃ
کریں۔ اس میں اُن کی زیادہ صفائی ہے اور مسلمان عورتوں کے لیے یہ بھی ارشاد ہے کہ قل للمؤمنٰت یغضضن
من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا الخ (یعنی اے پیغمبر) مسلمان عورتوں سے
کہو کہ (وہ بھی) اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظۃ کریں اور اپنی زینت (کے مقامات) کو
ظاہر نہ ہونے دیں مگر جو اُس میں سے (چار و ناچار) کھلا رہتا ہے (تو اُس کا ظاہر ہونے دینا مضایقے کی بات نہیں)"
عورتوں پر اُن کی جسمانی کمزوری اور نقصانِ عقل کے علاوہ پردے کی زیادہ تاکید کرنے کا ایک سبب اور بھی
ہے کہ مردوں کو خلقی توانائی کی وجہ سے تحصیلِ معاش کے لیے دنیا کے مشکل اور بہت کام کرنے پڑتے ہیں
اور چونکہ اِن کو دنیا کے نشیب فراز سے اکثر سابقہ پڑتا رہتا ہے اسی سے اُن کی عقلیں تیز اُن کی ہمتیں
قوی ہوتی ہیں۔ عورتوں کا تو بس یہی کام ہے کہ مرد جو کچھ کما کر لائیں یہ اُس کو انتظام اور سلیقے سے اٹھائیں
گھر کو سنبھالیں بچوں کو پالیں۔ جسمانی اور دماغی محنتوں کو کوئی مردوں کے دل سے پوچھے کہ ایک معاش
کے پیچھے خون اور پسینا ایک کرنا پڑتا ہے ع "شب تاریک و بیم موج و گردابے چنیں ہائل ۔ کجا دانند حال ما
سبکسارانِ ساحلہا" ۔ پردے کے مخالفوں نے تو یہ سمجھ رکھا ہے کہ مرد دراصل عورتوں کے دشمن ہیں اور انھوں
نے ظلمًا عورتوں کو پردے پر مجبور کیا ہے۔ حالانکہ حقیقۃِ واقعی یہ ہے کہ مرد و عورۃ کا تعلق پیار اخلاص سے
شروع ہوتا پیار اخلاص کے ساتھ جاری رہتا اور پیار اخلاص ہی پر ختم ہوتا ہے۔ مرد اور عورۃ کی بناوٹ ہی
اِس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ ایک دوسرے سے انس و محبت کریں۔ شروع میں عورۃ ماں ہوتی ہے اور مرد
اُس کی اولاد۔ ماں کی ممتا کو سب جانتے اور سب مانتے ہیں۔ رہی اولاد تو ماں اولاد کے لیے سرچشمۂ زندگی
ہے۔ یعنی ایک وقتِ خاص تک کہ یہ مرد کی زندگی کا پہلا درجہ ہے۔ ماں اور اولاد ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے پر
مجبول و مجبور ہیں۔ پھر مرد کی عمر کے اِسی درجے میں یا اِس کے متعاقب اکثر بھائی بہنوں کا تعلق ہوتا ہے وہ

بھی اور کچھ نہ سہی تو ایک جگہ کا رہنا سہنا ماں باپ کی محبت میں ساجھے کا ہونا الفت کے لیے کفایت کرتا ہے غرض ماں اور اولاد کے تعلق کے علاوہ مرد اور عورۃ کے تعلق کی ایک شان اُخوۃ ہے اور وہ بھی مبنی ہی محبت پر طفولیت کے درجوں سے گزر کر پھر جو مرد و عورۃ میں تعلق ہوتا ہے وہ زناشوئی کا تعلق ہے اور کچھ شک نہیں کہ زناشوئی کا تعلق بھی پیار اور محبت کا تعلق ہے۔ اس صورۃ میں یہ خیال کرنا کہ مرد در اصل عورتوں کے دشمن ہیں، اور انھوں نے ظلمًا عورتوں کو پردے پر مجبور کیا ہے۔ ایک لغو خیال ہے اور مرد اور عورۃ کی فطرۃ اس کی تکذیب کرتی ہے۔ آدمی کچھ اس طرح کا خود غرض مخلوق ہے کہ بے مطلب یہ کسی کا بھی آشنا نہیں یہاں تک کہ خدا کا بھی پس جس کسی سے اس کو محبت کرتے دیکھو سمجھ لو کہ محبت میں جلبِ منفعت یا دفعِ مضرت مُضمر ہے۔ جب انسان کی محبت کا مدار غرض پر ٹھیرا تو جہاں غرض قوی متجدّد اور دیرپا ہو گی محبت بھی قوی متجدّد اور دیرپا ہو گی اور یہی بات آدمی کے تعلقات میں دیکھی بھی جاتی ہے کہ بیاہے پیچھے جورو خصم دونوں سب سے ٹوٹ کر اپنی خانہ داری الگ کر لیتے ہیں۔ وہ سمجھ جاتے ہیں کہ دنیا ایک چھکڑا ہے اور یہ دونوں دو بیلوں کی جگہ اس میں جوت دیئے گئے ہیں اور چھکڑا ان کو قبر کی منزل تک کھینچ لے جاتا ہے۔ گاڑی بانوں کا قاعدہ ہے کہ جوڑی میں جو بیل مٹھا ہوتا ہے اُسے دائیں طرف جوتتے ہیں اور چُست و چالاک کو بائیں طرف۔ اور یہ غالبًا اس لیے کہ داہنے ہاتھ سے ہانکنا ہوتا ہے مٹھا ہانکنے سے اپنی جوڑی کے ساتھ ساتھ چل سکے گا۔ میاں بی بی واقع میں بیل نہیں ہیں ہم نے مثال کے لیے اُن کو بیل بنا لیا ہے۔ اچھا تو جب مرد عورۃ دنیا کے چھکڑے میں جوتے گئے اور دونوں تھے ایک دوسرے کے حال سے واقف ایک دوسرے سے مانوس اُنھوں نے آپ تجویز کیا کہ کون داہنے رہے اور کون بائیں۔ عورۃ تھی خِلقۃً کمزور اور کمزوری کی وجہ سے مٹھی اس کو دائیں طرف رکھا یعنی تحصیل معاش کے مشکل مشکل کام مرد نے لیے اور خانہ داری کے ہلکے ہلکے عورۃ کو دیئے۔ مگر عورۃ خانہ داری کو قرن فی بیوتکن کی تعمیل کے بدون اچھی طرح سنبھال نہیں سکتی ناچار اس کو پتہ مار کر گھر میں بیٹھنا پڑا۔ یہ ہی پردے کی اصل حاصل ہوا اس کو مردوں کا ظلم سمجھو یا عورتوں کا ضعف۔ مگر مردوں کا ظلم سمجھنا بجائے خود مردوں پر ظلم ہے۔ مدعی سست گواہ چست گدھے کو دیا نمک اُس نے کہا میری آنکھیں پھوٹیں۔ پھر بڑی بات یہ ہے کہ ناموس مرد کی امانت ہے عورۃ اُس کی امانت دار اور مہر اور نان و نفقہ امانت کا معاوضہ۔ پس عورۃ کا فرض ہے کہ مرد کی امانت کی پوری پوری حفاظت کرے اور وہ بے پردے کے ممکن نہیں تو ہم نہیں کہتے مگر لائق اطمینان مشکل تو ضرور ہے۔ مال کی حفاظت کے لیے کیا کچھ کرنا پڑتا ہے زمین میں گاڑتے دوہرے دوہرے چینی کے تالے لگاتے اوپر سے پہرہ چوکی بٹھاتے آبرو مال سے کہیں زیادہ عزیز چیز ہے۔ اس پر بہتیرے غیرتمند لوگ جانیں قربان کر دیتے ہیں ایک پردے سے اِس کی قابل اطمینان حفاظت ہو سکے تو کیوں نہ کی جائے۔ مانا کہ خود عورۃ ناموس کی بڑی محافظ ہے مگر بے پردگی سے "سرو دبستان یاد دہانیدن"۔ "دیوانہ را ہوئے بس است" کرنا ضرور نہیں تو احتیاط کے خلاف ضرور ہے پردے کے مخالف یہ چاہیں کہ پردہ اٹھا کر عورتوں کو مردوں کی برابری میں لے آئیں تو نمونہ دکھا رکھیں۔ لا تفعلوا د

لَنْ تَفْعَلُوا عورتوں سے فطری نقصانات کو کیسے پورا کر سکیں گے۔ لَنْ تَجِدَ[51] لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا ۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيلًا ۔ یورپ میں عورتوں کے پردے کا دستور نہیں تو وہیں کی عورتوں نے کون سی گڑھی فتح کر لی ہے۔ ہم نے تو یہی دیکھا ہے کہ بڑے بڑے حاکم اپنی میموں کو دورے میں ساتھ لیے پھرتے ہیں۔ بڑی دھوم سے اُن کو دعوتیں دی جاتی ہیں۔ اُن کے کارنامے بیان کیے جاتے ہیں صاحب کو خوش کرنے کے لیے میم صاحب کا ذکرِ خیر بھی ضرور ہوتا ہے۔ جواب میں صاحب بہادر بھی خوشنودی کا اظہار فرماتے ہیں۔ یہ سب کارروائی انگریزی میں ہوتی ہے۔ میم صاحب بھی اپنی زبان سے دو کلمے فرما دیتیں تو لوگ مارے خوشی کے جامے میں پھولے نہ سماتے مگر اتنی جرأت کہاں وہی أَوَمَنْ[52] يُنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ۔ ناچار صاحب ہی کو تکلیف کرنی پڑتی ہے۔ بے شک ان میں شاذ و نادر والنادر کالمعدوم بعض عورتیں مصنّف بھی ہیں۔ سو ان کی تصنیفات ایشیائی شاعری کی طرح اکثر عشقیہ ناول ہوتے ہیں۔ اِن کی تو ہم کچھ قدر کرتے نہیں ہاں معدودے چند بڑی بولنے والیاں بھی ہیں تو اذان دینے والی مرغیاں کبھی ہمارے دڑبوں میں سے بھی نکل آتی ہیں۔ بحث کرنے پر آؤ تو جتنے نقصانات پردے کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں ایک ایک کا جواب دنداں شکن موجود ہے۔ مثلاً عورتوں کی ناتوانی اور کمزوری۔ تو ناتوانی اور کمزوری کو کُل جہان کی عورتوں نے حُسن کی ادا قرار دے رکھا ہے اس واسطے کہ ان کی خلقت ہے كُلُّ[53] شَيْءٍ يَرْجِعُ إِلَى أَصْلِهِ ۔ یورپ کی عورتیں باہر چلنے پھرنے کودنے پھاندنے سے جو توانائی بہم پہنچاتی ہیں مگر کو کس کس کر سب ضائع کر دیتی ہیں۔ مخالفین پردہ کو حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ ۔ یورپ کی آنکھ کا ٹینٹ تو سوجھ نہیں پڑتا کالا لوگ کو ناخنے کا اُلاہنا دیتے ہیں۔ اس کو ہم بھی مانتے ہیں کہ قرآن و حدیث اور تاریخ سے جتنے پردے کا پتہ چلتا ہے ہندوستان کے رسم و رواج نے اس میں بہت زیادتی اور سختی کر دی ہے مگر زیادتی اور سختی کر دی ہے تو ہم لوگوں کے دلوں کے کھوٹ نظر کی چوریاں زیادتی اور سختی کی متقاضی ہیں یعنی مروّجہ پردہ بدعت بھی ہے تو بدعتِ حسنہ ؎ در محفلِ خود راہ مدہ ہمچو منے را۔ آزردہ دل آزردہ کند انجمنے را اِس سختی پر تو یہ حال ہے اپنا گھٹنا کھولنا اور آپ ہی لاجوں مرنا عورتوں کی نسبت ایک کہاوت کہی جاتی ہے گھونگٹ میں لہر بہر ڈولی میں سارا شہر برقعے میں خدا کا قہر۔ مرد یوں بدنام ہیں کہ رانڈیں تو بُھتیرا اپنی کہیں رنڈوے بھی بیٹھنے دیں۔ شرعی پردے کی پوچھو تو قرآن کی آیتوں اور حدیثوں کے جمع کرنے سے وہی نتیجہ نکلتا ہے کہ پردہ مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصود بالذات ہے حفظِ عصمت اور پردہ اس کی تدبیر ہے اور بس۔ کیونکہ جب جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کفارِ مکّہ کے ہاتھوں سے تنگ آکر مدینے تشریف لے آئے تو اُن دنوں مدینہ قصبہ بھی نہیں ایک گاؤں تھا اور اس کا نام مدینہ بھی حضرت کا رکھا ہوا ہے ورنہ اس کا اصلی نام تھا یثرب چنانچہ قرآن میں بھی مدینے کو یثرب ہی فرمایا ہے۔ یثرب کے معنی عربی میں ہیں "اجڑے خراب ہو"۔ پیغمبر صاحب کو بُرے ناموں سے تھی نفرت۔ آپ نے اس کا نام مدینہ رکھا تب سے یہی نام پڑ گیا جس کے معنی ہیں شہر۔ یثرب کی

۵۱ (اے پیغمبر) تم خدا کے قاعدے کو ہرگز بدلتا ہوا نہ پاؤ گے اور نہ خدا کے قاعدے کو ہرگز ٹلتا ہوا پاؤ گے۔ ۵۲ کیا (بیٹی ذات) جو زیور میں نشو و نما پائے اور کوئی جھگڑا آ پڑے تو جھگڑے کے وقت (اچھی طرح) اظہار (مطلب) نہ کر سکے (وہ خدا کی شان کے زیبا ہے؟) ۱۲ ۵۳ ہر چیز اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔ ۱۲

اب وہ ہوا بھی خراب تھی کہ جسے یثرب یعنی یثرب کی تپ مشہور تھی۔ نام کے ساتھ پیغمبر صاحب کی برکت سے آب و ہوا بھی بدل کر درست ہوگئی۔ یثرب میں بیت الخلا بھی نہ تھے۔ شرفا کی بہو بیٹیاں سب رفع حاجۃ کے لیے جھٹ پٹے کا وقت تاک کر گاؤں کے باہر نکل جاتی تھیں۔ گاؤں کے شریر نوجوان آتی جاتیوں کو چھیڑتے بھی تھے حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات بہت ناگوار معلوم ہوتی تھی اور وہ بار بار جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پردے کی بابت عرض کیا کرتے تھے۔ مگر پردے کے بارے میں کوئی وحی تو آئی نہ تھی۔ پیغمبر صاحب اپنی طرف سے کیسے حکم دے دیتے۔ یہاں تک کہ ایک دن حضرۃ عمرؓ نے ام المؤمنین **سودہ** کو جاتے دیکھا۔ ہر چند کہ وہ دبکی ہوئی چلی جاتی تھیں مگر انھوں نے کسی طرح اُن کو پہچان لیا اور پیغمبر صاحب سے جا شکایت کی۔ آخر وحی نازل ہوئی کہ پیغمبر کی بیبیاں بیٹیاں اور عام مسلمان عورتیں گھونگٹ نکال کر نکلا کریں تاکہ ہر شخص پہچان لے کہ کوئی پردے والی عورۃ ہے اور چھیڑے چھاڑے نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم کے نزول تک عورتوں کو رفع حاجۃ کے لیے باہر جانا پڑتا تھا۔ اس اثنا میں بیت الخلا بھی بننے لگے ہوں گے۔ کیونکہ مسلمانوں کی خوشحالی روز بروز بڑھتی جاتی تھی تو پردے کا پیچ ذرا اور کس دیا گیا۔ اور وہ بڑی لمبی آیۃ نازل ہوئی جس کا حوالہ ہم اوپر دے چکے ہیں یعنی وہ گھونگٹ والی آیۃ تو اجنبیوں کے مقابلے میں تھی ایسی حالۃ میں کہ عورتوں کو رفع حاجۃ کے لیے چار و ناچار باہر جانا پڑتا تھا۔ اب یہ لمبی آیۃ اندرونِ خانہ کا پردہ ہے۔ پھر آخر میں جا کر پردے کی تکمیل تو اس آیۃ سے ہوئی جس میں امہات المؤمنین یعنی پیغمبر صاحب کی بیبیوں کو حکم ہے کہ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ اور اصحاب علیہم الرضوان کو ارشاد ہوا ہے کہ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ۔ اگرچہ یہ احکام امہات المؤمنین کو ہیں اور امہات المؤمنین کے بارے میں ہیں مگر تمام مسلمان عورتیں اور تمام مسلمان مردان کے مخاطب ہیں قرآن میں ایسے بہت احکام ہیں کہ مخاطب پیغمبر صاحب ہیں مگر سب مسلمان اُن احکام کے محکوم ہیں پیغمبر صاحب کی نسبۃ ایسا خیال کرنا کہ اُن کو اپنی بیبیوں کی عصمۃ کا زیادہ پاس تھا سخت لغو خیال ہے اور پردے کا پہلا حکم قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ صاف اس کی تردید کر رہا ہے۔ پیغمبر صاحب کو ایک ادنیٰ مسلمان کی جان اپنی جان سے اور ایک ادنےٰ مُسلمان کی آبرو اپنی آبرو سے بہت زیادہ عزیز تھی۔ اگرچہ پردے کا پیچ مسلمانوں کی حالۃ کے لحاظ سے رفتہ رفتہ کسا گیا مگر وہ سب احکام بجائے خود بحال و برقرار ہیں اب بھی ہمارے ملک کے چھوٹے چھوٹے دیہات میں بیت الخلا نہیں ہوتے حلال خور نہیں ہوتے تو وہی گھونگٹ کی قدر پردہ کیا جاتا ہے اور اُن کے حق میں وہی شرعی پردہ ہے۔ غرض ہر ایک کی حالۃ کے مناسب ہر ایک کا پردہ ہے۔ ایک پردہ جوان عورت کا ہے ایک بوڑھی کا۔ ایک دیہاتی کا۔ ایک شہری کا۔ ایک غریب کا ایک امیر کا۔ ایک حسین کا ایک بدصورۃ کا جس کو جس طرح عصمۃ کی حفاظت کا اطمینان ہو عصمۃ کی حفاظت کے ساتھ جو چاہے سو کرے۔ ہم تو اسی مروّجہ پردے کے خوگر ہو رہے ہیں اور اسی کو عصمۃ کی حفاظت کا متعین ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اور یہی ہمارا شرعی پردہ ہے ۵ الا لا یقتل من شاء ما شاء انما ۔ یلام الفتی فیما استطاع من الامر

۵ سنو جی! جو جس کا جی چاہے کیے آدمی اسی کام میں ملامت کیا جاتا ہے جس پر اس کا اختیار چلتا ہے ۱۲

ہم نے انجمنِ حمایتِ اسلام لاہور کے انیسویں سالانہ جلسے میں "آزادی اور مستورات کی بے پردگی" پر لکچر دیا تھا اور اُس میں پردے کے متعلق نہایت اختصار کے ساتھ بحث کی تھی چونکہ وہ مضمون بھی دلچسپی سے خالی نہیں اس لیے مضمون کا اُس قدر حصہ جو پردے سے تعلق رکھتا ہے اس جگہ بعینہٖ نقل کرتے ہیں اگرچہ بعض مضامین میں تکرار بھی دیکھی جائے گی مگر حقیقۃ میں فائدے سے خالی نہ ہوگی ÷ دہو ہذا

گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل ہرچند چاہتا ہوں کہ وعظ کی شان نہ آنے پائے "ورنہ ستانی بستم میرسد" آہی جاتی ہے اور یہی حال ہے تو لکچر کا تمام ہونا بھی معلوم۔ انجمن اجازت دے یا نہ دے خود مجھ میں اگلی سی توانائی نہیں رہی سے نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا۔ اور اب ÷ لب تک آتا ہے جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے افسوس تو اس بات کا ہے کہ حاشیوں کی وجہ سے اصلِ متن رہا جاتا ہے۔ میں نے اس ارادے سے لکچر شروع کیا تھا کہ ہر ایک قسم کی آزادی پر بحث کر کے آڈینس کو بتاؤں گا کہ آزادی کی خواہش جو ہر ایک بشر کی طبیعۃ میں ہے چند در چند اضطراری قیود کے ساتھ جو لازمہ فطرۃِ انسانی ہیں کیونکر اور کہاں تک عمل میں لائی جائے۔ سو یہ تو بڑا وسیع مضمون ہے تاہم میں چلتے چلتے اِتنا تو کہے دیتا ہوں کہ ہم لوگوں نے اُس آزادی کے مصرف ہی کو نہیں سمجھا جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہم کو عطا ہوئی ہے۔ اُس آزادی کا مصرفِ صحیح تو یہ تھا کہ ہم خواصّ الاشیا کی ٹوہ لگاتے۔ اور کائناتِ عالم سے خدمت لیتے جیسا کہ اہلِ یورپ کر رہے ہیں۔ سو اس طرف تو ہم نے جیسی چاہیے توجہ کی نہیں اور جیسے خالی بیٹھا ہوا بنیا بٹّے باٹ کرتا یا اِس کوٹھی کے دھان اُس کوٹھی میں اور اُس کوٹھی کے دھان اس کوٹھی میں کیا کرتا ہے۔ فکرِ رایگاں اور لایعنی مشغلوں میں پڑ گئے یا کم سے کم نفلوں کے پیچھے فرضوں کو ناغہ کرنے لگے۔ اِن ہی قسموں میں سے ایک قسم کی آزادی وہ ہے جس کے لیے مخالفینِ پردۂ مستورات شور و غل مچا رہے ہیں۔ اِن دنوں روس اور جاپان میں لڑائی ہو رہی ہے۔ جاپانی تو خشکی اور تری دو طرف سے روس پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ مخالفینِ پردہ ایک دم چار طرف سے پردے پر حملہ کر رہے ہیں۔ یعنی پردے کے خلاف میں چار چار دلیلیں پیش کرتے ہیں اوّل یہ کہ رواجی پردہ شرعی پردے کی حد سے بڑھا ہوا ہے اور اسی وجہ سے اُٹھا دینا چاہیے۔ دوسرے یہ کہ اتنا پردہ سختی کی وجہ سے عورتوں پر ظلم ہے۔ تیسرے یہ کہ پردے نے قوم کے آدھے دھڑ کو بےکار کر رکھا ہے کیونکہ مردم شماری کی رُو سے مردوں اور عورتوں کا شمار قریب قریب برابر کے ہے۔ اِن دنوں چونکہ تعلیم پر بڑا زور دیا جا رہا ہے۔ مخالفینِ پردہ۔ تیسری دلیل کے تتمہ کے طور پر یہ بات بھی پیش کرتے ہیں کہ قوم کی ترقی موقوف ہے تعلیم پر۔ اور پردے کی وجہ سے عورتوں کی تعلیم کا انتظام نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم عورتوں کی خِلقۃ پر نظر کریں اور اُس تعلق پر جو خدا نے مرد اور عورۃ میں ٹھیرا دیا ہے تو مخالفینِ پردہ کی سب دلیلیں مکڑی کے جالے کی طرح ایک پھونک سے ٹوٹتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ۔ ب۲۰ ع۱۶[1]

[1] جن لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے (دوسرے) کارساز بنا رکھے ہیں اُن کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ اُس نے (بھی اپنے زعم میں ایک) گھر بنایا اور کچھ شک نہیں کہ گھروں میں بودے سے بودا مکڑی کا گھر ۱۲

دو باتیں کہتا ہوں اور دونوں مرئی و مشاہد ہیں جن سے انکار ہی نہیں ہو سکتا۔ اول یہ کہ مرد و عورۃ کا باہمی تعلق پیار و اخلاص کا تعلق ہے۔ اس کا ثبوت خود خدا کا فرمودہ ہی جس نے مرد اور عورۃ کے دل ہی ایسے بنائے ہیں کہ ایک دوسرے کی طرف کو مائل ہوں اور ایک دوسرے کی طرف کو رغبت کریں وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ[۱] بے شک کہیں کہیں میاں بی بی میں موافقت نہیں بھی ہوتی۔ مگر ایسی مثالیں شاذ و نادر ہیں وَالنَّادِرُ كَالْمَعْدُوْمِ اور پھر میاں بی بی کے بگاڑ کا اعتبار کیا دن کو لڑے رات کو پھر ایک کے ایک۔ دنیوی تعلقات میں یہی ایک تعلق جیتے جی کا تعلق ہے۔ خدا نے دونوں کے اغراض کو ایسا وابستہ یکدگر کیا ہی کہ نکاح سے شروع ہو کر توالد تناسل کے ذریعے سے عمر کے ساتھ بڑھتا اور قوی ہوتا جاتا ہے۔ اور اشتراکِ اغراض کی وجہ سے دونوں کو ایک جان دو قالب کہہ سکتے ہیں۔ پس سرے سے یہ فرض ہی غلط ہے کہ جن لوگوں میں عورتوں کے پردے کا رواج ہو ان میں مرد اور عورۃ کا تعلق موافقانہ اور مو الفانہ نہیں بلکہ مخالفانہ اور مخاصمانہ ہے اور مردوں نے زبردستی عورتوں کی مرضی کے خلاف ظلماً اُنھیں پردوں میں قید کر رکھا ہے۔ حقیقۃ الحال یہ ہی کہ عورۃ کو خدا نے مرد کے مقابلے میں ضعیف پیدا کیا ہے۔ اس کے پیچھے ایسے عوارض لگا دیے ہیں کہ وہ اس کو کمزور کرتے رہتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ انگریزی میں عورتوں کو "ویکر سکس" کہتے ہیں یعنی صنفِ ضعیف۔ تو مرد اور عورۃ نے جن کو اپنی زندگی ایک ساتھ بسر کرنی تھی دنیا داری کے کاموں کو صلح و سازگاری سے آپس میں تقسیم کیا **قطعہ** قسمت کیا ہر ایک کو قسّامِ ازل نے ٭ جس چیز کے ناسخ کوئی قابل نظر آیا ٭ بلبل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا ٭ غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا ٭ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا[۲] اعمالِ شاقہ جن میں زیادہ توانائی درکار تھی مردوں کے حصے میں آئے۔ اور انتظامِ خانہ داری۔ اور اولاد کی پرورش ہلکے ہلکے کام عورتوں نے لیے جو ان کے مناسبِ حال تھے۔ اور چونکہ عورتوں کے کرنے کے کام بدون اس کے اچھی طرح سر انجام نہیں پا سکتے کہ عورۃ جم کر گھر میں بیٹھی رہے۔ خانہ نشینی نے پردے کی صورۃ اختیار کر لی تو اس حساب سے پردہ لازمۂ فطرۃ نسوانی ہوا اور لازمۂ فطرۃ ہوا تو پردے پر اعتراض کرنا فطرۃ پر اعتراض کرنا ہے یعنی معاذ اللہ خدا پر **مصرع** نہ بر حرفِ او جائے انگشت کس ٭ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ٭ ایک بات اور ہے جس سے پردے کا لازمۂ فطرۃ نسوانی ہونا پایا جاتا ہے ثبوت نہ سہی مؤید تو ہے کہ جن لوگوں میں عورتوں کے پردے کا دستور نہیں اُن کی عورتوں میں بھی اختلاطِ ذکور سے ایک طرح کی جھجک تو دیکھی جاتی ہے اور ایشیا کے لٹریچر

---

[۱] اور اسی کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہی کہ اُس نے تمھارے لیے تمھاری ہی جنس کی بی بیاں پیدا کیں تاکہ تم کو اُن کی طرف (رغبت کرنے سے) راحت ملے اور تم (میاں بی بی) میں پیار اور اخلاص پیدا کیا جو لوگ سوچ سمجھ کو کام میں لاتے ہیں اُن کے لیے اِن باتوں میں (قدرۃِ خدا کی) بہتیری ہی نشانیاں ہیں ۱۲

[۲] ہم نے ذمہ داری کو (جو انسان پر ہے) آسمانوں (پر) اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا اور یہ بوجھ اُن پر لادنا چاہا، تو انھوں نے بزبانِ حال اُس کے اُٹھانے سے انکار کیا اور اُس سے ڈر گئے اور آدمی نے (گویا ارادۃً بے تامل) اُس کو اُٹھا لیا اس میں شک نہیں کہ وہ (اپنے حق میں) بڑا ہی ظالم تھا (اور ظالم ہونے کے علاوہ) بڑا ہی نادان ۱۲

سے بھی اِس کا پتہ چلتا ہے کہ شاعروں نے اِس وحشت وگریز کو حسن کی ایک ادا سمجھا ہے اور یہ تو اپنے آنکھوں دیکھی بات ہے کہ بڑے بڑے انگریز اپنی لیڈیوں کو دَوروں میں ساتھ لیے پھرتے ہیں۔ ریاستوں میں دعوتیں ہوتی ہیں۔ ایڈریس دیئے جاتے ہیں۔ ایڈریس کے مخاطب صحیح تو صاحب ہوتے ہیں۔ مگر اُن کے خوش کرنے کو ایڈریس میں میم صاحب کا بھی مذکور ضرور ہوتا ہے۔ صاحب ایڈریس کے جواب میں میزبان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اپنی طرف سے تو خیر میم صاحب کی طرف سے بھی۔ اِس لیے کہ مجمع میں بولنے اور بات کرنے کو بھی جرأت چاہیئے۔ اور میم صاحب میں بے حجابی بھی ہے۔ تعلیم بھی ہے۔ شائبۂ حکومت بھی ہے۔ ایک نہیں تو جرأت نہیں۔ کیوں نہیں؟ وہی جھجک جو اثر ہی جبلّی لازمۂ فطرۃ نسوانی یعنی پردے کا! عورتوں کے اِس خاصّہ طبیعی کا بیان ایک جگہ قرآن میں بھی ہے کہ مشرکین عرب کے عقائدِ فاسدہ میں سے ایک یہ بھی تھا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ قرآن میں ان کو اِس طرح قائل کیا گیا ہے کہ تم تو بیٹیوں سے عار رکھتے ہو اِس عار کو خدا کی طرف منسوب کرنے سے تم کو شرم نہیں آتی کیسے احمق ہو۔ سرے سے اولاد اور اولاد میں سے بھی بیٹیاں۔ خدا کی شان کو کیا زیب دیتی ہیں۔ جن کا یہ حال ہے کہ ساری عمر کنگھی چوٹی بناؤ سنگھار میں لگی رہیں۔ زبانی تکرار ہو پڑے تو مُونہ سے بات نہ نکلے۔ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ۔ مطلب یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں نے آپس کی صلاح سے مناسبِ حالت اپنے اپنے گھروں کا انتظام کر رکھا ہے۔ ہر کسے مصلحتِ خویش نکو میداند۔ سوسائٹی ایک وضع پر سکون و اطمینان سے چل رہی ہے۔ بلا ضرورۃ پردے کی بحث چھیڑ کر گھروں میں فساد ڈلوانا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ[۱] نہیں تو اَور کیا ہے۔ اچھی ریفارم کی سوجھی جس کا ضروری نتیجہ یہ ہے کہ گھروں سے عافیت اُٹھ جائے۔ ایسے ریفارمروں سے میرے نزدیک حفظِ امن کے مچلکے لینے چاہئیں اور اگر قانون اجازت نہ دے تو لارڈ کرزن سے عرض معروض کر کے سرکاری ازداری کی طرح کا بل پاس کرایا جائے لارڈ صاحب کی طبیعت ماشاء اللہ ان دنوں بہت جولانیوں پر ہے۔ رہا تعلیم کا ابلہ فریب حیلہ تو اِس کا مختصر جواب ہے ؎ تو کارِ زمیں را نکو ساختی ✣ کہ با آسماں نیز پرداختی ✣ بندگانِ خدا ابھی مردوں کی تعلیم کا اونٹ تو ایک کروٹ بیٹھا نہیں۔ اِدھر یونیورسٹی بل انڈیا لیجس لیٹو کونسل میں پڑا جھول رہا ہے۔ اُدھر علی گڈھ کالج اسٹاف نے احیاے عربی کا شگوفہ نکال کھڑا کیا ہے۔ عورتوں کے پردے کی بحث چھیڑ کر تعلیم کے مسئلے کو اَور بھی گول مال کرنا چاہتے ہو کیا۔ کب سے لڑکوں کی تعلیم پر زور دیا جا رہا ہے اور زور بے اثر بھی نہیں رہا۔ مگر نتیجہ یہی نا کہ لاہور کی تو خبر نہیں ایک دلّی میں بیس بائیس بی اے۔ بے کار بیٹھے ہیں۔ اُن میں سے ایک کا حال مجھے معلوم ہے کہ خدا خدا کر کے بڑی سفارشوں سے نقل نویسوں میں بھرتی ہوا۔ لڑکیاں کچھ بھی کریں لڑکوں کے برابر تعلیم پانے کی اِن میں قابلیت ہی نہیں اور نہ مہلت۔ بہت کرو۔ اِن کو اردو لکھنا پڑھنا سکھا دو۔ یا بی اے ایم اے کے درجے تک پڑھانا ہو تو حساب میں جمع تفریق۔ ضرب تقسیم۔ تو شریفوں کے گھروں میں اتنی تعلیم سبقًا سبقًا اور سینہ بہ سینہ پردے کے ساتھ اب بھی ہو رہی ہے۔ اس کے لیے اتنا غل غپاڑہ کرنا کیا ضرور ہے

[۱] اِس سے میاں بی بی میں جدائی ڈال دیں ۱۲

۵ رات دن چکّر میں بسات آسمان ؎ ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا ؎ اب رہا پردے کے متعلق شرع کا حکم تو میں مولویوں کی طرح ان پیچیدگیوں میں تو پڑنا چاہتا نہیں کہ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ[۱] اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا میں زینۃ سے اور مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے اور یُدْنِیْنَ[۲] عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ میں جلابیب اور ادنائے جلابیب کیا مراد ہے میں تو ایک سیدھی سادی طبیعۃ کا مسلمان ہوں اور اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ[۳] کی رُو سے سب مسلمان بھائیوں کو صلاح دیتا ہوں کہ میری ہی طرح کی سیدھی سادی طبیعۃ رکھیں - میں نے تو پردے کی آیتوں سے جو قرآن میں ہیں یہ سمجھا ہے کہ پردے کا مقصودِ اصلی عفت کی حفاظت ہے تاکہ مسلمانوں کی سوسائٹی فواحش کی گندگی سے پاک صاف رہے اِنَّمَا[۴] یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا - اور خدا کا شکر ہے کہ مسلمانوں کی سوسائٹی بِالنِّسْبَةِ اِلٰی اَخَوَاتِهَا مِنَ الَّذِیْنَ لَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ - بہت کچھ فواحش کی گندگی سے پاک ہے بھی - اور اس کا سبب ظاہر ہی عورتوں کا پردہ ہے - پس پردے کے مقصودِ اصلی یعنی حفظِ عفت کو فوت نہ ہونے دو اور اس کے لیے جو احتیاط بھی عمل لاؤ گے اس کو محکومِ شرع سمجھو - احتیاط کے لیے کوئی عام سٹینڈرڈ قرار نہیں دیا جا سکتا - ایک احتیاط شہریوں کے لیے ہے - ایک دیہاتیوں کے لیے - ایک امیروں کے لیے ایک غریبوں کے لیے ایک جوانوں کے لیے - ایک بوڑھوں کے لیے - ایک کنواروں کے لیے ایک بیاہے ہووں کے لیے - ایک خوبصورتوں کے لیے - ایک بدصورتوں کے لیے - ایک خواص کے لیے - ایک عوام کے لیے - ایک ایک حالۃ کے لیے - ایک دوسری حالۃ کے لیے - لیکن نیک نیتی سے جو جیسی بھی احتیاط کرتا ہے اُس کے لیے وہی محکومِ شرع ہے - بمبئی کے کانفرنس میں جو معاملہ پیش آیا آپ صاحبوں میں سے بعض نے نہیں سنا ہوگا - وہ معاملہ یہ تھا کہ مسلمانانِ بمبئی کے دو بڑے لیڈر مستورات کے پردے کے مخالف ہیں - ہز ہائینس سر آغا خاں اور جسٹس سید بدرالدین طیب جی - یہ دونوں یکے بعد دیگرے محمڈن ایجوکیشنل کے پریزیڈنٹ قرار دیئے گئے سالِ پیوستہ میں سر آغا خاں اور سالِ گزشتہ میں جسٹس سید بدرالدین - دونوں نے پردے کے مخالف اپنا خیال ظاہر کیا - بمبئی کے لوگ سید بدرالدین کی تقریر پر برہم ہوئے - میں تو اپنی ڈیوٹی ادا کر کے بمبئی سے مہم چلا گیا - بمبئی میں ایک بڑا معزز خاندان ناخدا محمد علی روگے کا ہے ناخدا صاحب تو علیل ہیں مگر اُن کے خاندان کی عظمۃ قائم ہے - قال قال پردے کی بحث ناخدا صاحب کے حرم محترم میں پہنچی - اور انھوں نے اپنے داماد نواب نصر اللہ خاں صاحب کو دوڑایا - وہ مجھ کو مہم سے واپس لے گئے اور میں نے ناخدا صاحب کی بی بی کے فرمانے سے پردے پر لکچر دیا کوئی سو یا زیادہ لیڈیاں پردے کے اندر بیٹھی سن رہی تھیں اور میں پردے کے پاس مردوں میں لکچر دے رہا تھا لکچر میں یہی کچھ تھا جو میں ابھی عرض کر چکا ہوں مگر ذرا تفصیل کے ساتھ لکچر کے تمام ہونے پر ناخدا صاحب کی بی بی نے ایک ہزار - ناخدا صاحب کی بہن نے ایک ہزار - ناخدا صاحب کی صاحبزادی نے پانسو - کل ڈھائی ہزار روپے کے نوٹ اُسی وقت میرے حوالے کیے - دیئے تو مجھ کو مگر نواب محسن الملک کھاتے میں لگ گئے ہوئے تھے انھوں نے اُسکے لیے پچھلے مہینے میں مسٹر آرنلڈ صاحب کو رخصت کرنے علیگڈھ گیا دیکھا کہ اُس روپے کے شاندار کمرے تیار ہیں کمروں کے دروازوں پر میرے لکچر کا حوالہ دے کر پتھر کندہ کرا کر نصب کر دیئے ہیں بمبئی سے ڈھائی ہزار روپے ملے تھے اب دیکھیں لاہور سے کیا وصول ہوتا ہے میں اپنے لیے نہیں مانگتا انجمن

---

۱ اپنی زینت (کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے دیں مگر جو اس میں سے (چار و ناچار) کھلا رہتا ہے (تو اس کا ظاہر ہونے دینا مضائقے کی بات نہیں) ۱۲ ۲ اپنی چادروں کے گھونگھٹ نکال لیا کریں ۱۲ ۳ دین نام ہے خیر خواہی کا ۱۲ ۴ (اے پیغمبر کے) گھر والو! خدا کو تو بس یہی منظور ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) گندگی کو دور کرے اور تم کو ایسا پاک صاف بنائے جیسا پاک صاف بنانے کا حق ہے ۱۲

عورتوں کے حقوق مردوں پر

مہر

وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِہٖ مِنْھُنَّ فَاٰتُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ فَرِیْضَۃً ط وَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْمَا تَرٰضَیْتُمْ بِہٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِیْضَۃِ ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا (النساء ۴ پارہ ۵)

اور (لوگو!) جو عورتیں تم پر آیۂ حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ الخ میں حرام کی گئی ہیں، اُن کے علاوہ (سب عورتیں) تمھارے لیے حلال ہیں بشرطیکہ شہوۃ رانی کے لیے نہیں بلکہ قید (نکاح) میں لانے کی غرض سے مال (یعنی مہر) کے بدلے (نکاح کرنا) چاہو پھر جن عورتوں سے تم نے لطف (صحبت) اُٹھایا ہو تو اُن سے جو مہر ٹھیرا تھا اُن کے حوالے کرو اور ٹھیرائے پیچھے (مہر کے کم و بیش کرنے پر) آپس میں راضی ہو جاؤ تو تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں اللہ (سب کے حال سے) واقف ہے اور سب کام حکمت و تدبیر سے کرتا ہے۔

وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْکُمْ طَوْلًا اَنْ یَّنْکِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ مِّنْ فَتَیٰتِکُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ط وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِکُمْ ط بَعْضُکُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَانْکِحُوْھُنَّ بِاِذْنِ اَھْلِھِنَّ وَاٰتُوْھُنَّ

اور تم میں سے جس کو مسلمان بیبیوں ف۱ سے نکاح کرنے کا مقدور نہ ہو تو خیر لونڈیاں ہی سہی (جو کافروں کی لڑائی میں مسلمانوں کے قبضے میں آجائیں ف۱) بشرطیکہ ایمان رکھتی ہوں اور اللہ تمھارے ایمان کو خوب جانتا ہے (آدم زاد ہونے کے اعتبار سے) تم ایک دوسرے کے ہم جنس ہو پس (بے تامّل) لونڈی والوں کے اذن سے اُن کے ساتھ نکاح کرلو اور دستور مطابق اُن کے مہر

ف۱ لفظ بی بی ہماری زبان میں دو طرح پر بولا جاتا ہے ایک بیاہتا عورت اور دوسرے عام شریف زادی جو کسی کی لونڈی باندی نہ ہو اس جگہ بیبیوں سے یہی اخیر قسم کی بیبیاں مراد ہیں ۱۲

ف۲ مہر کا شرط نکاح ہونا اس بات کی تمہید ہے کہ عورت نکاح ہوتے کے ساتھ آپ اپنے مال کی مالک ہوتی ہے انگریزوں کی طرح نہیں کہ ان کے ہاں منکوحہ عورت کوئی چیز نہیں۔ اس کی اپنی ذاتی کمائی بھی شوہر کی ملکیت سمجھی جاتی ہے نہ وہ کوئی چیز اپنے لیے خرید سکتی اور نہ اُدھار لے سکتی۔ اور ایسی حالت میں اُس کے ساتھ خرید و فروخت اور لین دین کا معاملہ کرے بھی کون یعنی منکوحہ عورت میں مالک ہونے کی قابلیت ہی نہیں تسلیم کی جاتی ہے کس بلا کی مجبوری ہے۔ باایں ہمہ اپنی آنکھ کا شہتیر تو دیکھتے نہیں مسلمانوں کی آنکھ کے تنکے پر، خیالی نالشے پر اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں عورتوں کی کچھ قدر نہیں انگریزوں میں جو عورتوں کی قدر ہے وہ صرف ظاہری اور زبانی للّو پتّو ہے۔ اصلی قدر ہم مسلمانوں میں ہے کہ عورتوں کو اپنی طرح برابری کے درجے میں مالک ہونے دیتے ہیں ۱۲ - من المترجم

اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (النساء ع ۴ پارہ ۵)

اُن کے حوالے کرو مگر شرط یہ ہے کہ قیدِ (نکاح) میں لائی جائیں (اور) نہ (تو تم سے) بازاری عورتوں کا سا تعلق رکھنا چاہتی ہوں اور نہ خانگیوں کا سا **ف** پھر اگر قیدِ (نکاح) میں آئے پیچھے کوئی بے حیائی کا کام کریں تو جو سزا بی بی کی اُس کی آدھی لونڈی کی **ف۲** لونڈی سے نکاح کرنے کی اجازت اُسی کو ہے جس کو تم میں گناہ (کے پھنسنے) کا خوف ہو اور صبر کرو تو تمھارے حق میں زیادہ بہتر ہے اور اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے ۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۪ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْۤ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ؗ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (المائدہ ع ۱ پارہ ۶)

(مسلمانو) آج (تمام) پاکیزہ چیزیں تمھارے لیے حلال کر دی گئیں اور اہلِ کتاب کا کھانا (بشرطیکہ تمھارے ہاں بھی روا ہو) تمھارے لیے حلال ہے اور تمھارا کھانا اُن کے لیے حلال ہے اور مسلمان بیاہتا بیبیاں اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی جا چکی ہے اُن میں کی (بھی) بیاہتا بیبیاں (تمھارے لیے) حلال ہیں **ف۳** بشرطیکہ اُن کے مہر اُن کے حوالے کر دو اور تمھارا ارادہ (اُن کو) قیدِ (نکاح) میں لانے کا ہو نہ کھلم کھلا بدکاری کرنے کا اور نہ چوری چھپے آشنا بنانے کا اور جو ایمان (کی اِن باتوں) کو نہ مانے تو اُس کا کیا دھرا سب اکارت اور آخرت میں (بھی) وہ نقصان اُٹھانے والوں میں ہوگا ۔

ف مولانا شاہ عبد القادر صاحب نے مُسٰفِحٰتٍ کا ترجمہ "مستی نکالتیاں" اور مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ کا "یار کرتیاں چھپ کر" کیا ہے اور اسی کے قریب قریب مولانا شاہ ولی اللہ اور مولانا شاہ رفیع الدین کے ترجمے ہیں مُسٰفِحٰت کے معنوں میں بدکاری سے کھلے خزانے اور مُتَّخِذٰت اخدان میں چوری چھپے آشنائی کرنا ہم نے اس فرق کو بازاری اور خانگی سے ظاہر کیا ہے گو لفظوں سے کسی قدر دور ہے ۱۲ **ف۲** عورتیں دو قسم کی ہیں لونڈیاں اور اُن کے مقابل گھر کی بیبیاں۔ بیبیوں میں سے جو شوہر دار ہو اور وہ بدکاری کی مرتکب ہو۔ اُس کی سزا سنگسار کرنا ہے اور بے شوہر والی مرتکب بدکاری ہو تو اُس کی سزا سو تازیانے ہیں اس لیے کہ شوہر دار بدکاری کرنے سے خواہ اُس کا شوہر زندہ ہو یا مرچکا ہو۔ اپنی اور اپنے شوہر کی ناموس کو تباہ کرتی ہے اور بے شوہر صرف اپنی ہی۔ رہی لونڈی وہ پہلے ہی کیا عزت رکھتی تھی اس لیے اُس کی سزا دونوں صورتوں میں نصف یعنی پچاس کوڑے کیونکہ سنگساری کا نصف تو ہو ہی نہیں سکتا ۱۲ **ف۳** بیاہتا بیبیوں سے مراد ہیں وہ عورتیں جو نکاح کے ذریعے سے لوگوں کے ساتھ میاں بی بی کا سا تعلق پیدا کرنا چاہتی ہیں ۱۲

(۱) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ مَا اَوْفَیْتُمْ
بِہٖ مِنَ الشُّرُوْطِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِہِ الْفُرُوْجَ (متفق علیہ)

عقبہ بن عامر رضہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ جن شرطوں کو تم پورا کرتے ہو ان سب میں
زیادہ ضروری اُس شرط کا پورا کرنا ہی جس کی وجہ سے تم نے
عورتوں کی ناموس اپنے لیے حلال کرلی ہی (یعنی مہر)

(۲) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَاءَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ
یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ وَهَبْتُ نَفْسِیْ لَكَ
فَقَامَتْ طَوِیْلًا فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ
یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ زَوِّجْنِیْهَا اِنْ لَّمْ تَكُنْ لَكَ
فِیْهَا حَاجَةٌ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَیْءٍ
تُصْدِقُهَا قَالَ مَا عِنْدِیْ اِلَّا اِزَارِیْ
هٰذَا قَالَ فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِیْدٍ
فَالْتَمَسَ فَلَمْ یَجِدْ شَیْئًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ هَلْ مَعَكَ مِنَ
الْقُرْاٰنِ شَیْءٌ قَالَ نَعَمْ سُوْرَةُ كَذَا وَسُوْرَةُ
كَذَا فَقَالَ قَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ
الْقُرْاٰنِ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ انْطَلِقْ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا
فَعَلِّمْهَا مِنَ الْقُرْاٰنِ ۔ (صحیحین)

سہل بن سعد رضہ سے روایۃ ہے کہ جناب پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورۃ نے آکر
عرض کیا یارسول اللہ میں نے اپنے تئیں آپ کو
ہبہ کردیا اور یہ کہہ کر دیر تک کھڑی رہی (اور پیغمبر
صاحب نے قبول و رد کے ساتھ کوئی جواب نہیں دیا)
اتنے میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یارسول اللہ
اگر آپ کو اس عورۃ کی حاجۃ نہیں ہی تو اس کا میرے
ساتھ نکاح کر دیجئے فرمایا کیا تیرے پاس کوئی ایسی
چیز ہے جسے تُو اس کا مہر ٹھیرا سکے عرض کیا میرے
پاس تو بجز اس تہمد کے اور کچھ ہی نہیں فرمایا کوئی
چیز تو بہم پونہچا اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی سہی چنانچہ
اُس نے کوئی ایسی چیز بہم پونہچانے کی کوشش کی
مگر کچھ نہ پایا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کیا تجھے کچھ قرآن بھی یاد ہے عرض کیا جی ہاں فلاں
فلاں سورۃ یاد ہے فرمایا تو میں نے اِس عورۃ کا نکاح
تجھ سے کردیا اُن قرآنی سورتوں کے عوض جو تجھے
یاد ہیں۔ اور ایک روایۃ میں آیا ہے کہ پیغمبر صاحب
نے فرمایا کہ جا میں نے اسے تیرے نکاح میں دے دیا
تو تُو اسے کچھ قرآن سکھا دے ف

ف الفاظِ حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ جناب پیغمبر صاحب نے تعلیم قرآن ہی کو اُس عورۃ کا مہر ٹھیرایا ہی وجہ ہی کہ اکثر ائمہ کے نزدیک
مہر کے لیے نقدین و متاع شرط نہیں بلکہ تعلیم اور خدمۃ وغیرہ بھی مہر ہوسکتا ہے جیسا کہ حضرۃ شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی کا مہر یہ ٹھیرایا کہ موسیٰ
علیہ السلام آٹھ سال تک اُن کی خدمۃ کریں اور بکریاں چرائیں مگر علماءِ احناف کہتے ہیں کہ اس صورۃ میں مہر مثل واجب ہوگا جیسا کہ اُس صورۃ میں
مہر مثل واجب ہوتا ہے جب کہ نکاح کے وقت میں مہر کا نام نہ لیا گیا ہو ۱۲ من المترجم

نفقہ

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَاۤءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ (النساء ع ۶ پارہ ۵)

مرد عورتوں کے سر دھرے ہیں (اس کے دو سبب ہیں ایک) یہ کہ (آدمیوں میں) اللہ نے بعض (یعنی مردوں) کو بعض (یعنی عورتوں) پر (دل کی مضبوطی اور جسمانی توانائی میں) برتری دی ہے اور (دوسرا سبب یہ ہے کہ) مردوں نے (عورتوں پر) اپنا مال خرچ

عَنْ حَكِيْمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْقُشَيْرِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ زَوْجَةِ اَحَدِنَا عَلَيْهِ قَالَ اَنْ تُطْعِمَهَا اِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوْهَا اِذَا اكْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ اِلَّا فِي الْبَيْتِ

حکیم بن معاویہ قشیری کہتے ہیں کہ میں نے جناب پیغمبر صاحب کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے ہر ایک شخص کی بی بی کا اس پر کیا حق ہے فرمایا جس وقت تو کھائے اسے بھی کھلا اور جب تو پہنے اسے بھی پہنائے اور نہ تو اس کے مونہہ پر ہی مارے نہ کہہ کہ تیری شکل اچھی نہیں اور (باہم لڑائی جھگڑا ہو تو) گھر ہی میں اس کی خوابگاہ علیحدہ کر دے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ النَّاسَ جُلُوْسًا بِبَابِهٖ لَمْ يُؤْذَنْ لِاَحَدٍ مِّنْهُمْ فَاُذِنَ لِاَبِيْ بَكْرٍ فَدَخَلَ ثُمَّ اَقْبَلَ عُمَرُ فَاسْتَاْذَنَ فَاُذِنَ لَهٗ فَوَجَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا حَوْلَهٗ نِسَاۤؤُهٗ وَاجِمًا سَاكِتًا فَقَالَ لَاَقُوْلَنَّ شَيْئًا اُضْحِكُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرۃ جابر کہتے ہیں کہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کی غرض سے اجازت کی طالب ہوئے آپ نے لوگوں کو پیغمبر صاحب کے دروازے پر بیٹھا دیکھا جن میں سے کسی ایک کو بھی اندر آنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی الغرض حضرۃ ابوبکر کو اندر آنے کی اجازت ملی تو آپ اندر گئے اتنے میں حضرۃ عمر آئے اور انھوں نے بھی اندر آنے کی اجازت مانگی اجازت ملی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے ارد گرد آپ کی بیبیاں بیٹھی ہیں اور آپ خاموش اور غمگین ہیں عمر کہتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کوئی ایسی بات کہنی چاہیے جس سے پیغمبر صاحب کو ہنسی جائے چنانچہ

ف مال سے مراد ہی مہر اور نان و نفقہ ۱۲۔

لَوْ رَأَيْتَ بِنْتَ خَارِجَةَ سَأَلَتْنِي النَّفَقَةَ فَقُمْتُ إِلَيْهَا فَوَجَأْتُ عُنُقَهَا فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ هُنَّ حَوْلِيْ كَمَا تَرٰى يَسْأَلْنَنِي النَّفَقَةَ فَقَامَ أَبُوْ بَكْرٍ إِلٰى عَائِشَةَ يَجَأُ عُنُقَهَا وَقَامَ عُمَرُ إِلٰى حَفْصَةَ يَجَأُ عُنُقَهَا كِلَاهُمَا يَقُوْلُ تَسْأَلْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَيْسَ عِنْدَهُ فَقُلْنَ لَا نَسْأَلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا أَبَدًا لَيْسَ عِنْدَهُ ثُمَّ اعْتَزَلَهُنَّ شَهْرًا أَوْ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ ثُمَّ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ حَتّٰى بَلَغَ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيْمًا۔ قَالَ فَبَدَأَ بِعَائِشَةَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنِّيْ أُرِيْدُ أَنْ أَعْرِضَ عَلَيْكِ أَمْرًا أُحِبُّ أَنْ لَا تَعْجَلِيْ فِيْهِ حَتّٰى

اگر آپ دیکھیں کہ خارجہ کی بیٹی (میری بی بی) مجھ سے نفقہ مانگے تو میں اُٹھ کر اُس کی گردن مروڑ دوں۔ یہ سُن کر جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور فرمایا یہ عورتیں بھی جن کو تم میرے گرداگرد بیٹھا دیکھتے ہو مجھ سے نفقہ مانگ رہی ہیں یہ سن کر ابوبکرؓ عائشہؓ کی طرف اور عمرؓ حفصہؓ کی طرف کھڑے ہو کر ان کی گردنوں پر لگے مُکے مارنے اور کہنے کہ تم جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے وہ چیز مانگتی ہو جو اُن کے پاس نہیں ہے۔ بیبیوں نے کہا کہ اب ہم پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کبھی ایسی چیز نہیں مانگنے کے جو آپ کے پاس موجود نہ ہو گی۔ اس کے بعد پیغمبر صاحب نے پورے مہینے بھر یا اُنتیس روز تک عورتوں سے کنارہ کشی کی۔ پھر یہ آیت یا ایہا النبی قل لازواجک سے للمحسنات منکن اجرا عظیما تک نازل ہوئی (راوی کا بیان ہے) کہ پیغمبر صاحب نے حضرۃ عائشہ سے ابتدا کی یعنی سب سے پہلے اِن سے فرمایا کہ عائشہ! میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں اور دوست رکھتا ہوں کہ تم اُس کے جواب دینے میں جلدی نہ کرو یہاں تک کہ

ف معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کو کسی طرح سے معلوم ہوا تھا کہ پیغمبر صاحب کی بیبیاں آپ سے نفقہ طلب کرتی ہیں ۱۲

ف پوری آیۃ اور اس کا ترجمہ یہ ہے يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا۔ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيْمًا ۝ اے پیغمبر اپنی بیبیوں سے کہدو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس کے ساز و سامان کی طلبگار ہو تو آؤ میں تمھیں (کچھ) دے دلا کر خوش اسلوبی سے رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اُس کے رسول اور عاقبۃ کے گھر کی خواہاں ہو تو تم میں سے جو نیکوکار ہیں اُن کے لیے خدا نے بڑے (بڑے) اجر تیار کر رکھے ہیں ۱۲

تَسْتَشِيرِي أَبَوَيْكِ قَالَتْ وَمَا هُوَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَرَأَ عَلَيْهَا الْآيَةَ قَالَتْ أَفِيكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَسْتَشِيرُ أَبَوَيَّ بَلْ أَخْتَارُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ وَأَسْأَلُكَ أَنْ لَا تُخْبِرَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِكَ بِالَّذِي قُلْتُ قَالَ لَا تَسْأَلُنِي امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ إِلَّا أَخْبَرْتُهَا إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْنِي مُعَنِّتًا وَلَا مُتَعَنِّتًا وَلٰكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّمًا مُيَسِّرًا۔ (مسلم)

اپنے والدین سے اس میں مشورہ کرلو۔ بی بی عائشہ نے کہا یارسول اللہ وہ کیا بات ہے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کے سامنے یہ آیۃ پڑھی۔ اس پر بی بی عائشہ بولیں کہ یارسول اللہ کیا آپ کے بارے میں میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی (نہیں) بلکہ میں خدا اور اُسکے رسول اور پچھلے گھر یعنی آخرت کو پسند کرتی اور آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ اپنی بیبیوں میں سے کسی عورت کو اس کی خبر نہ دیں (کہ میں نے خدا رسول کو اختیار کیا) فرمایا مجھ سے تو جو عورت بھی پوچھے گی میں اُس سے صاف صاف کہدوں گا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ هِنْدَ بِنْتَ عُتْبَةَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ وَلَيْسَ يُعْطِينِي مَا يَكْفِينِي وَوَلَدِي إِلَّا مَا أَخَذْتُ مِنْهُ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ فَقَالَ خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ (صحیحین)

اُم المؤمنین حضرۃ عائشہ سے روایت ہے کہ عتبہ کی بیٹی ہند آکر لگی کہنے کہ یارسول اللہ ابوسفیان امیر اشو بخیل آدمی ہے اور اتنا نہیں دیتا کہ مجھے اور میری اولاد کو کافی ہوجائے مگر جب کہ اُس کی بے خبری کی حالت میں چرا کر کچھ لے لیتی ہوں فرمایا جس قدر تجھے اور تیری اولاد کو کافی ہو دستور کے مطابق یعنی

سکنیٰ

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ (طلاق ع ۱، پارہ ۲۸)

طلاقی عورتوں کو (عدت کے لیے) اپنے مقدور مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہو اور اُن پر سختی کرنے کے لیے اُن کو ایذا نہ دو۞

[۱] اس آیۃ اور اس کے بعد کی دونوں آیتوں میں اگرچہ طلاقی عورتوں کا ذکر ہو مگر جب مطلّقہ عورتوں کو جو نکاح سے خارج ہوا ہی چاہتی ہیں رہنے کو مکان دینا ضرور ہو تو اُن عورتوں کو جو مطلقہ نہیں ہیں بدرجہ اَولیٰ ضرور ہوگا اور اسی وجہ سے یہ دونوں آیتیں عنوان مذکور میں لی گئی ہیں ۱۲۔

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّآ أَنْ يَّأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (طلاق ع ۱، پارہ ۲۸)	(مسلمانو!) عدت میں عورتوں کو اُن کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ (خود بھی) نہ نکلیں مگر یہ کہ کھلم کھلا کوئی بے حیائی (کا کام) کر بیٹھیں تو اُن کو نکال دینے کا مضائقہ نہیں

کئی عورتوں میں عدل و انصاف

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذٰلِكَ أَدْنٰٓى أَلَّا تَعُوْلُوْا ۝ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ۝ (نساء ع ۱، پارہ ۴)	اور (لوگو!) اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں (کے بارے) میں انصاف قائم نہ رکھ سکو گے تو اپنی مرضی کے مطابق دو دو اور تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کر لو ف ۱ لیکن اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ (کئی بیبیوں میں) برابری (کے ساتھ برتاؤ) نہ کر سکو گے تو (اس صورت میں) ایک ہی (بی بی کرنا) یا جو (لونڈی) تمہارے قبضے میں ہو اُسی پر قناعت کرنا ف ۲ نامنصفانہ برتاؤ سے بچنے کے لیے یہ تدبیر زیادہ ترقرین مصلحت ہے اور عورتوں کو اُن کے مہر خوش دلی کے ساتھ دے ڈالو پھر اگر وہ خوش دلی کے ساتھ اُس میں سے کچھ تم کو چھوڑ دیں تو اُس کو رچتا پچتا سمجھ کر مزے
وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا أَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۚ وَإِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝	اور (لوگو!) تم (اپنی طرف سے) بہتیرا چاہو لیکن یہ تو تم سے ہو نہیں سکے گا کہ (کئی کئی) بیبیوں میں (پوری پوری) برابری کر سکو تو بالکل ایک ہی کی طرف مت جھک پڑو کہ دوسری کو (اس طرح) چھوڑ بیٹھو گویا (ادھر میں) لٹک رہی ہے اور اگر (آپس میں) موافقت کر لو اور (ایک دوسرے پر زیادتی کرنے سے) بچے رہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ف ۱ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کرنے کی صورت یہ تھی کہ یتیم لڑکی کسی کی سرپرستی میں ہوتی اور وہ اس کے مال یا جمال کی وجہ سے اس کے ساتھ نکاح تو کر لیتا لیکن نکاح کے بعد اس کے حقوق مہر وغیرہ کی چنداں پروا نہ کرتا کیونکہ اُس بے چاری کا کوئی ولی وارث نہ تھا کہ ٹھوک بجا کر اس کے حقوق لیتا۔ اللہ نے فرمایا کہ جب تم انصاف نہیں کر سکتے تو تم اُن سے نکاح ہی مت کرو کسی اور عورت سے کر لو عورتوں کا دنیا میں کال نہیں ۱۲

ف ۲ شرع کی رو سے صرف وہ کافر لونڈی غلام ہیں جو جہاد یعنی مذہبی لڑائی میں پکڑے آئیں پھر گرفتار ہوئے پیچھے مال منقولہ کی طرح اُن کی خرید و فروخت بھی ہوتی رہتی ہے اس سرے سے اُس سرے تک سارے ہندوستان میں کہیں لونڈی غلام نہیں اور حاکم وقت کی طرف سے بھی اس کی بڑی سخت ممانعت ہی ہے اور یہ لوگ قحط میں بچے پال لیتے یا دوسرے خدمت پیشہ یہ ہم سب کی طرح آزاد ہیں اُن کے ساتھ لونڈی غلام کا سا برتاؤ کرنا گناہ ہے خدا کا ۱۲

عربی	اردو
وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ۝ (نساء ع ۱۹ پارہ ۵)	اور اگر (میاں بی بی میں صلاح کی کوئی صورت نہ بن پڑے اور ایک دوسرے سے) جدا ہو جائیں تو اللہ اپنے خزانۂ غیب سے دونوں کو بے نیاز کر دے گا ف۱ اور اللہ کے ہاں (بڑی)
عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْسِمُ بَيْنَ نِسَائِهٖ فَيَعْدِلُ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِیْ فِيْمَا اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِیْ فِيْمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ ٭ (ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی)	اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیوں میں باری کی رعایت کرتے اور نوبت میں انصاف فرماتے اور کہا کرتے خداوندا یہ میری تقسیم ہے اُس میں جس کا میں اختیار رکھتا ہوں (یعنی ظاہری عنایت و شب باشی وغیرہ) تو مجھے اُس چیز کے بارے میں ملامت نہ کیجیو جس کا تو اختیار رکھتا ہے اور میں اختیار نہیں رکھتا یعنی اندرونی
عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَتْ عِنْدَ الرَّجُلِ امْرَاَتَانِ فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَشِقُّهٗ سَاقِطٌ ٭ (ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی)	ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی شخص کے پاس دو عورتیں ہوں اور وہ اُن میں برابری اور انصاف کا برتاؤ نہیں کرتا تو قیامت کے دن آئے گا اور اُس کا نصف بدن خمیدہ اور مائل ہوگا (یعنی اُس کے آدھے دھڑ کو فالج یا لقوہ مارے ہوگا) ٭

متعہ یعنی طلاق کے بعد مطلّقہ کو کچھ فائدہ پونہچانا

عربی	اردو
لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۖۚ وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ	(لوگو!) اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ نہ لگایا ہو اور نہ اُن کا مہر ٹھیرایا ہو اور اس سے پہلے اُن کو طلاق دے دو تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہاں ایسی عورتوں کے ساتھ کچھ سلوک کرو مقدور والے پر اپنی حیثیت کے قدر (سلوک کرنا لازم ہے) اور بے مقدور پر اپنی حیثیت کے قدر (اور) سلوک (جو کچھ بھی ہو) دستور کے مطابق

ف۱ یعنی مرد اور عورت میں کوئی یہ نہ سمجھے کہ اُس کے بدون دوسرے کا کوئی کام اٹکا رہے گا ۱۲

حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ○ (البقرہ ع ٣١ پارہ ٢)

جن کا شیوہ احسان کرنے کا ہی اُن پر (ایسی عورتوں کا یہ بھی ایک طرح کا)

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ○ (البقرہ ع ٣١ پارہ ٢)

اور جن عورتوں کو طلاق دی جائے اُن کے ساتھ (مہر کے علاوہ بھی) دستور کے مطابق (جوڑے وغیرہ سے کچھ) سلوک کرنا مناسب ہے کہ پرہیزگاروں پر اُن کا یہ بھی ایک طرح کا حق ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ○ (الاحزاب ع ٦ پارہ ٢٢)

مسلمانو! جب تم مسلمان عورتوں کو اپنے نکاح میں لاؤ پھر اُن کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو عدت (میں بٹھانے) کا تم کو اُن پر کوئی (حق) نہیں کہ لگو عدت کی اُن سے گنتی پوری کرانے تو ایسی صورت میں اُن کو کچھ دے دلا کر خوش اسلوبی کے ساتھ رخصت کر دو۔ف

حُسنِ معاملت

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ○ (النساء ع ٣ پارہ ٤)

اور (مسلمانو!) بیبیوں کے ساتھ حسن سلوک سے رہو سہو اور تم کو کسی وجہ سے بی بی ناپسند ہو تو عجب نہیں کہ تم کو ایک چیز ناپسند ہو اور اللہ اُس میں بہت سی خیر (و برکت) دے ف٢

عَنْ عَائِشَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ

ام المؤمنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں خدا اور مخلوق کے نزدیک بہت بہتر ہے جو اپنے اہل کے حق میں بہتر ثابت ہو

ف١ یعنی میاں بی بی میں مہر کا تقرر نہیں ہوا اور دونوں کے جمع ہونے کی نوبت بھی نہیں آئی اور طلاق دے دی تو مہر کچھ نہیں یہ صورت قریب قریب ایسی آن کر واقع ہوئی ہو جیسے ان دنوں میں لوگ منگنیاں کر کے چھوڑ دیتے ہیں کہ یہ اگرچہ نکاح نہیں بلکہ تمہید نکاح ہو لیکن اتنی بات سے بھی کسی قدر عورت کی سبکی ہوتی ہو سو اُس کا معاوضہ جوڑے وغیرہ سے سلوک کر دینا ہے مہر نہیں اور ایسا خیال ہوتا تھا کہ ایسی طلاق سے عورت کی حق تلفی ہوتی ہے اور مرد بے مروتی اور عورت کی حق تلفی کا گنہگار تو فرما دیا کہ اِس قسم کا معاہدہ ایسی قوت نہیں رکھتا کہ مرد پر کچھ الزام آئے یا عورت کو اُس سے کچھ نقصان پونہچے ١٢ ف٢ یعنی شاید اُس سے بہت سی اولاد ہو اور بی بی گو خوب صورت نہ ہو مگر گھر کے انتظام کا خاص سلیقہ رکھتی ہو یا ہنرمند ہو اور مرد کی کمائی کو اپنی ہنرمندی سے بڑھا سکے ١٢

وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي وَإِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوهُ ٭ (ترمذی)

اور میں اپنے اہل کے لیے بہت بہتر ہوں اور جب تمھارا کوئی دوست مرجائے تو اُس کے عیب ظاہر مت کرو٭

عَنْ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ لِي امْرَأَةً فِي لِسَانِهَا شَيْءٌ يَعْنِي الْبَذَاءَ قَالَ طَلِّقْهَا قُلْتُ إِنَّ لِي مِنْهَا وَلَدًا وَلَهَا صُحْبَةٌ قَالَ فَمُرْهَا يَقُولُ عِظْهَا فَإِنْ يَكُ فِيهَا خَيْرٌ فَسَتَقْبَلُ وَلَا تَضْرِبَنَّ ظَعِينَتَكَ ضَرْبَ أُمَيَّتِكَ (ابو داؤد)

لقیط بن صبرہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری عورت بدزبان بیہودہ گو ہے فرمایا تو اُسے طلاق دے دے میں نے عرض کیا کہ اُس سے میرے ہاں چند فرزند ہیں اور ایک عرصہ دراز سے میری صحبت میں بھی ہے فرمایا تو اُسے وعظ و نصیحت کر اگر اُس میں کچھ بھی بھلائی ہے تو بہت جلد تیری نصیحت مان لے گی اور تو اپنی آزاد بی بی کو لونڈی کا سا مار نہ مار ف

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَأَلْطَفُهُمْ بِأَهْلِهِ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلحاظ ایمان سب ایمانداروں میں کامل تر ایمان دار وہ شخص ہے جو خُلق میں بہت اچھا اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ نہایت نرم ہو٭

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ (مسلم)

ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایماندار مرد ایماندار عورت کو دشمن نہ رکھے اگر وہ اُس کی ایک عادت سے ناخوش ہوگا تو دوسری عادت سے راضی اور خوش ہوگا٭

من المترجم۔ عورتوں کے ساتھ حسن معاملت کے یہ معنی ہیں کہ مرد اُن کے ساتھ نیک خُو رہیں نہ اس معنی کر کہ اُنھیں رنج نہ دیں بلکہ اس معنی کر کہ اُن کا رنج سہیں اور اُن کی ناشکری اور ناحق شناسی کے حال پر صبر کریں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی بیوی کی بدخلقی پر صبر کرے گا اُس کو اس قدر

ف اس حدیث سے لونڈیوں کے مارنے کی اجازت نہیں نکلتی بلکہ لوگوں کی عادت کے مطابق فرمادیا ہے کہ لونڈیوں کی طرح بیبیوں کو نہ مارو تو جس طرح بیبیوں کا مارنا منع ہے اسی طرح لونڈیوں کا مارنا بھی منع ہے ۱۲

ثواب ملے گا جتنا حضرۃ ایوبؑ کو اُن کی مصیبت پر ملے گا۔ لوگوں نے سُنا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ لوگو! نماز برپا رکھو۔ لونڈی غلاموں کے ساتھ بھلائی کرو اور عورتوں کے مقدمے میں اللہ ہی سے ہے یہ تمہارے ہاتھوں میں قید ہیں ان کے ساتھ اچھی طرح نباہ کرو۔ پیغمبر صاحب عورتوں کے غصے پر تحمل کرتے اور نہایت ہی بُردباری سے کام لیا کرتے تھے ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرۃ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی بی بی نے ان کو غصے سے جواب دیا۔ حضرۃ عمرؓ نے فرمایا او بدزبان عورۃ! تو مجھے جواب دیتی ہے۔ بی بی بولیں ہاں جب جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج پیغمبر صاحب کو جواب دیتی ہیں تو تم تو اُن کے رتبے سے کم ہی رتبہ رکھتے ہو۔ اِس پر حضرۃ عمرؓ نے کہا اگر واقع میں یہ سچ ہے تو حفصہ پر افسوس ہے۔ زاں بعد آپ ام المومنین بی بی حفصہ رضؓ کے پاس تشریف لے گئے جو آپ کی صاحبزادی اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی بی بی تھیں۔ اور فرمانے لگے خبردار جو تم نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو جواب دیا۔ تم حضرۃ ابوبکر صدیق کی صاحبزادی (عائشہؓ) کی ریس کرکے دھوکا نہ کھانا کیونکہ پیغمبر صاحب اُنھیں دوست رکھتے اور اُن کی نازبرداری کرتے ہیں +

شاق وناگوار ضرب کی ممانعت

عَنْ اِيَاسِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَضْرِبُوْٓا اِمَآءَ اللّٰهِ فَجَآءَ عُمَرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذَئِرْنَ النِّسَآءُ عَلٰٓى اَزْوَاجِهِنَّ فَرَخَّصَ فِىْ ضَرْبِهِنَّ فَطَافَ بِاٰلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَآءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ طَافَ بِاٰلِ مُحَمَّدٍ نِسَآءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ لَيْسَ اُولٰٓئِكَ بِخِيَارِكُمْ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

ایاسؓ بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) خدا کی لونڈیوں (یعنی اپنی بیبیوں) کو مارا نہ کرو اس کے بعد حضرۃ عمرؓ آکر کہنے لگے کہ حضور! عورتیں اپنے شوہروں پر دلیر ہوگئی ہیں تو آپ نے اُنھیں مارنے کی اجازت دی پھر تو بہت عورتوں نے پیغمبر صاحب کے گھروں میں اپنے خاوندوں کی شکایت کے لیے آمد و رفت کی اس پر جناب پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ محمد کے گھروں میں بہت عورتوں نے اپنے شوہروں کی شکایت کرتے ہوئے آمد و رفت کی ہے یہ جو اپنی عورتوں کو مارتے ہیں بھلے آدمی نہیں ہیں +

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَمْعَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَجْلِدُ اَحَدُکُمْ اِمْرَأَتَہٗ جَلْدَ الْعَبْدِ ثُمَّ یُجَامِعُھَا فِیْ اٰخِرِ الْیَوْمِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ یَعْمِدُ اَحَدُکُمْ فَیَجْلِدُ اِمْرَأَتَہٗ جَلْدَ الْعَبْدِ فَلَعَلَّہٗ یُضَاجِعُھَا فِیْ اٰخِرِ یَوْمِہٖ ٭ (صحیحین)

عبداللہ بن زمعہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی اپنی عورۃ کو تازیانہ نہ مارے جس طرح غلام کو تازیانہ مارتا ہے۔ پھر اسی دن کے اخیر میں اس سے ہمبستری کرے اور ایک روایۃ میں یوں آیا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی عورۃ کو غلام جیسے کوڑے مارنے کا قصد نہ کرے ف۱ شاید کہ اسی دن کے اخیر میں اُسے اِس سے ہمبستری کرنے کا اتفاق پڑے

معاشرت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَۃً اِنْ کَرِہَ مِنْھَا خُلُقًا رَضِیَ مِنْھَا اٰخَرَ ٭ (مسلم)

حضرۃ ابوہریرہ رضؓ سے روایۃ ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان دار مرد ایمان دار عورۃ کو دشمن نہ رکھے (کیونکہ) اگر اس کی ایک عادت سے ناخوش ہوگا تو اُس کی دوسری عادت سے ضرور خوش ہو جائے گا۔

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ کُنْتُ اَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ لِیْ صَوَاحِبُ یَلْعَبْنَ مَعِیْ فَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ یَتَقَمَّعْنَ مِنْہُ فَیُسَرِّبُھُنَّ اِلَیَّ فَیَلْعَبْنَ مَعِیْ ٭ (صحیحین)

ام المؤمنین حضرۃ عائشہ رضؓ کہتی ہیں کہ میں جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میری کئی ہجولیاں بھی تھیں جو میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں جب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو میری سہیلیاں آپ سے پردے میں ہو جاتیں مگر پیغمبر صاحب اُنھیں میرے پاس بھیج دیتے اور وہ آکر میرے ساتھ کھیلنے لگتیں۔

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ وَاللّٰہِ لَقَدْ رَأَیْتُ النَّبِیَّ

ام المؤمنین حضرۃ عائشہ رضؓ کہتی ہیں خدا کی قسم میں نے

ف۱ اِس حدیث سے غلاموں کے مارنے کی اجازت نہیں نکلتی بلکہ لوگوں کی عادت کے مطابق فرمایا ہے کہ غلاموں کی طرح بیبیوں کو نہ مارو تو جس طرح بیبیوں کا مارنا منع ہے اسی طرح غلاموں کا مارنا بھی منع ہے۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ عَلٰى بَابِ حُجْرَتِيْ وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ بِالْحِرَابِ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِيْ بِرِدَائِهِ لِاَنْظُرَ اِلٰى لَعِبِهِمْ بَيْنَ اُذُنِهٖ وَعَاتِقِهٖ ثُمَّ يَقُوْمُ مِنْ اَجْلِيْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا الَّتِيْ اَنْصَرِفُ فَاقْدُرُوْا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيْثَةِ السِّنِّ الْحَرِيْصَةِ عَلَى اللَّهْوِ (صحیحین)

صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے حجرے کے دروازے پر کھڑا دیکھا اور حبشی تھے کہ مسجد میں نیزوں سے بانک پٹے کی طرح کا کھیل کھیل رہے تھے اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر میں چھپائے ہوئے تھے کہ میں حبشیوں کے کھیل کو دیکھوں چنانچہ میں آپ کے کان اور کندھے مبارک کے بیچ میں سے اُن کا کھیل دیکھنے لگی اور جب تک کہ میں خود نہیں پھری پیغمبر صاحب میرے لیے کھڑے رہے تو اب تم اندازہ کر لو کہ کم عمر اور کھیل کود کی حریص لڑکی کس قدر کھیل کی آرزومند ہوتی ہے بس یہی حال میرا تھا یعنی میں بہت دیر

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اِذَا كُنْتِ عَنِّيْ رَاضِيَةً وَاِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبٰى فَقُلْتُ مِنْ اَيْنَ تَعْرِفُ ذٰلِكَ فَقَالَ اِذَا كُنْتِ عَنِّيْ رَاضِيَةً فَاِنَّكِ تَقُوْلُ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَاِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبٰى قُلْتِ لَا وَرَبِّ اِبْرٰهِيْمَ قَالَتْ قُلْتُ اَجَلْ وَاللهِ يَا رَسُوْلَ اللهِ لَا اَهْجُرُ اِلَّا اسْمَكَ (صحیحین)

اُم المومنین حضرۃ عائشہ رضہ کہتی ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مجھ سے فرمانے لگے کہ عائشہ! میں جانتا ہوں اُس وقت کو بھی جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو اور اُس وقت کو بھی جب مجھ پر ناراض ہوتی ہو میں نے عرض کیا یہ آپ کیونکر پہچانتے ہیں۔ فرمایا جب تم راضی ہوتی ہو تو لا ورب محمدؐ کہتی ہو اور ناخوش ہوتی ہو تو لا ورب ابراہیمؑ کہتی ہو میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ بخدا میں غصے کی حالۃ میں

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّهَا كَانَتْ

اُم المومنین حضرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ

ف اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ تھا کہ آپ کا اور ابراہیم علیہ السلام کا خدا ایک ہے تو میں خدا کے سوا کسی غیر کی قسم نہیں کھاتی کہ وہ ایک طرح کا شرک ہے۔ اِس حدیث سے ایک بات یہ بھی نکلی کہ بی بی کو شوہر کا نام لینا جائز ہے اور یہ جو ہندوستان کی عورتیں شوہر کا نام نہیں لیتیں یہ اُن کا ادب ہے زائد از شریعت ۱۲

مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ قَالَتْ فَسَابَقْتُهُ فَسَبَقْتُهُ عَلٰى رِجْلَيَّ فَلَمَّا حَمَلْتُ اللَّحْمَ سَابَقْتُهُ فَسَبَقَنِي قَالَ هٰذِهٖ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ ٭ (ابوداؤد)

ایک سفر میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تشریف رکھتی تھیں فرماتی ہیں کہ میں پیغمبر صاحب کے ساتھ اس قصد سے دوڑی کہ دیکھوں آگے کون نکل جاتا ہے چنانچہ دوڑ میں میں آپ سے آگے نکل گئی لیکن جب میں موٹی اور تندار ہوئی تو پھر میں پیغمبر صاحب کے ساتھ دوڑی اور آپ مجھ سے آگے [illegible]

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ أَوْ حُنَيْنٍ وَفِي سَهْوَتِهَا سِتْرٌ فَهَبَّتْ رِيحٌ فَكَشَفَتْ نَاحِيَةَ السِّتْرِ عَنْ بَنَاتِ الْعَائِشَةِ لُعَبٍ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا عَائِشَةُ قَالَتْ بَنَاتِي وَرَأٰى بَيْنَهُنَّ فَرَسًا لَهُ جَنَاحَانِ مِنْ رِقَاعٍ فَقَالَ مَا هٰذَا الَّذِي أَرٰى وَسْطَهُنَّ قَالَتْ فَرَسٌ قَالَ وَمَا هٰذَا الَّذِي عَلَيْهِ قَالَتْ جَنَاحَانِ قَالَ فَرَسٌ لَهُ جَنَاحَانِ قَالَتْ أَمَا سَمِعْتَ أَنَّ لِسُلَيْمَانَ خَيْلًا لَهَا أَجْنِحَةٌ قَالَتْ فَضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ ٭ (ابوداؤد)

ام المومنین حضرۃ عائشہ کہتی ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک یا شاید غزوۂ حنین سے تشریف لائے اور گھر کے ایک بڑے طاق میں پردہ پڑا ہوا تھا۔ اتفاق سے ہوا چلی اور اُس نے عائشہ کی (یعنی میری) گڑیوں کے پردے کی ایک طرف کھولدی پیغمبر صاحب نے طاق کی گڑیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا عائشہ! یہ کیا ہے عرض کیا یہ میری گڑیاں ہیں اور پیغمبر صاحب نے گڑیوں کے بیچ میں ایک گھوڑا بھی دیکھا جس کے کاغذ کے دو پر تھے پیغمبر صاحب نے فرمایا اچھا وہ کیا ہے جو میں گڑیوں کے بیچ میں رکھا دیکھتا ہوں جواب دیا گھوڑا ہے فرمایا اور گھوڑے پر یہ کیا ہے عرض کیا اُس کے دو پر ہیں پیغمبر صاحب نے بطریق تعجب فرمایا گھوڑا ہے اور اُس کے دو پر ہیں؟ حضرت عائشہ نے کہا کیا آپ نے سنا نہیں کہ سلیمان کے گھوڑوں کے پر تھے عائشہ فرماتی ہیں کہ یہ سن کر پیغمبر صاحب کھلکھلا کر ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کی کچلیاں ظاہر ہوگئیں ٭

من المترجم۔ عنوان حسن معاشرت کے ذیل میں جو آیتیں اور حدیثیں لکھی گئی ہیں اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ شوہروں کو اپنی بیبیوں کی عقل کے موافق رہنا چاہیئے اور کبھی کبھی اُن کے ساتھ مزاح اور کھیل بھی کریں

ع۵ اٗنکھیں کھُریں زاہدان خشک مولوی اس عنوان کی حدیثوں کو پڑھیں اور ترشروی کو چھوڑیں ۱۲

توبہتر ہے۔ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج سے جس قدر خوش طبعی کرتے تھے آخر الذکر کی دونوں حدیثوں سے بخوبی واضح ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ باوجود اُس سختی اور تیزی کے جو آپ ہر کام میں رکھتے تھے اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ مرد کو اپنی بی بی کے ساتھ بالکل ایسا رہنا چاہیئے جیسا بچوں کے ساتھ رہتا ہے کہ کبھی ہنساتا ہے کبھی کوڑا تا ہے کبھی کھلاتا ہے کبھی پلاتا ہے۔ بزرگوں کا قول ہے کہ مرد کو چاہیئے کہ گھر میں آئے تو خنداں آئے اور باہر جائے تو خاموش اور چپ چاپ۔ جو کچھ آگے رکھا جائے خوشی سے کھالے اور جو نہ پائے اُسے دریافت نہ کرے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ٹھٹول اور کھیل اس قدر نہ بڑھائے کہ عورت کے دیدے سے اس کا ڈر بالکل نکل جائے۔ اور جو کام خلافِ شریعت ہوں اُن میں عورتوں کی ہرگز موافقت نہ کرے بلکہ جب کوئی امر آدمیت اور شریعت کے خلاف دیکھے تنبیہ کرے۔ ڈانٹ بتائے کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ الخ تو اگر مرد نے ان باتوں میں عورت کی موافقت کرلی تو وہ اُس کا مطیع و منقاد ہو گیا نہ قیم و سرپرست۔ حالانکہ مرد کو عورت پر ہمیشہ غالب رہنا چاہیئے۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تَعِسَ عَبْدُ الزَّوْجَةِ "جورو کا غلام بدبخت ہے"۔ بزرگوں کا بیان ہے کہ عورتوں سے مشورہ تو لو مگر اُن کے کہنے کے خلاف عمل کرو۔ حقیقت میں عورتیں فطرتاً بے وقوف اور نفس سرکش کی مانند ہیں اگر مرد ذرا بھی انھیں اُن کے حال پر چھوڑ دیں گے تو ہاتھ سے جاتی رہیں گی اور حدود سے متجاوز ہو جائیں گی پھر تدارک مشکل پڑ جائے گا۔ الغرض عورتوں میں چونکہ ایک طرح کا ضعف ہے۔ اس لیے اُس کا علاج تحمل اور بردباری ہی سے ہو سکتا ہے۔ اور کجی بھی ہے تو اُس کا علاج سیاست ہے۔ خلاصۂ مقال یہ ہے کہ شوہری رعب و داب کو محبت کے ساتھ لے چلنا چاہیئے ؎

طلاق و عدت میں انصاف کا برتاؤ

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

طلاق (جس کے بعد رجوع بھی ہو سکتا ہے وہ تو دو ہی طلاقیں ہیں جو) دو دفعہ (کر کے دی جائیں، پھر (دو طلاقوں کے بعد یا تو) دستور کے مطابق (زوجیت میں) رکھنا ہی یا حسن سلوک کے ساتھ رخصت کر دینا اور جو تم اُن کو دے چکے ہو اُس میں سے تم کو کچھ (بھی واپس) لینا جائز نہیں مگر یہ کہ میاں بی بی کو (اس بات کا) خوف ہو کہ خدا نے (میاں بی بی کے سلوک کی) جو حدیں ٹھیرا دی ہیں اُن پر قائم نہیں رہ سکیں گے تو اس صورۃ میں کہ تم لوگوں کو بھی اس بات کا خوف ہو کہ میاں بی بی اللہ کی (باندھی ہوئی) حدوں پر قائم نہیں رہ سکیں گے اور عورۃ (اپنا پیچھا چھڑانے کے عوض) کچھ دے نکلے تو اس میں دونوں پر کچھ گناہ نہیں یہ اللہ کی (باندھی ہوئی) حدیں ہیں تو ان سے (آگے) مت بڑھو اور جو اللہ کی (باندھی ہوئی) حدوں سے آگے بڑھ جائیں تو یہی لوگ برسر ناحق ہیں اب اگر عورۃ کو (تیسری بار) طلاق دے دی تو اس کے بعد جب تک عورۃ دوسرے شوہر سے نکاح کرے **ف۱** اُس کے لیے حلال نہیں ہو سکتی ہاں اگر دوسرا شوہر ہمبستر ہو کر اُس کو طلاق دے دے تو دونوں (میاں بی بی) پر کچھ گناہ نہیں کہ (پھر) ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لیں بشرطیکہ دونوں کو توقع ہو کہ اللہ کی (باندھی ہوئی) حدوں پر قائم رہ سکیں گے اور یہ اللہ کی (باندھی ہوئی) حدیں ہیں جن کو اُن لوگوں کے لیے بیان فرماتا ہے جو (مصالح خانہ داری کو) سمجھتے ہیں اور جب تم نے عورتوں کو (دو بار) طلاق دے دی اور اُن کی عدۃ پوری ہونے کو آئی تو دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کر لو

ف۱ حدیث کی رُو سے دوسرے شوہر کے ساتھ ہمبستری کا ہونا بھی ضرور ہے ۱۲

فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ؗ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (بقرہ ع ۲۹ پارہ ۲)

تو (وہ کچھ) اپنا ہی کھوئے گا اور اللہ کے احکام کو ہنسی (کھیل) نہ سمجھو اور اللہ نے جو تم پر احسان کیے ہیں اُن کو یاد کرو اور (اُس کا یہ (احسان بھی یاد کرو) کہ اُس نے تم پر کتاب اور عقل کی باتیں آتاریں (اور منظور یہ ہی) کہ تم کو اُن کے ذریعے سے نصیحت کرے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہی اور جب تم عورتوں کو (تین بار) طلاق دے دو اور وہ اپنی (عدۃ کی) مدت پوری کریں اور جائز طور پر آپس میں (کسی سے) اُن کی مرضی مل جائے تو اُن کو (دوسرے) شوہروں کے ساتھ نکاح کر لینے سے نہ روکو یہ نصیحت اُس کو کی جاتی ہی جو تم میں اللہ اور روزِ آخرۃ پر ایمان رکھتا ہو یہ تمھارے لیے بڑی پاکیزگی اور بڑی صفائی کی بات ہی اور (خانہ داری کی مصلحتوں کو) اللہ ہی خوب جانتا ہی اور تم (ویسا) نہیں جانتے ف۱

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا

اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو وہ اپنے آپ کو تین دفعہ کپڑوں سے آنے تک روکے رکھیں اور اگر اللہ اور روزِ آخرۃ کا یقین رکھتی ہیں تو جو کچھ بھی (بچے کی قسم سے) خدا نے اُن کے پیٹ میں پیدا کر رکھا ہو اُس کا چھپانا اُن کو جائز نہیں اور اُن کے شوہر (اُن کو) اچھی طرح رکھنا چاہیں تو وہ اِس اثنا میں اُن کو (اپنی زوجیت) میں واپس لینے کے زیادہ حق دار ہیں

ف۱ عرب کے لوگوں نے طلاق کا کھیل بنا رکھا تھا طلاق دینے پر آمادہ ہوتے تو ایک دم سے سیکڑوں طلاقیں دیتے چلے جاتے یا طلاق دی اور رجوع کر لیا پھر طلاق دی پھر رجوع کر لیا پھر اُن میں جاہلانہ حمیّت کی کچھ انتہا نہ تھی اور مصالحِ خانہ داری پر نظر نہیں رکھتے تھے اللہ تعالیٰ نے اِن آیات میں طلاق کے معاملے کو ایسا سُلجھا دیا کہ اُس سے بہتر سُلجھانا ممکن نہیں طلاق کے بارے میں اپنی ناپسندیدگی بھی ظاہر فرما دی اور مجبوری ہی پڑے تو اُس کے قاعدے بتا دیئے اور خانہ داری کی مصلحتیں بھی سمجھا دیں ۱۲

اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (بقرہ ع ۲۸ پارہ ۲)

اور جیسے (مردوں کا حق) عورتوں پر ویسے ہی دستور کے مطابق عورتوں کا حق (مردوں پر) ہاں مردوں کو عورتوں پر فوقیت ہے اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ (بقرہ ع ۳۰ پارہ ۲)

اور تم میں جو لوگ مر جائیں اور بیبیاں چھوڑ مریں تو (عورتوں کو چاہیئے کہ) چار مہینے دس دن اپنے تئیں روکے رہیں پھر جب اپنی (عدۃ کی) مدت پوری کریں تو جائز طور پر جو کچھ اپنے حق میں کریں اُس کا تم (وارثانِ میت) پر کچھ الزام نہیں اور تم لوگ جو کچھ (بھی) کرتے ہو اللہ کو اُس کی خبر ہے **ف۱**

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ

اے پیغمبر مسلمانوں سے کہو کہ) جب تم (اپنی) بیبیوں کو طلاق دینی چاہو تو اُن کو اُن کی عدۃ کے شروع میں طلاق دو اور (طلاق کے بعد ہی سے) عدۃ گننے لگو اور اللہ سے جو تمھارا پروردگار ہے ڈرتے رہو **ف۲** (عدۃ میں) اُن کو اُن کے

ف۱ یعنی نکاح ثانی کی تمہید کے طور پر زیب و زینت وغیرہ جائز طریقے سے جو کچھ کریں تو اُس میں تم پر کسی طرح کا گناہ نہیں کہ اُن کو زیادہ دن تک سوگ کرنے پر کیوں نہ مجبور کیا جیسا کہ عرب کے زمانہ جاہلیت کا دستور تھا ۱۲

ف۲ شریعتِ اسلامی میں طلاق ایک بہت ہی ناپسندیدہ بات ہے لیکن اگر مرد کو مطلقاً اس کا اختیار نہ دیا جائے تو بعض صورتوں میں بڑے بڑے فسادات کا احتمال ہے جیسا کہ دوسری قوموں میں دیکھا جاتا ہے کہ اُن کے مذہب میں طلاق نہیں مگر مجبوری اُن کو اسلامی قاعدے کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اسلام نے طلاق جائز رکھی ہے مگر بڑے مصلحتوں اور احتیاط کے ساتھ کہ حتی الامکان طلاق کی نوبت نہ آئے اور آئے تو زن و شوہر میں کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ اولاً حیض کے دنوں میں طلاق کا دینا منع ہے۔ اس میں مصلحۃ یہ ہے کہ اُن دنوں میں میاں بی بی چار و ناچار ایک دوسرے سے الگ رہتے ہیں عجب نہیں کہ یہ علیحدگی طلاق کی محرّک ہو تو جس کو طلاق دینی ہو ضرور ہے کہ عورت نہا دھو چکی ہو تب طلاق دے جس سے ظاہر ہو جائے گا کہ داعیۂ طلاق قوی ہے۔ پھر طلاق کے بعد عدت ہے اس میں ایک تو نسب کی احتیاط ہے کہ عدت کی مدت میں متواتر تین بار عورت کو دن آجائیں گے تو اچھی طرح اطمینان ہو جائے گا کہ حمل سے نہیں ہے، عورت حمل سے ہو تو اُس کی عدت وضعِ حمل تک ہے۔ عدت میں مرد عورت کو اچھا موقع دیا گیا ہے کہ پھر ملاپ کر لیں اور مرد اپنی طلاق کو واپس لے جس کو اصطلاحِ شرع میں رجوع اور رجعت کہتے ہیں پھر طلاق میں اس کا بھی لحاظ ہے کہ بے فائدہ اور بلا ضرورۃ عورت کا وقت عدت میں ضائع نہ ہو اور اُس کو جلد ہی عدت پوری کرنے کا موقع دیا جائے اس لیے شروع سورۃ میں حکم دیا گیا ہے کہ شروعِ عدت میں طلاق دی جائے یعنی جب عورت نہا دھو چکے اُس وقت اُس کو طلاق دی جائے عورت کے حاملہ ہونے کی صورت میں
ہو چکنے کے دودھ پلانے کا معاملہ ہے اُس کے واسطے بھی شارع نے نہایت عمدہ انتظام کر دیا ہے اور یہ سب احکام ان آیتوں میں صراحت کے ساتھ

مِنۢ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّآ أَن يَأْتِينَ بِفَٰحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ ۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ ٱللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُۥ ۚ لَا تَدْرِى لَعَلَّ ٱللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا ۝ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا۟ ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنكُمْ وَأَقِيمُوا۟ ٱلشَّهَٰدَةَ لِلَّهِ ۚ ذَٰلِكُمْ يُوعَظُ بِهِۦ مَن كَانَ يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۚ وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجْعَل لَّهُۥ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُۥٓ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ بَٰلِغُ أَمْرِهِۦ ۚ قَدْ جَعَلَ ٱللَّهُ لِكُلِّ شَىْءٍ قَدْرًا ۝ وَٱلَّٰٓـِٔى يَئِسْنَ مِنَ ٱلْمَحِيضِ مِن نِّسَآئِكُمْ إِنِ ٱرْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَٰثَةُ أَشْهُرٍ وَٱلَّٰٓـِٔى لَمْ يَحِضْنَ ۚ

اور وہ (خود بھی) نہ نکلیں مگر یہ کہ کھلم کھلا (کوئی) بے حیائی (کا کام) کر بیٹھیں (تو اُن کو نکال دینے کا مضائقہ نہیں) اور یہ اللہ کی (باندھی ہوئی) حدیں ہیں اور جس شخص نے اللہ کی (باندھی ہوئی) حدوں سے قدم باہر رکھا تو اُس نے (آپ) ہی اپنے اوپر ظلم کیا ف۱ (اے شخص جو بی بی کو طلاق دیتا ہے) تو نہیں جانتا شاید اللہ طلاق کے بعد (ملاپ کی) کوئی صورۃ پیدا کر دے۔ پھر جب عورتیں اپنی عدت پوری کرنے پر آئیں تو (یا تو رجوع کر کے) سیدھی طرح اُن کو (اپنی زوجیت میں) رکھے رہو یا سیدھی طرح اُن کو رخصت کرو اور (جو کچھ بھی کرو) اپنے لوگوں میں دو معتبر (آدمیوں) کو گواہ کر لو اور (گواہوں) گواہی کی ضرورت آپڑے تو) اللہ کا پاس کر کے ٹھیک ٹھیک گواہی دینا یہ نصیحت کی باتیں اُن لوگوں کو سمجھائی جاتی ہیں جن کو اللہ اور روز آخرۃ کا یقین ہے اور جو شخص خدا سے ڈرتا ہے گا خدا اُس کے لیے (آپس کے لڑائی جھگڑے سے) نجات کی شکل نکال دے گا اور اُس کو وہاں سے رزق پونہچائے گا جدھر سے اُس کو (وہم و) گمان بھی نہ تھا ف۲ اور جو شخص اللہ پر بھروسا رکھے گا تو خدا اُس (کی مشکلات کے حل کرنے) کو کافی ہے بے شک جو خدا کو منظور ہوتا ہے وہ اُس کو پورا کر کے رہتا ہے (اور) اللہ نے تو ہر چیز کا ایک اندازہ ٹھیرا ہی رکھا ہے ف۳ اور (مسلمانو) تمہاری (طلاقی) بیبیوں میں سے جن کو (پیرانہ سالی کی وجہ سے) حیض کے آنے کی امید نہیں رہی اگر تم کو شبہہ ف۴ ہو تو

ف۱ یعنی خدا نے جو قاعدے ٹھیرائے ہیں وہ بندوں کی مصلحت کے لیے ٹھیرائے ہیں اور جب کوئی خلاف قاعدہ کرتا ہے تو وہ مصلحت فوت ہو جاتی ہے اور اوپر سو پر اس کا نقصان اُس شخص کی طرف عائد ہوتا ہے جو اس قاعدے کو توڑتا ہے اور وہ خدا کے ہاں گنہگار ٹھیرتا ہے سوا الگ اپنے اوپر ظلم کرنے کے یہ معنی ہیں ۱۲ ف۲ اِس میں اِس بات کا اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ مرد یہ نہ سمجھے کہ میں اِس عورۃ کو چھوڑ دوں گا تو اس کو کہیں روٹی کپڑا نہ ملے گا ۱۲ ف۳ از انجملہ عدت کا امر اس میں بہت سی مصلحتیں ہیں ۱۲ ف۴ شبہہ سے مراد ہے کہ عدت کا حساب حیض سے ہوتا ہے اور جس کو حیض ہی نہ آتا ہو تو اُس کو کیا کریں فرمایا کہ ایسی عورتوں کا حساب دنوں سے کر لیا کرو ۱۲

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ○ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ○ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ؕ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ○

اور (رہیں) حاملہ عورتیں (سو) اُن کی عدت اُن کے بچہ جننے تک اور جو اللہ سے ڈرتا رہے گا خدا اُس کے کام آسان کرے گا (مسلمانو!) یہ (احکام جو اوپر مذکور ہوئے) فرمودہ خدا ہیں جو اُس نے تمہاری طرف بھیجے ہیں اور جو خدا سے ڈرتا رہے گا (آخرۃ میں) خدا اُس کے گناہوں کو اُس سے دُور کر دے گا اور اُس کو بڑے اجر دے گا (سو الگ) طلاقی[۱] عورتوں کو (عدت کے لیے) اپنے مقدور مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہو اور اُن پر سختی کرنے کے لیے اُن کو ایذا نہ دو اور اگر حاملہ ہوں تو بچہ جننے تک اُن کا خرچ اُٹھاتے رہو پھر (بچہ جننے پیچھے) اگر وہ (بچے کو) تمہارے لیے دودھ پلائیں تو اُن کو اُن کی دودھ پلائی دو اور آپس کی صلاح سے دستور کے مطابق (اُجرت وغیرہ کا) ٹھیراؤ کر لو اور آپس میں کشمکش کرو گے تو دمرد کو کوئی) اور (عورت) میسّر آجائے گی اور (وہ) اُس کے لیے (بچے کو) دودھ پلا دے گی جس کو گنجایش ہو اُس کو چاہیئے کہ وہ اپنی گنجایش کے قدر خرچ کرے اور جس کی آمدنی نپی تُلی ہو وہ جتنا اُس کو خدا نے دیا ہے اُسی کے موافق خرچ کرے خدا نے جس کو جتنا دے رکھا ہے اُس سے بڑھ کر کسی کو تکلیف دینی نہیں چاہتا (گھبرانے کی بات نہیں) خدا تنگی کے بعد جلد فراغت (بھی) دے گا۔

[۱] طلاقی عورتوں سے قطعی طلاق والی عورتیں مراد ہیں پھر اگر یہ حاملہ بھی ہوں تو بچے کے پیدا ہونے تک نان و نفقہ اور رہنے کا مکان خاوند کے ذمّے ہے اور ۔ کچھ نہیں کیونکہ فاطمہ بنت قیس کی حدیث جو صحیح مسلم وغیرہ میں ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ جب فاطمہ نے جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ میرے خاوند نے تین دفعہ طلاق دے دی ہے۔ اور اس کے بعد پیغمبر صاحب سے عدۃ تک اپنے کھانے اور رہنے کے مکان کا خاوند کے ذمّے ہونے کا مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ جب طلاق قطعی ہے اور حمل نہیں ہے تو خاوند کے ذمّے نہ رہنے کا مکان ہے نہ کھانا۔ ہاں اگر حمل ہوتا تو بچے کے پیدا ہونے تک خاوند کے ذمّے نان و نفقہ اور رہنے کا مکان واجب تھا۔

خلع

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا ۚ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ○

(بقرہ ع ۲۹ پارہ ۲)

اور (مردو!) جو تم (عورتوں کو) دے چکے ہو اُس میں سے تم کو کچھ (بھی واپس) لینا جائز نہیں مگر یہ کہ میاں بی بی کو (اِس بات کا) خوف ہو کہ خدا نے (میاں بی بی کے سلوک کی) جو حدیں ٹھیرا دی ہیں اُن پر قائم نہیں رہ سکیں گے تو اِس صورت میں کہ تم لوگوں کو اِس بات کا خوف ہو کہ میاں بی بی اللہ کی (باندھی ہوئی) حدوں پر قائم نہیں رہ سکیں گے اور عورت (اپنا پیچھا چھڑانے کے عوض کچھ دے نکلے) تو اس میں دونوں پر کچھ گناہ نہیں یہ اللہ کی (باندھی ہوئی) حدیں ہیں تو اِن سے (آگے) مت بڑھو اور جو اللہ کی (باندھی ہوئی) حدوں سے آگے بڑھ جائیں تو یہی لوگ بے سر ناحق ہیں۔

عَنْ حَبِيبَةَ بِنْتِ سَهْلٍ أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الصُّبْحِ فَوَجَدَ حَبِيبَةَ بِنْتَ سَهْلٍ عِنْدَ بَابِهِ فِي الْغَلَسِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هَذِهِ قَالَتْ أَنَا حَبِيبَةُ بِنْتُ سَهْلٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ مَا شَأْنُكِ قَالَتْ لَا أَنَا وَلَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ لِزَوْجِهَا فَلَمَّا جَاءَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ حَبِيبَةُ بِنْتُ سَهْلٍ قَدْ ذَكَرَتْ

حبیبہ بنت سہل سے روایت ہے (اور) یہ قیس بن شماس کے بیٹے ثابت کے نکاح میں تھیں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ صبح کے لیے نکلے تو حبیبہ کو اندھیرے میں اپنے حجرے کے دروازے پاس کھڑا پاکر ارشاد فرمایا "یہ کون ہے؟" حبیبہ نے جواب میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں ہوں حبیبہ سہل کی بیٹی۔ فرمایا تیرا کیا حال ہے عرض کیا کہ میں ثابت بن قیس یعنی اپنے خاوند کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی اور نہ ثابت بن قیس میرے ساتھ جمع ہوسکتا ہے۔ جب ثابت بن قیس آئے تو پیغمبر صاحب نے اُن سے فرمایا کہ یہ سہل کی بیٹی حبیبہ ہے اِسے جو کچھ بیان کرنا تھا۔

مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَذْكُرَ فَقَالَتْ حَبِيْبَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُلُّ مَا اَعْطَانِيْ عِنْدِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِثَابِتٍ خُذْ مِنْهَا فَاَخَذَ مِنْهَا وَجَلَسَتْ فِيْ اَهْلِهَا ۔ (نسائی)

بیان کیا حبیبہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جو چیز ثابت نے مجھے دی ہے سب میرے پاس موجود ہے۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت سے فرمایا کہ اس میں سے کچھ لے لو انھوں نے لے لیا اور حبیبہ اپنے کنبے میں جا بیٹھی ۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ امْرَاَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ اَمَا اِنِّيْ مَا اَعِيْبُ عَلَيْهِ فِيْ خُلُقٍ وَلَا دِيْنٍ وَلٰكِنِّيْ اَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَرُدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيْقَتَهُ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْبَلِ الْحَدِيْقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيْقَةً ۔ (نسائی)

ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس کی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگی یا رسول اللہ میں ثابت بن قیس پر کسی طرح کا عیب نہیں لگا سکتی نہ اس کی عادت میں اور نہ دین میں لیکن میں کفر کو اسلام میں ناپسند رکھتی ہوں ف پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم ثابت کا دیا ہوا باغ انھیں واپس کر دو گی عرض کیا جی ہاں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت سے فرمایا کہ باغ لے لو اور اسے ایک طلاق دے دو ۔

ف بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ثابت بن قیس کی بی بی کو اپنے شوہر سے کوئی طبعی منافرت ہو گئی ہو گی جس کی وجہ سے اُس نے ثابت سے مفارقت چاہی لیکن اُس وجہ کو ظاہر نہیں کیا اور کفر کو اسلام میں ناپسند رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ میں شوہر کی نافرمانی کو کفر سمجھتی ہوں اور اسلام میں اس کفر کو ناپسند رکھتی ہوں۔ اللہ اللہ اسلام میں ایسی بیبیاں بھی ہو گزری ہیں جو شوہروں سے ناخوش رہنے کو کفر سمجھتی تھیں یا اب یہ حال ہے کہ ناخوش رہنا تو درکنار شوہروں کے ناخوش رکھنے کو لازمۂ زوجیت قرار دے رکھا ہے ۱۲ من المترجم

ایلاء

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (بقرہ ع ۲۸ پارہ ۲)

جو لوگ اپنی بیبیوں پاس جانے کی قسم کھا بیٹھیں اُن کو چار مہینے کی مہلت ہی پھر اس مدت میں) اگر رجوع کرلیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر طلاق کی ٹھان لیں تو (بھی) اللہ سنتا (اور) جانتا ہے ف۱

عَنْ اَنَسٍ قَالَ اٰلَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نِّسَآئِهٖ شَهْرًا فِيْ مَشْرُبَةٍ لَّهٗ فَمَكَثَ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ نَزَلَ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَيْسَ اٰلَيْتَ عَلٰى شَهْرٍ قَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ (نسائی)

حضرة انس کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیوں سے ایک مہینے تک کا ایلار کیا یعنی قسم کھائی کہ میں مہینے بھر تک ان کے پاس نہ جاؤں گا اور اتنے دنوں کوٹھے پر تشریف فرما ہے انتیسویں رات ہوئی تو آپ اُتر آئے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نے مہینے بھر تک کی قسم نہیں کھائی تھی؟ فرمایا اُنتیس روز کا بھی مہینہ ہوتا ہے ف۲

ف۱ قسم کے سلسلے میں ایک خاص طرح کی قسم کا تذکرہ فرمایا جس کو اصطلاح شرع میں ایلار کہتے ہیں کہ مرد نے عورة کے پاس جانے کی قسم کھالی تو اُس کو چار مہینے کی مہلت ہی اس کے بعد یا رجوع کرے یا چار و نا چار طلاق دے ۱۲

ف۲ ایلار کہتے ہیں مرد کے قسم کھانے کو کہ میں اپنی عورة کے پاس نہ جاؤں گا تو اگر وہ چار مہینے کے اندر اندر عورة کے پاس چلا گیا تو حانث ہوجائے گا اور کفارہ یمین لازم آئے گا مگر ایلار ساقط ہوجائے گا اور اگر عورة کے پاس نہیں گیا اور چار مہینے گزر گئے تو حنفیہ کے نزدیک عورة مرد سے جدا ہوجائے گی کیونکہ چار مہینے کا گزرنا ہی عورة کے حق میں طلاق بائنہ ہی مگر ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک صرف چار مہینے گزرنے سے طلاق نہیں پڑتی اور عورة مرد سے نہیں چھوٹتی - ان کے نزدیک مرد کو یہاں تک قید رکھا جائے گا کہ یا تو عورة کی طرف رجوع کرے اور کفارہ یمین دے دے یا طلاق دے کر عورة کو چھوڑ دے اس صورة میں اگر طلاق دینے سے انکار کرے گا تو قاضی عورة کو طلاق دے دے گا۔ اور یہی مذہب ہے حضرة عثمان اور علی اور عبادلۂ ثلاثہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا - سلیمان بن یسار جو ام المؤمنین حضرة میمونہ رضی اللہ عنہا کے غلام اور کبار تابعین اور مدینہ کے مشہور فقہائے سبعہ میں سے ایک فقیہ فاضل ثقہ عابد ہیں بیان کرتے ہیں کہ ادركت بضعة عشر من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كلهم يقول يوقف المؤلى رواه فى شرح السنة يعنی میں نے کچھ اوپر دس صحابیوں کو پایا سب یہی کہتے تھے کہ ایلار کرنے والا یہاں تک روکا جائے کہ یا تو عورة کی طرف رجوع کرے یا اُسے طلاق دے دے ۱۲

ظہار[1]

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ الّٰٓئِي تُظٰهِرُونَ مِنْهُنَّ أُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَآءَكُمْ أَبْنَآءَكُمْ ۚ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ ۖ وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ ۞ (احزاب ع ۱ پارہ ۲۱)

اللہ نے کسی آدمی کے سینے میں دو دل نہیں رکھے اور نہ تم لوگوں کی بیبیوں کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو تمھاری ماں بنایا اور نہ تمھارے لے پالکوں کو تمھارے بیٹے بنایا یہ تمھارے اپنے مونہ کی کہن ہے اور اللہ تو حق بات فرماتا ہے اور وہی (لوگوں کو سیدھا) رستہ دکھاتا ہے ف۱

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۚ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۞ الَّذِينَ يُظٰهِرُونَ مِنْكُمْ مِنْ نِسَآئِهِمْ مَا هُنَّ أُمَّهٰتِهِمْ ۖ

(اے پیغمبر) اللہ نے اس عورت (ثعلبہ کی بیٹی خولہ) کی بات سن لی جو اپنے شوہر (صامت کے بیٹے اوس) کے بارے میں تم سے جھگڑتی اور خدا سے فریاد کرتی تھی اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے (مسلمانو!) جو لوگ تم میں سے اپنی بیبیوں کے ساتھ ظہار کر بیٹھیں ف۲ وہ (بیبیاں) اُن کی مائیں (تو ہیں) نہیں۔

ف۱ اسلام سے پہلے عرب میں ایک طرح کی طلاق کا رواج تھا جس کو ظہار کہتے ہیں وہ اس قسم کے الفاظ سے واقع ہوتی تھی کہ مرد نے عورت کو کہہ دیا کہ تیری پیٹھ مجھے اپنی ماں کی پیٹھ کی جگہ ہے جس کا مطلب یہ ہوتا کہ تو میری ماں کی جگہ ہے اتنا کہہ دینے سے عورت مرد سے چھوٹ جاتی تھی اب بھی لوگوں سے اس قسم کی نادانیاں سرزد ہوتی ہیں۔ مگر اسلام نے اس کو طلاق نہیں مانا بلکہ اس کا ایک کفارہ ٹھیرا دیا ہے جس کی صراحت دوسری آیۃ میں آتی ہے۔ دوسری رسم بدلے پالک کی تھی اور اب بھی ہے کہ متبنٰے کو تمام باتوں میں اصلی بیٹے کی طرح سمجھا جاتا ہے خدائے تعالیٰ نے ان دونوں رسموں کو یہ فرما کر اٹھا دیا کہ کسی آدمی کے سینے میں دو دل نہیں ہوتے جس کا یہ مطلب ہے کہ آدمی کی طرز خاص کا میلان طبیعۃ دو طرف نہیں ہو سکتا تو جو میلان آدمی کو اپنی ماں کی طرف ہوتا ہے اُس قسم کا میلان بی بی کی طرف کیوں ہونے لگا پس اگر آدمی بی بی کو کہہ دے کہ تو میری ماں کی جگہ ہے۔ اس سے بی بی ماں کی جگہ نہیں ہو جاتی۔ ماں۔ ماں ہی کی جگہ ہے اور بی بی۔ بی بی ہی کی جگہ۔ اسی طرح غیر کے فرزند کو بیٹا بنا لینے سے وہ اصلی بیٹا نہیں ہو جاتا۔ پس اس قسم کی باتیں خدا کے نزدیک معتبر نہیں۔ ہم نے اپنی کتاب محصنات کے لوح کے صفحے پر اس آیۃ کا حاصل ترجمہ یوں نظم کر دیا ہے ۔ ہم معتقد دعویٰ باطل نہیں ہوتے ۔ سینے میں کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے ۱۲ ف۲ اسلام سے پہلے عرب میں عورتوں کی بڑی مٹی خوار تھی اور قرآن میں کئی جگہ عورتوں کے حقوق کی حفاظت کے احکام موجود ہیں از انجملہ یہ ظہار کا مسئلہ ہے کہ یہ بھی ایک قسم کی طلاق تھی۔ اوس بن صامت کی طرح مرد غصے میں آکر بی بی سے کہہ بیٹھتا تھا کہ تو میری ماں کی جگہ ہے یا تیری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ کی جگہ ہے۔ اتنا کہہ دینے سے میاں بی بی میں جدائی ہو جاتی تھی اسی کو اصطلاح شرع میں ظہار کہتے ہیں اور لفظ ظہار نکلا ہے ظہر سے جس کے معنی پیٹھ کے ہیں اسلام نے ظہار کا طلاق ہونا تسلیم نہیں کیا۔ مگر ہاں ایسی لغویات کے انسداد کے لیے کفارہ ٹھیرا دیا ہے ۱۲

[1] ظہار کی تعریف اور اُس کا حکم آیۂ نمبر ایک دو کے ترجے اور اُن کے فوائد سے بخوبی ثابت ہوتا ہے مگر چونکہ ظہار کی مختلف صورتیں ہیں اس لیے اس کی کچھ تفصیل بھی کی جاتی ہے۔ شوہر کا اپنی بی بی کو یہ کہنا کہ تیری پیٹھ مجھے اپنی ماں کی پیٹھ کی جگہ ہے یا تو میری نسبت یا میرے ساتھ یا میرے نزدیک ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ۔ اسی طرح اگر یوں کہے کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کا پیٹ یا میری ماں کا سر یا میری ماں کا ہاتھ یا یوں کہے کہ تیرا پیٹ یا تیرا سر یا تیرا ہاتھ مجھ پر ایسا ہے جیسے میری ماں کی پشت۔ علیٰ ہذا القیاس اگر شوہر اپنی بی بی کے کسی عضو کو ماں کے عضو سے تشبیہ دے تو بھی جمہور علماء کے نزدیک ظہار ہو جائے گا۔ مگر علمائے احناف کہتے ہیں کہ اگر ماں کے پیٹ یا ایسی جگہ کے عضو کے ساتھ تشبیہ دی ہے تو ظہار ہے ورنہ نہیں۔ اور اگر مرد نے عورت سے کہا کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں۔ یا میری ماں کی طرح اور اس سے اس کی مراد ہے اعزاز و کرامت تو ظہار نہ ہوگا۔ اور اگر شوہر نے بی بی کو اپنی دادی سے تشبیہ دی اور کہا کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری دادی کی پیٹھ یا بی بی کو کسی ایسی عورت سے جو قرابۃ کی وجہ سے اُس پر حرام ہے۔ مثلاً یوں کہا کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسے

اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـئِيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (مجادلہ ع ۱ پارہ ۲۸)

اُن کی مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے اُن کو جنا ہی (کسی اور دبی بی کو ماں کہہ بیٹھنے سے) اُنھوں نے ایک بیہودہ اور جھوٹی بات کہی اور بے شک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہی اور جو لوگ اپنی بیبیوں سے ظہار کرتے ہیں پھر لوٹ کر وہی (کام) کرنا چاہتے ہیں جس کو کہہ چکے ہیں کہ نہیں کریں گے) تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے (مرد کو) ایک بردہ آزاد کرنا (چاہیئے مسلمانو! تم کو یہ نصیحت کی جاتی ہی (تاکہ اس پر کاربند رہو) اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ کو اُس کی (سب) خبر ہی۔ پھر جس کو (بردہ) میسر نہ ہو تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے (مرد) لگاتار دو مہینے کے روزے (رکھے) اور جس سے نہ ہو سکیں تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاوے۔ یہ (حکم) اس لیے (دیا جاتا ہی) کہ تم لوگ اللہ اور اُس کے رسول پر پورا پورا ایمان لے آؤ[ف] اور یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں اور جو لوگ منکر ہیں اُن کو عذاب دردناک (ہونا) ہی۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ظَاهَرَ مِنِ امْرَاَتِهٖ فَوَقَعَ عَلَيْهَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ ظَاهَرْتُ مِنِ امْرَاَتِيْ فَوَقَعْتُ قَبْلَ اَنْ اُكَفِّرَ قَالَ وَمَا حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ قَالَ رَاَيْتُ خَلْخَالَهَا فِيْ ضَوْءِ الْقَمَرِ فَقَالَ لَا تَقْرَبْهَا حَتّٰى تَفْعَلَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (ت)

ابن عباس سے روایت ہی کہ ایک شخص جس نے اپنی عورۃ سے ظہار کیا تھا اور پھر اُس سے ہم بستر ہو گیا تھا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ میں نے اپنی عورۃ سے ظہار کیا اور کفارہ دینے سے پہلے اُس سے ہمبستر ہو گیا۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا خدا تجھ پر رحم کرے اِس کام پر تجھے کس چیز نے اُبھار اکسایا۔ عرض کیا کہ میں نے چاندنی کی روشنی میں اُس کی پازیب دیکھ لی۔ فرمایا دوبارہ اُس کے پاس مت جائیو کہ جس (کفارے) کا خدا نے حکم فرمایا ہے اُسے بجا لائے۔

ف ایمان تو اصل میں عقیدے کا نام ہے مگر اس کی تکمیل عمل سے ہوتی ہی اگر کوئی شخص خدا رسول پر ایمان رکھتا ہے اور پابند شرع نہیں اُس کو پورا مسلمان نہیں کہتے ۱۲

اجرت استرضاع

(دودھ پلوانے کی اُجرت)

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ ۢبِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّاۤ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ (بقرہ ع ۳۰ پارہ ۲)

اور جو شخص (بی بی کو طلاق دیئے پیچھے اپنی اولاد کو) پوری مدۃ تک دودھ پلوانا چاہے تو اُس کی خاطر مائیں اپنی اولاد کو پورے دو برس دودھ پلائیں اور جس کا وہ بچہ ہے (یعنی باپ) اُس پر دستور کے مطابق ماؤں کا کھانا کپڑا دینا لازم ہے (نان و نفقہ کے ٹھیراؤ میں) کسی کو تکلیف نہ دی جائے مگر وہیں تک کہ اُس کی گنجایش ہو ماں کو اُس کے بچے کی وجہ سے نقصان نہ پونہچایا جائے اور نہ اُس کو جس کا بچہ ہے (یعنی باپ کو) اُس کے بچے کی وجہ سے (کسی طرح کا نقصان پونہچایا جائے) اور (دودھ پلانے کا نان و نفقہ جیسا اصل باپ پر) ویسا (اُس کے) وارث پر پھر اگر (وقت سے پہلے ماں باپ) دونوں اپنی مرضی اور صلاح سے (دودھ) چھڑانا چاہیں تو اُن پر کچھ گناہ نہیں اور اگر تم اپنی اولاد کو (کسی دایہ سے) دودھ پلوانا چاہو تو (اس میں بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ جو تم نے دستور کے مطابق (ماؤں کو) دینا کیا تھا اُن کے حوالے کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جانتے رہو کہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اُس کو دیکھ رہا ہے ف

ف عورتوں کو طلاق ہوئے پیچھے دودھ پیتے بچّوں کی مشکل پڑجاتی ہے میاں بی بی میں تو طلاق سے پیدا ہوگئی عداوۃ ایک دوسرے کی ضدّ سے اولاد کی شفقت میں بھی کمی آجاتی ہے۔ اس صورۃ میں ایسا انتظام کرنا کہ مفارقت ہوئے پیچھے میاں بی بی ایک دوسرے کو نقصان نہ پونہچا سکیں اور نہ اولاد کی مٹّی خوار ہو۔ اُن ہی حکموں کی تعمیل سے ہو سکتا ہے جو خدا نے اِن آیتوں میں بیان فرمائے ہیں چنانچہ لا تضار والدۃ بولدھا ولا مولود لہ بولدہ کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں کہ نہ اولاد کی وجہ سے ماں باپ کو نقصان کا پونہچانا مناسب ہے اور نہ ماں باپ کی باہمی کشمکش سے اولاد کو نقصان پونہچانا روا ہو۔ پھر اولاد کا دودھ پلوانا ماں سے یا کسی دایہ سے یہ بھی ماں باپ کی مرضی اور صلاح پر رکھا ہے اور دودھ پلائی کے حق کی پوری حفاظت کردی کہ جتنے دنوں ماں دودھ پلائے اُس کو اُس کا حق جو دستور کے مطابق ٹھیرا ہو بے عذر حوالے کردیا جائے ۱۲

فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ج وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُم بِمَعْرُوفٍ وَإِن تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ ۝ لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ۝ (الطلاق ع ۱ پارہ ۲۸)

پھر بچہ جنے پیچھے اگر وہ (بچے کو) تمھارے لیے دودھ پلائیں تو اُن کو اُن کی دودھ پلائی دو اور آپس کی صلاح دستور کے مطابق (اُجرۃ وغیرہ کا) ٹھیرا لو کر لو اور آپس میں کشمکش کروگے تو (مرد کو کوئی) اَور (عورۃ میسّر آجائے گی اور وہ) اُس کے لیے (بچّے کو) دودھ پلا دے گی جس کو گنجایش ہو اُس کو چاہیئے کہ وہ اپنی گنجایش کے قدر خرچ کرے اور جس کی آمدنی نپی تُلی ہو وہ جتنا اُس کو خدا نے دیا ہو اُسی کے موافق خرچ کرے خدا نے جس کو جتنا دے رکھا ہو اُس سے بڑھ کر کسی کو تکلیف دینی نہیں چاہتا (گھبرانے کی بات نہیں) خدا تنگی کے بعد جلد فراغت (بھی) دے گا ۔

لعان

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۝ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَن تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ۝

اور جو لوگ اپنی بیبیوں پر زنا کا عیب لگائیں اور بجز اپنے اُن کا کوئی گواہ نہ ہو ایسے مدّعیوں میں سے ہر ایک کا ثبوت یہی ہو کہ وہ چار بار خدا کی قسم کھا کر بیان کرے کہ بلا شک و شبہ (اپنے دعوے میں) سچا ہو اور پانچویں (دفعے) یوں (کہے) کہ اگر وہ جھوٹ بولتا ہو تو اُس پر اللہ کی لعنت اور (مرد کے حلف کیے پیچھے) عورت (کے سر پر) سے اس طرح پر سزا ٹل سکتی ہو کہ وہ چار بار خدا کی قسم کھا کر بیان کرے کہ یہ شخص سراسر جھوٹا ہو

سلہ لعان اور ملاعنت کہتے ہیں باہم ایک دوسرے پر لعنت کرنے کو۔ جب شوہر اپنی بی بی کو زنا کا عیب لگائے اور اُس کا ثبوت چار گواہوں سے نہ دے سکے تو پہلے مرد کو چار دفعہ اس مضمون کی شہادت دینی چاہیئے کہ میں اپنے دعوے میں بالکل سچا ہوں اور پانچویں بار کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت - بعد ازاں عورۃ چار دفعہ گواہی دے اور قسم کھائے کہ یہ شخص جھوٹا ہو - اور پانچویں دفعہ کہے کہ اگر یہ شخص اپنے دعوے میں سچّا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب پڑے ۔ اور جب دونوں میاں بی بی اس طرح لعان کر چکیں تو حاکم وقت دونوں میں تفریق کرا دے۔ مگر یہ مذہب صرف حنفیہ کا ہے۔ جمہور علما اس طرف گئے ہیں کہ قاضی کے حکم کی کچھ ضرورۃ نہیں خود لعان ہی دونوں میں موجب تفریق ہے قاضی تفریق کا حکم دے یا نہ دے عورۃ ہمیشہ کے لیے اپنے شوہر پر حرام ہو جائے گی جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے ۱۲

وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝ (نور ع ۱۔ پارہ ۱۸)

اور پانچویں (بار) یوں (کہے) کہ اگر یہ شخص (اپنے دعوے میں) سچا ہو تو مجھ پر خدا ہی کا غضب (پڑے) اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم لوگوں پر اللہ کا فضل اور اُس کا کرم ہے (اور وہ اپنے فضل و کرم سے تم کو یہ قاعدے تعلیم فرماتا ہے) اور نیز یہ کہ اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور مصالح خانہ داری سے (واقف ہے تو خانہ داریوں میں کیسے کچھ فسادات برپا نہ ہو گئے ہوتے)۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهٗ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِيْكِ بْنِ سَحْمَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَيِّنَةَ اَوْحَدًّا فِيْ ظَهْرِكَ فَقَالَ هِلَالٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذَا رَاٰى اَحَدُنَا عَلٰى امْرَأَتِهٖ رَجُلًا يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَيِّنَةَ وَاِلَّا حَدٌّ فِيْ ظَهْرِكَ فَقَالَ هِلَالٌ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اِنِّيْ لَصَادِقٌ فَلَيُنْزِلَنَّ اللّٰهُ مَا يُبَرِّئُ ظَهْرِيْ مِنَ الْحَدِّ فَنَزَلَ جِبْرَئِيْلُ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ فَقَرَأَ حَتّٰى بَلَغَ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ فَجَاءَ هِلَالٌ فَشَهِدَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ

ابن عباس سے روایت ہے کہ اُمیّہ کے بیٹے ہلال نے اپنی بی بی کو شریک بن سحما سے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں زنا کا عیب لگایا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گواہ گزارو یا اپنی پیٹھ پر حدِّ قذف (تہمت کا اسّی کوڑے) ہیں قبول کرو۔ ہلال نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا جب ہم میں سے کوئی شخص اپنی بی بی پر کسی مرد کو دیکھے گواہوں کی تلاش میں چلا جائے۔ (بھلا یہ کس طرح ہو سکتا ہے اور اتنی فرصت کب مل سکتی ہے) اس پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمانا شروع کیا کہ گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پشت پر حد لگائی جائے گی۔ ہلال بولے کہ مجھے اُس مقدس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق اور راستی کے ساتھ بھیجا ہے بے شک میں سچا ہوں واللہ ابھی خدا کوئی ایسا حکم نازل کرتا ہے جو حد سے میری پشت کو پاک کر دے گا اتنے میں جبریل اُتر اور پیغمبر صاحب کے پاس یہ آیتیں لائے والذین یرمون ازواجھم الخ پس ہلال نے ان آیتوں کو پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ ان کان من الصادقین تک پہونچے۔ اب ہلال نے آکر گواہی دینی یعنی قسم کھانی شروع کی حالانکہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم

مِنْكُمَا تَائِبٌ ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ فَلَمَّا كَانَتْ عِنْدَ الْخَامِسَةِ وَقَّفُوهَا وَقَالُوا إِنَّهَا مُوجِبَةٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَتَلَكَّأَتْ وَنَكَصَتْ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهَا تَرْجِعُ ثُمَّ قَالَتْ لَا أَفْضَحُ قَوْمِي سَائِرَ الْيَوْمِ فَمَضَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْصِرُوهَا فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ سَابِغَ الْأَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَهُوَ لِشَرِيكِ ابْنِ سَحْمَاءَ فَجَاءَتْ بِهِ كَذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا مَا مَضٰى مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ لَكَانَ لِي وَلَهَا شَأْنٌ ﴿ (بخاری)

تم میں سے کوئی توبہ کرتا ہے۔ اس کے بعد عورۃ کھڑی ہو کر گواہی دینے یعنی قسم کھانے لگی لیکن جب وہ پانچویں قسم کھانے کے قریب ہوئی تو لوگوں نے اُسے باز رکھا اور کہا بس یہ پانچویں قسم (تم دونوں میاں بیوی میں جدائی ڈالنے کی) موجب ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ یہ سُن کر عورۃ نے کچھ توقف کیا اور پچھلے قدموں ہٹی یہاں تک کہ ہمیں خیال ہُوا کہ وہ شہادۃ سے رجوع کرتی ہے مگر پھر اُس نے کہا کہ میں اپنی قوم کو مدت العمر کے لیے رسوا نہ کروں گی یہ کہہ کر پانچویں قسم کھا گئی (اور ملاعنہ کو پورا کر دیا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس عورۃ کو دیکھو اگر یہ سُرمگیں آنکھ بزرگ سرین موٹی پنڈلی کا بچہ جنے تو شریک بن سحماء کا ہے چنانچہ اُس نے اِسی صورۃ کا بچہ جنا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کتاب اللہ کا (یہ) حکم نہ ہوتا کہ ملاعنین پر حد اور تعزیر نہیں ہے تو میری اور اس عورۃ کی [illegible]

سلہ یہ ایک قانونِ فطرۃ ہے کہ اولاد جسمانی ساخت میں ماں باپ کے ساتھ تھوڑی بہت مشابہت رکھتی ہوتی ہے اور اسی کے مطابق ہندی میں ایک مثل ہے "باپ پر پوت پتا پر گھوڑا بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا" یہ گویا ترجمہ ہے الولد سر لابیہ کا۔ حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے مشابہتِ پدری گواہی نہیں ہے بلکہ قرائن مؤیدہ میں سے ہے ۱۲

سلہ اِس حدیث سے دو باتیں مستنبط ہوتی ہیں ایک یہ کہ حاکم کی عدالت میں مدعی اور مدعا علیہ حاضر ہوں تو حاکم کو چاہیے کہ قرائن وعلامات کی طرف التفات نہ کرے بلکہ ظاہر میں جس کی طرف دلائل و براہین ہوں اُن کے مطابق فیصلہ دے۔ دوسرے یہ کہ شبہ اور قیافہ حجت نہیں ہے اور حجت نہیں ہے تو اُس پر حکم بھی نہیں لگایا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ قیافہ شناس کے قول کا مطلق اعتبار نہیں کرتے۔ مگر امام شافعی رحمہ اللہ اور بعض اور ائمہ کے نزدیک قیافہ شناس کا قول معتبر ہے جیسا کہ کتب فقہ میں نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے ۱۲

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حُسنِ سلوک

لَيۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ قِبَلَ
الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ وَلٰكِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ
بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَالۡمَلٰٓئِكَةِ وَالۡكِتٰبِ
وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الۡمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى
الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنَ وَابۡنَ السَّبِيۡلِ
وَالسَّآئِلِيۡنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ
وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالۡمُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِهِمۡ
اِذَا عٰهَدُوۡا ۚ وَالصّٰبِرِيۡنَ فِى الۡبَاۡسَآءِ
وَالضَّرَّآءِ وَحِيۡنَ الۡبَاۡسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ

(مسلمانو!) نیکی یہی نہیں کہ (نماز میں) اپنا مُونہ مشرق کی طرف کرلو، یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ دراصل نیکی تو اُن کی ہے جو اللہ اور روزِ آخرت اور فرشتوں اور (آسمانی) کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور مالِ عزیز اللہ کی حُبّ پر ف۱ رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیا اور (غلامی وغیرہ کی قید سے لوگوں کی) گردنوں (کے چھڑانے) میں (دیا) ف۲ اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہے اور جب کسی بات کا) اقرار کرلیا تو اپنے قول کے پورے۔ اور تنگی میں اور تکلیف میں اور ہلاچلی کے وقت میں ثابت قدم رہے یہی لوگ ہیں جو (دعوے اسلام میں)

ف۱ حُبّہٖ کی ضمیر ہم نے اللہ کی طرف پھیری اور بعض جو مال کو مرجع ٹھیراتے ہیں تو وہ المال علی حبّہ کا ترجمہ صرف "مالِ عزیز" کریں گے ۱۲

ف۲ تین طرح پر آدمی کی گردن پھنستی ہے ایک غلامی میں دوسرے قرض میں تیسرے قید میں یہاں تینوں مراد ہیں غلام کو مول لے کر آزاد کردے یا کسی کے ذمّے کا قرض چکا دے یا روپیہ دینے سے جو آدمی قید سے رہائی پاسکتا ہو اپنے پاس سے تاوان دے کر اُس کو چھڑالے ۱۲

صَدَقُوْا ۖ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ (البقرہ ع۲۲ پارہ ۲)

سچے نکلے اور یہی ہیں (جن کو) پرہیزگار کہنا چاہیے۔

يَسْأَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۖ قُلْ مَا أَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ○

(البقرہ ع ۲۶ پارہ ۲)

(اے پیغمبر) تم سے لوگ پوچھتے ہیں کہ (خدا کی راہ میں) کیا خرچ کریں تو (ان کو) سمجھا دو کہ (خیر خیرات کے طور پر) جو مال بھی خرچ کرو تو (وہ تمہارے) ماں باپ کا حق ہے اور قریب کے رشتہ داروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا اور تم کوئی سی بھلائی بھی (لوگوں کے ساتھ) کروگے تو اللہ اُس کو جانتا ہے ف

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○ وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ○

(النساء ع ۱ پارہ ۴)

اور جب تقسیم (ترکہ) کے وقت (دور کے) رشتہ دار اور یتیم بچے اور مساکین آموجود ہوں تو اُس میں سے اُن کو بھی کچھ دے دیا کرو اور (اُن کی خواہش کے قدر دیتے نہ بن پڑے تو) اُن کو نرمی سے سمجھا دو اور وارثانِ حق دار کو ڈرنا چاہیے کہ اگر (خود) اپنے (مرے) پیچھے اولادِ ضعیف چھوڑ جاتے تو اُن (کے حال) پر اُن کو (کیسا کچھ) ترس (آتا) تو چاہیے کہ (غرباء کے ساتھ سختی کرنے میں) اللہ سے ڈریں اور (اُن سے) سیدھی طرح بات کریں۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۗ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ○ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَأْمُرُوْنَ النَّاسَ

اور (لوگو!) اللہ ہی کی عبادت کرو اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھیراؤ اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور قرابت والے پڑوسیوں اور اجنبی پڑوسیوں اور پاس کے بیٹھنے والوں اور مسافروں اور جو (لونڈی غلام) تمہارے قبضے میں ہیں (ان سب) کے ساتھ سلوک کرتے رہو۔ اللہ ان لوگوں کو دوست نہیں رکھتا جو اترائیں (اور) بڑائی مارتے پھریں آپ بخل کریں (سو کریں دوسرے) لوگوں کو بھی بخل کرنے کی صلاح دیں۔

ف مصارفِ خیرات کی تو صراحت فرمادی اور مقدار کی نسبت لوگوں کی ہمت پر چھوڑ دیا کہ جتنا گڑ ڈالوگے وتنا ہی میٹھا ہوگا ۱۲

بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا (النساء ع ۶ پارہ ۵)

اور اللہ نے اپنے فضل سے اُن کو جو کچھ دے رکھا ہو اُس کو چھپائیں اور ہم نے اُن لوگوں کے لیے جو (ہماری نعمتوں کی) ناشکری کریں ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے ✦

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۠ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (النور ع ۳ پارہ ۱۸)

اور (مسلمانو) تم میں سے جو لوگ بزرگ (منش) اور صاحب مقدور ہیں قرابت والوں اور محتاجوں اور اسکی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (مدد خرچ) نہ دینے کی قسم نہ کھا بیٹھیں بلکہ چاہیئے کہ اُن کے قصور بخش دیں اور درگزر کریں (مسلمانو!) کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہارے قصور معاف کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ

اور (اے پیغمبر) رشتہ دار اور غریب (اور) مسافر (ہر ایک) کو اُس کا حق پونہچاتے رہو اور (دولت کو) بے جا مت اُڑاؤ (کیونکہ دولت کے) بے جا

ل ہم اس آیۃ کا شانِ نزول جناب ام المؤمنین حضرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قصۂ افک میں نقل کر چکے ہیں یہ قصہ قرآن مجید کی سورۂ نور کے دوسرے رکوع میں ان الذین جاء وا بالافک عصبۃ سے شروع ہو کر لھم مغفرۃ ورزق کریم تک پورے دو رکوع میں ختم ہوا ہو اس کے متعلق ہم نے ایک نہایت مفید مطلب خیز حاشیہ بھی لکھا ہو جو پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کے ذیل میں "احترام ازواج مطہرات" کے عنوان میں گزر چکا وہاں اس حاشیے کو ضرور پڑھو۔ قرآن میں ایسی بہت آیتیں ہیں جن میں کئی کئی حکم ایک جگہ جمع ہیں۔ اس قسم کی آیتوں میں سے زکوۃ اور صدقات کی آیتیں بھی ہیں۔ زکوۃ اور صدقات ہیں تو ایک دوسرے سے ملتے جلتے پر دونوں میں فرق ہو کہ زکوۃ فرض ہو اور صدقات از قسم خیرات نوافل۔ زکوۃ ہو یا خیر خیرات اس حیثیت سے کہ فرمودۂ خدا ہی حق اللہ ہیں اور اس حیثیت سے کہ مال کا صرف بے جا منع ہو حق المال۔ اور اس حیثیت سے کہ زکوۃ اور خیر خیرات مساکین کو پونہچتے ہیں حق العباد اور حق العباد میں بھی زکوۃ حق ہو فقراء کا۔ مساکین کا اور اُن کارکنوں کا جو مالِ خیرات کے وصول کرنے پر تعینات ہیں اور اُن لوگوں کا جن کے دل پر چانے منظور ہیں اور اُن غلاموں کا جن کی گردنیں قید میں پھنسی ہوئی ہیں اور قرضداروں کا اور مجاہدوں کا اور مسافروں کا جیساکہ خدائے تعالی فرماتا ہے انما الصدقات للفقراء والمسٰکین والعاملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم اور یہ آیت مع ترجمے کے زکوۃ کے مصارف کے بیان میں گزر چکی وہاں پڑھو۔ رہی خیر خیرات اور انفاق تو وہ حق ہے ماں باپ کا قریب و بعید کے رشتے داروں کا، یتیموں کا، مساکین کا، مسافروں کا، سائلوں کا، مہاجرین فی سبیل اللہ کا۔ پھر آیتیں جو ان حقوق کی جامع ہیں بطور ایک جڑاؤ گہنے کے ہیں جس میں کئی قسم کے جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔ اور ہم نے ہر ایک حق کے لیے جدا عنوان قائم کیا ہے تو چاہیئے کہ وہی ایک آیۃ متعدد عنوانوں کے ذیل میں بار بار پوری نقل کریں جس سے کتاب کا حجم بڑھتا ہے اس لیے یہ کیا ہے کہ پوری آیۃ ایک عنوان کے ذیل میں لکھ کر دوسرے عنوانوں کے ذیل میں صرف اُس کا حوالہ دے دیا ہے پڑھنے والے کو چاہیئے کہ جس جگہ حوالہ دیا ہے اور جس جگہ کا حوالہ دیا ہے دونوں کو ایک ساتھ پڑھے تاکہ کوئی بات چھوٹ نہ جائے ۱۲ من المترجم

كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل ع ۶ پارہ ۱۵)

شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکر ہو ف۱

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

(روم ع ۴ پارہ ۲۱)

تو (اے پیغمبر) رشتہ دار کو اُس کا حق دیتے رہو اور محتاج اور مسافر کو (اُن کا حق) جو لوگ خدا کی رضامندی کے طالب ہیں یہ اُن کے حق میں بہتر ہو اور یہی لوگ (آخرۃ میں) فلاح پانے والے ہیں ۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِیْ قَرَابَةً اَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُوْنَ لِیْ وَاُحْسِنُ اِلَيْهِمْ وَيُسِيْئُوْنَ اِلَیَّ وَاَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُوْنَ عَلَیَّ فَقَالَ لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَاَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِيْرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلٰى ذٰلِكَ ۔ (مسلم)

حضرۃ ابوہریرہ سے روایۃ ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے چند قرابت دار ہیں اور عجب طرح کی طبیعۃ کے واقع ہوئے ہیں میں اُن کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع کرتے ہیں میں اُن سے نیکی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے بُرائی کرتے ہیں میں برداشت کرتا ہوں اور وہ مجھ سے جہالۃ کرتے ہیں پیغمبر صاحب نے (اُس کے جواب میں) فرمایا اگر واقع میں تو ویسا ہی ہے جیساکہ کہتا ہے تو گویا تو اُن کے مونہہ میں گرم گرم بھوبل ڈالتا ہے ف۲ خدا ہمیشہ اُن پر تیری مدد کرتا رہے گا جب تک تو اس صفت پر قائم

عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَبَرُّ قَالَ اُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ

بہز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایۃ کرتے ہیں وہ کہتے ہیں میں نے پیغمبر صاحب کی خدمۃ میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں کس کے ساتھ نیکی کروں فرمایا اپنی ماں کے ساتھ میں نے عرض کیا پھر کس کے ساتھ فرمایا اپنی ماں کے ساتھ میں نے کہا پھر کس کے ساتھ

ف۱ شیطان گروہ ملائکہ میں سے تھا اُس نے اِس نعمت کی قدر نہ جانی اور خدا کی نافرمانی کی اسی طرح مال بھی خدا کی نعمت ہو اور جو اُس کو بے جا اُڑائے وہ اس کی قدر نہیں کرتا تو وہ نعمت کی قدر نہ جاننے میں شیطان کا بھائی ہوا اور دولت بے جا اُڑائی جاتی ہو تو اکثر شیطانی حرکات اور ممنوعات شرعیہ میں اڑائی جاتی ہو اس اعتبار سے بھی دولت کے بے جا اُڑانے والے شیطان کے بھائی ٹھیرے کہ اُس کے کہنے پر چلے ۱۲

ف۲ یعنی اُن کو تیری اِس نیکی کا شکر کرنا چاہیئے اور جب وہ شکر نہیں کرتے تو تیری عطا ۔ اُن کے حق میں حرام ہو اور اُن کے شکم میں آگ کا حکم رکھتی ہے ۔ لیا گیا ہے آیۃ الذین یاکلون اموال الیتامیٰ ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارا وسیصلون سعیرا سے ۱۲

قَالَ اُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبَاكَ ثُمَّ الْاَقْرَبَ فَالْاَقْرَبَ ✤ (ترمذی ۔ ابوداؤد)

فرمایا اپنی ماں کے ساتھ میں نے عرض کیا پھر کس کے ساتھ فرمایا اپنے باپ کے ساتھ پھر (ان کے ساتھ نیکی کر) جو (ماں باپ کے بعد تجھ سے) زیادہ قریب ہیں (مثلاً بھائی بہن) پھر (ان کے ساتھ) جو ان کے بعد

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّبْسَطَ لَهٗ فِيْ رِزْقِهٖ وَيُنْسَاَ لَهٗ فِيْ اَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ ✤ (بخاری ۔ مسلم)

حضرۃ انس کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس بات کو دوست رکھتا ہو کہ خدا اس کی روزی میں توسیع اور عمر میں برکت دے تو وہ اپنے قرابتیوں کے ساتھ سلوک کرتا رہے ف

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ ✤ (صحیحین)

جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں رحم کا قطع کرنے والا داخل نہ ہوگا (یعنی جو شخص پاس قرابۃ نہیں کرتا وہ جنت میں داخل ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا) ✤

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِيْ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا ✤ (بخاری)

ابن عمر کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص (اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ان کے احسان کی) تلافی کرتا ہے (کہ وہ اس کے ساتھ احسان کرتے ہیں یہ ان کے ساتھ کرتا ہے) صلہ رحم کرنے والا نہیں ہے بلکہ کامل صلۂ رحم کرنے والا وہ ہے کہ جب اس کے حق قرابۃ کی رعایت نہ کی جائے وہ برابر صلہ رحمی کرتا رہے ✤

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ اَرْحَامَكُمْ فَاِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الْاَهْلِ مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ مَنْسَاَةٌ فِي الْاَثَرِ ✤ (ترمذی)

ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) تمھیں اپنے انساب کے متعلق اس قدر علم حاصل کرنا ضروری ہے جس کی وجہ سے تم اپنے رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی کر سکو (مثلاً آبا و اجداد اور امہات و جدات اور ان کی اولاد ذکور و اناث کہ انھیں پہچاننا اور ان کے نام یاد رکھنا ضرور ہے کہ یہی ذوی الارحام کہلاتے ہیں اور ان ہی کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا حکم ہے) کیونکہ صلہ رحمی کرنے سے قرابتیوں

ف حدیث میں وینسأله فی اثرہ کا لفظ آیا ہے جس کا لفظی ترجمہ ہے اس کی اجل میں تاخیر کی جائے یعنی عمر دراز کی جائے" ہم نے محاورہ نباہنے کے لیئے "عمر میں برکت دے" ترجمہ کر دیا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ درازی عمر سے دنیا میں

۱۲۔ نام نیک باقی رہنا مراد ہو یا اولاد صالح جو اس کے مرنے پیچھے اس کے لیئیں دعا و استغفار کریں اور دیر تک اس کا نام نیک دنیا میں قائم رکھیں ۱۲

بڑے کی حرمت چھوٹے پر شفقت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَيَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۔ (ترمذی)	ابن عباس کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کا وقر نہ کرے وہ ہمارے طریقے پر نہیں اور اسی طرح جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرے وہ بھی ہمارے طریقے پر نہیں ہے ۔
عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ كَبِيْرِ الْاِخْوَةِ عَلٰى صَغِيْرِهِمْ حَقُّ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهٖ ۔ (بیہقی)	سعید بن العاص سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑے بھائیوں کا حق چھوٹے بھائیوں پر ویسا ہی ہے جیسا باپ کا اولاد پر ۔
عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخًا مِّنْ اَجْلِ سِنِّهٖ اِلَّا قَيَّضَ اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَ كِبَرِ سِنِّهٖ مَنْ يُّكْرِمُهٗ ۔ (ترمذی)	انس رض سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس جوان نے بوڑھے کی اس کے سن کی وجہ سے عزۃ کی تو خدا اس کے بڑھاپے کے وقت ضرور ایسا شخص مقرر کرے گا جو اس کی عزۃ کرے گا ۔

شفقت ومہربانی

عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْحَمُ اللهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ (صحیحین)

عبد اللہ کے بیٹے جریر سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لوگوں پر مہربانی نہیں کرتا خدا اُس پر مہربانی نہیں کیا کرتا۔

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى (صحیحین)

نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مخاطب تو مسلمانوں کو دیکھتا ہے کہ باہم رحم کرنے اور ایک دوسرے سے محبت کرنے اور شفقت و مہربانی کرنے میں تن واحد جیسے ہیں کہ جب ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو تمام اعضا تکلیف میں اُس کی موافقت کر لیتے ہیں یعنی سب بیداری اور تپ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ (ابوداؤد - ترمذی)

عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہربانی کرنے والوں پر خدائے رحمٰن مہربانی کیا کرتا ہے تم زمین والوں پر مہربانی کرو آسمان والا (خدا) تم پر مہربانی کرے گا ف

ف ان حدیثوں سے عام خلق اللہ پر شفقت و مہربانی کرنا ثابت ہوتا ہے اور ہم نے عنوان قائم کیا ہے قرابتیوں پر شفقت و مہربانی کرنے کا۔ تو مطلب یہ ہے کہ جب عام لوگوں پر شفقت و مہربانی کرنے کی یہ کچھ تاکید ہے تو قرابتیوں پر کیوں نہ ہوگی ۱۲ من المترجم

تعلیم[سلہ] و تبلیغ

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۙ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۚ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۙ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۙ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ۙ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۙ (الشعراء ع پارہ ۱۹)	اور (اے پیغمبر خاص کر) اپنے قریب کے رشتے داروں کو (عذاب خدا سے) ڈراؤ اور جو مسلمان تمھارے پیچھے ہو لیے ہیں اُن سے بہ تواضع پیش آؤ ف پس اگر لوگ تمھارا کہنا نہ مانیں تو (اُن سے صاف) کہہ دو کہ مَیں تمھارے افعال سے بری (الذمہ) ہوں اور (اے پیغمبر۔ خدائے) زبردست مہربان پر بھروسا رکھو کہ جب تم (نماز میں) کھڑے ہوتے ہو وہ تمھارے کھڑے ہونے کو اور نمازیوں (کی جماعت) میں تمھاری حرکات[۲] سکنات کو دیکھتا ہے بے شک وہی (سب کی) سنتا اور سب کچھ جانتا ہے

محبت و مودت

ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ قُلْ لَّآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ (الشوریٰ ع ۳ - پارہ ۲۵)	(اور[۳] یہی (تو) وہ (نعمت) ہے جس کی خوش خبری خدا اپنے اُن بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے (اور ایمان کے علاوہ) اُنھوں نے نیک عمل (بھی) کیے (اے پیغمبر۔ ان لوگوں سے) کہو کہ مَیں تم سے اِس (تبلیغِ رسالت) پر کوئی مزدوری تو[۴] مانگتا نہیں مگر رشتے ناطے کی محبت (تو قائم رکھو) اور جو شخص نیکی کرے گا اُس کے لیے ہم اُس (کی نیکی) میں اور زیادہ خوبی پیدا کر دیں گے (کیونکہ) اللہ (گناہوں کا) بخشنے والا قدردان ہے ۞

ف اِخْفِضْ جَنَاحَكَ کے لفظی معنے ہیں اپنا بازو یا پہلو جھکا دو ہم نے محاورے کے لحاظ سے ترجمے میں لازم معنے لیے ہیں اور تواضع کے لغوی معنے بھی جھکنے کے ہیں ۱۲

سلہ تعلیم سے مراد ہے تعلیم دین اور اس کے مامور بہ ہیں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور پیغمبر صاحب کے ضمن میں اُن کی امت۔ اور چونکہ تعلیم دین بھی ایک پیرایہ ہے شفقت و مہربانی کا۔ اس لیے ہم نے شفقت و مہربانی کے ذیل میں تعلیم دین کو دیا ۱۲ سلہ۲ اس آیہ کے متعلق ایک بڑا مبسوط بیان ہم باب زکوٰۃ میں لکھ آئے ہیں اس کے ساتھ اُسے بھی پیش نظر رکھنا چاہیے ۱۲ سلہ۳ یعنی ادائے ارکان نماز ۱۲ سلہ۴ ذٰلک کا مشارٌ الیہ ہے بہشت کے سبزہ زار باغات اور خدا کے پاس کی وہ چیزیں جنھیں تم لی چاہے ۱۲

عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ ذُوْ سُلْطَانٍ مُّقْسِطٌ مُّتَصَدِّقٌ مُّوَفَّقٌ وَّرَجُلٌ رَّحِيْمٌ رَّقِيْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِيْ قُرْبٰى وَمُسْلِمٍ وَّعَفِيْفٌ مُّتَعَفِّفٌ ذُوْ عِيَالٍ ✣ (مسلم)

عیاض بن حمار سے روایۃ ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی تین قسم کے لوگ ہیں (جو مقربون اور سابقون کے ساتھ بہشت میں داخل ہونے کے سزاوار ہیں) اول منصف بادشاہ لوگوں کے ساتھ احسان کرنے والا بھلائی اور نیکی کی توفیق دیا گیا - دوسرا مہربان اور نرم دل آدمی جو قرابتداروں اور نیز ہر مسلمان کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا ہے تیسرا عیال دار پارسا جو حرام باز رہتا او

میراث

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ (الانفال ع ۱۰ پارہ ۱۰)

اور جو لوگ بعد کو ایمان لائے اور انھوں نے ہجرۃ کی اور تم مسلمانوں کے ساتھ ہو کر جہاد بھی کیے تو وہ تم ہی میں داخل ہیں اور رشتے دار اللہ کے حکم کے مطابق (غیر آدمیوں کی نسبت) ایک دوسرے کی (میراث کے زیادہ حقدار ہیں بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے (از انجملہ میراث کی مصلحتوں سے بھی) ف ۱

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا

پیغمبر مسلمانوں پر خود اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں (اور وہ مسلمانوں کے باپ کی جگہ ہیں) ف ۲ اور پیغمبر کی بیبیاں (ادب و تعظیم میں) اُن کی مائیں ہیں ف ۳ اور رشتے دار کتاب اللہ کی رُو سے تمام مسلمانوں اور مہاجروں سے بڑھ کر ایک کے حقدار ہیں مگر یہ کہ تم

ف ۱ شروع شروع میں جب مسلمان ہجرۃ کرکے مدینے میں آ کر رہے تو پیغمبر صاحب نے مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ کرا دیا تھا اور ایک کو ایک کا وارث بھی ٹھیرا دیا تھا اس مصلحت سے کہ مہاجرین کو مالی ضرورتیں تھیں - پھر جب اسلام کی فتوحات ہوئیں اور مہاجرین کو خدا نے مستغنی کر دیا تو صرف رشتے داروں میں میراث کا قاعدہ جاری رہا اور مہاجرین و انصار کا باہمی توارث موقوف ۱۲ ف ۲ مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی جان کا پاس کرتا ہے لیکن پیغمبر کے حکم کا پاس اس سے بھی زیادہ کرنا چاہیے ۱۲ ف ۳ جو لوگ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی تعظیم کا حقہ نہیں کرتے اس آیۃ سے اُن پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے ۱۲

إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُم مَّعْرُوفًا ۚ كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ﴿٦﴾ (الاحزاب ۶ پارہ ۲۱)

اپنے دوستوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہو تو (وہ بات دوسری ہے) یہی حکم کتاب (لوحِ محفوظ) میں لکھا ہوا ہے ۱۲

اصحاب الفروض

والدین

وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ (النساء ۱۱ پارہ ۴)

اور میت کے ماں باپ (یعنی) دونوں میں ہر ایک کے ترکے کا چھٹا حصّہ اُس صورۃ میں کہ میت کی اولاد ہو ف۱ اور اگر اُس کے اولاد نہ ہو اور اُس کے وارث (صرف) ماں باپ ہوں تو اُس کی ماں کا حصّہ ایک تہائی (باقی باپ کا)

من المترجم۔ اصحاب الفروض وہ جن کے حصّے کتاب اللہ میں متعیّن ہو چکے ہیں۔ اور ان ہی سے تقسیم حصص کے وقت ابتدا کی جاتی ہے۔ یعنی میّت کے متروکے میں سے تقسیم کا آغاز ان ہی لوگوں سے ہوتا ہے یہ نہ ہوں تو عصبات[1] پر تقسیم ہوگا عصبات بھی نہ ہوں تو ذوی الارحام پر۔ اصحاب الفروض بارہ ہیں۔ مردوں میں چار۔ باپ دادا۔ اخیافی[2] بھائی۔ شوہر اور عورتوں میں آٹھ۔ زوجہ بیٹی پوتی اور پوتی میں پڑپوتی اور اُس کی نسل بھی داخل ہے حقیقی بہن علاتی[3] بہن۔ اخیافی بہن ماں جدہ[4] صحیحہ عنوان مذکورہ بالا کے ذیل میں جو آیۃ ہم نے لی ہے اس میں دو اصحاب الفروض بصراحۃ مذکور ہیں یعنی ماں باپ تو اصل میں باپ کی تین حالتیں ہیں۔ ایک حالۃ میں تو اسے فرضِ مطلق یعنی متروکۂ میت کا چھٹا حصّہ ملتا ہے اور یہ اُس وقت ہے جب کہ میت کا بیٹا موجود ہو یا بیٹا موجود نہ ہو تو پوتا یا پڑپوتا وان سفل کیونکہ ولد کا لفظ بیٹے اور پوتے اور پڑپوتے سب کو عام ہے۔ اسی طرح بیٹی اور پوتی اور پڑپوتی کو بھی۔ اور یہی معنی ہیں آیہ ولابویہ لکل واحد منہما السدس کے خلاصہ یہ کہ میت کے باپ کے ساتھ میت کا بیٹا یا پوتا ہوگا تو باپ کو متروکۂ میت کا چھٹا حصہ ملے گا اور باقی کا مالک بیٹا یا پوتا۔ دوسری حالۃ میں فرضِ مطلق اور عصوبۃ معًا یعنی بحیثیت ذوی الفرض ہونے کے چھٹا حصہ لے گا اور بحیثیت عصبہ ہونے کے باقی مال کا مالک قرار پائے گا اور یہ اُس وقت ہے جب کہ میت کے باپ کے ساتھ میت کی بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی یا پڑپوتی (وان سفلت) موجود ہو۔ ایسی صورۃ میں باپ کو چھٹا حصہ اور بیٹی یا پوتی کو نصف یا ثلثین اور باقی جو بچے گا وہ بھی باپ ہی کا

ف۱ اولاد سے مراد ہیں میت کی صلبی اولاد بیٹے بیٹیاں اور پوتے پوتیاں اور پڑپوتے پڑپوتیاں پس نواسے نواسیاں اور ان کی نسل داخل نہیں ۱۲

[1] عصبات جمع ہے عصبہ کی اور عصبہ اُسے کہتے ہیں جو بحالت موجود نہ ہونے اصحاب الفروض کے تو کُل تمام مال کا مالک ہو جو اصحاب الفروض سے بچے اور اصحاب الفروض نہ ہوں تو میت کے متروکے پر قابض ہو اور اِس کی مزید توضیح عصبات کے بیان میں آتی ہے ۱۲ [2] اخیافی وہ سوتیلے جن کی ماں ایک ہو اور باپ مختلف ۱۲ [3] علاتی وہ سوتیلے جن کا باپ ایک ہو اور مائیں مختلف ۱۲ [4] جدہ صحیحہ وہ ہے کہ اُسے میت کی طرف نسبت کرنے میں اب لازم یعنی نانا داخل نہ ہو جیسے دادی پردادی اور نانی پرنانی ۱۲

ہوگا۔ تیسری حالت یہ ہے کہ محض عصبہ ہو اور یہ اُس وقت ہے جب کہ میت کا بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی کوئی بھی موجود نہ ہو۔
خلاصہ یہ کہ اب میت کے نہ تو اولادِ ذکور ہی ہو اور نہ اولادِ اناث ہی تو ایسی صورۃ میں باپ کے لیے کچھ حصّہ مقرر نہیں بلکہ
عصبہ ہوگا۔ پھر اگر تنہا ہوگا تو سب مال اُسی کو ملے گا اور ذوی الفروض ہوں گے تو اُن کو دے کر جتنا بچے کا سب کا
مالک باپ ہوگا۔

دادا باپ کی جگہ ہے یعنی میت کا باپ نہ ہو تو دادا تمام احکام میراث میں باپ کے مانند ہے مگر چار صورتیں ایسی
ہیں جن میں دادا باپ کے حکم سے مستثنیٰ ہے اور ان کی تفصیل علم الفرائض کی مطوّل کتابوں میں موجود ہے۔
تیسری میت کی ماں۔ اُس کی بھی تین حالتیں ہیں (۱) میت کے اولاد ہو یعنی بیٹا بیٹی۔ اور بیٹا بیٹی میں
داخل ہیں پوتا پوتی بھی (وان سفل) تو اس صورۃ میں ماں کو چھٹا حصّہ ملے گا بدلیل قولہ
تعالیٰ ولابویہ لکل واحد منھما السدس (۲) میت کے دو یا دو سے زیادہ بھائی بہن
موجود ہوں عام ہے کہ سگے ہوں یا سوتیلے اور سوتیلا پن ماں کی طرف سے ہو یا باپ
کی طرف سے ماں چھٹے حصے کی مالک ہوگی اور دلیل اس پر یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا
ہے فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس (۳) میت کے بیٹا بیٹی یا پوتا
پوتی نہ ہو یا دو یا دو سے زیادہ بھائی بہن نہ ہوں تو ماں کو کل متروکہ
میت کی تہائی ملے گی بدلیل قولہ تعالیٰ فان لم یکن لہ ولد و
ورثہ ابواہ فلامہ الثلث لیکن یہ واضح رہے کہ ماں
کے بارے میں جو احکام مذکور ہوئے ہیں اُن کا اجراء
اُسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ میت کے ماں باپ کے
ساتھ احد الزوجین نہ ہوں۔ احد الزوجین ہوں گے
تو بعد دینے فرض احد الزوجین کے ماں کو
مابقی کا ثلث ملے گا جیسا کہ اس کی
تفصیل علم الفرائض کی
مطوّل کتابوں
میں مذکور ہے

*

زوجین

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۔ (النساء ع ۲ - پارہ ۴)	اور (لوگو!) جو (ترکہ) تمھاری بیبیاں چھوڑ مریں اگر اُن کے اولاد نہیں تو اُن کے ترکے میں تمھارا آدھا اور اگر اُن کے اولاد ہو تو اُن کے ترکے میں تمھارا چوتھائی مگر اُن کی وصیت (کی تعمیل) اور (ادائے) قرض کے بعد اور تم (کچھ) ترکہ چھوڑ مرو اور تمھارے کچھ اولاد نہ ہو تو بیبیوں کا (حصّہ) چوتھائی اور اگر تمھارے اولاد ہو تو تمھارے ترکے میں سے بیبیوں کا آٹھواں (حصّہ اور یہ حصّے بھی) تمھاری وصیت (کی تعمیل) اور (ادائے) قرض کے بعد دیئے جائیں ۔

من المترجم

خلاصہ یہ ہے کہ شوہر کی دو حالتیں ہیں۔ ایک حالت میں وہ نصف متروکہ زوجہ کا مالک ہوگا اگر زوجہ کے اولاد[1] یعنی بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی موجود نہ ہوں۔ دوسری حالت میں چوتھائی حصّے کا مالک ہوگا۔ اگر بی بی کے بیٹا[1] بیٹی یا پوتا پوتی موجود ہوں۔ بی بی کی بھی دو حالتیں ہیں۔ ایک حالت میں چوتھائی مال کی مستحق ہوگی بشرطیکہ تنہا ہو یعنی میت کے دوسری بی بی نہ ہو اگر ہوگی تو یہ اور وہ سب اسی چوتھائی حصّے میں برابر کی شریک ہوں گی غرضکہ جب شوہر کے اولاد یعنی بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی نہ ہو[2] تو بی بی کو چوتھائی حصّہ ملے گا۔ دوسری حالت میں آٹھویں حصّے کی مالک ہوگی جبکہ شوہر کے اولاد یعنی بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی موجود ہوں ۔

---

[1] خواہ اِس شوہر سے یا دوسرے شوہر سے ۱۲ [2] خواہ اِس بی بی سے یا دوسری بی بی سے ۱۲

اولادُ الاُم

یعنے

(اخیافی بھائی بہن)

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ وَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ○

(النساء ع ۲ پارہ ۴)

اور اگر کسی مرد یا عورت کی میراث ہو اور اس کے باپ بیٹا (یعنی اصل و فرع) نہ ہو اور (دوسرے باپ سے) اس کے ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا (حصہ) اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی میں (برابر کے) سب شریک **ف۱** یہ حصے (بھی) میت کی وصیت (کی تعمیل) اور (ادائے) قرض کے بعد دیئے جائیں بشرطیکہ میت نے (کسی کو) نقصان نہ پہنچانا چاہا ہو **ف۲** (یہ) فرمانِ الٰہی ہے اور اللہ (سب کچھ) جانتا ہے اور (لوگوں کی نافرمانیوں پر) برداشت کرتا ہے ✣

من المترجم میت کے اخیافی بھائی بہن کی تین حالتیں ہیں۔ ایک بھائی یا ایک بہن ہے تو چھٹا حصہ دو یا زیادہ ہوں تو تہائی کے بالمساواۃ مالک یعنی تہائی میں سب مرد عورتیں برابر کے شریک ہوں گے۔ تیسری صورۃ یہ ہے کہ میت کے بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی ہوں تو اس صورۃ میں اخیافی بھائی بہن خواہ ایک ہوں یا کئی سب ساقط الارث ہوں گے۔ اسی طرح باپ اور باپ نہ ہو تو دادا کے ہوتے بھی ساقط ہو جائیں گے ✣

ف۱ کلالے کا بیان قرآن مجید میں دو جگہ ہے ایک یہاں اور دوسرا اسی سورۃ کے آخر میں۔ وارثانِ کلالہ کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کلالہ عینی بھائی بہن چھوڑ مرے یعنی ایک ماں باپ کے سگے بھائی بہن۔ دوسرے علاتی یعنی سوتیلے ایک باپ کی اولاد جن کی مائیں مختلف ہوں۔ تیسرے اخیافی یعنی سوتیلے جن کی ماں ایک ہو اور باپ مختلف۔ قرآن میں اس مقام پر اس تیسری صورۃ کا حکم ہو کہ ان میں بھائی بہن ہر ایک برابر کے چھٹے حصے کا حق دار ہے للذکر مثل حظ الانثیین کا قاعدہ ان میں نہیں چلتا۔ اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو تہائی کے بالمساواۃ مالک ہیں۔ رہیں پہلی اور دوسری دو صورتیں۔ ان کے احکام آخر سورۃ میں ہیں ۱۲ **ف۲** میت کی وصیت سے وارثوں کا اس طرح پر نقصان ہوتا ہے کہ میت کو تہائی ترکے تک وصیت کرنے کی اجازت ہے تو اگر کوئی وارثوں کا حق مارنے کے لیے تہائی ترکے سے زیادہ کی وصیت کر مرے تو زیادہ کی قدر وصیت واجب التعمیل نہیں۔ اسی طرح مرنے والا کسی کا قرضہ رعایۃً بھی اپنے اوپر لے سکتا ہے مگر وصیت ہو یا قرض ۱۲

سگی سوتیلی بہنیں

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ۚ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ ۚ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ۗ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا ۗ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ○

(النساء ع ۲۴ پارہ ۶)

(اے پیغمبر۔ لوگ) تم سے کلالہ کے بارے میں فتوے طلب کرتے ہیں تو (ان لوگوں سے) کہہ دو کہ اللہ کلالہ کے بارے میں تم کو حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا مرد مر جائے جس کے اولاد نہ ہو (اور نہ باپ دادا کہ اسی کو کلالہ کہتے ہیں) اور اُس کے (صرف ایک) بہن ہو تو بہن کو اُس کے ترکے کا آدھا اور بہن (مر جائے اور اُس) کے اولاد نہ ہو تو اُس (کے سارے مال) کا وارث یہ (بھائی) پھر اگر بہنیں دو ہوں (یا زیادہ) تو اُن کو اُس کے ترکے میں سے دو تہائی اور اگر بھائی بہن (ملے جلے) ہوں (کچھ) مرد اور (کچھ) عورتیں تو دو عورتوں کے حصے کی قدر ایک مرد کا حصہ۔ تم لوگوں کے بھٹکنے کے خیال سے اللہ اپنے حکم تم سے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے

من المترجم ہم نے جو کلالہ کے احکام میں قیود بڑھائی ہیں تو سیاق عبارۃ اور آثار سلف سے لی ہیں اور یہاں بھائی بہنوں سے مراد عینی اور علاتی ہیں نہ اخیافی جیسا کہ ہم اسی سورۃ کے دوسرے رکوع میں مفصّل لکھ چکے ہیں۔ (اس) اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ میت کی حقیقی بہنوں کی پانچ حالتیں ہیں۔ اگر تنہا اور اکیلی ہے تو نصف کی مستحق ہوگی اور (۲) دو یا دو سے زیادہ ہیں تو وہ ثلث لیں گی (۳) جب بہنیں حقیقی بھائی کے ساتھ جمع ہوں گی تو للذکر مثل حظ الانثیین کی رُو سے مال متروکہ میت تقسیم ہوگا اور بہنیں بھائی کے سبب سے عصبہ ہو جائیں گی (۴) میت کی بیٹیاں یا پوتیاں بہنوں کے ساتھ جمع ہوں گی تو بیٹیوں یا پوتیوں کے لینے کے بعد جو باقی رہے گا وہ سب بہنوں کا حق ہوگا (۵) میت کی بہنیں اُس کے بیٹے یا پوتے یا باپ اور بقول امام اعظم علیہ الرحمۃ دادا کے ساتھ جمع ہوں تو تمام بہنیں بالاتفاق ساقط الارث ہوں گی ٭

میت کی سوتیلی بہنیں سگی بہنوں کے مانند ہیں اور ان کی سات حالتیں ہیں (۱) میت کی سگی بہنیں نہ ہوں تو سوتیلی کو نصف جبکہ وہ تنہا اور اکیلی ہو۔ (۲) دو یا دو سے زیادہ ہوں تو دو تہائی میں بالمساواۃ شریک ہوں گی۔ (۳) سوتیلی بہنیں اگر ایک سگی بہن کے ساتھ جمع ہوں تو سوتیلیوں کو صرف چھٹا حصہ۔ (۴) جب میت کی دو سگی بہنیں موجود ہوں تو سوتیلی بہنوں کا کچھ حق نہیں۔ مگر جب ان کے ساتھ سوتیلا بھائی ہو تو اس صورۃ میں بھائی کی وجہ سے عصبہ ہو جائیں گی۔ اور اب باقی ترکہ للذکر مثل حظ الانثیین کی رو سے ان میں تقسیم ہوگا (۵) سوتیلی بہنیں میت کی بیٹیوں یا پوتیوں کے ساتھ میں عصبہ ہو جائیں گی (۶) میت کی سوتیلی بہنیں اُس کے بیٹے یا پوتے یا پڑپوتے یا باپ اور ایک قول میں دادا کے ہوتے سب بالاتفاق ساقط الارث ہوں گی ٭

بیٹی ۔ پوتی

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ (النساء ۳ پارہ ۴)

(مسلمانو!) تمھاری اولاد کے حصوں کے بارے میں اللہ تم سے کہے رکھتا ہے کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ (دیا کرو) پھر اگر لڑکیاں دو یا دو سے بڑھ کر ہوں تو ترکے میں اِن کا (حصہ) دو تہائی اور اگر اکیلی ہو تو اُس کو آدھا۔

من المترجم اصحاب الفروض عورتوں میں دوسرے درجے پر میت کی بیٹی ہے اور اُس کی تین حالتیں ہیں ایک حالۃ میں نصفِ متروکۂ میت لے گی۔ اگر صرف ایک ہو اور دو یا دو سے زیادہ ہیں تو سب دو تہائی کی بالمساواۃ مالک ہیں تیسری حالۃ میں عصبہ ہوجاتی ہیں۔ جب کہ میت کی بیٹیاں اُس کے بیٹے کے ساتھ جمع ہوں۔ اس صورۃ میں بیٹا دو بیٹیوں کے برابر حصہ لے کر الگ ہوجائے گا اور باقی بیٹیوں میں تقسیم ہوگا۔ میت کی پوتیاں صلبی بیٹیوں کے مانند ہیں اور ان کا علٰحدہ ذکر قرآن میں اس سے نہیں کیا کہ بیٹیوں میں پوتیاں بھی داخل ہیں تو پوتیوں کی چھ حالتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ایک ہو تو نصف کی مستحق ہوگی۔ دو یا دو سے زیادہ ہیں تو دو تہائی بشرطیکہ میت کی صلبی بیٹیاں موجود نہ ہوں۔ تیسری حالۃ میں میت کی پوتی کو چھٹا حصہ ملتا ہے جبکہ میت کی ایک صلبی بیٹی موجود ہو۔ چوتھے میت کی دو صلبی بیٹیاں موجود ہوں تو پوتیاں ساقط الارث ہوں گی۔ ہاں اُن کے درجے میں یا اُن سے نیچے کے درجے میں کوئی مرد ہو تو اُس کی وجہ سے عصبہ ہوجائیں گی اور باقی ترکۂ میت سب میں للذکر مثل حظ الانثیین کے قاعدے سے تقسیم ہوگا۔ یہ پوتیوں کی پانچویں حالۃ ہوئی۔ چھٹی حالۃ یہ ہے کہ میت کے بیٹا موجود ہو تو پوتیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔

عصبات

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ (صحیحین)

ابن عباس سے روایۃ ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میراث کے حصے جو خدا نے قرآن مجید میں مقرر و معین فرمائے ہیں اہلِ فروض کو پہنچاؤ اور جو اہلِ فروض سے باقی رہے وہ اُس مرد کا حق ہے جو میت سے قریب تر ہو (اور اسی کو عصبہ کہتے ہیں)۔

من المترجم ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ عصبہ اُسے کہتے ہیں جو اصحاب الفروض کے ہوتے تو باقی من اصحاب الفروض کا مالک ہو اور جب اصحاب الفروض نہ ہوں تو کل متروکۂ میت پر قابض ہو۔ حدیث میں رجل ذکر کی قید صرف اس واسطے ہے کہ مرد عصوبت میں اعلےٰ اور اشرف ہے نہ یہ کہ عورۃ عصبہ ہوتی ہی نہیں۔ اس ابہام کی توضیح یہ ہے کہ عصبہ کی دو قسمیں

ہیں۔ عصبہ نسبی اور عصبہ سببی۔ عصبہ نسبی وہ ہے کہ اُس میں اور میت میں من حیث النسب و القرابۃ تعلق ہو جیسے مثلاً بیٹا بیٹی وغیرہ۔ اور عصبہ سببی اُسے کہتے ہیں کہ اُس میں اور میت میں من حیث النسب تعلق نہ ہو جیسے آقا جس نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا ہو تو غلام کے مرنے کے بعد آقا اُس کے متروکے کا وارث ہو گا بحق عصوبت۔ بشرطیکہ غلام کا کوئی عصبہ نسبی موجود نہ ہو۔ پھر عصبہ نسبی کی تین قسمیں ہیں۔ عصبہ بنفسہ ایک۔ عصبہ بغیرہ دو۔ عصبہ مع غیرہ تین۔ عصبہ بنفسہ وہ مذکر ہے جس کی نسبت میت کی طرف بے واسطہ مؤنث ہو یعنی جب اُسے میت کی طرف نسبت کریں تو بیچ میں مؤنث داخل نہ ہو جیسے میت کا بیٹا یا پوتا۔ اور جو بیچ میں مؤنث کا دخل ہو تو اُسے عصبہ نہیں کہتے۔ جیسے میت کی اخیافی بہن بھائی کہ ان کی نسبت میت کی طرف ماں کے واسطے سے ہے اور اسی وجہ سے میت کی اخیافی بہن بھائی اصحاب الفروض میں داخل ہیں نہ عصبات میں۔ عصبہ بنفسہ کی جماعۃ میں چار طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو میت کے جزو ہیں۔ مثلاً بیٹا پوتا۔ دوسرے وہ جو میت کی اصل ہیں جیسے باپ دادا۔ تیسرے وہ جو میت کے باپ کے جزو ہیں مثلاً بھائی بھتیجے۔ چوتھے وہ جو میت کے دادا کے جزو ہیں جیسے چچا اور اُس کی اولاد۔ تو تقسیم ترکہ کے وقت اِن اصناف میں سے اُن لوگوں کو مقدم کیا جائے گا جو قرب درجے کے لحاظ سے ترجیح رکھتے ہیں۔ پس جزو میت یعنی میت کا بیٹا یا پوتا احق اور مقدم ہو گا۔ پھر میت کی اصل یعنی باپ دادا۔ پھر میت کے باپ کے جزو یعنی بھائی بھتیجے۔ پھر دادا کی اولاد یعنی سگے چچا پھر اُن کے بیٹے۔ پھر دو حیثیۃ سے قرابۃ رکھنے والا۔ ایک طرح کی قرابۃ رکھنے والے سے مذکر ہو تو اور مؤنث ہو تو۔ عصبہ بغیرہ چار عورتیں ہیں۔ بیٹی پوتی سگی بہن۔ سوتیلی بہن۔ انھیں عصبہ بغیرہ اس سے کہتے ہیں کہ یہ اپنے بھائیوں کے ساتھ میں عصبہ ہوتی ہیں۔ عصبہ مع غیرہ وہ عورۃ ہے جو دوسری عورۃ کے ساتھ جمع ہو کر عصبہ بن جاتی ہے۔ مثلاً میت کی سگی یا سوتیلی بہن۔ جب میت کی بیٹی یا پوتی کے ساتھ جمع ہو تو عصبہ ہو جائے گی۔ ایک ہو تو بھی اور ایک سے زیادہ ہو تو بھی ؏

ذوی الارحام

وَالَّذِينَ آمَنُوا مِن بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ فَأُولَٰئِكَ مِنكُمْ ۚ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

(الانفال ع ۱۰ پارہ ۱۰)

اور جو لوگ بعد کو ایمان لائے اور اُنھوں نے ہجرۃ کی اور تم مسلمانوں کے ساتھ ہو کر جہاد بھی کیے تو وہ تم ہی میں داخل ہیں۔ اور رشتے دار اللہ کے حکم کے مطابق (غیر آدمیوں کی نسبت) ایک دوسرے کی میراث) کے زیادہ حق دار ہیں بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے (از انجملہ میراث کی مصلحتوں سے بھی) ف۱

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرۃ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا

ف۱ شروع شروع میں جب مسلمان ہجرۃ کرکے مدینے میں آگئے تھے تو پیغمبر صاحب نے مہاجرین و انصار میں بھائی چارا کرا دیا تھا اور ایک کو ایک کا وارث ٹھیرا دیا تھا اس مصلحت سے کہ مہاجرین کو مالی ضرورتیں تھیں پھر جب اسلام کی فتوحات ہوئیں اور مہاجرین کو خدا نے مستغنی کر دیا تو صرف رشتہ داروں میں میراث کا قاعدہ جاری ہوا اور مہاجرین انصار کا توارث موقوف ہوا

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِبْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ مِنْھُمْ ؎	صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قوم کا بھانجا قوم ہی میں سے ہے (یعنی اُن کا وارث ہوتا ہے) ؎

من المترجم - ذورحم کہتے ہیں صاحبِ قرابۃ کو اور مراد وہ قرابۃ والا ہے جو ذوی فرض نہ ہو یعنی اُن لوگوں میں سے نہ ہو جن کے حصّے قرآن مجید یا حدیث شریف یا اجماع اُمت سے متعین ہو چکے ہیں اور عصبہ بھی نہ ہو۔ ذوی الارحام کی چار قسمیں ہیں پہلی قسم وہ ہے جو میت کی طرف منسوب ہو اور وہ میت کی بیٹیوں اور پوتیوں کی اولاد ہو۔ دوسری قسم وہ ہے جن کی طرف میت منسوب ہو جیسے میت کا نانا اور نانا کا باپ یا نانا کی ماں یا نانا کی نانی۔ تیسری قسم میں وہ لوگ داخل ہیں جو میت کے ماں باپ کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور وہ ہیں بہنوں کی اولاد بھائیوں کی بیٹیاں - اخیافی بھائیوں کی اولاد۔ چوتھی قسم میں وہ لوگ ہیں جو میت کے دو جد یعنی دادا اور نانا یا دو جدہ یعنی دادی اور نانی کی طرف منسوب ہوں اور وہ پھوپیاں ہیں عینی ہوں یا علاتی یا اخیافی اور اخیافی چچا ہیں اور ماموں اور خالائیں ؎ پس یہ چاروں قسمیں اور جو ان کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہوں سب ذوی الارحام ہیں۔ ان میں اولیٰ بالمیراث وہ ہے جو میت کی طرف سب سے زیادہ قریب ہو جیسے نواسے نواسیاں کہ وہ کنواسوں اور کنواسیوں کی نسبت میت سے زیادہ قریب ہیں اور اسی لحاظ سے اولیٰ بالمیراث بھی - باقی رہی اقسام اربعہ کی تفصیل وہ علم الفرائض کی مطول کتابوں میں نہایت وضاحت کے ساتھ مرقوم ہے سامعین کے سمجھانے کے لیے اسی قدر بس کرتا ہوں ؎

حجب

ہم ذوی الفروض اور عصبات کا مختصراً ذکر کر چکے - اب کچھ حجب اور عول کا بیان ہوتا ہے۔ بعض صورتوں میں بعض وارث مطلقاً ترکے سے محجوب ہو جاتے ہیں اور بعض صورتوں میں مطلقاً محجوب نہیں بھی ہوتے تو ان کے حصوں میں کچھ کمی ہو جاتی ہے اور اسی کو علم الفرائض کی اصطلاح میں حجب کہتے ہیں - اصل میں حجب کی دو قسمیں ہیں حجب نقصان حجب حرمان - حجب نقصان کہتے ہیں وارث کے محجوب ہونے کو زیادہ حصے سے کم حصے کی طرف - اور حجب حرمان کے معنی ہیں وارث کے تمام و کمال میراث سے محروم ہونے کے - پھر حجب نقصان حاصل ہوتا ہے وارثوں میں سے صرف پانچ شخصوں کو - ایک شوہر کو کہ اولاد ہونے کی صورت میں نصف سے ربع کی طرف محجوب ہوتا ہے - دوسرے زوجہ کو کہ وہ اولاد ہونے کی صورت میں محجوب ہوتی ہے ربع سے ثمن کی طرف - تیسرے ماں کو کہ جب میت کے بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی یا دو بھائی بہن ہوں تو محجوب ہوتی ہے ثلث سے سدس کی طرف - چوتھے پوتی کو کہ وہ میت کی صلبی بیٹی کے ہوتے محجوب ہوتی ہے نصف سے سدس کی طرف - پانچویں سوتیلی بہن کو کہ وہ میت کی سگی بہن کے ہوتے نصف سے سدس کی طرف محجوب ہوتی ہے - رہا حجب حرمان - اس میں وارثوں کے دو فریق ہیں ایک فریق تو کسی حالۃ میں بھی بالکل محروم نہیں ہوتا یعنی یہ نہیں ہوتا کہ بالکلیہ محروم ہو جائے - گو بعض صورتوں میں اُس کے حصے میں کمی واقع ہو جاتی ہے جیسا کہ حجب نقصان میں - اس فریق میں چھ وارث ہیں - مردوں میں بیٹا باپ شوہر - اور عورتوں میں بیٹی ماں زوجہ - دوسرا فریق وہ ہے جو ایک حالۃ میں وارث ہوتا اور دوسری حالۃ میں بالکل محروم رہ جاتا ہے اور اس فریق کے اشخاص ان چھ شخصوں کے علاوہ ہیں جو ابھی مذکور ہوئے عام ہے کہ وہ عصبات ہوں یا ذوی الفرض ؎

عول کا بیان

جب مخرج اداے فروض سے تنگی کرے تو مخرج پر اُس کے اجزا میں سے کچھ زیادہ کرکے عام وارثوں میں حصہ رسد تقسیم کرنا چاہیئے تاکہ سب وارثوں کے حصّے میں علےٰ قدرِ مراتب یکساں نقصان داخل ہو اور ہر وارث کے حصے میں بقدر اُس کے حصّے کے کمی واقع ہو۔ مثلاً میت نے زوج اور دو سگی بہنیں چھوڑیں ۔

قاعدہ چاہتا تھا کہ مسلہ چھے سے ہو کیونکہ نصف جو زوج کا حصّہ ہے ثُلثین کے ساتھ مِلا ہوا ہے جو دو بہنوں کا حصّہ ہے لیکن چھے کو جب شوہر اور دو سگی بہنوں پر تقسیم کرتے ہیں تو ٹھیک تقسیم نہیں ہوتی کیونکہ اگر تین سہم شوہر کو دیتے ہیں جو نصف ہے چھے کا تو تین باقی بچتے ہیں اور یہ چھے کے دو ثُلث ہیں نہیں۔ اور اگر چار جو دو ثلث ہیں چھے کے دو بہنوں کو دیتے ہیں تو دو باقی رہتے ہیں اور دو چھے کے نصف نہیں ہیں۔ لہٰذا ہم نے چھے پر ایک اَور زیادہ کردیا۔ سات ہوگئے۔ اس ایک کو سات کے ساتھ سُبع یعنی ساتویں حصے کی نسبت ہے تو اس ایک کے زیادہ کرنے کا یہی مطلب ہے کہ تینوں ورثہ میں سے ہر ایک کے ہر ہر سہم میں سے ایک ایک سُبع لے کر سات حصّوں کا ایک عدد بنا کر چھے پر بڑھا دیا۔ شوہر جو چھے کے نصف یعنی تین کا مستحق تھا اُس کے تینوں سہموں میں سے تین سُبع کم کرلیے تو وہ چھے میں سے دو سہم اور چار سُبع کا مستحق ہوگا۔ اور ۲ بہنیں جو چھے کے دو ثلث یعنی چار کی مستحق تھیں اُن کے چار سہموں میں سے چار سُبع کم کردیئے تو وہ چھے میں سے تین سہم اور تین سُبع پائیں گی پس اب چھ کا نصف سمجھو ۲ سہم چار سُبع۔ اور چھے کے دو ثلث ۳ سہم اور ۳ سُبع ۔

حصۂ زوج ۲/۷ ۔

" بہنیں ۳/۷

چونکہ عَول کا سمجھنا موقوف ہے مخارج الفروض کے سمجھنے پر۔ اس لیے ہم بہت اختصار کے ساتھ مخارج الفروض کا ذکر کرتے ہیں قرآن مجید میں چھے فروض مذکور ہوئے ہیں۔ اور ان ہی کو مخارج الفروض کہتے ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم میں نصف اور رُبع اور ثُمن۔ دوسری قسم میں ثلثان۔ ثلث۔ سدس۔ تو جب مسائلِ فرائض میں ان چھے فروض میں سے ایک ایک فرض آئے تو ہر فرض کا مخرج اُسی کا ہمنام سمجھو۔ مثلاً رُبع کا مخرج اربع اور ثُمن کا ثمانیہ اور سدس کا ستّہ۔ مگر نصف کا مخرج اُس کا ہمنام نہیں بلکہ اثنین ہے۔ اسی طرح اُردو زبان میں بھی اگرچہ کسر اور مخرج ہمنام مستعمل ہوتے ہیں۔ مثلاً تہائی کا مخرج ہی تین اور چوتھائی کا چار چھٹے حصے کا چھے۔ آٹھویں کا آٹھ۔ مگر آدھے کا مخرج اُردو زبان میں بھی اُس کا ہمنام نہیں بلکہ دو ہے ۔

پس اگر مسئلے میں فقط نصف آئے مثلاً میت ایک سگی بیٹی اور سگا بھائی چھوڑ مرے تو مسلہ دو[1] سے ہوگا۔ اور یہی اُس کا مخرج کہلائے گا اور جب مسئلے میں صرف رُبع آئے گا مثلاً میت نے شوہر اور ایک بیٹا چھوڑا تو مسلہ چار سے ہوگا۔ اسی طرح اگر مسئلے میں فقط ثُمن آئے گا مثلاً میت نے بیٹا اور زوجہ چھوڑی تو مسلہ آٹھ سے ہوگا۔ اور مسئلے میں فقط ثُلث آئے گا مثلاً میت نے ماں اور سگا بھائی چھوڑا تو مسلہ تین سے ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس مسئلے میں صرف دو ثُلث آئیں جیسے میت نے دو بیٹیاں اور چچا چھوڑا تو اس صورت میں بھی مسلہ تین سے ہوگا اور جب مسئلے میں صرف سُدس آئے گا مثلاً میت نے باپ اور بیٹا چھوڑا تو یہ مسلہ چھے سے ہوگا ۔

[1] مسلہ دو سے ہوگا یا چار سے ہوگا اس کے یہ معنی ہیں کہ میت کے مالِ متروکہ کے اتنے ٹکڑے ہوکر ورثہ پر تقسیم ہوں گے ۱۲

لیکن جب فروضِ مذکورہ میں سے دو یا تین فرض جمع ہوں ۔ اور ہوں بھی ایک ہی قسم کے تو جو عدد ایک جزو کا مخرج ہوگا وہی عدد اُس کے دو چند اور سہ چند کا بھی مخرج ہوگا ۔ مثلاً چھے مخرج ہے سُدس کا اور یہی چھے مخرج ہے ثُلث کا بھی (جو دو چند ہے سُدس کا) اور ثُلثین کا بھی (جو سہ چند ہے سُدس کا) اِسے ایک مثال سے سمجھو ۔ مثلاً ایک مسئلے میں سُدس اور ثُلث جمع ہیں یعنی میّت نے ماں اور دو اخیافی بہنیں چھوڑیں تو مسئلہ چھے سے ہوگا ۔ اِسی طرح دوسرے مسئلے میں سُدس اور ایک ثُلث اور دو ثُلث جمع ہوں مثلاً میّت نے ماں اور دو سگی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں چھوڑیں تو بھی مسئلہ چھے ہی سے ہوگا ۔ ہاں جس وقت ایک قسم کے فروض دوسری قسم کے فروض کے ساتھ مِلے جُلے ہوں تو اُن کا حکم مختلف ہے اور تفصیل یہ ہے کہ نصف جو پہلی قسم کا فرض ہے جب دوسری قسم کے سب فروض (کہ وہ ثُلث اور ثُلثین اور سدس ہیں) یا بعض فروض کے ساتھ مختلط ہوگا تو دونوں صورتوں میں اُن کا مخرج چھے ہوگا یعنی مسئلہ چھے سے کرنا پڑے گا ۔ مثلاً میت نے شوہر اور ماں اور دو سگی ۔ دو اخیافی بہنیں چھوڑیں تو مسئلہ چھے سے ہوگا ۔ کیونکہ نصف جو شوہر کا حصہ ہے اور پہلی قسم کا فرض ہے مختلط ہے ثُلثین اور ثُلث اور سُدس کے ساتھ جو قسم ثانی کے کل فروض ہیں ؛

اب ایک مثال وہ لو کہ جب نصف دوسری قسم کے بعض فروض کے ساتھ مختلط ہو ۔ مثلاً ثُلث کے ساتھ تو بھی مسئلہ چھے ہی سے ہوگا ۔ جیسے میت نے شوہر اور دو اخیافی بہنیں چھوڑیں ۔ اِس صورۃ میں مسئلہ چھے سے ہو کر نصف شوہر کو اور ثُلث دونوں اخیافی بہنوں کو ملے گا ۔ یا نصف مختلط ہو ثُلثین کے ساتھ ۔ مثلاً میّت نے شوہر اور دو سگی بہنیں چھوڑیں ۔ غرضکہ جب جب نصف دوسری قسم کے سب یا بعض فروض کے ساتھ ملے گا خواہ بعض کوئی سا بھی فرض ہو تو سب صورتوں میں مسئلہ چھے ہی سے ہوگا ۔

آب لیجئے رُبع جو قسمِ اول کا ایک فرض ہے ۔ اگر یہ قسمِ ثانی کے کُل یا بعض فروض کے ساتھ ملے گا تو مخرج ۱۲ قرار دیا جائے گا مثلاً میت نے زوجہ اور ماں اور دو سگی ۔ دو اخیافی بہنیں چھوڑیں تو مسئلہ بارہ ۱۲ سے ہوگا ۔ کیونکہ رُبع دوسری قسم کے کل فروض کے ساتھ مختلط ہے ۔ اِسی طرح اگر رُبع قسم ثانی کے بعض فروض کے ساتھ مختلط ہوگا ۔ مثلاً ثُلثین کے ساتھ تو بھی مسئلہ بارہ ہی سے ہوگا جیسے میّت نے شوہر اور دو بیٹیاں چھوڑیں تو بارہ سے مسئلہ کر کے رُبع شوہر کو اور ثُلثین بیٹیوں کو دیا جائے گا ؛

ثُمن اگر قسمِ ثانی کے کل یا بعض فروض کے ساتھ ملے گا تو مسئلہ چوبیس ۲۴ سے ہوگا ؛

مناسخہ

علم الفرائض میں مناسخے کا باب نہایت مشکل اور دقیق باب ہے ۔ فہمِ عوام سے بالاتر ۔ عنوان میراث کے قائم کرتے وقت ہی ہم نے سوچ لیا تھا کہ اِس باب کو بالکل چھوڑ دینا ہوگا مگر ہمیں خیال آیا کہ اَور نہیں تو مناسخے کی مختصر تعریف ہو اور ایک آسان سی مثال ۔ تاکہ عنوانِ میراث اِس سے خالی نہ رہے ۔ مناسخہ لیا گیا ہے نسخ سے اور نسخ لغت میں کہتے ہیں نقل کو ۔ اور اِسی سے ہے نسخۂ کتاب اور نسخۂ طبیب چونکہ اِس مسئلے میں بھی ایک وارث سے اُس کے مرے پیچھے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے ورثہ کی طرف تقسیم سے پہلے ترکہ منتقل ہوتا چلا جاتا ہے ۔ اِس سے اُسے مناسخہ کہتے ہیں ؛

مثال کے طور پر یوں سمجھو کہ ایک شخص مر گیا اُس کے پیچھے دو یا دو سے زیادہ وارث باقی رہے ۔ ان وارثوں میں مدۃ العمر سازگاری رہی اور تقسیمِ ترکہ کی نوبت نہ پہنچی ۔ یہ مر گئے تو ان کے بعد جو وارث تھے اُنھوں نے بھی ترکہ تقسیم نہیں کیا ۔ غرض کہ

کئی نسلوں تک اِدھر ورثہ مرتے گئے اُدھر اُن کی نسل پیدا ہوتی اور شاخ در شاخ پھیلتی گئی۔ کئی پشتوں کے بعد جاکر موجودہ ورثہ میں جھگڑا پڑا اور ہر ایک مورثِ اعلیٰ کی میراث کا طالب ہوا اور اس طرح کا ایک استفتا تیار کیا۔

استفتا

ایک عورۃ ہندہ شوہر زید اور ایک بیٹی کریمہ ایک ماں عظیمہ چھوڑ کے مرگئی۔ پھر زید مرا اور اُس نے ایک بی بی حلیمہ ایک ماں رحیمہ ایک باپ عمرو چھوڑا۔ کریمہ نے بھی قبل تقسیم ترکہ انتقال کیا اور ایک بیٹی رقیہ دو بیٹے خالد اور عبد الصمد اور ایک جدہ عظیمہ (نانی) وارث چھوڑے۔ عظیمہ بھی قبل تقسیم مرگئی۔ اس نے شوہر عبد الرحمٰن اور دو بھائی عبد الکریم و عبد الرحیم چھوڑے۔ سوال یہ ہو کہ جو لوگ زندہ ہیں۔ اُن میں کس طرح میراث تقسیم کریں۔ مورثِ اعلیٰ یعنی ہندہ نے مثلاً سولہ سو روپے نقد چھوڑے تھے یا سولہ سو روپے کی قیمت کی جائداد۔

جواب

ہندہ المسئلۃ ۱۲ بالرد من ۴۔ من ۱۶

میت ــــــــــــــ اول

زوج	بنت	ماں
زید (۴)	کریمہ (۹)	عظیمہ (۳)
روپے ۴۰۰	۹۰۰ روپے	۳۰۰ روپے

چونکہ ہندہ کے تین وارث ہیں۔ شوہر یعنی زید جسے اولاد ہونے کی صورۃ میں متروکہ میت میں سے چوتھائی ملتا ہو بیٹی جسے نصف متروکہ میت ملتا ہو جبکہ اُس کے ساتھ اور بھائی بہن نہ ہوں۔ ماں جسے متروکہ میت میں سے چھٹا حصہ ملتا ہو۔ اس لیے زید کو سولہ سو کا چوتھائی حصہ چارسو دیئے اور ماں کو تقریباً پانچواں حصہ تین سو روپے۔ بنت کو رد ہو کر نصف سے کچھ زیادہ نو سو روپیہ۔ ورثہ کے نام کے نیچے جو قوس کی صورۃ میں خط کھینچا گیا ہے اس سے اشارہ ہو اُن کے انتقال کی طرف۔

زید المسئلۃ من (۱۲) مافی الید ۴۰۰ روپے

میت ــــــــــــــ ثانی

زوجہ (۳)	ماں (۳)	باپ (۶)
حلیمہ	رحیمہ	عمرو
۱۰۰ روپے	۱۰۰ روپے	۲۰۰ روپے

زید کا مافی الید یعنی جو اُس کے حصے میں اُسے ملا تھا چار سو روپے تھے اور اُس نے اپنے مرے پیچھے تین وارث چھوڑے۔ ایک بیوی۔ ایک ماں ایک باپ۔

بیوی کا چوتھائی حصہ ہے۔ جب اولاد نہ ہو اور چار سو کا چوتھائی سو ہے۔ اس لیے اُسے سو روپے دیئے گئے۔ ماں کا (زوجہ کے دینے کے بعد) تیسرا حصہ ہے جب میت کے اولاد نہ ہو اور مابقی من الزوجہ کا تیسرا حصہ سو روپے ہوتے

ہیں لہذا یہ ماں کو دیا گیا۔ باقی یعنی دو سو روپے باپ کو۔ کیونکہ ماں کا ثلث نکالے پیچھے جو باقی رہتا ہے باپ کو دیا جاتا ہے۔

کریمہ المسئلۃ من ۶ مافی الید ۹۰۰ روپے

میت ——— ثالث

بنت (۱)	ابن (۲)	ابن (۲)	جدہ (۱)
رقیہ	خالد	عبداللہ	عظیمہ
۱۵۰ روپے	۳۰۰ روپے	۳۰۰ روپے	۱۵۰ روپے

اس بطن میں کریمہ کا مافی الید پورے نو سو روپے تھے اور اس کے وارث تھے چار۔ ایک بیٹی دو بیٹے ایک جدہ یعنی نانی۔ جدہ کا چھٹا حصہ یعنی ایک سو پچاس روپے نکال کر پانچ حصے کیے۔ ایک حصہ یعنی ایک سو پچاس روپے بیٹی کو اور اس کا دوگنا یعنی تین سو روپے ہر ہر بیٹے کو دیئے۔

عظیمہ المسئلۃ من ۴ مافی الید ۴۵۰ روپے

میت ——— رابع

زوج (۲)	اخ (۱)	اخ (۱)
عبدالرحمن	عبدالرحیم	عبدالکریم
۲۲۵ روپے	روپے آنے ۱۱۲—۸	روپے آنے ۱۱۲—۸

اس چوتھے بطن کی مورث عظیمہ ہے جس کے پاس چار سو پچاس روپے تھے اس کے مرے پیچھے تین وارث رہے۔ ایک شوہر دو بھائی۔ شوہر کو دو سہام یعنی دو سو پچیس روپے دیئے۔ باقی ایک ایک سہم بھائیوں کو دے دیا یعنی ہر ایک کو ایک سو بارہ روپے آٹھ آنے۔ ان چاروں بطنوں میں جو لوگ اب زندہ ہیں اُن کے نام اور حصے ذیل کی فہرست میں دیکھ لو۔

الاحیاء ۱۶۰۰ روپے

۱ حلیمہ	۲ رحیمہ	۳ عمرو	۴ رقیہ	۵ خالد
روپے ۱۰۰	۱۰۰ روپے	۲۰۰ روپے	روپے ۱۵۰	روپے ۳۰۰
۶ عبداللہ	۷ عبدالرحمن	۸ عبدالرحیم	۹ عبدالکریم	
روپے ۳۰۰	روپے ۲۲۵	روپے آنے ۱۱۲—۸	روپے آنے ۱۱۲—۸	

ان سب رقموں کو جمع کرو گے تو وہی سولہ سو روپے بن جائیں گے جو مورث اعلیٰ ہندہ چھوڑ مری تھی۔

من المترجم اس مناسخے میں وارثوں کے چار مدارج ہیں۔ ہر درجے کو علم الفرائض کی اصطلاح میں بطن کہتے ہیں ۱۲

موانع الارث

ہم میراث کے آغاز میں اسباب ارث کی طرف مجملاً اشارہ کر آئے ہیں۔ یہاں تک پونہچ کر ہمیں خیال ہوا کہ لگتے ہاتھ موانِع ارث کی طرف بھی کچھ اشارہ کرتے چلیں کیونکہ ہر چیز کے تحقق کے لیے نہ صرف سبب کا ہونا کافی ہے بلکہ اُس کے ساتھ ارتفاعِ موانع بھی ضرور ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ موانِع ارث چار ہیں ایک رِق یعنی وارث کا لونڈی یا غلام ہونا۔ عام ہے کہ رقیّت کامل ہو یعنی کسی طرح سے آزادگی کی جہت نہ رکھتا ہو جیسے خالص غلام۔ یا ناقص جیسے مکاتَب اور مدبَّر اور امُّ الولد ہم نے رِق کو مانِع ارث کہا اس لیے کہ غلام ویسے بھی معاملاتِ بیع و شرا اور لین دین کا مالک نہیں ہوتا۔ تو ارث کا مالک کیونکر ہو سکتا۔ علاوہ ازیں تمام وہ مال جو غلام کے پاس ہوتا ہے سب کا مالک اُس کا آقا ہوتا ہے تو اگر غلام کو ہم اُس کے اقربا کا وارث قرار دیں تو اس کا یہ مطلب ہے کہ تورِیث کو اجنبی کے لیے بلا سبب جائز کر دیں اور یہ بالاتفاق باطل ہے۔

دوسرا مانِع ارث قتل ہے مگر وہ قتل جو موجبِ قصاص یا کفّارہ ہو یعنی قتلِ عمد و قتلِ خطا پھر صرف قتلِ عمد و خطا قاتل کے میراث سے محروم ہونے کا سبب نہیں ہے بلکہ اس کے لیے تین شرطوں کا ہونا ضرور ہے۔ ایک یہ کہ قتلِ ناحق ہو۔ وارث اپنے مورث کو حق پر قتل کرے گا تو میراث سے محروم نہ ہوگا دوسرے یہ کہ قاتل مکلّف یعنی عاقل بالغ ہو۔ دیوانہ یا لڑکا نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ قتل اُس کے ہاتھ سے واقع ہوا ہو۔ اُس کے ہاتھ سے قتل کا وقوع نہ ہوگا تو میراث سے محروم نہ ہوگا۔ مثلاً ایک شخص نے غیر کے مِلک میں کنواں کھدوا۔ اور اُس کا مورث اُس میں گر کر مر گیا۔ تو کنواں کھدوانے والا اُس کی میراث سے محروم نہ ہوگا۔

تیسرا مانِع ارث اختلافِ دِینَین ہے یعنی وارث اور مورث کے دین میں اختلاف ہے۔ مثلاً ایک کافر ہے دوسرا مسلمان۔ تو اس صورۃ میں بھی ایک دوسرے کا وارث نہ ہو سکے گا اس پر تو جمہور علماء کا اجماع ہے کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا لیکن کیا مسلمان بھی کافر کا وارث نہیں ہوتا؟ اس میں قدرے اختلاف ہے۔ عامۂ صحابہ تو اسی طرف گئے ہیں کہ مسلمان بھی کافر کا وارث نہیں ہو سکتا اور یہی علمائے احناف اور فضلائے شافعیہ کا مذہب ہے۔ مگر بعض صحابہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے اور اسی پر متفرع ہے مرتد کا حکم کہ مسلمان تو مرتد کا وارث ہو سکتا ہے اور مرتد مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔ امام ابو حنیفہ رح کا قول ہے کہ مسلمان مرتد کے اُس مال سے وراثت لے گا جو اُس نے حالت اسلام میں جمع کیا ہے اور جو حالتِ ارتداد میں حاصل کیا ہے وہ مسلمانوں کے لیے غنیمۃ ہے۔

چوتھا مانِع ارث اختلافِ دارَین ہے یعنی اگر وارث اور مورث کے دار میں اختلاف ہوگا کہ ایک دار الحرب میں رہتا ہے اور دوسرا دار الاسلام میں (اور دونوں نامسلم ہوں) تو باہم توارُث جاری نہ ہوگا اگرچہ دونوں کا دین ایک ہی کیوں نہ ہو۔

پھر یہ اختلاف خواہ حقیقۃً ہو جیسے حربی اور ذمّی کا اختلاف یا حکماً جیسے مستامن اور ذمّی یا اُن دو حربیوں کا اختلاف جو دو مختلف ملکوں کے ہوں۔ مستامن اور ذمّی کی مثال تو ظاہر ہے کیونکہ جب حربی امان کے ساتھ دار الاسلام میں داخل ہوا تو وہ اور ذمّی درحقیقت ایک ہی دار میں ہوئے لیکن حکماً دونوں کے دار مختلف ہیں وجہ یہ کہ مستامن بلحاظ حکم دار الحرب کے باشندوں میں سے ہے اور ذمّی دار الاسلام کے رہنے والوں میں سے۔ اور یہ فرق یوں ظاہر ہو سکتا ہے کہ مستامن دار الحرب

میں پھر آنے کی قدرت رکھتا ہے اور دارالاسلام میں دوامِ اقامت نہیں کر سکتا۔ بخلاف ذمّی کے کہ وہ ہمیشہ دارالاسلام میں رہتا ہے تو جب مستامن دارالاسلام میں مرے گا اُس کا مال اُس کے اُن وارثوں کے لیے اُٹھا رکھا جائے گا جو دارالحرب میں رہتے ہیں اور ذمّی دارالاسلام میں فوت ہوگا اور اُس کا کوئی وارث بھی نہ ہوگا تو اُس کا مال بیت المال میں داخل کیا جائے گا بہرکیف مستامن اور ذمّی میں بوجہ حکمی اختلافِ دار کے توارُث جاری نہ ہوگا۔ رہی اُن دو حربیوں کے اختلافِ حکمی کی مثال جو دو مختلف ملکوں کے ہوں تو اسے یوں سمجھنا چاہیئے کہ دو حربی دو مختلف ملکوں کے ہیں۔ مثلاً ایک مصر کا باشندہ ہے اور ایک شام کا اور وہ دونوں دارالاسلام میں ہیں تو اُن دونوں میں توارث جاری نہ ہوگا کیونکہ یہ دونوں اگرچہ حقیقۃً ایک ملک میں ہیں اور اس لحاظ سے دونوں میں توارُث کا قاعدہ نافذ ہوتا۔ مگر چونکہ حکماً دو مختلف ملکوں میں ہیں اس سے دونوں میں توارُث جاری نہ ہوگا۔

معرفۃِ نِسَب اربعہ

تصحیحِ مسئلہ کے لیے ضروری بات ہے اعداد کا مستحقین پر بلا کسر تقسیم ہونا اور اعداد کا بلا کسر تقسیم ہونا موقوف ہے نِسَبِ اربعہ کی معرفت پر۔ لہٰذا مختصراً نِسَبِ اربعہ کی طرف بھی اشارہ کیا جاتا ہے۔ اصل میں ایک عدد کو دوسرے عدد کے ساتھ جو نسبت ہوتی ہے وہ چار حال سے خالی نہیں ہوتی یا تو تماثُل کی نسبت ہوتی ہے یا تداخُل کی یا توافُق کی یا تبایُن کی۔ اگر ایک عدد دوسرے عدد کے مساوی ہے یعنی دونوں عدد یکساں اور برابر ہیں تو دونوں عددوں کو متماثلین اور نسبت کو جو ان دونوں میں ہے **تماثُل** کہتے ہیں جیسے تین دراہم اور تین دنانیر اور جو دو عدد ایسے ہوں کہ اُن میں کا ایک اگر ایک اقل ہو اور اقلّ اکثر کو فنا کر دے یعنی اگر اقلّ کو اکثر میں سے دو بار یا زیادہ گرا دیا جائے تو اکثر کچھ بھی باقی نہ رہے مثلاً تین اور چھے کہ جب تین کو چھے میں سے دو بار نکالیں گے تو چھے فنا ہو جائیں گے ایسے دو عددوں کو متداخلین اور ان کی باہمی نسبت کو **تداخُل** کہتے ہیں۔ اور اگر دو عددوں میں ایک اقلّ اور دوسرا اکثر ہو اور اقلّ اکثر کو فنا نہ کرے لیکن کوئی تیسرا عدد ان اقلّ و اکثر دونوں کو فنا کر دے تو ان دونوں عددوں کو متوافقین اور ان کی باہمی نسبت کو **توافُق** کہتے ہیں مثلاً آٹھ اور بیس کہ آٹھ جو اقلّ ہے بیس کو جو اکثر ہے بالکلیہ فنا نہیں کرتا لیکن تیسرا مثلاً چار دونوں کو فنا کر دیتا ہے اس لیے ان دونوں عددوں کو متوافقین بالربع کہیں گے۔ اور اگر دو عدد ایسے ہوں کہ نہ تو ان میں کا اقلّ اکثر کو فنا کرتا ہے نہ کوئی تیسرا عدد ان دونوں کو فنا کر سکتا ہے تو ایسے دو عددوں کو متباینین اور ان کی باہمی نسبت کو **تبایُن** کہتے ہیں جیسے نو اور دس کہ نو جو اقلّ ہے دس کو جو اکثر ہے فنا نہیں کر سکتا نہ کوئی تیسرا عدد ایسا دستیاب ہو سکتا ہے جو ان دونوں کو فنا کر دے اس لیے ہم کہتے ہیں کہ ان دونوں عددوں میں نسبت تبایُن ہے پھر توافُق و تبایُن کی معرفت کا طریقہ یہ ہے کہ چھوٹے عدد کو بڑے عدد میں سے ایک دفعہ یا کئی دفعہ یہاں تک دونوں جانب سے گھٹایا جائے کہ دونوں ایک کے درجے میں متفق ہو جائیں اگر ایک کے درجے میں دونوں متفق ہو جائیں تو سمجھو کہ ان دونوں عددوں میں توافُق کی نسبت نہیں بلکہ تبایُن ہے اور اگر دونوں عدد کسی اور عدد میں متفق ہو جائیں تو سمجھو کہ ان دونوں میں توافُق ہے مثلاً ہم نے سات اور دس دو عدد لیے اور سات کو دس میں سے گرایا تو بچے تین پھر تین کو دو مرتبہ سات میں سے گھٹایا۔ بچا ایک۔ اب ہم ایک کو دو مرتبہ تین میں سے گھٹایا تو بھی ایک ہی بچا پس ہم نے معلوم کر لیا کہ دس اور سات میں توافُق کی نہیں بلکہ تبایُن کی نسبت ہے کیونکہ چھوٹے عدد کو باوجودیکہ جانبین سے چند بار گھٹایا مگر دونوں عدد برابر ایک ہی میں متفق ہوتے رہے اور اگر ہم آٹھ کو اٹھارہ میں سے دو دفعہ گھٹائیں تو دو باقی رہیں اور جب دو کو آٹھ میں سے تین دفعہ گرائیں تو بھی دو ہی باقی

میراث

ذرا سوچنے اور غور کرنے سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ اسلامی شریعت کے جتنے بھی احکام ہیں سب کی غرض و غایۃ یہ ہے کہ آدمی اُن پر عمل کر کے دنیا میں امن و آسایش اور ابنائے جنس کے ساتھ سازگاری اور صلح کاری سے زندگی بسر کرے۔ اور ہم نے جا بجا اس کتاب میں اس بات کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔ اب بھی میراث کا قانون ہے۔ اس کی غرض و غایۃ بھی یہی ہے کہ ہر شخص جو مرتا ہے غالبًا کچھ نہ کچھ مال و متاع ضرور چھوڑ مرتا ہے تاکہ کسی طرح کا جھگڑا فساد نہ ہو۔ مال میں میّت کے حق دار ٹھہرا دیئے۔ ہر ایک کا حق و حصّہ مقرر کر دیا اور ایک حد تک مرنے والے کا بھی اختیار باقی رکھا کہ آخر اسی نے کمایا تھا دل میں کسی طرح کا ارمان لے کر نہ مرے۔ قانونِ میراث اس وجہ سے بھی خاندان کے لوگوں میں سازگاری قائم رکھنے کا ذریعہ ہے کہ ہر ایک کو دوسرے کے مال میں سے حصّہ ملنے کی توقع رہتی ہے۔ ایک شخص ارذل العمر کو پونہچ کر بہت ہی عاجز و درماندہ ہو گیا تھا۔ چلتے ہاتھ پاؤں جو کچھ کمایا تھا احمق نے سارے کا سارا اولاد کے چوچلوں میں اُٹھا دیا۔ خدا کی دی ہوئی اولاد تو بہتیری تھی مگر اس کی درماندگی میں کوئی اس کا روادار نہ تھا۔ ایک بیٹا با دلِ ناخواستہ اتنی ہی خدمت کرتا تھا کہ بڑے میاں ان نہ مان میں تیرا مہمان اُس کی ڈیوڑھی میں پڑے رہتے۔ بہو دونوں وقت بچی کھچی روٹی کبھی روکھی کبھی چٹنی کے ساتھ بھیج دیا کرتی۔ آخر بڈھے نے کیا تدبیر کی کہ پرانے چیتھڑوں کی ایک پوٹلی بنائی۔ اور اس قدر اُس کی احتیاط کرنے لگا کہ سوتا ہے تو پوٹلی سرھانے ہے اور جاگتا ہے تو ہمہ وقت بغل میں۔ اور کسی نہ کسی طرح لوگوں پر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اُس کی عمر کا اندوختہ اس پوٹلی میں ہے جس وقت سے لوگوں کو یہ بات معلوم ہوئی سب کے سب میراث کے لالچ سے اُس کی خاطر و مدارات کرنے لگے تقسیم ترکہ کے قاعدے اس قدر پیچیدہ ہیں کہ بے حساب جانے ترکہ ٹھیک ٹھیک تقسیم نہیں ہو سکتا۔ مولویوں میں بھی سب نہیں بعض اتنا حساب جانتے ہوتے ہیں۔ یہی سمجھ کر ہم نے بڑی ضروری اور کثیر الوقوع صورتیں لکھ دی ہیں اور امید نہیں کہ لوگ ان کو بھی سمجھ سکیں بہر کیف چار و ناچار مولویوں کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ یا عدالت میں جاؤ گے تو انجام یہ ہو گا کہ ترکہ خرچ اور رشوت میں نذرِ عدالت اور وارثوں کے ہاتھ میں ڈگری کا کاغذ ۔
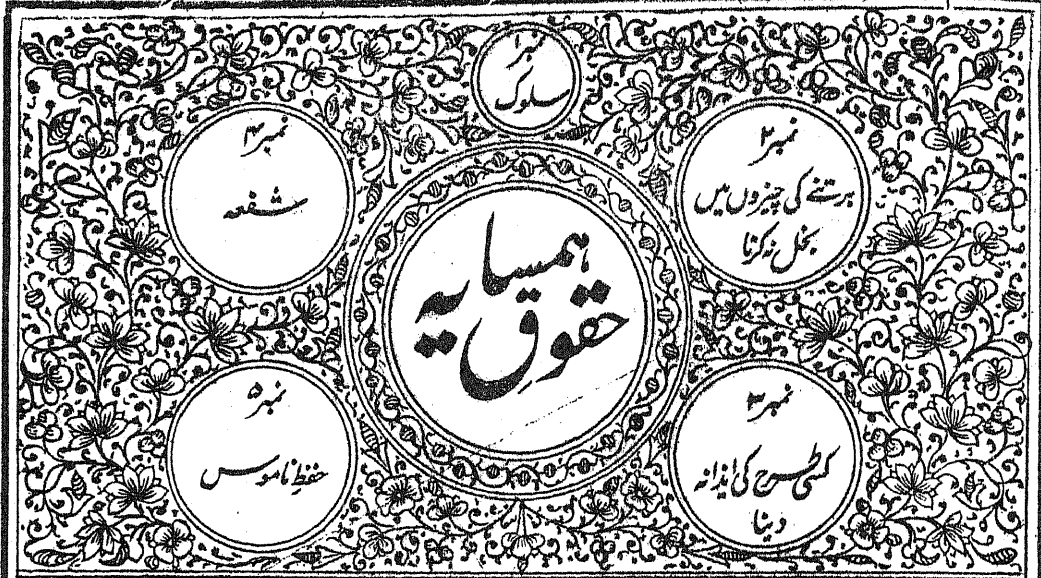
سلوک

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ۝ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۝ (النساء ع ۶ پارہ ۵)

اور (لوگو!) اللہ ہی کی عبادۃ کرو اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھیراؤ اور ماں باپ اور قرابۃ والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور قرابۃ والے پڑوسیوں اور اجنبی پڑوسیوں اور پاس کے بیٹھنے والوں اور مسافروں اور جو (لونڈی غلام)[1] تمہارے قبضے میں ہیں اِن (سب) کے ساتھ سلوک کرتے رہو۔ اللہ اُن لوگوں کو دوست نہیں رکھتا جو اترائیں (اور) بڑائی مارتے پھریں۔ آپ بخل کریں (سو کریں دوسرے) لوگوں کو بھی بخل کرنے کی صلاح دیں اور اللہ نے اپنے فضل سے جو کچھ اُن کو دے رکھا ہو اُس کو چھپائیں اور ہم نے اُن لوگوں کے لیے جو ہماری نعمتوں کی ناشکری کریں ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

[1] شرع کی رُو سے صرف وہ کافر لونڈی غلام ہیں جو جہاد یعنی مذہبی لڑائی میں پکڑے آئیں پھر گرفتار ہوئے پیچھے مال منقولہ کی طرح اُن کی خرید فروخت بھی ہوتی رہتی ہے اس سرے سے اُس سرے تک سارے ہندوستان میں کہیں لونڈی غلام نہیں اور حاکم وقت کی طرف سے بھی اس کی بڑی سخت مناہی ہے اور جو قحط میں لوگ بال بچے پال لیتے۔ یا دوسرے خدمت پیشہ۔ یہ ہم سب کی طرح آزاد ہیں اُن کے ساتھ لونڈی غلام کا سا برتاؤ کرنا گناہ ہے خدا کا۔ اور جرم ہے حاکم کا ۱۲

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ قُرَادٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ یَوْمًا فَجَعَلَ اَصْحَابُہٗ یَتَمَسَّحُوْنَ بِوَضُوْءِہٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا حَمَلَکُمْ عَلٰی ھٰذَا قَالُوْا حُبُّ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُّحِبَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اَوْ یُحِبَّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ فَلْیَصْدُقْ حَدِیْثَہٗ اِذَا حَدَّثَ وَلْیُؤَدِّ اَمَانَتَہٗ اِذَا اؤْتُمِنَ وَلْیُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَہٗ (شعب الایمان)

ابو قراد کے بیٹے عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ ایک روز جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو آپ کے اصحاب آپ کے وضو کے پانی کو (تبرکاً منہ پر) ملنے لگے پیغمبر صاحب نے (اُن کی طرف روئے سخن کر کے) فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا عرض کیا خدا اور رسولِ خدا کی محبت کی وجہ سے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے یہ بات بھلی معلوم ہو کہ وہ خدا اور رسولِ خدا کو دوست رکھے یا خدا اور رسولِ خدا اُسے دوست رکھیں تو اُسے چاہیے کہ جب بولے سچ بولے اور جب لوگ اُس پر اعتبار کر کے اُس کے پاس امانتیں رکھیں تو اُن کی امانتیں جب مانگیں ادا کرے اور اپنے پڑوسیوں

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَیْسَ الْمُؤْمِنُ الَّذِیْ یَشْبَعُ وَجَارُہٗ جَائِعٌ ◆ (شعب الایمان)

ابن عباس سے روایت ہے کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو شخص خود تو سیر ہو کر کھانا کھائے اور اُس کا پڑوسی بھوکا رہے وہ کامل مومن نہیں ہے ◆

عَنْ عَائِشَۃَ وَابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا زَالَ جِبْرَئِیْلُ یُوْصِیْنِیْ بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّہٗ سَیُوَرِّثُہٗ ◆ (صحیحین)

اُم المومنین حضرت عائشہ اور ابن عمر سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل مجھے ہمیشہ تاکید کرتے رہے (کہ میں اُمت کو حقِ ہمسایہ کی رعایت کا حکم دوں) یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ ہمسایہ کو وارث

من المترجم مسند امام احمد میں آیا ہے کہ ایک انصاری کہتے ہیں میں اپنے گھر سے نکلا اور ارادہ یہ تھا کہ چل کر جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کروں ایک موقع پر دیکھا کہ پیغمبر صاحب کھڑے ہیں اور ایک شخص آپ کی طرف متوجہ ہے میں اس خیال سے کہ اُسے پیغمبر صاحب سے کچھ مخفی باتیں کرنی ہوں گی الگ کھڑا ہو گیا اور اتنی دیر تک کھڑا رہا کہ مجھے پیغمبر صاحب کے طولِ قیام پر ملال ہوا۔ آخر کار وہ شخص چلا گیا تو میں آگے بڑھ کر پیغمبر صاحب سے ملا۔ فرمایا تم نے اُس شخص کو دیکھا جو مجھ سے باتیں کر رہا تھا۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا تم نے معلوم

[1] یہ حدیثیں چونکہ داخلِ صحاحِ ستہ نہیں ہیں اس لیے متن میں بلفظہٖ نہیں لی گئیں۔ صرف تراجم پر اکتفا کیا گیا ۱۲

کیا کہ وہ کون تھا۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا وہ جبریل تھے اور اس وقت ہمسایہ کے بارے میں مجھے تاکید کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ عنقریب ہمسایہ کو وارث ٹھیرا دیں گے۔ پھر فرمایا کہ اگر تم ان کو سلام کرتے تو وہ سلام کا جواب دیتے۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمسایے تین طرح کے ہیں۔ ایک وہ جن کا ایک ہی حق ہے۔ دوسرے وہ جن کے دو دو حق ہیں تیسرے وہ جن کے تین تین حق ہیں۔ تو جس ہمسایہ کا ایک ہی حق ہے اور وہ سب ہمسایوں میں ادنیٰ حق دار ہے ہمسایہ مشرک ہے جس سے کسی طرح کی قرابۃ نہیں۔ اور جس کے دو دو حق ہیں وہ ہمسایہ مسلمان ہے کہ اس کیلیے ایک حق اسلام ہے اور ایک حق ہمسایگی۔ اور جس کے تین تین حق ہیں اور یہی سب ہمسایوں میں زیادہ حق دار ہے مسلمان قرابت دار ہے کہ اس کیلیے ایک حق اسلام کا ہے دوسرا ہمسایگی کا تیسرا قرابۃ کا ◆

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرُھُمْ لِصَاحِبِہٖ وَخَیْرُ الْجِیْرَانِ عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرُھُمْ لِجَارِہٖ ◆ (ترمذی ۔ دارمی)

حضرۃ عبد اللہ بن عمرؓ سے روایۃ ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کے نزدیک بہترین دوست وہ ہے جو اپنے دوست کے حق میں بہتر ثابت ہو اور خدا کے نزدیک بہترین ہمسایہ وہ ہے جو اپنے ہمسایہ کے حق میں بہتر ثابت ہو ◆

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِّلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ لِیْ اَنْ اَعْلَمَ اِذَا اَحْسَنْتُ وَاِذَا اَسَاْتُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتَ جِیْرَانَکَ یَقُوْلُوْنَ قَدْ اَحْسَنْتَ فَقَدْ اَحْسَنْتَ وَاِذَا سَمِعْتَھُمْ یَقُوْلُوْنَ قَدْ اَسَاْتَ فَقَدْ اَسَاْتَ ◆ (ابن ماجہ)

حضرۃ ابن مسعودؓ سے روایۃ ہے کہ ایک شخص نے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اپنے اچھے بُرے عمل کا علم کیونکر ہو سکتا ہے پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ جب تُو اپنے ہمسایوں کو کہتا سُنے کہ تُو نے اچھائی کی ہے تو معلوم کرے کہ میں نے اچھا عمل کیا ہے اور جب انھیں کہتا سُنے کہ تُو نے بدی کی ہے تو سمجھ لے کہ بے شک میں نے بُرا عمل کیا ◆

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّاْخُذُ مِنِّیْ ھٰؤُلَآءِ الْکَلِمَاتِ فَیَعْمَلُ بِھِنَّ اَوْ یُعَلِّمُ مَنْ یَّعْمَلُ بِھِنَّ قُلْتُ اَنَا فَاَخَذَ بِیَدِیْ

حضرۃ ابو ہریرہؓ سے روایۃ ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے (صحابیوں کی طرف روئے سخن کر کے) فرمایا کون شخص ان کلمات کو جو میں ابھی کہتا ہوں مجھ سے سیکھتا پھر اُن پر خود کاربند ہوتا یا اس شخص کو سکھاتا ہے جو انھیں عمل میں لائے۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں میں بول اُٹھا یا رسول اللہ میں سیکھتا ہوں تو آپ نے میرا ہاتھ

فَعَدَّ خَمْسًا فَقَالَ اتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَكَ تَكُنْ أَغْنَى النَّاسِ وَأَحْسِنْ إِلَى جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا وَأَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا وَلَا تُكْثِرِ الضَّحِكَ فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيتُ الْقَلْبَ ٭ (احمد۔ ترمذی)

پانچ باتیں گنوائیں اور فرمایا جن چیزوں کو خدا نے حرام کیا ہے اُن سے بچ۔ اگر ایسا کرے گا تو تو سب لوگوں سے زیادہ عبادت گزار ٹھیرے گا اور جو چیز خدا نے تیرے لیے قسمت کی ہے اُس سے خوش رہ۔ اگر قسمت اللہ پر راضی رہے گا تو تو سب لوگوں سے غنی تر ہو گا۔ اور اپنے پڑوسی کے ساتھ نیکی کر کہ تو کامل مومن ہو جائے گا۔ اور جو اپنے لیے دوست رکھتا ہے وہی لوگوں کے لیے بھی دوست رکھ کہ اب تو پورا مسلمان ہوگا اور زیادہ مت ہنس کیونکہ زیادہ ہنسنے سے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ لِيْ جَارَيْنِ فَإِلٰى أَيِّهِمَا أُهْدِيْ قَالَ إِلٰى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا ٭ (بخاری)

ام المومنین حضرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا یا رسول اللہ میرے دو پڑوسی ہیں۔ اُن میں سے کس کو ہدیہ بھیجوں فرمایا جس کا دروازہ تمھارے گھر سے زیادہ قریب ہو۔

عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَأَكْثِرْ مَاءَهَا وَتَعَاهَدْ جِيْرَانَكَ ٭ (بخاری)

ابوذر کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم شوربا پکاؤ تو اُس میں پانی بڑھا دو اور اپنے پڑوسی کی خبر لو٭

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ ذُبِحَتْ شَاةٌ لِابْنِ عُمَرَ فَقَالَ لِأَهْلِهٖ هَلْ أَهْدَيْتُمْ مِنْهَا لِجَارِنَا الْيَهُوْدِيِّ قَالُوْا لَا قَالَ ابْعَثُوْا لَهٗ مِنْهَا فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ ٭

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے (اور وہ) اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب کے بیٹے (عبد اللہ) کی بکری ذبح کی گئی انھوں نے اپنے لوگوں سے فرمایا کیا تم نے اس (بکری) میں سے ہمارے پڑوسی یہودی کو بھی کچھ بھیجا ہے؟ جواب دیا نہیں فرمایا اس (بکری) میں سے اُسے (بھی کچھ) بھیجو کیونکہ میں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جبرئیل مجھے ہمسایے کے ساتھ (سلوک کرنے کا) ہمیشہ تاکیدی حکم کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ ہمسایے کو وارث ٹھیرا دیں گے٭

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرۃ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ

اللہ علیہ وسلم لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسَنُ شَاةٍ ٭ (صحیحین)

علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے (بلکہ اس کے ساتھ سلوک کرے) اگرچہ بکری کا ایک کھری کیوں نہ ہو

برتنے کی چیزوں میں بخل نہ کرنا

أَرَءَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ۝ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۝ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝

(الماعون ع پارہ ۳۰)

(اے پیغمبر) بھلا تم نے اُس شخص (کے حال) پر (بھی) نظر کی؟ جو (روزِ) جزا کو جھوٹ سمجھتا ہے اور (اسی سبب سے) یہ شخص (ایسا سنگ دل ہو گیا ہے) کہ یتیم کو دھکے دے دیتا ہے اور مسکین (کو آپ کھانا کھلانا تو درکنار لوگوں کو بھی اس) کے کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا تو (ان منافق) نمازیوں کی (بڑی) تباہی ہے جو اپنی نماز کی طرف سے غفلت کرتے ہیں (اور) وہ جو (کوئی نیک عمل کرتے بھی ہیں تو) ریا کرتے ہیں اور (دل کے ایسے تنگ ہیں کہ) روزمرہ کے برتنے کی (چھوٹی چھوٹی) چیزوں کا بھی دریغ کرتے ہیں ٭

من المترجم

آیۂ ویمنعون الماعون کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں کہ اکثر مفسرین اسی طرف گئے ہیں کہ ماعون اُسے کہتے ہیں جس کے دینے میں عادتاً مضایقہ نہیں کیا جاتا اور جس کے مانگنے میں فقیر اور دولتمند دونوں عار نہیں خیال کرتے اور جس کے نہ دینے میں آدمی سوءِ خُلق اور بخل طبیعۃ کی طرف منسوب ہوتا ہے جیسے کُلھاڑی - بسولا - ہنڈیا - ڈول چمچہ - ڈوئی چھاج چلنی وغیرہ اور اسی میں نمک پانی آگ بھی داخل ہیں - حدیث شریف میں آیا ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثَلٰثَةٌ لَا يَحِلُّ مَنْعُهَا الْمَاءُ وَالنَّارُ وَالْمِلْحُ - یعنی تین چیزیں ایسی ہیں جن کا نہ دینا روا نہیں ہے - پانی - آگ - نمک - ایک روایۃ میں یوں بھی آیا ہے إِنْ يَلْتَمِسْ جَارُكَ أَنْ يَخْبِزَ فِي تَنُّورِكَ أَوْ يَضَعَ مَتَاعَهُ عِنْدَكَ يَوْمًا أَوْ نِصْفَ يَوْمٍ فَلَا تَمْنَعْهُ یعنی اگر تیرا پڑوسی تیرے تنور میں روٹی پکانا چاہے یا اپنا اسباب ایک روز یا نصف روز کے لیے تیرے پاس رکھنا چاہے تو اُسے منع نہ کر ٭

کسی طرح کی ایذا نہ دینا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ فُلَانَةَ تُذْکَرُ مِنْ کَثْرَةِ صَلٰوتِهَا وَصِیَامِهَا وَصَدَقَتِهَا غَیْرَ اَنَّهَا تُؤْذِیْ جِیْرَانَهَا بِلِسَانِهَا قَالَ هِیَ فِی النَّارِ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ فُلَانَةَ تُذْکَرُ مِنْ قِلَّةِ صِیَامِهَا وَصَدَقَتِهَا وَصَلٰوتِهَا وَلَا تُؤْذِیْ بِلِسَانِهَا جِیْرَانَهَا قَالَ هِیَ فِی الْجَنَّةِ + (احمد بیہقی)

حضرت[1] ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ فلاں عورت کی نسبت لوگ کہتے ہیں کہ وہ نماز بہت پڑھتی روزے بکثرت رکھتی اور خیر خیرات بہت کچھ کرتی ہے مگر ساتھ ہی اپنے ہمسایے کو زبان سے تکلیف بھی پہنچاتی ہے پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ وہ دوزخ میں جائے گی (کیونکہ نماز روزہ اور خیر خیرات اگرچہ افضل العبادات ہیں مگر وہ اس گناہ یعنی ایذائے ہمسایہ کی تلافی نہیں کر سکتے) عرض کیا یا رسول اللہ! لوگ فلاں عورت کی نسبت کہتے ہیں کہ نماز کم پڑھتی روزے تھوڑے رکھتی اور خیر خیرات بھی کچھ یوں ہی سی کرتی ہے۔ ہاں ہمسایے کو زبان سے تکلیف نہیں دیتی۔ فرمایا وہ جنت میں جائے گی (کیونکہ ہمسایے کو تکلیف نہ دینا دوسری باتوں کی تلافی کر دے گا) +

عَنِ[2] ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَسَمَ بَیْنَکُمْ اَخْلَاقَکُمْ کَمَا قَسَمَ بَیْنَکُمْ اَرْزَاقَکُمْ وَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُعْطِی الدُّنْیَا مَنْ یُّحِبُّ وَمَنْ لَّا یُحِبُّ فَمَنْ اَعْطَاهُ اللّٰہُ الدِّیْنَ فَقَدْ اَحَبَّہٗ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُسْلِمُ عَبْدٌ حَتّٰی یَسْلَمَ قَلْبُہٗ وَلِسَانُہٗ وَلَا یُؤْمِنُ حَتّٰی یَاْمَنَ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ (احمد مسند امام)

ابن[2] مسعود سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے جس طرح تم میں تمہاری روزیاں تقسیم کی ہیں اسی طرح تم میں تمہارے اخلاق اور سیرتیں بھی تقسیم کی ہیں بے شک خدائے تعالیٰ دنیا اُس کو بھی دیتا ہے جس کو دوست رکھتا ہے اور اُس کو بھی جس کو دوست نہیں رکھتا مگر دین اُسی کو دیتا ہے جس کو دوست رکھتا ہے مجھے اُس مقدس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ کوئی بندہ مسلمان نہیں ہوتا تاوقتیکہ اُس کا دل اور اُس کی زبان مطیع[3] و منقاد نہ ہو جائیں اور ایماندار نہیں ہوتا تاوقتیکہ اُس کے پڑوسی اُس کی ایذاؤں سے محفوظ نہ ہوں +

[3] دل کے مطیع و منقاد ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ کسی کی دل سے بُرائی نہیں چاہتا اور زبان کے مطیع و منقاد ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ کسی سے بدزبانی نہیں کرتا ۱۲

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ قِيْلَ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِىْ لَا يَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ (صحیحین)	حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم وہ شخص کامل الایمان نہیں ہے خدا کی قسم وہ شخص کامل الایمان نہیں ہے خدا کی قسم وہ شخص کامل الایمان نہیں ہے کسی نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کسے
عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ الْخَصْمَيْنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ جَارَانِ ۔ (مسند امام احمد)	عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز سب سے پہلے دو مدعی جو باہم خصومت کریں گے اور ایک دوسرے سے اپنا حق طلب کریں
عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهٗ اَنْ يَّغْرِزَ خَشَبَتَهٗ فِىْ جِدَارِهٖ (صحیحین)	حضرۃ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ہمسایہ دوسرے ہمسایہ کو اپنی دیوار میں کھونٹی گاڑنے سے منع نہ کرے ۔

من المترجم پڑوسی کا اتنا پاس خاطر کہ وہ ہماری دیوار میں کھونٹی گاڑلے ہمارے نزدیک از قبیل ماعون ہے جس کے بارے میں نصّ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ نازل ہے۔ اور یہ بات ہم نے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام مالک رحمہم اللہ کے قول سے مستنبط کی ہے چنانچہ ہدایہ میں لکھا ہے لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهٗ اَنْ يَّغْرِزَ خَشَبَتَهٗ فِىْ جِدَارِهٖ میں امر ایجاب کے لیے نہیں ہے بلکہ استحباب کے واسطے ہے یعنی مُروّۃ تقاضا کرتی ہے کہ منع نہ کرے ورنہ شرع سے منع کرنے کا حق اُسے ہر وقت حاصل ہے اور یہی مذہب ہے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کا۔ رہے امام مالک اُن کے اس میں دو قول ہیں اور صحیح تر استحباب ہے مگر امام احمد اور جمہور اہل حدیث کا مذہب ہے کہ اگر ہمسایہ کے کھونٹی گاڑنے سے دیوار کے مالک کو کوئی نقصان نہ پہونچتا تو امر ایجاب کے لیے ہے یعنی دیوار والے کو کھونٹی گاڑنے سے منع کرنا جائز نہیں۔ اور نقصان پہونچتا ہے تو جائز ہے۔ اور یہی حکم ہے دیوار اُٹھانے کا۔ یعنی اپنے مکان کی دیوار اس قدر اونچی نہ لے جائے کہ اُس سے ہمسایہ کی ہوا رُکے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا۔ تم جانتے ہو کہ پڑوسی کا کیا حق ہے۔ عرض کیا خدا اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا اگر تم سے مدد کی درخواست کرے تو مدد دو۔ قرض مانگے تو قرض دو۔ محتاج ہو تو کچھ سلوک کرو۔ بیمار ہو تو عیادت کرو۔ مرجائے تو جنازے کے ساتھ جاؤ۔ خوشی کے موقع پر تہنیت۔ غمی کی حالت میں تعزیت بجالاؤ۔ اپنے گھر کی دیوار بلند نہ اُٹھاؤ کہ اُس سے ہوا رُکے۔ نئے پھل خریدو تو اُسے بھی بھیجو اور جو نہیں بھیج سکتے تو پوشیدہ رکھو۔ اور اپنے بچّوں کو پھل ہاتھ میں لیے ہوئے باہر نہ جانے دو۔ کیونکہ اُس کے بچّے کُڑھیں گے ۱۲

شفعہ

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْجَارُ اَحَقُّ بِشُفْعَتِہٖ یُنْتَظَرُ بِہَا اِنْ کَانَ غَائِبًا اِذَا کَانَ طَرِیْقُہُمَا وَاحِدًا (احمد - ابوداؤد - ترمذی - ابن ماجہ - دارمی)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - پڑوسی اپنے شفعے کا زیادہ استحقاق رکھتا ہے اگر وہ غائب ہو تو شفعے کے لیے اُس کا انتظار کیا جائے گر یہ شفعہ اُسی وقت ہوگا جبکہ دونوں ہمسایوں کا رستہ ایک ہو۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَضَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَۃِ فِیْ کُلِّ مَا لَمْ یُقْسَمْ فَاِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَۃَ۔ (بخاری)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے شفعے کا ہر اُس چیز میں حکم کیا جو ہنوز تقسیم نہیں کی گئی اور شرکت باقی ہے لیکن جب رستے جدا جدا ہو جائیں اور حد واقع ہو جائے تو اب شفع نہیں رہا ف

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَۃِ فِیْ کُلِّ شِرْکَۃٍ لَّمْ تُقْسَمْ رَبْعَۃٍ اَوْ حَائِطٍ لَا یَحِلُّ لَہٗ اَنْ یَّبِیْعَ حَتّٰی یُؤْذِنَ شَرِیْکَہٗ فَاِنْ شَاءَ اَخَذَ وَاِنْ شَاءَ تَرَکَ فَاِذَا بَاعَ وَلَمْ یُؤْذِنْہُ فَہُوَ اَحَقُّ بِہٖ۔ (مسلم)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر مشترک چیز میں شفعے کا حکم دیا جب تک اُس کی تقسیم نہ ہوئی ہو خواہ وہ مشترک چیز مکان ہو یا باغ - مالک کو جائز نہیں کہ اپنے شریک کو اطلاع کیے بغیر اُسے بیچ ڈالے بلکہ اُسے اطلاع دینی ضروری ہے پھر شریک کو اختیار ہے کہ چاہے اس کو لے لے یا چھوڑ دے لیکن جب مالکِ زمین زمین کو بیچ ڈالے گا اور شریک کو اطلاع نہ دے گا تو شریک اُس کا زیادہ مستحق ہوگا

ف اس حدیث سے دو باتیں مستنبط ہوتی ہیں ایک یہ کہ جار کے لیے نہیں بلکہ شریک کے لیے حق شفعہ ہے اور یہی حدیث باستثنائے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ باقی ائمہ ثلاثہ کی متمسک بہ ہے مگر صاف بات یہ ہے کہ جس طرح شفعۂ شریک میں حدیثیں آئی ہیں۔ اُسی طرح شفعۂ جار میں بھی آئی ہیں اور صحت کے درجے کو پہنچ گئی ہیں جیسا کہ عنوان بالا کے ذیل میں پہلی حدیث حضرت جابرؓ سے منقول ہوئی اور آگے بھی بخاری کی ایک حدیث نقل کی جائے گی تو جو لوگ جار کے لیے حق شفعہ ثابت کرنے میں مضایقہ کرتے اور حق شفعہ کو شریک میں منحصر خیال کرتے ہیں اُن کے پاس اس کی کوئی دلیل تو ہے نہیں رجماً بالغیب قیاس کے گھوڑے دوڑاتے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز میں حق شفعہ ثابت ہے حالانکہ ائمہ اربعہ بالاتفاق اس بات کے قائل ہیں کہ زمین کے علاوہ کسی اور چیز میں شفعہ نہیں ہے تو اس کی توضیح و تفسیر دوسری حدیث میں کی گئی ہے کہ زمین کے علاوہ کسی اور چیز میں شفعہ نہیں وہ اس کی

عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْجَارُ اَحَقُّ بِسَقَبِہٖ (بخاری)

ابو رافع سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمسایہ شفعے کا زیادہ استحقاق رکھتا ہے اپنے قرب اور اتصال کی وجہ سے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اخْتَلَفْتُمْ فِی الطَّرِیْقِ جُعِلَ عَرْضُہٗ سَبْعَۃَ اَذْرُعٍ (مسلم)

حضرۃ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم رستے میں اختلاف و نزاع کرو تو سات ہاتھ چوڑی زمین چھوڑ دی جائے ف۱

من المترجم - زیب و زینت اور تکلف نہ بھی سہی تاہم سیدھی سادی معمولی زندگی کی ضرورتیں اتنی بہت ہیں کہ آدمی اکیلا اپنی ذاتی ضرورتوں کی بھی سربراہی نہیں کر سکتا۔ اِسی لیے آدمی جہاں رہتے ہیں تھوڑے تھوڑے بہت بہت مل کر رہتے ہیں۔ لوگوں نے انسانی زندگی کی ضرورتوں کو چاہے وہ ضرورتیں واقعی ہوں یا اِدّعائی آپس میں بانٹ رکھا ہے۔ کوئی سُنار ہے کوئی لُہار کوئی بزاز کوئی درزی کوئی موچی کوئی باورچی کوئی حلوائی۔ کوئی کیا کوئی کیا۔ حاجتوں کا وابستۂ یک دگر ہونا تو چاہتا ہے کہ لوگوں میں کبھی لڑائی جھگڑا نہ ہو۔ مگر اختلافِ طبائع اور اغراض کی کشمکش کی وجہ سے لوگ ہیں کہ ایک سے ایک صاف نہیں۔ کوئی دل میں رکھتا ہے کوئی گلہ شکوہ مُونہ پر لے آتا ہے۔ یہاں تک کہ آخر کار عدالت تک نوبت پُہنچتی ہے **قطعہ**

ہی خلق حسد قماش لڑنے کے لیے ⁂ وحشتکدۂ تلاش لڑنے کے لیے ⁂ یعنی مانند کاغذ باد ⁂ ملتے ہیں یہ بد معاش لڑنے کے لیے ⁂

اور خدا چاہتا ہے کہ سب لوگ امن چین امان سے زندگی بسر کریں۔ اور اسی غرض سے اُس نے قرآن نازل کیا ہے کہ لوگ اُس کی ہدایتوں پر چلیں تو دنیا میں فساد کا نام بھی تو سُننے میں نہ آئے۔ خدا نے امن کے قائم کرنے کے لیے جو احکام نازل فرمائے اُن میں سے ایک حق ہمسایہ بھی ہے۔ ہمارے ہاں ایک کہاوت کہی جاتی ہے "ہمسایا ماں کا جایا" بس یہ خلاصہ ہے پڑوسی کے حقوق کا۔ اور اُس کی تفصیل اُن آیتوں اور حدیثوں میں ہے جو عنوان ہمسایہ کی ذیل میں نقل کی گئی ہیں۔ ہمسایے کے حقوق میں ایک حق شفعہ ہے جو اسلامی شریعۃ کے خصوصیات میں سے ہے۔ اب اس کی ضرورۃ کو دوسرے مذہب والوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے اور سب اُس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جہاں اسلامی قانون کے مکمّل ہونے کی اور بہت سے دلائل ہیں اُن میں سے ایک حق شفعہ بھی ہے۔ حکومت کے ساتھ اس حق کے متعلق جو دعوے ہوتے ہیں انگریزی عدالتوں کی طرف منتقل ہو گئے ہیں اور ججوں نے جیسی اُن کی عادت ہے موشگافیاں کر کے "فکرِ ہر کس بقدرِ ہمتِ اوست" اِس حق کے ساتھ بہت سی قیود اور شرائط لگا دی ہیں جن کو وکلا خوب سمجھتے ہیں اور اسی لیے ہم نے حق شفعہ کے متعلق احکام فقہی کو نظر انداز کر دیا ⁂

ف۱ یعنی جب چند آدمیوں کی زمین میں رستہ چلتا ہو اور وہاں کے لوگ عمارۃ بنانا چاہیں تو اگر کسی مقدار پر اتفاق کر لیں اور راضی ہو جائیں تو خیر۔ اور اگر مقدار میں اختلاف کریں تو رستہ چلنے کے لیے سات ہاتھ چوڑی زمین چھوڑ دی جائے ۱۲

عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رجل یا رسول اللہ ای الذنب اکبر عند اللہ قال ان تدعو للہ ندا وهو خلقک قال ثم ای قال ان تقتل ولدک خشیة ان یطعم معک قال ثم ای قال ان تزانی حلیلة جارک فانزل اللہ تصدیقها والذین لا یدعون مع اللہ الها اخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون الایة ✦ (صحیحین)

حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ فرمایا تیرا خدا کے لیے شریک ٹھیرانا۔ حالانکہ اُس نے تجکو پیدا کیا ہے عرض کیا پھر کونسا گناہ؟ فرمایا تیرا اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالنا کہ بڑے ہو کر تیرے ساتھ کھائیں پئیں گے اُس نے عرض کیا پھر کونسا؟ فرمایا تیرا اپنے پڑوس کی جورو سے زنا کرنا چنانچہ خدائے تعالیٰ نے اس کی تصدیق کے لیے یہ آیت نازل فرمائی والذین الخ یعنی اور جو خدا کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہ پکاریں اور ناحق (نا روا) کسی شخص کی جان سے نہ ماریں کہ اُس کو خدا نے حرام کر رکھا ہے

من المترجم۔ مسند امام احمد میں بھی اسی مضمون کی ایک حدیث آئی ہے۔ مقداد بن الاسود کہتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے پوچھا کہ تم زنا کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ جواب میں عرض کیا گیا حرام ہے۔ خدا اور رسول نے قیامت تک زنا حرام کر دیا ہے۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ مرد کا دس عورتوں سے زنا کرنا سہل تر ہے ہمسایے کی ایک عورت کے ساتھ زنا کرنے سے۔ پھر فرمایا اچھا تم چوری کے بارے میں کیا کہتے ہو صحابہ نے عرض کیا حرام ہے۔ خدا اور رسول نے چوری کو قیامت تک حرام کر دیا ہے۔ فرمایا اگر کوئی شخص دس گھروں سے چوری کرے تو یہ اُس کے حق میں اتنا سخت نہیں جتنا کہ ہمسایے کے گھر میں چوری کرنا۔ غرض ہمسایگی ایک حرمتِ مرعیہ ماموربہا ہے۔ رہی حدِ ہمسایگی۔ اس میں علما کے مختلف اقوال ہیں۔ امام اوزاعی اور حسن اور زہری کہتے ہیں کہ چالیس گھر تک چاروں طرف سے حدِ ہمسایگی ہے بعض کہتے ہیں جہاں تک اقامت کی آواز پہنچے اور بعض کچھ اور کہتے ہیں مگر بہتر یہ ہے کہ اس بات میں شرع کی طرف رجوع کیا جائے اگر شرع میں ہمسایگی کی حد متعین ہے تو اسی پر عمل بھی متعین ہوگا۔ سو شرع میں تو اس کی حد متعین ہے چالیس گھر جیسا کہ قرطبی نے ایک حدیث بایں مضمون روایت کی ہے کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا لوگو! مساجد کے دروازوں پر پکار دو کہ حدِ ہمسایگی چالیس گھر تک ہے۔ سیوطی جامع صغیر میں لکھتے ہیں الجوار اربعون دارا۔ اخرجہ البیہقی عن عائشة۔ ابوداؤد میں آیا ہے حق الجوار اربعون دارا ھکذا وھکذا واشار قداما ویمینا وخلفا ✦

ضیافت وغیرہ

فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨاسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ۭ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ۝ (الکہف ع ۱۰ پارہ ۱۶)

پھر حضرت موسیٰ اور خضر دونوں مل کر (اور) آگے بڑھے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچے تو وہاں کے لوگوں سے کھانے کو مانگا اور انھوں نے ان کو ضیافت کا دینا منظور نہ کیا۔ اتنے میں ان کو گاؤں میں ایک دیوار دیکھی جو گرا ہی چاہتی تھی تو خضر نے اس کو (پھر از سر نو) کھڑا کر دیا۔ اس پر موسیٰ نے کہا اگر آپ چاہتے تو ان لوگوں

ف حدیث میں یوں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ وعظ فرما رہے تھے سننے والوں میں سے کوئی پوچھ بیٹھا کہ کوئی آپ سے زیادہ بھی علم رکھتا ہے۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا میں نہیں جانتا جس کا مطلب یہ تھا کہ وہی سب سے بڑے عالم ہیں۔ موسیٰ بے شک بڑے اولوا العزم پیغمبروں میں سے تھے۔ لیکن شانِ بندگی چاہتی تھی کہ وہ کسی حال میں تواضع اور کسرِ نفس سے غافل نہ ہوں۔ پیغمبروں سے ایسی چھوٹی چھوٹی فروگزاشتوں پر بھی خدا کے ہاں سے مواخذہ ہوتا ہے کیونکہ وہ خدا کے مقبول بندے ہوتے ہیں اور جیسے وہ مقبول ہوتے ہیں چاہیئے کہ ان کے اخلاق بھی اعلیٰ درجے کے ہوں۔ موسیٰؑ سے ایک انانیت کی بات سرزد ہو گئی تو خدا نے ان کو ان کی غلطی پر اس طرح متنبہ کیا کہ ان کو خضر کے پاس جانے کا حکم دیا۔ خدا نے وحی کے ذریعے سے موسیٰؑ کو پتہ بتا دیا تھا کہ خضر سے اس جگہ ملاقات ہوگی جہاں دو دریا ملے ہیں۔ یہ دو دریا شاید سمندر کی دو شاخیں ہوں جن کے سنگم کی جگہ سے موسیٰؑ بنی اسرائیل کو لے کر دریا پار بھی ہوئے تھے۔ موسیٰؑ کو ایک پتہ یہ بھی دیا گیا تھا کہ خضر سے اور تم سے جس جگہ ملاقات ہوگی وہاں تمہارے ناشتے کی تلی ہوئی مچھلی خدا کی قدرت سے زندہ ہو کر دریا میں چلی جائے گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ خضرؑ کے پاس پہنچے اور کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے ساتھ رہوں بشرطیکہ جو علم (کُلُّفْتَ مِن حَا ؟) آپ کو سکھا

(بقیہ فائدہ صفحہ ۲۸۱) گیا ہے اُس میں سے کچھ آپ مجکو بھی سکھادیں۵ (خضر نے) کہا تم سے میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں ہو سکے گا اور جو چیز تمھاری آگہی کے احاطے سے باہر ہے اُس پر تم کیسے صبر کر سکتے ہو (موسیٰ نے) کہا کہ ان شاء اللہ آپ مجکو ضابطہ[۱] آدمی پائیں گے اور میں آپ کے کسی حکم کے خلاف نہ کروں گا (خضر نے) کہا اگر تم کو میرے ساتھ رہنا ہی (منظور) ہی تو جب تک میں (از خود) تم سے کسی بات کا تذکرہ نہ کروں تم مجھسے اُس کی بابت کچھ پوچھنا ہی نہیں پھر (موسیٰ اور خضر) دونوں (مل کر) آگے چلے یہاں تک کہ (راہ میں ایک دریا پڑا) جب دونوں کشتی میں سوار ہو لیے تو خضر نے (ایک تختہ توڑ کر) کشتی کو پھاڑ دیا (موسیٰ نے) کہا کیا آپنے کشتی کو اس غرض سے پھاڑا ہے کہ کشتی کے لوگوں کو (دریا میں) ڈبو دو یہ (تو) آپنے بڑی ہی (خطرناک) بات کی (خضر نے) کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم سے میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں ہو سکے گا (موسیٰ نے) کہا کہ آپ مجھ سے میری بھول چوک پر گرفت نہ کیجیے اور میرے (اس معاملے میں میرے ساتھ (اتنی) سخت گیری (بھی) نہ کیجیے (بات رفت و گزشت ہوئی) پھر دونوں (اور) آگے بڑھے یہاں تک کہ (رستے میں) ایک لڑکے سے ملے تو (خضر نے) اُس کو (پکڑ کر) مار ڈالا (موسیٰ نے) کہا کہ کیا آپنے ایک معصوم شخص کو مار ڈالا (اور وہ بھی) کسی کے (خون کے) بدلے میں نہیں (یہ تو) آپنے بڑی ہی بیجا حرکت کی (خضر نے) کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میرے ساتھ تم سے ہرگز صبر نہیں ہو سکے گا (موسیٰ نے) کہا کہ اس کے بعد اگر میں آپ سے کچھ بھی پوچھوں تو آپ مجکو اپنے ساتھ نہ رکھیے گا کہ آپ میری طرف سے (حد) عذر کو پہنچ چکے ـ یہ ہو ہوا کر (اور) آگے بڑھے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچے تو وہاں کے لوگوں سے کھانے کو مانگا اور اُنھوں نے ان کو ضیافت کا دینا منظور نہ کیا اتنے میں انھوں نے گاؤں میں ایک دیوار دیکھی جو گرا ہی چاہتی تھی تو (خضر نے) اُس کو (پھر از سر نو) کھڑا کر دیا ـ (اس پر موسیٰ نے) کہا اگر آپ چاہتے تو (ان لوگوں سے) دیوار کے کھڑا کر دینے کی مزدوری لیتے (خضر نے) کہا بس اب مجھ میں اور تم میں چھٹم چھٹا ـ جن (باتوں) پر تم سے صبر نہ ہو سکا میں ابھی تم کو اُن کی اصل حقیقت بتائے دیتا ہوں کہ کشتی تو (ملاحی پیشہ) غریبوں کی تھی وہ (اُس کو) دریا میں (مزدوری پر) چلاتے تھے تو میں نے چاہا کہ اس کو عیب دار کر دوں کیونکہ ان کے سامنے کی طرف (دریا پار) ایک بادشاہ تھا (ظالم) جو ہر ایک (بکارآمد) کشتی کو زبردستی ضبط کر لیا کرتا تھا ـ اور وہ جو لڑکا تھا تو اُس کے ماں باپ دونوں ایمان والے (لوگ) تھے تو ہم کو یہ اندیشہ ہوا کہ (ایسا نہ ہو بڑا ہو کر) سرکشی اور کفر سے اُن کو ایذا دے لہٰذا ہم نے یہ ارادہ کیا کہ (اُس کو مار دیں اور) اُن کا پروردگار اُس کے بدلے میں اُن کو (ایسا فرزند) عطا فرمائے (جو) پاک نفسی اور پاس قرابت میں اُس سے بہتر (ہو) اور رہی دیوار سو شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور دیوار کے نیچے اُن ہی (لڑکوں) کا خزانہ (گڑا ہوا) تھا اور ان (لڑکوں) کا باپ (ایک) نیک (آدمی) تھا پس تمھارے پروردگار نے چاہا کہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کو پہنچیں اور (دیوار کے تلے سے) اپنا خزانہ نکال لیں (اور اُن کے حال پر) تمھارے پروردگار کی یہ ایک مہربانی تھی اور (ان واقعات میں) میں نے جو کچھ کیا اپنے اختیار سے نہیں کیا (بلکہ خدا کے حکم سے) یہ ہے اصل حقیقت اُن (واقعات) کی جن پر تم سے صبر نہ ہو سکا ـ

۵ علم لدنی قرآن میں لفظ [illegible] ہے جس کا ترجمہ [illegible] کی بات کی حقیقت کو معلوم [illegible]

تنبیہ [illegible]

۱۲

[۱] ضابطہ کے یہ معنے ہیں کہ میں اپنے نفس پر ضابطہ ہوں ایک بات کے پوچھنے کو جی چاہے اور نہ پوچھوں ۱۲

۱- عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّکَ تَقُوْمُ اللَّیْلَ وَ تَصُوْمُ النَّہَارَ قُلْتُ بَلٰی قَالَ فَلَا تَفْعَلْ قُمْ وَنَمْ وَصُمْ وَاَفْطِرْ فَاِنَّ لِجَسَدِکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَاِنَّ لِعَیْنِکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْرِکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْجِکَ عَلَیْکَ حَقًّا۔ (بخاری)

۱- عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لاکر لگے فرمانے کہ مجھے جو یہ خبر پہنچی ہے کہ تم ساری رات نماز پڑھتے اور دن روزے میں گزارتے ہو کیا یہ سچ ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں سچ ہے فرمایا ایسا ہرگز نہ کرو رات کو نماز بھی پڑھو سو بھی رہو دن کو روزہ بھی رکھو افطار بھی کرو کیونکہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے تمہارے مہمانوں کا تم پر حق ہے تمہاری بی بی کا تم پر حق ہے۔

۲- عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ عَنْ اَبِیْہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اٰخَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ سَلْمَانَ وَاَبِی الدَّرْدَاءِ فَرَاٰی اُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَۃً فَقَالَ لَہَا مَا شَاْنُکِ قَالَتْ اَخُوْکَ اَبُو الدَّرْدَاءِ لَیْسَ لَہٗ حَاجَۃٌ فِی الدُّنْیَا فَجَاءَ اَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَہٗ طَعَامًا فَقَالَ کُلْ فَاِنِّیْ صَائِمٌ قَالَ مَا اَنَا بِاٰکِلٍ حَتّٰی تَاْکُلَ فَاَکَلَ فَلَمَّا کَانَ اللَّیْلُ ذَہَبَ اَبُو الدَّرْدَاءِ یَقُوْمُ فَقَالَ نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَہَبَ یَقُوْمُ فَقَالَ نَمْ فَلَمَّا کَانَ مِنْ

۲- ابو جحیفہ کے فرزند عون اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سلمان اور ابو الدرداء میں بھائی چارا کرادیا تو سلمان نے ابو الدرداء کی بیوی ام الدرداء کو میلی کچیلی حالت میں دیکھ کر کہا تمہارا کیا حال ہے۔ انھوں نے کہا سلمان! تمہارے بھائی ابو الدرداء کو دنیا سے تو کچھ غرض ومطلب نہیں اتنے میں ابو الدرداء آگئے اور انھوں نے سلمان کے لیے کھانا تیار کیا (کھانا تیار ہوچکا) تو سلمان سے کہا بھائی تم کھانا کھالو میں تو روزے سے ہوں۔ سلمان بولے جب تک تم نہ کھاؤگے میں تو کھانے والا ہوں نہیں چنانچہ ابو الدرداء نے (روزہ توڑ دیا اور سلمان کے ساتھ کھانا) کھالیا۔ رات ہوئی تو ابو درداء لگے نماز کے لیے کھڑے ہونے سلمان نے کہا بھائی ابھی سو رہو وہ سو گئے (اور پھر تھوڑی دیر کے بعد) اٹھنے لگے۔ سلمان نے کہا ابھی اور

سو رہو جب

آخِرِ اللَّیْلِ قَالَ سَلْمَانُ قُمِ الْآنَ فَصَلَّیَا فَقَالَ لَهٗ سَلْمَانُ اِنَّ لِرَبِّكَ عَلَیْكَ حَقًّا وَّلِنَفْسِكَ عَلَیْكَ حَقًّا وَّلِاَهْلِكَ عَلَیْكَ حَقًّا فَاَعْطِ كُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّهٗ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ ۔ (بخاری)

پچھلی رات ہوئی تو سلمان نے کہا اب اُٹھ کر نماز پڑھو چنانچہ دونوں نے نماز پڑھی (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) سلمان نے ابو الدرداء سے کہا کہ بھائی تمہارے پروردگار کا تم پر حق ہے۔ تمہارے نفس کا تم پر حق ہے۔ تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے تو ہر حق دار کو اُس کا حق دینا چاہیے۔ صبح کو ابو الدرداء جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ آپ کو کہہ سُنایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان نے بالکل درست کہا۔

مشایعت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ السُّنَّةِ اَنْ یَّخْرُجَ الرَّجُلُ مَعَ ضَیْفِهٖ اِلٰی بَابِ الدَّارِ (ابن ماجہ ۔ بیہقی)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سُنّت میں سے ایک یہ بات بھی ہے کہ آدمی اپنے مہمان کے ساتھ (جب وہ رخصت ہونے لگے) اُس کی تعظیم و تکریم کے لیے حویلی کے دروازے تک پہنچا جائے۔

من المترجم ۔ یہ مہمان کے اظہار ادب اور اپنی تواضع کے ثبوت کا عمدہ پیرایہ ہے خود جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنے مہمانوں کو بیتِ نبوت کے دروازے تک رخصت کرنے آیا کرتے تھے ۔ مہمان داری بڑی عمدہ صفت ہے ۔ اور اُس کی فضیلت حدیثوں میں بہت کچھ آئی ہے ۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مہمان دار نہیں اُس میں خیر نہیں ۔ پیغمبر صاحب مہمانوں کے لیے بہت اہتمام کیا کرتے تھے ۔ یہاں تک کہ اگر مہمانوں کے آنے پر آپکے پاس کچھ نہ ہوتا تو آپ قرض سے کر اُن کی مدارات میں صرف کرتے چنانچہ آپکے غلام ابو رافع کہتے ہیں کہ پیغمبر صاحب نے مجھے ارشاد فرمایا کہ فلاں یہودی سے جاکر کہو کہ اتنا آٹا قرض دے دے ۔ رجب کے مہینے میں ادا کر دیا جائے گا کیونکہ ایک مہمان میرے پاس آگیا ہے ۔ یہودی نے کہا جب تک کوئی چیز رہن نہ کروگے آٹا نہیں ملے گا ۔ ابو رافع کہتے ہیں میں نے واپس آکر پیغمبر صاحب سے یہودی کا بیان عرض کیا ۔ فرمایا میری زرہ رہن رکھ دو اور آٹا لے آؤ ۱۲

ایثار

وَالَّذِیْنَ تَبَوَّءُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (حشر ع ۱ - پارہ ۲۸)

اور (ہاں وہ مال جو بے لڑے ہاتھ آیا ہی) اُن کا بھی حق ہی کہ (مہاجرین نے ابھی ہجرۃ نہیں کی تھی اور وہ) اُن سے پہلے مدینے میں رہتے اور اسلام میں داخل ہو چکے ہیں جو اُن کی طرف ہجرۃ کر کے آتا ہی اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور (مالِ غنیمۃ میں سے) مہاجرین کو جو (کچھ بھی دے) دیا جا اُس کی وجہ یہ اپنے دل میں (اُس کی) کوئی طلب نہیں پاتے ف اور اپنے اوپر تنگی ہی کیوں نہ ہو (مہاجرین بھائیوں کو) اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اور (بخل تو سبھی کی طبیعتوں میں ہوتا ہی مگر) جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا گیا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ قَالَ اِنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ بَاتَ بِهٖ ضَیْفٌ وَلَمْ یَكُنْ عِنْدَهٗ اِلَّا قُوْتُهٗ وَقُوْتُ صِبْیَانِهٖ فَقَالَ لِامْرَاَتِهٖ نَوِّمِی الصِّبْیَةَ وَاَطْفِئِ السِّرَاجَ وَقَرِّبِیْ لِلضَّیْفِ مَا عِنْدَكِ فَنَزَلَتِ الْاٰیَةُ ✤ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آیۂ ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ کے بارے میں روایت ہے کہ ایک انصاری کے ہاں ایک مہمان شب باش ہوا اور انصاری کے پاس اُس کی اور اُس کے بچوں کی خوراک کے سوا اور کچھ نہ تھا تو اُس نے اپنی بی بی سے کہا کہ بچوں کو سُلا دو اور چراغ گُل کر دو اور جو تمہارے پاس حاضر ہے مہمان کے سامنے رکھ دو۔ اِس پر یہ آیت نازل ہوئی ✤

ف یعنی مہاجرین کو ملتا ہو اور دیکھ کر اُن کے دل میں یہ خواہش پیدا نہیں ہوتی کہ یہ جو اِن کو ملا ہے ہم کو ملے۔ بات یہ ہے کہ پیغمبر صاحب کے وقت کے مسلمان دو طرح کے تھے ایک تو وہ کہ جب پیغمبر صاحب کفارِ مکہ کی ایذاؤں سے عاجز آ کر مدینے تشریف لے گئے اور اسی کو ہجرۃ کہتے ہیں تو جو مسلمان جہاں کہیں کافروں کے نرغے میں تھے پیغمبر صاحب کا مدینے تشریف لے آنا سُن کر آگے پیچھے مدینے سمٹ آئے اور مہاجر کہلائے۔ دوسرے خود مدینے کے لوگ جنھوں نے پیغمبر صاحب کو اور مہاجر مسلمانوں کو پناہ دی اور اُن کی مدد کی وہ انصار کہلائے ہجرۃ کا قاعدہ فتحِ مکہ تک رہا۔ مکہ فتح ہوا تو خدا نے اسلام کو غلبہ دیا اور ہجرۃ کی ضرورۃ باقی نہ رہی۔ جو مسلمان جہاں تھا اپنی جگہ مطمئن تھا۔ کوئی اُس کو ستا نہیں سکتا تھا ۱۲

خاطر و مدارات

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَ اَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّ قَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ○ (یوسف ع ۴ پارہ ۱۲)

تو جب (عزیزِ مصر کی) عورۃ نے اُن (عورتوں) کے (جنھوں نے عشقِ یوسف کے بارے میں اُس پر غلطی کا الزام لگایا تھا) طعنے سُنے اُن کو (اپنے ہاں) بُلوا بھیجا اور اُن کے لیے ایک محفل کی تیاری کی اور (پھل تراش تراش کر کھانے کے لیے) ایک ایک چھری اُن میں سے ہر ایک کے حوالے کی اور (عین وقت پر یوسف سے) کہا کہ ان کے سامنے باہر آؤ (اور ذری اپنی شکل تو دکھاؤ) پھر جب عورتوں نے یوسف کو دیکھا تو اُن پر (یوسف کے حسن و جمال) کی ایسی دھاک بیٹھی کہ اُنھوں نے (بے خود ہو کر پھلوں کو کاٹتے کاٹتے) اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور لگیں کہنے حَاشَ لِلّٰہ[1] یہ بشر

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۘ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ○ فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ○ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ○ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ

(اے پیغمبر) ابراہیم کے معزز مہمانوں (یعنی فرشتوں[2]) کی حکایت بھی تم تک پہنچی ہے؟ کہ جب (یہ لوگ) اُن کے پاس آئے تو (آتے ہی) سلام علیک کی۔ ابراہیم نے جواب سلام دیا (اور دل میں کہا کہ یہ) لوگ (تو کچھ) اجنبی (سے معلوم ہوتے) ہیں پھر جلدی سے اپنے گھر جا (ایک) موٹا تازہ بچھڑا (یعنی اُس کا گوشت بھنوا کر مہمانوں کے لیے) لائے اور اُن کے سامنے رکھا تو (انھوں نے تامل کیا۔ ابراہیم نے) پوچھا آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں (اس پر بھی انھوں نے کھانے سے انکار کیا تب) تو ابراہیم اُن سے جی ہی جی میں ڈرے[3]

ف خطوطِ وحدانی میں جو ہم نے پھل تراشنے کی قید بڑھائی ہے تو اپنے مُلکی رواج کے مطابق بڑھائی ہے ورنہ قرآن مجید کے لفظوں سے ثابت نہیں ہوتا کہ پھل تراش تراش کر کھانے کے لیے عزیزِ مصر کی عورۃ نے مہمان عورتوں کو چھریاں دی ہوں ممکن ہے کہ مصر میں چھری کانٹے سے کھانے کا رواج ہو اور اسی لیے عزیزِ مصر کی عورۃ نے مہمانوں کے سامنے دسترخوان پر چھریاں رکھی ہوں کہ وہ اُن سے کھانا کھائیں ۱۲ من المترجم

ف ۱ حَاشَ لِلّٰہ عربی کے اعتبار سے تو سبحان اللہ کا ہم معنی ہے اور مواقعِ استعمالِ اردو میں جدا جدا ہیں۔ حَاشَ لِلّٰہ میں ذرا زور زیادہ ہے اور دلّی کی عورتیں اب ایسے موقع پر حَاشَ لِلّٰہ بولتی ہیں جس میں ایک شائبہ قسم کا بھی پایا جاتا ہے ۱۲

ف ۲ فرشتوں کا نورانی ہونا تو معلوم ہے۔ اسی سے یوسف علیہ السلام کو عورتوں نے فرشتہ کہہ دیا ۱۲

ف ۳ ٹھگوں کا دستور سنا جاتا ہے کہ جس کا نمک چکھ لیتے ہیں اُس کے ساتھ دغا نہیں کرتے اور جس کے ساتھ دغا کرنی ہوتی ہے اُن کا نمک نہیں چکھتے۔ حضرۃ ابراہیم کو نہ کھانے کی وجہ سے فرشتوں کی نسبت اسی طرح کا خدشہ ہوا ہو گا۔ سو فرشتوں نے حضرۃ ابراہیم کا اطمینان کر دیا کہ ہمارے نہ کھانے کا سبب یہ ہے کہ ہم فرشتے ہیں ۱۲

قَالُوْا لَا تَخَفْ ۖ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ۝ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ۖ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۝ (الذاریات ع ۲ پارہ ۲۶)

انھوں نے اُن کی یہ حالت دیکھ کر) کہا کہ آپ (کسی طرح کا) اندیشہ نہ کریں اور اُن کو ایک لائق فرزند (یعنی اسحٰق کے پیدا ہونے) کی خوش خبری (بھی) دی یہ سُن کر ابراہیم کی بی بی (سارہ) بولتی ہوئی آگے آکھڑی ہوئیں اور اپنا مُونہ پیٹ لیا اور لگیں کہنے (اوّل تو) بڑھیا (دوسرے) بانجھ (مجھ سے بیٹا ہوچکا۔ فرشتے) بولے تمھارے پروردگار نے ایسا ہی فرمایا ہے (اور) کچھ شک نہیں کہ وہ حکمت والا (اور ہر چیز سے) واقف ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ ۔ (صحیحین)

حضرۃ ابوہریرہ سے روایۃ ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خدا اور روزِ جزا پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام[51] کرے اور جو شخص خدا و روزِ آخرۃ پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیے کہ اپنے پڑوس کو تکلیف نہ دے اور جو شخص خدا اور روزِ جزا پر ایمان رکھتا ہو اُسے چاہیے کہ بھلائی کی بات مُونہ سے نکالے ورنہ خاموشی اختیار کرے ۔

عَنْ اَبِيْ شُرَيْحٍ الْكَعْبِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ وَجَائِزَتُهٗ يَوْمٌ وَّلَيْلَةٌ وَّالضِّيَافَةُ ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ فَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ (صحیحین)

ابو شریح کعبی سے روایۃ ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص خدا اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہو اُسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور مہمان کے ساتھ لطف و احسان اور خاطر و مدارات کرنے کی مُدّۃ ایک رات دن ہے اور مہمان داری تین[52] دن۔ اس کے بعد جو احسان کیا جائے وہ خیرات ہے ۔

۵۱ اکرام کرنے میں اُس کے حقوق کی رعایت کرنا۔ مرحبا کہنا۔ نرمی کرنا۔ اظہار بشاشت کرنا۔ حقِ خدمت بجا لانا۔ حسبِ طاقت کھانا وغیرہ تیار کرنا سب کچھ داخل ہے ۱۲ ۵۲ مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن رات مہمانی میں تکلف کیا جائے۔ مثلاً یہ کہ مہمان کے لیے خاص کھانا پکوایا جائے اور عام طرح کی ضیافت کہ جو معمولی کھانا گھر میں پکتا ہے مہمان کو کھلا دیا جائے۔ اُس کی میعاد تین دن رات۔ غرض مہمانی تین دن تکلف ایک دن ۱۲

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ لَا يَقْرُوْنَنَا فَمَا تَرٰى فَقَالَ لَنَا اِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَاَمَرُوْا لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِيْ لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوْا فَاِنْ لَمْ يَفْعَلُوْا فَخُذُوْا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ الَّذِيْ يَنْبَغِيْ لَهُمْ۔ (صحیحین)

عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہمیں بھیجتے ہیں اور ہمارا ایسی قوم میں اُترنے کا اتفاق ہوتا ہے جو ہماری مہمانی نہیں کرتے تو اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ پیغمبر صاحبؐ نے ہمارے اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جب تم ایسی قوم میں اُترو اور وہ تمہارے لیے اُس چیز کے دینے کا حکم کریں جو مہمان کے مناسب حال ہو تو اُسے قبول کر لو اور اگر ایسا نہ کریں تو اُن سے اتنا لے لو جو اُن کے مناسب حال ہو۔

من المترجم نہیں معلوم کہ عقبہ بن عامر جو حدیث کے راوی ہیں کس حیثیت سے دیہات میں بھیجے جاتے تھے عجب نہیں کہ تحصیلِ صدقات یا شاید تعلیمِ دین کے لیے۔ ہمارے ملک میں بھی بڑے چھوٹے حاکم دورہ کرتے رہتے ہیں یا کسی خاص تحقیقات کے لیے ان کو دیہات میں جانا پڑتا ہے تو زمینداروں سے خاطر خواہ رسد کی فرمائشیں کی جاتی ہیں۔ اور اسی طرح مولوی اور مشائخ سالانہ گشت لگاتے اور معتقدوں اور مریدوں سے طالبِ ضیافت ہوتے ہیں۔ اگر ایسی طلب رشوت اور جبر کی حد تک نہ پہنچے تو چنداں مضایقے کی بات نہیں مگر ایسی صورت میں بھی مہمانوں کو چاہیے کہ کسی طرح صاحب خانہ کی بار خاطر نہ ہوں اور صاحب خانہ کو بھی مناسب نہیں کہ مہمانوں کے ساتھ بخل اور بے مروّتی کا برتاؤ کرے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ اَوْ لَيْلَةٍ فَاِذَا هُوَ بِاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ فَقَالَ مَا اَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوْتِكُمَا هٰذِهِ السَّاعَةَ قَالَا الْجُوْعُ قَالَ وَاَنَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاَخْرَجَنِي الَّذِيْ اَخْرَجَكُمَا قُوْمُوْا فَقَامُوْا مَعَهٗ فَاَتٰى رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا هُوَ لَيْسَ فِيْ بَيْتِهٖ فَلَمَّا رَاَتْهُ الْمَرْاَةُ قَالَتْ

حضرت ابو ہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم دن کو یا شاید رات کو بیت نبوۃ سے باہر نکلے اتفاقاً ابو بکرؓ اور عمرؓ دونوں سے آپ کی ملاقات ہوئی کہ یہ بھی اُسی وقت اپنے اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے تھے پیغمبر صاحبؐ نے فرمایا اس وقت تمہارے گھروں سے نکلنے کا کیا باعث؟ عرض کیا بھوک! فرمایا مجھے اُس مقدس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے مجھے بھی گھر سے اُسی چیز نے نکالا ہے جس نے تم کو نکالا۔ اچھا چلو چنانچہ دونوں صاحب آپ کے ساتھ چل نکلے پیغمبر صاحب ایک انصاری کے مکان پر تشریف لے گئے مگر اتفاق سے وہ گھر میں نہ تھا اُس کی بی بی نے پیغمبر صاحبؐ کو دیکھ کر کہا

مَرْحَبًا وَّأَهْلًا فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ فُلَانٌ قَالَتْ ذَهَبَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا مِنَ الْمَاءِ إِذْ جَاءَ الْأَنْصَارِيُّ فَنَظَرَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ مَا أَحَدٌ الْيَوْمَ أَكْرَمَ أَضْيَافًا مِنِّي قَالَ فَانْطَلَقَ فَجَاءَهُمْ بِعِذْقٍ فِيهِ بُسْرٌ وَتَمْرٌ وَرُطَبٌ فَقَالَ كُلُوا مِنْ هٰذِهِ وَأَخَذَ الْمُدْيَةَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاكَ وَالْحَلُوبَ فَذَبَحَ لَهُمْ فَأَكَلُوا مِنَ الشَّاةِ وَمِنْ ذٰلِكَ الْعِذْقِ وَشَرِبُوا فَلَمَّا أَنْ شَبِعُوا وَرَوُوا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتُسْأَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِيمِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمُ الْجُوعُ ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوا حَتّٰى أَصَابَكُمْ هٰذَا النَّعِيمُ (مسلم)

آیئے آیئے[۵۱] یہ مکان کسی غیر کا نہیں ہے آپ ہی کا ہے۔ پیغمبر صاحب نے عورت سے پوچھا کہ فلاں یعنے تیرا شوہر کہاں ہے؟ عورت نے عرض کیا وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گیا ہے اتنے میں انصاری بھی آگیا اور اُس نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے دونوں رفیقوں کو دیکھ کر کہا خدا کا شکر ہو کہ میرے مہمانوں سے بزرگ زیادہ مہمان تو آج کسی کے ہاں نہ ہونگے۔ راوی کا بیان ہو کہ یہ کہہ کر انصاری چلا گیا اور اپنے مہمانوں کے لیے کھجور کا ایک خوشہ لے آیا جس میں ادھ کچری اور خشک اور تازہ پکی ہوئی ہر قسم کی کھجوریں تھیں پھر مہمانوں کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ کھائیے اور بکری ذبح کرنے کے لیے چھری ہاتھ میں لی جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دودھ والی بکری ذبح نہ کیجیو۔ پس انصاری نے مہمانوں کے لیے ایک بکری ذبح کی اور سب نے مل بکری کا گوشت کھایا اور اُس خوشے میں سے تفکّہ کیا۔ اور میٹھا پانی پیا جب سب لوگ سیر ہو کر کھانا کھا اور پانی پی چکے تو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کی طرف روئے سخن کرکے فرمایا کہ مجھے اُس ذات مقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہو کہ قیامت کے روز تم سے ان نعمتوں کی ضرور پرسش ہوگی۔ بھوک نے تمھیں تمہارے گھروں سے نکالا پھر تم اپنے گھروں کو واپس نہیں

من المترجم نری ضیافت مہمان داری نہیں کہلاتی۔ مہمانداری میں ضیافت کے علاوہ مہمان کو اپنے گھر بلا کر ٹھیرانا بھی ہے لوگ شادی غمی کی تقریبات میں کئی کئی دن اپنے عزیزوں اور دوستوں کو مہمان رکھتے ہیں تو کھانے کے علاوہ مہمانوں کی سب ہی طرح کی آسایش کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ مہمانوں کی خاطر و مدارات دراصل اخلاق (بقیہ برصفحہ ۲۹۰)

[۵۱] مرحبا و اہلاً ایسے لفظ ہیں جو مہمان کی تکریم اور اظہار بشاشت و انس کے لیے بولے جاتے ہیں یعنی تم کشادہ مکان میں آئے اور اپنے ہی لوگوں میں آئے ۱۲

مروّت ہے اور اکثر لینے کا دینا ہوتا ہے۔ لوگوں کو اپنے ہاں بُلا کر کھانا کھلایا اور رخصت کر دیا یا اُن کے گھر کھانا بھیج دیا۔ تو یہ نری ضیافت ہے مہمان داری نہیں ضیافت میں تو علےٰ قدرِ مراتب برابر والوں کی خاطر و تواضع کی ہی جاتی ہے۔ لوگ مساکین کی بھی ضیافتیں کرتے رہتے ہیں تو یہ کارِ ثواب ہے۔ مگر یہ بات ضرور ملحوظ رہے کہ غربا کی کسی طرح کی تذلیل اور دل شکنی نہ ہو۔ ورنہ نیکی برباد گناہ لازم۔ ایک خاص طرح کے مہمان مان نہ مان میں تیرا مہمان مسافر ہیں جو شہر کی مسجدوں اور گاؤں گنوی کی چوپالوں میں آکر شب باش ہوتے ہیں۔ یہ بھی ایک طرح کے مسکین ہیں۔ اور ان کی خبر گیری داخلِ حسنات۔ اسی کا سہارا پکڑ کر بعض گدائی پیشہ فقیروں نے یہ شیوہ اختیار کر لیا ہے کہ شام ہوئی مسافروں کی شکل بنا گلی گلی دوکان دوکان بھیک مانگتے پھرتے ہیں اور لوگ ان کو مسافر سمجھ کر کچھ دے بھی دیتے ہیں مگر ایسے دینے سے کاہلی اور بے غیرتی اور گداگری کی ترغیب ہوتی ہے ۔

جود و سخا کا ایک پیرایہ مہمان نوازی اور مسافر پروری بھی ہے جو لوگوں میں میل جول اور محبّت پیدا کرنے کا عمدہ ذریعہ ہے۔ اقوامِ روزگار میں سے اہل عرب مہمان نوازی میں مشہور ہیں۔ اس لیے کہ نسل ہیں ابراہیم علیہ السلام کی اور اُن کی نسبت مشہور ہے کہ وہ مہمان کے بدون کھانا کھاتے ہی نہ تھے تو مہمان نوازی کی صفت اہل عرب میں متوارث ہے۔ ہمارے ملک میں بھی مسافر پروری کی بڑی وقعت ہے اور جن کو خدا نے استطاعت اور استطاعت کے ساتھ توفیقِ خیر بھی دی ہے اُن کے لنگر جاری ہیں اور اُنکے فیض سے بہت سے غریبوں کا بھلا ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ مسلمان دل کے تنگ ہیں اور ان میں خیر خیرات کی کمی ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ خیر خیرات کا انتظام ٹھیک نہیں انتظام ٹھیک ہو تو حاجتمندوں کی حاجتیں نہ اٹکی رہیں اور جو لوگ کام کرنے کے قابل ہیں بھیک کو معاش کا ذریعہ نہ بنانے پائیں مگر مسلمانوں سے انتظام کا سلیقہ سلب ہو گیا ہے دیتے بھی ہیں تو بے محل اکثر اُن کو جو اہل نہیں ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

بے اجازت گھر میں نہ جانا

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُيُوۡتًا غَيۡرَ بُيُوۡتِكُمۡ حَتّٰى تَسۡتَاۡنِسُوۡا وَتُسَلِّمُوۡا عَلٰٓى اَهۡلِهَا ؕ ذٰ لِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ ○

(نور ع۴ پارہ ۱۸)

مسلمانو! اپنے گھروں کے سوا (دوسرے) گھروں میں گھر والوں سے پوچھے اور ان سے سلام علیک کیے بدون نہ جایا کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے (یہ حکم تم کو اس غرض سے دیا گیا ہے) کہ (جب ایسا موقع ہو تو تم اس کا خیال رکھو) ف۱

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُيُوۡتَ النَّبِىِّ اِلَّاۤ اَنۡ يُّؤۡذَنَ لَـكُمۡ اِلٰى طَعَامٍ غَيۡرَ

مسلمانو! پیغمبر کے گھروں میں جایا کرو مگر یہ کہ تم کو کھانے کے لیے (اندر آنے کی) اجازۃ دی جائے (تو اس صورۃ میں ایسا وقت تاک کر جاؤ)

ف۱ المترجم۔ سب کو اتنا تو مقدور ہوتا نہیں کہ زنانخانے اور مردانے مکان الگ الگ ہوں تو جن کے پاس صرف ایک زنان خانہ ہوتا ہے اور وہ کسی کی دعوۃ کرتے ہیں تو مہمان کو گھر میں بلا کر کھانا کھلا دیتے ہیں بیبیاں اتنی دیر کے لیے پردے میں ہو جاتی ہیں۔ ایسی ہی صورۃ کے لیے حکم ہے کہ مہمان بے پوچھے درانہ گھر میں نہ چلا آئے اور لوگ صاحب خانہ کے اس حق کا لحاظ رکھتے بھی ہیں۔ اور مستورات کے پردے کی بھی اس میں رعایت ہے اور یہی اس حکم کی غرض غایت ہے +

نَاظِرِيْنَ اِنٰهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ط (احزاب ۶، ۷ پارہ ۲۲)

کہ تم کو کھانے کے تیار ہونے کا انتظار نہ کرنا پڑے مگر جب تم کو بُلایا جائے تو (عین وقت پر) آجاؤ اور جب کھا چکو تو آپ آپ کو چل دو اور باتوں میں نہ لگ جاؤ اس سے پیغمبر کو ایذا ہوتی تھی اور وہ تمہارا لحاظ کرتے تھے اور اللہ تو حق (بات کے کہنے) میں لحاظ کرتا نہیں۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَاْذَنَ عَلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَقَالَ سَعْدٌ وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَلَمْ يُسْمِعِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى سَلَّمَ ثَلٰثًا وَرَدَّ عَلَيْهِ سَعْدٌ ثَلٰثًا وَلَمْ يُسْمِعْهُ فَرَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَّبَعَهُ سَعْدٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ مَا سَلَّمْتَ تَسْلِيْمَةً اِلَّا هِيَ بِاُذُنِيْ وَلَقَدْ رَدَدْتُ عَلَيْكَ وَلَمْ اُسْمِعْكَ اَحْبَبْتُ اَنْ اَسْتَكْثِرَ مِنْ سَلَامِكَ

حضرت انس سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ فرما کر سعد بن عبادہ کے (گھر میں داخل ہونے) کی اجازت چاہی۔ سعد نے آپ کے سلام کے جواب میں کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ (لیکن آہستہ سے کہا) اور پیغمبر صاحب کو اپنی آواز نہیں سنائی یہاں تک کہ پیغمبر صاحب نے تین دفعہ سلام کیا اور تینوں ہی دفعہ سعد نے آپ کے سلام کا جواب بھی دیا لیکن اپنی آواز پیغمبر صاحب کو نہیں سُنائی تو پیغمبر صاحب وہاں سے لوٹے اور سعد آپ کے پیچھے پیچھے یہ کہتے ہوئے آئے کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر سے قربان ہوں آپ نے جس دفعہ بھی سلام کیا اُس کی آواز میرے دونوں کانوں میں پہنچی (یعنی میں نے آپ کے ہر دفعہ کے سلام کی آواز سُنی مگر میں نے اپنی آواز آپ کو اس مصلحت سے نہیں سنائی کہ میں آپ کے سلام و دعا کی

ف من المترحم۔ حکم تو خاص جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خانہ داری کے ادب کے بارے میں ہے مگر مسلمانوں کو آپس کے برتاؤ میں بھی اسی کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔ اس واسطے کہ گو واقعہ خاص ہو مگر سبب عام ہے اور لوگوں کا تعامل بھی اسی طرز پر ہے ۱۲

وَمِنَ الْبَرَكَةِ ثُمَّ دَخَلُوا الْبَيْتَ فَقَرَّبَ لَهُ زَبِيبًا فَأَكَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ أَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَأَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّآئِمُوْنَ ٭ (شرح السنہ)

برکت زیادہ سے زیادہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ پھر پیغمبر صاحب اور سعد وغیرہ گھر میں آئے تو سعد نے انگورِ خشک آپ کے سامنے رکھے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ انگور کھائے اور کھانے سے فارغ ہو کر (سعد بن عبادہ اور اُن کے اہل و عیال کے حق میں) دعا کی کہ تمہارا کھانا ہمیشہ نیک آدمی کھائیں اور فرشتے تمہارے لیے استغفار کریں اور روزے دار تمہارے پاس روزہ افطار کریں۔ ق

من المترجم ۔ اِس حدیث سے ہم دو باتیں مستنبط کرتے ہیں۔ اوّل جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کمالِ حلم کہ کوئی تنگ مزاج آدمی ہوتا تو پہلی مرتبہ سلام کا جواب نہ ملنے پر لوٹ کھڑا ہوتا۔ دوسرے اندر والوں کے پردے کا ادب ٭

ف دعائے خیر بھی ایک پیرایہ شکرگزاری کا ہے اور یہ حق ہے میزبان کا اور فرض ہے مہمان کا ۱۲ من المترجم

دوسرے کے گھر میں داخل ہوتے وقت گھر والوں کو سلام کرنا

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى أَنْفُسِكُمْ أَنْ تَأْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أُمَّهٰتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أَخَوٰتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أَعْمَامِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أَخْوَالِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ أَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ أَوْ صَدِيْقِكُمْ ۚ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوْا جَمِيْعًا أَوْ أَشْتَاتًا ۚ فَإِذَا

نہ (تو) اندھے (آدمی) کے لیے کچھ مضایقہ ہے اور نہ لنگڑے (آدمی) کے لیے کچھ مضایقہ ہے اور نہ بیمار کے لیے کچھ مضایقہ ہے اور نہ (عموماً) تم مسلمانوں کے لیے (اِس میں کچھ مضایقہ ہے) کہ اپنے گھروں سے (کھانا) کھاؤ یا اپنے باپ کے گھر سے یا اپنی ماں کے گھر سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا اُن گھروں سے جن کی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہیں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے (پھر اِس میں بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ تو جب

دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ (نور ع ۸ اپارہ ۱۸)

گھروں میں جانے لگو تو اپنے (لوگوں) کو سلام کر لیا کرو (سلام ایک) دعاء خیر (ہے جو تم مسلمانوں کو) خدا کی طرف سے (تعلیم کی گئی ہے) برکت والی عمدہ ۔ یوں اللہ (اپنے) احکام تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو **ف**

ف لوگوں میں ارتباط و اتحاد پیدا ہونے کا بڑا عمدہ ذریعہ کھانا ہے اور اس آیۃ کا مقصودِ اصلی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان اس ذریعے سے باہمی اتحاد کو بڑھائیں اب بھی لوگوں کا یہی حال ہے کہ جہاں تک ہو سکتا ہے۔ ایک دوسرے کے ہاں کھانے میں مضایقہ کرتے ہیں کہ کہیں لالچی اور بدنیت نہ سمجھے جائیں اور بعض لوگ مثلاً لنگڑے وغیرہ معذوری کی وجہ سے کنارہ کش رہتے ہیں کہ حقیر نہ سمجھے جائیں لیکن اگر یہ دستور کثرۃ سے جاری ہو اکہ میں نے تمھارے ہاں کھانا کھالیا تم نے میرے ہاں کھالیا تو کچھ شک نہیں کہ مسلمانوں میں یکتائی اور اتفاق پیدا کرنے کی عمدہ تدبیر ہے اور ما ملکتم مفاتحہ کا ایک محمل یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اکثر رشتے داروں میں سے کوئی شخص کہیں مہمان چلا جاتا ہے تو قریب کے رشتے دار کو جس پر اس کا اعتبار ہے گھر کی کنجیاں دے جاتا ہے اور معنیٰ یہ ایک طرح کی اجازت ہو کہ تمھیں کسی چیز کی ضرورۃ ہو تو گھر میں سے لے لینا ۔ لیکن یہ کنجی رکھنے والے خود اپنی طبیعت سے اجتنبیۃ برتتے ہیں ورنہ اگر صاحبِ خانہ کی غیبۃ میں ضرورۃ کی کوئی چیز لے لیں تو وہ آکر خوش ہو مگر دنیا میں نفسا نفسی پھیل گئی ہے نہ کوئی کسی کے ساتھ ایسی سخاوت کرنی چاہتا ہے اور نہ معاوضے کے ڈر سے کوئی ایسی سخاوت سے فائدہ اٹھاتا ۔ گر اسلامی اخوۃ کو ترقی دینے کی ایک تدبیر خدا نے بتادی ہے اور ما ملکتم مفاتحہ سے مفسروں نے یتیم کا ولی سرپرست یا وصی مہتمم بھی مراد لیا ہے ۱۲

مہمان کے ساتھ غیر شخص لگا چلا آئے تو اس کی اطلاع میزبان کو کر دینا

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ مِنَ الْاَنْصَارِ رَجُلٌ يُّقَالُ لَهٗ اَبُوْ شُعَيْبٍ وَّ كَانَ لَهٗ غُلَامٌ لَحَّامٌ فَقَالَ اصْنَعْ لِیْ طَعَامًا اَدْعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَةٍ فَدَعٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ

ابو مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انصار میں ایک شخص تھا جو ابو شعیب کے نام سے پکارا جاتا تھا اور اُس کا ایک غلام تھا قصاب ۔ انصاری نے اپنے غلام سے کہا کہ میرے لیے تھوڑا سا کھانا تیار کر دے کہ میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو بلاؤں گا چار آدمی اُنکے ساتھ اور ہونگے اور وہ اُنکے پانچویں ہوں گے چنانچہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم بلائے گئے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَةٍ فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ دَعَوْتَنَا خَامِسَ خَمْسَةٍ وَهٰذَا رَجُلٌ قَدْ تَبِعَنَا فَاِنْ شِئْتَ اَذِنْتَ لَهُ وَاِنْ شِئْتَ تَرَكْتَهُ قَالَ بَلْ اَذِنْتُ لَهُ (بخاری)

اور آپ کے ہمراہ چار آدمی اور، گویا آپ پانچ میں کے پانچویں تھے۔ رستے میں ایک اور شخص بھی ان کے پیچھے لگ لیا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری سے فرمایا کہ تو نے ہم پانچ آدمیوں کو بلایا تھا یہ شخص رستے میں سے ہمارے ساتھ ہو لیا ہے اگر تیری خوشی ہو تو اسے اندر آنے اور کھانا کھانے کی اجازت دے دے خوشی نہ ہو تو الگ کر دے انصاری نے عرض کیا کہ میں اُسے بھی اندر آنے اور کھانا کھانے کی اجازت دے دیتا ہوں ۔

من المترجم صاحب خانہ کو طفیلی کی اطلاع کر دینے میں مصلحت یہ ہے کہ اگر وہ طفیلی کو بھی کھانا کھلانا چاہے تو اُس کے لیے تیاری کر لے ۔

دسترخوان بچھ چکے تو کوئی اُٹھ کر چلا نہ جائے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَتِ الْمَائِدَةُ فَلَا يَقُوْمُ رَجُلٌ حَتّٰى تُرْفَعَ الْمَائِدَةُ وَلَا يَرْفَعُ يَدَهُ وَاِنْ شَبِعَ حَتّٰى يَفْرُغَ الْقَوْمُ وَلْيُعْذِرْ فَاِنَّ ذٰلِكَ يُخْجِلُ جَلِيْسَهُ فَيَقْبِضُ يَدَهُ وَعَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ لَهُ فِي الطَّعَامِ حَاجَةٌ (ابن ماجہ)

ابن عمر کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کھانے کے لیے دسترخوان بچھا دیا جا تو کوئی شخص نہ اُٹھے حتے کہ دسترخوان (کھانے سے فراغت ہونے کے بعد) اُٹھا لیا جائے اور تاوقتیکہ اَور لوگ اطمینان سے کھانا نہ کھا چکیں یہ اپنا ہاتھ کھانے سے نہ اُٹھائے اور (اگر اَوروں کے فارغ ہونے سے پہلے کھانے سے دست کشی کرنا چاہتا ہے تو) اپنے عذر کو ظاہر کر دے کیونکہ یہ (بے عذر کیے کھانے سے دست کشی کرنا) اُس کے ہم نشین کو شرمندہ کرتا ہے یعنی وہ بھی اپنا ہاتھ کھینچ لے گا اور ممکن ہے کہ ہنوز اُسے کھانے کی حاجت باقی ہو ۔

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَكَلَ مَعَ قَوْمٍ كَانَ اٰخِرَهُمْ اَكْلًا

امام جعفر اپنے والد امام محمد باقر سے روایۃ کرتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کے ساتھ کھانا کھاتے تو سب کے پیچھے کھانے سے فارغ ہوتے ۔

من المترجم

اگر میزبان خود بھی کھانے میں شریک ہو تو سب سے زیادہ اُس کو لحاظ رکھنا چاہیئے کہ سب سے پہلے اُٹھ کھڑے ہونے سے لوگ اُس کو تنگدل سمجھیں گے۔ اور دوسرے شرکاءِ ضیافت کو دوسروں کا ساتھ دینا اس لیے ضرور ہے کہ دوسرے بسیار خوار نہ سمجھے جائیں کہ بسیار خواری چونکہ دلیلِ حرص و طمع ہے داخلِ عیوب ہے۔ مصرع
کہ بسیار خوار است بسیار خوار۔

دعائے خیر

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَارَ اَهْلَ بَيْتٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَطَعِمَ عِنْدَهُمْ طَعَامًا فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ اَمَرَ بِمَكَانٍ مِّنَ الْبَيْتِ فَنُضِحَ لَهٗ عَلٰى بِسَاطٍ فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَدَعَا لَهُمْ۔ (بخاری)

انسؓ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک خاندان سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے اور وہیں کھانا تناول فرمایا جب باہر تشریف لانے لگے تو گھر کے ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا اور وہاں آپ کے لیے ایک چٹائی پر اُسے نرم کرنے کے لیے پانی چھڑکا گیا۔ پیغمبر صاحب نے اُس پر نماز پڑھی اور اُن کے لیے دعا کی۔

مہمان کو تین دن رات سے زیادہ نہ ٹھیرنا چاہیئے

عَنْ اَبِیْ شُرَیْحِ الْکَعْبِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ وَجَائِزَتُهٗ يَوْمٌ وَّلَيْلَةٌ وَّالضِّيَافَةُ ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ فَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ وَّلَا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَّثْوِيَ عِنْدَهٗ حَتّٰى يُحْرِجَهٗ۔ (صحیحین)

ابو شریحؓ کعبی سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خدا اور روز آخرۃ پر ایمان رکھتا ہے اُسے اپنے مہمان کی توقیر کرنی چاہیئے اُس کے ساتھ لطف احسان اور تکلف کرنے کا زمانہ صرف ایک دن رات اور معمولی مہمانی کا تین دن رات ہے اور اس کے بعد جو مہمان کے ساتھ سلوک کیا جائے وہ صدقہ ہے۔ مہمان کو میزبان کے پاس اتنا ٹھیرنا جائز نہیں کہ وہ تنگ ہو جائے ف اور مشقت میں پڑ جائے۔

ف علمائے لکھا ہے کہ اگر مہمان کسی عذر یا مرض وغیرہ کی وجہ سے میزبان کے ہاں ٹھیر جائے تو تین روز کے بعد اُسے اپنے پاس سے کھانا پینا چاہیئے میزبان کو کسی طرح کی تکلیف نہ دے اور اُسے تشویش میں نہ ڈالے۔ مطلب یہ ہے کہ مہمان کو چاہیئے کہ کسی طرح پر صاحب خانہ کا بار خاطر نہ ہو اسی سے ہم یہ مستنبط کرتے ہیں کہ مہمان فرمایش نہ کرے کھانے کی مقدار اور کیفیت میں نکتہ چینی نہ کرے صاحب خانہ پر اپنی بے رغبتی کو اگر ہو بھی ظاہر نہ ہونے دے ۱۲ من المترجم

دے کر احسان نہ رکھنا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا
صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى
كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ
وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ
تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ
فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا يَقْدِرُوْنَ
عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ○

(البقرہ ع ۳۶ پارہ ۳)

مسلمانو! اپنی خیرات کو احسان جتانے اور (سائل کو) ایذا دینے سے اُس شخص کی طرح اکارت مت کرو جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور روزِ آخرۃ کا یقین نہیں رکھتا تو اُس کی (خیرات کی) مثال چٹان کی سی ہے کہ اُس پر کچھ (تھوڑی سی) مٹی (پڑی) ہے۔ پھر اُس پر بڑے زور کا مینہ (برسا) اور اُس کو سپاٹ کر کے بہا لے گیا (اسی طرح قیامت میں ریاکاروں کو اُس (خیرات) میں سے جو انھوں نے کی تھی کچھ بھی ہاتھ نہیں لگے گا اور اللہ اُن لوگوں کو جو (نعمت کی) ناشکری کرتے ہیں ہدایت نہیں دیا کرتا۔

اصرار پر نرمی سے جواب دینا

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ○ (بقرہ ع ۳۶ پارہ ۳)

جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کیے پیچھے (کسی طرح کا) احسان نہیں جتاتے اور (خیرات لینے والے کو کسی طرح کی) ایذا دیتے ہیں اُن کو اُن (کے دیئے) کا ثواب اُنکے پروردگار کے ہاں سے ملے گا اور (آخرۃ میں) نہ تو اُن پر (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا۔ اور نہ وہ (کسی طرح پر) آزردہ خاطر ہونگے۔ نرمی سے جواب دے دینا اور (سائل کے اصرار سے) درگزر کرنا اُس خیرات سے بہت بہتر ہے جس کے (دیئے) پیچھے (سائل کو کسی طرح کی) ایذا ہو اور اللہ بے نیاز (اور) بُردبار ہے ف۱

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَاَلُوْهُ فَاَعْطَاهُمْ حَتّٰى اِذَا نَفِدَ مَا عِنْدَهٗ قَالَ مَا يَكُوْنُ عِنْدِيْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَهٗ عَنْكُمْ وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ وَمَآ اُعْطِيَ اَحَدٌ عَطَآءً هُوَ خَيْرٌ وَّاَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ (صحیحین)

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ انصار کے چند آدمی جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مانگنے آئے آپ نے اُن کو دے دیا پھر مانگا پھر دے دیا یہاں تک کے جتنا کچھ بھی آپ کے پاس تھا سب خرچ ہوگیا تو پیغمبر صاحب نے فرمایا جتنا مال بھی میرے پاس ہو میں ہرگز تم سے دریغ کرنے والا نہیں مگر بات یہ ہے کہ جو شخص مانگنے سے بچا رہے گا خدا اُسے محتاجی سے بچائے رکھے گا اور جو طبیعۃ کو مجبور کر کے صبر کرے گا خدا اُسے صبر کی توفیق دے گا اور کوئی شخص [illegible]

ف۱ بے نیاز ہے یعنی اُس کو ایسی خیرات کی پروا نہیں جو احسان جتا کر دی جائے اور بُردبار ہے کہ لوگ دے کر احسان جتاتے اور سائل کو ایذائیں دیتے ہیں اور وہ برداشت کرتا ہے ۔ واللہ غنی حلیم کے ترجمے سے اور ترجمے پر جو فائدہ لکھا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ سائل نہیں مانگتا بلکہ خدا خود مانگتا ہے یہ اسی قسم کی بات ہے جیسے اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ میں ہے جو اس نکتے کو سمجھے وہ مسلمان ممکن نہیں کہ سائل کے ساتھ بے رُخی کرے ۱۲

ف۲ (مسلمانو) اگر تم اللہ کو خوش دلی سے قرض دو تو (آخرۃ میں) وہ تم کو اس کا دونا (ادا) کر دے گا اور تمہارے گناہ معاف کرے گا (سوا لگ) ۱۲

عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ سَأَلْتُ
رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَأَعْطَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي
ثُمَّ قَالَ لِي يَا حَكِيمُ إِنَّ هٰذَا
الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ فَمَنْ أَخَذَهُ
بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ وَ
مَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ
يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ وَكَانَ كَالَّذِي
يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا
خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى فَقُلْتُ
يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَالَّذِي بَعَثَكَ
بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا
حَتَّى أُفَارِقَ الدُّنْيَا ۔ (صحیحین)

حزام کے بیٹے حکیم سے روایت ہے کہ میں نے
جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ
مال مانگا آپ نے دے دیا پھر مانگا پھر دے دیا
اس کے بعد مجھ سے فرمایا حکیم! یہ دنیا کا مال
سبز و شیریں ہے (کہ نظر میں خوشنما اور اچھا معلوم
ہوتا ہے) تو جو شخص اسے سخاوت نفس (یعنی بغیر
حرص طمع کے) لیتا ہے اُس کے لیے مال میں
برکت دی جاتی ہے اور جو نفس کی حرص کے ساتھ
لیتا ہے اُس کے لیے مال میں برکت نہیں دی
جاتی۔ اور وہ شخص اُس جیسا ہوتا ہے کہ کھاتا
تو ہے مگر پیٹ نہیں بھرتا اور (دینے والا)
اونچا ہاتھ (لینے والے) نیچے ہاتھ سے بہتر
ہے۔ حکیم کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا
یارسول اللہ۔ مجھے اُس خدائے (مقدّس)
کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا
ہے جیتے جی تو میں اب سے لے کر
کبھی کسی کو مانگ کر تکلیف
دینے کا
نہیں۔

مالی امداد

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ
الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ
آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلٰئِكَةِ
وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَآتَى الْمَالَ عَلٰى

(مسلمانو!) نیکی یہی نہیں کہ (نماز میں) اپنا مونہہ
مشرق (کی طرف کرلو) یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ
(اصل) نیکی تو اُن کی ہے جو اللہ اور روزِ آخرۃ اور
فرشتوں اور (آسمانی) کتابوں اور پیغمبروں
پر ایمان لائے اور مال (عزیز) اللہ کی۔

متن	ترجمہ
حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ (البقرہ ع ۲۲ پارہ ۲)	حبّ پر ف۱ رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیا اور (غلامی وغیرہ کی قید سے لوگوں کی) گردنوں (کے چھڑانے) میں (دیا) ف۲
اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ؕ ۝ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ (الذاریات ع۱ پارہ ۲۶)	بے شک پرہیزگار (بہشت کے) باغوں میں ہوں گے اور چشموں میں خدا کے اور بندے ف۳ یہ لوگ اِس سے پہلے نیکو کار تھے (عبادۃ میں مشغول رہنے کے سبب سے) رات کو بہت ہی کم سوتے تھے اور صبح سویرے (اپنے گناہوں کی) معافی مانگا کرتے تھے اور اُن کے مالوں میں حصّہ تھا اُس کا (جو مُونہ پھوڑ کر) مانگے اور جو صورۃ سوال ہو ۔
عَنْ اُمِّ بُجَيْدٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوا السَّآئِلَ وَلَوْ بِظِلْفٍ مُّحْرَقٍ ۔ (ابو داؤد۔ نسائی)	امِّ بجید صحابیہ انصاریہ کہتی ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مانگنے والوں کو خالی ہاتھ نہ پھیرو گو ایک سوختہ کھر ہی کیوں نہ ہو ۔
عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلسَّآئِلِ حَقٌّ وَّاِنْ جَآءَ عَلٰى فَرَسٍ (ابو داؤد)	امام حسین رض کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مانگنے والے کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے ف۴

ف۱ کا فائدہ اِسی آیۃ کے ساتھ حقوقِ قرابۃ کے عنوان نمبر ا میں دیکھو ۱۲

ف۲ یہ فائدہ بھی حقوقِ قرابۃ میں اسی آیۃ کے متعلق دیکھو ۱۲ ف۳ ترجمہ لفظوں سے کسی قدر الگ ہو گیا ہے مگر اُردو کا ٹھیٹھ محاورہ اختیار کر لیا گیا ہے اور لفظی ترجمہ یہ ہے کہ "جو کچھ اُن کو اُن کے پروردگار نے دیا ہو اُس کو (لپک لپک کر) لے رہے"

ف۴ مطلب یہ ہے کہ سائل کی ظاہری خوش حالی سے سائل پر بدگمانی نہیں کرنی چاہیئے اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ کسی کا کسی کو حال کیا معلوم عجب نہیں کوئی ایسی ہی مجبوری پیش آئی ہو کہ باوجود ظاہری خوش حالی کے سائل بنے بے غیرتی گوارا کر لیا ہو ۱۲

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّسْتَعِذْ مِنْكُمْ
فَاَعِيْذُوْهُ وَمَنْ سَاَلَ بِاللّٰهِ فَاَعْطُوْهُ
وَمَنْ دَعَاكُمْ فَاَجِيْبُوْهُ ÷ (ابوداؤد)

ابن عمر سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تمھاری پناہ میں
آنا چاہے اُسے پناہ دو اور جو خدا کا واسطہ دے کر مانگے
اُسے دو اور جو تمھاری دعوۃ کرے اُس کی دعوۃ
قبول کرو÷

عَنْ مَوْلًى لِعُثْمَانَ قَالَ اُهْدِيَ لِاُمِّ سَلَمَةَ
بِضْعَةٌ مِّنْ لَحْمٍ وَّكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ اللَّحْمُ فَقَالَتْ لِلْخَادِمِ
ضَعِيْهِ فِي الْبَيْتِ لَعَلَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُهُ فَوَضَعَتْهُ فِيْ كُوَّةِ
الْبَيْتِ وَجَاءَ سَائِلٌ فَقَامَ عَلَى الْبَابِ
فَقَالَ تَصَدَّقُوْا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكُمْ فَقَالُوْا
بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ فَذَهَبَ السَّائِلُ فَدَخَلَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اُمَّ
سَلَمَةَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ اَطْعَمُهُ
قَالَتْ لِلْخَادِمِ اذْهَبِيْ فَأْتِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ اللَّحْمِ
فَذَهَبَتْ فَلَمْ تَجِدْ فِي الْكُوَّةِ اِلَّا قِطْعَةَ
مَرْوَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ فَاِنَّ ذٰلِكَ اللَّحْمَ عَادَ مَرْوَةً لِمَا

عثمان کے غلام آزاد سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت
اُمِ سلمہ رض کو کسی نے گوشت کا ایک ٹکڑا ہدیۃً بھیجا اور
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت بہت بھاتا تھا
تو حضرت اُمّ سلمہ نے خادمہ سے فرمایا کہ اسے گھر
میں اُٹھا کر رکھ دے شاید پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کھائیں چنانچہ خادمہ نے اُسے اُٹھا کر گھر کے
طاقچے میں رکھ دیا اتنے میں ایک مانگنے والا آیا
اور دروازے پر کھڑے ہو کر کہا گھر والو! کچھ
خیرات کر دو خدا تمھیں برکت دے۔ گھر والوں نے
سائل کے جواب میں کہا کہ خدا تجھے بھی برکت
دے (یہ کلمہ ردِّ سائل کے لیے بولا جاتا ہے جیسے
ہمارے ہاں کہتے ہیں برکت ہو) یہ سن کر سائل
تو چلا گیا اور جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم گھر
میں تشریف لائے اور اُمّ المومنین اُمّ سلمہ سے
فرمایا کہ ام سلمہ! میرے کھانے کے لیے کوئی چیز
تمھارے پاس ہے؟ اُم سلمہ نے خادمہ سے
فرمایا کہ جاؤ اور وہ گوشت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ
وسلم کے سامنے حاضر کرو۔ خادمہ گئی تو طاقچے
میں ایک سفید پتھر کے سوا اَور کچھ نہ پایا۔
پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سائل
کو نہ دینے کی وجہ سے

لم تعطوہ السائل + (دلائل النبوۃ) وہ گوشت سفید پتھر بن گیا ف۱

ف۱ حدیث میں اس کی کچھ صراحۃ نہیں ہے کہ واقع میں گوشت کا ٹکڑا پتھر بن گیا تھا یا جس وقت گوشت رکھا گیا پہلے سے اُس طاق میں پتھر بھی تھا گوشت کوئی جانور چوہا وغیرہ کھا گیا پتھر پڑا رہ گیا۔ حدیث مختصر ہے اس کا بھی مذکور نہیں کہ جب جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کھانا طلب فرمایا تو اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے سائل کا ردّ کر دینا بیان کیا۔ حدیث کا حاصل مطلب اسی قدر ہے کہ سائل کو محروم نہ رکھا جائے اور واقعہ جو حدیث میں مذکور ہے وہ ایثار علی النفس کی ایک شان ہے کہ سائل کی حاجۃ کو اپنی حاجۃ پر مقدّم رکھا جائے ۱۲ من المترجم

جھڑکنا نہیں

وَالضُّحٰى ۝ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ (الضحیٰ پارہ ۳۰)

(اے پیغمبر ہم کو) چاشت (کے وقت) کی قسم اور رات کی (قسم) جب (سب چیزوں کو) ڈھانک لے کہ تمہارا پروردگار نہ تو تم سے دست بردار ہوا اور نہ (کسی طرح) ناخوش ہوا ف۲ اور البتہ آخرۃ تمہارے لیے (اس) دنیا سے کہیں بہتر ہے اور تمہارا پروردگار آگے چل کر تم کو اتنا کچھ دے گا کہ تم (بھی) خوش ہو جاؤ کیا تم کو اُس نے یتیم نہیں پایا (یعنی پایا) پھر جگہ دی ف۳ اور تم کو دیکھا کہ (راہِ حق کی تلاش میں بھٹکے) بھٹکے (پھر رہے) ہو تو (تم کو دینِ اسلام کا) سیدھا رستہ دکھا دیا اور تم کو مفلس پایا تو اُس نے غنی کر دیا ف۴ تو (ان نعمتوں کے شکریے میں) یتیم پر کسی طرح کا ظلم نہ کرنا اور نہ سائل کو جھڑکنا اور (لوگوں سے) اپنے پروردگار کے احسانات کا تذکرہ کرتے رہنا کہ یہ بھی شکرگزاری کا ایک طریقہ ہے)

ف۲ وحی کے آنے میں چند روز کی دیر ہوگئی تھی کافروں نے چھیڑنا شروع کیا کہ محمد کو اُس کے خدا نے چھوڑ دیا۔ یہ سورۃ اُس چھیڑ خانی کا جواب ہے ۱۲ ف۳ یعنی پہلے دادا عبد المطلب اور پھر چچا ابو طالب کے کنارِ عاطفت میں۔ اور یہ اس طرح پر کہ پیغمبر صاحب ابھی بطنِ مادر ہی میں تھے کہ آپ کے والد عبداللہ کا انتقال ہو گیا تو آپ کو آپ کے دادا نے پرورش کیا پھر دادا کے مرنے پیچھے چچا نے ۱۲ ف۴ ولادۃ سے پہلے والد کے انتقال کر جانے سے پیغمبر صاحب تہی دست رہ گئے دادا اور چچا نے پرورش کیا تو وہ بھی اُن کا احسان تھا پیغمبر صاحب کی تونگری جس کی منّت خدا اُن پر رکھتا ہے اس طرح پر شروع ہوئی کہ خدیجۃ الکبریٰ بڑی مال دار بی بی تھیں بیوہ اور ملک شام میں ان کی تجارت ہوا کرتی تھی۔ انھوں نے پیغمبر صاحب کی راستی اور دیانت داری کا شہرہ سنا اور اُن کو سرِ قافلہ بنا کر شام کو بھیجا تجارۃ میں خدا نے برکت دی اور خدیجۃ الکبریٰ نے پیغمبر صاحب سے نکاح کر لیا اور پیغمبر صاحب کی پہلی ہی بے سر و سامانی دور ہو گئی۔ یہی ان کی تونگری تھی ۱۲

من المترجم۔ قرآن کا تتبع کرنے سے بعد نکال دینے محصلین صدقات اور لونڈی غلام اور مجاہدین اور مؤلفۃ القلوب کے کہ ان کے نکال دینے کی وجوہ ہم بالتفصیل اوپر بیان کر چکے ہیں۔ اشخاص مفصلہ ذیل مالی امداد کے مستحق باقی رہتے ہیں۔ والدین۔ قرابتمند۔ یتامٰے مسافر۔ سائلین۔ مساکین۔ قرض دار۔ لیکن قرآن میں امداد کو تین لفظوں سے بیان فرمایا ہے۔ صدقات۔ انفاق خیر۔ ایتاء مال۔ ایتاء اور اعطاء دونوں قریب قریب مرادف یکدگر ہیں۔ انفاق کے معنی خرچ کرنا۔ ایتاء کے معنی دینا۔ ان مستحقین میں سے مساکین اور ابن السبیل یعنی مسافر اقسام سہ گانہ صدقات اور انفاق اور ایتاء میں بصراحۃ مذکور ہیں۔ سائلین صرف ایتاء کے ذیل میں ہیں اور غارمین صرف صدقات کے ذیل میں۔ سائلین اصل میں وہی فقراء اور مساکین ہیں مگر چونکہ یہ لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو مونہ پھوڑ کر مانگتے دوسرے وہ جو صورت سوال ہیں اس فرق کے ظاہر کرنے کے لیے سائلین کو فقراء اور مساکین سے الگ کر کے بیان کیا گیا۔ زکوٰۃ کا لفظ یوں تو قرآن میں بیسیوں جگہ ہے مگر جن آیتوں میں امداد مالی کے مستحقوں کو گنوایا ہے۔ ان میں سے کسی آیۃ میں زکوٰۃ کا لفظ نہیں۔ پس مستحقین زکوٰۃ کا پتہ لگانے کے لیے رجوع کرنا پڑا آیۃ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ الی اٰخرھا کی طرف کہ اس آیۃ میں والدین مذکور نہیں اور وہ مصرف زکوٰۃ میں بھی نہیں۔ اور ان کا مصرف زکوٰۃ نہ ہونا ایک خاص حدیث سے اور حدیث کے علاوہ تعامل سے ثابت ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ والدین کو مستحق زکوٰۃ قرار دینے سے والدین کی تذلیل پائی جاتی ہے۔ ہر ایک مستحق کی نسبت ہم بقدر ضرورۃ اوپر لکھ چکے ہیں۔ بڑی مشکل ہمارے ملک میں اس سے واقع ہو گئی ہے کہ نامستحق اپنے تئیں مستحق ظاہر کر کے لوگوں سے مالی امداد حاصل کرتے ہیں یہ تو ہم نہیں کہتے کہ اگر کوئی شخص دھوکے میں آ کر نامستحق کو دے تو اس کو ثواب نہیں ہوتا۔ دینے والے کی نیت بخیر ہے اور انما الاعمال بالنیات کی رو سے اسے ثواب کی بھی امید رکھنی چاہیئے۔ مگر اتنا تو ہم ضرور کہیں گے کہ دینے والے کو دیتے وقت احتیاط کرنی تو لازم ہے۔ کوئی شخص مغالطہ دہی کے لیے فقیر۔ مسکین۔ ابن السبیل بن سکتا ہے اور اس کا مجرد بیان لوگ تسلیم کر لیتے ہیں۔ تو اگر دیتے وقت احتیاط کر لی جائے۔ اس سے غالباً مستحقوں کا حق تلف نہیں ہوگا۔ آخر ایسے بھی تو مصارف ہیں جن کے استحقاق میں کسی طرح کا مغالطہ نہیں ہو سکتا مثلاً مدارس میں مالی مدد دینا یا یتیم خانوں میں۔ ایک بات داد و دہش کے متعلق یہ بھی کہنے کی ہے کہ مستحقین میں سے کسی ایک فریق کی تخصیص کرنا مناسب نہیں۔ ضروری احتیاط عمل میں لانے کے بعد ہمارے نزدیک تمام مصارف خیر میں حصہ لینا چاہیئے۔ کیا معلوم کون سا مصرف خدا کے ہاں مقبول ہو جائے۔ بہر کیف زکوٰۃ ہو یا صدقات ہوں یا کسی طرح کی مالی امداد ہو احتیاط طلب کام ہے۔ اور قومی فلاح میں اس کو دخل عظیم ہے۔ جس طرح مثلاً صحۃ نماز کے لیے طہارۃ۔ استقبال قبلہ وغیرہ شرطیں ہیں۔ اسی طرح صحۃ زکوٰۃ و صدقات کے لیے شرط ضروری ہے کہ جہاں تک ممکن ہو واقعی مستحق کو پونہچے ✤

حقوق یتامیٰ

نمبر ۱ سلوک

نمبر ۲ مدارات

نمبر ۳ خیر خواہی

نمبر ۴ شفقت مہربانی

نمبر ۵ کھانے کی امداد

نمبر ۶ حفظ مال و تصرف کی ممانعت

نمبر ۷ یتیم لڑکیاں نکاح میں ہوں تو خاص طور سے ان کے حقوق کی رعایت اور عدل و انصاف

نمبر ۸ صدقات اور مال غنیمت و فیٔ سے اُن کے خرچ پات کی مدد کرنا

سلوک

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ قف وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ط ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْکُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (بقرہ ع ۱۰ پارہ الٓمّٓ)

اور (وہ وقت) یاد کرو) جب ہم نے (اگلے) بنی اسرائیل (یعنی تمہارے بڑوں) سے پکا قول لیا کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرتے رہنا۔ اور رشتے داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ (بھی) اور لوگوں سے اچھی طرح (نرمی کے ساتھ) بات کرنا ف اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہنا پھر تم میں سے تھوڑے آدمیوں کے سوا باقی (سب) پھر بیٹھے اور تم لوگ (کچھ) ہو (ہی) بے پروا (کہ نصیحت کی طرف) متوجہ نہیں ہوتے ۔

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی

اور (لوگو!) اللہ ہی کی عبادت کرو اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ اور قرابت والوں

ف دوسرے معنی مفسرین نے یہ بھی لکھے ہیں کہ لوگوں کو نیکی کی تعلیم کرنا۔

سلہ خطاب پیغمبر صاحب کے وقت کے یہودیوں کی طرف ہے اور اس میں صراحت ہے کہ والدین اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ سلوک کرنے کا موسوی شریعت میں بھی حکم تھا اور حکم مؤکد تھا۔ علاوہ بریں ترک فعل پر ملامت کرنا اُس فعل کے مامور بہ ہونے کی دلیل ہے ۱۲

سلہ یہ پوری آیۃ مع ترجمے کے حقوق قرابۃ کے عنوان "حسن سلوک" کے ذیل میں پہلے نمبر میں گزر چکی ہے۔ تکرار کے خوف سے ہم نے یہاں صرف قدر ضرورۃ پر بس کی ۱۲

وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ (النساع ع ۶ پارہ ۵)	اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ سلوک کرو۔
عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْهِ یَتِیْمٌ یُحْسَنُ اِلَیْهِ وَشَرُّ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْهِ یَتِیْمٌ یُسَآءُ اِلَیْهِ (ابن ماجہ)	حضرت ابوہریرۃ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں میں سب سے بہتر وہ گھر ہے جس میں یتیم ہو اور گھروالے اُس کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہوں اور مسلمانوں میں سب سے بُرا اور بدتر وہ گھر ہے جس میں یتیم ہو اور گھروالے اُس کے ساتھ برائی سے پیش آتے ہوں۔
عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی یَتِیْمَةٍ اَوْ یَتِیْمٍ عِنْدَهٗ کُنْتُ اَنَا وَهُوَ فِی الْجَنَّةِ کَهَاتَیْنِ وَقَرَنَ بَیْنَ اِصْبَعَیْهِ۔ (احمد۔ ترمذی)	ابواُمامہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اُس یتیم لڑکی یا یتیم لڑکے کے ساتھ سلوک کریگا جو اُس کے پاس (اُس کی نگرانی میں) ہو تو میں اور وہ دونوں جنت میں ان دو انگلیوں جیسے پاس پاس ہونگے اور آپ نے (وسطےٰ اور سبابہ) دونوں انگلیوں کو ملا کر لوگوں کو دکھایا۔

من المترجم۔ آیات اور حدیث مذکورہ میں جو احسان کا لفظ آیا ہے اُس سے مراد بظاہر امداد مالی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ لفظ احسان میں والدین وغیرہ جمع ہیں اور امداد مالی کے سوا والدین وغیرہ کے ساتھ احسان کا اور کوئی پیرایہ نہیں۔

مدارات

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ فَاَکْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْ اَکْرَمَنِ وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْ اَهَانَنِ کَلَّا بَلْ لَّا تُکْرِمُوْنَ	لیکن انسان (کا حال یہ ہے کہ) جب اُس کا پروردگار (اِس طرح پر) اُس (کے ایمان) کو آزماتا ہے کہ اُس کو عزۃ اور نعمۃ دیتا ہے تو وہ (خوش ہو کر) کہتا ہے کہ میرا پروردگار میری (تعظیم و) تکریم کرتا ہے اور جب وہ اُس (کے ایمان) کو (اِس طرح پر) آزماتا ہے کہ اُس کی روزی اُس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ تنگدل ہو کر (بڑبڑاتا اور) پھر تا ہے کہ میرا پروردگار مجھے ذلیل سمجھتا ہے مگر تم لوگوں کا یہ خیال غلط ہے بلکہ (تم خود ایسے بخیل ہو کہ) یتیم کی۔

الْیَتِیْمَ ۝ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ۝ (فجر ع ۱ پارہ ۳۰)	خاطرداری نہیں کرتے ف۱ اور ایک دوسرے کو محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے۔
اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ ۝ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۝ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ۝ (ماعون پارہ ۳۰)	(اے پیغمبر) بھلا تم نے اُس شخص کے حال پر (بھی) نظر کی جو (روز) جزا کو جھوٹ سمجھتا ہے اور (اسی سبب سے) شخص ایسا سنگدل ہو گیا ہے کہ یتیم کو دھکے دے دیتا ہے اور مسکین (کو آپ کھانا کھلانا تو درکنار لوگوں کو بھی اُس کے ...

ف۱ مطلب یہ ہے کہ تمہاری طبیعتیں حریص اور طامع واقع ہوئی ہیں کہ روزی کی کشادگی اور تنگی کو عزت اور ذلت کا مدار سمجھتے ہو اور ایسے بخیل ہو کہ یتیم اور مسکین تک کی پروا نہیں کرتے ۱۲

ف۲ قرآن میں اکرام کا لفظ آیا ہے اور ہم نے اس کا ترجمہ کیا ہے "خاطرداری"۔ تو مطلب یہ ہے کہ یتیم کے ساتھ نرمی اور مدارات کے ساتھ قولاً و فعلاً پیش آنا چاہیے ۱۲

خیر خواہی

وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْیَتٰمٰی قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُکُمْ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَکُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۝ (بقرہ ع ۲۷ ۔ پارہ ۲)	اور (اے پیغمبر لوگ) تم سے یتیموں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو (ان کو سمجھا دو کہ جس میں) ان (یتیموں) کی بہتری (ہو وہی) بہتر ہو اور اگر ان سے مل جل کر رہو تو (وہ) تمہارے بھائی ہیں (کوئی غیر نہیں) اور اللہ بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے (الگ) پہچانتا ہے اور اگر خدا چاہتا تو تم کو مشکل میں ڈال دیتا بے شک اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے ف۲

ف۲ یتیموں کے مال کی حفاظت کے بہت احتیاط کا حکم تھا چنانچہ قرآن میں ایک جگہ فرمایا ہے کہ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق ناروا خورد بُرد کرتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں انگارے بھر رہے ہیں تو جو لوگ زیادہ احتیاط والے تھے اُنھوں نے یتیموں کا کھانا پینا سب الگ کر دیا کہ ایسا نہ ہو ان کی کوئی کوڑی ہمارے خرچ میں آجائے۔ خدا نے سمجھا دیا کہ اصلی غرض یتیم کی اصلاح حالت ہے۔ جس میں اس کا فائدہ ہو وہ کرو مگر اس کے کھانے پینے کو چھوت مت سمجھو ۱۲

شفقت و مہربانی

۱

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَسَحَ رَاْسَ یَتِیْمٍ لَمْ یَمْسَحْہُ اِلَّا لِلّٰہِ کَانَ لَہٗ بِکُلِّ شَعْرَةٍ تَمُرُّ عَلَیْھَا یَدُہٗ حَسَنَاتٌ (ترمذی)

ابو اُمامہ رضہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (ازراہِ شفقت و تلطف) یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے (اور) بجز خدا کی رضامندی کے اور کسی غرض سے ہاتھ نہیں پھیرتا تو اُسے ہر بال کے عوض جس پر اُس کا ہاتھ گزرتا ہے نیکیاں ملتی ہیں۔

۲

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلًا شَکٰی اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَسْوَةَ قَلْبِہٖ قَالَ امْسَحْ رَاْسَ الْیَتِیْمِ وَاَطْعِمِ الْمِسْکِیْنَ۔ (مسند احمد)

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنی سخت دلی کی شکایت کی فرمایا (شفقت و مہربانی) سے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر اور محتاج کو کھانا کھلا **ف۱**

کھانے کی امداد

۱

وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا ○ اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا ○ (الدہر ع ۱ پارہ ۲۹)

اور (نیکوکار وہ ہیں جو) خدا کا حب کر کے محتاج اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلا دیتے ہیں **ف۲** (اور اُن کو جتا بھی دیتے ہیں کہ) ہم تو تم کو صرف خدا کا مُونہ کر کے کھلاتے ہیں۔ ہم کو تم سے نہ (کچھ) بدلہ درکار ہے اور نہ شکر گزاری۔

ف۱ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے اپنی سنگدلی کی شکایت کی تھی اُس کو اظہارِ رحم کے مواقع پیش نہ آتے ہوں گے تو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کو ایسے مواقع بتا دیئے کہ اُن کے پیش آنے سے بتقاضائے فطرۃِ انسانی رحم کی تحریک ہوتی ہے یہی ہے علاج بالضد جو طبیبوں کا معمول ہے ۱۲ من المترجم

ف۲ حُبّہٖ کی ضمیر کا مرجع ہم نے خدا کو ٹھیرایا ہے اور بعض طعام کو ٹھیراتے ہیں تو اُنکے نزدیک ترجمہ یوں ہوگا کہ " باوجودیکہ خود اُن کو کھانے کی ضرورۃ تھی محتاج اور یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں ۱۲

أَلَمْ نَجْعَل لَّهُ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۝ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَا أَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ أَوْ إِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ أَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝

(سورہ بلد پارہ ۳۰)

کیا ہم نے انسان کو (ایک چھوڑ دو) دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے (بے شک دیئے) **ف۱** اور اُس کو نیکی اور بدی کے) دونوں رستے (بھی) دکھا دیئے۔ پھر (بھی وہ اِن نعمتوں کے شکر میں) گھاٹی میں سے ہو کر نہ نکلا **ف۲** اور (اے پیغمبر) تم کیا سمجھے کہ گھاٹی (سے ہماری) کیا (مراد) ہے (گھاٹی سے مراد ہے کسی کی گردن کا (غلامی یا قرض کے پھندے سے) چھڑا دینا یا بھوک کے دن یتیم (کو خاص کر جب کہ وہ اپنا) رشتہ دار (بھی ہو) یا محتاجِ خاک نشین کو (کھانا) کھلانا (تو جو ناحق کی شیخی مارتا ہے چاہیئے تھا کہ اس گھاٹی میں ہو کر گزرتا)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰوٰى يَتِيْمًا إِلٰى طَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ أَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ الْبَتَّةَ إِلَّا أَنْ يَّعْمَلَ ذَنْبًا لَا يُغْفَرُ وَمَنْ عَالَ ثَلٰثَ بَنَاتٍ أَوْ مِثْلَهُنَّ مِنَ الْأَخَوَاتِ فَأَدَّبَهُنَّ وَرَحِمَهُنَّ حَتّٰى يُغْنِيَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى أَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَوِ اثْنَتَيْنِ قَالَ أَوِ اثْنَتَيْنِ حَتّٰى لَوْ قَالُوْا أَوْ وَاحِدَةً فَقَالَ أَوْ وَاحِدَةً وَمَنْ أَذْهَبَ اللّٰهُ

ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یتیم کو اپنے کھانے پینے میں شریک کرے گا خدا اُس کے لیے جنت واجب کر دے گا بشرطیکہ کسی ایسے گناہ کا مرتکب نہ ہوا ہو جس کی خدا کے ہاں سے بخشش نہیں ہوتی (یعنی شرک و کفر وغیرہ) اور جو شخص تین بیٹیوں یا تین بہنوں کی کفالت و سرپرستی کرتا اور ساتھ ہی اُنھیں یہاں تک ادب دیتا اور اُن کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا ہے کہ خدا اُنھیں (بلوغ یا تزوج یا تموّل کی وجہ سے) بے پروا کر دے تو ایسے کے لیے بھی جنت واجب کرتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا دو بیٹیوں یا دو بہنوں کی عیالداری میں بھی یہی ثواب ملتا ہے فرمایا یا دو کی عیالداری کرے۔ (راوی کا بیان ہے کہ پیغمبر صاحب کو اُن کی مراعاۃ یہاں تک منظور تھی کہ) اگر لوگ ایک کی نسبۃ سوال کرتے تو آپ ایک ہی فرما دیتے (پھر فرمایا) اور جس کی خدا

ف۱ زبان کے ساتھ ہونٹوں کا ذکر خاص کر اس وجہ سے ہے کہ اگر ہونٹ نہ ہوں تو زبان اپنا کام نہ دے سکے ۱۲

ف۲ گھاٹی راہ دشوار گزار کو کہتے ہیں اور چونکہ دین کے اعتبار سے کسی کی گردن کا چھڑا دینا یا یتیم یا محتاج کو کھانا کھلانا مشکل مرحلے ہیں۔ اس لیے اِن اعمال کو گھاٹی فرمایا ۱۲

كَرِيمَتَيْهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا كَرِيمَتَاهُ قَالَ عَيْنَاهُ ؎

(شرح السنہ)

دونوں عزیز چیزیں چھین لیتا ہو اُس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ دونوں عزیز چیزیں کیا؟ فرمایا دونوں آنکھیں ف۱

ف۱ پیغمبر صاحب نے جو اندھوں کو جنت کی خوش خبری دی ہے تو اس سے وہی اندھے مراد ہیں جو آنکھوں کے جاتے رہنے پر صبر و شکر کرتے تنگ مزاجی کو جو لازمۂ نابینائی ہے مطلق دخل نہیں دیتے کسی کی طرف سے بدگمانی نہیں کرتے۔ ورنہ ہمارے ہاں تو یوں مشہور ہے کہ اندھا بے ایمان ہوتا ہے کیونکہ ایسے لوگوں کے دلوں میں ہر شخص کی طرف سے بدظنی پیدا ہو جاتی اور تنگ مزاجی بات بات سے ظاہر ہوتی ہے وہ اس مصیبت پر صبر نہیں کرتے بلکہ موقع دبے موقع شکوہ و شکایت کرتے رہتے ہیں۔ ایسے اندھے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت میں داخل نہیں اور نابینائی کو ذریعۂ گداگری بنانا جو کثر اندھوں میں دیکھا جاتا ہے۔ ہم تو اس کو بھی ایک طرح کی بے صبری و ناشکری ہی سمجھتے ہیں ۱۲ من المترجم

حفظِ مال اور تصرف کی ممانعت

وَآتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا ۝

اور یتیموں کے مال اُن کے حوالے کرو اور مالِ طیب کے بدلے مالِ حرام نہ لو ف۲ اور اُن کے مال اپنے مالوں میں ملا کر خورد برد نہ کرو کیونکہ یہ (بہت ہی) بڑا گناہ ہے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ۝ وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ

اور مال جس کو خدا نے تمہارے لیے (ایک طرح کا) سہارا بنایا ہے اُن (یتیموں) کے حوالے نہ کرو جو کم عقل ہوں۔ ہاں اُس میں سے اُن کے کھانے پہننے میں صرف کرو اور اُن کو نرمی سے سمجھا دو ف۳ اور یتیموں کو (دنیا کے) کاروبار میں لگائے رہو یہاں تک کہ نکاح (کی عمر) کو پہنچیں اُس وقت اگر اُن میں صلاحیت دیکھو تو اُن کے مال اُن کے

ف۱ لوگ اپنے ناقص مال سے یتیموں کا اچھا مال بدل لیتے تھے۔ خدا نے اس سے منع فرمایا کہ تمہارا مال اگرچہ ناقص ہے۔ لیکن حلال طیب ہے اور یتیموں کا مال اگرچہ اچھا ہے مگر تم پر حرام ہے تو گو ظاہر میں بُرے کے عوض میں اچھا لیتے ہو مگر حقیقت میں معاملہ بالعکس ہے ۱۲

ف۲ سمجھا دینے سے یہ کہہ دینا مراد ہے کہ یہ تمہاری چیز ہے اور ہم تمہارے ہی فائدے کے لیے اس کی حفاظت کرتے ہیں ۱۲

اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝ (نساء ۶، پارہ ۴)

حوالے کر دو اور ایسا نہ کرنا کہ اُن کے بڑے ہونے کے اندیشے سے فضول خرچی کر کے جلدی جلدی اُن کا مال کھا پی ڈالو اور جو (ولی سرپرست) با مقدور ہو اُسے (مالِ یتیم کے اپنے اوپر خرچ کرنے سے) بچا رہنا چاہیے اور جو حاجتمند ہو وہ دستور مطابق (بقدرِ ضرورۃ) کھائے (تو مضائقہ نہیں) اور جب اُن کے مال اُن کے حوالے کرنے لگو تو (لوگوں کو) اُن (کے مال کے لینے) کا گواہ کر لو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝ (نساء ۱۰، پارہ ۴)

جو لوگ ناحق (ناروا) یتیموں کے مال خورد برد کرتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بس انگارے بھرتے ہیں اور عنقریب (مرے پیچھے) دوزخ میں پڑیں گے۔

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ (انعام ۱۵۲، پارہ ۸)

اور (لوگو!) یتیم کے مال کے پاس (بھی) نہ جانا مگر ایسے طور پر کہ (اُس کے حق میں) بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی (کی عمر) کو پہنچے اور انصاف کے ساتھ پوری پوری ماپ کرو اور (پوری پوری) تول ہم کسی شخص پر اُس کی سمائی سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتے اور (گواہی دینی ہو یا فیصلہ کرنا پڑے) جب بات کہو تو گو (فریق مقدمہ اپنا) قرابتمند ہی (کیوں نہ ہو) انصاف (کا پاس) کرو اور اللہ کے (ساتھ جو عہد (کر چکے ہو اُس) کو پورا کرو یہ ہیں وہ باتیں جن کا تم کو

یتیم لڑکیاں نکاح میں ہوں تو خاص کر اُن کے حقوق کی رعایۃ اور عدل و انصاف

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى

اور اگر تم (مسلمانوں) کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں (کے بارے) میں انصاف قائم نہ رکھ سکو گے تو اپنی مرضی کے مطابق دو دو۔

وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝ (نساء ع ۱ پارہ ۴)

اور تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کر لو ف۱ لیکن اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ (کئی بیبیوں میں) برابری (کے ساتھ برتاؤ) نہ کر سکو گے تو (بس صورت میں) ایک ہی (بی بی کرنا) یا جو (لونڈی تمہارے) قبضے میں ہو اُسی پر قناعت کرنا) ف۲ نا منصفانہ برتاؤ سے

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاۗءِ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَي النِّسَاۗءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَھُنَّ مَا كُتِبَ لَھُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْھُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰي بِالْقِسْطِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِـيْمًا ۝ (نساء ع ۱۹ پارہ ۵)

اور (اے پیغمبر لوگ) تم سے (یتیم) عورتوں (کے ساتھ نکاح کرنے) کا حکم مانگتے ہیں تو (تم اُن کو سمجھا دو کہ اللہ تم کو اُن کے (نکاح کے) بارے میں اجازت دیتا ہے (اور پہلے بھی اجازت ہی تھی) اور (پہلے) قرآن میں جو (حکم) تم کو سنایا جا چکا ہے سو (وہ واقع ہیں) اُن یتیم عورتوں کے بارے میں ہے جن کو تم (اُن کا) حق جو اُن کے لیے ٹھیرا دیا گیا ہے نہیں دیتے اور (باوجود اِس کے) اُن کے ساتھ نکاح کرنے کی طرف راغب ہو اور نیز (خدا) بے بس بچوں کے بارے میں (بھی حکم دیتا ہے کہ اُن کے حقوق کی حفاظت کرو) اور (خاص کر) یہ کہ یتیموں کے حق میں انصاف کو ملحوظ رکھو اور (یتیموں کے ساتھ) کسی قسم کی بھی نیکی کرو گے تو اللہ اُس کو جانتا ہے (یعنی تم کو اُس کا اجر دے گا) ف۳

ف۱ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کرنے کی صورت یہ تھی کہ یتیم لڑکی کسی کی سرپرستی میں ہوتی اور وہ اُس کے مال یا جمال کی وجہ سے اُس کے ساتھ نکاح تو کر لیتا لیکن نکاح کے بعد اُس کے حقوق مہر وغیرہ کی چنداں پروا نہ کرتا۔ کیونکہ اِس بے چاری کا کوئی ولی وارث نہ تھا کہ حقوق بجا کر اُس کے حقوق لیتا اللہ نے فرمایا کہ جب تم انصاف نہیں کر سکتے تو تم اُن سے نکاح ہی مت کرو کسی اَور عورت سے کر لو۔ عورتوں کا دنیا میں کال نہیں"

ف۲ شرع کی رو سے صرف وہ کافر لونڈی غلام ہیں جو جہاد یعنی مذہبی لڑائی میں پکڑے آئیں پھر گرفتار ہونے پیچھے مال منقولہ کی طرح اُن کی خرید و فروخت بھی ہوتی رہتی ہے۔ اِس سے سوا اُس کے تک سارے ہندوستان میں کہیں لونڈی غلام نہیں اور حاکم وقت کی طرف سے بھی اِس کی سخت مناہی ہے اور یہ لوگ قحط میں بچے پال لیتے یا دوسرے خدمت پیشہ یہ ہم سب کی طرح آزاد ہیں اُن کے ساتھ لونڈی غلام کا سا برتاؤ کرنا گناہ ہے خدا کا اور جرم ہے حاکم کا ۱۲

ف۳ عرب کے لوگوں کے مزاج میں سختی اور درشتی تو تھی ہی اور ابنائے جنس میں سب سے زیادہ کم زور عورتیں اور یتیم ہیں تو اِن ہی دو گروہوں پر لوگوں سے طرح طرح کی بے رحمیاں ظاہر ہوتی تھیں اسلام نے اِن تمام ظلموں کی رخنہ بندیاں کیں جو احکام عورتوں کے بارے میں نازل ہوئے وہ اِس سے پہلے مذکور ہو چکے ہیں یتیموں کے مال کی حفاظت کے لیے حکم دیا گیا کہ خورد بُرد نہ کرنا تو لوگوں نے مارے ڈر کے یتیموں کا کھانا پینا الگ کر دیا چنانچہ پھر سمجھانا پڑا کہ ایسی تیر سیر سے یتیموں کو اَور اُلٹا نقصان پہنچتا ہے اُن کا کھانا پینا ساتھ رکھنے کا مضائقہ نہیں۔ اِس کی احتیاط چاہیے کہ اُن کی کسی طرح کی حق تلفی نہ ہو۔ اسی طرح یتیم لڑکیوں کے بارے میں ایک حکم دیا جا چکا ہے کہ اگر تم سے اُن کے حقوق کی رعایت نہ ہو سکے تو بہتر یہ ہے کہ اُن کو اپنے نکاح میں نہ لاؤ۔ صلاح کے طور پر ایک بات بتائی گئی تھی لوگوں نے سمجھا کہ یتیم لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا روا نہیں۔ اِس غلط فہمی کے آثار مترتب ہونے لگے کہ بعض صورتوں میں جیسا سرپرست یتیم لڑکی کے ساتھ خود نکاح کر لینے میں اُس کی پاسداری کرتا ... دوسرا شوہر نہیں کر سکتا اور خیال یہ تھا کہ نکاح کی مناہی ہے تو اِن آیتوں میں اِس غلط فہمی کی اصلاح کر دی گئی کہ یتیم عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی مناہی اُن کے حق کی حفاظت کے لیے ہے نہ الٹی اُن کی حق تلفی کے لیے *

صدقات اور مالِ غنیمۃ و فَے سے اُن کے خرچ پات کی مدد کرنا

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۭ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ○

(بقرہ ع ۲۶ پارہ ۲)

(اے پیغمبر) تم سے (لوگ) پوچھتے ہیں کہ (خدا کی راہ میں) کیا خرچ کریں تو (اُن کو) سمجھادو کہ (خیر خیرات کے طور پر) جو مال بھی خرچ کرو تو (وہ تمہارے) ماں باپ کا حق ہے اور قریب کے رشتے داروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا اور تم کوئی سی بھلائی بھی (لوگوں کے ساتھ) کروگے تو اللہ اُس کو جانتا ہے[۱]۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۔ (انفال ع ۵ پارہ ۱۰)

اور (مسلمانو!) جان رکھو کہ جو چیز تم (لڑائی میں) لوٹ کر لاؤ اُس کا پانچواں حصہ خدا کا اور رسول کا اور (رسول کے) قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا[۲]۔

مَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○

(حشر ع ۱ پارہ ۲۸)

جو (مال) اللہ اپنے رسول کو (ان بستیوں کے لوگوں سے) بِن لڑے بھڑے مُفت میں دلوا دے تو (وہ) اللہ کا (حق) ہے اور رسول کا اور (رسول کے) قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور (بے توشہ) مسافروں کا یہ (حکم) اس لیے (دیا گیا) کہ جو لوگ تم میں مالدار ہیں یہ (مال) اُن ہی میں چلتا پھرتا نہ رہے[ف] اور (مسلمانو!) جو چیز پیغمبر تم کو (ہاتھ اُٹھا کر) دے دیا کریں وہ تو لے لیا کرو اور جس چیز (کے لینے) سے تم کو منع کریں (اُس سے) دست کش رہو اور خدا (کے غضب) سے ڈرتے رہو (کیونکہ) خدا کی مار بڑی سخت ہے۔

ف مالداروں میں مال کے چلتے پھرتے رہنے کے بہت طریقے ہیں۔ ازانجملہ باہم تحفے تحائف دینے میں یا شادی بیاہ میں بطریق نیوتا دینے میں کہ اس صورۃ میں حق داروں کو اُن کا حق نہیں پہنچتا جیسا کہ اہلِ جاہلیت کا دستور تھا ۱۲

سلہ اس کا فائدہ عنوانِ "حقوقِ قرابۃ" میں اسی آیۃ کی تحت میں ملاحظہ ہو ۱۲

من المترجم

بے پدری ایسی سخت مصیبت ہے کہ بعض صورتوں میں مرجانا اُس سے بہتر ثابت ہوا ہے۔ اور خیر ایسی صورتیں کثیر الوقوع نہ بھی ہوں تاہم کم عمری میں باپ کے سایے کا سر پر سے اُٹھ جانا کہ وہ گھر بھر کا سرپرست ہی ایسا نقصان ہی جس کی تلافی ہو ہی نہیں سکتی۔ جس باغ کا مالی جس کھیت کا کاشتکار جس بچے کا باپ نہ ہو اُس کے پھولنے پھلنے پنپنے کی کیا اُمید۔ اِس نظر سے دیکھا جائے تو یتیم سے بڑھ کر کسی مصیبت زدہ کو بھی امداد و اعانت رعایت و شفقت کا استحقاق نہیں۔ دُنیا میں سیکڑوں طرح کی تکلیفیں ہیں اور بادشاہ سے لے کر فقیر تک کوئی اِن تکلیفوں سے بچا نہیں **قطعہ** درعالمِ بے وفا کسے خرّم نیست ✤ شادی ونشاط در بنی آدم نیست ✤ آن کس کہ دریں زمانہ اوراغم نیست ✤ یا آدم نیست یا دریں عالم نیست ✤ اور یہ تکلیفیں اکثر آدمی کی اپنی بے تدبیری اپنی بدکرداری کی وجہ سے پونہچتی ہیں ماۤ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَاۤ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ[1] مگر کچھ تکلیفیں اضطراری بھی ہیں اور از انجملہ بے پدری۔ اور اسی لیے وہ سب سے زیادہ قابلِ رحم ہے۔ کیونکہ یتیم کا اُس میں کچھ قصور نہیں۔ یتیم کا حق کچھ اِس طرح کا تو ہے نہیں کہ ہم پر اُس کا کچھ اُدھار آتا ہے۔ مگر چونکہ خدا نے اِنسان کو ایسا مخلوق پیدا کیا ہے کہ وہ چار و ناچار اپنے ابناءِ جنس کے ساتھ مل کر رہے اور ایک ساتھ مل کر رہنا اُنس و محبت کے بدون ہو نہیں سکتا۔ اِس لیے خدا نے انسان کی طبیعت میں ہمدردی کا خاصّہ رکھّا جیسے اجسام میں کشش کا۔ پانی میں نشیب کی طرف بہنے کا۔ پس جس میں رحم نہیں وہ حقیقت میں انسان نہیں **شعر** تو کز محنتِ دیگراں بےغمی ✤ نشاید کہ نامت نہند آدمی ✤ اور چونکہ یتیمی کی مختلف حالتیں ہوسکتی ہیں۔ خدا نے اور خدا کے رسول نے اختلاف حالت پر نظر کرکے ہر ایک طرح کے یتیم کے لیے اُس کی ہمدردی کا طریقہ بتا دیا ہے جو آیات اور احادیث مذکورۂ بالا سے ظاہر ہے۔ ہمارے وقتوں میں سب سے زیادہ مفید سلوک جو یتیموں کے ساتھ کیا جا سکتا ہے یہ ہے کہ اُن کو مناسبِ حال اِس قابل کر دیا جائے کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکیں۔ مسلمانوں کو بقدرِ واجب نہیں تو کسی قدر یتیم خانوں کا اور یتیموں کی تعلیم و تربیت کا خیال ہو بھی چلا ہے ✤ والحمد للہ علیٰ ذٰلک ✤

---

[1] (اے بندے حقیقت حال تو یہ ہے کہ) تجھ کو کوئی فائدہ پونہچے تو (سمجھ کہ) اللہ کی طرف سے ہے اور تجھ کو کوئی نقصان پونہچے تو (سمجھ کہ) تیرے نفس کی طرف سے ہے ۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آزاد کرنا
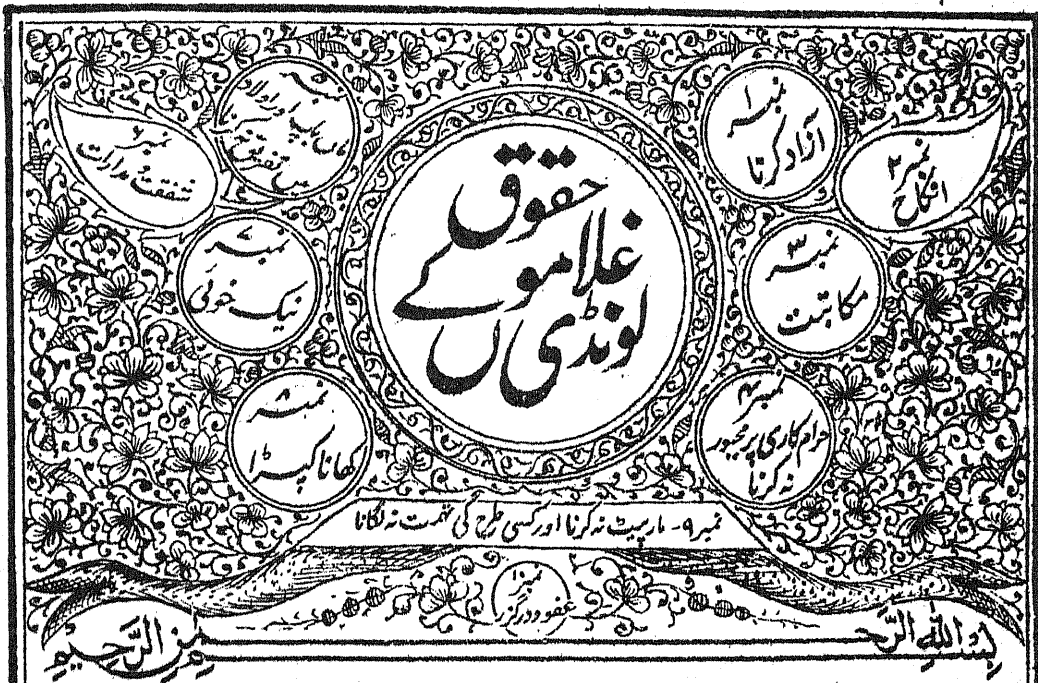
لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○

(المائدہ ع ۱۲ پارہ ۷)

(مسلمانو!) تمہاری قسموں میں جو لایعنی ہیں اُن پر تو خدا تم سے (کچھ) مواخذہ کرتا نہیں ف ہاں پکی قسم کھا لو (اور پھر اس کے خلاف کرو) تو خدا تم سے (اُس کا) مواخذہ کرے گا تو اس (پکی قسم کے توڑنے) کا کفارہ دس مسکینوں کو متوسط درجے کا کھانا کھلا دینا ہے جیسا تم اپنے اہل و عیال کو کھلایا کرتے ہو یا اُن (ہی دس مسکینوں) کو کپڑے بنا دینا یا ایک بردہ آزاد کرنا پھر جس کو (بردہ) میسّر نہ ہو تو تین دن کے روزے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب کہ تم قسم (تو) کھا لو (اور اُس میں پورے نہ اُترو) اور اپنی قسموں (کے پورا کرنے) کی احتیاط رکھو۔ اسی طرح اللہ اپنے احکام تم سے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم (اُس کی) شکرگزاری کرو (کہ وہ تم کو ادب سکھاتا ہے)۔

ف لایعنی سے مراد وہ قسم ہے جو بے قصد و ارادہ زبان سے نکل جائے۔ اور دوسرے پارے کے بارھویں رکوع میں بھی لایعنی قسموں کا مذکور ہے۔ وہاں دیکھو ۱۲

وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○

(المجادلہ ۱۶ پارہ ۲۸)

اور جو لوگ اپنی بیبیوں سے ظہار کرتے ہیں پھر لوٹ کر وہی (کام) کرنا چاہتے ہیں جس کو کہہ چکے ہیں (کہ نہیں کریں گے)، تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے (مرد کو) ایک بردہ آزاد کرنا چاہیئے (مسلمانو!) تم کو یہ نصیحۃ کی جاتی ہے (تاکہ اُس پر کاربند رہو) اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ کو اُس کی (سب) خبر ہے ف۱

فَكُّ رَقَبَةٍ ○ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ○ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ○ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ○ (البلد۔ پارہ ۳۰)

(گھاٹی سے مراد ہے کسی کی) گردن کا (غلامی یا قرض کے پھندے سے) چھڑا دینا یا بھوک کے دن یتیم (کو خاص کر جب کہ وہ اپنا) رشتہ دار (بھی ہو) یا محتاج خاک نشین کو (کھانا) کھلانا ف۲

عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلِّمْنِيْ عَمَلًا يُّدْخِلُنِي الْجَنَّةَ قَالَ لَئِنْ كُنْتَ اَقْصَرْتَ الْخُطْبَةَ لَقَدْ اَعْرَضْتَ الْمَسْئَلَةَ اَعْتِقِ النَّسَمَةَ وَفُكَّ الرَّقَبَةَ

براء بن عازب کہتے ہیں کہ ایک بادیہ نشین جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ مجھے کوئی ایسا کام بتا دیجیے جو مجھے جنت میں لے جا دخل کرے فرمایا اگرچہ تو نے کلام میں بہت اختصار کیا ہے مگر تیرا سوال بڑا لمبا چوڑا ہے اچھا تو تو بردہ آزاد کر اور گردن خلاص کر

ف۱ اسلام سے پہلے اہل عرب میں عورتوں کی بڑی مٹی خوار تھی اور قرآن میں کئی جگہ عورتوں کے حقوق کی حفاظت کے احکام موجود ہیں از انجملہ یہ ظہار کا مسئلہ ہے کہ یہ بھی ایک قسم کی طلاق تھی۔ مرد غصے میں آ کر بی بی سے کہہ دیتا تھا کہ تو میری ماں کی جگہ ہے یا تیری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ کی جگہ ہے۔ اتنا کہہ دینے سے میاں بی بی میں جدائی ہو جاتی تھی۔ اسی کو اصطلاح شرع میں ظہار کہتے ہیں اور لفظ ظہار نکلا ہے ظہر سے جس کے معنی پیٹھ کے ہیں اسلام نے ظہار کا طلاق ہونا تسلیم نہیں کیا مگر ہاں ایسی لغو باتوں کے انسداد کے لیے کفارہ ٹھیرا دیا ہے ۱۲ ف۲ اس آیۃ کی توضیح کے لیے حقوق یتامےٰ عنوان "کھانے کی امداد" کے ذیل میں دسویں نمبر کو پڑھو وہاں پوری آیۃ مع ترجمہ و فوائد نقل کی گئی ہے

ف۳ اس سے کہ خدائے تعالیٰ نے غلام کے آزاد کرنے کو ایک جرم کا کفارہ یعنی جرمانہ قرار دیا ایک ادا شناس سمجھ سکتا ہے کہ لونڈی غلاموں کے بارے میں خدا کو کیا منظور ہے اور وہ سوائے اس کے نہیں ہے کہ خدا اپنے بندوں میں سے کسی کو قید غلامی میں رکھنا پسند نہیں کرتا ۱۲
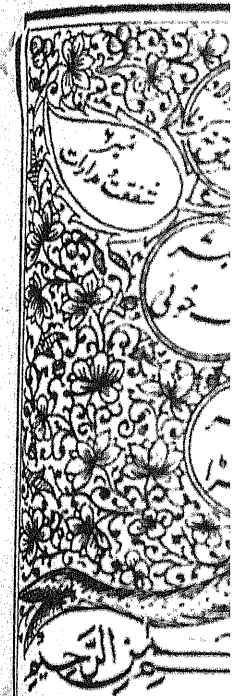
قَالَ أَوَلَيْسَا وَاحِدًا قَالَ لَا عِتْقُ النَّسَمَةِ أَنْ تَفَرَّدَ بِعِتْقِهَا وَفَكُّ الرَّقَبَةِ أَنْ تُعِينَ فِي ثَمَنِهَا وَأَعْطِ الْمِنْحَةَ الْوَكُوفَ وَالْفَيْءَ عَلَى ذِي الرَّحِمِ الظَّالِمِ فَإِنْ لَمْ تُطِقْ ذٰلِكَ فَأَطْعِمِ الْجَائِعَ وَاسْقِ الظَّمْآنَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ فَإِنْ لَمْ تُطِقْ ذٰلِكَ فَكُفَّ لِسَانَكَ إِلَّا مِنْ خَيْرٍ ۔ (بیہقی)

بادیہ نشین بولا کہ حضرتؐ! کیا یہ دونوں باتیں (یعنی اعتاقِ نسمہ اور فکِّ رقبہ) ایک چیز نہیں ہیں فرمایا نہیں بردہ آزاد کرنے کے یہ معنی ہیں کہ تو اس کے آزاد کرنے میں تنہا ہو (یعنی کوئی اور شریک نہ ہو) اور گردن خلاص کرنے کا یہ مطلب ہے کہ تو اس کی قیمت میں مدد کرے (یعنی مالک نے اس کے آزاد ہونے کو ایک مقرر قیمت پر معلق کر دیا ہو اور تو قیمت کا کچھ حصہ اسے دے ڈالے) اور دودھ الاجا نور کسی محتاج کو دودھ پینے کے لیے مستعار دے دے اور رشتہ دار پر احسان و رحمت کے ساتھ رجوع کر اگرچہ وہ ظالم اور قاطعِ رحم ہی کیوں نہ ہو پھر اگر تو ان باتوں کے کرنے کی ....

اِنکاح

وَأَنْكِحُوا الْأَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ (نور ع ۴ پارہ ۱۸)

اور (مسلمانو!) اپنی رانڈوں کے نکاح کر دو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں میں سے ان کے جو نیک بخت ہوں اگر یہ لوگ محتاج ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا اور اللہ گنجایش والا (اور سب کے حال سے) واقف ہے ف۱

مُکَاتَبَت

وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللّٰهِ الَّذِي آتٰكُمْ (نور ع ۴ پارہ ۱۸)

اور (مسلمانو!) تمہارے ہاتھ کے مال (یعنی غلاموں) میں سے جو مکاتبت کے خواہاں ہوں تو تم ان کے ساتھ مکاتبت کر لیا کرو بشرطیکہ تم ان میں بہتری (کے آثار) پاؤ اور مالِ خدا میں سے جو اس نے تم کو دے رکھا ہے ان کو بھی دو ف۲

ف۱ اس سے بڑھ کر لونڈی غلاموں کی پرداخت اور کیا ہوگی کہ مالکوں کو ان کے بیاہ دینے تک کی تاکید ہے ۱۲ ف۲ اصطلاحِ شرع میں مکاتبت کے یہ معنی ہیں کہ غلام اپنے مالک سے کہے کہ میں تم کو محنت مزدوری وغیرہ سے اتنا روپیہ کما دوں گا وہ رقم لے کر تم مجھ کو آزاد کر دینا اور مالک اس پر رضامند ہو جائے ازبسکہ غلامی ایک بڑا عذاب ہے اگر کوئی غلام اس سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے تو مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اس کی آزادی میں مخل اور مضایقہ نہ کریں بلکہ

مکاتبت ٹھیرے پیچھے خود بھی سلوک کرتے رہیں یا اپنا روپیہ دے کر اس سے کمائی کرالیں بشرطیکہ معلوم ہو کہ کمانے کا سلیقہ رکھتا ہے چٹورہ اور آوارہ اور بدوضع نہیں ہے ۱۲

عَنْ عُمَرَ بْنِ اَنَسٍ قَالَ سَأَلَ سِيْرِيْنُ اَنَسًا الْمُكَاتَبَةَ وَكَانَ كَثِيْرَ الْمَالِ فَاَبٰى سَيِّدُهٗ فَانْطَلَقَ سِيْرِيْنُ اِلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَدَعَاهُ عُمَرُ فَقَالَ لَهٗ كَاتِبْهُ فَاَبٰى فَضَرَبَهٗ بِالدِّرَّةِ وَتَلَا فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا فَكَاتَبَهٗ ۔ (بخاری)

عمر بن انس کہتے ہیں کہ سیرین نے (اپنے مالک) انس سے مکاتبۃ کی درخواست کی اور سیرین بڑا متموّل آدمی تھا اُس کے آقا (انس) نے مکاتبۃ کرنے سے انکار کردیا تو سیرین نے حضرۃ عمر رضہ کے پاس جاکر اپنے آقا کی شکایۃ کی حضرۃ عمر رضہ نے اُسے بلاکر فرمایا کہ سیرین سے مکاتبۃ کرلے اُس نے آپ کے سامنے بھی انکار کیا تو حضرۃ عمر رضہ نے اُسے دِرّے سے مارا اور آیہ فکاتبوھم

حرام کاری پر مجبور نہ کرنا

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (النور ع ۴ پارہ ۱۸)

اور (لوگو!) تمہاری لونڈیاں جو پاک دامن رہنا چاہتی ہیں اُن کو دنیا کی زندگی کے عارضی فائدے کی غرض سے حرام کاری پر مجبور نہ کرو ف اور جو اُن کو مجبور کرے گا تو اللہ اُن کے مجبور کیے گئے پیچھے بخشنے والا مہربان ہے ۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ اُبَيِّ بْنِ سَلُوْلٍ يَقُوْلُ لِجَارِيَةٍ لَهٗ اِذْهَبِيْ فَابْغِيْنَا شَيْئًا فَاَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰى وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا ۔ (مسلم)

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن اُبَیّ بن سلول اپنی لونڈی کو کہا کرتا تھا کہ جا اور ہمارے لیے خرچی کی کمائی سے کچھ لا اس پر خدا تعالیٰ نے آیۂ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا نازل فرمائی ۔

ف اِس جگہ ذرا سا دھوکا ہوتا ہے کہ لونڈی از خود پاک دامن ہو کر نہ رہنا چاہے تو اُسکو بدکاری پر مجبور کیا جا سکتا ہو لیکن صورۃ و توعی نہیں کیونکہ جب لونڈی از خود پاک دامن ہو کر نہ رہنا چاہے گی تو اُس کو بدکاری پر مجبور کرنے کی ضرورۃ ہی کیوں ہونے لگی اصلِ مطلب لونڈیوں کی خرچی کی کمائی سے نفرۃ دلانا اور منع کرنا ہے ۱۲

ماں باپ اور اولاد میں تفریق نہ کرنا

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ وَالِدَۃٍ وَّوَلَدِھَا فَرَّقَ اللّٰہُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اَحِبَّتِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ٭ (ترمذی)

ابو ایوب[1] کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو شخص لونڈی ماں اور اُس کے فرزند میں جدائی ڈالے گا ف (مثلاً ماں کو فروخت کر دے اور اُس کے فرزند کو رہنے دے یا فرزند کو بیچ ڈالے اور ماں کو رہنے دے یا ایک کو ایک کے ہاتھ اور دوسرے کو دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالے) تو خدا قیامت کے[3]

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ وَھَبَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غُلَامَیْنِ اَخَوَیْنِ فَبِعْتُ اَحَدَھُمَا فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا عَلِیُّ مَا فَعَلَ غُلَامُکَ فَاَخْبَرْتُہٗ فَقَالَ رُدَّہٗ رُدَّہٗ ٭ (ترمذی)

حضرة علی[2] رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دو غلام عطا کیے جو دونوں بھائی بھائی تھے میں نے اُن میں سے ایک کو فروخت کر دیا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھسے فرمایا علی! تمھارا غلام کیا ہُوا میں نے اُس کے بیچ دینے کی خبر دی فرمایا (بیع کو فسخ کرکے) اُسے پھیر لو (بیع کو فسخ کرکے) اُسے پھیر لو ٭

ف حدیث میں مطلق والدہ اور ولد کا لفظ آیا ہے اور ہم نے والدہ کی تخصیص کی ہے لونڈی ماں کے ساتھ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگلی حدیث میں جس کے راوی حضرة علی کرم اللہ وجہہ ہیں یہی مضمون بیان ہوا ہے اور اُس میں غُلَامَیْنِ اَخَوَیْنِ کی صاف تصریح موجود ہے ۱۲

ف۲ یہ مضمون قرآن کی ایک آیۃ سے ملتا ہوا ہے اگر اس کو اس آیۃ سے ملا کر پڑھوگے تو مطلب خوب ذہن نشین ہو جائیگا۔ کیونکہ اُس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خدا جنت میں لوگوں کی فطری قرابت داریوں کی رعایت کریگا اور جب جنت میں فطری قرابت داریوں کی رعایت ہو تو یہاں دنیا میں کیوں نہ ہو آیت یہ ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْہُمْ ذُرِّیَّتُہُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِہِمْ ذُرِّیَّتَہُمْ وَمَآ اَلَتْنٰہُمْ مِّنْ عَمَلِہِمْ مِّنْ شَیْءٍ کُلُّ امْرِیءٍ بِمَا کَسَبَ رَھِیْنٌ۔ یعنی اور جو لوگ ایمان لائے اور اُن کی اولاد ایمان کے ساتھ (نیک عملوں میں) اُن کی پیروی کرتی رہی (گو عمل میں اُن سے کسی قدر قصور بھی ہوا ہو تاہم جنتیوں کے پاس خاطر سے ہم اُن کی اولاد کو (بھی جنت میں) اُن کے ساتھ لے جا شامل کرینگے اور جنتیوں کے اعمال (کے صلے) میں سے کچھ بھی کم نہیں کرینگے (اور) ہر شخص اپنے عمل کے بدلے میں گروی ہے[5] ۱۲

ف۵ عمل کے بدلے میں گروی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نجاۃ اعمال نیک پر موقوف ہے نیک عمل کرے تو نجاۃ پائے یعنی جس طرح مال مرہونہ زر رہن کے بدلے گرو ہوتا ہے اور بے ادائے زر رہن مرتہن کے قبضے سے خلاص نہیں ہو سکتا اسی طرح اعمال نیک کے بدون عاقبۃ میں نجاۃ نہیں ہو سکتی اسی کے قریب قریب یہ ایک آیۃ اور ہے ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ۔ یعنی اللہ نے مسلمانوں سے اُن کی جانیں اور اُن کے مال (اس وعدے پر) خرید لیے ہیں کہ اُن کے بدلے اُن کو جنت (دے گا) ۱۲

[3] دن اس میں اور اس کے پیاروں میں جدائی ڈالے گا

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الْوَالِدِ وَوَلَدِہٖ وَبَیْنَ الْاَخِ وَبَیْنَ اَخِیْہِ + (ابن ماجہ)

ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں پر لعنت کی جو باپ بیٹے اور بھائی بھائی میں جدائی ڈالیں +

شفقت و مُدارات

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ فِیْ مَرَضِہِ الصَّلٰوۃَ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ (مسند امام احمد۔ ابوداؤد)

ام المومنین حضرۃ ام سلمہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایۃ کرتی ہیں کہ آپ اپنے مرضِ وفات میں فرماتے تھے کہ لوگو! نماز کی پوری پوری محافظۃ کرنا اور لونڈی غلاموں کے حقوق کی رعایت کرتے اور [illegible]

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَنَعَ لِاَحَدِکُمْ خَادِمُہٗ طَعَامَہٗ ثُمَّ جَاءَ بِہٖ وَقَدْ وَلِیَ حَرَّہٗ وَدُخَانَہٗ فَلْیُقْعِدْہُ مَعَہٗ فَلْیَاْکُلْ فَاِنْ کَانَ الطَّعَامُ مَشْفُوْھًا قَلِیْلًا فَلْیَضَعْ فِیْ یَدِہٖ مِنْہُ اُکْلَۃً اَوْ اُکْلَتَیْنِ (مسلم)

حضرۃ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (لوگو!) جب تم میں سے کسی کا خادم[1] اس کے لیے کھانا تیار کر کے لائے حالانکہ اُس نے آگ کے سامنے بیٹھ کر آگ کی گرمی اور دھوئیں کی تکلیف اُٹھائی ہے تو اُسے اپنے ساتھ بٹھا کر اُس کے ساتھ کھانا کھائے اگر کھانا بہت ہی کم اور تھوڑا ہو تو اُس میں سے خدمتگار کے ہاتھ پر ایک لقمہ یا دو لقمے دے دے +

[1] خادم کے لغوی معنی ہیں خدمتگار کے۔ عام ہے کہ وہ لونڈی غلام ہو یا اجیر نوکر۔ ملازم۔ مگر یہاں مراد ہے لونڈی غلام کیونکہ اُن وقتوں میں اِس قسم کے کام فی اغلب الاحوال لونڈی غلاموں ہی کے سپرد ہوتے تھے اور جب لونڈی غلاموں کے ساتھ یہ رعایت ہے تو اجیر اور نوکر کے ساتھ بدرجہ اولےٰ ۱۲

نیک خوئی

عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ يَسَّرَ اللّٰهُ حَتْفَهٗ وَاَدْخَلَهٗ جَنَّتَهٗ رِفْقٌ بِالضَّعِيْفِ وَشَفَقَةٌ عَلَى الْوَالِدَيْنِ وَاِحْسَانٌ اِلَى الْمَمْلُوْكِ (ترمذی)

حضرت جابر جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا جس میں تین خصلتیں ہوتی ہیں خدا اُس کی موت آسان کر دیتا ہے اور آخرت میں اُسے اپنی جنت میں داخل کرے گا ناتوانوں اور مسکینوں کے ساتھ نرمی کرنا ایک. ماں باپ کے

عَنْ رَافِعِ بْنِ مَكِيْثٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُسْنُ الْمَلَكَةِ يُمْنٌ وَّ سُوْءُ الْخُلُقِ شُوْمٌ ٭ (ابوداؤد)

مکیث کے بیٹے رافع سے روایت ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لونڈی غلاموں کے ساتھ نیک خوئی سے برتاؤ کرنا موجب برکت ہے اور بدخُلقی سے پیش آنا باعثِ بے برکتی ٭

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِشِرَارِكُمُ الَّذِيْ يَاْكُلُ وَحْدَهٗ وَيَجْلِدُ عَبْدَهٗ وَ يَمْنَعُ رِفْدَهٗ ٭ (مشکوٰۃ)

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! میں تمھیں بتا دوں کہ تم میں بدترین لوگ کون ہیں وہ جو تنہا کھاتا اور اپنے غلام کو تازیانہ مارتا اور اپنی بخشش اُس سے روک لیتا یعنی کچھ نہیں دیتا ہے ٭

عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ رَاَيْتُ اَبَا ذَرٍّ الْغِفَارِيَّ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَّعَلٰى غُلَامِهٖ حُلَّةٌ فَسَاَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنِّيْ سَابَبْتُ رَجُلًا فَشَكَانِيْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعَيَّرْتَهٗ بِاُمِّهٖ ثُمَّ قَالَ اِنَّ

معرور بن سوید کہتے ہیں میں نے ابوذر غفاری کو دیکھا کہ وہ ایک حلّہ (جوڑا) پہنے ہوئے تھے اور اُن کا غلام بھی ویسا ہی حُلّہ پہنے ہوئے تھا جب ہم نے اِس کی وجہ دریافت کی تو کہا مجھ میں اور ایک شخص میں گالی گلوج ہو گئی تھی اُس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شکایۃ جا لگائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ابوذر! کیا تو نے اِسے ماں

اِخْوَانُکُمْ خَوَلُکُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ فَمَنْ كَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ يَدَيْهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَاْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ ٭ (بخاری)

کہ (تمھارے لونڈی غلام جو باعتبار آدم زاد ہونے کے تمھارے) بھائی (ہیں) تمھارے اعوان و انصار ہیں خدا نے اُن کو تمھارے قبضے میں کردیا ہو توجس کا بھائی اُس کے قبضے میں ہو اُسے چاہیئے کہ جیسا خود کھاتا ہو اُسے کھلائے جیسا خود پہنتا ہے اُسے پہنائے ٭

کھانا کپڑا

۱ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمَمْلُوْكِ طَعَامُهٗ وَكِسْوَتُهٗ وَلَا يُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا يُطِيْقُ ٭ (مسلم)

۱ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہو کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لونڈی غلام کا کھانا کپڑا اُس کا حق ہے اور وہ (یعنی لونڈی غلام) اُسی چیز کی تکلیف دیئے جائیں جو اُن کے بس کی ہو ٭

۲ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمْ اِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ فَمَنْ جَعَلَ اللّٰهُ اَخَاهُ تَحْتَ يَدَيْهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَاْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا يُكَلِّفْهُ مِنَ الْعَمَلِ مَا يَغْلِبُهٗ فَاِنْ كَلَّفَهٗ مَا يَغْلِبُهٗ فَلْيُعِنْهُ عَلَيْهِ ٭ (صحیحین)

۲ ابوذر سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لونڈی غلام تمھارے بھائی بہن ہیں خدا نے انھیں تمھارا زیردست کردیا ہو توجس کے بھائی (بہن) کو خدا اُس کا زیردست کرے تو اُسے اُسی قسم کا کھانا کھلائے جس قسم کا خود کھاتا ہو اور اُسی طرح کا لباس پہنائے جیسا آپ پہنتا ہو اور کسی ایسے کام کی (اول تو) تکلیف (ہی) نہ دے جو اُس پر غالب آجائے (اور کرتے بن نہ پڑے) اور اگر احیاناً ایسے کام کی تکلیف دے (بھی) جو اُس کی طاقت سے باہر ہو تو خود اُس کی مدد کرے (اور اُس کام میں اُس کا شریک ہو جائے) ٭

۳ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو جَاءَهٗ قَهْرَمَانٌ لَهٗ فَقَالَ لَهٗ اَعْطَيْتَ الرَّقِيْقَ قُوْتَهُمْ قَالَ لَا

۳ روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمرو کے پاس اُن کا داروغہ آیا تو انھوں نے فرمایا کیا تو غلاموں کو اُن کی قوت دے آیا ہے داروغہ نے عرض کیا نہیں

قَالَ فَانْطَلِقْ فَاَعْطِهِمْ قُوْتَهُمْ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَفٰى بِالرَّجُلِ اِثْمًا اَنْ يَّحْبِسَ عَمَّنْ يَّمْلِكُ قُوْتَهُ ۔ (مسلم)

فرمایا تو جلد جا اور انھیں اُن کی قوت دے کیونکہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی کو ایک ہی گناہ بس کرتا ہے کہ وہ اپنے مملوک سے اُس کی قوت کو روک دے۔

مارپیٹ نہ کرنا اور کسی طرح کی تہمت نہ لگانا

عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ كُنْتُ اَضْرِبُ غُلَامًا لِّيْ فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِيْ صَوْتًا اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ لَلّٰهُ اَقْدَرُ عَلَيْكَ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هُوَ حُرٌّ لِّوَجْهِ اللّٰهِ فَقَالَ اَمَا لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّارُ ۔ (مسلم)

ابو مسعود انصاری کہتے ہیں کہ میں ایک دن اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ پیچھے سے آواز آئی کہ ابو مسعود! معلوم کر کہ خدا تجھ پر زیادہ قدرت رکھتا ہے میں نے جو مُنہ موڑ کر دیکھا تو جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم تھے میں نے جلدی سے عرض کیا یارسول اللہ اس غلام کو میں نے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے آزاد کردیا فرمایا اگر تو ایسا نہ کرتا تو دوزخ کی آگ تجھے جھلس دیتی۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ ضَرَبَ غُلَامًا حَدًّا لَّمْ يَاْتِهٖ اَوْ لَطَمَهٗ فَكَفَّارَتُهٗ اَنْ يُّعْتِقَهٗ ۔ (مسلم)

ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو شخص اپنے غلام کو حد مارے حالانکہ غلام اُس گناہ کا مرتکب نہیں ہوا ہے (جو موجب حد ہے) یا ناحق اُس کو طمانچہ مارے تو اس کا کفارہ بس یہی ہے کہ غلام کو آزاد کردے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو شخص اپنے

قَذَفَ مَمْلُوكَهٗ وَهُوَ بَرِيءٌ مِّمَّا قَالَ جُلِدَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ كَمَا قَالَ ۔ (صحیحین)

لونڈی غلام کو عیب لگائے گا حالانکہ وہ اُس عیب سے بری ہے تو عیب لگانے والا قیامت کے روز تہمت لگانے کی حد مارا جائے گا۔ ہاں اگر لونڈی غلام ایسا ہی ہو جیسا اِس نے کہا ہے تو اِس صورت میں اِس پر کچھ الزام نہیں ۔

عفو و درگزر

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَمْ نَعْفُوْ عَنِ الْخَادِمِ فَسَكَتَ ثُمَّ اَعَادَ عَلَيْهِ الْكَلَامَ فَصَمَتَ فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ قَالَ اُعْفُوْا عَنْهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً ۔ (ابوداؤد - ترمذی)

حضرت عمرؓ کے فرزند عبداللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ہم خدمتگار کے قصوروں سے کتنی دفعہ درگزر کیا کریں ۔ پیغمبر صاحب خاموش ہو رہے اُس نے پھر اسی بات کو دوہرایا پیغمبر صاحب اب بھی خاموش ہو رہے تیسری مرتبہ جب اُس نے دریافت کیا تو فرمایا ہر روز ستر دفعہ درگزر کیا کرو ف

من المترجم - ہمارا ارادہ تو سرے سے لونڈی غلام کے باب ہی کے چھوڑ دینے کا تھا ۔ نہ اِس لیے کہ خدانخواستہ اِس کی وجہ سے اسلام میں پانی مرتا ہے اور نہ اِس لیے کہ مخالفوں نے بے تکے اعتراض کر کے سوئی کے ناکے کو بدرو ۔ جھری کو کھڑکی اور کھڑکی کو پھاٹک بنا دیا ہے اور ہم رخنہ بندی سے عاجز ہیں بلکہ اِس لیے صرف اسی لیے کہ انگریزی عملداری کے ہوتے لونڈی غلاموں کی بحث ہم مسلمانوں سے متعلق نہیں اور اسلامی شریعت کے تمام احکام جو لونڈی غلاموں کے بارے میں ہیں سب معطل ہیں ۔ خود قرآن سے اِس بات کا پتہ چلتا ہے کہ جزیرہ عرب میں اسلام سے پہلے لونڈی غلاموں کا عام رواج تھا ۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا

ف عرب کے محاورے میں سات اور ستر کا عدد کثرۃ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے گنتی مراد نہیں ہوتی جیسا کہ آیۃ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ میں ۔ اور یہ آیۃ مع ترجمے و فائدے کے پیغمبر صاحب کے حقوق میں گزر چکی ہے وہاں بھی دیکھو ۔ من المترجم

حَرَمًا اٰمِنًا وَّ یُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ هُمْ یَكْفُرُوْنَ ۔ اور لونڈی غلام بنانے کا دستور یہ تھا کہ ظالم اور سفّاک اور خود سر تو تھے ہی جب جی میں آیا ناحق ناروا کسی گاؤں یا قافلے پر چڑھ دوڑے۔ مارا کوٹا لوٹا کھسوٹا مرد عورت بچے جو ہاتھ لگے پکڑ لائے۔ پھر اُن کو خدمت کے لیے پاس رکھا یا جس کے ہاتھ چاہا ڈھور ڈنگر کی طرح فروخت کردیا۔ تاریخ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن وقتوں میں قریب قریب اسی طرح کی غلامی یورپ اور امریکہ میں بھی تھی۔ انسان کی طبیعت ہی کچھ اِس طرح کی سخت گیر واقع ہوئی ہے کہ کوئی زبردست کسی زیردست کی۔ کوئی قوی کسی ضعیف کی محنت اور مصیبت کی جیسی چاہیئے پروا نہیں کرتا خدا نے دنیا کا انتظام اسی قاعدے پر مبنی کیا ہے جعلنا بعضکم لبعض سخریا۔ دُنیا کے سمندر میں جتنی موٹی مچھلیاں دیکھتے ہو یہ سب چھوٹی مچھلیوں کو کھا کھا کر موٹی ہوئی ہیں وہ تو خدا کی قدرت ہے کہ ایک ایک مچھلی لاکھ لاکھ انڈے بچے دیتی ہے ورنہ مگرمچھوں نے مچھلیوں کا بیج مار دیا ہوتا۔ بے چارے جانوروں سے جیسی جیسی سخت محنتیں لی جاتی ہیں۔ باربرداری کے جانوروں کی حالت دیکھ کر معلوم کرسکتے ہو کہ کسی کے پٹھے مجروح ہیں تو کسی کی پیٹھ۔ کسی کی ناک چھدی ہوئی ہے تو کسی کی گردن میں طوق ہے۔ محنت تو محنت آدمی ایسا موذی جانور ہے کہ ضرورت کے لیے بھی نہیں صرف مزے اور زبان کے چٹخاروں کے لیے ہر روز گائے بھیڑ بکری بھینس اور کتنے بے گزند پرندوں کا خون کرتا رہتا ہے۔ انسان کی سنگدلی اور بے رحمی پوری پوری دیکھنی ہو تو اُن شکاریوں میں دیکھو جو صرف تفریحِ طبع یا مشقِ خونریزی کے لیے شکار کرتے پڑے پھرتے ہیں یا گھر بیٹھے مینڈھے بٹیریں مرغ لڑاتے ہیں۔ یہ تو جب سے تہذیب اور شایستگی کا چرچا پھیلا ہے یعنی مذہب کا تب سے لوگ جانوروں کا اتنا بھی خیال کرنے لگے ہیں کہ کہیں کہیں زخمی بیلوں گھوڑے ٹٹوؤں کو گاڑی میں جوتنے اور طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے کی کچھ یوں ہی سی روک ٹوک ہونے لگی ہے۔ اپنے ابنائے جنس کے ساتھ آدمی کا برتاؤ بھی قریب قریب ویسا ہی ہے جیسا جانوروں کے ساتھ۔ ہم تو رعیت ہونے کو بھی ایک طرح کی غلامی ہی سمجھتے ہیں۔ فرق اگر ہے تو صرف لفظوں کا ہے۔ بہتیرے بادشاہ ایسے ہو گزرے ہیں اور اب بھی ہیں جو رعیت کو ایسا ایسا ستاتے ہیں کہ کوئی وحشی مالک بھی لونڈی غلاموں کو ایسا نہ ستاتا ہوگا۔ اِن باتوں کے معلوم کرنے کے بعد کوئی ہے جو اسلامی غلامی پر ٹھنڈے دل سے اعتراض کرسکے۔ غلامی کے تمام اقسام کو موقوف کرکے اسلام نے صرف ایک ہی قسم کی غلامی کو جائز رکھا ہے کہ مذہبی لڑائی میں جو دشمن پکڑے آئیں وہ لونڈی غلام ہیں۔ اور مذہبی لڑائی یہ ہے کہ دشمن ظلماً مسلمانوں کو ترکِ اسلام پر مجبور کریں اور مسلمانوں کو دفعِ دشمن کی قوت رکھ کر لڑنا پڑے۔ سو ایسی لڑائیاں اب تو کہیں سُننے میں آتی نہیں بادشاہ ملک گیری کے لیے ایک دوسرے سے لڑتے اور مذہبی لڑائی یعنی جہاد کا نام کردیتے۔ نہ صرف مسلمان بادشاہ بلکہ کوئی بھی ہو اور کسی مذہب کا بھی ہو۔ اِس لیے کہ شمولِ مذہب سے فوج قوی دل ہوتی ہے تو مسلمانوں کی جہاد کی سی گیر و دار خود عیسائی بھی کرتے جو اسلامی جہاد پر بڑی سختی کے ساتھ معترض ہیں

بات یہ ہے کہ مدعیانِ ہمدردی نے لفظِ جہاد کی ایک چڑ بنا رکھی ہے اور کچھ بھی نہیں۔ جہاد ایک قسم کا قانونِ حرب ہے جسے انگریزی میں مارشل لا کہتے ہیں اور مواقعِ جنگ و جدال پر ایسا کرنا ہی پڑتا ہے۔ مسلمان اگر لونڈی غلاموں کے بارے میں حدودِ شریعت سے باہر ہو جاتے ہوں یعنی مثلاً ملکی لڑائی کا نام جہاد رکھ دیں۔ اور لڑائی کے قیدیوں کے ساتھ لونڈی غلاموں کا سا برتاؤ کریں تو یہ اُن کا فعل ہے اور وہی اس کے ملزم ہیں۔ پھر شرعی لونڈی غلاموں کے ساتھ بھی جس طرح کے برتاؤ کا حکم ہوا ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ اس سے بڑھ کر رحم دلی اور کیا ہو سکتی ہے۔ اور اگر بعض مسلمانوں نے لونڈی غلاموں کے ساتھ سختی کی ہے اور آخرۃ میں اس کا خمیازہ اُن کو بھگتنا ہو گا تو بعض نہیں اکثر نے اُن کے ساتھ اس قدر نرمی بھی کی ہے کہ لونڈیوں کو بی بی اور غلاموں کو داماد تک بنا لیا ہے۔ مسلمانوں کے غلاموں نے سالہا سال تک ملک گیریاں اور ملک داریاں کی ہیں کوئی اور قوم ایسی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ غرض اس باب کے باندھنے کی کوئی ضرورۃ تو نہ تھی اس لیے کہ اس کے احکام ہم سے متعلق نہیں سرے سے لونڈی غلام نہیں تو اُن کے بارے میں جتنے احکام ہیں سب موقوف یا معطل۔ یہ باب صرف اس بات کے دکھانے کے لیے باندھا گیا کہ اسلام کہاں تک نرمی اور ضعفاء کے ساتھ رحم دلی کی تعلیم کرتا ہے اسلام کی صداقت کو اُس کی تعلیم کتابی سے جانچنا چاہیے نہ مسلمانوں کے طرزِ عمل سے

قطعہ

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیرِ خویش　　عذر بہ درگاہِ خدا آورد
ورنہ سزاوارِ خداوندیش　　کس نتواند کہ بجا آورد

خدمت گزاری

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَآمَنَ بِمُحَمَّدٍ وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوكُ إِذَا أَدَّى حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَةٌ يَطَأُهَا فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ (صحیحین)

ابُو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخصوں کے لیے دوہرے دوہرے ثواب ہیں ایک اہل کتاب میں کا وہ آدمی جو اپنے نبی پر بھی ایمان لایا (مثلاً یہودی ہے تو موسیٰ پر اور عیسائی ہے تو مسیح پر) اور محمد پر بھی ایمان لایا۔ دوسرے پرائی ملک غلام جو خدا کا بھی حقِ طاعۃ ادا کرتا ہے اور اپنے آقاؤں کا بھی حقِ خدمۃ ادا کرتا ہے تیسرے وہ جس کے پاس لونڈی ہو (اور) بلحاظِ ملکیۃ اُس سے ہم بستر ہوتا ہو اُسے خانہ داری کی تعلیم دیتا اور عمدہ تعلیم دیتا ہے اور ادب سکھاتا اور عمدہ طرح سکھاتا ہے۔ پھر آزاد کرکے اُس سے نکاح کر لیتا ہے تو ایسے شخص کو دوہرے دوہرے ثواب ملیں گے ۔

عَنْ جَرِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَبَقَ الْعَبْدُ لَمْ يُقْبَلْ لَهُ صَلوٰةٌ وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ أَيُّمَا عَبْدٍ أَبَقَ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ أَيُّمَا عَبْدٍ أَبَقَ مِنْ مَوَالِيهِ فَقَدْ كَفَرَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَيْهِمْ (مسلم)

جریرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب غلام بھاگ جاتا ہے تو اُس کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔ اور جریر ہی سے ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ پیغمبر صاحبؐ نے فرمایا جو غلام بھاگ جاتا ہے وہ اسلام کے ذمّے اور عہد سے خارج ہو جاتا ہے اور ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ جو غلام اپنے آقاؤں کی خدمۃ سے مُونھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے تا وقتیکہ اُن کے پاس نہ [illegible]

ف۱ یہاں کافر سے کافرِ نعمت اور ناشکر مراد ہے نہ حقیقی کافر ۱۲

حق شناسی و خیر خواہی

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا نَصَحَ لِسَیِّدِہٖ وَاَحْسَنَ عِبَادَۃَ اللّٰہِ فَلَہٗ اَجْرُہٗ مَرَّتَیْنِ ٭ (صحیحین)

عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غلام جب اپنے آقا کی خیر خواہی کرتا اور اچھی طرح خدا کی عبادۃ کرتا ہے تو اُسے اَوروں کی نسبت دوہرا ثواب ملتا ہے (ایک آقا کی خدمتہ کا ایک خدا کی عبادت کا) ٭

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ فَالْاِمَامُ الَّذِیْ عَلَی النَّاسِ رَاعٍ وَّھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰٓی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ وَالْمَرْاَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِھَا وَوَلَدِہٖ وَھِیَ مَسْئُوْلَۃٌ عَنْھُمْ وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلٰی مَالِ سَیِّدِہٖ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْہُ اَلَا فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ (صحیحین)

عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو سُنو! تم سب ایک رعیّۃ کے نگہبان ہو اور تم سب ہی سے تو اُس کی رعیّۃ کے بارے میں پرسش کی جائے گی حاکم وقت جو لوگوں (کے معاملات) کی اصلاح کے لیے کھڑا کیا جاتا ہے وہ لوگوں کا نگہبان ہے اور اُس سے اُس کی رعیّۃ کے بارے میں پوچھا جائے گا ہر مرد اپنے خاندان کا نگہبان ہے اور اُس سے اُس کی رعیّۃ کے متعلق سوال ہوگا عورۃ اپنے شوہر کے گھر اور شوہر کی اولاد کی نگہبان ہے اور اُس سے اِن کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔ اگر کسی کا غلام اپنے آقا کے مال و متاع کا نگہبان ہے تو اُس سے اُس مال

من المترجم۔ ہم نے جس غرض سے لونڈی غلام کے حقوق کا باب باندھا وہ ہم اسی باب کے ذیل میں بیان کرچکے ہیں۔ اب اگر ہم مالکوں کے حقوق چھوڑ دیتے تو بات ادھوری رہتی۔ اس طرح کے حقوق متکافی کہلاتے ہیں۔ غلام کا حق مالک پر تو مالک کا حق غلام پر۔ اِسی کے لیے یہ باب باندھنا پڑا۔ ورنہ جیسی لونڈی غلاموں کی بحث ہم مسلمانانِ ہند سے متعلق نہیں ویسے ہی مالکوں سے بھی ہم کو کچھ سروکار نہیں۔ ہمارے ہاں نہ لونڈی غلام نہ مالک۔ ہاں خادم و مخدوم ہونے کی حیثیت سے ان دو بابوں کے بعض احکام نوکروں اور آقاؤں سے متعلق سمجھے جاسکتے ہیں جن کا

مالی امداد

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ (بقرہ ع ۲۲ پارہ ۲)

(مسلمانو!) نیکی یہی نہیں کہ (نماز میں) اپنا منہ مشرق (کی طرف کرلو) یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ (اصل نیکی تو اُن کی ہے جو اللہ اور روزِ آخرۃ اور فرشتوں اور (آسمانی) کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور مال (عزیز) اللہ کی حُبّ پر رشتے داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں[۵۲] اور مانگنے والوں کو دیا (اور غلامی وغیرہ کی قید سے لوگوں کی) گردنوں کے (چھڑانے) میں دیا ۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِى الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ

(خیرات تو) اُن حاجتمندوں کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں گھرے بیٹھے ہیں مُلک میں کسی طرف کو (جانا چاہیں تو) جا نہیں سکتے (جو شخص ان کے حال سے) بے خبر (ہو وہ) ان کی خودداری (کی وجہ) سے ان کو غنی سمجھتا ہے

[۵۱] فقراء اور مساکین میں جو فرق ہے اُسے ہم عنوان زکوٰۃ کے بیان مصارفِ زکوٰۃ کے ذیل میں قدرے توضیح کے ساتھ بیان کر آئے ہیں اس کے ساتھ اُس مقام کو بھی پڑھ لو ۱۲ [۵۲] پوری آیۃ مع ترجمہ فوائد حقوقِ قرابۃ میں دیکھو مصارفِ زکوٰۃ اور حقوقِ قرابۃ اور حقوقِ جار اور حقوقِ یتامےٰ میں جو آیتیں حسنِ سلوک کے عنوان کے ذیل میں لی گئی ہیں وہی یہاں بھی آسکتی ہیں ۔ مگر ہم نے تکرار کی وجہ سے انھیں چھوڑ دیا پڑھنے والا اگر اس مضمون کو ان سے ملا کر پڑھے گا تو مطلب خوب ذہن نشین ہو جائے گا اور مزید وضاحت حاصل ہو گی ۱۲

تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ (بقرہ ع ۳۷ پارہ ۳)

لیکن (اے مخاطب) تو (اُن کو دیکھے تو) اِن کی صورۃ سے اِن کو صاف پہچان جائے (کہ محتاج ہیں مگر ہاں) لگ لپٹ کر لوگوں سے نہیں مانگتے اور جو کچھ بھی تم لوگ (اپنے) مال میں سے (خیرات کے طور پر) خرچ کروگے تو (خوب یقین رکھو کہ) اللہ اُس کو جانتا ہے ف

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ اِنَّكَ تَاْتِيْ قَوْمًا اَهْلَ كِتَابٍ فَادْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوٰتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَآئِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَآئِهِمْ ۔ (صحیحین)

ابن عباس سے روایۃ ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو یمن بھیجتے ہوئے فرمایا کہ تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جاتے ہو تو پہلے اُن کو اس بات کی طرف بلاؤ کہ وہ گواہی دیں (یعنی اس عقیدے کا اظہار کریں) کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد خدا کے رسول ہیں پھر اگر وہ اس میں تمھاری اطاعۃ کریں تو اُنھیں معلوم کرادو کہ خدا نے اُن پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں اگر وہ اسے بھی تسلیم کریں تو پھر انھیں یہ بات معلوم کرانی چاہیئے کہ خدا نے اُن پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو اُن کے مالداروں سے لے کر اُن ہی کے فقرا کو دی جائیگی

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

ابوہریرہ سے روایۃ ہے کہ جناب پیغمبر خدا

ف ابتدائے ہجرۃ میں جب پیغمبر صاحب مکے سے مدینے تشریف لائے تو معدودے چند مسلمان بھی دین کی تعلیم پانے کے لیے اور کچھ کفّار کے ڈر سے بھی پیغمبر صاحب کی خدمت میں جمع ہوگئے تھے یہ لوگ محض بے سر و سامان مسجد نبوی میں رہتے اور اہل مدینہ کی خیرات پر گزران کرتے مگر تھے غیور۔ فقر و فاقہ کی وجہ سے صورۃ سوال تھے مُونہہ پھوڑ کر نہیں مانگتے تھے۔ یہی لوگ اصحاب صُفّہ بھی کہلاتے ہیں صُفّہ کے معنی چبوترے کے ہیں۔ مسجد نبوی میں ایک طرف کو کچّا چبوترہ سا بنا کر کھجور کے پتوں کا سایہ کر دیا تھا۔ اُسی پر یہ لوگ سوتے بیٹھتے تھے ۱۲

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِىْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِىْ لَا يَجِدُ غِنًى يُّغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ ؁ (صحیحین)

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکین وہ نہیں جو لوگوں میں گھومتا پڑا پھرے اور ایک ایک دو دو لقموں یا ایک ایک دو دو کھجوروں کے لیے دربدر مارا مارا پھرے بلکہ اصل مسکین وہ ہے جو اس قدر تونگری نہ پائے جو اُسے بے نیاز کردے اور کسی کو اُس کی اس حالت کی خبر بھی نہ ہو خبر ہو تو لوگ اُسے خیر خیرات بھی دیں اور نہ وہ لوگوں سے مانگنے کھڑا ہو ف

من المترجم۔ خدا نے مالی امداد کے پانچ مستحق ایک آیۃ میں جمع کردیے ہیں والدین۔ قرابتمند۔ یتامےٰ۔ مساکین مسافر۔ ہم اقسام خمسہ میں سے چار کی نسبت موقع مناسب میں جو کچھ لکھنا تھا لکھ چکے۔ ایک ابن السبیل (مسافر) رہ گیا ہے۔ پانچوں قسموں میں محتاجی مفہوم مشترک ہے یعنی محتاجی ان کو مستحق امداد بناتی ہے۔ محتاجی نہ ہو تو ان میں سے کسی کا بھی استحقاق نہیں۔ اور بلا استحقاق دینا دلانا تھادوا تحابوا میں داخل ہے نہ ادائے فریضہ زکوٰۃ میں۔ خدا نے مصارفِ خیرات اس لیے مقرر فرمائے تھے کہ قوم میں خوش حالی بڑھے۔ کسی واقعی ضرورتمند کی حاجت اٹکی نہ رہے۔ لوگوں نے اِس مصلحۃ کو تو سمجھا نہیں خیر خیرات کے طریقے کو ایسا پیٹ بھر کر بگاڑا کہ کتنے بے غیرت مکار کاہل بھیک کو ذریعہ معاش بنا بیٹھے اور مردم شماری کے نقشوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ گروہ بے شکوہ یوماً فیوماً خاص کر مسلمانوں میں حیرت انگیز ترقی کر رہا ہے یہ لوگ طرح طرح کے حیلوں سے اپنے تئیں مستحقین کے گروہ میں داخل کرنے کی تدبیریں کرتے رہتے ہیں۔ سب سے آسان اور کثیر الاستعمال طریقہ مسکین و مسافر بننے کا ہے۔ دینے والوں کو چاہیئے کہ مانگنے والوں کے دھوکے میں نہ آئیں قوم کی حالت بے جا داد و دہش کی وجہ سے بہت کچھ خستہ ہو گئی ہے اور رہی سہی خستہ ہوتی جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ اس نصیحۃ پر عمل کرنے سے کوئی واقعی مستحق واجبی امداد سے محروم رہے۔ مگر نا مستحق کے پانے سے واقعی مستحق کے محروم رہنے کا نتیجہ قوم کے حق میں آخر کار ضرور اچھا ہونے والا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی ؁

ف حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مساکین میں سب سے زیادہ مستحق امداد وہ مسکین ہے جو متصف بچندیں صفات مذکورہ ہو ۱۲

ف آپس میں تحفے تحائف کا طریقہ جاری رکھو کہ اس سے اُنس و الفت بڑھتی ہے ۱۲

مالِ غنیمت اور مالِ فئے میں سے دینا

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ (انفال ع ۵ پارہ ۱۰)	اور (مسلمانو!) جان رکھو کہ جو چیز تم (لڑائی میں) لوٹ کر لاؤ اُس کا پانچواں حصہ خدا کا اور رسول کا اور (رسول کے) قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا۔
مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً ۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (حشر ع ۱ پارہ ۲۸)	جو (مال) اللہ اپنے رسول کو (ان) بستیوں کے لوگوں سے مُفت میں دلوا دے تو (وہ) اللہ کا (حق) ہے اور رسول کا اور (رسول کے) قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور (بے توشہ) مسافروں کا (یہ حکم اس لیے دیا گیا) کہ جو لوگ تم میں مالدار ہیں یہ (مال) (ان ہی) میں چلتا پھرتا رہے ف اور (مسلمانو!) جو چیز پیغمبر تم کو (ہاتھ اُٹھا کر) دے دیا کریں وہ تو لے لیا کرو اور جس چیز (کے لینے) سے تم کو منع کریں (اُس سے) دست کش رہو اور خدا کے (غضب) سے ڈرتے رہو (کیونکہ خدا کی مار بڑی سخت ہے۔

ف حقوقِ یتامے میں بھی یہ آیۃ لی گئی ہے اور وہیں اس کا فائدہ مفصل کیا گیا ہے۔ مزید توضیح کے لیے اس مقام پر اُسے بھی پڑھ لو ۱۲ سلہ پوری آیۃ مع ترجمہ حقوقِ یتامے میں ملاحظہ ہو ۱۲

قربانی کے گوشت میں حصہ لگانا

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰي كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰي مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ	اور (ہم نے ابراہیم کو یہ بھی حکم دیا کہ) لوگوں میں حج کے لیے پکار دو کہ لوگ تمہاری طرف (دوڑے چلے) آئیں گے (ان میں کچھ تو) پیادہ اور کچھ ہر طرح کی دُبلی (دُبلی سواریوں پر جو بڑی دور (و دراز) سے آئی ہوں گی سوار ہوں گے) اور اس سفر سے اُن کا مقصود یہ ہوگا) کہ اپنے فائدوں (یعنی تجارۃ) کے لیے (بھی وقت پر) آ موجود ہوں اور (نیز) خدا نے جو مویشی

الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ○ (حج ع ۵ پارہ ۱۷)

چارپائے اُن کو دیئے ہیں (اُن) خاص دنوں میں (اُن کی قربانی کرتے وقت) اُن پر خدا کا نام لیں ف۱ تو (لوگو!) قربانی (کے گوشت میں) سے (آپ بھی) کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو (بھی) کھلاؤ ✤

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (حج ع ۵۔ پارہ ۱۷)

اور (مسلمانو!) ہم نے تمہارے لیے قربانی کے اونٹوں کو (بھی) اُن (قابل ادب ف۲) چیزوں میں قرار دیا ہے جو خدا کے ساتھ نامزد کی جاتی ہیں اُن میں تمہارے لیے (چند در چند) فائدے ہیں ف۳ تو (اِن فائدوں کے شکریے میں خدا کے نام قربانی کرتے وقت) اُن کو کھڑا رکھ کر ف۴ (ذبح کرو اور ذبح کرتے وقت) اُن پر خدا کا نام لو پھر جب وہ کسی پہلو پر گر پڑیں (اور ٹھنڈے ہو جائیں) تو اُن میں سے (آپ بھی) کھاؤ اور قناعت پیشہ اور گدائی پیشہ (ہر طرح کے محتاجوں) کو کھلاؤ۔ ہم نے یوں اِن جانوروں کو تمہارے بس میں کر دیا ہے تاکہ تم (ہمارا) شکر کرو ✤

ف۱ خاص دنوں سے قربانی کے تین دن مراد ہیں حج کی رسم اسلام سے پہلے بھی تھی مگر اُس میں بہت سی خرابیاں اور بیہودگیاں داخل ہو گئی تھیں۔ اسلام نے حج کو خرابیوں اور بیہودگیوں سے پاک کر کے اُس کو عبادۃ کا خالص رنگ دیا اور قربانی بھی ایک طرح کی عبادۃ تھی تو مطلب یہ ہے کہ لوگ عبادۃ کی طرز پر خانہ کعبہ کا حج بھی کریں گے اور چونکہ موسم حج میں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے لین دین سے فائدہ بھی اُٹھائیں گے ۱۲ ف۲ قربانی کے ادب سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی جانور قربانی کے لیے نامزد کر دیا گیا تو نذر حق سمجھ کر اُس کی خدمت کرے اُس کے چارے اور پانی کی خبر رکھے اور اُس سے سواری اور لادنے کا کام نہ لے ۱۲
ف۳ جانوروں کے اور از انجملہ اُونٹوں کے فائدے سب کو معلوم ہیں اُن کا دودھ پیا جاتا اور دودھ سے گھی اور مکھن اور انواع و اقسام کی مزے دار چیزیں بنائی جاتیں وہ لادنے اور سواری اور زمین جوتنے کے کام آتے ہیں اُن کی اُون اور کھال اور ہڈی کوئی چیز بے کار نہیں ۱۲ ف۴ اونٹ کو کھڑا کر کے ذبح کیا جاتا ہے۔ اس میں ذبح کرنے والوں کے لیے آسانی ہے اور خود اونٹ کے لیے بھی ۱۲

کھانا کھلانا

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ (بقرہ ۲۳ پارہ ۲)

اور جن لوگوں پر روزہ فرض ہو اور مرض یا سفر کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتے مگر اُن کو کھانا دینے کا مقدور ہو اُن (پر ایک روزے کا) بدلہ ایک محتاج کو کھانا کھلا دینا ہے ✤

ف۱ یہ پوری آیۃ مع ترجمہ و فوائد پہلے حصے حقوق اللہ میں روزے کے عنوان کے ذیل میں گزر چکی اس کے ساتھ اُسے بھی پڑھ لو ۱۲

آیات و حدیث	ترجمہ
لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ فَکَفَّارَتُہٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَۃِ مَسٰکِیْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَھْلِیْکُمْ ٭ (المائدہ ع ۱۲ پارہ ۷)	[۹۲] تمھاری قسموں میں جو لایعنی ہیں اُن پر تو خدا تم سے کچھ مواخذہ کرتا نہیں ہاں پکّی قسم کھالو (اور پھر اُس کے خلاف کرو) تو خدا تم سے (اُس کا) مواخذہ کرے گا تو اِس پکّی قسم کے توڑنے کا کفّارہ دس مسکینوں کو متوسط درجے کا کھانا کھلا دینا ہے ٭
فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَھْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا ۭ (المجادلہ ع ۱ پارہ ۲۸)	[۹۳] پھر ظہار کے کفّارے میں (جس کو (بردہ) میسّر نہ ہو تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے (دم) لگا تار دو مہینے کے روزے (رکھّے) اور جس سے نہ ہو سکیں تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلادے ٭
وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا ۝ (الدھر ع ۱ پارہ ۲۹)	[۹۴] اور خدا کا حُبّ کر کے محتاج اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلا دیتے ہیں ٭
وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ۝ (فجر پارہ ۳۰)	[۹۵] اور تم (لوگ) ایک دوسرے کو محتاج کے کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے ٭
وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ۝ (ماعون پارہ ۳۰)	[۹۶] اور مسکین کو آپ کھانا کھلانا تو درکنار لوگوں کو بھی اُس کے کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا ٭
عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِیْمَۃِ یُدْعٰی لَھَا الْاَغْنِیَآءُ وَیُتْرَکُ الْفُقَرَآءُ وَمَنْ تَرَکَ الدَّعْوَۃَ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (صحیح)	حضرۃ ابوہریرہ سے روایۃ ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب میں بُرا کھانا اُس ولیمے کا کھانا ہے جس کے کھانے کے لیے دولتمند تو بلائے جائیں اور محتاج و مسکین چھوڑ دیے جائیں اور جس نے دعوۃ کے قبول کرنے سے انکار کیا اُس نے خدا اور رسول کی نافرمانی کی ف۱

ف۱ کیونکہ دعوۃ کا طریقہ باہمی اتّحاد و محبت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے اور جب کوئی شخص کسی کی دعوۃ قبول نہیں کرتا تو اس کے یہ معنی ہیں کہ میل جول سے گریز کرتا ہے۔ اسی کو خدا اور رسول کی نافرمانی فرمایا ۱۲

۹۲ یہ آیۃ اور اس کا ترجمہ و فائدہ اور قسم کے کفارے کا خلاصہ بیان پہلے حصّے کے ضمیمے میں "آداب قسم" کے عنوان کے نیچے ملاحظہ ہو ۱۲ ۹۳ ظہار کا پورا بیان اور آیۃ کا ماقبل و مابعد اسی حصّے میں حقوق زوجین کے عنوان "ظہار" میں پڑھو ۱۲ ۹۴ یہ آیۃ مع ماتعلق بہ "حقوق یتامٰے" اور "قیدیوں کے حقوق" میں بھی گزر چکی ہے پوری آیۃ کا مطلب سمجھنے کے لیے اس کے ساتھ متذکرہ بالا عنوان کو ضرور پڑھو ۱۲ ۹۵ اس آیۃ کا ماقبل و مابعد دیکھنا اور مطلب سمجھنا ہو تو حقوق یتامٰے کا عنوان ملاحظہ ہو ۱۲ ۹۶ پوری سورۃ ماعون مع فوائد "حقوق یتامٰے" میں دیکھو ۱۲
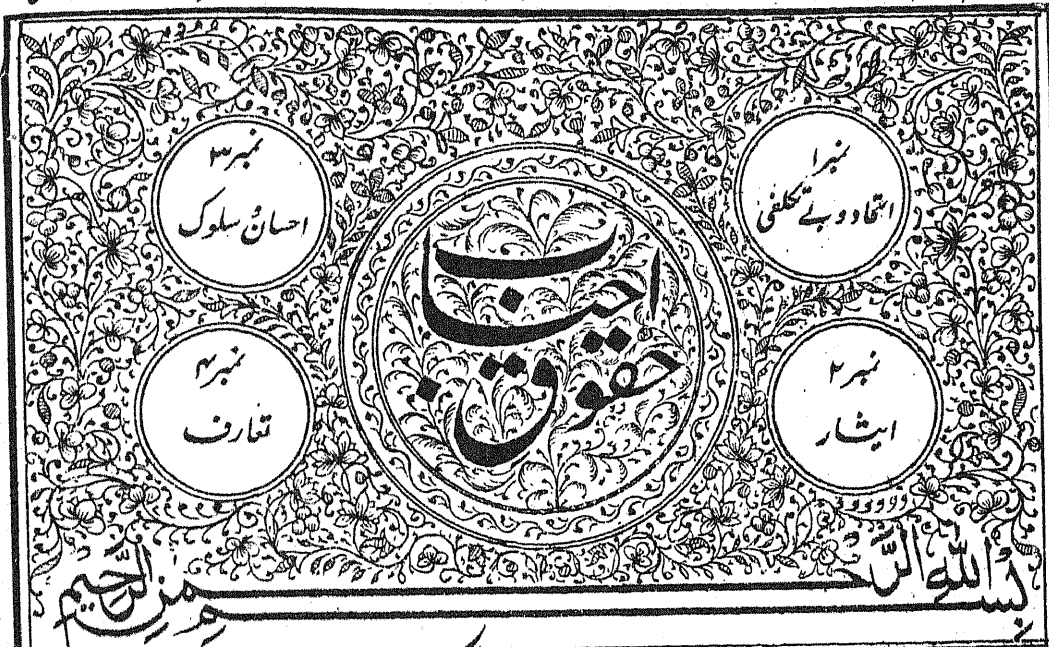
لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اَنْ تَاْکُلُوْا مِنْ بُیُوْتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اٰبَآئِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اُمَّھٰتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اِخْوَانِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخَوٰتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَعْمَامِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ عَمّٰتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخْوَالِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ خٰلٰتِکُمْ اَوْ مَا مَلَکْتُمْ مَّفَاتِحَہٗٓ اَوْ صَدِیْقِکُمْ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْکُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ

نہ (تو) اندھے (آدمی) کے لیے کچھ مضایقہ ہے اور نہ لنگڑے (آدمی) کے لیے کچھ مضایقہ ہے اور نہ بیمار کے لیے کچھ مضایقہ ہے اور نہ (عموماً) تم مسلمانوں کے لیے (اس میں کچھ مضایقہ ہے) کہ اپنے گھروں سے (کھانا) کھاؤ یا اپنے باپ کے گھر سے یا اپنی ماں کے گھر سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا اُن گھروں سے جن کی کنجیاں تمھارے اختیار میں ہیں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے (پھر اس میں بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ تو جب گھروں میں جانے لگو تو اپنے

تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ (النور ع ۸ پارہ ۱۸)

(سلام ایک) دعاے خیر ہے جو تم مسلمانوں کو) خدا کی طرف سے (تعلیم کی گئی ہے) برکت والی عمدہ یوں اللہ (اپنے) احکام تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو ف

ایثار

یعنی اپنے سے دوست کو مقدّم رکھنا

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ

اور (یہاں وہ مال جو بے لڑے ہاتھ آیا ہو) اُن کا بھی حق ہے کہ (مہاجرین نے ابھی ہجرۃ نہیں کی تھی اور وہ) اُن سے پہلے مدینے میں بستے اور اسلام میں داخل ہو چکے ہیں جو اُن کی طرف ہجرۃ کر کے آتا ہے اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور (مالِ غنیمت میں سے) مہاجرین کو جو (کچھ بھی دے) دیا جا اُس کی وجہ سے یہ اپنے دل میں (اُس کی) کوئی طلب

ف لوگوں میں ارتباط و اتحاد پیدا ہونے کا بڑا عمدہ ذریعہ کھانا ہے اور اِس آیۃ کا مقصودِ اصلی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان اِس ذریعے سے باہمی اتحاد کو بڑھائیں۔ اب بھی لوگوں کا یہی حال ہے کہ جہاں تک ہو سکتا ہے ایک دوسرے کے ہاں کھانے میں مضایقہ کرتے ہیں کہ کہیں لالچی اور بدنیت نہ سمجھے جائیں اور بعض لوگ مثلاً لنگڑے وغیرہ معذوری کی وجہ سے کنارہ کش رہتے ہیں کہ حقیر نہ سمجھے جائیں لیکن اگر یہ دستور زیادہ کثرۃ سے جاری ہو کہ میں نے تمھارے ہاں کھانا کھا لیا تم نے میرے ہاں کھا لیا تو کچھ شک نہیں کہ مسلمانوں میں یک دلی اور اتفاق پیدا کرنے کی عمدہ تدبیر ہے۔ اور مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗ کا ایک محمل یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اکثر رشتے داروں میں سے کوئی شخص کہیں مہمان چلا جاتا ہو تو قریب کے رشتے دار کو جس پر اِس کا اعتبار ہے گھر کی کنجیاں دے جاتا ہے اور معنی یہ ایک طرح کی اجازۃ ہو کہ تمھیں کسی چیز کی ضرورۃ ہو تو گھر میں سے لے لینا لیکن یہ کنجی رکھنے والے خود اپنی طبیعۃ سے اجنبیۃ برتتے ہیں ورنہ اگر صاحبِ خانہ کی غیبۃ میں ضرورۃ کی کوئی چیز لے لیں تو وہ اگر خوش ہو مگر دنیا میں نفسا نفسی پھیل گئی ہے نہ کوئی کسی کے ساتھ ایسی سخاوۃ کرنی چاہتا ہے اور نہ معاوضے کے ڈر سے کوئی ایسی سخاوۃ سے فائدہ اٹھاتا۔ مگر اسلامی اُخوۃ کو ترقی دینے کی ایک تدبیر خدا نے بتا دی ہے اور مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗ سے مفسروں نے یتیم کا ولی سرپرست یا وصی مہتمم بھی مراد لیا ہے ۱۲

ف۲ یعنی مہاجرین کو ملتا ہوا دیکھ کر اُن کے دل میں یہ خواہش پیدا نہیں ہوتی کہ یہ جو اِن کو ملا ہے ہم کو ملے۔ بات یہ ہے کہ پیغمبر صاحب کے وقت کے مسلمان دو طرح کے تھے ایک وہ کہ جب پیغمبر صاحب کفّارِ مکّہ کی ایذاؤں سے عاجز آ کر مدینے تشریف لے گئے اور اسی کو ہجرۃ کہتے ہیں تو جو مسلمان جہاں کہیں کافروں کے نرغے میں تھے پیغمبر صاحب کا مدینے تشریف لے آنا سُن کر آگے پیچھے مدینے کی سمت آئے اور مہاجر کہلائے دوسرے خود مدینے کے لوگ جنھوں نے پیغمبر صاحب کو اور مہاجر مسلمانوں کو پناہ دی اور اُن کی مدد کی وہ انصار کہلائے ہجرۃ کا قاعدہ فتحِ مکّہ تک رہا۔ مکہ فتح ہوا تو خدا نے اسلام کو غلبہ دیا اور ہجرۃ کی ضرورۃ باقی نہ رہی جو مسلمان جہاں تھا اپنی جگہ مطمئن تھا کوئی اُس کو ستا نہیں سکتا تھا ۱۲

عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ وَلَوْ کَانَ بِہِمْ خَصَاصَۃٌ ۛ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِہِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ (حشر ۱ پارہ ۲۸)

اور اپنے اوپر تنگی ہی کیوں نہ ہو (مہاجرین بھائیوں کو) اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اور وہ بخل تو سب ہی کی طبیعتوں میں ہوتا ہے مگر جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے تو ایسے ہی لوگ فلاح پائیں گے اور (ہاں جو مال بے لڑے ہاتھ آیا ہے) اُن کا (بھی حق) ہے جو مہاجرین اولین کے بعد (ہجرت کر کے آئے دکہ یہ بھی اگلے مسلمانوں کے خیرخواہ ہیں اور) دعائیں مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے اور (نیز) ہمارے (اُن مہاجرین انصار) بھائیوں کے گناہ معاف کر جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایسا کر جو لوگ ایمان لا چکے ہیں اُن کی طرف سے ہمارے دلوں میں کسی طرح کا کینہ نہ آنے پائے اے ہمارے پروردگار تو بڑا شفقت رکھنے والا مہربان ہے۔

رُوِیَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ قَسَمَ اَمْوَالَ بَنِی النَّضِیْرِ عَلَی الْمُہَاجِرِیْنَ وَلَمْ یُعْطِ الْاَنْصَارَ اِلَّا ثَلٰثَۃَ نَفَرٍ مُحْتَاجِیْنَ اَبَا دُجَانَۃَ سِمَاکَ بْنَ خَرَشَۃَ وَسَہْلَ بْنَ حُنَیْفٍ وَالْحٰرِثَ بْنَ الصِّمَّۃِ قَالَ لَہُمْ اِنْ شِئْتُمْ قَسَمْتُمْ لِلْمُہَاجِرِیْنَ مِنْ اَمْوَالِکُمْ وَدِیَارِکُمْ وَشَارَکْتُمُوْہُمْ فِیْ ہٰذِہِ الْغَنِیْمَۃِ وَاِنْ شِئْتُمْ کَانَتْ لَکُمْ دِیَارُکُمْ وَاَمْوَالُکُمْ وَلَمْ یُقْسَمْ لَکُمْ شَیْءٌ مِّنَ الْغَنِیْمَۃِ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ بَلْ نَقْسِمُ لَہُمْ مِّنْ اَمْوَالِنَا وَدِیَارِنَا وَنُؤْثِرُہُمْ بِالْغَنِیْمَۃِ وَلَا نُشَارِکُہُمْ فِیْہَا ۝ (بخاری)

منقول ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر[1] کے اموال مہاجروں کو تقسیم کیے اور انصار کے تین شخصوں کے علاوہ جو نہایت محتاج تھے اور کسی کو کچھ نہیں دیا ایک خرشہ کے بیٹے سماک ابودجانہ کو دوسرے حُنیف کے بیٹے سہل کو تیسرے صمہ کے بیٹے حرث کو پھر پیغمبر صاحب نے انصار کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا کہ تم چاہو تو اپنے مال اور اپنے گھر مہاجروں کے ساتھ تقسیم کر دو اور اس غنیمت میں اُن کے شریک ہو جاؤ اور چاہو تو تمھارے مال اور تمھارے گھر تمھارے ہی پاس رہیں اور غنیمت میں سے تمھیں کچھ نہ دیا جائے انصار نے عرض کیا کہ آپ ہمارے مال اور ہمارے گھر اُنھیں تقسیم کر دیجیے اور ہم غنیمت میں بھی اُنھیں اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اور اُس میں شریک نہیں ہوتے

[1] بنی نضیر یہودیوں کے ایک قبیلے کا نام ہے جو مدینے میں سکونت پذیر تھا ۱۲

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ اٰخَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَبَيْنَ سَعْدِ ابْنِ الرَّبِيْعِ فَقَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنِّيْ اَكْثَرُ الْاَنْصَارِ مَالًا فَاَقْسِمُ مَالِيْ نِصْفَيْنِ وَلِيْ امْرَاَتَانِ فَانْظُرْ اَعْجَبَهُمَا اِلَيْكَ فَسَمِّهَا لِيْ اُطَلِّقْهَا فَاِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَتَزَوَّجْهَا قَالَ لَا بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ اَيْنَ سُوْقُكُمْ فَدَلُّوْهُ عَلٰى سُوْقِ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ فَمَا انْقَلَبَ اِلَّا وَمَعَهٗ فَضْلٌ مِّنْ اَقِطٍ وَّسَمْنٍ ثُمَّ تَابَعَ الْغُدُوَّ ثُمَّ جَاءَ يَوْمًا وَّبِهٖ اَثَرُ صُفْرَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْيَمْ قَالَ تَزَوَّجْتُ قَالَ كَمْ سُقْتَ اِلَيْهَا قَالَ نَوَاةً مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ وَزْنَ نَوَاةٍ ۔ (بخاری)

ابراہیم بن سعد اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جب مہاجرین مدینے میں آئے تو جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوف (جو ہجرۃ کرکے مدینے گئے تھے) اور سعد بن ربیع میں (جو مدینے کے رہنے والے تھے) بھائی چارہ کرا دیا سعد نے عبدالرحمٰن سے کہا کہ میں تمام انصار میں زیادہ دولتمند ہوں تو میں اپنے مال کے دو حصے کرتا ہوں (ایک تم لے لو ایک میں) اور میری دو بیبیاں ہیں اُن کو دیکھو جو ان سی تمھیں اچھی معلوم ہو مجھے اُس کا نام بتا دو کہ میں اُسے طلاق دے دوں اور اُس کی عدۃ کی مدۃ پوری ہو جائے تو تم اُس سے نکاح کر لو۔ عبدالرحمٰن نے کہا خدا تمھیں تمھارے اہل اور تمھارے مال میں برکت دے (مجھے کسی چیز کی حاجت نہیں ہے) ہاں تمھارا بازار تجارۃ کہاں ہے مجھے اُس کا پتہ بتا دو چنانچہ لوگوں نے عبدالرحمٰن کو بنی قینقاع کا بازار بتا دیا تو عبدالرحمٰن بازار سے نہیں لوٹے مگر اُن کے پاس کچھ بچا ہوا پنیر اور گھی موجود تھا۔ پھر تو عبدالرحمٰن برابر ہر صبح کو بازار میں جانے لگے۔ پھر ایک عرصے کے بعد ایک روز پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اُن کے کپڑے پر زرد رنگ کے نشان لگے ہوئے تھے[1]۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا عبدالرحمٰن! یہ کیا؟ عرض کیا میں نے نکاح کر لیا ہے فرمایا بی بی کو کتنا مہر دیا عرض کیا پانچ درہم کے وزن کا سونا یا یوں کہا کہ کھجور [illegible][2]

[1] صاحبِ مجمع البحار نے لکھا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے زرد رنگ کی کوئی خوشبو لگائی تھی اور اُسی کے آثار اُن کے کپڑوں سے نمایاں تھے۔ ہمارے ہندوستان میں بھی دولھا دلہن کو مایوں کے دنوں میں اُبٹنا ملا جاتا ہے اور اُس میں بیسن کی زردی بھی ہوتی ہے اور چونکہ اُبٹنے میں تیل بھی ہوتا ہے صندوری رنگ میں چھوٹتی ہے اور اُبٹنا مل کر دھو بھی ڈالا جائے تاہم کپڑے پر زردی کا اثر باقی رہتا ہے ۱۲

[2] حدیث میں نواۃ من ذہب اور وزن نواۃ کا لفظ ہے جس سے عبدالرحمٰن صاحبِ قصہ کی مراد یہ ہے کہ میں نے بی بی کو مہر کے معاوضے میں اتنی مقدار سونا دیا ہے جس کا وزن پانچ درہم ہیں اور درہم چاندی کا ایک سکہ ہے جو قریباً پانچ آنے کے ہوتا ہے انگریزی سکے کے حساب سے ۱۲

عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ عَنْ اَبِیْہِ
قَالَ اٰخَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
بَیْنَ سَلْمَانَ وَاَبِی الدَّرْدَآءِ فَرَاٰی اُمَّ
الدَّرْدَآءِ مُبْتَذِلَۃً فَقَالَ لَھَا مَا شَاْنُکِ
قَالَ اَخُوْکَ اَبُو الدَّرْدَآءِ لَیْسَ لَہٗ حَاجَۃٌ
فِی الدُّنْیَا فَجَآءَ اَبُو الدَّرْدَآءِ فَصَنَعَ لَہٗ
طَعَامًا فَقَالَ کُلْ فَاِنِّیْ صَآئِمٌ قَالَ
مَا اَنَا بِاٰکِلٍ حَتّٰی تَاْکُلَ فَاَکَلَ فَلَمَّا
کَانَ اللَّیْلُ ذَھَبَ اَبُو الدَّرْدَآءِ یَقُوْمُ
فَقَالَ نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَھَبَ یَقُوْمُ فَقَالَ
نَمْ فَلَمَّا کَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ قَالَ سَلْمَانُ
قُمِ الْاٰنَ فَصَلَّیَا فَقَالَ لَہٗ سَلْمَانُ اِنَّ
لِرَبِّکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَّلِنَفْسِکَ عَلَیْکَ
حَقًّا وَّلِاَھْلِکَ عَلَیْکَ حَقًّا فَاَعْطِ کُلَّ
ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ ذٰلِکَ لَہٗ فَقَالَ
النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَدَقَ
سَلْمَانُ ۔

(بخاری)

ابو جُحیفہ کے بیٹے عون اپنے باپ ابو جحیفہ سے
روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان
اور ابو الدرداء دونوں میں بھائی چارہ کرا دیا تھا
تو سلمان نے ابو الدرداء کی بی بی اُم الدرداء کو بُری
حالت میں دیکھ کر پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہے انھوں نے
جواب دیا کہ تمھارے بھائی ابو الدرداء کو دنیاداری
سے کچھ مطلب نہیں اتنے میں ابو الدرداء بھی آ گئے
اور انھوں نے خود اپنے ہاتھ سے سلمان کے لیے
کھانا تیار کیا اور کھانا تیار ہو گیا تو کہا بھائی سلمان
تم کھانا کھاؤ میں تو روزے سے ہوں سلمان بولے
تاوقتیکہ تم نہ کھاؤ گے میں تو کھاؤں گا نہیں اس پر
ابو الدرداء سلمان کے ساتھ کھانے بیٹھ گئے رات
ہوئی تو ابو الدرداء نمازِ تہجد کے لیے کھڑے ہونے
لگے سلمان نے کہا ابھی سو رہو پھر وہ اُٹھنے لگے
تو سلمان نے کہا ابھی اور سو رہو جب پچھلی رات
ہوئی تو سلمان نے کہا اب اُٹھو چنانچہ دونوں
نے اُٹھ کر نمازِ تہجد پڑھی۔ پھر سلمان نے
ابو الدرداء کی طرف روئے سخن کر کے کہا کہ بھائی
ابو الدرداء! تم پر تمھارے پروردگار کا بھی حق
ہے۔ تم پر تمھارے نفس کا بھی حق ہے۔ تم پر
تمھاری بی بی کا بھی حق ہے تو تم ہر حق دار
کو اُس کا حق دو۔ اس کے بعد ابو الدرداء نے
جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہو کر ان باتوں کا ذکر کیا پیغمبر
صاحب نے فرمایا سلمان نے بالکل
سچ کہا۔

احسان وسلوک

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ○ (الاحزاب ع ۱۔ پارہ ۲۱)

پیغمبر[۱] مسلمانوں پر خود اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور وہ مسلمانوں کے باپ کی جگہ ہیں۔ اور پیغمبر کی بیبیاں (ادب و تعظیم میں) اُن کی مائیں ہیں [۲] اور رشتے دار کتاب اللہ کی رُو سے (تمام) مسلمانوں اور مہاجروں سے بڑھ کر ایک کے حق دار ایک ہیں [۳] مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہو (تو وہ بات دوسری ہے) یہی حکم کتاب (لوح محفوظ) میں لکھا ہوا ہے ٭

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةَ الرَّجُلِ اَهْلَ وُدِّ اَبِیْهِ بَعْدَ اَنْ یُّوَلِّیَ (مسلم)

ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بڑھ کر نیکی۔ آدمی کا اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ احسان کرنا ہے باپ کے کہیں چلے جانے یا مر جانے کے بعد ٭

عَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ قَالَ بَیْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَآءَهٗ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ سَلِمَةَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّ اَبَوَیَّ شَیْءٌ اَبَرُّهُمَا بِهٖ بَعْدَ مَوْتِهِمَا قَالَ نَعَمْ

ابو اُسید کہتے ہیں کہ ہم بہت سے آدمی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ قبیلہ بنی سلمہ کا ایک شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ (میں اپنے والدین کی زندگی میں جہاں تک ان کے ساتھ نیکی کر سکتا تھا کر چکا) تو کیا اب ان کے ساتھ نیکی کرنے کا کوئی اور ایسا مرحلہ باقی ہے کہ میں اس سے اُن کے مرے پیچھے اُن کے ساتھ نیکی کر سکوں فرمایا ہاں

[۱] مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی جان کا پاس کرتا ہے۔ لیکن پیغمبر کے پاس و لحاظ اس سے بھی زیادہ ضروری ہے ۱۲

[۲] جو لوگ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواجِ مطہرات کی تعظیم کماحقہٗ نہیں کرتے اس آیۃ سے اُن پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے ۱۲

[۳] شروع شروع میں جب مسلمان ہجرت کر کے مدینے میں آگئے تو پیغمبر صاحبؐ نے مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ کرادیا تھا اور ایک کو ایک کا وارث بھی ٹھیرا دیا تھا اس مصلحت سے کہ مہاجرین کو مالی ضرورتیں تھیں۔ پھر جب اسلام کی فتوحات ہوئیں اور مہاجرین کو خدا نے مستغنی کر دیا تو صرف رشتہ داروں میں میراث کا قاعدہ جاری رہا۔ اور مہاجرین و انصار کا باہمی توارث موقوف ۱۲

اَلصَّلٰوۃُ عَلَیْهِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَاِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا وَاِکْرَامُ صَدِیْقِهِمَا ۔ (ابوداؤد - ابن ماجہ)

اُن کے حق میں دعا کرنا اُن کے لیے خدا سے بخشش مانگنا۔ اُن کے عہد و پیمان پورا کرنا۔ اور صرف اُن کی محبت اور اُن کی خوشنودی کے لیے صلۂ رحمی کرنا اور اُن کے دوستوں کی تعظیم و توقیر کرنا ۔

تعارف

عَنْ یَزِیْدَ بْنِ نَعَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اٰخَی الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلْیَسْاَلْ عَنِ اسْمِهٖ وَاسْمِ اَبِیْهِ وَمِمَّنْ هُوَ فَاِنَّهٗ اَوْصَلُ لِلْمَوَدَّةِ ۔ (ترمذی)

یزید بن نعامہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک شخص دوسرے شخص سے دوستی اور بھائی چارہ کرے تو اُسے اُس کا اور اُس کے باپ کا نام پوچھ لینا چاہیے اور یہ بھی کہ وہ کس قوم اور قبیلے میں کا ہے کیونکہ اس سے دوستی میں زیادہ قوت اور استحکام ہوتا ہے ف

من المترجم - تتبع اور استقرا سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوست کے حقوق دوسرے دوست پر گیارہ طرح کے ہوتے ہیں ایک مال میں یعنی ایک دوست کو دوسرے دوست سے مال عزیز نہ ہو بلکہ اپنے دوست کے حق کو اپنے سے مقدم سمجھے اور اپنا حصہ اسے بطیب خاطر دے دے اور یہ بات آیۂ والذین تبوؤ الدار والایمان الخ سے مستنبط ہوتی ہے جسے ہم عنوان ایثار کے ذیل میں مع ترجمہ و فوائد نقل کر آئے ہیں ۔

دوسرا حق یہ ہے کہ ایک دوست دوسرے دوست کو اپنی جگہ سمجھے اور جو چیز اپنی حاجت سے زیادہ ہو اُسے بے مانگے دے ڈالے۔ حتیٰ کہ اگر دوست کو مانگنے کی حاجت پڑے اور بے مانگے دوست کی مدد نہ کرے تو وہ دوستی کے درجے سے گر گیا۔ کیونکہ اُس کے دل میں دوست کی غمخواری نہیں رہی ۔

ایک بزرگ کی **حکایت** بیان کی جاتی ہے کہ اُنھوں نے اپنے ایک دوست سے کہا مجھے چار ہزار اشرفیوں کی ضرورت ہے دوست نے کہا دو ہزار تو ابھی لو اور دو ہزار پھر دے دوں گا۔ اِس بزرگ نے اُس کی طرف سے مُونہ پھیر لیا اور کہا تجھے شرم نہیں آتی کہ دوستی کا دعوےٰ کرتا ہے اور پھر مال کے دینے میں دریغ کرتا ہے۔ اِسی کے قریب قریب ایک اور حکایت بیان کی جاتی ہے کہ کسی نے ایک بادشاہ کے پاس متصوفوں کے

ف مطلب یہ ہے کہ اجنبیت دور ہوتی اور اُنس بڑھتا ہے اور دوست کو دوست کے جزو کل حالات معلوم ہونے سے مواقع امداد کا خیال رہتا ہے ۱۲ من المترجم

ایک گروہ کی چغلی کھائی۔ بادشاہ نے سب کو مار ڈالنے کا حکم دیا۔ اُن میں ایک بزرگ تھے ابو الحسن نوری اور وہی اِس گروہ کے مقتدا اور سب میں پیش پیش تھے۔ بادشاہ کے پیادے جب اِن لوگوں کو مقتل میں لے گئے تو ابو الحسن سب سے پہلے قتل ہونے کے لیے آگے بڑھے اور کہا کہ پہلے مجھے قتل کر ڈالو۔ بادشاہ نے پوچھا یہ کیوں؟ کہا یہ سب صوفی میرے دوست ہیں۔ مَیں چاہتا ہوں کہ ایک ساعت پہلے اپنی جان اِن قربان کر دوں۔ اور اِن کے قتل ہونے کی تکلیف اپنی آنکھ سے نہ دیکھوں۔ یہ سُن کر بادشاہ تعجب کے لہجے میں بولا کہ جو لوگ ایسے بامروّت ہوں۔ اُنھیں کس طرح قتل کیا جائے۔ چنانچہ سب لوگ چھوڑ دیے گئے۔

ایک اَور بزرگ تھے فتح موصلی نام۔ وہ اپنے ایک دوست کے گھر گئے۔ دوست تو مکان پر ملا نہیں اُس کی لونڈی سے کہا اپنے مالک کا صندوقچہ اُٹھا لا وہ گئی اور صندوقچہ اُٹھا لائی۔ اُنھیں جتنا روپیہ درکار تھا صندوقچے میں سے لے لیا۔ دوست گھر میں آیا اور یہ واقعہ سُنا تو اُس نے مارے خوشی کے لونڈی کو آزاد کر دیا۔ حضرۃ ابو ہریرہ کے پاس ایک شخص آ کر کہنے لگا کہ میں تم سے دوستی کرنی چاہتا ہوں۔ فرمایا تجھے دوستی کا حق بھی معلوم ہے۔ کہا نہیں۔ فرمایا دوستی کا حق یہ ہے کہ تو اپنے روپے پیسے میں اپنے تئیں مجھسے زیادہ حقدار نہ سمجھے۔ اُس نے کہا میں تو ابھی اِس رُتبے کو پہنچا نہیں فرمایا تو تو دوستی کے قابل نہیں۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا یہ حال تھا کہ کھانے میں۔ کپڑے میں۔ روپے پیسے میں ہر شخص دوسرے کو اپنے سے مقدم سمجھتا تھا۔ حضرۃ ابن عمر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک صحابی کے پاس کہیں سے بھُنی ہوئی سری آئی۔ اُنھوں نے کہا میرا فلاں دوست بہت محتاج ہے اور اُس کا بھی زیادہ استحقاق رکھتا ہے۔ چنانچہ سری اُن کے پاس بھیج دی گئی۔ اُنھوں نے بھی یہی خیال کر کے کہ میرا فلاں دوست زیادہ محتاج ہے۔ سری اپنے پاس نہیں رکھی دوست کے پاس بھیج دی۔ غرض کہ وہ سری کئی جگہ پھر پھرا کر پہلے ہی شخص کے پاس آ گئی۔ حضرۃ علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ مجھے دوست پر بیس درم خرچ کرنے کسی فقیر کو سو درم دینے سے زیادہ پسند ہیں۔

جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم ایک جنگل میں تشریف لیے جاتے تھے۔ ایک صحابی بھی آپ کے ساتھ تھے آپ نے ایک جگہ کھود کر دو مسواکیں نکالیں۔ ایک سیدھی۔ ایک ٹیڑھی۔ ٹیڑھی آپ لی اور سیدھی صحابی کو دی اُنھوں نے کہا بھی کہ حضرۃ یہ مسواک اچھی ہے آپ اِسے لے لیں۔ لیکن آپ نے نہیں لی اور فرمایا کہ جو شخص کسی کی صحبت میں رہتا ہے خواہ گھڑی بھر ہی کیوں نہ رہے قیامت کے روز اُس سے پوچھا جائے گا کہ تو حقِ صحبت بجا لایا یا اُسے ضائع کر دیا۔ اِس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب دو شخص باہم صحبت رکھیں تو ایک دوسرے کو کام کی چیز کے دینے میں مضایقہ نہ کرے۔ پیغمبر صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب دو آدمی باہم صحبت رکھتے ہیں تو اُن میں خدا کا بڑا دوست وہ ہے جو دوسرے کا دل سے رفیق و شفیق ہے۔

تیسرا حق یہ ہے کہ دوست کے اظہارِ خواہش اور استدعا سے پہلے اُس کی مدد کے لیے کھڑا ہو جائے۔

خندہ پیشانی اور ہنس مکھ چہرے کے ساتھ دوست کی خدمت گزاری میں مصروف ہو۔ سلف کی عادۃ تھی کہ روز مرّہ اپنے دوستوں کے دروازوں پر جاکر گھر والوں سے پوچھتے تھے کہ اگر تمھیں لکڑی آٹے تیل نمک وغیرہ کی ضرورۃ ہو تو کہہ دو۔ وہ دوستوں کے کام کو اپنے کام کی طرح ضروری اور اہم جانتے اور کام کرکے خود ممنون ہوتے۔ اگلے بزرگوں میں ایک بزرگ تھے جنھوں نے اپنے دوست کی وفات کے بعد چالیس برس تک حقِ صحبت کی رعایت سے اُس کی بی بی بچوں کی خدمت کی ؀

چوتھی قسم زبان سے تعلق رکھتی ہے۔ یعنی اپنے دوستوں کے حق میں اچھی بات کہے اُن کے عیبوں کو چھپائے کوئی اُن کے پیچھے اُن کا عیب ظاہر کرے تو جواب دے اور یہ سمجھے کہ وہ پسِ دیوار کھڑے سن رہے ہیں اُن کا راز فاش نہ کرے دوست کے بی بی بچوں اور اُس کے احباب کی غیبت نہ کرے۔ کوئی اُن کی شکایت کرے تو خود اُن کے مونہہ پر بیان نہ کرے کیونکہ وہ سُنیں گے تو رنجیدہ ہوں گے۔ اگر دوست سے کوئی قصور سرزد ہو جائے تو اُس کی شکایت تو دوست سے کردے مگر فوراً معاف بھی کردے۔ اور دل میں سمجھے کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود ٭

پانچواں حق یہ ہے کہ دوست کی محبت و شفقت جو دل میں ہو اُسے دوست سے ظاہر بھی کردے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا اَحَبَّ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ فَلْیُخْبِرْہُ یعنی جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو دوست رکھے تو اُسے یہ جتا بھی دے کہ میں تجھے دوست رکھتا ہوں تاکہ اُس کے دل میں بھی محبت پیدا ہو۔ اِس صورۃ میں دوسرے کی طرف سے دوگنی محبت ہوگی۔ دوست کا حق ہے کہ دوست کی احوال پُرسی کرے۔ رنج و راحت میں اُس کا شریک رہے۔ اُس کے رنج کو اپنا رنج۔ اُس کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھے۔ پُکارے تو اچھے نام سے پُکارے حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ دوستی کو تین چیزوں سے استحکام ہوتا ہے۔ ایک اچھے نام کے ساتھ پکارنے سے۔ دوسرے سلام میں سبقت کرنے سے۔ تیسرے کہیں بیٹھنا ہو تو پہلے اُسے بٹھانے سے۔ حضرۃ ابو الدرداء نے دو بیلوں کو دیکھا کہ کھونٹے سے بندھے بیٹھے ہیں۔ دفعۃً ایک بیل اُٹھا اور اُس کے اُٹھنے کے ساتھ دوسرا بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ یہ دیکھ کر آپ رو دیئے اور فرمایا برادرانِ دینی بھی ایسے ہی ہوتے ہیں ٭

چھٹی قسم کا حق یہ ہے کہ دوست کو علم دینی ضروری کی تعلیم دے کیونکہ اپنے بھائی کو عذابِ دوزخ سے بچانا دنیا کے رنج و غم سے چھڑا دینے کی نسبت اولیٰ ہے اگر علم حاصل کرنے کے بعد دوست عمل نہ کرے تو تنہائی میں نصیحت کرے اور نرمی کے ساتھ کہے اور یہ بھی اُس وقت جب کہ وہ اپنا عیب سمجھے ہی نہیں سمجھے تو اشارۃً کنایۃً نصیحت کرنی چاہیئے۔ صراحۃً اور علانیۃً نہیں ٭

ساتواں حق یہ ہے کہ اگر دوست سے کسی طرح کا قصور سرزد ہو جائے تو اُس پر مواخذہ نہ کرے بلکہ معاف کردے۔ پھر اگر وہ قصور گناہ کی قسم سے ہے تو نرمی سے نصیحت کرنی چاہیئے۔ اور گناہ پر اصرار نہ کرے تو خود نادان اور انجان بن جانا چاہیئے۔ اصرار کرے تو نصیحت کرنی ضرور ہے نصیحت سود مند نہ ہو تو بقولِ بعض صحابہ دوستی قطع کردینی یا بقول اکثر دوستی قائم رکھنی چاہیئے۔ کیونکہ امید ہے کہ گناہ سے جلد باز آجائے ٭

آٹھواں حق یہ ہے کہ دوست کو اُس کی زندگی میں اور مرنے کے بعد دعاے خیر سے یاد رکھے اور جس طرح اپنے بال بچّوں کے لیے دعا کرتا ہے۔ اُس کے بال بچّوں کے لیے بھی اُسی طرح دعا کرے اور حقیقت میں دیکھو تو وہ دعا اپنے ہی حق میں ہے۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کے واسطے اُس کی پیٹھ پیچھے دعا کرتا ہے۔ فرشتہ کہتا ہے کہ تجھے بھی یہ بات حاصل ہو اور ایک روایۃ میں یوں آیا ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ میں پہلے تیرا مدّعا بر لاؤں گا۔ پیغمبر صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ دوستوں کی پیٹھ پیچھے جو دعا اُن کے لیے مانگی جاتی ہے خدا اُسے ردّ نہیں کرتا۔

نواں حق یہ ہے کہ دوستی اور وفاداری کو نہ بھولے۔ اور وفاداری کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ دوست کی وفات کے بعد اُس کے زن و فرزند اور دوستوں سے غافل نہ رہے۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمۃ میں ایک بڑھیا حاضر ہوئی۔ آپ نے اُس کی تعظیم دی لوگ اِس بات سے متعجب ہوئے۔ فرمایا یہ بڑھیا بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وقت میں ہمارے یہاں آیا کرتی تھی۔ وفاداری کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ جو شخص کسی دوست سے علاقہ رکھتا ہو اُس کے فرزند اُس کے غلام اُس کے شاگرد سب پر مہربانی کی نظر رکھے اور دوستی کے نباہنے کی ہمیشہ کوشش کرتا رہے کیونکہ دوستی کا نباہنا ایمان کی ایک شاخ ہے۔ وفاداری کے مفہوم میں ایک یہ بات بھی داخل ہے کہ اگر صاحب حکومت و منصب یا دولتمند ہو گیا ہو تو اگلی تواضع اور مدارات کو ہمیشہ مدّ نظر رکھے۔ دوستوں سے غرور نہ کرے۔ اُن کے آگے بڑائی کی نہ لے ہمیشہ دوستی قائم رکھے اور کسی وجہ سے قطع محبت نہ کرے وفاداری کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ دوست کے حق میں کسی کا بھڑکانا نہ مانے اور سب کو جھوٹا جانے۔ وفاداری میں یہ بات بھی داخل ہے کہ دوست کے دشمن کے ساتھ دوستی نہ کرے بلکہ اُس کے دشمن کو اپنا دشمن جانے۔

دوستی کا دسواں حق یہ ہے کہ بیچ میں سے تکلف اُٹھا دے اور دوست کے ساتھ بالکل ویسا ہی رہے جیسا اکیلا رہتا ہے۔ دوست دوست سے تکلف کرے تو یہ دوستی ناقص ہوگی۔ حضرۃ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ وہ دوست سب قسم کے دوستوں سے بدتر ہے جس سے تم کو معذرت اور تکلف کرنے کی ضرورۃ پڑے۔

دوستی کا گیارھواں حق یہ ہے کہ اپنے تئیں سب دوستوں سے کمتر سمجھے اور اُن سے کسی بات کی امید و آرزو نہ رکھے۔ حضرۃ جنید قدس سرہ کے سامنے کسی شخص نے کہا کہ اِس زمانے میں دوست کمیاب ہیں حضرۃ جنیدؒ نے جواب دیا کہ اگر تو ایسا شخص چاہتا ہے جو تیری خدمت گزاری اور غمخواری کرے تو البتہ کمیاب ہے اور اگر ایسا شخص چاہتا ہے کہ تو اُس کی خدمت گزاری اور غمخواری کرے تو بہتیرے ہیں۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ جو شخص اپنے تئیں دوستوں سے بہتر جانے گا خود گنہگار ہوگا۔ اور اگر اپنے تئیں اُن کے برابر سمجھے گا تو خود بھی غمگین ہوگا اور وہ بھی رنجیدہ رہیں گے۔ اور اگر اپنے تئیں اُن سے کمتر جانے گا تو دونوں راحت و آرام میں رہیں گے۔

یہ سارا بیان ہم نے امام غزالی رحمہ اللہ کی کتاب کیمیائے سعادۃ سے اخذ کیا ہے۔ ہمارے اپنے خیالات دوستی و محبت کے بارے میں یہ ہیں کہ غور سے دیکھا جاتا ہے تو دنیا میں کوئی چیز محبت سے خالی نہیں

یہاں تک کہ جمادات جن میں نہ جان ہے نہ عقل ہے نہ ارادہ ہے نہ احساس ہے کچھ بھی نہیں۔ ایک پتھر کا ٹکڑا جو اتفاق سے کسی جگہ پڑا ہے از خود اپنی جگہ سے نہیں ہلتا ہے اس کے کہ کوئی اُس کو توڑے اپنے اجزا کو منتشر نہیں ہونے دیتا۔ بزور اوپر کو پھینکو تو اوبرسو بزمین پر گرتا ہے۔ اسی قاعدے کے مطابق پانی نشیب کی طرف کو بہتا۔ چاند۔ سورج۔ ستارے۔ تمام اجرام فلکی ایک معمول سے پڑے گھوم رہے ہیں۔ یہ سب محبت ہی کے آثار ہیں۔ جانداروں میں محبت کا ظہور اس طرح پر ہوتا ہے کہ ہر ایک جاندار اپنی جان کی حفاظت پر مجبور ہے۔ اصل میں یہ ہے محبت کا بیج اور اسی پر متفرع ہوتی ہیں تمام محبتیں جو ہم اپنی ذات کے علاوہ دوسرے اشخاص اور دوسری چیزوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ اگر اپنے تئیں عزیز رکھنا خود غرضی ہے تو دنیا کی کسی محبت کو بے غرض نہیں کہا جا سکتا۔ کوئی سی بھی محبت ہو اور کسی کے ساتھ بھی ہو وہ تحلیل کرنے سے خود غرضی پر جا کر منتہی ہوتی ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ بعض صورتوں میں خود غرضی کا پتہ ذرا سوچنے سے ملتا ہے مگر ملتا ضرور ہے۔ مثلاً ماں باپ کی محبت صغیر سن اولاد کے ساتھ۔ چونکہ اس طرح کی محبت اولاد کی پرورش اور پرداخت کے پیرائے میں جانوروں میں بھی دیکھی جاتی ہے۔ جانوروں پر قیاس کر کے بنی آدم کی محبت کو بھی بے غرضانہ تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ شاید کوئی کوئی ماں باپ کسی کسی وقت یہ بھی خیال کرتے ہوں کہ پیری میں اولاد اُن کے کام آئے گی۔ اُن کی خدمت اور مدد کرے گی۔ مگر عموماً ایسا خیال حاضر فی الذہن نہیں ہوتا او آدمی صرف بتقاضائے فطرۃ اولاد کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ کہنے میں تو یہ بات بے شک آتی ہے کہ بقائے نام کے لیے اولاد کی تمنا کی جاتی ہے مگر مُونہ سے کہنے اور دل سے سمجھنے میں فرق ہے۔ غرض اولاد کے ساتھ آدمی کی محبت کو بھی ہم بے غرضانہ محبت ہی سمجھتے ہیں۔ ہاں تقاضائے فطرۃ کے پورا کرنے کو غرض مان لیا جائے تو اولاد کی محبت بھی غرضمندانہ قرار پاتی ہے مگر جانوروں کی محبت کو کیا کہا جائے گا۔ غرض یہ چند سطریں ہم نے اس غرض سے لکھیں کہ دنیا میں کوئی محبت بے غرض کے نہیں ہوتی۔ اور لوگ ہیں کہ غرضمندانہ محبت کو محبت ہی نہیں سمجھتے۔ آدمی دوسرے کو سرد مہری یعنی غرضمندانہ محبت کا الزام دیتا اور اپنے نفس کا احتساب نہیں کرتا کہ اگر دوسرے کی آنکھ میں ناخنہ ہے تو اس کی آنکھ میں ٹینٹ دنیا میں محبت کی بڑی ضرورت ہے۔ دنیا کا انتظام ہی محبت پر مبنی ہے۔ چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے محبت کو بڑھایا جائے مگر عام غلط فہمی جو محبت کے مفہوم میں ہے محبت میں ترقی نہیں ہونے دیتی۔ مثل ہر ایک کے زبان زد ہے کہ بے غرض خدا سے لے تو آشنا نہیں ملتا۔ شاید کتاب دہ سالہ عالمگیری میں یہ حکایۃ نظر سے گزری ہے کہ عالمگیر ایک دن نماز صبح کے بعد تسبیح خانے میں بیٹھا ہوا بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ خدا کے آگے گڑگڑا رہا تھا خواجہ الماس علیحدہ کھڑا ہوا عالمگیر کی اس حرکۃ کو دیکھ رہا تھا۔ عالمگیر دعا سے فارغ ہوا تو الماس کسی قدر گستاخ تو تھا ہی بے اختیار کہہ اُٹھا کہ سلطنۃ تو باپ بھائیوں کی زندگی میں مل گئی اب ایسی کون سی حاجۃ باقی ہے۔ عالمگیر نے جواب دیا۔ خیر خواہ نہیں ملتا۔ یعنی دوست۔ میں نے بھی ایک سال شاہ جہان پور کے

لکچر میں یہی خیال ظاہر کیا تھا اور کہا تھا **قطعہ**

کتنی چیزیں ہیں کہ دنیا میں نہیں اُن کا وجود — جیسے عنقا و ہما و کیمیا کہنے کو ہیں
آدمی کی خصلتوں میں بھی علیٰ ہذا القیاس — اتحاد و اُلفت و مہر و وفا کہنے کو ہیں

مگر محبت کے متعلق اب میرا خیال بدل سا گیا ہے اور اب میں یوں سمجھتا ہوں کہ محبت کے لیے غرض کا ہونا ضرور ہے دو آدمی غرض کے بدون ایک دوسرے سے تعلق پیدا کر ہی نہیں سکتے نہ کہ محبت۔ عمارة میں چونے کے ذریعے سے اینٹیں بہم پیوستگی پیدا کرتی ہیں۔ اغراض کے ذریعے سے آدمی آپس میں محبت۔ دوستی۔ اُنس۔ رغبت میلان طبع۔ شوق۔ مذاق۔ سب محبت کے مظاہر ہیں لیکن محبت ضرور نہیں کہ اپنے ہم جنس ہی کے ساتھ ہو زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ مگر زیادہ تر محبت کا اطلاق اسی رغبت پر کیا جاتا ہے جو ہم جنسوں میں ہو۔ اور ہم جنسوں میں سے بھی خاص کر نر و مادہ اور ذکور و اناث میں۔ فطرة نے نسل کے جاری رکھنے کی غرض سے اس رغبت کا تقاضا مرد و عورة دونوں میں یکساں خلق کیا ہے۔ آدمی سے افراط و تفریط تو سبھی باتوں میں ہوتی رہتی ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس خاص رغبت کا ضبط کرنا اور حدِ اعتدال سے اُس کو متجاوز نہ ہونے دینا ہر زمانے میں مشکل رہا ہے۔ تشکایت جو کچھ ہے افراط کی ہے۔ شخصی بربادیوں اور تباہیوں کی کون کہے اس بلائے بے درماں نے سلطنتوں کے تختے اُلٹ دیئے ہیں۔ افراطِ محبت کا نام ہے عشق اور عشق کو طبیبوں نے بالاتفاق نوع من الجنون سے تعبیر کیا ہے۔ بے اعتدالیاں جو اس قسم کی محبت میں لوگوں سے سرزد ہوتی ہیں انواع و اقسام کی ہیں اِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ اس رغبت کے عمل میں لانے کا محفوظ اور معتدل طریقہ تو یہی ایک ہے کہ مقصودِ اصلی ابقائے نسل ہو جو اس رغبت کی غرض و غایة ہے۔ مگر لوگوں نے ایک خاص وضع کی جسمانی ساخت ایک خاص طرح کے خط و خال کو حسن قرار دے کر اُس پر قابض ہونے کو مقصودِ اصلی ٹھہرا رکھا ہے۔ حالانکہ جو واقعی مقصودِ اصلی ہے۔ اُس میں حسنِ ادّعائی کو کچھ بھی تو دخل نہیں۔ سچ کہا ہے حبك الشيء يعمي ويصم لوگ اندھے بہرے ہو کر بے سوچے سمجھے قعرِ محبت میں گرتے ہیں۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ یہ رغبت چونکہ فطری اور خلقی ہے کوئی آدم زاد اس سے بچا نہیں۔ باایں ہمہ ہر ملک و ہر رسم معیارِ حسن مختلف۔ ہم میں کا کوئی سانولا آدمی بھی حبش میں جا نکلے تو وہاں کے لوگ کوڑھی اور مبروص سمجھ کر پاس نہ آنے دیں۔ ہمارے یہاں کالی پتلی داخلِ حسن ہے۔ انگریز گربہ چشم کو پسند کرتے ہیں۔ ہم زلفِ سیاہ کی قدر کرتے ہیں۔ انگریز بھورے بالوں کی چینیو سنج پالنے کو دبا دبا کر آخر ناک کو بٹھا چھوڑا چینی عورتوں کی تصویریں دیکھی ہیں۔ سارا جسم سڈول بلند

۵۱ لوگوں (کی بناوٹ اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ ان) کو (دنیا کی) مرغوب چیزوں لیعنی (مثلاً) بیبیوں اور بیٹوں اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیروں اور عمدہ عمدہ گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتی کے ساتھ دلبستگی بھلی معلوم ہوتی ہے (حالانکہ یہ (تو) دنیا کی زندگی کے (چند روزہ) فائدے ہیں اور (ہمیشہ کا) اچھا ٹھکانا تو اُسی اللہ کے ہاں ہے ۱۲

کشیدہ قامت۔ متناسب الاعضا۔ پاؤں بے جوڑ گڑیوں کے سے۔ دوسرے بڑی بات یہ ہے کہ کسی کسی عضو کی ساخت کو اچھا سمجھنے کے معنی کیا؟ اگر وہ عضو صاحبِ عضو کو اچھی طرح کام دیتا ہے تو وہ اچھا ہے۔ اور اچھا بھی ہے تو صاحبِ عضو کے لیے نہ ماؤشما کسی اور کے لیے۔

یہ ہی بنیاد حُسن کی جس کے پیچھے ہزاروں لاکھوں بندگانِ خدا دنیا اور دین کھوتے چلے آئے ہیں اور ابھی تک کھو رہے ہیں اور غالبًا تا بقائے دنیا کھویا کریں گے۔ آدمی کی دانشمندی کو دیکھنا ہے کہ کیسی بے اصل باتوں کا شیفتہ و گرویدہ ہو جاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ مضمون زیادہ تر اخلاق سے متعلق تھا مگر اخلاق اور حقوق و فرائض میں کچھ یوں ہی سا فرق ہے۔ اخلاق کی ابھی نوبت نہیں آئی۔ مارے جلدی کے محبت کے متعلق چند ضروری باتیں تو ہم نے یہاں لکھدی ہیں باقی جو کچھ لکھنا ہے اخلاق میں لکھیں گے۔ رغبت کے بارے میں ہم اتنا اور کہنا چاہتے ہیں کہ آدمی کو چاہیئے کہ ردی مذاق طبیعت میں نہ پیدا ہونے دے جیسا کہ ان وقتوں میں پتنگ اور مرغ اور مینڈھے اور بٹیریں اور بلبلیں اور انڈے لڑانے اور گیڑیاں اور گولیاں کھیلنے کا عام رواج ہو گیا ہے کوئی سا بھی مشغلہ ہو وضعداری اور بھلمنساہت کا پہلو لیے ہوئے ہو وقت کو بے فائدہ ضائع نہ کیا جائے

محبت خود غرضی ہی پر کیوں نہ مبنی ہو مگر یہ خصلت ہے سود مند اور سود مند ہونے کے علاوہ اس میں

سمائی بہت ہے قرابتِ قریبہ سے لے کر کنبے قبیلے قوم مذہب وطن ملک حیوانات

نباتات سب پر احاطہ کر سکتی ہے۔ قرآن اور احادیث سے جو کچھ اس

بارے میں لیا گیا اُس کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ محبت

پیدا کرو اور پیدا

ہوئے پیچھے

اُس کو

نباہو

عدل و انصاف

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (المائدہ ۶ پارہ)

مسلمانو! خدا واسطے انصاف کے ساتھ گواہی دینے کو آمادہ رہو اور لوگوں کی عداوت تم کو اس جرم (کے ارتکاب) کی باعث نہ ہو کہ (معاملات میں) انصاف نہ کرو (نہیں۔ ہر حال میں) انصاف کرو کہ (شیوۂ) انصاف پرہیزگاری سے قریب تر ہے اور اللہ (کی نافرمانی) سے ڈرتے رہو کیونکہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ۭ فَاِنْ جَاۗءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَـيْـــًٔـا ۭ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○

(المائدہ ۶ پارہ ۶)

(یہ یہودی) جھوٹی جھوٹی باتوں کی کنسوئیاں لیتے پھرتے ہیں (اور) مالِ حرام ڈکوسے چلے جاتے ہیں تو (اے پیغمبر) اگر یہ لوگ (اپنے معاملات فیصلہ کرانے کو) تمہارے پاس آئیں تو تم (کو اختیار ہے کہ) ان میں فیصلہ کر دیا (ان کے معاملات میں دخل دینے) سے کنارہ کش رہو اور اگر تم ان (کے معاملات میں دخل دینے) سے کنارہ کشی کروگے تو (یہ) تم کو کسی طرح کا بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور اگر فیصلہ کرو تو ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں کو

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرٰىكَ اللّٰهُ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ۝ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ النساء ع ۱۶ پارہ ۵

(اے پیغمبر ہم نے (جو) کتاب برحق تم پر نازل کی ہے (تو) اس لیے کہ جیسا تم کو خدا نے بتا دیا ہے اُس کے مطابق لوگوں کے باہمی جھگڑے چکا دیا کرو اور دغابازوں کے طرفدار نہ بنو اور اللہ سے (بھول چوک کی) معافی چاہو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۱

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ اٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوْا وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ المائدہ ع ۱ پارہ ۶

مسلمانو! خدا کے (ٹھیرائے ہوئے دینی) آداب و ارکان کی بے توقیری نہ کرو اور نہ (کسی) حرمت والے مہینے کی لہ اور نہ (حج کی) قربانی کی اور نہ اُن (جانوروں) کی جن (کو خدا کی نیاز کے لیے خاص کر کے شناخت کے طور پر اُن) کے (گلوں میں) پٹے باندھ دیے ہوں اور نہ اُن (لوگوں) کی جو عزۃ والے گھر (یعنی خانہ کعبہ کی زیارت) کو جا رہے ہوں (اور ضمناً) اپنے پروردگار کی برکۃ (یعنی منفعت تجارۃ کے) اور (اصالتاً اُس کی) رضامندی کے طلبگار ہوں اور جب احرام سے باہر آ جاؤ تو (اجازۃ ہے کہ چاہو تو بدستور) شکار کرو اور (مسلمانو!) بعض لوگوں نے جو تم کو حرمت (و عزۃ) والی مسجد (یعنی خانہ کعبہ میں جانے) سے روکا تھا ف۲ یہ عداوۃ تم کو (اُن پر کسی طرح کی) زیادتی کرنے کی باعث نہ ہو اور نیکی اور پرہیزگاری (کے کاموں) میں ایک دوسرے کے مددگار ہو جایا کرو اور گناہ اور زیادتی (کے کاموں) میں ایک دوسرے کے مددگار (نہ ہو)

ف۱ اس آیۃ کی شان نزول ایک قصہ ہے کہ پیغمبر صاحب کے وقت میں ایک انصاری کی زرہ آٹے میں رکھی ہوئی چوری گئی اور آٹے کا کھوج پہلے ایک مسلمان طعمہ بن ابیرق کے اور پھر ایک یہودی کے گھر تک لگا اور زرہ یہودی کے گھر سے برآمد ہوئی یہودی نے کہا طعمہ رکھوا گیا ہے طعمہ نے کیا انکار طعمہ کی قوم کے لوگ اس کی صفائی کرنے کو تیار ہوئے پیغمبر صاحب کو وحی کے ذریعے سے یہودی کی براءت اور طعمہ کی خطا ظاہر ہو گئی اور وہ وحی یہ اور اس کے بعد کی چند آیتیں ہیں اس درجے دوست دشمن میں انصاف اس درجے حق کی طرفداری پیغمبر کے سوا کس سے ہو سکے ۱۲ ف۲ اس میں اشارہ ہے سفر حدیبیہ کی طرف کہ مشرکین مکہ نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو خانہ کعبہ میں جانے سے روکا تھا ۔ سفر حدیبیہ کا مفصل قصہ ہم اسی حصہ دوم کے صفحہ ۸ و ۹ میں لکھ آئے ہیں اس جگہ اسے پڑھو گے تو اس آیۃ کے سمجھنے میں زیادہ بصیرۃ حاصل ہو گی ۱۲ ف۳ شروع سورۃ سے لے کر یہاں تک جتنے احکام ہیں سب کا حاصل یہ ہے کہ حاجیوں کو آمد و شد کعبہ میں کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچے بے کھٹکے جائیں اور چلے آئیں لیکن سخت افسوس کی بات ہے کہ عرب کے بدو ان احکام کا پاس نہیں کرتے اور ہمیشہ قافلے لٹتے رہتے ہیں اور حاجیوں کو جو شکار کی ممانعۃ کی گئی ہے تو اس کی مصلحۃ یہی معلوم ہوتی ہے کہ ملک میں سرسبزی اور آبادی ہو اور ملک عرب کو اس کی سخت ضرورۃ تھی اور ہو اور یوں بھی حج تو ایک اعلےٰ درجے کی عبادۃ ہے عین عبادۃ کی حالت میں جانور کو مارنا منافی عبادۃ ہے ۱۲

ظلم و زیادتی کی ممانعت

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ○

(بقرہ ع ۲۴۔ پارہ ۲)

اور (مسلمانو!) جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی اللہ کے رستے (یعنی دین کی حمایت) میں اُن سے لڑو اور زیادتی نہ کرنا اللہ (کسی طرح) زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَلَا تُقٰتِلُوْھُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوْکُمْ فِیْہِ فَاِنْ قٰتَلُوْکُمْ فَاقْتُلُوْھُمْ کَذٰلِکَ جَزَآءُ الْکٰفِرِیْنَ ○ فَاِنِ انْتَھَوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ وَقٰتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰہِ فَاِنِ انْتَھَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ○ (بقرہ ع ۲۴ پارہ ۲)

اور (مسلمانو!) جب تک کافر ادب (اور حرمت) والی مسجد (یعنی خانہ کعبہ) کے پاس تم سے نہ لڑیں تم بھی اُس جگہ اُن سے نہ لڑو لیکن اگر وہ لوگ تم سے لڑیں تو تم بھی اُن کو (بے تامّل) قتل کر دو۔ ایسے کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر باز آئیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور وہاں تک اُن سے لڑو کہ (ملک میں) فساد (باقی) نہ رہے اور (ایک) خدا کا حکم چلے پھر اگر (فساد سے) باز آجائیں تو (اُن پر کسی طرح کی زیادتی نہیں کرنی چاہیے (کیونکہ زیادتی تو) ظالموں کے سوا کسی پر (جائز ہی) نہیں ف۱

اَلشَّھْرُ الْحَرَامُ بِالشَّھْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ

ادب (و حرمت) والے مہینوں کا معاوضہ ادب (و حرمت) والے مہینے اور (مہینوں کی خصوصیت نہیں بلکہ) ادب کی (تمام) چیزیں اُو لے کا بدلہ ف۲ تو جو تم پر (کسی قسم کی) زیادتی کرے تو (مسلمانو!) جیسی زیادتی اُس نے تم پر کی

ف۱ شاہ عبد القادر صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "لڑائی کا فروں سے اسی واسطے ہے کہ ظلم موقوف ہو اور دین سے گمراہ نہ کر سکیں اور حکم اللہ کا جاری رہے۔ اگر تابع ہو کر رہیں تو لڑائی کی حاجت نہیں۔ اور ایمان تو دل پر موقوف ہے زور سے مسلمان کرنا کیا حاصل" فقط یہاں سے مسلمانوں کے جہاد کی اصلیت معلوم ہوتی ہے کہ کیسی دینی مجبوری کی حالت میں جہاد کی اجازت ہے اور لڑائی کی صورت میں بھی زیادتی کی مناہی۔ ان احکام کے ہوتے جہاد پر کسی طرح کا اعتراض ہو ہی نہیں سکتا ۱۲

ف۲ عرب کے لوگ ذیقعد۔ ذی الحج۔ محرم۔ رجب۔ ان چار مہینوں کا بڑا ادب رکھتے تھے کہ سارے ملک میں لوٹ مار لڑائی سب بند ہو جاتی اور مسلمان بھی اُسی دستور پر چلتے تھے تو کافر ان ہی مہینوں میں مسلمانوں پر چڑھ چڑھ کر آتے اور مسلمان مہینے کے ادب کے لحاظ سے لڑائی کا پہلو بچاتے۔ اللہ نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ ادب کے ساتھ ادب ہے وہ کسی وقت یا مقام کا ادب نہ کریں تو تم کو بھی ایسا ادب کرنا ضرور نہیں کہ اُنکو جواب ترکی بہ ترکی دینے میں مضایقہ کرنے ۱۲

فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ (بقرہ ع ۲۴ پارہ ۲)

ویسی ہی زیادتی تم بھی اُس پر کرو اور زیادتی کرنے میں) اللہ سے ڈرتے رہو اور جانتے رہو کہ اللہ اُن ہی کا ساتھی ہے جو (اُس سے) ڈرتے ہیں ۱۲

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (شوریٰ ع ۴ پارہ ۲۵)

اور خدا کے ہاں اجر ان لوگوں کے لیے ہے) جو ایسے (غیرتمند) ہیں کہ جب اُن پر کسی طرف سے بے جا زیادتی ہوتی ہے تو وہ (واجبی) بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی (ہے پر بھی) جو معاف کرے اور صلح کرے تو اُس کا ثواب اللہ کے ذمے ہے بے شک وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جس کسی پر ظلم ہوا ہو اور وہ اُس کے بعد بدلہ لے تو یہ لوگ معذور ہیں اِن پر کوئی الزام نہیں ف۱ الزام (تو) اُن ہی پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے اور ناحق (ناروا) ملک میں (لوگوں پر) زیادتی کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کو عذاب دردناک ہونا ہے ۱۲

دشمنوں کے قاصدوں اور عورتوں اور بچوں کی مراعاۃ

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَآءَ ابْنُ النَّوَّاحَةِ وَابْنُ اُثَالٍ رَسُوْلَا مُسَيْلِمَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمَا اَتَشْهَدَانِ

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ مسیلمہ ف۲ کے دو بھیجے ہوئے قاصد ایک ابن النواحہ اور ایک ابن اثال جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ پیغمبر صاحب نے اُن سے فرمایا کیا تم گواہی دیتے ہو

ف۱ سبیل کے معنی تو رستے کے ہیں جس کا مرادف ہی ہمارے ہاں صورۃ۔ طریق اور اس کا مضاف الیہ محذوف مثلاً الزام کی کوئی صورۃ۔ مواخذے کی کوئی صورۃ۔ بازپرس کی کوئی صورۃ۔ اور اصل میں مراد ہی مضاف الیہ اس لیے ہم نے الزام کو مراد سمجھ کر مضاف الیہ کا قائم مقام کر لیا ۱۲

ف۲ مسیلمہ یمامہ کا باشندہ تھا جس نے جناب پیغمبر صاحب کے عہد مبارک میں نبوّت کا دعوےٰ کیا تھا۔ آخر کار حضرۃ صدیق اکبر کے زمانہ خلافت میں مارا گیا۔ حضرۃ خالد جو اِن دنوں لشکر اسلام کے سپہ سالار تھے بنی اسد و غطفان کی جنگ سے فارغ ہوئے تو اپنے سارے لشکر کو ساتھ لے یمامہ پر چڑھ دوڑے چند روز تک دونوں لشکر کھلے میدان میں لڑتے رہے۔ مگر پھر مسیلمہ قلعہ بند ہو گیا۔ خالد ایک عرصے تک قلعے کا محاصرہ کیے رہے۔ آخر کار وحشی نے جو حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل تھا مسیلمہ کو قتل کر ڈالا مسیلمہ جس وقت قتل ہوا اُس کی عمر پورے ڈیڑھ سو برس کی تھی۔ اُس کی ولادت پیغمبر صاحب کے والد عبداللہ کی ولادت سے بھی پہلے ہوئی تھی ۱۲ از تاریخ خلفا۔ من المترجم

أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَا نَشْهَدُ أَنَّ مُسَيْلِمَةَ رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ لَوْ كُنْتُ قَاتِلًا رَسُولًا لَقَتَلْتُكُمَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَمَضَتِ السُّنَّةُ أَنَّ الرَّسُولَ لَا يُقْتَلُ (احمد)

کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ انھوں نے کہا ہم تو اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ خدا کا رسول ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں خدا اور اس کے سب پیغمبروں پر ایمان لایا۔ اگر میں قاصد اور ایلچی کو مار ڈالنے والا ہوتا تو تم دونوں کو ابھی قتل کر دیتا۔ عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں تو اب یہ طریقہ ثابت و مستمر ہے کہ ایلچی کو قتل نہ کیا جائے (اگرچہ درشتی اور سختی ہی سے بات کیوں نہ کرے اور مستحق قتل ہی کیوں نہ ہو)

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَّرَ أَمِيرًا عَلَى جَيْشٍ أَوْ سَرِيَّةٍ أَوْصَاهُ فِي خَاصَّتِهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا ثُمَّ قَالَ اغْزُوا بِسْمِ اللّٰهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ اغْزُوا فَلَا تَغُلُّوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تُمَثِّلُوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا وَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ أَوْ خِلَالٍ فَأَيَّتُهُنَّ مَا أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ

سلیمان اپنے والد بریدہ سے روایۃ کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ جب کسی کو لشکر یا دستۂ فوج کا سردار بناتے تو خاص اسے خدا سے ڈرنے کی نصیحۃ کرتے اور جو مسلمان اس کے ساتھ ہوتے ان کے بارے میں اسے نیکی اور بھلائی کرنے کا تاکیدی حکم فرماتے پھر سب کو مخاطب کرکے فرماتے (جاؤ) خدا کی راہ میں جہاد کرو جو خدا کا منکر ہو اس سے لڑو (جاؤ) جہاد کرو (مگر دیکھو غنیمۃ کے مال میں خیانۃ نہ کرنا عہد شکنی نہ کرنا کسی کو مُثلہ نہ کرنا بچوں کو قتل نہ کرنا (اس کے بعد پیغمبر صاحب سردار کو مخاطب کرکے فرماتے) اور جب تیری دشمن سے مٹ بھیڑ ہو اور وہ ہوں مشرک تو انھیں تین باتوں کا پیام دے۔ پس اگر وہ ان میں سے کوئی سی بات بھی تسلیم کرلیں تو تو ان سے قبول کرے اور انھیں تکلیف پونہچانے سے باز رہ پھر (پیغمبر صاحب ان تین باتوں کی توضیح فرماتے کہ) پہلے ان کو اسلام کی دعوۃ دے اگر وہ تیری اس دعوۃ کو قبول کرلیں اور مسلمان ہو جائیں تو تو ان کے اسلام کو قبول کرے اور انھیں ایذا دینے سے باز رہ پھر انھیں اس طرف بلا کہ اپنے گھروں کو چھوڑ کر

لہ یہ ثم کا محل نہیں ہے کیونکہ جن تین خصلتوں کا اوپر مجملاً مذکور ہوا یہاں سے انھیں کی تفصیل شروع ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ مسلم کے علاوہ اور ائمہ حدیث نے ثم کا لفظ روایۃ نہیں کیا۔ معلوم نہیں کہ مسلم کی روایۃ میں ثم کا لفظ کیوں کر داخل ہو گیا ۱۲ من المترجم

ع ناک کان ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالنے کو مُثلہ کہتے ہیں اور اس سے مردے کی تذلیل مقصود ہوتی ہے ۱۲ من المترجم

دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِيْنَ فَلَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِيْنَ فَإِنْ أَبَوْا أَنْ يَتَحَوَّلُوْا مِنْهَا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُوْنُوْنَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِيْنَ يَجْرِيْ عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللّٰهِ الَّذِيْ يَجْرِيْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَكُوْنُ لَهُمْ فِي الْغَنِيْمَةِ وَالْفَيْءِ شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوْا مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَسَلْهُمُ الْجِزْيَةَ فَإِنْ هُمْ أَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَقَاتِلْهُمْ وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوْكَ أَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهٖ فَلَا تَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَلَا ذِمَّةَ نَبِيِّهٖ وَلٰكِنِ اجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ وَذِمَّةَ أَصْحَابِكَ فَإِنَّكُمْ إِنْ تُخْفِرُوْا ذِمَمَكُمْ وَذِمَمَ أَصْحَابِكُمْ أَهْوَنُ مِنْ أَنْ تُخْفِرُوْا ذِمَّةَ اللّٰهِ وَذِمَّةَ رَسُوْلِهٖ وَإِنْ حَاصَرْتَ أَهْلَ

مہاجروں کے شہر میں سکونت اختیار کرو اگر وہ ایسا کریں تو جو اجر و ثواب اور استحقاق مال فئے، مہاجروں کے لیے ہے وہی ان کے لیے اور جو ان پر ہے یعنی جہاد کے واسطے تیار ہو کر نکلنا، وہی ان پر ہے اور اگر وہ ہجرۃ سے انکار کریں تو اُن کو جتا بتا دے کہ اُن کا حکم اعراب مسلمانوں جیسا ہے (جو جنگل میں رہتے ہیں) اِس وقت اُن پر خدا کا وہی حکم جاری ہوگا جو سب ایمان والوں پر جاری ہوتا ہے مگر جس طرح مہاجروں کو مالِ غنیمۃ اور فئے میں سے حصہ ملتا ہے ان کو کچھ نہ ملے گا۔ البتہ اگر مسلمانوں کے ساتھ ہو کر جہاد کریں گے تو غنیمۃ و فئے کے مستحق ہوں[1] گے اور اگر وہ سرے سے انکار ہی کر دیں اور اسلام نہ لائیں تو اُن سے جزیہ مانگ۔ اگر وہ جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں تو اُن سے قبول کرے اور اُن پر زیادتی کرنے سے باز رہ (یہ دوسری بات ہوئی) اور جزیہ دینے سے انکار کریں تو خدا سے مدد مانگ اور اُن سے جہاد کر اور جب تو اہلِ قلعہ کا محاصرہ کرے اور وہ تجھ سے یہ چاہیں کہ تو اُن کے لیے خدا اور خدا کے پیغمبر کی ذمّہ داری مقرر کر تو تو اُن کے لیے نہ خدا کی ذمّہ داری مقرر کر نہ خدا کے پیغمبر کی۔ ہاں[2] انھیں اپنی اور اپنے ساتھیوں کی ذمّہ داری پر راضی کر دے کیونکہ اگر احیاناً تم اپنی اور اپنے ساتھیوں کی ذمّہ داری کو توڑ دوگے تو وہ خدا کی اور خدا کے رسول کی ذمّہ داری کے

ف معاملے کی صورت یہ ہے کہ دشمن قلعے میں بند ہو کر بیٹھے ہیں اور مسلمان اُن کا محاصرہ کیے پڑے ہیں صلح کی گفتگو درپیش ہے اور تکمیلِ صلح بدون اِس کے ہو نہیں سکتی کہ مسلمان محاصرہ اُٹھا لیں اور دشمن جو قلعے میں بند تھے باہر نکل کر بات چیت کریں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تا تکمیلِ صلح لڑائی موقوف۔ مسلمانوں کا میرِ لشکر قلعے والوں کو اَمن کا قول دے تو وہ باہر آئیں۔ پکّی مختتم صلح میرِ لشکر کی اختیاری بات نہیں۔ بلکہ شرائطِ صلح کا منظور کرنا یا نہ کرنا میرِ لشکر کے افسر کا کام ہے۔ (بقیہ صفحہ ۳۵۳)

[1] یہاں تک پہلی بات ختم اور آگے دوسری بات شروع ہوئی ۱۲ [2] مطلب یہ ہو کہ بلا منظوری و اجازۃ خدا کی طرف سے عہد و پیمان نہ کرو ۱۲

حِصْنٍ فَأَرَادُوكَ أَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلَى حُكْمِ اللّٰهِ فَلَا تُنْزِلْهُمْ عَلَى حُكْمِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ أَنْزِلْهُمْ عَلَى حُكْمِكَ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي أَتُصِيبُ حُكْمَ اللّٰهِ فِيهِمْ أَمْ لَا ۔ (مسلم)

قلعہ کا محاصرہ کرے اور وہ تجھ سے یہ بات چاہیں کہ تو انھیں حکم خدا پر قلعے سے نیچے اتارے تو تو خدا کے حکم پر انھیں قلعے سے نہ اتار کیونکہ تو نہیں جانتا کہ اُن کے قلعے سے نیچے اُتر آنے کے متعلق جو حکم تُو نے کیا ہے وہ خدا کے نزدیک ٹھیک اور حکم الٰہی کے مطابق ہے یا نہیں ممکن ہے کہ تُو نے خطا کی ہو۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ ۔ (صحیحین)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے ف

عَنْ رَبَاحِ بْنِ الرَّبِيعِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ فَرَأَى النَّاسَ مُجْتَمِعِينَ عَلَى شَيْءٍ فَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ انْظُرْ عَلَى مَا اجْتَمَعَ هٰؤُلَاءِ فَجَاءَ فَقَالَ عَلَى امْرَأَةٍ قَتِيلٍ فَقَالَ مَا كَانَتْ هٰذِهِ لِتُقَاتِلَ وَعَلَى الْمُقَدِّمَةِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ قُلْ لِخَالِدٍ لَا تَقْتُلِ امْرَأَةً وَلَا عَسِيفًا ۔ (ابوداؤد)

رباح بن ربیع کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم بہت سے آدمی کسی جہاد میں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پیغمبر صاحب نے ایک مقام پر لوگوں کو جمع دیکھ کر اُدھر ایک شخص کو روانہ کیا اور فرمایا دیکھ تو لوگ کس چیز پر ہجوم کیے ہوئے ہیں وہ شخص گیا اور آکر عرض کرنے لگا کہ یہ لوگ ایک مقتول عورۃ کی لاش پر جمع ہیں فرمایا عورۃ تو جنگ کرنے اور لڑنے کے قابل نہ تھی اور مقدمۃ لشکر پر خالد بن الولید تھے تو پیغمبر صاحب نے ایک شخص کو اُن کی طرف بھیجا اور فرمایا خالد سے کہہ دو کہ نہ تو عورۃ ہی کو قتل کیجیو اور [illegible]

ف اندھا اور لنگڑا اور اپاہج اور بڈھا پھوس بھی عورتوں اور بچّوں میں شامل ہیں کذا فی الہدایہ۔ مطلب یہ ہے کہ ضعفاء کے حال سے تعرض نہ کیا جائے ۱۲ من المترجم

(بقیہ صفحہ ۳۵۲) لیکن دورانِ گفتگو ئے صلح میں اہلِ قلعہ کو امن ملنا چاہیئے۔ اس امن کے بارے میں حکم ہے کہ میر لشکر خدا رسول کو اس کا ذمہ دار نہ ٹھیرائے۔ یا ایک صورۃ یہ ہے کہ میر لشکر نے اہلِ قلعہ کو اس شرط پر امن دیا کہ تمھارا معاملہ خدا رسول کے حکم کے مطابق طے کر دیا جائے گا اور اہلِ قلعہ اس پر راضی ہو کر باہر نکل آئے تو ایسی صورتوں میں انجامِ کار معلوم نہیں کہ شرائطِ صلح منظور ہوں یا نہ ہوں تو نامنظوری کی صورۃ میں دشمنوں کو مغالطہ ہوگا کہ وہ بامیدِ منظوریِ صلح سامانِ لڑائی ہی غلط کرنے لگیں گے اور لڑائی ہوگی تو دشمن خواہی نخواہی مغلوب ہوں گے ۱۲ من المترجم

غدر و بے وفائی سے بچنا

الَّذِينَ عَاهَدتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ۝ فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ۝ وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ۝ (الانفال ع ۷، پارہ ۱۰)

(اے پیغمبر) یہ کافر وہ (ہیں) جن سے تم نے صلح کا عہد (و پیمان) کیا پھر اپنے عہد (و پیمان) کو ہر بار توڑتے اور (وبالِ بد عہدی سے بھی) نہیں ڈرتے تو اگر تم اُن کو لڑائی میں (موجود) پاؤ تو اُن پر ایسا زور ڈالو کہ جو لوگ اُن کی پُشتی پر ہیں اِن کو بھاگتے دیکھ کر اُن کو بھی بھاگتا ہی پڑے شاید یہ لوگ (شکست سے ڈر کر عبرت پکڑیں اور اگر تم کو کسی قوم کی طرف سے دغا کا اندیشہ ہو تو مساواۃ[۵۱] کو ملحوظ رکھ کر (اُن کے عہد کو اُلٹا) اُن ہی کی طرف پھینک مارو بے شک اللہ دغا بازوں کو پسند نہیں کرتا۔

عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ كَانَ بَيْنَ مُعَاوِيَةَ وَبَيْنَ الرُّومِ عَهْدٌ وَكَانَ يَسِيرُ نَحْوَ بِلَادِهِمْ حَتَّى إِذَا انْقَضَى الْعَهْدُ أَغَارَ عَلَيْهِمْ فَجَاءَ رَجُلٌ عَلَى فَرَسٍ أَوْ بِرْذَوْنٍ وَهُوَ يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَفَاءٌ لَا غَدْرٌ فَنَظَرُوا فَإِذَا هُوَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ فَسَأَلَهُ مُعَاوِيَةُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَحُلَّنَّ عَهْدًا

سُلیم بن عامر کہتے ہیں کہ معاویہ رضؓ اور اہلِ روم کی آپس میں صلح ہو گئی تھی (کہ فلاں وقت تک جنگ نہ کریں گے) اور معاویہ تھے کہ آہستہ آہستہ رومیوں کے شہروں کی طرف اس غرض سے بڑھ رہے تھے کہ عہد کا زمانہ منقضی ہو جائے تو دفعۃً اُن پر چھاپہ ماریں اور تاراج کر ڈالیں اتنے میں ایک شخص گھوڑے یا ٹٹو پر سوار آیا اور وہ کہتا جاتا تھا اللہ اکبر اللہ اکبر لوگو! عہد کو نباہو بد عہدی نہ کرو۔ لوگوں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ عمرو بن عبسہ صحابی ہیں معاویہ نے اُن سے پوچھا کہ (ہمارا دشمنوں کے شہروں کی طرف چلنا داخلِ غدر کیوں ہے) کہا میں نے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جس شخص میں اور کسی قوم میں عہد ہو تو اُسے چاہیے کہ عہد کو کھولے

[۵۱] مساوات کو محفوظ رکھنے کے معنی ذیل کی حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آتے ہیں ۱۲

وَلَا يَشُدَّنَّهٗ حَتّٰى يَمْضِيَ اَمَدُهٗ اَوْ اَنْ يُّنْبِذَ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ قَالَ فَرَجَعَ مُعَاوِيَةُ بِالنَّاسِ ؞ (ترمذی۔ ابوداؤد)

باندھے نہیں (یعنی کسی طرح کا ردوبدل نہ کرے) جب تک کہ عہد کی پوری مدت نہ گزرے یا جتا بتا کر اُن کے عہد کو اُن کی طرف نہ پھینک دے (راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر معاویہ اپنے لشکر سمیت لوٹ آئے ؞

صلح کی طرف مائل ہوں تو صلح کر لینا

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

(الانفال ع ۸ پارہ ۱۰)

اور (مسلمانو!) سپاہیانہ قوت سے اور گھوڑوں کے باندھے رکھنے سے جہاں تک تم سے ہو سکے کافروں کے (مقابلے کے) لیے سازو سامان مہیا کیے رہو کہ ایسا کرنے سے اللہ کے دشمنوں پر اور اپنے دشمنوں پر اپنی دھاک بٹھائے رکھو گے اور (نیز) اُن کے سوا اوروں پر بھی جن کو تم نہیں جانتے (اور) اللہ اُن (کے حال) سے (خوب) واقف ہے اور خدا کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا بھر پایا جائے گا اور (کسی طرح بھی) تمھاری حق تلفی نہ ہوگی اور (اے پیغمبر) اگر (کافر) صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی اُس کی طرف جھکو اور اللہ پر بھروسا رکھو کیونکہ وہی (سب کی) سُنتا (اور سب کچھ) جانتا ہے اور اگر اُن کا ارادہ تم سے دغا کرنے کا (بھی) ہو گا تاہم (تم کچھ پروا نہ کرو) اللہ تم کو بس کرتا ہے (اے پیغمبر) وہی (قادر مطلق) ہے جس نے اپنی امداد سے اور مسلمانوں سے تم کو قوت دی اور مسلمانوں کے دلوں میں باہم اُلفت پیدا کر دی اگر تم روئے زمین کے سارے خزانے بھی خرچ کر ڈالتے تو بھی اُن کے دلوں میں الفت نہ پیدا کر سکتے مگر (وہ تو) اللہ (ہی) تھا جس نے (اُن) لوگوں میں الفت پیدا کر دی بے شک وہ زبردست (اور) صاحب تدبیر ہے ؞

وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ ۖ وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ أَنْ يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتَلُوكُمْ ۚ فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ۝ سَتَجِدُونَ آخَرِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ كُلَّمَا رُدُّوا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكِسُوا فِيهَا ۚ فَإِنْ لَمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوا أَيْدِيَهُمْ فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ ۚ وَأُولَٰئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُبِينًا ۝ (النساء ع ۱۲ پارہ ۵)

(مسلمانو!) اِن (منافقوں) کی خواہش یہ ہے کہ جس طرح خود کافر ہو گئے ہیں اُسی طرح تم (سچے مسلمان) بھی کفر کرنے لگو (اور وہ) اور تم (سب) ایک ہی طرح کے ہو جاؤ تو جب تک (یہ لوگ) خدا کی راہ میں (یعنی خدا کے لیے) ہجرت نہ کر آئیں اِن میں سے (کسی کو اپنا) دوست نہ بنانا۔ پھر اگر (ہجرت سے) مونہہ موڑیں تو اِن کو پکڑو اور جہاں پاؤ اِن کو قتل کر دو اور اِن میں سے (کسی کو اپنا) دوست اور مددگار نہ بنانا مگر جو لوگ ایسی قوم سے جا ملے ہوں کہ تم میں اور اُن میں (صلح کا) عہد (و پیمان) ہو یا تمہارے ساتھ لڑنے سے یا اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے تنگ دل ہو کر تمہارے پاس آئیں (تو ایسے لوگوں سے میل ملاپ رکھنے کا مضایقہ نہیں) اور اگر خدا چاہتا تو اِن (لوگوں) کو تم پر غلبہ دیتا تو یہ تم سے لڑتے پر لڑتے پس اگر (ایسے لوگ) تم سے کنارہ کش رہیں اور تم سے نہ لڑیں اور تمہاری طرف پیغام (صلح) ڈالیں تو ایسے لوگوں پر (دست درازی کرنے کا) تمہارے لیے اللہ نے کوئی رستہ نہیں رکھا کچھ اَور لوگ تم ایسے بھی پاؤ گے جو تم سے (بھی) امن میں رہنا چاہتے ہیں اور اپنی قوم سے (بھی) امن میں رہنا چاہتے ہیں (مگر حال یہ ہے کہ) جب کبھی اُن کو کوئی فساد کی طرف لوٹا کر لے جائے تو اوندھے مونہہ اُس میں جا گرنے کو موجود سو ایسے لوگ اگر تم سے کنارہ کش نہ رہیں اور نہ تمہاری طرف پیغام (صلح) ڈالیں اور نہ لڑائی سے اپنے ہاتھ روکیں تو اُن کو پکڑو اور جہاں پاؤ اُن کو قتل کرو اور یہی لوگ ہیں جن کے مقابلے میں ہم نے تمہارے لیے کھلی

ف ۱ فما لکم فی المنافقین فئتین سے کر یہاں تک کی آیتیں اُن ظاہری مسلمانوں کی شان میں نازل ہوئی ہیں جو ناسازگاری کے سبب ہوئے (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

نقضِ عہد نہ کرنا

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

جن مشرکوں کے ساتھ تم (مسلمانوں) نے (صلح کا) عہد (و) پیمان (کر رکھا تھا (اب) اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے اُن کو صاف جواب ہے تو (اے مشرکو!) امن عام کے چار مہینے (ذی قعد ذی الحجہ، محرم، رجب) ملک میں چلو پھرو اور جانے رہو کہ تم اللہ کو (کسی طرح بھی) ہرا نہیں سکو گے اور یہ کہ آخر کار اللہ کافروں کو (مسلمانوں کے ہاتھ سے دنیا میں) رسوا کرنے والا ہے اور حجِ اکبر کے دن ف اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے لوگوں کو (آگاہ کرنے کے لیے عام) منادی کی جاتی ہے کہ اللہ اور اُس کا رسول مشرکین سے دست بردار ہیں پس (اے مشرکو!) اگر تم توبہ کرو تو یہ تمھارے حق میں بہتر ہے اور اگر (اب بھی خدا اور رسول سے) پھرے رہو تو جان رکھو کہ تم اللہ کو (کسی طرح) ہرا نہیں سکو گے (اور اے پیغمبر!) کافروں کو

ف یعنی عرفے کے دن لوگوں میں تو یوں مشہور ہے کہ جمعے کے دن حج ہو تو وہ حجِ اکبر ہے مگر شرع میں اس کی کچھ اصل نہیں شرع میں تو مطلق حج کو حجِ اکبر بولا جاتا ہے کیونکہ ایک طرح کا حج عمرہ بھی ہے مگر اس کے مقابلے میں حج متعارف حجِ اکبر ہے جس میں لوگوں کا بڑا اجتماع ہوتا ہے ۱۲

(بقیہ فائدہ صفحہ ۳۵۶) مدینے کا عذر کر کے پیغمبر صاحب سے اجازت لے کر دیہات میں نکل گئے اور کھسکتے کھسکتے مشرکوں کے پاس جا پناہ لی مسلمانوں نے اِن کے حق میں اختلاف کیا۔ بعض نے کہا اِن سے لڑنا چاہیے بعض نے کہا نہیں اللہ نے اِن کے ساتھ لڑنے یا نہ لڑنے کے بارے میں تفصیل کی۔ کیونکہ اِن لوگوں کے تین گروہ تھے۔ بعض وہ جنھوں نے ایسی قوم میں جا پناہ لی جن کے ساتھ مسلمانوں کا عہد پیمان تھا اور پناہ لیے پیچھے چپ چاپ بیٹھے رہے تو اِن کے حال سے کچھ تعرض نہیں۔ دوسرے وہ جن سے چپ چاپ بیٹھا گیا اور وہ لڑنے بھڑنے کے لوگ تھے اُن کو یہ مشکل پڑی کہ خالی بیٹھے بیٹھے جی گھبراتا ہے لڑیں تو کس سے لڑیں۔ مسلمانوں سے کھل کر لڑنا مناسب نہیں اور جس قوم کی پناہ میں ہیں اُن کے ساتھ پہلے کا اتحاد ہے اُن سے بھی نہیں لڑ سکتے۔ عاجز آ کر مسلمانوں کی طرف رجوع کیا کہ ہم کو پھر ملا لو ایسے لوگوں کے بارے میں مسلمانوں کو حکم ہے کہ اُن سے بدگمان نہ ہو اور شبہات پر اپنی جماعت سے لوگوں کو خارج کر کے اپنا زور مت گھٹاؤ۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو منتظرِ موقع ہیں اگر فساد کرنے کا قابو پائیں تو کھل کھیلیں۔ بس اس فریق کے لیے حکم ہے کہ مسلمان اِن کو دشمن سمجھ کر اِن کے ساتھ وہی مدارات کریں جو دشمنوں کے ساتھ کی جاتی ہے ۱۲

بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ (توبہ ع ۱ پارہ ۱۰)	عذاب دردناک کی خوشخبری سنا دو۔ ہاں مشرکین میں سے جن کے ساتھ تم (مسلمانوں) نے (صلح کا عہد و پیمان) کر رکھا تھا پھر انھوں نے (ایفاءِ عہد میں) تمھارے ساتھ کسی طرح کی کمی نہیں کی اور نہ تمھارے مقابلے میں کسی کی مدد کی وہ مستثنےٰ ہیں تو ان کے ساتھ جو عہد (و پیمان) ہو اُسے اُس مدۃ تک جو اُن کے ساتھ ٹھیری تھی پورا کرو کیونکہ اللہ اُن لوگوں کو جو (بدعہدی سے) بچتے ہیں دوست رکھتا ہے
كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ (توبہ ع ۲ پارہ ۱۰)	اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک مشرکین کا عہد و پیمان صلح کیونکر معتبر ہو (کہ انھوں نے عہد شکنی کر کے آپ اپنی بے اعتباری کر لی) مگر جن لوگوں کے ساتھ تم (مسلمانوں) نے مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ کے قریب حدیبیہ میں صلح کا) عہد (و پیمان) کیا تھا (اور انھوں نے اب تک اس کو نہیں توڑا) تو جب تک وہ لوگ تم سے سیدھے رہیں تم بھی ان سے سیدھے رہو کیونکہ اللہ اُن لوگوں کو جو (بدعہدی سے) بچتے ہیں دوست رکھتا ہے +
عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ خُطْبَتِهٖ اَوْفُوْا بِحِلْفِ الْجَاهِلِيَّةِ فَاِنَّهٗ لَا يَزِيْدُهٗ يَعْنِي الْاِسْلَامَ اِلَّا شِدَّةً وَّلَا تُحْدِثُوْا حِلْفًا فِي الْاِسْلَامِ ۔ (ترمذی)	عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں فرمایا کہ جاہلیۃ[1] کے عہد و پیمان کو پورا کرو کیونکہ اسلام وفائے عہد کو اور مضبوط کرنے کا حکم دیتا ہے اور اسلام میں کوئی نیا عہد و پیمان پیدا نہ کرو (جس کی ضرورۃ نہ ہو) ف

ف حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیۃ میں جو ظلم و فساد پر مدد و اعانت کرنے کا باہم عہد و پیمان کرتے تھے وہ تو اسلام میں بے شک منع ہے اور ایسے عہد و پیمان کا وفا ہی نہ کرنا بہتر ہے۔ اس کے علاوہ ہر طرح کے عہد و پیمان جو جاہلیۃ میں ہوئے تھے اسلام میں بھی باقی ہیں بلکہ اسلام اُن کے پورا کرنے کا زیادہ سختی اور شدّۃ کے ساتھ حکم دیتا ہے ۱۲

[1] اسلام سے پہلے کا زمانہ۔ زمانۂ جاہلیۃ کہلاتا ہے کیونکہ اس میں لوگ خدا رسول کے احکام سے جاہل محض تھے ۱۲

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يُرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِيْحَهَا يُوْجَدُ مِنْ مَّسِيْرَةِ اَرْبَعِيْنَ عَامًا ۔ (بخاری)

عمروؓ کے بیٹے عبداللہ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے ہم عہد کو قتل کر ڈالے گا وہ جنت کی بُو تک بھی سونگھنے نہیں پائے گا حالانکہ اُس کی مہک چالیس سال کی مسافت تک پائی جاتی ہوگی

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعُ خِلَالٍ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا ۔ (بخاری)

عمروؓ کے بیٹے عبداللہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار خصلتیں ہیں جس میں وہ ہوں ایسا شخص پورا اور خالص منافق ہے (۱) جب بولے جھوٹ بولے (۲) وعدہ کرے تو خلاف کرے (۳) عہد کرے تو توڑ ڈالے (۴) لڑائی جھگڑا ہو تو فحش بکنے لگے اور جس میں اُن میں کی ایک خصلۃ ہو تو اُس میں نفاق کی ایک خصلۃ ہے اور یہ شخص بھی جب تک اُس خصلۃ کو چھوڑ نہ دے منافق ہی کہلائے گا ۔

پناہ میں آئیں تو امن دینا

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ (توبہ ع ۱ پارہ ۱۰)

اور (اے پیغمبر) مشرکین میں سے اگر کوئی شخص تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو (اُس کو) پناہ دو یہاں تک کہ وہ (اطمینان سے) کلام خدا کو سن (سمجھ) لے پھر اس کو اُس کے امن کی جگہ واپس پہنچا دو یہ (رعایت ان لوگوں کے حق میں) اس وجہ سے کرنی ضرور ہے کہ یہ لوگ (اسلام کی حقیقۃ سے) واقف نہیں ۔

عَنْ اُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَتْ ذَهَبْتُ

ابوطالب کی بیٹی اُمّ ہانی کہتی ہیں کہ میں

إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَنْ هٰذِهِ فَقُلْتُ أَنَا أُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ مَرْحَبًا يَا أُمَّ هَانِئٍ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ قَامَ فَصَلَّى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ زَعَمَ ابْنُ أُمِّي عَلِيٌّ أَنَّهُ قَاتِلٌ رَجُلًا قَدْ أَجَرْتُهُ فُلَانَ ابْنَ هُبَيْرَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ يَا أُمَّ هَانِئٍ قَالَتْ أُمُّ هَانِئٍ وَذٰلِكَ ضُحًى ٭ (بخاری)

فتح مکہ کے موقع پر جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئی تو میں نے آپ کو غسل کرتے پایا اور فاطمہ آپ کی صاحبزادی پردہ کیے ہوئے تھیں میں نے پیغمبر صاحب کو سلام کیا فرمایا یہ کون عورت ہے؟ میں نے عرض کیا میں ہوں ابو طالب کی بیٹی اُمّ ہانی! فرمایا اُمّ ہانی! آؤ بیٹھو۔ الغرض جب پیغمبر صاحب غسل سے فارغ ہوئے تو ایک کپڑے میں لپٹ کر آٹھ رکعتیں نمازِ نفل پڑھیں اُس وقت میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں جائے بھائی علیؓ کا خیال ہے کہ میں نے جو ابن ہبیرہ کو پناہ دی ہے وہ اُسے قتل کرنے والے ہیں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُمّ ہانی! جسے تُو نے پناہ دی وہ ہماری پناہ میں ہے۔ اُمّ ہانی کہتی ہیں اور یہ چاشت کا وقت تھا۔

دین کے بارے میں زبردستی نہ کرنا

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ

دین میں زبردستی کا کچھ کام نہیں ف گمراہی سے ہدایت (الگ) ظاہر ہو چکی ہے تو جو جھوٹے معبودوں کو نہ مانے اور اللہ ہی پر ایمان لائے تو اُس نے مضبوط رسّی پکڑ رکھی ہے

ف خدا تو کھلے لفظوں میں ارشاد فرماتا ہے کہ دین میں زبردستی نہیں اور لوگ ہیں کہ ناحق اسلام پر تہمت لگاتے ہیں کہ بزورِ شمشیر پھیلایا گیا۔ اگر کسی بادشاہ نے دین کو ملک گیری کا حیلہ بنا کر ایسا کیا بھی تو دین پر کیا الزام ۱۲

الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (بقرہ ع ۳۴ پارہ ۳)	جو ٹوٹنے والی نہیں (اور اُس کا بیڑا پار ہے) اور اللہ (سب کی) سنتا (اور سب کچھ) جانتا ہے اللہ ایمان والوں کا حامی (و مددگار) ہے کہ اُن کو (کفر کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان کی) روشنی میں لاتا ہے اور جو لوگ (دینِ حق سے) منکر ہیں اُن کے حمایتی شیطان ہیں کہ اُن کو (ایمان کی) روشنی سے نکال کر (کفر کی) تاریکیوں میں دھکیلتے ہیں یہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ ہمیشہ (ہمیشہ) دوزخ ہی میں رہیں گے ۔

من المترجم۔ ہم نے اس کتاب کے لکھنے کا ارادہ کیا تو سب سے پہلے حقوق اور فرائض کی ایک فہرست جامع بنائی۔ فہرست کے بناتے وقت ہی ہم نے یہ سمجھ کر جہاد کو فہرست میں نہیں لیا تھا کہ جہاد کے احکام مسلمانانِ ہند سے متعلق نہیں۔ قرآن اور حدیث کی رُو سے جہاد ایک طرح کا مذہبی استحقاقِ حفاظتِ خود اختیاری ہے۔ مجموعۂ قوانین تعزیرات ہند میں جو تمام ہندوستان کا قانونِ فوجداری ہے استحقاقِ حفاظتِ خود اختیاری کا ایک باب جداگانہ موجود ہے۔ استحقاقِ حفاظتِ خود اختیاری کے یہ معنی ہیں کہ اگر کوئی شخص تمہاری جان تمہارے جسم تمہارے مال پر ناحق حملہ کرے تو تم کو بلا استمدادِ حاکم خود اُس حملے کے دفع کرنے کا اختیار ہے اور دفعِ حملہ میں جو کچھ نقصان بھی حملہ کرنے والے کو تمہارے ہاتھ سے پہنچ جائے معاف ہے ایسی نقصان رسانی جرم نہیں۔ ہرچند انگریزی قانون نے مذہبی حفاظتِ خود اختیاری کو بابِ استحقاق میں نہیں لیا۔ مگر توہینِ مذہب کو جرمِ فوجداری قرار دینے سے بقدرِ ضرورت ہر ایک مذہب کی حفاظت کر دی ہے۔ بہرکیف ہم جہاد کو بھی ایک طرح کا استحقاقِ حفاظتِ اختیاری ہی سمجھتے ہیں۔ اور ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسلامی جہاد میں اعتراض کی کیا بات ہے۔ جہاد جس کی شریعتِ اسلام نے اجازت دی ہے یہی ہے کہ مسلمانوں کو جبراً ادائے ارکانِ اسلام سے روکا جائے اور مسلمان جبر و ظلم کے دفع کرنے پر قادر بھی ہوں تو کریں۔ ارکانِ اسلام اور قدرتِ دفع دو باتیں شرطِ جہاد ہیں اور ہمارے یہاں دونوں مفقود اذا فات الشرط فات المشروط سب کو معلوم ہے کہ اسلام کے صرف چار رکن ہیں۔ نماز روزہ زکوٰۃ حج۔ سو ان کی بجا آوری میں تو کسی طرح کی روک ٹوک نہیں اور خدانخواستہ ہوتی بھی تو قوتِ دفع نہ ہونے کی وجہ سے ہجرت فرض ہوتی نہ جہاد۔ جہاد کو بدنام کیا کسی قدر بعض بادشاہوں کی ہوسِ ملک گیری نے اور زیادہ تر مخالفوں کی بہتان بندیوں نے۔ تو اس کا الزام اگر ہے تو اُن بادشاہوں پر اور افترا پردازوں پر نہ اسلامی جہاد پر اور نہ اسلامی شریعت پر۔ اور پھر ایسے الزام سے کون سی قوم بچی ہے کون سا ملک کون سا مذہب۔ ارادہ تو یہی تھا کہ جہاد کا ذکر تک کتاب میں آنے پائے مگر بعد کو خیال آیا کہ یہ بھی صداقت اور دیانت کا ایک حق ہے کہ اسلامی جہاد کی حقیقت کو لوگوں پر ظاہر کر دیا جائے جو احکام ہم نے جہاد کے بارے میں قرآن اور حدیث سے اخذ کیے ہیں اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاقی حیثیت سے بھی اسلام دنیا بھر کے مذہبوں پر فوقیت رکھتا ہے اگر ہم مسلمان اُس کی اس برتری کو قائم نہ رکھیں تو یہ ہماری نالائقی ہے اور اگر مخالف ہم کو ناحق بدنام کریں تو یہ اُن کی۔ ناحق کے اعتراضوں کی نسبت ہمارا کامل یقین ہے کہ فنِ تاریخ کی تحقیق اور تکمیل کے ساتھ زمانہ اُن کو چٹکیوں میں اُڑا دے گا اور الحق یعلو کا وعدہ ضرور پورا ہو کر رہے گا ۔
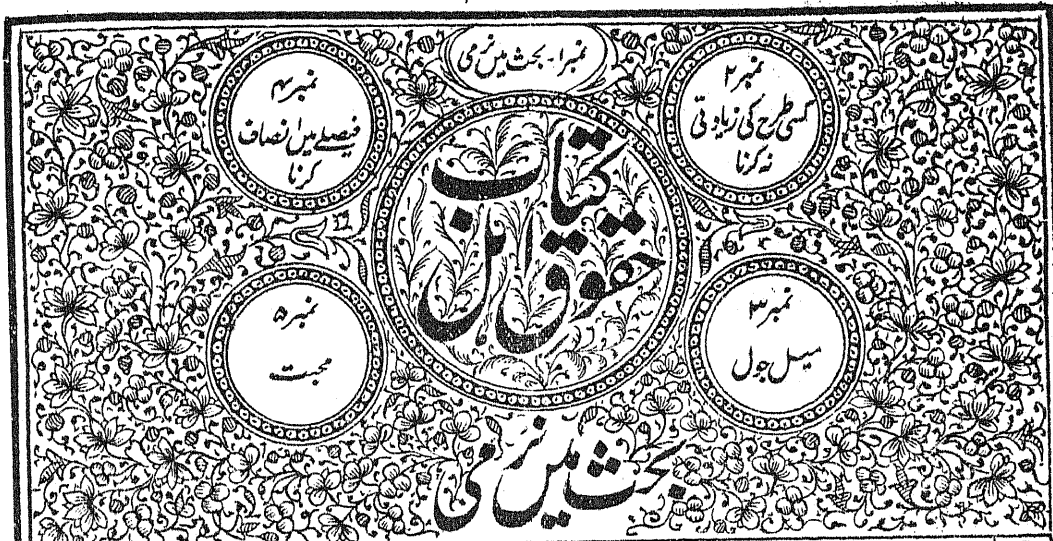
ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ○

(نحل ع ۱۶ پارہ ۱۴)

(اے پیغمبر لوگوں کو) عقل کی باتوں اور اچھی اچھی نصیحتوں سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور اُن کے ساتھ بحث (بھی) کرو (تو) ایسے طور پر (کہ وہ لوگوں کے نزدیک) بہت ہی پسندیدہ ہو (اے پیغمبر) جو کوئی خدا کے رستے سے بھٹکا تمھارا پروردگار اس (کے حال) سے بخوبی واقف ہے اور (نیز) وہ اُن (لوگوں کے حال) سے بھی بخوبی واقف ہے جو راہِ راست پر ہیں ۔

وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنزِلَ إِلَيْنَا وَأُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَإِلَٰهُنَا وَإِلَٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ○

(العنکبوت ع ۵ پارہ ۲۱)

اور (مسلمانو!) اہل کتاب کے ساتھ جھگڑا نہ کیا کرو مگر ایسی طرح کہ وہ نہایت ہی عمدہ (اور شایستہ) ہو ہاں جو لوگ اُن میں سے زیادتی کریں (تو اُن کو ترکی بہ ترکی جواب دینے کا مضایقہ نہیں) اور (ان لوگوں سے) کہو کہ جو (کتاب) ہم پر نازل ہوئی اور جو (کتابیں) تم پر نازل ہوئیں ہم تو سبھی کو مانتے ہیں اور ہمارا خدا اور تمھارا خدا ایک ہی ہے اور ہم اُسی کے فرماں بردار ہیں ۔

من المترجم جس قدر تاکیدی حکم مناظرے میں نرمی کرنے کا ہے افسوس ہے کہ اُسی قدر مسلمانوں کی طرف سے اُس کی تعمیل میں غفلت اور بے پروائی دیکھی جاتی ہے ۔ بات یہ ہے کہ سرے سے مذہبی بحث ہی اچھی نہیں ضرور ہے کہ دو بحث کرنے والے سخن پروری پر اُتر آئیں جس کا انجام ہے گالی گلوج ۔ مار کٹائی ؎

تو گوئی خروسانِ شاطر بجنگ درافتادہ باہم بمنقار و چنگ

علاوہ بریں ہم نے تو کسی کو مغلوبِ مناظرہ ہو کر قبولِ حق کرتے بھی نہیں دیکھا۔ اور ایسا ہوتا تو دنیا میں آج کو ایک ہی مذہب ہوتا۔ بے شک دوسرے مذہب والے بھی رنج دہ اور اشتعالِ طبع دلانے والے الفاظ میں اسلام پر حملے کرتے رہتے ہیں مگر مسلمانوں کی طرف سے گالی گلوج کا جواب نہ ہونا چاہیئے سیدھا اور قاطعِ خصومۃ جواب ہے خاموشی ۞

کسی طرح کی زیادتی نہ کرنا

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيَحْسَبُ اَحَدُكُمْ مُتَّكِئًا عَلٰى اَرِيْكَتِهٖ يَظُنُّ اَنَّ اللّٰهَ لَمْ يُحَرِّمْ شَيْئًا اِلَّا مَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اَلَا وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ قَدْ اَمَرْتُ وَوَعَظْتُ وَنَهَيْتُ عَنْ اَشْيَاءَ اِنَّهَا مِثْلُ الْقُرْاٰنِ اَوْ اَكْثَرُ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يُحِلَّ لَكُمْ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا بِاِذْنٍ وَلَا ضَرْبَ نِسَائِهِمْ وَلَا اَكْلَ ثِمَارِهِمْ اِذَا اَعْطَوْكُمُ الَّذِيْ عَلَيْهِمْ

(ابوداؤد)

ساریہ کے بیٹے عرباض کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم (خطبہ پڑھنے کو) کھڑے ہوئے اور (اثنائے خطبہ میں) لگے فرمانے کیا تم میں کا ایک شخص اپنے آراستہ تخت پر تکیہ لگائے خیال کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اُن چیزوں کے سوا جو قرآن میں ہیں اور کوئی چیز حرام ہی نہیں کی (اگر ایسا خیال کرتا ہے تو یہ اس کی غلطی ہے) سنو! سنو! بخدا میں نے (جن چیزوں کے کرنے کا) حکم کیا اور نصیحۃ کی اور (جن چیزوں سے لوگوں کو) منع کیا وہ (بھی مقدار اور ضخامت میں) قرآن کے برابر یا (قرآن سے) زیادہ ہیں (پھر پیغمبر صاحب نے اُن چند باتوں کا ذکر فرمایا۔ جن سے آپ نے منع کیا اور جن کا ذکر قرآن میں فروعاً نہیں مگر اصولاً ضرور ہے) ف اور بے شک خدا نے اہلِ کتاب کے گھروں میں (اُن کی) اجازت بغیر داخل ہونا تمھارے لیے حلال نہیں کیا اور نہ اُن کی عورتوں کا مارنا (حلال کیا) اور نہ اُن کے پھل کھانے (تمھارے لیے حلال کیے) جب وہ تم کو (یعنی تمھارے سردار کو) وہ دے دیں جو اُن پر (واجب) ہے

ف یعنی وہ چیزیں بعینہا تو قرآن میں مذکور نہیں مگر اُن کے ماخذ اور اصول ضرور مذکور ہیں مثلاً اہلِ کتاب کے گھروں میں اُن کی اجازۃ بغیر داخل نہ ہونا اگرچہ بجنسہ قرآن میں موجود نہیں لیکن اس کا ماخذ موجود ہے اور وہ آیۃ یایہا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتے تستانسوا وتسلموا علے اہلہا الخ ہے اور اہلِ کتاب کی عورتوں کو نہ مارنے کا ماخذ یہ آیۃ وکتبنا علیہم فیہا ان النفس بالنفس والعین بالعین و الانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص اور اہلِ کتاب کے پھل نہ کھانے کا ماخذ یہ آیۃ فبظلم من الذین ہادوا حرمنا علیہم طیبات احلت لہم وبصدہم عن سبیل اللہ کثیرا واخذہم الربوا وقد نہوا عنہ واکلہم اموال الناس بالباطل ۱۲

سلہ اس آیۃ اور اس کی بعد کی آیت میں عَلَيْهِمْ اور هُمْ سے مراد اگرچہ یہودی ہیں مگر چونکہ اس کے مخاطب اور مامور بہم ہم مسلمان بھی ہیں اس لیے ہم نے ان دونوں آیتوں کو استدلال میں پیش کیا ۱۲

میل جول

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ

(مسلمانو!) آج (تمام) پاکیزہ چیزیں تمھارے لیے حلال کر دی گئیں اور اہلِ کتاب کا کھانا (بشرطیکہ تمھارے ہاں بھی روا ہو) تمھارے لیے حلال ہے اور تمھارا کھانا اُن کے لیے حلال ہے اور مسلمان بیاہتا بیبیاں اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی جا چکی ہے اُن میں کی (بھی) بیاہتا بیبیاں (تمھارے لیے) حلال ہیں ف۱ بشرطیکہ اُن کے مہر اُن کے حوالے کرو (اور) تمھارا ارادہ (اُن کو) قیدِ نکاح میں لانے کا ہو نہ کھلم کھلا بدکاری کرنے کا اور نہ چوری چھپے آشنا بنانے کا۔ اور جو ایمان کی ان

ف۱ بیاہتا بیبیوں سے مراد ہیں وہ عورتیں جو نکاح کے ذریعے سے لوگوں کے ساتھ میاں بی بی کا سا تعلق پیدا کرنا چاہتی ہیں ۱۲

سلہ یہ قید جو ہم نے لگائی ہے تو اُس آیۃ سے لی گئی ہے جو اسی سورۃ کے اسی رکوع میں اس سے دو آیتیں پہلے مذکور ہے جسے ہم مع ترجمہ و فوائد نقل کرتے ہیں تو اُس آیۃ کو اس آیۃ کا مخصص سمجھو حاصل مطلب یہ ہے کہ اہلِ کتاب کا کھانا ہم مسلمانوں کو روا ہے مگر جو چیز از روئے نصِ شرعی ہمارے ہاں حرام ہے اور اہلِ کتاب اُس کو کھاتے ہیں جیسے گردن مروڑی مرغی تو اُس کا کھانا ہم مسلمانوں کو روا نہیں۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ۔ یعنی (مسلمانو!) مرا ہوا (جانور) اور لہو ف۱ اور سور کا گوشت اور جو (جانور) خدا کے سوا کسی اَور کے نام زد کیا گیا ہو ف۲ اور جو گلا گھٹنے سے مر گیا ہو اور جو چوٹ سے مرا ہو اور جو اونچے سے گر کر مرا ہو اور جو کسی جانور کا سینگ لگ کر مرا ہو یہ سب چیزیں تم پر حرام کر دی گئیں اور (نیز وہ جانور) جس کو درندوں نے (پھاڑ) کھایا ہو مگر جس (کے مرنے) سے پہلے تم (اُس) کو حلال کر لو (تو وہ حرام نہیں) اور (نیز) جو کسی تھان پر (چڑھا کر) ذبح کیا گیا ہو ف۳ اور یہ (بھی منع ہے) کہ (سانجھے کے جانور کا گوشت) جوئے کے طور پر تیروں (کے پاسوں) سے آپس میں تقسیم کرو (کہ) یہ گناہ کی بات ہے ف۴

سلہ یہاں تو مطلق لہو فرمایا ہے اور آٹھویں پارے میں بہتا لہو اور حدیث شریف میں بہتے کی قید سے کلیجی اور تلی کا کھانا جائز قرار دیا ہے ۱۲ سلہ اگرچہ سلسلۂ کلام کے لحاظ سے ہم نے مآ اُھل کا ترجمہ اس کے ایک فرد یعنی جانور سے کیا ہے مگر الفاظ قرآنی عام ہیں حکمِ حرمت میں اُس کے سب افراد داخل ہیں یعنی کل نذر و نیاز جو خدا کے سوا دوسرے کے نام سے کی جائے حرام ہے واللہ اعلم ۱۲ سلہ تھان سے مراد وہ مقامات ہیں جن کو لوگ متبرک سمجھ کر خدا کے سوا دوسروں کی نذر نیاز چڑھاتے ہیں جیسے دیوی یا دیوتا کے تھان یا طاق یا مٹی کا ڈھیر یا درخت یا قبر یا اسی طرح کی کوئی دوسری جگہ ۱۲ سلہ عرب کے لوگ پاسوں کی جگہ کچھ تیر بنا رکھتے تھے اور اُن سے طرح طرح کے جوا کھیلتے مثلاً اونٹ ذبح کیا اور اُن ہی تیروں سے گوشت کی بانٹ چونٹ کی یا پردیس کو جانے والے ہیں اور نجومیوں کی طرح اُن ہی تیروں سے فال دیکھی۔ خدا نے جوئے کو کسی طرح کا ہو اور کسی غرض سے ہو مطلقاً حرام کر دیا۔ پاسے ڈال کر فال کا دیکھنا بھی ایک طرح کا جوا ہے۔ الفاظ قرآن سب کو شامل ہیں۔ ہم نے ترجمے میں محض تسلسلِ سخن کے لحاظ سے ایک خاص بات یعنی گوشت کی تقسیم اختیار کی ہے ۱۲

وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ (المائدہ ع ۱ پارہ ۶)	اور آخرۃ میں بھی وہ نقصان اُٹھانے والوں میں ہوگا ف۱

من المترجم - زیادہ نہیں ذیل کی صرف پانچ آیتیں ایک ساتھ ملا کر پڑھو تو آپ تم کو معلوم ہو جائے گا کہ اسلام کیا تھا اور ابھی اُس کو شائع ہوئے پورے ڈیڑھ ہزار برس بھی نہیں ہوئے اتنے ہی عرصے میں لوگوں کے اوہام اور تعصبات اور تصرفات سے مِل کر کیا سے کیا ہو گیا۔ اگر قرونِ اولیٰ کا کوئی مسلمان زندہ کر کے دوبارہ دنیا میں لایا جا سکے اور وہ تمام مشارق الارض مغاربہا کو کھوند مارے تو اُس کو اپنے وقتوں کے اسلام کا کہیں پتا بھی تو نہیں ملے گا "مسلمانان درگور مسلمانی درکتاب" وہ آیتیں جن کو ہم چاہتے ہیں کہ ایک ساتھ ملا کر پڑھو یہ ہیں (۱) فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (۲) وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ (۳) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (۴) لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

ف۱ ہمارے وقتوں کے عمائد میں سب سے پہلے سید احمد خاں نے انگریزوں کی سی وضع اختیار کر کے اُن کے ساتھ کھانا پینا شروع کیا تو مسلمانوں میں اِس قدر شورش ہوئی کہ گویا وہ ایک طرح کا مذہبی غدر تھا۔ مگر ہم اُن دنوں بھی اِس آیہ کے پڑھتے وقت تعجب کرتے تھے کہ ایسی صاف وصریح آیہ کے ہوتے کسی مسلمان کو سید احمد خاں پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے۔ شکر ہے کہ انگریزی تعلیم کی بدولت اور سید احمد خاں کے دیکھا دیکھی اُس شورش میں بہت کچھ کمی ہو گئی ہے مگر متشرع اور محتاط مسلمان ابھی تک بھی انگریزوں کے ساتھ اِس طرح کے اختلاط کو بُرا ہی سمجھتے ہیں۔ کامل اختلاط کے دو ہی ذریعے ہیں ایک کھان پان دوسرے شادی بیاہ۔ تو کھان پان میں کسی طرح کی روک ٹوک نہیں اُنھوں نے ہمارے ہاں یا ہم نے اُن کے ہاں کھا پی لیا تو مذہبًا کسی صورة میں کسی طرح کا مضایقہ نہیں اب رہا شادی بیاہ تو ہم مسلمان کتابیہ سے نکاح کر سکتے ہیں اور اسی کی اجازة آیہ والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب الخ میں بصراحة دی گئی ہے تو اِس رو سے مسلمان عورة کتابی مرد سے نکاح نہیں کر سکتی۔ اور اِس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ الرجال قوامون علی النساء کی رو سے مرد کیسا بھی ہو عورة پر غالب رہتا ہے۔ اگر شوہر کتابی ہوا ممکن ہے کہ مسلمان بی بی کو اپنی طرح کتابیہ بنا لے۔ اہل کتاب کو مذہب اسلام مشرکین کے درجے میں تو نہیں رکھتا مگر اُن کو کافر یعنی منکرِ اسلام تو مانتا ہے ۱۲

ف۲ تو (اے پیغمبر، تم تو ایک (خدا) کے ہو کر (اُس کے) دین کی طرف اپنا رخ کیے رہو (یہ) خدا کی (بنائی ہوئی) سرشت ہے جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے خدا کی (بنائی ہوئی) بناوٹ میں ردّ و بدل نہیں ہو سکتا۔ یہی (دین کا) سیدھا (رستہ) ہے مگر اکثر لوگ نہیں سمجھتے ۱۲ ف۳ اور (مسلمانو!) اللہ کی راہ میں کوشش کرو جیسا کہ اُس (کی راہ) میں کوشش کرنے کا حق ہے اُسی نے تم کو (دنیا کے لوگوں میں سے) انتخاب فرمایا۔ اور دین (کے بارے) میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی (تمھارے لیے وہی) دین (تجویز کیا جو) تمھارے باپ ابراہیم کا (تھا) اُسی (خدا) نے (اگلی کتابوں میں) پہلے سے تمھارا نام مسلمان رکھا (یعنی فرماں بردار بندے) اور اِس (قرآن) میں (بھی) تاکہ رسول تمھارے مقابلے میں گواہ ہوں اور تم (دوسرے) لوگوں کے مقابلے میں گواہ ہو تو نماز پڑھو اور زکوٰة دو اور اللہ ہی کا سہارا پکڑو وہی تمھارا کارساز ہے تو (کیا ہی) اچھا کارساز ہے اور (کیا ہی) اچھا مددگار ۱۲ ف۴ اور (اے پیغمبر) ہم نے تو تم کو تمام (دنیا کے) لوگوں کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا ہے کہ (اُن کو ایمان لانے پر ہماری خوشنودی کی) خوشخبری سنا دو اور (کفر کرنے پر ہمارے عذاب سے) ڈرا دو مگر اکثر لوگ نہیں سمجھتے ۱۲ ف۵ دین میں زبردستی کا (کچھ کام) نہیں گمراہی سے ہدایت (الگ) ظاہر ہو چکی ہے تو جو جھوٹے معبودوں کو نہ مانے اور اللہ (ہی) پر ایمان لائے تو اُس نے مضبوط رسی پکڑ رکھی ہے جو ٹوٹنے والی نہیں (اور اُس کا بیڑا پار ہے) اور اللہ (سب کی) سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے ۱۲

ف۶ مطلب یہ ہے کہ خدا نے آدمی کا دل ہی ایسا بنایا ہے کہ وہ ذرا متوجہ ہو تو اُس کو چاروناچار خدا کا اقرار کرنا پڑے مگر غفلة آدمی کو سوچنے سمجھنے نہیں دیتی ۱۲ ف۷ گواہ ہونے سے مقصود یہی حجة کا تمام کرنا اور حجة کے تمام کرنے سے غرض یہ ہے کہ جس پر حجة تمام کی جائے اُس کو عذر کرنے کی گنجایش باقی نہ رہے پس خدا نے پیغمبر آخر الزمان کے بھیجنے سے ہم مسلمانوں پر اپنی حجة تمام کر دی کہ وہ ایسا دین لے کر آئے آسان اور قریب الفہم اور مطابق فطرة کہ ہم اُس دین کے قبول کرنے میں کوئی عذر باقی نہیں جس طرح پیغمبر کے بھیجنے سے خدا نے اپنی حجة ہم مسلمانوں پر تمام کی اِسی طرح ہم مسلمانوں کے اسلام لانے سے وہ دوسرے لوگوں پر خدا کی حجة تمام ہوئی کہ جیسے آدمی ہم ویسے آدمی وہ جیسے حواس ہمارے ویسے اُن کے جیسی عقل ہم کو دی گئی ہے ویسی ہی عقل اُن کو بھی دی گئی ہے تو کوئی سبب نہیں کہ ہم اسلام قبول کریں اور وہ نہ کریں ۱۲ ف۸ خدا تو کھلے لفظوں میں ارشاد فرماتا ہے کہ دین میں زبردستی نہیں اور لوگ ہیں کہ ناحق اسلام پر تہمت لگاتے ہیں کہ بزورِ شمشیر پھیلایا گیا اگر کسی بادشاہ نے دین کو ملک گیری کا حیلہ بنا کر ایسا کیا بھی تو دین پر کیا الزام ۱۲

(۵) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ اصل وضع میں تو اسلام ایسا مذہب تھا معقول سلیس کہ جس نے آدمی کی جُون میں جنم لیا ہے اُس کو چار و نا چار بتقاضائے فطرۃ مسلمان ہونا چاہیے کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوْ یُنَصِّرَانِهٖ اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ مگر لوگوں کی بدقسمتی سے وہ جو کہتے ہیں کہ سر منڈاتے ہی اولے پڑے شروع ہی سے اہل عرب اور نومسلموں میں لڑائیاں ٹھن گئیں اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا تو کہیں عروج کے تیرھویں برس جا کر ہوا ہی۔ ابتدا میں تو صرف معدودے چند ضعفاء نے ایک ایک دو دو کر کے اسلام قبول کیا۔ مشتے ضعفاء ایک طرف اور تمام جزیرۂ عرب ایک طرف۔ اور وجہ مخاصمۃ نومسلموں کا شرک و بُت پرستی سے منحرف ہو کر ایک خدا کو ماننا اسی کی پرستش کرنا۔ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ تمام قبائلِ عرب میں قریش کے لوگ بڑے معزز اور قابلِ ادب سمجھے جاتے تھے اِس لیے کہ یہی لوگ خانۂ کعبہ کے متولّی تھے اور خانۂ کعبہ ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا تھا اور وہ تمام اہل عرب کے جدِ امجد تھے تو خانۂ کعبہ جزیرۂ عرب کا بڑا محترم معبد تھا۔ سال بسال اُس کا حج ہوتا تھا۔ مگر باوجودیکہ ابراہیم علیہ السلام بڑے پکّے موحد اور عقیدۂ توحید کے سرگرم حامی اور گویا اِس عقیدے کے اوّل وہی رواج دینے والے تھے اور خانۂ کعبہ اُنھوں نے اُسی خدائے واحد کی عبادۃ کے لیے بنایا تھا تاہم اُن کی نسل نے خانۂ کعبہ کی اینٹ اور پتھروں کا ادب تو جاری رکھا۔ مگر خدا کے گھر میں بُت لا کر بھر دیے اور خدا کی جگہ بتوں کی پوجا ہونے لگی۔ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے تو قریش ہی میں سے مگر اُنھوں نے ابراہیمی سنّتِ توحید کو جو مدتوں سے مری پڑی تھی پھر زندہ کرنے کا بیڑا اُٹھایا تو بگاڑ ہونا ہی تھا۔ سب سے زیادہ قریش برسرِ پرخاش تھے کہ اُن کی وجاہت اور وجوہِ معاش میں پیغمبر صاحب کی وجہ سے خلل واقع ہوتا تھا۔

ـــلہ بے شک مسلمان اور یہودی اور عیسائی اور صابی اِن میں سے جو لوگ اللہ پر اور روزِ آخرۃ پر ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے تو اُن کو اُن کے کیے کا اجر اُن کے پروردگار کے ہاں ملے گا اور اُن پر نہ (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہوں گے **ف ا** ۱۲ **ـــلہ** ہر بچہ سرشتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اُس کے ماں باپ اُسے یہودی بنا لیتے ہیں یا عیسائی یا مجوسی ۱۲ **ـــلہ** لے پیغمبر! جب خدا کی مدد آپہونچی اور (مکّہ) فتح ہو گیا اور تم نے لوگوں کو (بچشمِ خود) دیکھ لیا کہ دینِ خدا (یعنی اسلام) میں جوق جوق داخل ہو رہے ہیں ۱۲ **ـــلہ** اور وہ (یعنی کفار) مسلمانوں کی اِس بات سے چڑے کہ وہ اللہ پر ایمان لائے جو زبردست (اور) سزاوارِ حمد (وثنا ہے) اور وہ ایسا (قادرِ مطلق) ہے کہ آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت اُسی کی ہے اور (اِس کے علاوہ) اللہ ہر چیز (کے حال) سے واقف بھی ہے ۱۲

ف ا یہود چونکہ پیغمبروں کی اولاد تھے خواہی نخواہی خدا کے ساتھ اپنی خصوصیۃ جتاتے تھے کبھی کہتے تھے نحن ابناء اللہ واحباؤہ (ہم اللہ کے فرزند اور اُس کے چہیتے ہیں)، کبھی کہتے لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ (گنتی کے چند روز کے سوا دوزخ کی آگ ہم کو چھوئے گی بھی تو نہیں)، اور کبھی کہتے تھے لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا (یہودیوں کے سوا جنت میں کوئی جانے ہی کا نہیں)، اللہ تعالیٰ نے اُن کے اِس عوے غلط کو رد کر دیا کہ کسی فرقے کی تخصیص نہیں خصوصیۃ اگر ہے تو ایمان کی ہے اور نیک کام کرنے کی جس پر تمام شریعتوں کا اجماع ہے جب تک حضرۃ موسیٰ کی شریعۃ جاری رہی یہود خدا کے ہاں مقبول تھے، پھر نصاریٰ، اب مسلمان۔ اپنے اپنے وقت میں جو جو اور روزِ آخرۃ پر ایمان لایا اُس نے ثواب پایا۔ صابئین کی نسبۃ کہ یہ کون تھے اور کب تھے اور کہاں رہ تھے اور کیا عقیدہ رکھتے تھے۔ تفاسیر میں اِس قدر اقوال منقول ہیں کہ سب کا تذکرہ کرنا موجبِ طوالت ہے۔ لیکن جو بات اِن اقوال سے مستنبط ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ صابئین فلسفیانہ عقائد کے لوگ تھے بعض موحد بعض مشرک ۱۲

نومسلموں کا گروہ ضعیف تھا سو تھا خود پیغمبر صاحب جو نومسلموں کے سرگروہ تھے اُن کا یہ حال کہ ہنوز بطن مادر میں جنین تھے کہ والد کا انتقال ہوگیا اور دادا عبدالمطلب جو بجائے خود کثیر العیال تھے متکفّل پرورش ہوئے اُن کے بعد چچا ابوطالب حضرۃ علی کرم اللہ وجہہ کے والد۔ ابوطالب کی زندگی تک پھر بھی پیغمبر صاحب کو ایک طرح کی تقویت تھی کہ وہ عبدالمطلب کے بعد رئیس قبیلہ مانے گئے تھے مگر وہ قوّۃ اسی قدر تھی کہ ابوطالب کے ادب لحاظ سے کوئی مخالف پیغمبر صاحب پر دست درازی نہیں کر سکتا تھا نہ یہ کہ نومسلموں کو کسی طرح کا امن تھا۔ ابوطالب کی زندگی میں بھی پیغمبر صاحب یا اُن کے معتقدین میں کسی کی مجال نہ تھی کہ خانہ کعبہ میں جاکر خدا کے آگے سجدہ تو کرلے۔ ابوطالب کا مرنا تھا کہ دشمنوں نے بڑا زور باندھا اور نوبت بانیجا رسید کہ پیغمبر صاحب کے رستے میں کانٹے بچھائے کہ خانہ کعبہ کو جاتے ہوئے پاؤں میں چبھیں۔ ایک بار سجدے میں تھے کسی موذی نے اونٹ کا اوجھ لاکر گردن پر ڈال دیا تاکہ اُٹھ نہ سکیں۔ زبردستی لپٹ پڑے اور گلا گھونٹا۔ نومسلموں میں سے جس کو پکڑ پاتے بُری طرح ستاتے۔ آخر پیغمبر صاحب نے نومسلموں کو اجازت دی کہ حبشے چلے جاؤ اور خود طائف تشریف لے گئے کہ وہاں کے رئیس سے امداد کی توقّع تھی وہاں بھی معاملہ بالعکس پیش آیا اور اوباشوں نے پتھر مارے اور نکال دیا ناچار مکّے واپس آئے۔ یہاں دشمنوں نے ملنا جلنا۔ کھانا پینا تک بند کر دیا۔ طرح طرح کے لالچ دیئے ڈراوے دکھائے جب دیکھا کہ یہ شخص کسی طور سے باز نہیں آتا اور جو کوئی ایک دفعہ اس کا کلمہ بھر لیتا ہے پھر اپنے قول سے نہیں پھرتا تو یہ صلاح ٹھیری کہ ہنگامہ کرکے اس کو مار ڈالو۔ بہت ہوگا تو دیت بھرنی آجائے گی سب بانچھ کرکے بھر دیں گے یہ منصوبہ باندھ ایک رات گھر کو آگھیرا پیغمبر صاحب کو خبر ہوئی تو اپنی جگہ علی رض کو لٹا ابوبکر رض کو ساتھ لے چُپکے سے مکّے سے تین میل کے فاصلے پر غارِ ثور میں جا چھپے۔ دشمن جو نرغے کیے گھر کو گھیرے پڑے تھے اُن کو خبر نہیں۔ صبح ہوئی تو دیکھا پیغمبر صاحب کا پتہ نہیں۔ علی رض اُن کی چادر اوڑھے پڑے ہیں۔ چھتّے کی بھڑوں کی طرح جستجو کے لیے نکل پڑے۔ خدا کی قدرۃ غارِ ثور پر سے ہو گزرے اور سوجھ نہ پڑا۔ پیغمبر صاحب تین رات دن غار میں چھپے رہے۔ ابوبکر رض کے گھر سے کھانا پانی پہنچتا رہا۔ آخر راتوں رات رستہ کتراتے ہوئے مدینے جا داخل ہوئے کہ وہاں کے چند آدمی حج کرنے مکّے آئے تھے اور پیغمبر صاحب نے دعوۃ اسلام شروع کردی تھی ان کا وعظ سُن کر وہ لوگ پیغمبر صاحب پر ایمان لے آئے۔ پھر اگلے برس ان لوگوں نے پیغمبر صاحب کی مجبوریاں معلوم کرکے درخواست کی کہ اگر آپ مدینے چلے آئیں تو ہم آپ کو پناہ دیں گے۔ یہ وہ تاریخی واقعات حقّہ ہیں جن کو دشمن موّرخوں نے قلم بند کیا ہے اور ان کے وقوع میں کسی طرح کا شک و شبہہ نہیں سکتا۔ ان واقعات سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اَلْبَادِیْ اَظْلَمُ[1]۔ کون تھا مسلمان یا اُن کے مذہبی مخالف۔ یہود اور نصاریٰ مجوس بُت پرست کہ ان ہی عقائد کے لوگ جزیرہ عرب میں آباد تھے۔ مدینے میں بھی دشمنوں نے چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ حبشے تک تو قریش کے لوگوں نے مسلمانوں کا پیچھا کیا تھا کہ نجاشی بادشاہ حبش کے پاس چڑھ دوڑے اور وہ تھا عیسائی۔ اُس سے

[1] پہل کرنے والا ظالم ہے ١٢

جا لگایا کہ یہ لوگ ہمارے آبائی دین میں رخنہ اندازیاں کرتے ہیں اور آپ کے عیسٰے مسیح کی بھی توہین کرتے ہیں ان کو اپنے ہاں سے نکلوا دیجیے۔ نجاشی نے مسلمانوں کو اپنے حضور میں بُلایا اور حال دریافت کیا جعفر رضؓ پیغمبر صاحب کے چچازاد بھائی نے مسلمانوں کی وکالت کی اور نجاشی کو بھرے دربار میں سورۂ مریم پڑھ کر سُنائی۔ بات تھی سیدھی سچّی۔ نجاشی اور اُس کے درباری روئے اور اسلامی عقیدے کو اُن کے دل مان گئے۔ تو وہ قریش جنھوں نے نجاشی تک پونہچنے میں کمی نہیں کی مدینہ تو اُن کا مُلک تھا۔ مدینے والوں کے ساتھ اُن کی قرابتیں تھیں مسلمانوں کا مدینے میں جمع ہونا سُن کر اپنی جگہ بڑے خوش ہوئے کہ مدینے سے مسلمانوں کو نکلوا دینا کیا بڑی بات ہے۔ اِن لوگوں کی طبیعتیں ہی کچھ اس طرح کی واقع ہوئی تھیں کہ ذری سی بات پر مارنے مرنے کو تیار ہو جاتے اور سالہا سال لڑائی کے سلسلے کو جاری رکھتے۔ ہم اپنے مسدس اتمام حجت کے چند بند مناسبِ مقام اس جگہ نقل کر دیتے ہیں تاکہ اُن وقتوں کے عرب کی حالت بخوبی ذہن نشین ہو جائے :-

دیں کا عروج بے سببِ معتبر نہ تھا ۔۔۔ تھا مُردِ سعی صرف دعا کا اثر نہ تھا
راہِ خدا میں جان تلک کا بھی ڈر نہ تھا ۔۔۔ مومن نہ تھا کہ جس کا ہتھیلی پہ سر نہ تھا
اِن معرکوں میں کتنے عزیزوں کا خوں بہا
اِک سلطنت اور اتنے شہیدوں کا خوں بہا

تھی نارِ شرک سارے زمانے میں مشتعل ۔۔۔ روئے زمیں پہ نورِ ہدایت تھا مضمحل
اہلِ کتاب تک اسی آفت میں پا بہ گِل ۔۔۔ بس دو طرح کے لوگ تھے یا ضال یا مضل
شیطاں کی جہاں میں دوہائی پھری ہوئی
یعنی خدا سے ساری خدائی پھری ہوئی

اہلِ عرب کا حال تھا سب میں بہت خراب ۔۔۔ جیسے بلا مبالغہ چیونٹی بھرا کباب
بارود سے زیادہ مزاجوں میں التہاب ۔۔۔ گر بات پوچھیے تو ملے جنبیہ جواب
اتنے سے لفظ پر کہ چلو یا ہٹو پرے
لڑنے پہ مستعد ہوئے حتّٰے کہ کٹ مرے

سفّاک کینہ توز ستمگر ستیزہ جو ۔۔۔ بے رحم سنگدل متمرّد درشت خُو
غارت گروں کو اہلِ قوافل کی جستجو ۔۔۔ اس لُوہ میں سا اِیڑے پھرتے تھے چار سُو
صحرا نورد وحشی و خانہ بدوش تھے
اونٹوں کو پالتے تھے بس اتنے ہی ہوش تھے

اُن کو نظر نہ تھی نہ زیاں پر نہ سُود پر ۔۔۔ گھر بار سب لُٹا دیں گر آجائیں جُود پر
جانیں نثار کرتے تھے اپنے وُفُود پر ۔۔۔ مرتے تھے فخر و عزّت و نام و نمود پر

برداشت کر نہ سکتے تھے ازبسکہ بیٹیاں
کم بخت مار ڈالتے تھے اپنی بیٹیاں

محکوم تھے بھی بعض تو صرف از برائے نام
اِک رنگ میں رنگے ہوئے چھوٹے بڑے تمام
کیا جانیں ایسے لوگ سیاسات و انتظام
دادوں کا لیتے پوتوں پڑپوتوں سے انتقام

ہر قوم سے طناب عداوت تنی ہوئی
بارہ مہینے اُن میں لڑائی ٹھنی ہوئی

تھے گرچہ علم و فضل و لیاقت سے بے نصیب
ترکیب اُن کی بولی کی واقع ہوئی عجیب
لیکن ہر ایک باغِ فصاحت کا عندلیب
جادو اگر نہیں ہے تو جادو کے ہے قریب

وہ دل کو موہ لیتے تھے طرزِ بیان سے
باتوں میں پھول جھڑتے تھے اُن کی زبان سے

باآنکہ شہرِ مکّہ میں تھا کعبۂ خلیل
گھر میں خدا کے سیکڑوں بُت ہو گئے دخیل
نالائقوں نے اُس کو کیا اِس قدر ذلیل
جیسے کہ آن بیٹھے ہُما کی جگہ میں چیل

کیا انقلابِ گردشِ چرخ کہن کے ہیں
یہ بُت پرست خلف اُسی بُت شکن کے ہیں

غالب صفت تھی اُن کی خشونت بائی حال
وہ خانہ داریاں تھیں بجائے خورش و بال
اِس طرز میں شریک تھے کیا اہل کیا عیال
اِک مرد جتنی عورتیں چاہے کرے حلال

منکوحہ چھوٹ جاتی تھی عذرِ سخیف پر
نزلہ گراہی کرتا ہے عضوِ ضعیف پر

ناگفتہ بہ ہے اُن کا طریقِ معاشرت
کرنا زنانِ بیوہ کی ارث و مقاسمت
شرم و حیا سے اُن کو نہ تھی کچھ مناسبت
دو بہنیں اور حقوقِ زنی میں مشارکت

ظاہر خراب اُس سے زبوں تر سریرتیں
انسان ہو کے اُن میں بہائم کی سیرتیں

سب اہلِ روزگار تھے گمراہ یک قلم
مستوجب عذابِ الٰہی عرب عجم
پر اُس نے عین وقت پہ اپنا کیا کرم
پیدا ہوئے نجات دہندۂ اُمم

بنیادِ شرک و کفر و ضلالت کی ہل گئی
بھٹکے ہوؤں کو منزلِ مقصود مل گئی

غرض اسلام اپنی ذات سے تو ایسا مذہب نہ تھا کہ کوئی فردِ بشر اُس سے انکار کرتا۔ مگر ہوا کیا کہ اُس کو شروع ہی میں

ایسے نالائقوں سے پالا پڑا جو وحشی درندوں سے بھی گئے گزرے ہوئے تھے۔ اُن کے ہاں سلام کا جواب تھا گالی۔ وہ آپ زبردستی سر ہوکر مسلمانوں سے لڑے اور مسلمانوں سے کیا لڑے حق سے لڑے خدا سے لڑے اور اپنے زور و ظلم کا خمیازہ بھگتا وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا[۵۱] کھلے میدان کی پہلی لڑائی بدر میں ہوئی جو مکے سے چار منزل کے فاصلے پر ہے۔ اس وقت بھی مسلمانوں کا کیا حال تھا کہ لے دے کر کلّہم تین سو تیرہ آدمی اور وہ بھی بے سروسامان۔ کہ سارے لشکر میں ستّر اونٹ دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ تلواریں۔ اور مقابلے میں نو سو پچاس مشرک سب مسلّح ظاہری رُوداد تو یہ تھی کہ مسلمانوں کا نام و نشان مٹ گیا ہوتا مگر وہی كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ[۵۲] نتیجہ یہ ہوا اور ہونا ہی تھا کہ دشمنوں کو شکست فاش ہوئی۔ ستّر مارے گئے۔ قید ہوئے اور جماعت تتّر بتّر ہوگئی۔ لیکن ضدّی بدنصیب ایک شکست سے کیا مانتے تھے جنگ و جدل کا دروازہ کھلا تو کھلا اور اسلام کو پوچھا لڑنا پڑا۔ دشمنی اور دشمنی بھی مذہبی دشمنی۔ ایسی گتّھی ہے کہ جتنا سُلجھاؤ اور پچّی ہوتی جاتی ہے۔ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا جو مرتے گئے اپنی نسلوں کو گویا دشمنی کے جاری رکھنے کی وصیّت کرتے گئے اَتَوَاصَوْا بِهٖ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ[۵۳] چنانچہ کیا یہود کیا نصاریٰ کیا مشرک سب کی نسلیں اپنے بزرگوں کی وصیّت پر اِلٰی ساعتنا ھٰذہ کاربند ہیں۔ دنیا سے انصاف اُٹھ گیا ہے۔ ٹھنڈے دل سے پوری بات نہیں سُننا چاہتے اور نہ تحقیق کی تکلیف گوارا کرتے ہیں وہی مثل ہے کہ کسی نے جولاہے سے کہہ دیا کہ تیرے کان کوّا لے گیا وہ لگا کوّے کے پیچھے دوڑنے چاہیے تھا کہ پہلے کانوں کو ٹٹول لیتا تب بھاگا بھاگا پھرتا۔ جب سے قرآن میں آیۂ وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ[۵۴] پر نظر پڑی ہے ہم کو تو بالکل بھی امید نہیں کہ اختلافِ مذاہب کبھی بھی دنیا کے پردے سے نابید ہوگا اور اختلاف اور مخالفت ہیں لازم و ملزوم۔ پس حقیقت میں یہ آگ نہ بجھی ہے نہ بجھے گی۔ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ہم مسلمانانِ ہند کی ایک خاص حالت ہے کہ سیکڑوں برس اسی ملک میں سلطنت کرتے رہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ[۵۵] کی رُو سے حکومت کے اہل نہ رہے۔ خدا نے سلطنت انگریزوں کے حوالے کی

---

۵۱ (مسلمانو!) تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل (بھی) کرتے رہے اُن سے خدا کا وعدہ ہے کہ (ایک نہ ایک دن) اُن کو مُلک کی خلافت (یعنی سلطنت) ضرور عنایت کرے گا جیسے اُن لوگوں کو خلافت عنایت کی تھی جو اِن سے پہلے ہو گزرے ہیں اور جس دین کو اُس نے اِن کے لیے پسند کیا ہے (یعنی اسلام) اُس کو اِن کے لیے جما کر رہے گا اور خوف (و خطر) جو اِن کو (لاحق) ہے اِس کے بعد (عنقریب ہی) اِن کو اُس کے بدلے میں امن دے گا کہ (باطمینان) ہماری عبادت کیا کریں گے اور کسی چیز کو ہمارا شریک نہ گردانیں گے ف ایسی صاف اور ایسی مستحکم پیشین گوئی پیغمبر صاحب کی نبوت کی بڑی قوی دلیلوں میں سے ہے اور اس کو پورا ہوتے ہوئے بھی سارے زمانے دیکھ لیا ۱۲ ۵۲ اکثر (ایسا ہوا ہے کہ) اللہ کے حکم سے تھوڑی جماعت بڑی جماعت پر غالب آگئی ہے اور اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے ۱۲ ۵۳ کیا لوگ ایک دوسرے کو اِس بات کی وصیت کرتے چلے آئے ہیں بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) یہ (خود ہی) سرکش لوگ ہیں ۱۲ ۵۴ اور لوگ ہمیشہ آپس میں اختلاف کرتے رہیں گے مگر جس پر (اے پیغمبر) تمھارا پروردگار فضل کرے اور اسی لیے تو اُن کو پیدا کیا ہے ۱۲ ۵۵ جو نعمت (کسی قوم کو (خدا کی طرف سے) حاصل ہو جب تک وہ (قوم) اپنی ذاتی صلاحیت کو نہ بدلے خدا اُس (نعمت) میں کسی طرح تغیر (و تبدل) نہیں کیا کرتا ۱۲

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہماری اس حالت کے مطابق خدا نے ہم کو کیا حکم دیا ہے۔ تو انگریزوں کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک حیثیت سے وہ حاکم ہیں ہم اُن کی رعایا۔ حکومت کی حیثیت سے جو اُن کے حقوق ہم پر ہیں وہ اس سے پہلے "حقوقِ حاکم" میں لکھے جا چکے ہیں۔ اس عنوان میں صرف وہ حقوق ہیں جو انگریزوں کے اہل کتاب ہونے کی حیثیت سے ہم مسلمانوں پر لازم کیے گئے ہیں کہ انگریز عیسےٰ علیہ السلام کی اُمت ہیں اور انجیل شریف خدا کی طرف سے ان پر نازل ہوئی ہے اہل کتاب یہود بھی ہیں مگر وہ ہندوستان میں بہت تھوڑے ہیں اور جتنے بھی ہیں ہماری طرح کی رعایا ہیں جو حقوق عامۂ خلائق کے وہ اُن کے بغرض اُن کو کوئی حق فائق ہم پر حاصل نہیں۔ اور اسی لیے خاص اُن کے حال سے بحث کرنے کی ہم کو کچھ ایسی ضرورۃ بھی نہیں۔ ہم کو جس کی ضرورۃ بلکہ سخت ضرورۃ ہے وہ نصاریٰ کے حقوق ہیں اس لیے کہ انضمامِ حکومت کی وجہ سے ہم کو نصاریٰ کے ساتھ بڑا قوی تعلق ہے۔ ہمارا ہر طرح کا دنیاوی نفع و ضرر ان کے ہاتھ میں ہے ہماری خیریت اسی میں ہے کہ جہاں تک ہو سکے ہم ان کے ساتھ شیر و شکر ہو کر رہیں۔ جبری اطاعت تو امر اضطراری ہے چار و ناچار کرنی ہی پڑتی ہے اور وہ کچھ تعریف کی بات نہیں نہ عند الناس اور نہ عند اللہ مدح کے قابل عند الناس ہی اطاعت ہو سکتی ہے جو طوعِ خاطر سے ہو اور عند اللہ وہی جو مذہبی تقاضے سے ہو ہمارا اور نصاریٰ کا اختلافِ عقائد تو قیامت تک مٹنے والا نہیں با این ہمہ جو آیتیں اور حدیثیں ہم نے اس عنوان کے ذیل میں جمع کی ہیں وہ اُس اجنبیت اور مغایرت کے رفع کرنے کو بس کرتی ہیں جو مذہبی خیال سے کسی مسلمان کے دل میں۔ ہماری قطعی رائے ہے کہ منجملہ دوسرے اسباب کے مسلمانوں کی خستہ حالی میں اس اجنبیت اور مغایرت کو بھی مدخل عظیم ہے۔ فَسَتَذْكُرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ ⁕

فیصلے میں انصاف کرنا

سَمّٰعُونَ لِلْكَذِبِ أَكّٰلُونَ لِلسُّحْتِ ۚ فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ ۖ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا ۖ وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ

یہ (یہودی جھوٹی جھوٹی باتوں کی کنسوئیاں لیتے پھرتے ہیں (اور) مالِ حرام ڈکوسے چلے جاتے ہیں تو (اے پیغمبر) اگر یہ لوگ اپنے معاملات فیصلہ کرانے کو) تمہارے پاس آئیں تو تم (کو اختیار ہے کہ) ان میں فیصلہ کر دو یا (ان کے معاملات میں دخل دینے) سے کنارہ کش رہو اور اگر تم ان (کے معاملات میں دخل دینے) سے کنارہ کشی کرو گے تو (یہ) تم کو کسی طرح کا بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور اگر فیصلہ کرو تو ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا

۱؎ اور ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد یہ بات لکھ چکے ہیں کہ ہمارے نیک بندے زمین (کی سلطنت) کے وارث ہوں گے ۱۲ ۲؎ سو آگے چل کر تم میری بات کو) جو میں تم سے کہتا ہوں یاد کرو گے اور میں تو اپنا معاملہ خدا (ہی) کے سپرد کرتا ہوں بے شک اللہ (اپنے) بندوں کا نگرانِ حال ہے ۱۲ ۳؎ اور میں تم کو وہی راہ دکھاتا ہوں جو سیدھی ہے ۱۲ ۴؎ کسی بات کی ٹوہ لگانا اور اس کے درپے ہونا کہ فلاں جگہ کیا تذکرہ تھا اسی کو اردو میں کنسوئیاں لینا کہتے ہیں ۱۲

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ وَمَا أُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۝ إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيهَا هُدًى وَّنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبّٰنِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا بِاٰيٰتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ ۝ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۚ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ ۝ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ

کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور (یہ لوگ) کیوں تمہارے پاس جھگڑے فیصلے کو لاتے ہیں جب کہ خود ان کے پاس توراۃ ہے (اور) اُس میں حکم خدا (موجود) ہے پھر اس کے بعد (بھی حکم خدا سے) رُوگردانی کرتے ہیں اور ان کو (سرے سے) ایمان ہی نہیں بے شک ہم (ہی) نے توراۃ نازل کی جس میں (ہر طرح کی) ہدایت اور نور (ایمان) ہے (خدا کے) فرماں بردار (بندے) انبیاء (بنی اسرائیل) اُسی کے مطابق یہودیوں کو حکم دیتے چلے آئے ہیں اور انبیاء کے علاوہ یہودیوں کے (ربّی یعنی مشائخ اور علماء (بھی) کیونکہ کتاب اللہ کے محافظ ٹھہرائے گئے تھے اور (وہ) اُس کی محافظت کرتے بھی رہے تو اے اس وقت کے یہودیو! لوگوں سے نہ ڈرو اور ہمارا ہی ڈر مانو اور ہماری آیتوں کے معاوضے میں (دنیا کے) ناچیز فائدے نہ لو اور جو خدا کی اُتاری ہوئی (کتاب) کے مطابق حکم نہ دے تو یہی لوگ کافر ہیں اور ہم نے توراۃ میں یہود کو تحریری حکم دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ ویسے ہی زخم (پھر جو (مظلوم) بدلہ معاف کر دے تو وہ اُس (کے گناہوں) کا کفّارہ ہوگا اور جو خدا کی اُتاری ہوئی (کتاب) کے مطابق حکم نہ دے تو وہی لوگ بے انصاف ہیں ف۱ اور بعد کو ان ہی (پیغمبروں) کے قدم بقدم ہم نے مریم کے بیٹے عیسٰی کو چلایا کہ وہ توراۃ کی جو اُن کے (وقت میں) پہلے سے (موجود) تھی تصدیق کرتے تھے۔

ف۱ پچھلے رکوع کی شان نزول ایک زنا کا مقدمہ تھا جو یہودیوں میں ہوا تھا اور مجرم عزّت دار لوگ تھے اور وہ اجرائے حکم سنگساری میں خلافِ حکم توراۃ اُن کی رعایت کرنی چاہتے تھے اور ان آیتوں میں فیصلہ کا حکم ہے اور یہ احکام بھی عام ہیں کہ قصاص ہر شخص پر بلا لحاظ اس کے کہ مجرم کون ہے اور کس درجے کا ہے اس کو سزا دی جائے اور اسی طرح حکم سنگساری بھی عام تھا مگر یہود ان تمام احکام میں دنیاوی طمع کو دخل دیتے تھے ۱۲

وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّ
مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ
هُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَلْيَحْكُمْ
اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۭ وَمَنْ لَّمْ
يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝
وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا
بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ
بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَهُمْ
عَمَّا جَاۗءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۭ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ
شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ
اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ
اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ
جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝
وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ
اَهْوَاۗءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ
بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ

اور اُن کو ہم نے انجیل (بھی) دی جس میں ہر طرح کی نصیحت اور نور (ہدایت موجود) ہے اور تورات جو اس کے (نزول کے زمانے میں) پہلے سے (موجود) تھی (یہ انجیل) اُس کی تصدیق بھی کرتی اور خود بھی پرہیزگاروں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے اور اہلِ انجیل کو (عیسائی ہونے کی حیثیت سے) چاہیے (تھا) کہ جو (حکم) خدا نے اُس میں اُتارے ہیں اُسی کے مطابق حکم دیا کریں۔ اور جو خدا کے اُتارے ہوئے (حکموں) کے مطابق حکم نہ دے تو یہی لوگ نافرمان ہیں **ف۱** اور (اے پیغمبر) ہم نے تمہاری طرف (بھی) کتاب برحق اُتاری تو جو کتابیں اس کے (اُترنے کے وقت) پہلے سے (موجود) ہیں اُن کی تصدیق کرتی ہے اور اُن کی محافظ (بھی) ہے **ف۲** تو جو کچھ خدا نے (تم پر) اُتارا ہے تم (بھی) اُسی کے مطابق اِن لوگوں میں حکم دو اور جو حق بات تم کو (خدا سے) پہونچی ہے اُس کو چھوڑ کر اِن کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو ہم نے (وقتاً فوقتاً) تم میں سے ہر ایک (فریق) کے لیے ایک شریعت ٹھیرائی اور طریقہ (خاص)، اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی (دین کی) اُمت کرتا لیکن (مختلف شریعتوں کے بھیجنے سے یہ مقصود (رہا) ہے کہ جو حکم (تمہاری حالت کے مناسب وقتاً فوقتاً) تم کو دیئے اُن میں (وقتاً فوقتاً) تم کو آزمائے تو (مسلمانو!) تم (اِس وقت کی اسلامی شریعت کے مطابق) نیک کاموں کی طرف لپکو کیونکہ تم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے تو جن جن باتوں میں تم لوگ (دنیا میں) اختلاف کرتے رہے ہو وہ تم کو (سب کا حال) بتا دے گا۔ (غرض اے پیغمبر تم تو اپنی شریعت پر قائم

ف۱ اِن آیتوں میں یہودیوں اور عیسائیوں کو اِس بات پر ملامت کی گئی ہے کہ وہ یہودی اور عیسائی ہونے کا دعوے تو کرتے ہیں مگر اپنی آسمانی کتاب تورات اور انجیل پر عمل نہیں کرتے حالانکہ ان کو چاہیے تھا کہ یہودیت اور عیسائیت کے مدعی ہیں تو اپنی آسمانی کتاب کے احکام کے پابند رہتے۔ پس اُن کا دعوے زبانی دعوے ہے بے دلیل اور اُن کا عمل اِس دعوے کی تصدیق نہیں کرتا ۱۲ **ف۲** قرآن کو جو کتب سابقہ آسمانی کا محافظ فرمایا تو اِس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اُن کتابوں میں کسی طرح کی ردّ و بدل کو جائز نہیں رکھتا اور اسی لیے قرآن میں اہلِ کتاب پر تحریف کے بارے میں بار بار بڑی سختی کے ساتھ الزام دیا گیا ہے ۱۲ من المترجم

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ○ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○ (المائدہ ع ۷ پارہ ۶)	کہ خدا ہی کو منظور ہے کہ اِن کے بعضے گناہوں کی وجہ اِن پر کوئی مصیبت لا نازل کرے اور بے شک بہت سے لوگ البتہ نافرمان ہیں کیا اس وقت میں (زمانۂ) جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں ف اور جو لوگ یقین کرنے والے ہیں اُن کے لیے اللہ سے بہتر حکم دینے والا اور کون ہو سکتا ہے۔

ف اسلام سے پہلے کا وقت مشرکینِ عرب کے لیے زمانۂ جاہلیت کہلاتا ہے کیونکہ سب سے پہلی کتاب جو اہلِ عرب پر نازل ہوئی وہ یہی قرآن ہے اور اس کے نزول سے پہلے تو ان کو خبر ہی نہ تھی کہ خدا حقیقت میں کیا چیز ہے اور وہ کیا چاہتا ہے ۱۲

منہ المترجم اتنی بڑی آیت کے نقل کرنے سے ہماری اتنی ہی غرض تھی کہ ہم مسلمانوں کو چاہیئے کہ اہلِ کتاب خاص کر اہلِ انجیل کے ساتھ ہر معاملے میں عدل و انصاف کو مدِّنظر رکھیں کیونکہ خدا نے ہمارے پیغمبر صاحب کو صاف لفظوں میں حکم دیا ہے کہ اگر اہلِ کتاب اپنا کوئی مقدمہ تمہارے سامنے پیش کریں تو اُن میں انصاف و راستی کے ساتھ فیصلہ کرو۔ اس آیت سے ملتی ہوئی ایک اور آیت ہے جسے ہم مع ترجمہ و فائدہ ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ اگرچہ عنوانِ بالا سے تعلق نہیں رکھتی مگر فائدے سے خالی نہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (اس میں شک نہیں کہ جو مسلمان ہیں اور جو یہودی ہیں اور صابی اور نصاریٰ (ان میں سے) جو کوئی اللہ اور روزِ آخرۃ پر ایمان لائے اور نیک عمل بھی کرے تو (قیامت کے دن) ایسے لوگوں پر نہ (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح پر) آزردہ خاطر ہوں گے ف

ف یہود چونکہ پیغمبروں کی اولاد تھے خواہی نخواہی خدا کے ساتھ اپنی خصوصیت جتاتے تھے کبھی کہتے تھے نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ "ہم اللہ کے فرزند اور اُس کے چہیتے ہیں"۔ کبھی کہتے ...... لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ "گنتی کے چند روز کے سوا دوزخ کی آگ ہم کو چھوئے گی (بھی تو) نہیں"۔ اور کبھی کہتے ...... لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا۔ "یہودیوں کے سوا جنت میں کوئی جانے ہی کا نہیں"۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس دعوے غلط کو رد کر دیا کہ کسی فرقے کی تخصیص نہیں خصوصیت اگر ہے تو ایمان کی ہے اور نیک کام کرنے کی جس پر تمام شریعتوں کا اجماع ہے جب تک حضرت موسیٰ کی شریعت جاری رہی یہود خدا کے ہاں مقبول تھے پھر نصاریٰ۔ اب مسلمان۔ اپنے اپنے وقت میں جو خدا اور روزِ آخرۃ پر ایمان لایا اس نے ثواب پایا۔ صابئین کی نسبت کہ یہ کون تھے اور کب تھے اور کہاں تھے اور کیا عقیدہ رکھتے تھے تفاسیر میں اس قدر اقوال منقول ہیں کہ سب کا تذکرہ کرنا موجبِ طوالت ہے لیکن جو بات ان اقوال سے مستنبط ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ صابئین فلسفیانہ عقائد کے لوگ تھے بعض سوفسطائی بعض مشرک ۱۲

حقوقِ نصارےٰ

(محبّت)

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَهُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰی ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰٓی اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ یُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِیْنَ ۝ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ۝

(المائدہ ع ۱۱ پارہ ۶ و ۷)

(اے پیغمبر) مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کے اعتبار سے یہود اور مشرکین کو تم سب لوگوں میں بڑا سخت پاؤ گے اور مسلمانوں کے ساتھ دوستی کے اعتبار سے سب لوگوں میں اُن کو قریب تر پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصارےٰ ہیں (مسلمانوں کی طرف نصارےٰ کا) یہ (میلان) اس سبب سے ہے کہ اُن میں علماء اور مشائخ ہیں۔ اور (نیز) یہ کہ یہ لوگ تکبر نہیں کرتے اور جب (قرآن کو) سنتے ہیں جو (ہمارے اس) رسول (محمدؐ) پر نازل ہوا ہے تو (اے مخاطب) تُو اُن کی آنکھوں کو دیکھتا ہے کہ اُن سے آنسو جاری ہیں۔ اس لیے کہ انھوں نے حق بات کو پہچان لیا ہے (قرآن کو سُن کر) دعا مانگنے لگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم تو ایمان لے آئے تو (دینِ حق کی تصدیق کرنے والوں کے ساتھ ہم کو بھی لکھ رکھ اور ہم کو کیا (جنون ہو گیا) ہے کہ اللہ پر اور جو حق بات ہمارے پاس آئی ہے اُس پر تو ایمان لائے نہیں اور توقع یہ رکھیں کہ ہمارا پروردگار ہم کو نیک بندوں کے ساتھ (بہشت میں لے جا) داخل کرے گا۔ تو اِن کے اس کہنے کے صلے میں خدا نے اِن کو (بہشت کے) ایسے باغ عطا فرمائے جن کے تلے نہریں (پڑی) بہ رہی ہیں (اور یہ) اُن میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے اور خلوصِ دل سے نیکی کرنے والوں کا یہی بدلہ ہے ف۱

اور جن لوگوں نے (دینِ حق یعنی اسلام کو) نہ مانا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا یہی دوزخی ہیں۔

ف۱ یہ آیتیں نجاشی بادشاہِ حبشہ اور اُس کے درباریوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں جو نصارےٰ تھے۔ بات یہ ہے کہ جب پیغمبر صاحب نے اسلام کی منادی شروع کی تو قریش جو پیغمبر صاحب کے قبیلے کے لوگ تھے سخت برہم ہوئے۔ اس لیے کہ اسلام کی منادی سے اُن کے دینِ آبائی

(بقیہ فائدہ صفحہ ۳۷۵) میں خلل پڑتا تھا تو اُنھوں نے ڈرانے دھمکانے سے چاہا کہ بات دب جائے مگر پیغمبر صاحب برابر وعظ فرماتے رہے اور لوگ بھی ایک ایک دو دو کرکے اسلام لانے لگے تو قریش نے دوسرے قبیلوں کو اُبھارا اکسایا اور مسلمانوں کو سب نے مل کر طرح طرح کی ایذائیں دینی شروع کیں۔ پیغمبر صاحب تو اپنے چچا ابوطالب کی حمایۃ میں تھے اور ازبسکہ ابوطالب رؤسائے قریش میں سے تھے مخالفین پیغمبر صاحب کا تو کچھ کر نہ سکے مگر دوسرے مسلمانوں کو بڑی مشکل تھی۔ اور پیغمبر صاحب اتنی قوۃ نہیں رکھتے تھے کہ ان کی بھی حفاظۃ کریں۔ ناچار آپ نے مسلمانوں کو اجازۃ دی کہ نجاشی بادشاہ حبشہ نیک دل منصف مزاج اور رعیۃ پرور ہے اُس کی عملداری میں چلے جاؤ۔ چنانچہ اول بار گیارہ مردوں اور چار عورتوں نے حبشے میں جا پناہ لی۔ اور یہ پہلی ہجرۃ کہلائی۔ اس گروہ میں جناب پیغمبر صاحب کی صاحبزادی حضرۃ رقیہ رضا اور اُن کے شوہر حضرۃ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی زبیر بن عوام بھی تھے۔ پھر دوسرے دھاوے میں پیغمبر صاحب کے چچازاد بھائی حضرۃ جعفر طیار بن ابی طالب دوسرے مسلمان مردوں اور عورتوں کے ساتھ حبشے پہنچے یہاں تک کہ عورتوں اور بچوں کے علاوہ بیاسی مہاجر حبشے میں جمع ہو گئے۔ وہاں بھی قریش نے چین سے نہ بیٹھنے دیا اور نجاشی سے جا چغلیاں لگائیں کہ یہ بے دین ہیں اور تمھارے مُلک میں فساد برپا کرنے کو آئے ہیں اور تمھارے حضرۃ عیسیٰؑ کے بھی قائل نہیں۔ اس پر نجاشی نے مسلمانوں کو بُلایا جعفر سب کے وکیل بنے اور اُنھوں نے قرآن کی سورتیں اور خاص کر سورۂ مریم سُنا کر اپنے عقائد نجاشی پر ظاہر کیے اور وہ اور اُس کے درباری سب قرآن سُن کر رو دیے اور اسلام کی صداقۃ کے معتقد ہو گئے اور نجاشی آخر میں اسلام لے آیا۔ نجاشی کے اسلام کا پتہ ہم کو دو حدیثوں سے ملتا ہے جو ترجمے سمیت ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ مَاتَ النَّجَاشِيُّ مَاتَ الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا عَلٰى اَخِيْكُمْ (بخاری) جابر رضا کہتے ہیں کہ جب نجاشی کا انتقال ہوا (یعنے اُس کے انتقال کی خبر آئی) تو جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج ایک نیک آدمی مر گیا ہے تو لوگو! کھڑے ہو اور اپنے بھائی کی نماز جنازہ پڑھو۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى اَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ فَصَفَفْنَا وَرَاءَهٗ فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِيْ اَوِ الثَّالِثِ (بخاری) جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہو کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ نجاشی کے جنازے کی نماز پڑھی تو ہم لوگوں نے آپ کے پیچھے صف باندھی میں دوسری صف میں تھا یا تیسری میں۔ نجاشی مسلمان نہ مرا ہوتا تو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اُس کے جنازے کی نماز باجماعۃ کیسے ادا فرماتے جب کہ عبداللہ بن ابی منافق کے جنازے کی نماز کی مناہی نازل ہو چکی تھی جیسا کہ قرآن میں ہے وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ، اور (اے پیغمبر) اگر ان (منافقوں) میں سے کوئی مر جائے تو تم ہرگز اُس کے جنازے پر نماز نہ پڑھنا اور نہ اُس کی قبر پر (جا کر) کھڑے ہونا (کیونکہ) انھوں نے اللہ اور اُس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور سرکشی ہی کی حالۃ میں مر گئے ف

ف صحیح حدیثوں میں آیا ہو کہ عبداللہ بن ابی ایک منافق تھا وہ مرا تو اُس کے بیٹے نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ اس کے جنازے کی نماز پڑھا دیجیے پیغمبر صاحب عبداللہ بن اُبی کے بیٹے کی دلداری کے لیے کہ وہ سچا مسلمان تھا جنازے کی نماز پڑھانے کو کھڑے ہو گئے۔ عبداللہ تھا کٹا منافق اور اسلام کا بڑا سخت دشمن اور اُس نے پیغمبر صاحب اور مسلمانوں کو بڑی بڑی سخت تکلیفیں پہونچی تھیں حضرۃ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیغمبر صاحب کو نماز پڑھانے سے روکا اور آیۃ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ یاد دلائی "یعنی اے پیغمبر اگر تم ان (منافقوں) کے حق میں مغفرۃ کی دعا کرو یا ان کے حق میں مغفرۃ کی دعا نہ کرو (ان کے لیے یکساں ہے) اگر تم ستر[1] دفعہ بھی ان کے لیے

[1] ستر گنتی اور حصر مراد نہیں بلکہ صرف کثرت مراد ہے اور یہ اہل عرب کا خاص محاورہ ہے جیسے ہمارے ہاں کبھی سو کبھی پچاس کبھی ہزار کہہ دیا کرتے ہیں جیسے ایک فارسی شاعر کہتا ہے ۔ ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب ۔ ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست ۔ ۱۲

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ ؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ○ (المائدہ ۸ ع ۶ پارہ ۶)

مسلمانو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ (لوگ تمہاری مخالفت میں باہم) ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے کوئی ان کو دوست بنائے گا تو بے شک وہ (بھی) انہی میں کا (ایک) ہے (کیونکہ) خدا (ایسے) ظالم لوگوں کو راہ راست نہیں دکھایا کرتا ؀

(بقیہ فائدہ صفحہ ۳۷۶) اور یہ بھی ایک واقعہ تاریخی ہے کہ نجاشی کی زندگی میں نزولِ وحی کا سلسلہ جاری تھا اور قانونِ شریعت اسلامی یعنی قرآن ہنوز نامکمل تھا اس پر بھی جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو رَجُلٌ صَالِحٌ فرمایا۔ اور مسلمان کا اہل سمجھ کر اس کے جنازے کی نماز ادا کی۔ اس سے زیادہ نصاریٰ کی طرف میلان اور کیا ہو سکتا ہے۔ لیکن مسلمان ہیں کہ ایسی باتوں پر نظر نہیں کرتے ۱۲

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۷۶) مغفرۃ کی دعا کروگے تو خدا ہرگز ان کی مغفرۃ نہیں کرے گا۔ پیغمبر صاحبؐ نے حضرۃ عمرؓ کے جواب میں فرمایا۔ خدا نے ستر بار کے لیے فرمایا ہے کہ میں منافقوں کے حق میں یہاں تک تمہاری دعا نہیں سنوں گا تو میں ستر بار سے زیادہ کروں گا شاید قبول ہو۔ یہ فرما کر عبداللہ کے جنازے کی نماز پڑھائی بلکہ اس کے کفن کے لیے اپنے پہننے کا ایک کرتہ بھی عنایت فرمایا۔ نماز پڑھا چکے تھے کہ آیہ ولا تصل علی احد منہم الخ نازل ہوئی۔ پیغمبر صاحبؐ کے طریق عمل سے یہ نہ سمجھ لینا کہ وہ ستر کے محاورے سے واقف نہ تھے بلکہ بات یہ ہو کہ پیغمبر صاحب سراسر رافت و رحمت تھے۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین درگزر اور شفقت اُن کی جبلت اور اُدھر خدا کے عفو و رحم سے اُن کو بڑی بڑی توقعات تھیں پیغمبر صاحب کی طبیعت نے ستر کے لفظ کا ایک حیلہ بنایا اور اپنا رحمۃ للعالمین ہونا ثابت کر دکھایا ؎ یا رب تو کریمی رسول تو کریم ٭ صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم ٭ اور وہ جو عبداللہ کے کفن کے لیے کرتہ عنایت کیا تھا اس کا ماجرا یہ ہے کہ وہ حقیقت میں عبداللہ کے ایک احسان کا معاوضہ تھا کہ حضرۃ کے چچا عباسؓ مسلمان ہوئے تو فی الوقت اُن کے کپڑے بدلوانے پڑے وہ آدمی تھے قد آور لحیم و شحیم اور عبداللہ کے کرتے کے سوا اور کسی مسلمان کا کرتہ اُن کے بدن میں نہ آیا۔ اللہ اللہ کیسی غیور طبیعت واقع ہوئی تھی کہ ایک کرتے کے احسان کو بھی اُتار کر رہے یہ ہیں وہ باتیں جو پیغمبر صاحبؐ کے ساتھ ہماری عقیدۃ کو بڑھاتی ہیں ۱۲

نوٹ صفحہ ہذا) ؎ یہ اور اس کے بعد کی سورۂ ممتحنہ والی آیۃ اگرچہ بظاہر عنوان اور عنوان کے تلے کی آیتوں کے تم کو مخالف معلوم ہوگی کیونکہ عنوان قائم کیا گیا ہے محبت کا جس کے یہ معنی ہیں کہ نصاریٰ سے محبت و دوستی کرنا اُن کا ہم پر حق ہو اور اسی کی تائید اور ثبوت میں آیۃ ولتجدن الخ لی گئی ہو بخلاف اس آیۃ کے کہ اس میں نصاریٰ سے قطع دوستی کا حکم ہو۔ مگر جب تم اس آیۃ کے فائدے کو غور سے پڑھوگے تو معلوم ہو جائے گا کہ عنوان اور اُس کے تلے کی آیۃ اور اس آیۃ میں کسی طرح کا اختلاف نہیں فائدہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے

ف ؎ پیغمبر صاحبؐ نے لوگوں کو دینِ اسلام کی تعلیم کرکے مسلمانوں کی ایک نئی جماعۃ بنائی۔ اور از بسکہ اسلام میں بڑی شد و مد کے ساتھ عقیدۂ توحید کی تاکید اور تائید تھی مسلمانوں کے مذہبی عقائد یہود اور نصاریٰ اور مشرکین عرب کسی سے نہیں ملتے تھے ہر چند پیغمبر صاحبؐ نے ہر طرح کی دلیلوں سے قائل کیا معدودے چند ایمان لائے باقی سارا ملک دشمنی پر کمربستہ ہو گیا جب تک مسلمانوں کا گروہ تھوڑا اور کمزور رہا مخالفوں نے ایذا دہی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا مسلمان اس پر بھی صبر اور درگزر کرتے اور نرمی و ملامت سے سمجھاتے رہے مگر لاتوں کے

(بقیہ فائدہ صفحہ ۳۷۸)

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (ممتحنہ ع ۲ پارہ ۲۸)

(مسلمانو!) جو لوگ تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور اُنھوں نے تم کو تمھارے گھروں سے نہیں نکالا اُن کے ساتھ احسان کرنے اور منصفانہ برتاؤ کرنے سے تو خدا تم کو منع کرتا نہیں (کیونکہ) اللہ منصفانہ برتاؤ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اللہ تو تم کو اُن ہی لوگوں سے دوستی کرنے کو منع فرماتا ہے جو تم سے دین کے بارے میں لڑے اور جنھوں نے تم کو تمھارے گھروں سے نکالا اور تمھارے نکالنے میں (تمھارے مخالفوں کی) مدد کی اور جو شخص ایسے لوگوں سے دوستی رکھے گا تو سمجھا جائے گا کہ یہی لوگ (مسلمانوں پر) ظلم کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ○ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۥ وَ

اور تحقیق ہم ہی نے نوح اور ابراہیم کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور اُن کی نسلوں میں پیغمبری اور کتاب (یعنی وحیِ آسمانی) کو جاری (رکھا) (با ایں ہمہ بعض) تو اُن میں سے رُو براہ ہیں اور بہتیرے اُن میں سے نافرمان ہیں۔ پھر (اُن کے) پیچھے اُن ہی کے قدم بقدم ہم نے اپنے (اَور) رسول بھیجے اور (اُن کے) پیچھے مریم کے بیٹے عیسےٰ کو بھیجا اور اُن کو انجیل عنایت فرمائی اور

(بقیہ فائدہ صفحہ ۳۷۷) بھوت باتوں سے کب ماننے والے تھے آخر استنے میں مسلمان بھی قوت پکڑ گئے اور جواب ترکی بہ ترکی دینے لگے۔ غرض لڑائی ٹھن گئی اور جیسا قاعدہ ہے اُس کا سلسلہ سالہا سال جاری رہا۔ ظاہر بات ہے کہ جب دو گروہوں میں لڑائی ہو رہی ہو اور لڑائی بھی زبانی تُو تُو مَیں مَیں نہیں تیر تلوار کی لڑائی یعنی ایک دوسرے کی جان کا خواہاں۔ ایسی حالت میں ایک گروہ کے آدمی کو دوسرے گروہ کے کسی آدمی سے دوستی رکھنا اپنے گروہ کی تباہی کے درپے ہونا ہے بس یہود و نصارےٰ سے دوستی نہ رکھنے کا حکم اُس خاص وقت اور خاص حالت کے لیے تھا۔ یہ ایک طرح کے فوجی انتظام ہیں جو ہر ملک اور ہر قوم کو کرنے پڑتے ہیں اور دنیا کے لڑائی جھگڑوں سے متعلق ہیں۔ رہی مذہبی دشمنی یعنی اختلاف عقائد وہ بالکل دوسری بات ہے اور اُس کو دنیاوی معاملات میں دخل دینے کی کچھ ضرورت نہیں۔ اٹھائیسویں پارے کی سورۂ ممتحنہ کی آیۃ میں جو اس کے بعد آتی ہے اِن باتوں کی خوب صراحت ہے۔ ہم ہندوستان کے مسلمان کس گنتی میں ہیں۔ اب تو نصاریٰ کا اقبال ایسا برسرِ عروج ہے کہ سلطانِ روم اور شاہِ فارس اور امیر کابل کو بھی چار و ناچار ان کے ساتھ دوستی رکھنی پڑتی ہے ۱۲

جَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَرَهْبَانِيَّةَۨ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ؀ (الحدید ع ۴ پارہ ۲۷)	جو لوگ اُن کے پیرو ہوئے اُن کے دلوں میں ترس اور رحم ڈال دیا اور دُنیا کا چھوڑ بیٹھنا جس کو اُنھوں نے از خود ایجاد کیا تھا ہم نے وہ (طریق) اُن پر فرض نہیں کیا تھا (مگر ہاں اُنھوں نے اُس کو) خدا (ہی) کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے (ایجاد کیا تھا) لیکن جیسا اُس کو نباہنا چاہیے تھا نہ نباہ سکے تو جو لوگ اُن میں سے ایمان لائے اُن کو ہم نے اُن کے اجر عنایت فرمائے اور اُن میں سے بہتیرے تو نافرمان ہیں ✣

من المترجم ۔ جہالت یہ کیا غضب ڈھا رہی ہے ✣ تباہی کی سر پر گھٹا چھا رہی ہے ✣ ہم نے جیسا کچھ اسلام کو سمجھا ہے اُس کی رُو سے حقیقت میں بڑا ہی تعجب ہوتا ہے کہ اب مشکل سے زمین کا کوئی کونا باقی رہا ہوگا جہاں مسلمان نہ پہنچ گئے ہوں ۔ پھر جہاں جہاں مسلمان پہنچ گئے ہیں ۔ وہاں اسلام کے ہوتے کسی دوسرے مذہب کے ہونے کی وجہ کیا؟ اس کی ایسی مثال ہے کہ جہاں نورِ آفتاب چمک رہا ہے وہاں ظلمت کیسے ٹھیر سکتی ہے ۔ ہو نہ ہو اس کا سبب یہ ہے ۔ یہی ہے اور اس کے سوائے کوئی اَور سبب نہیں کہ دوسرے مذہب والوں کو اسلام کی خبر نہیں اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ۔ شروع شروع میں اسلام کو ایسے ناملائم اتفاقات پیش آئے کہ لوگوں کو اسلام کی خبر ہوئی بھی تو بُری طرح سے ہوئی ۔ لوگ کا بُراعن کا برِ مدتوں سے شرک اور بُت پرستی سے مانوس تھے خدائے واحد کا نام سن کر بھنّائے اور دھینگا مشتی سے دعوۃِ اسلام کی آواز کے دبا دینے پر کمربستہ ہو گئے ۔ وہ نفرۃ کچھ ایسی گھڑی کی ذہن نشین ہوئی تھی کہ وہ کینے آج تک طبیعتوں سے نہیں نکلے ۔ اِس میں شک نہیں اور یہ واقعہ تاریخی ہے کہ عام نفرۃ جو لوگوں کے دلوں میں اسلام کی طرف سے ابتدا میں پیدا ہوئی اُس میں مسلمانوں کا مطلق قصور نہ تھا ۔ مگر نفرۃ کا زمانہ مابعد میں جاری رہنا زیادہ تر دوسروں کی ہٹ دھرمی سے ہوا تاہم مسلمانوں کے طرزِ عمل کا بھی اِس میں حصّہ ضرور ہے ۔ کیونکہ ہم بعض لڑائیوں کو شرائطِ جہاد سے دُور پاتے ہیں ۔ اِس کے علاوہ مسلمانوں نے استمالۃ اور تالیفِ قلوب میں بھی ضرور کوتاہی کی ہے وہ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کے حکم کی رُو سے اشاعۃ و تبلیغِ اسلام کو علماء اور مشائخ اور واعظین کے سر ڈال کر آپ فارغ ہو بیٹھے پیشوایانِ امت نے نہ آگا دیکھا نہ پیچھا جہاں کہیں بھی تھے مسلمانوں کے ریوڑ کو ایک لاٹھی سے ہانکنا شروع کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس طرح یہودیوں کو اُن کے احبار اور ربّیوں نے برباد کر چھوڑا کہ آج اتنی بڑی زمین میں ایک چپّے پر اُن کی شاہانہ حکومت نہیں یہی حال مسلمانوں کا اُن کے پیشواؤں کی بدولت ہوتا چلا جا رہا ہے ۔ پہلے بھی سنت کے بڑے لمبے چوڑے دعوے کیے جاتے ہیں اور ہم بھی کہتے ہیں کہ سنت کی پیروی دنیاوی اور اخروی بہبود و فلاح کی کافی ضمانت ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ

۵۱ اور (مسلمانو!) تم میں ایک ایسا گروہ بھی ہونا چاہیے جو (لوگوں کو) نیک کاموں کی طرف بلائیں اور اچھے کام (کرنے) کو کہیں اور بُرے کاموں سے منع کریں

۵۲ (مسلمانو!) تمھارے لیے (یعنی) اُن لوگوں کے لیے جو اللہ اور روزِ آخرۃ (کے عذاب) سے ڈرتے اور کثرۃ سے یادِ الٰہی کیا کرتے تھے (پیروی کرنے کو) رسول اللہ کا ایک

م عمدہ نمونہ موجود تھا ف یعنی جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس لڑائی میں شریک اور سب کے پیش پیش تھے تو مسلمانوں کو بھی حرز کرنا کیا مناسب تھا چاہیے تھا

وَذَكَرَ اللهَ كَثِيرًا - اور قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ - مگر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اور ہمارے وقت میں شام و صبح کا فرق پڑ گیا ہے تو ہم کو ہر بات اور ہر چیز میں سنت کی غایۃ و غرض پر نظر کرنی ہے کہ طور و طریق بدلے تو بدلے مگر یہ غرض فوت نہ ہونے پائے۔ مثلاً ہم ایک لباس کو لیتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں روار (چادر) اور ازار (تہمد) یہی دو کپڑے بے سیئے ہوئے پہنے جاتے تھے۔ اور ان ہی کو حُلّہ (جوڑا) کہتے تھے۔ اب ہمارے وقتوں میں نئی نئی ایجادیں ہو کر انواع و اقسام کی اوضاع چل پڑی ہیں پس اگر ہم وہی ردا، اور ازار اختیار کریں لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوں تو ہم کو لباس کی اصل غرض کو دیکھنا چاہیئے۔ وہ غرض تھی ستر عورۃ دفع حر و برد۔ زینت بغرض اظہار نعمت کہ وہ از قبیل اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ایک پیرایۂ شکر کا ہے۔ بشرطیکہ تبختر اور اسراف اور تشبّہ بالنساء نہ ہو کیونکہ تشبّہ بالنساء بھی عار مردمی ہے۔ لباس کی وضع اور اُس کی تراش خراش داخل اغراض لباس نہیں اور یہی وجہ ہے کہ اب کسی مُلک کے مہذب اور شائستہ مسلمان روار اور ازار کا استعمال نہیں کرتے۔ اور از انجملہ ہندوستان کے بھی۔ مگر وہ جو کہتے ہیں کہ دریا میں رہنا اور مگرمچھ سے بیر احمق اور دشمن کام مسلمانوں نے اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے سے کسی طرح کی کسر نہیں کی۔ یعنی بات بات میں انگریزوں کی زبان سے علوم سے وضع سے طرز تمدّن سے اظہار نفرۃ کیا اور انگریزوں کی نظر میں بے اعتبار ہو گئے اور ہونے ہی تھے علاوہ بریں اسلام کو ناحق بدنام کیا سو الگ۔ یہاں تک کہ ایک بڑے جلیل القدر انگریز نے مسلمانوں کے طرزِ عمل سے اسلام میں پانی مرتا ہوا دیکھ ایک کتاب لکھ ماری کہ "مسلمانوں کو اُن کا مذہب اجازت نہیں دیتا کہ وہ انگریزی گورنمنٹ کے خیر خواہ ہو کر رہیں"۔ مگر ہم تو اس "گُڑ کھاؤں گلگلوں سے پرہیز" کی قسم کی نفرۃ کے قائل نہیں۔ پوری نفرۃ تو ہم جب سمجھیں کہ انگریزوں کی بنائی ہوئی کوئی سی چیز بھی استعمال نہ کریں یعنی خس کم جہاں پاک ہجرۃ کر کے مثلاً عرب چلے جائیں کہ حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ آخری وقت میں اسلام سب طرف سے سمٹ کر مدینے میں جمع ہو جائے گا۔ مگر وہاں بھی "بہر زمیں کہ رسیدیم آسماں پیداست"۔ "ہماں آش در کاسہ" پائیں گے۔ ع چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی ہم نے بتحقیق سُنا ہے گو آنکھوں سے نہیں دیکھا کہ مکّے مدینے میں بھی آسایش و آرایش کا تمام ساز و سامان ساختِ یُورپ کام میں لایا جاتا ہے حتّٰی کہ انگریزوں کا سکّہ بے تامّل سلطانِ روم کے سکّے سے بڑھ کر داد و ستد میں آتا ہے۔ مخالفت کی آگ تو اسلام کے پیدا ہوتے ہی سُلگنی شروع ہوئی اور فریق مخالف اُس کو بھڑکاتے رہے۔ ایک وقتِ خاص تک مسلمانوں کو غلبہ رہا۔ پھر الحرب سجال کے قاعدے سے لڑائی نے پلٹا کھایا تو عیسائیوں نے مسلمانوں کو نیچا دکھایا۔ وہ آگ ابھی تک بجھی نہیں اور بجھے گی بھی نہیں مگر مسلمانوں میں مقابلے کا دم نہیں رہا۔ "ماری کوٹی کونے لاگی"۔ جہاں ہیں مغلوبانہ زندگی کے دن بسر کر رہے ہیں۔ "شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن"۔ مذہبی مخالفت کے اعتبار سے عام مسلمانوں اور عام عیسائیوں کا حال تو یہ ہے مگر ہم مسلمانانِ ہند کی

---

۵۱ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ (بھی) تم کو دوست رکھے اور تم کو تمہارے گناہ معاف کر دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۱۲ ۵۲ اور (اے پیغمبر لوگوں سے) اپنے پروردگار کے احسانات کا تذکرہ کرتے رہنا کہ یہ بھی شکر گزاری کا ایک طریقہ ہے ۱۲

روبیداد خاص ہے کہ ہم سیکڑوں برس ہند پر سلطنت کرتے رہے آخر اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ کا خدائی فیصلہ ہم پر بھی جاری ہوا۔ ہندوستان پر دانت تو تمام یورپ کے تھے۔ مگر خدا کو ہم مسلمانوں کے حق میں بہتری کرنی تھی کہ عاقبۃ الامر انگریز مالکُ الملک قرار پائے۔ انگریزوں میں ہزار خوبیوں کی ایک خوبی یہ ہے کہ ملکداری میں "عیسٰی بدین خود موسیٰ بدینِ خود" کے اصول کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔ اور جس طرح خدا کا دنیاوی برتاؤ کل مذاہب والوں کے ساتھ یکساں ہے ان کا بھی یہی حال ہے کہ ان کو حکومۃ کی حیثیۃ سے کسی مذہب سے کچھ بحث نہیں۔ جو قانون ہندوؤں کے لیے وہی مسلمانوں کے لیے وہی عیسائیوں کے لیے وہی یہودیوں کے لیے وہی عایا کے ہر کہ ومہ کے لیے۔ اور یہی عمل بالمساواۃ ان کی حکومۃ کے قیام وثبات کے لیے کافی ضمانت ہو۔ انصاف اور اسلام اور مصلحتِ وقت ایک چھوڑ تین تین چیزیں متقاضی ہیں کہ ہم اپنے اور انگریزوں کے درمیان میں کسی طرح کی کشیدگی واقع نہ ہونے دیں۔ اور کیا ممکن نہیں کہ باوجودِ اختلافِ عقائد ہم مسلمان اور انگریز آپس میں گھلے ملے رہیں۔ بیش برین نیست کہ ہم عقیدتی بھی چند در چند تعلقات میں سے ایک تعلق ہے۔ اچھا پھر اس ایک تعلق میں اختلاف ہونے کی وجہ سے دوسرے تعلقات میں بے لطفی کیوں ہو خاص کر اس حالۃ میں کہ خدا کا فرمودہ رسولِ خدا کا تعامل ہم کو صاف طور پر دوسرے تعلقات کے باقی رکھنے کی اجازت دیتا ہے اور اجازت بھی نہیں بلکہ حکم میل ملاپ کا سب سے بڑا ذریعہ ہے کھان پان۔ اور کھان پان سے بڑھ کر شادی بیاہ۔ تو کھان پان کے بارے میں وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ[۲] سے اور شادی بیاہ کے بارے میں وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ[۳] سے اور زیادہ صاف وصریح حکم کیا ہو سکتا ہو۔ رہا جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا تعامل۔ تو وفدِ نجران اور نجاشی کے واقعات کو دیکھو۔ مگر مسلمان تو پورے پورے ہمارے اس شعر کے مصداق ہو رہے ہیں ؎

نہ جانیں حدیث اور نہ قرآن سمجھیں ہوی النفس کو عینِ ایمان سمجھیں

ہم میں سے سرسید احمد خاں نے انگریزوں کے ساتھ اختلاط کا ڈول ڈالا تھا تو مسلمانوں نے اُن کو ایسا ہدفِ ملامت بنایا کہ وہی جیسا مستقل مزاج آدمی تھا کہ اپنی بات پر جما رہا اور آخرکار اپنے مقلدوں کی ایک اُمت بنا کر چھوڑ گیا۔ "کفر گیرد کاملے ملّت شود"۔ جن دنوں سید احمد خاں نے کھانے پینے رہنے سہنے میں انگریزی وضع اختیار کی مولویوں نے

[۱] جو نعمت، کسی قوم کو (خدا کی طرف سے) حاصل ہو جب تک وہ (قوم) اپنی ذاتی صلاحیت کو نہ بدلے خدا اُس (نعمت) میں کسی طرح کا تغیر و تبدل نہیں کیا کرتا ۱۲

[۲] اور اہلِ کتاب کا کھانا (بشرطیکہ تمہارے ہاں بھی روا ہو) تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا اُن کے لیے حلال ہے ۱۲ [۳] اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی جا چکی ہے اُن میں کی بیاہتا بیبیاں (تمہارے لیے حلال ہیں) [ف] بشرطیکہ اُن کے مہر اُن کے حوالے کردو ۱۲

[ف] بیاہتا بیبیوں سے مراد ہیں وہ عورتیں جو نکاح کے ذریعے سے لوگوں کے ساتھ میاں بی بی کا سا تعلق پیدا کرنا چاہتی ہیں ۱۲۔ اس قید کے متعلق وہ فائدہ ضرور پڑھو جو "تبیل حرل" کے عنوان آیہ الیوم احل لکم الطیبٰت کے ذیل میں لکھا ہے ۱۲

مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ[51] کی سند پکڑ کر سیّد احمد خاں کو کافر ٹھیرایا۔ سید احمد خاں کا تو کچھ نہ بگاڑ سکے مگر انگریزوں سے ہوتے ہوتے اُکھاڑ دیا اور مصیبت یہ ہے کہ ابھی تک بھی علماء کے گروہ کو تنبہ نہیں ھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا[52] ہم کو مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ کے کسی لفظ سے کفر کی بُو تک بھی نہیں آتی۔ غایۃ مافی الباب حدیث کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ جو شخص اپنا ظاہر کسی قوم کا سا رکھے لوگ اُس کو اُسی قوم کا آدمی سمجھیں گے۔ اِسی بنیاد پر بہ نیّتِ فاسد سرکاری ملازم کی سی وردی کا پہننا انگریزی قانون میں جرمِ فوجداری سمجھا گیا ہے۔ اِس کو کفر و اسلام سے تعلق کیا پولس کی جماعۃ میں ہندو مسلمان سب ہی طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ کوئی شخص لوگوں کے ٹھگنے کے لیے پولس کی وردی پہن پھرا تو اُس کو ہندو سمجھیں گے یا مسلمان؟ نہ ہندو نہ مسلمان، بلکہ بہروپیا ملازمِ پولس۔ بات یہ ہے کہ دلوں میں جو قدیم الایّام سے بُغض بھرے ہوئے ہیں جا و بے جا کھُل پڑتے ہیں ع مے تراود چہ کنم انچہ در آوندِ من است

جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر نظر کرتے ہیں تو دعویِ نبوۃ کے بعد شروع کے تیرہ برس مغلوبانہ زندگی کے تھے کہ اتنے زمانۂ دراز تک مخالفوں کے نرغے میں آپ اپنے مولد مکّے میں رہ کر دعوۃِ اسلام فرماتے رہے۔ مخالفوں کے زور و ظلم تو ایک لمحہ بھی مکّے میں ٹھیرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے مگر مجبوری یہ آکر پڑی تھی کہ خانۂ کعبہ کی وجہ سے مکہ مرجعِ خلائق تھا۔ برس کے برس تمام جزیرۂ عرب کے لوگ حج کے لیے مکّے میں جمع ہوتے تھے فلہٰذا دعوۃِ اسلام کے لیے وہی ایک موقع مناسب تھا۔ ناچار اشاعۃِ اسلام کی طمع پر تکلیف و مصیبت کے تیرہ برس مکّے میں گزار دیئے۔ جب دیکھا کہ موذی جان کے درپے ہیں آپ مکہ چھوڑ مدینے چلے گئے اِسی کا نام ہے ہجرۃ **قطعہ**

دھتکر کی تو مُدّتوں سے مساواۃ ہو گئی گالی کبھی نہ دی تھی سو ایک بات ہو گئی
باقی ہے مار کھانی تو سُن لوگے ایک دن اُس کی گلی میں اپنی یہ اوقات ہو گئی
جور و ستم کی حدّ بھی ہے کوئی کہاں تلک انجامِ کار ترکِ ملاقات ہو گئی

ہجرۃ کے بعد سے خدا نے وہ سارے دِرِدّر دور کر دیئے اور مسلمانوں کی فتوحات کا زمانہ آیا۔ پیغمبر صاحب کی اِن دو طرح کی زندگیوں میں سے ہجرۃ سے پہلے کی مغلوبانہ زندگی انگریزی عملداری میں ہم مسلمانانِ ہند کی زندگی سے ملتی جلتی ہوئی ہے۔ ہم کو پیغمبر صاحب کی طرح کی تو مجبوریاں نہیں ہیں مگر پھر بھی محکومی ہے۔ انگریزوں کی رعیّت بن کر رہنا ہے جس طرح پیغمبر صاحب کی ہجرۃ سے پہلے اور ہجرۃ کے بعد دونوں زندگیاں ایک دوسری سے نہیں ملتیں اسی طرح دونوں زندگیوں کا طرزِ عمل بھی ایک دوسرے سے مختلف تھا۔ ہجرۃ سے پہلے مسلمانوں کو کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ[53] کا حکم تھا۔ ہجرۃ کے بعد وَاقْتُلُوْھُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْھُمْ وَاَخْرِجُوْھُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْکُمْ[54] کا۔ اب یہیں سے غلطی شروع ہوئی ہے

---

[51] جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ اُن ہی میں سمجھا جائے گا ۱۲ [52] وہ (اپنی غلط فہمی سے) اِسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں ۱۲ [53] (چندے لڑائی سے) اپنے ہاتھ روکے رہو اور (اس وقت اسلام کے لیے اتنا ہی بس کرتا ہے کہ) نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیا کرو ۱۲

[54] اور (مسلمانو جو لوگ تم سے لڑتے ہیں) اُن کو جہاں پاؤ قتل کرو اور جہاں سے اُنھوں نے تم کو نکالا ہے (یعنی مکّے سے) تم بھی اُن کو وہاں سے نکال باہر کرو ۱۲

کہ قرآن کی تفسیریں اور احادیث اور اُن کی شروح اور مسائلِ فقہ سب اُس زمانے میں مدوّن ہوئے جب کہ مسلمان مُلک کے مُلک فتح کرتے چلے جاتے تھے۔ اور اب معاملہ بالکل برعکس ہے تو تمام احکامِ دین کو زمانۂ حال کے سانچے میں ڈھالنا ہے۔ اور وہ سانچا یہ ہے کہ ہر ایک بات میں حُکّامِ وقت کے ساتھ صلح کاری اور سازگاری ہو۔ مسلمانوں نے اگر آتشِ فساد کو بھڑکایا نہیں تو اُس کو دبایا بجھایا بھی نہیں۔ وہ اُن وقتوں کو یاد کرتے ہیں جب اسلامی سلطنت برسرِ عروج تھی۔ حالانکہ اُن کو پیغمبر صاحب کی ہجرت سے پہلے کی تقلید کرنی چاہیے کہ اَلْاِسْلَامُ بَدَأَ غَرِیْبًا وَّسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا کی یہی توجیہ ہے۔ مسلمانوں میں بڑا نقص یہ ہے کہ تِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ پر نظر نہیں رکھتے جھونپڑیوں میں رہتے اور محلوں کے خواب دیکھتے۔ رسیّاں جل کر خاک سیاہ ہو گئیں مگر بل بدستور قائم ہے۔ ہاتھوں میں رعشہ ہے مگر پنجہ لڑانے کو موجود ؎

ہر کہ با فولاد بازو پنجہ کرد ساعدِ سیمین خود را رنجہ کرد

ہم تو دیانتاً اور ایماناً مسلمانوں کو یہی صلاح دیتے ہیں کہ ساری ہمت اپنی حالت کی اصلاح میں صرف کریں اور جلی کٹی باتوں اور چھیڑنے چڑانے سے نہیں بلکہ لطف و لینت سے اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ کے عامل ہو کر اسلام کی خوبیوں اور آسانیوں کو غیر مذہب والوں پر ظاہر کرتے رہیں اور سمجھے رہیں کہ اسلام کو دینِ فطرۃ ہونے کا اور صداقت کا بڑا زور ہے اور اَلْحَقُّ یَعْلُوْ اور لَنْ یَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِیْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا چپکے چپکے اپنا اثر کر رہا ہے لوگ دوسرے مذاہب کی قیود سے یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ آزادی حاصل کر رہے ہیں۔ دِل مسلمان ہوتے جا رہے ہیں۔ صرف مُونہہ سے اقرار کرنا باقی ہے وہ بھی ایک نہ ایک دن ہو کر رہے گا۔ بشرطیکہ مسلمان وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَیُدْهِنُوْنَ پر کاربند ہوں۔ بڑے افسوس کی بات ہو کہ جس آزادی کا نام ہے اسلام خود مسلمان اُس اسلام تسلیم نہیں کرتے اور اسلام زبانِ حال سے پڑا کہہ رہا ہے ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

ہم جو مسلمانوں سے چاہتے ہیں کہ وہ دوسرے مذہب والوں کے ساتھ نرمی اور ملائمت برتیں تو اِس کے یہ معنی نہیں کہ وہ دوسروں کی خاطر سے یا کسی کے ڈر سے اسلامی عقائد یا اعمال میں کمی اور کوتاہی کرنے لگیں۔ اور انگریزی قانون کا بھی یہی منشا ہے کہ ہر شخص اپنی آزادی کو قائم رکھے۔ آزادی کے قائم رکھنے میں صرف اتنی شرط ہے کہ آزادی کا عمل میں لانا دوسروں کی دل آزاری کا موجب نہ ہو کہ اِس سے امنِ عام میں خلل پڑتا ہے اور تمام افعال مخلِّ امن جرم فوجداری ہیں جس نرمی کی ہم صلاح دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ کسی مذہب کو چاہے وہ اِن کے نزدیک کیسا ہی غلط ہو نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں

۵۱ اسلام شروع شروع میں بھی مسافرانہ حالت میں تھا اور آخر کار مسافرانہ حالت ہی کی طرف عود کرے گا ۱۲ ۵۲ یہ اتفاقاتِ وقت ہیں جو ہمارے حکم سے نوبت بہ نوبت (سب) لوگوں کو پیش آتے رہتے ہیں ۱۲ ۵۳ (اے پیغمبر لوگوں کو) عقل کی باتوں اور اچھی اچھی نصیحتوں سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ ۱۲ ۵۴ حق ہمیشہ غالب رہتا ہے ۱۲ ۵۵ اور خدا کافروں کو مسلمانوں پر (کسی طرح) غالب رہنے کا موقع ہرگز نہ دے گا ۱۲

۵۶ (اور احکامِ سخت کے) بوجھ جو اِن لوگوں (کے سروں) پر (دھرے ہوئے) تھے اور پھندے جو اِن پر پڑے ہوئے تھے (اُن سب) اُن پر سے دور کرتے ہیں ۱۲

یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ اختلافِ مذہب کی وجہ سے آپس کے میل جول میں کسی طرح کا فرق نہ آنے دیں کہ یہی وہ تعصب ہے جس کو ہم ایک طرح کا جنون سمجھتے ہیں اور جنون بھی عالمگیر جس سے کوئی قوم بری نہیں۔ الا ماشاء اللہ ہم نے تو غور کرکے یوں سمجھا ہے کہ دنیا میں جتنے مذہب بھی ہیں وقتی اور مقامی خصائص کے لحاظ سے آدمی کے فائدے کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔ مقصودِ اصلی سب کا ایک۔ طریقہ اور ذریعے مختلف۔ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ معاش کے لیے لوگ کیسے کیسے جتن کرتے ہیں کوئی کاشتکار ہے کوئی تاجر کوئی پیشہ ور کوئی کچھ۔ کوئی کچھ۔ ایک پیشے والا آدمی دوسرے پیشے والے سے دشمنی نہیں رکھتا کہ اُس نے بھی اِسی کا پیشہ کیوں نہیں اختیار کیا۔ حقیقت میں ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگ اختلافِ مذاہب کو کیوں اختلافِ مکاسب پر قیاس نہیں کرتے۔ اور کیوں مذہب کے پیچھے ایک دوسرے سے لڑے مرتے ہیں مگر وہی کہ اَلْجُنُوْنُ فُنُوْنٌ۔ بات یہ ہے کہ آدمی بالطبع اکھل کھرا مخلوق ہے۔ اِس کے مزاج میں سازگاری نہیں ضرورتوں نے اس کو مجبور کر رکھا ہے ورنہ یہ لڑنے کے لیے حیلے ڈھونڈا کرتا ہے "آبرو سن لڑیں"۔ مذہب کو بھی لڑائی کا ایک حیلہ بنا رکھا ہے۔ ہم کو ہندوستان میں صرف دو قوموں سے واسطہ پڑتا ہے ایک انگریز کہ وہ ہمارے حاکم ہیں۔ دوسرے ہندو کہ ہمارا اُن کا چولی دامن کا ساتھ ہے آج سے نہیں سیکڑوں برس سے۔ ہندو اکثر بت پرست اور مشرک ہیں۔ انگریز ہماری طرح کے موحّد تو نہیں مگر پھر بھی اہلِ کتاب ہیں۔ مشرکوں کو خدا نے نجس ناپاک فرمایا ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ۔ اور انگریزوں کے ساتھ اہلِ کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو صاف لفظوں میں کھان پان کی اجازت ہے وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ مگر عملاً معاملہ بالعکس ہے۔ مسلمانوں میں ایک فرقہ شیعہ تو ہندوؤں کو واقع میں ناپاک سمجھتا ہے اور فی زعمہ ہندوؤں کی چھوئی ہوئی کوئی چیز نہیں کھاتا۔ فی زعمہ ہم نے اس سے کہا کہ کھانے کی بہت چیزیں دودھ دہی گھی انواع واقسام کی مٹھائیاں سب ہندو ہی بناتے اور بیچتے ہیں۔ ہندوستان میں رہ کر اتنا پرہیز تو ہو نہیں سکتا تو بڑے متقی شیعہ بھی کیا کرتے ہیں کہ بازار سے مٹھائیاں منگوا کر بے تامل چٹ کر جاتے۔ حالانکہ خوب جانتے ہیں کہ ضرور ہندو کی بنائی ہوئی ہیں۔ اور کوئی پوچھتا ہے تو ٹکا سا جواب دیتے ہیں کہ مسلمان خدمتگار سے منگائی ہیں ہم کو زیادہ تفتیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ اِسی کے قریب قریب ایک واقعہ مجھ پر گزرا ہے کہ میرے ایک دوست بڑے متشدد فی المذہب تھے میں اُن کے تشدد پر اعتراض نہیں کرتا جس سے جتنی احتیاط ہو سکے اچھی ہے۔ اعتراض ہے اُن کے حیلۂ شرعی پر مجھ کو ایسے بہت حیلے معلوم ہیں مگر میں اُن کے عمل میں لانے کو سخت نالائقی اور "بازیش با باہم بازی" اور استہزا بالدین سمجھتا ہوں۔ حیلوں کے عمل میں لانے سے ہزار درجے بہتر ہے قصور کا اعتراف۔ خیر تو میرے اُن دوست کو چاندی کے ساز و سامان کا بڑا شوق تھا۔ حقہ۔ مہنال۔ چنبل۔ خاصدان۔ قلمدان۔ دوات۔ سب چیزیں چاندی کی رکھتے تھے میں اُن سے ملنے کو جاتا تو خاصدان میرے آگے کر دیتے۔ میں اُن سے کہتا کہ آپ بھی تو ملاحظہ فرمائیے تو وہ خاصدان سے گلوری نکال تکیے یا کاغذ یا جو چیز سامنے ہوتی اُس پر رکھ دیتے اور پھر اُٹھا کر کھا لیتے۔ میں نے پوچھا تو فرمایا کہ چاندی کا استعمال ممنوع ہے۔

شیعوں نے تو ہندوؤں کی بنائی ہوئی مٹھائی کے جواز کا یہ حیلہ بنایا کہ بہت کیا تو مسلمان کے ہاتھ سے منگوالی۔

سُنّیوں نے دیکھا کہ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ کے ہوتے ہندوؤں کی بنائی ہوئی مٹھائیوں کو چھوت سمجھنے سے خدا کی بہت سی نعمتوں سے محروم رہنا پڑتا ہے اور لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ بھی خدا ہی کا فرمودہ ہے تو انھوں نے نجس سے نجس فی العقیدہ مراد لیا۔ سنیوں کی اس توجیہ کو ہم شیعوں کی حیلہ جوئی سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اس لیے کہ نجس اور رجس دو لفظ ہیں مرادفِ یکدگر۔ اور دونوں کے معنی ہیں پلید۔ قرآن میں رجس کا اطلاق مکروہ اور ممنوعِ شرعی دونوں پر ہوا ہے مکروہ پر قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ میں اور ممنوعِ شرعی پر اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ میں۔ اور یہ بھی یوں ہی کہ ہندوؤں میں طہارتِ جسمانی کی بڑی سخت تاکید ہے عوام نہیں کرتے تو مسلمانوں میں بھی بعض عوام گندے رہتے ہیں۔ غرض مسلمانوں نے حیلہ جوئی یا تاویل سے ہندوؤں کے ساتھ کھان پان کا رستہ نکال لیا تو اپنے حق میں اچھا کیا۔ معلوم نہیں کہ انگریزوں نے ان کا ایسا کون سا قصور کیا ہے کہ خدا نے تو کیا حلال اور یہ اُس کو حرام ٹھیراتے ہیں۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔ خرابی یہ ہوئی کہ حیلہ و تاویل سے ہندوؤں کے ساتھ التیام کا جو رستہ نکالا تھا انگریزوں کے ساتھ ناروا برتاؤ کر کے اُس رستے کو بھی بند کر دیا۔ بایں طور کہ مسلمان بتعصبِ ناروا کو اس حد تک لے گئے کہ انگریزی تعلیم سے بھی متنفر ہے۔ برخلاف ان کے ہندوؤں نے انگریزی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ اور مسلمانوں سے بازی لے گئے۔ وہ کہتے ہیں عزت میں حکومت میں دنیاوی رُشد و وجاہت میں۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم انگریزوں کے ساتھ کھان پان پر انگریزوں کی طرفداری سے زور دے رہے ہیں۔ انگریز اس کے حاجتمند نہیں اور ظاہری صفائی کے اعتبار سے مسلمانوں کو اُن کے ساتھ کوئی نسبت نہیں اور اب تو نوبت یہ پہنچی ہے کہ اگر انگریز جھوٹوں بھی کسی کو مدعو کریں تو وہ اِس کو اپنے مفاخر میں سمجھے اور یہ حال ہے رؤسا عظام کا اور ما و شما کو تو کون پوچھتا ہے مگر بات یہ ہے کہ ہم دیانتاً مسلمانوں کی خیرخواہی کے تقاضے سے اُن کو انگریزوں سے ملا دینا چاہتے ہیں۔ ہم نے اوپر لکھا ہے کہ دنیا کے مذاہب میں سے ہر ایک مذہب وقتی اور مقامی خصائص کے لحاظ سے آدمی کے فائدے کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ اس کی توضیح ہم دو مثالوں سے کرنا چاہتے ہیں۔ اور دونوں ہندوؤں سے متعلق ہیں کہ ہندو گائے اور دریائے گنگا دونوں کو مذہبًا مقدّس اور واجب التعظیم سمجھتے ہیں اور خصوصیتِ ملکی کی وجہ سے دونوں اسی قابل ہیں بھی۔ گائے ایسا بکارآمد جانور ہے کہ دودھ دہی گھی مکھن سے قطع نظر اُسی کی نسل کروڑوں باشندگانِ ہندوستان کے رزق کی ڈوئی ہے کہ قلبہ رانی بیلوں کے ذریعے سے

---

۱ مسلمانو! خدا نے جو ستھری چیزیں تمھارے لیے حلال کر دی ہیں اُن کو (اپنے اوپر) حرام نہ کرو اور حد سے (بھی) نہ بڑھو کیونکہ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ۱۲ ۲ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ کوئی کھانے والا (اُن چیزوں میں سے جن کو تم حرام کہتے ہو) کچھ کھالے تو میری طرف جو وحی آتی ہے اُس میں تو میں اُس پر کوئی چیز حرام پاتا نہیں مگر یہ کہ وہ چیز مُردار ہو یا بہتا ہوا خون یا سُور کا گوشت کہ یہ سب چیزیں بے شک ناپاک ہیں ۱۲ ۳ مسلمانو! شراب اور جوا اور بُت اور پاسے (ان میں کا ہر ایک کام) تو بس ناپاک شیطانی کام ہے ۱۲ ۴ تو کیا کتابِ (الٰہی) کی بعض باتوں کو مانتے ہو اور بعض کو نہیں مانتے ۱۲

ہوتی ہے - یہی حال گنگا کا ہے کہ کروڑہا بیگہ زمین اسی کے پانی سے سینچی جاتی ہے - یعنی گنگا کروڑہا بندگان خدا کی توسیعِ رزق کا ذریعہ ہو تو کیوں نہ گائے اور گنگا کو عزیز رکھا جائے - مذہباً تعظیم کرنا عزیز رکھنے کی توثیق ہو اور لیکن اسی تقریب میں مسلمانوں کو ایک بات اور بھی سمجھانے کی ہو کہ ایمان اور اسلام میں فرق بیّن ہو شرعاً نہیں تو لغۃً تو ضرور ہو اور مسلمان کمتر اس کا لحاظ کرتے ہیں - ایمان اور اسلام میں فرق کا ہونا خدائے تعالیٰ نے اس آیۃ کے ذریعے سے ظاہر فرمایا ہے قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ[1] اس آیۃ کی رُو سے منطق کے ضلعے میں عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ایمان و اسلام میں قرار پاتی ہے - جس کے لیے دو مادے افتراق کے ہوتے ہیں اور ایک مادہ اجتماع کا یعنی شرعاً نہیں تو عقلاً ہو سکتا ہے کہ کوئی مومن ہو اور مسلم نہ ہو یا مسلم ہو اور مومن نہ ہو یا مومن اور مسلم دونوں ہو یا مومن اور مسلم کچھ بھی نہ ہو - چاروں قسم کی مثالیں آدمیوں میں پائی جاتی ہیں - مومن ہو اور مسلم نہ ہو - اس کی مثال ہمارے نزدیک بعض ہندو بھی ہیں کہ وہ ایک حد تک مومن ہیں یعنے خدا کو مانتے ہیں اور اُن میں رحم بمقابلہ دوسری قوموں کے بہت زیادہ ہے کہ وہ کسی جاندار کو ستانا نہیں چاہتے یہاں تک کہ درخت کو ہم نے دیکھا ہے کہ آدمیوں اور جانوروں کے لیے گزرگاہوں پر پیاؤ بٹھاتے ہیں چیونٹیوں کے کھندانوں پر کھانڈ اور چانول کا آٹا چھڑکتے پھرتے ہیں - جانوروں کی خدمت اور حفاظت بہت احتیاط سے کرتے ہیں تو کیوں نہیں ان کو مومن سمجھا جائے لما یدخل الایمان فی قلوبکم سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان فعلِ قلب ہو تو جو ہندو نیک دل ہے ہم اس کو لغۃً مومن کہیں گے کہ اُس کی نیک دلی کا ثبوت اُس کے افعالِ رحیمانہ ہیں - بے شک وہ مسلم نہیں اس لیے کہ اسلام لطف و لینت سے اُس پر عرض نہیں کیا گیا - اور مسلمان اپنے مذہبی تعصب کی وجہ سے اُس کی طرف کو ایک انچ بھر بھی نہیں جھکتے - تشییعِ اسلام میں مسلمانوں کا تعصب بھی بڑی بھاری روک ثابت ہوا ہے اور اس کا الزام خود مسلمانوں پر ہو - کافر کا لفظ قرآن میں نامسلم کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے اور مسلمانوں کے روزمرہ میں وہ ایک مذہبی گالی ہے اس لفظ کے استعمال میں بھی کچھ احتیاط نہیں کی جاتی - کافر کہہ دینا مسلمانوں کے نزدیک ایک معمولی سی بات ہے - مگر دوسرے مذہب والوں کی وحشت کے لیے کافی ہے ۱۲

[1] عرب کے دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے (اے پیغمبر ان سے) کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے ہاں (یوں) کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے اور ایمان کا تو ہنوز تمھارے دلوں میں گزر تک نہیں ہوا ۱۲

ف ایمان دل سے علاقہ رکھتا ہو اور خدا کے سوا دوسرں کو اُس کی خبر نہیں ہو سکتی اور اسلام افعالِ ظاہر سے تعلق رکھتا ہو ایک شخص مسلمانوں کی سی وضع رکھتا اور مسلمانوں کے ساتھ کھاتا پیتا اور اپنے تئیں مسلمان کہتا ہو شرع جو ظاہر پر حکم کرتی ہو اُس کی رو سے وہ مسلمان سمجھا جائے گا مگر ممکن ہو کہ اُس کے دل میں ایمان نہ ہو - اس آیۃ میں ایمان اور اسلام کا فرق جتانا مقصود ہو - سخت افسوس ہو کہ آج کل مسلمانوں میں یہ فساد کثرۃ سے شائع ہو گیا ہو کہ بات بات میں مسلمانوں کو کافر بنا دیتے ہیں حالانکہ شریعۃ کی رو سے کسی کو حق نہیں کہ مسلمان بھائی کو گروہِ اسلام سے خارج کرے - جناب پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ساری عمر مسلمانوں کے گروہ کے بڑھانے کی تدبیروں میں لگے رہے اور وہ مسلمانوں کے گروہ میں داخل کرنے کے لیے حیلے ڈھونڈتے تھے اور فرمایا کرتے تھے اباہی بکم الامم کہ تمام پیغمبروں میں میں ایسا پیغمبر ہوں جس کی اُمت آخرۃ میں سب اُمتوں سے زیادہ ہو گی - اس کے برخلاف ۱۲

اب مسلمان کو گروہِ مسلمانان سے خارج کرنے کے لیے حیلے ڈھونڈے جاتے ہیں ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ۱۲

نمبر ۱ ماپ تول میں انصاف

حقوق اہل معاملہ

نمبر ۲ اُدھار کا لین دین ہو تو اُس کو لکھ لینا

نمبر ۳ خوش معاملگی

نمبر ۴ مدیون مالدار ہو تو ادائے قرض میں تاخیر ظلم ہے اور فقیر ہے تو معذور

نمبر ۵ مدیون محتاج ہو تو قرضہ معاف کر دینا ورنہ فراخی تک مہلت دینا

نمبر ۶ حقدار کو سختی کرنے کا حق حاصل ہے

نمبر ۷ معاملات میں سہولت

ماپ تول میں انصاف

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۖ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (۱) وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ

اور (لوگو!) یتیم کے مال کے پاس (بھی) نہ جانا مگر ایسے طور پر کہ (اُس کے حق میں) بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی (کی عمر) کو پہنچے اور انصاف کے ساتھ پوری پوری ماپ کرو اور (پوری پوری) تول ہم کسی شخص پر اُس کی سمائی سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتے اور (گواہی دینی ہو یا فیصلہ کرنا ہو کہ) جب بات کہو تو گو (فریق مقدمہ اپنا) قرابت مند ہی (کیوں نہ) ہو انصاف (کا پاس) کرو اور اللہ کے (ساتھ جو) عہد (کر چکے ہو اُس) کو پورا کرو ف یہ ہیں وہ باتیں جن کا تم کو خدا نے حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو اور (اُس نے) یہ (بھی) ارشاد فرمایا ہے کہ یہی ہمارا سیدھا رستہ ہے تو اسی پر چلے جاؤ

ف عہد اللہ سے یا تو نذر و نیاز کی منتیں مراد ہیں یا لوگوں کے باہمی قول و قرار پہلی صورۃ میں اوفوا بعہد اللہ کے یہ معنی ہوں گے کہ خدا کے لیے کوئی نذر مانی ہو تو اُسے پورا کرو اور دوسری صورۃ میں یہ توجیہ ہوگی کہ باہم قول قرار کر لیا ہو تو اُسے پورا کرو۔ چونکہ باہم قول قرار کرتے وقت اکثر خدا کا واسطہ دیا جاتا اور خدا کی قسم بھی کھائی جاتی ہے۔ اس سے آپس کے قول و قرار کو عہد اللہ کہا گیا۔ یہ دونوں صورتیں تفسیروں سے لی گئی ہیں اور ہمارا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ عہد اللہ سے عہد فطرۃ جسے عہد الست بھی کہتے ہیں مراد ہے۔ عہد فطرۃ کا ذکر سورۂ اعراف کے بائیسویں رکوع کی پہلی آیۃ میں اس طرح آیا ہے وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِي آدَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ ۛ شَهِدْنَا ۛ أَن تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ ۝ أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِن قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّن بَعْدِهِمْ ۖ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ۝ وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ اور (اے پیغمبر ان لوگوں کو وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی اُن کی پیٹھوں سے اُن کی نسلوں کو باہر نکالا اور اُن کے مقابلے میں خود اُن ہی کو گواہ بنایا (اس طرح پر کہ اُن سے پوچھا) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں سب بولے ہاں ہم (اس بات کے) گواہ ہیں (اور یہ اس غرض سے کیا کہ ایسا نہ ہو) کہیں تم قیامت کے دن کہنے لگو کہ ہم تو اس بات سے بے خبر ہی تھے (یعنی کسی نے ہم کو جتایا بتایا نہیں) یا کہنے لگو کہ شرک ابتدا میں تو ہمارے بڑوں ہی نے کیا اور ہم اُن ہی کی اولاد تھے (کہ) اُن کے بعد (دنیا میں آئے جیسا بڑوں کو کرتے دیکھا ہم بھی ویسا ہی کرنے لگے) تو (اے خدا) کیا تو ہم کو اُن لوگوں کے جرم کی پاداش میں ہلاک کیے دیتا ہے جنھوں نے پہلے (غلطی کی)

۴ اور اسی طرح ہم (اپنی) آیتوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ (ہماری طرف) رجوع کریں" ف مطلب یہ ہے کہ خدا نے انسان کے دل کو اسی طرح کا بنایا ہے کہ از خود اُس کو معلوم ہوتا ہے کہ خدا ہے اور اکیلا ایک ہے اس کے لیے نہ کسی دلیل کی ضرورۃ ہے نہ کسی کے سمجھانے کی حاجۃ انسان کا دل آپ ہی آپ گواہی دیتا ہے اور یہ ایسی بات

وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهٖ ۚ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ (انعام ع ۱۹ پارہ ۸)

اور (دوسرے) رستوں پر نہ پڑ لینا کہ وہ تم کو خدا کے رستے سے (بھٹکا کر) تتر بتر کر دیں گے (غرض) یہ (سب باتیں) ہیں جن کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ ۱۲

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۚ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ○ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ○ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ○ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ○ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ

اور مدین کی طرف (ہم نے) اُن کے (ہم قوم) بھائی شعیب کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا اُنھوں نے (ان سے) کہا بھائیو! خدا ہی کی عبادت کرو اُس کے سوا کوئی تمھارا معبود نہیں اور ماپ اور تول میں کمی نہ کیا کرو میں تم کو خوش حال دیکھتا ہوں (تو تم کو ماپ تول میں کمی کرنے کی کیا ضرورت ہے) اور (اس پر بھی اس حرکت سے باز نہ آؤ گے تو) مجکو تمھاری نسبت عذاب (عام) کے دن کا اندیشہ ہے جو تم (سب) کو آگھیرے گا اور بھائیو! ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری (پوری) کیا کرو اور لوگوں کو اُن کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور ملک میں فساد نہ پھیلاتے پھرو اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ کا (دیا) جو کچھ (تجارت میں) بچ رہے وہی تمھارے لیے اچھا ہے اور میں تمھارا نگھبان تو ہوں نہیں (کہ ہر ایک کی ماپ تول کو دیکھتا پھرا کروں) وہ کہنے لگے کہ شعیب! کیا تمھاری نماز تم سے متقاضی ہے کہ جن (بتوں) کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہم اُن کو چھوڑ بیٹھیں یا اپنے مال میں جس طرح (کا تصرف) کرنا چاہیں نہ کریں۔ ہاں جی ہاں تم ہی تو (معاملے کے بڑے) نرم (اور) راستباز رہ گئے ہو ف (شعیب نے) کہا بھائیو! بھلا دیکھو تو سہی اگر میں اپنے پروردگار کے کھلے رستے پر ہوں اور وہ مجکو اپنے (فضل) سے عمدہ (یعنی حق حلال) روزی دیتا ہے (تو کیا اس طریقے کو چھوڑ کر تمھاری طرح حرام کی کمائی کھانے لگوں) اور میں (ہرگز) نہیں چاہتا۔

ف اُن کا مطلب یہ تھا کہ کیا تمھارا شرع اجازت نہیں دیتا کہ تم ہم کو ہمارے حال پر رہنے دو اور چونکہ نماز دلیل تشرع ہے اسی لیے اُنھوں نے خصوصیت کے ساتھ نماز کا طعنہ دیا اب بھی لوگ ایسے موقع پر کہہ دیتے ہیں۔ ہاں جی ہاں تم ہی تو بڑے نمازی پرہیزگار رہ گئے ہو ۱۲

أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ ۚ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۚ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ (ہود ع ۸ پارہ ۱۲)

کہ جس (کام کے کرنے) سے تم کو منع کرتا ہوں تمہارے برعکس آپ اُس کو کرنے لگوں میں تو اپنے حتی المقدور (لوگوں میں معاملے کی) اصلاح چاہتا ہوں اور بس اور (اس ارادے میں) میرا کامیاب ہونا تو بس خدا ہی کی تائید سے ہو سکتا ہے میں تو اُسی پر بھروسا رکھتا اور اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

الرَّحْمَٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۝ خَلَقَ الْإِنسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۝ وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۝ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ۝ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ۝ (الرحمٰن ع ۱ پارہ ۲۷)

(جنوں اور آدمیوں پر خدائے رحمٰن کے بے شمار احسانات ہیں از انجملہ یہ کہ اُسی) نے قرآن پڑھایا اُسی نے انسان کو پیدا کیا (پھر) اُس کو بولنا سکھایا سورج اور چاند ایک حساب کے ساتھ (گردش میں) ہیں اور (جھاڑی) بوٹیاں اور درخت (بارگاہ خداوندی میں) سربسجود ہیں اور اُسی نے آسمان کو اونچا کیا ہے اور ترازو بنا دی ہے تاکہ تم لوگ تولنے میں حد (اعتدال) سے تجاوز نہ کرو اور انصاف کے ساتھ سیدھی تول تولو اور کم نہ تولو[ف۱]

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (الحدید ع ۳ پارہ ۲۷)

تحقیق ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے معجزے دے کر بھیجا اور اُن کی معرفت کتابیں اُتاریں اور (نیز ہم نے) ترازو (کا رواج دیا) تاکہ لوگ دینی و دنیاوی دونوں طرح کے معاملات (میں) انصاف پر قائم رہیں۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ يَوْمَ يَقُومُ

کم دینے والوں کی (بڑی ہی) تباہی ہے کہ لوگوں سے ماپ لیں تو پورا پورا لیں اور جب اُن کو ماپ کر یا اُن کو تول کر دیں تو کم دیں گیا ان کو اس بات کا خیال نہیں کہ بڑے (سخت) دن (یعنی قیامت کو) یہ اُٹھا کھڑے کیے جائیں گے (اور) اُس دن

[ف۱] ماپ اور تول کا معاملہ نہایت ضروری معاملہ ہے کوئی فردِ بشر اس سے بے نیاز نہیں یا ماپ تول کر دیتا ہے یا لیتا ہے اور شرع میں اس کا بڑا اہتمام ہے کہ ماپ تول میں چالاکی اور فریب کو دخل نہ دیا جائے اور اسی لیے اس مقام پر ایک ہی مطلب کو کئی پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے مگر افسوس ہے کہ ماپ تول لوگوں میں جیسی چاہیے اب بھی ٹھیک نہیں الا ماشاء اللہ ۱۲ منہ [ف۲] مذکورہ بالا عنوان کے تحت میں ذیل کی آیۃ بھی داخل ہو اس کے ساتھ اُسے بھی پڑھ لو۔ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ۝ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ الخ (شعراء ع ۱۰ پارہ ۱۹)

النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؕ

(تطفیف ع ۱ پارہ ۳۰)

لوگ پروردگارِ عالم کے روبرو (اعمال کی جواب دہی کے لیے) کھڑے ہوں گے +

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِ الْکَیْلِ وَالْمِیْزَانِ اِنَّکُمْ قَدْ وُلِّیْتُمْ اَمْرَیْنِ ھَلَکَتْ فِیْھِمَا الْاُمَمُ السَّابِقَۃُ + (ترمذی)

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپنے اور تولنے والوں سے فرمایا (جو لوگوں کو ماپ ماپ کر اور تول تول کر دے رہے تھے) کہ تم لوگوں کے متعلق ایسی دو چیزیں کی گئی ہیں (یعنی ماپ تول) جن کی وجہ سے پہلی اُمتیں غارت ہو گئیں ف۱

اُدھار کا لین دین ہو تو اُس کو لکھ لینا

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْہُ ؕ وَلْیَکْتُبْ بَّیْنَکُمْ کَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا یَاْبَ کَاتِبٌ اَنْ یَّکْتُبَ کَمَا عَلَّمَہُ اللّٰہُ فَلْیَکْتُبْ ۚ وَلْیُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَیْہِ الْحَقُّ وَلْیَتَّقِ اللّٰہَ رَبَّہٗ وَلَا یَبْخَسْ مِنْہُ شَیْئًا ؕ فَاِنْ کَانَ الَّذِیْ عَلَیْہِ الْحَقُّ سَفِیْھًا اَوْ ضَعِیْفًا اَوْ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّمِلَّ ھُوَ فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّہٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْھِدُوْا شَھِیْدَیْنِ مِنْ

مسلمانو! جب تم ایک میعادِ مقرر تک اُدھار کا لین دین کرو تو اُس کو لکھ لیا کرو اور (اگر تم کو لکھنا نہ آتا ہو تو) تمھارے درمیان میں) (تمھارے باہمی قرارداد کو) کوئی لکھنے والا انصاف کے ساتھ لکھ دے اور (جس سے لکھواؤ تو اُس) لکھنے والے کو چاہیئے کہ لکھنے سے انکار نہ کرے جس طرح خدا نے اُس کو لکھنا پڑھنا سکھایا ہے (اُسی طرح) اُس کو بھی چاہیئے کہ (بے عذر) لکھ دے اور جس کے ذمّے قرض عائد ہوگا (وہی دستاویز کا) مطلب بولتا جائے اور اللہ سے کہ وہی اُس کا (حقیقی) کارساز ہے ڈرے ف۲ او (بتاتے وقت قرض دہندہ کے) حق میں سے کسی طرح کی کاٹ چھانٹ نہ کرے اور جس کے ذمّے قرض عائد ہوگا اگر وہ کم عقل ہو یا معذور یا خود اُسے مطلب نہ کر سکتا ہو تو (جو) اُس کا مختار کار ہو وہ انصاف کے ساتھ (دستاویز کا) مطلب بولتا جائے اور اپنے لوگوں میں سے جن لوگوں پر تمھارا اطمینان ہو دو مردوں کو گواہ

ف۱ جیسے شعیب علیہ السلام کی قوم جو منجملہ اور بدکرداریوں کے ماپ تول میں بھی کمی کیا کرتے تھے اور جو آخر کار اِس جرم کی سزا میں مبتلائے عذاب ہوئے کہ بعض پر زلزلہ آیا اور بعض پر بادل اگر سایبان کی طرح چھا گیا اُس میں سے بجلی گری اور سب ہلاک ہو گئے ۱۲

ف۲ اس میں اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آدمی کا کام آدمی سے نکلے تو بھی اُس کو خدا کا احسان ماننا چاہیئے کہ اُس نے اپنے ایک بندے کو اُس کی کاربرآری کی توفیق دی ۱۲

رِّجَالِكُمْ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ
وَّامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَن
تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ ۚ
وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا ۚ وَلَا
تَسْأَمُوا أَن تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا
إِلَىٰ أَجَلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ
لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَىٰ أَلَّا تَرْتَابُوا ۖ إِلَّا أَن
تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ
فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا ۗ وَ
أَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ ۚ وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ
وَلَا شَهِيدٌ ۚ وَإِن تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ
بِكُمْ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ ۗ وَاللَّهُ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ وَإِن كُنتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَّ
لَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوضَةٌ ۖ فَإِنْ
أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ
أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ ۗ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ

پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں کہ اُن میں
سے کوئی ایک بھول جائے گی تو ایک دوسری کو یاد دلائے
گی ف۱ اور جب گواہ (ادائے شہادت کے لیے) بلائے جائیں
تو (حاضر ہونے سے) انکار نہ کریں اور معاملہ میعادی چھوٹا ہو یا
بڑا اُس (کی دستاویز) کے لکھنے میں کاہلی نہ کرو خدا کے نزدیک
یہ بہت ہی منصفانہ (کارروائی) ہے اور گواہی کے لیے بھی
یہی طریقہ بہت ٹھیک ہے اور زیادہ تر قرینِ (قیاس) ہے کہ تم
(آیندہ کسی طرح کا) شک (وشبہ) نہ کرو مگر سودا دست بدست ہو
جس کو تم (ہاتھوں ہاتھ) آپس میں لیا دیا کرتے ہو تو اُس (کی
دستاویز) کے نہ لکھنے میں تم پر کچھ گناہ نہیں اور (ہاں) جب
(اس طرح کی) خرید و فروخت کرو تو (احتیاطاً) گواہ کر لیا کرو
اور کاتب (دستاویز) کو (کسی طرح کا) نقصان نہ پہنچایا جائے
اور نہ گواہ کو اور ایسا کرو گے تو یہ تمہاری شرارت ہے اور اللہ سے
ڈرو اور اللہ تم کو (معاملے کی صفائی) سکھاتا ہے اور اللہ سب
کچھ جانتا ہے اور اگر سفر میں ہو اور تم کو کوئی لکھنے والا نہ ملے
(اور قرض لینا ہو) تو رہن با قبضہ (رکھ کر لو) پس اگر تم میں سے
ایک کا ایک اعتبار کرے ف۲ تو جس پر اعتبار کیا گیا ہے
(یعنی قرض لینے والا) اُس کو چاہیئے کہ قرض دینے والے
کی امانت (یعنی قرض) کو (پورا پورا) ادا کر دے اور خدا سے
جو اُس کا کارساز (حقیقی) ہے
ڈرے اور گواہی کو
نہ چھپاؤ

ف۱ اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کے مقابلے میں عورتیں جیسا عموماً جسمانی توانائی میں گھٹی ہوئی ہیں، اُن کی یادداشت بھی مردوں جیسی نہیں ہوتی ۱۲

ف۲ آگے چل کر ایسے قرضے کو قرض دینے والے کی امانت فرمایا کیونکہ اُس نے قرض لینے والے کے اعتبار پر قرضہ دیا گویا اُس کے پاس امانت رکھوا دیا ۱۲

وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ (البقرہ ع ۳۹ پارہ ۳)

اور جو اُس کو چھپائے گا تو وہ دل کا کھوٹا ہے اور جو کچھ (بھی) تم لوگ کرتے ہو اللہ کو سب معلوم ہے ف

خوش معاملگی

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اَدَاءَهَا اَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ اَخَذَ يُرِيْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ ۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص لوگوں کے مال (بہ نیت ادا کے قرض) لیتا ہے خدا اُس سے ادا کرا دیتا ہے اور جو لوگوں کے مال ہضم کر جانے کی غرض سے لیتا ہے خدا اُس مال کو ہلاک کر دیتا اور اُس شخص کو ادا [illegible]

عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ اسْتَسْلَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكْرًا فَجَاءَتْهُ اِبِلٌ مِّنَ الصَّدَقَةِ قَالَ اَبُوْ رَافِعٍ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اَقْضِیَ الرَّجُلَ بَكْرَهٗ فَقُلْتُ لَا اَجِدُ اِلَّا جَمَلًا خِيَارًا رَبَاعِيًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَعْطِهٖ اِيَّاهُ فَاِنَّ خَيْرَ النَّاسِ اَحْسَنُهُمْ قَضَاءً ۔ (مسلم)

ابو رافع رضہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے جوان اونٹ قرض لیا (شاید پیغمبر جیوش یا مسلمانوں کی کسی ضرورۃ کے لیے قرض لیا ہوگا) اور زکوۃ کے اونٹ آئے تو ابو رافع رضہ کہتے ہیں مجھے پیغمبر صاحب نے حکم دیا کہ اُس شخص کا جوان اونٹ ادا کردوں میں نے عرض کیا کہ میں تو اِن اونٹوں میں بجز عمدہ رباعی اونٹوں کے اور اونٹ پاتا نہیں پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ رباعی اونٹ ہی دے دو کیونکہ سب لوگوں میں بہتر اور اچھا وہ ہے جو ادائے قرض میں اچھا ہو ۔

ف اس رکوع سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو کہاں تک ہمارے باہمی فسادات کی روک تھام منظور ہے ای کاش بندے خدا کی مرضی کو سمجھیں اور اُس کے حکموں پر کاربند ہوں کہ خدا کی خوشنودی اور ہمارا فائدہ اسی میں ہے ۱۲

لہ بکرہ اونٹ جو پانچویں سال میں شروع ہوا ۱۲ ۔ سلہ رباعی اُس اونٹ کو کہتے ہیں جس کے سامنے کے چاروں دانت نکل آئے ہوں اور یہ دانت اُس وقت نکلتے ہیں جب اونٹ پورے چھ برس کا ہو کر ساتویں میں شروع ہوتا ہے ایسا اونٹ گراں قیمت اور عمدہ ہوتا ہے ۔ ابو رافع کا یہ مطلب تھا کہ خیرات کے اونٹوں میں کوئی جوان اونٹ تو ہے نہیں جو میں قرضخواہ کو دے دوں بڑے اور اچھے اونٹ ہیں تو میں چھوٹے اونٹ کے بدلے بڑا اونٹ کیونکر دے دوں ۱۲ ۔ سلہ یہاں سے معلوم ہوا کہ قرض میں جید اور عمدہ چیز ادا کرنی مکارم اخلاق سے ہے اور اونٹ اُن چیزوں میں نہیں ہے جن میں سُود چلتا ہے ۱۲

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ لِي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ فَقَضَانِي وَزَادَنِي (بخاری)

جابر رضہ کہتے ہیں کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر میرا کچھ قرضہ آتا تھا تو آپ نے میرا قرضہ[1] ادا کر دیا اور اُوپر سے کچھ زیادہ بھی دیا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ قَالَ اسْتَقْرَضَ مِنِّي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعِينَ أَلْفًا فَجَاءَهُ مَالٌ فَدَفَعَهُ إِلَيَّ فَقَالَ بَارَكَ اللّٰهُ تَعَالَى فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ إِنَّمَا جَزَاءُ السَّلَفِ الْحَمْدُ وَالْأَدَاءُ۔ (نسائی)

ابو ربیعہ رضہ کے بیٹے عبد اللہ کہتے ہیں کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے چالیس[1] ہزار قرض لیے اور آپ کے پاس مال آیا تو میرا پورا قرضہ ادا کر دیا اور فرمایا خدا تجھے تیرے مال اور اہل میں برکت دے۔ قرض کی تلافی اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ قرضہ ادا کر دیا جائے اور قرض دینے والے کا احسان مانا جائے۔

من المترجم۔ غالباً قرضے سے اُس اونٹ کی قیمت مراد ہے جو جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضہ سے ایک سفر میں مدینے لوٹتیوں کو مول لیا تھا جیسا کہ حدیث صحیحین میں آیا ہے عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ كَانَ يَسِيرُ عَلَى جَمَلٍ لَهُ قَدْ أَعْيَى فَمَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِ فَضَرَبَهُ فَسَارَ سَيْرًا لَيْسَ يَسِيرُ مِثْلَهُ ثُمَّ قَالَ بِعْنِيهِ بِوُقِيَّةٍ قَالَ فَبِعْتُهُ فَاسْتَثْنَيْتُ حُمْلَانَهُ إِلَى أَهْلِي فَلَمَّا قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ أَتَيْتُهُ بِالْجَمَلِ وَنَقَدَنِي ثَمَنَهُ وَفِي رِوَايَةٍ فَأَعْطَانِي ثَمَنَهُ وَرَدَّهُ عَلَيَّ وَفِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِبِلَالٍ اقْضِهِ وَزِدْهُ فَأَعْطَاهُ وَزَادَهُ قِيرَاطًا۔ جابر رضہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے ایک اونٹ پر سوار ہو کے چلے جاتے تھے جو تھک گیا تھا اور نہیں چل سکتا تھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا جابر پر گزر ہوا (اور اونٹ کا یہ حال دیکھا) تو آپ نے اونٹ کو قمچی سے مارا (جو آپ کے ہاتھ میں تھی) پھر تو اونٹ ایسا تیز چلنے لگا کہ اُس جیسا تیز کبھی نہیں چلا تھا۔ اس کے بعد پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ (جابر!) اپنے اونٹ کو ایک اوقیہ چاندی (چالیس درہم) کے عوض میرے ہاتھ بیچ ڈالو۔ جابر کہتے ہیں کہ میں نے اسے بیچ ڈالا اور اپنے مکان تک اونٹ کی سواری کو مستثنیٰ کر لیا۔ (یعنی شرط کر لی کہ مدینے تک اسی اونٹ پر سوار رہوں گا) چنانچہ جب میں مدینے آیا تو اونٹ کو لے کر پیغمبر صاحب کے پاس پہنچا آپ نے اونٹ کی قیمت میرے حوالے کر دی اور ایک روایۃ میں آیا ہے کہ پیغمبر صاحب نے مجھے اونٹ کی قیمت بھی عطا کی اور اونٹ بھی واپس کر دیا۔ بخاری کی روایۃ میں یوں آیا ہے کہ پیغمبر صاحب نے بلال سے فرمایا کہ جابر کا قرضہ (یعنی اونٹ کی قیمت) ادا کر دو اور کچھ زیادہ بھی دو۔ تو بلال نے جابر کو اونٹ کی قیمت ادا کی اور اوپر سے ایک دانگ (قیمت کا چھٹا حصہ) زیادہ بھی دیا۔ پیغمبر صاحب نے اونٹ کی قیمت نقد نہیں دی تھی بلکہ اُدھار کر لی تھی تو اونٹ کی قیمت جابر کا قرضہ تھا جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے اب جو ادائے قرض کے وقت کچھ زیادہ دیا تو بقدرِ زیادتی پیغمبر صاحب کا احسان تھا اس کو کوئی سود نہ سمجھے۔ سود کے لیے قرارداد کا ہونا ضرور ہے اور یوں شخص مقروض اپنی طرف سے خوش دلی کے ساتھ بلا قرارداد ادائے قرض کے وقت قرض دہندہ کو اصل قرض سے بڑھ کر کچھ دے تو اُس کو سود نہیں سمجھا جائے گا ۱۲

[1] حدیث میں مطلق اربعین الفا کا لفظ آیا ہے ہم نے تلاش کیا بھی کہ چالیس ہزار سے چالیس ہزار درم مراد ہیں یا دینار لیکن باوجود تحقیق کے کسی راوی حدیث یا شارحِ حدیث سے اس کا پتہ نہیں چلا اور جس غرض سے حدیث نقل کی گئی ہے اُس کے لیے تعیینِ درہم و دینار کی کچھ ضرورت بھی نہ تھی ۱۲

مدیون مالدار ہے تو ادائے قرض میں تاخیر ظلم ہے اور فقیر ہے تو معذور

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَطْلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ فَاِذَا اُتْبِعَ اَحَدُكُمْ عَلٰى مَلِیٍّ فَلْيَتْبَعْ ﴿صحیحین﴾

ابوہریرہ رضہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مالدار آدمی کا ادائے قرض میں دیر کرنا ظلم ہے اور جب تم میں کوئی کسی غنی کے حوالے کر دیا جائے (یعنی مقروض کسی غنی [illegible]

عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ اُصِيْبَ رَجُلٌ فِیْ عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ثِمَارٍ اِبْتَاعَهَا فَكَثُرَ دَيْنُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقُوْا عَلَيْهِ فَتَصَدَّقَ النَّاسُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَبْلُغْ ذٰلِكَ وَفَاءَ دَيْنِهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِغُرَمَائِهِ خُذُوْا مَا وَجَدْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ اِلَّا ذٰلِكَ ﴿مسلم﴾

ابوسعید رضہ کہتے ہیں کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک شخص کو اُس کے پھلوں میں آفت پہنچنے کی وجہ سے نقصان ہوا تو اُس پر قرضہ بہت ہو گیا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (لوگوں کی طرف روئے سخن کر کے) فرمایا کہ اسے خیرات دو لوگوں نے خیرات دی مگر یہ خیرات اُس کے قرضے کو پورا نہ کر سکی اس پر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے قرضخواہوں سے فرمایا کہ جو تم نے پالیا ہے اسی پر بس کرو اس کے سوا تمھیں اور کچھ نہیں ملے گا۔

مدیون محتاج ہو تو قرضہ معاف کر دینا ورنہ فراخی تک مہلت دینا

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ [illegible]

اور اگر کوئی تنگدست (تمھارا مقروض) ہو تو فراخی تک کی مہلت (دو) اور اگر سمجھو تو تمھارے حق میں یہ زیادہ بہتر ہے کہ اُس کو اصل قرضہ بھی بخش دو اور اُس دن سے ڈرو جبکہ تم اللہ کی طرف لوٹا کر لائے جاؤ گے پھر ہر شخص کو اُس کے کیے کا پورا پورا بدلا دیا جائے گا۔

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَقَّتِ الْمَلٰٓئِكَةُ رُوْحَ

حذیفہ رضہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کی طرف روئے سخن کر کے) فرمایا

رَجُلٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ قَالُوْا أَعَمِلْتَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا قَالَ كُنْتُ اٰمُرُ فِتْيَانِيْ اَنْ يُّنْظِرُوْا وَيَتَجَاوَزُوْا عَنِ الْمُوْسِرِ قَالَ فَتَجَاوَزُوْا عَنْهُ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ اَبُوْ مَالِكٍ عَنْ رِّبْعِيٍّ اُنْظِرُ الْمُوْسِرَ وَاَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ وَقَالَ نُعَيْمُ ابْنُ اَبِيْ هِنْدٍ عَنْ رِّبْعِيٍّ فَاَقْبَلُ مِنَ الْمُوْسِرِ وَاَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ ۞ (بخاری)

کہ جو لوگ تم سے پہلے ہو گزرے ہیں اُن میں سے ایک شخص کی روح کو فرشتوں نے (تعظیماً) آگے بڑھ کر لیا اور کہا تُو نے کوئی نیک کام بھی کیا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ میں نے اپنے خدّام اور گماشتوں کو کہہ رکھا تھا کہ وہ گنجایش والے کو مہلت دیا کریں اور دین پڑے تو معاف کر دیا کریں پیغمبر صاحب نے فرمایا تو فرشتوں نے اُس کے قصوروں کو (خدا کے حکم سے) معاف کر دیا۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ ابو مالک نے جو ربعی سے الفاظ نقل کیے ہیں اُن میں اس طرح ہے کہ میں گنجایش والے کو مہلت دیا کرتا اور تنگ دست کو معاف کر دیا کرتا تھا اور نعیم ابن ابی ہند جو ربعی سے نقل کرتے ہیں اُن کی روایۃ میں یوں

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ تَاجِرٌ يُّدَايِنُ النَّاسَ فَاِذَا رَاٰى مُعْسِرًا قَالَ لِفِتْيَانِهٖ تَجَاوَزُوْا عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّتَجَاوَزَ عَنَّا فَتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُ ۞ (بخاری)

حضرۃ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک تاجر لوگوں سے قرض کا معاملہ کیا کرتا تھا اور (اُس کا قاعدہ تھا کہ) جب کسی کو تنگ دست دیکھتا تو اپنے گماشتوں سے کہہ دیتا کہ اسے معاف کر دو شاید خدا ہمیں معاف کر دے چنانچہ خدا نے اُس کے قصور معاف کر دیے ۞

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَجُلًا كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اَتَاهُ الْمَلَكُ لِيَقْبِضَ رُوْحَهٗ فَقِيْلَ لَهٗ هَلْ عَمِلْتَ مِنْ خَيْرٍ قَالَ مَا اَعْلَمُ قِيْلَ لَهٗ اُنْظُرْ قَالَ مَا اَعْلَمُ شَيْئًا غَيْرَ اَنِّيْ كُنْتُ اُبَايِعُ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا وَاُجَازِيْهِمْ فَاُنْظِرُ الْمُوْسِرَ وَاَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ فَاَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ ۞ (صحیحین)

حذیفہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ تم سے پہلے ہو گزرے ہیں اُن میں ایک شخص تھا اُس کے پاس ملک الموت اُس کی روح قبض کرنے کے لیے آیا اور اُس سے پوچھا کہ تو نے کوئی بھی بھلائی کی ہے کہا میں تو نہیں جانتا۔ کہا گیا اچھا غور کر کے دیکھ کہ تُو نے کوئی بھی بھلائی کی ہے اُس نے جواب دیا کہ مجھے اور تو کچھ معلوم نہیں ہاں اتنا جانتا ہوں کہ میں دنیا میں لوگوں سے اُدھار کا لین دین کیا کرتا اور اُن کے ساتھ نرمی کیا کرتا تھا تو خوش حال کو مہلت دیتا اور تنگدست سے درگزر کیا کرتا تھا (پیغمبر صاحب نے

عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرۃ ابو قتادہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ

اللہ علیہ وسلم من سرہ ان ینجیہ اللہ من کرب یوم القیامۃ فلینفس عن معسر او یضع عنہ ۔ (مسلم)

علیہ وسلم نے فرمایا جسے یہ بات بھلی لگے کہ خدا اُسے روز قیامت کے جانکاہ غموں سے نجات دے تو اُسے چاہئے کہ تنگدست مقروض کو مہلت دے یا کل یا بعض (قرضہ) اُسے معاف کردے۔

حقدار کو سختی کرنے کا حق حاصل ہے

عن ابی ھریرۃ ان رجلا تقاضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاغلظ لہ فھم اصحابہ فقال دعوہ فان لصاحب الحق مقالا واشتروا لہ بعیرا فاعطوہ ایاہ قالوا لا نجد الا افضل من سنہ قال اشتروہ فاعطوہ ایاہ فان خیرکم احسنکم قضاء ۔ (صحیحین)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر تقاضا کیا اور نہایت سختی کے ساتھ کیا۔ صحابہ نے (زجر و توبیخ کا) ارادہ کیا تو پیغمبر صاحب نے فرمایا اسے کچھ تعرض نہ کرو کیونکہ حقدار کو سختی کرنے کا حق ہے تم ایک اونٹ خرید کر اس کے حوالے کردو صحابہ نے عرض کیا کہ ہمیں اس کا سا اونٹ تو ملتا نہیں بلکہ اس کے اونٹ سے بڑی عمر کا اونٹ ملتا ہے فرمایا وہی اونٹ خرید کر حوالے کردو کیونکہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قضا (دین) میں اچھا اور بہتر ہو۔

عن کعب بن مالک انہ تقاضی ابن ابی حدرد دینا لہ علیہ فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد فارتفعت اصواتھما حتی سمعھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی بیتہ فخرج الیھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی کشف سجف حجرتہ ونادی کعب بن مالک قال یا کعب قال لبیک یا رسول اللہ

کعب بن مالک سے روایت ہے کہ انھوں نے ابن ابی حدرد پر اپنے قرضے کی بابت جو اُن کا ابن ابی حدرد پر آتا تھا جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عین مسجد نبوی میں تقاضا کیا اور گفت و شنید میں دونوں کی آوازیں یہاں تک بلند ہوئیں کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی آوازیں گھر کے اندر سے سنیں تو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے پاس آنے کے ارادے سے اپنے حجرے کا پردہ اُٹھایا اور کعب بن مالک کو آواز دی (اور) فرمایا اے کعب! کعب نے عرض کیا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔

فَأَشَارَ بِيَدِهٖ أَنْ ضَعِ الشَّطْرَ مِنْ دَيْنِكَ قَالَ كَعْبٌ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ قُمْ فَاقْضِهٖ ٭ (صحیحین)	پیغمبر صاحب نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ آدھا قرضہ چھوڑ دو کعب نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے آپ کے ارشاد کو بسر و چشم منظور کیا پیغمبر صاحب نے ابن ابی حدرد کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ بس اُٹھ کھڑے ہو اور ان کا قرضہ ادا کر دو ف
عَنِ الشَّرِيْدِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عِرْضَهٗ وَعُقُوْبَتَهٗ قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ يُحِلُّ عِرْضَهٗ يُغَلَّظُ لَهٗ وَعُقُوْبَتَهٗ يُحْبَسُ لَهٗ ٭ (نسائی)	شرید کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مالدار کا ادائے قرض سے پہلو تہی کرنا اس کی آبرو ریزی اور سزا دہی کو حلال کرتا ہے۔ عبد اللہ بن مبارک (تابعی) اس حدیث کی تفسیر میں کہتے ہیں یُحِلُّ عِرْضَهٗ سے مراد ہے اُسے سخت و سُست کہنا اور عُقُوْبَتَهٗ سے مراد ہے [illegible]

مُعاملات میں سہولۃ

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ وَإِذَا اشْتَرٰى وَإِذَا اقْتَضٰى ٭ (بخاری)	عبد اللہ کے بیٹے جابر سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا اُس شخص پر رحم کرے کہ بیچے تو خریدے تو تقاضا کرے تو سب میں آسانی اور خوش خلقی اور فیاضی کرنے والا ہو٭

ف حدیث سے دو باتیں مستنبط ہوتی ہیں ایک یہ کہ حقدار اگرچہ اپنے حق کا مطالبہ سختی سے بھی کر سکتا ہے مگر جہاں تک ممکن ہو اپنے حق کے استیفا میں مبالغہ کرنا بہتر نہیں بلکہ درگزر اور مسامحت کا برتاؤ کرنا چاہیئے اور ہو سکے تو کچھ اپنا حق چھوڑ بھی دے۔ دوسرے یہ کہ مقروض کو قرض دینے والے کا حق ماننا چاہیئے اور جب قرض خواہ کی طرف سے کچھ سلوک ظاہر ہو مثلاً وہ اپنے مطالبے میں سے کچھ چھوڑ دے تو مقروض کو چاہیئے کہ باقی مطالبہ فوراً ادا کر دے۔ کیونکہ اب مقروض کا ادائے رقم میں تاخیر کرنا حقیقۃً میں قرضخواہ پر ظلم ہے ۱۲

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلْحَلْفُ مُنَفِّقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مُمْحِقَةٌ لِلْبَرَكَةِ ٭ (صحیحین)

حضرۃ ابو ہریرہ رضہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ قسم[1] سے مالِ تجارۃ کی نکاسی تو ہوتی ہے مگر برکۃ سلب ہو جاتی ہے ٭

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَةٌ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ هُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ ٭ (مسلم)

ابوذر[2] رضہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایۃ کرتے ہیں کہ آپنے فرمایا قیامۃ کے روز خدا تین طرح کے آدمیوں سے بات تک بھی تو نہیں کرے گا نہ اُنھیں نظرِ رحمت سے دیکھے گا اور نہ اُنھیں گناہوں سے پاک کرے گا۔ اور اُن کو عذابِ دردناک ہوگا۔ ابوذر بولے اے رسول خدا اُنھوں نے سخت نقصان اُٹھایا اور رحمت خدا سے محروم ہوئے وہ ہیں کون؟ فرمایا۔ ازراہِ تکبر ازار کا لٹکانے والا۔ دے کر احسان رکھنے والا جھوٹی قسم سے اپنے مال متاع کی نکاسی کرنے والا ٭

عَنْ قَیْسِ بْنِ اَبِیْ غَرَزَةَ قَالَ كُنَّا نُسَمّٰی فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ السَّمَاسِرَةَ فَمَرَّ بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَمَّانَا بِاسْمٍ هُوَ اَحْسَنُ مِنْهُ فَقَالَ یَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ اِنَّ الْبَیْعَ

ابوغرزہ[3] کے بیٹے قیس سے روایۃ ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہم لوگ جو سوداگری کا پیشہ کرتے تھے سمسار کے نام سے پکارے جاتے تھے تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارا نام اس سے بہت اچھا یعنی تجار رکھا ف[1] چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے تاجروں کی جماعۃ خرید فروخت میں

ف[1] سمسار عجمی لفظ ہے اور چونکہ عجمی لوگ کثرۃ سے خرید و فروخت کیا کرتے تھے اس لیے اُنھوں نے اپنا لقب سمسار رکھ لیا تھا عجمیوں کی دیکھا دیکھی عربوں نے بھی اپنے لیے اس لفظ کا بولنا تجویز کیا پیغمبر صاحب نے اس لحاظ سے کہ جس سرزمین میں پیدا ہوئے اُسی کی زبان کو رواج دینا بہتر ہے عربی سوداگروں کا نام تاجر رکھا ٭

سلہ[1] قسم سے مراد وہ قسمیں ہیں جو اکثر سوداگر لوگ خریداروں کو ترغیب دینے کے لیے کھایا کرتے ہیں کہ چیز عمدہ ہے اور اتفاق سے سستی مل گئی تھی۔ حدیث میں مطلق قسم کو موجب سلب برکۃ فرمایا یعنی سچی قسم بھی نہ کھانی چاہیئے ٭

يَحْضُرُهُ اللَّغْوُ وَالْحَلْفُ فَشُوبُوهُ بِالصَّدَقَةِ ❋

بیہودہ باتیں اور قسمیں شامل ہوتی ہیں تو صدقہ دے کر اُسے پاک و خالص کر دو۔

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التُّجَّارُ يُحْشَرُونَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فُجَّارًا إِلَّا مَنِ اتَّقَىٰ وَبَرَّ وَصَدَقَ ❋ (ترمذی)

رفاعہ کے بیٹے عبید سے روایۃ ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تاجروں کا قیامۃ کے دن فاجروں کے ساتھ حشر ہوگا مگر جو حرام سے بچا اور جھوٹی قسم نہ کھائی اور قیمت کہنے میں سچ بولا (وہ ان سے مستثنے ہے)

بُیُوع منہی عنہا (یعنی بیع کھوچ جس کی شرع میں مناہی ہے)

عَنْ أَنَسٍ قَالَ نَهَىٰ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّىٰ تُزْهِيَ قِيلَ وَمَا تُزْهِي قَالَ حَتَّىٰ تَحْمَرَّ وَقَالَ أَرَأَيْتَ إِذَا مَنَعَ اللهُ الثَّمَرَةَ فَبِمَ يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مَالَ أَخِيهِ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَىٰ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّىٰ يَزْهُوَ وَعَنِ السُّنْبُلِ حَتَّىٰ يَبْيَضَّ وَيَأْمَنَ الْعَاهَةَ نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُشْتَرِيَ ❋ (صحیحین)

حضرۃ انس رضہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی خرید و فروخت سے منع فرمایا جب تک کہ ان میں پختگی کے آثار نمایاں نہ ہو جائیں کسی نے عرض کیا کہ حضرۃ! اُس کی پختگی کیونکر پہچانی جائے فرمایا یہاں تک کہ سرخ ہو جائے اور فرمایا بھلا بتاؤ تو اگر خدا پھل کو (پکنے اور تیار ہونے سے) روک دے تو تم میں کا ایک شخص اپنے دوسرے بھائی کا مال کس طرح لے سکتا ہے - ابن عمر رضہ کی روایۃ میں یوں آیا ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درخت کی خرید و فروخت سے منع فرمایا تا وقتیکہ کھجوریں پک کر سرخ نہ ہو جائیں اور کھیتی (کی بالوں کی خرید و فروخت) سے یہاں تک کہ سفید نہ پڑ جائیں اور آفات کا خوف نہ رہے بیچنے اور خریدنے والے دونوں کو منع فرمایا ف ۱

من المترجم ہمارے ملک میں عام رواج پڑ گیا ہے کہ پھل دار درختوں کے پھل رسیدگی و نارسیدگی پھلوں کی نمود سے پہلے بیچ دیئے جاتے ہیں اور اس کو بہار کا بیچنا بولتے ہیں - ابھی درختوں میں مور بھی نہیں آیا یا مور آیا ہے اور ابھی کیریاں کچی ہیں اور پکے آموں کا سودا کر لیا یہ ہے بہار کا بیچنا - بہار بیچنے کی صورۃ میں اکثر ایک نہ ایک فریق گھاٹے میں رہتا ہے سوچا ہے کچھ اور ہوتا ہے کچھ - اور گھاٹے کا ضروری نتیجہ ہے باہمی رنجش جس سے نظام تمدن میں تھوڑا بہت خلل واقع ہوتا ہے اور اصول اسلام کے خلاف ہے ۵ تو برائے وصل کردن آمدی ❋ نے برائے فصل کردن آمدی ❋ پس بہار بیچنے کی مناہی کو اسی قبیل

ف بائع کو اس لیے کہ وہ اپنے ایک بھائی کا مال بلا معاوضہ ناحق خورد برد کرتا ہے اور مشتری کو اس لیے کہ اپنے مال کو مفت ضائع کرتا اور اس ناجائز فعل میں بائع کی مساعدت کرتا ہے ۱۲ ف ۱ شُوبُوا امر حاضر کا صیغہ ہے باب تفعیل سے اس کا ماخذ ہے شَوب اور شوب کہتے ہیں ملونی کو تو چونکہ باب تفعیل کا خاصہ سلب ماخذ بھی ہے اس لیے شُوبُوهُ بِالصَّدَقَةِ کے معنی ہیں کہ تجارۃ میں جو لغو اور قسم کی ملونی ہو گئی ہے اُس ملونی کو صدقے سے زائل کر دو یعنی صدقہ اُس ملونی کا کفارہ ہو جائے گا اور تجارۃ پاک صاف رہے گی ۱۲

بزرگانہ نصیحت سمجھو۔ حاکم تو اس میں دخل دے سکتا نہیں، وودل راضی تو کیا کرے گا قاضی۔ مور سے لے کر ٹپکے تک آندھیوں کا بارش بے ہنگام کا اور اولوں کا ڈر لگا رہتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ زور کی آندھی چلی کیریاں جھڑ پڑیں۔ درخت ننگے کے ننگے رہ گئے۔ ایسے سودوں میں لوگ اپنے نزدیک پھلوں کی اٹکل کر لیتے ہیں مگر کسی کو غیب کی تو خبر نہیں اٹکل ٹھیک نہیں بھی اترتی تو معاملے کی صورت جوئے کی سی ہو گئی۔ اور جوا کسی طرح کا بھی ہو حرام ہے۔ اس لیے کہ اول تو جوئے کی چاٹ لگی ہوئی بری دوسرے جوئے کا انجام ہمیشہ خسارہ اور رنج ہوتا ہے۔ غرض جوئے کی حرمت اس عام قاعدے کی رو سے ہے کہ شریعۃ کے تمام احکام اوامر و نواہی آدمی کی عافیت کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔ یہ باتیں ہم نے اس آیۃ سے مستنبط کی ہیں۔ جہاں شراب و جوئے کی حرمت بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝ یعنی مسلمانو! شراب اور جوا اور بت اور پاسے (ان میں کا ہر ایک کام) تو بس ناپاک شیطانی کام ہے تو اس سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کی وجہ سے تمہارے آپس میں دشمنی اور بغض ڈلوا دے اور تم کو یاد الٰہی سے اور نماز سے باز رکھے تو کیا (شیطان کے مکر پر اطلاع پائے پیچھے اب بھی) تم باز آؤ گے (یا نہیں)"۔

اس آیۃ میں شراب اور جوئے کو ناپاک شیطانی کام فرمایا اور وجہ یہ ارشاد کی کہ شراب اور جوئے سے شیطان تم میں دشمنی اور بغض ڈلوا دے گا اور یاد الٰہی اور نماز سے باز رکھے گا۔ تو شراب و جوئے کی تحریم کی علۃ ہوئی آپس میں دشمنی اور بغض کا واقع ہونا اور ذکر الٰہی اور نماز سے باز رہنا۔ پس جب ہم نے دیکھا کہ شراب جوئے کی حرمت کی علۃ یہی دشمنی و عداوۃ ہے تو ہم نے بہار کے بیچنے کو بھی ایک طرح کا جوا قرار دیا۔ کیونکہ یہی علۃ یہاں بھی پائی جاتی ہے اور جب دو چیزوں میں علۃ مشترک ہو تو دونوں چیزوں کا حکم ایک کیوں نہ ہو۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا یَبِعْهُ حَتّٰی یَسْتَوْفِیَهٗ ۔ (صحیحین)

جابر رضہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص غلہ خریدے تو جب تک اس پر قبضہ نہ ہو لے بیچے نہیں ف

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

حضرۃ ابو ہریرہ رضہ سے روایۃ ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ

ف قبضے کی شرط اس وجہ سے لگائی کہ اگر مالک نے غلے کو دیکھا نہیں تو وہ اس کی حالۃ اور حیثیۃ سے بے خبر ہے اور اسی طرح وہ شخص جو بے دیکھے خریدتا ہے ایسی صورۃ میں ممکن ہے کہ انجام کار بائع و مشتری میں اختلاف واقع ہو بائع نے کچھ سمجھا اور مشتری نے کچھ اور سمجھا اور اس طرح کا اختلاف منجر الی الفساد ہو سکتا ہے پس ممانعۃ بیع سے مقصود شارع سد باب فساد ہے مگر لوگوں میں اس طرح کی بیوع کثرۃ سے شائع ہیں لوگ احتیاط کو کام میں نہیں لاتے اور مقصود شارع کو پیش نظر نہیں رکھتے اسی سے جھگڑے ہوتے ہیں ۱۲

عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ لِبَيْعٍ وَّلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ وَّلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَّلَا تُصَرُّوا الْاِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ اَنْ يَّحْلِبَهَا اِنْ رَّضِيَهَا اَمْسَكَهَا وَاِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِّنْ تَمْرٍ وَّفِيْ رِوَايَةٍ مَنِ اشْتَرٰى شَاةً مُّصَرَّاةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَاِنْ رَدَّهَا رَدَّ مَعَهَا صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ۔ (صحیحین)

حضرۃ جابرؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! تم غلہ خریدنے کے لیے (شہر سے باہر جاکر) ٹانڈے سے نہ ملو **ف۱** اور ایک شخص ایک چیز خرید رہا ہو اور بائع و مشتری باہم رضامند ہو گئے ہوں یعنی بیع ہو چکی ہو تو اُن کے معاملے کو برہم کرکے تم اُسے نہ خریدو اور قیمت بڑھا کر کسی کو دھوکا نہ دو **ف۲** اور شہری دیہاتی کی کوئی چیز نہ بیچے **ف۳** اور اونٹ بکری کا دودھ نہ چڑھاؤ کہ دودھ تھنوں میں جمع ہو کر مشتری کے دھوکے کا باعث ہو پھر جو شخص اس کے بعد ایسے جانور کو خریدے اُسے دوھنے کے بعد اختیار ہے پسند ہو تو رکھے ناپسند ہو تو پھیر دے اور ساتھ ہی کھجوروں کا ایک صاع بھی (صاع مدینے کا ایک پیمانہ ہے جس میں ڈھائی سیر ڈھائی چھٹانک غلہ آتا ہے) ایک روایۃ میں یوں آیا ہے کہ جو شخص دودھ چڑھی ہوئی بکری خریدے اُسے تین روز تک اختیار ہے (تین روز کے اندر) پھیرنا چاہے تو اُس کے ساتھ ایک صاع غلہ بھی دے **ف۴**

ف یہ ایک اخلاقی جرم ہے اور اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ آگے بڑھ کر ٹانڈے والوں سے معاملہ کر لیا اور جو فائدہ شہر والوں کو ہوتا اُن کو نہ پہنچنے دیا خشک سالی اور گرانی کے دنوں میں اس فعل کا جرم اخلاقی ہونا کھلے طور پر ظاہر ہو جاتا ہے ورنہ تجارۃ کے معنی ہی احراز نفع کے ہیں۔ شہر سے آگے بڑھ کر ٹانڈے والوں سے معاملہ کرنا تو چنداں اخلاق کے خلاف نہ ہو لوگ تو دیہات میں پہنچکر کاشتکاروں میں داونیاں تقسیم کر دیتے ہیں اور غلے کو شہر تک آنے ہی نہیں دیتے اور ہر فصل پر غلہ فروش غلے کی بھرتیاں کرتے رہتے ہیں ۱۲ **ف۲** نجش کے لغوی معنی ہیں شکار کو برانگیختہ کرنے کے اور عرف شرع میں نجش کہتے ہیں مبیع کی تعریف کرکے یا اُس کی قیمت بڑھا کے مشتری کو اس کی خریداری پر اُبھارنے اکسانے کو۔ اس کی صورۃ ایسی ہے کہ ایک شخص ایک چیز خرید رہا تھا دوسرے نے آکر مبیع کی تعریف کر دی یا قیمت بڑھا دی اس غرض سے نہیں کہ خود خریدنا چاہتا ہے بلکہ اس نیت سے کہ خریدار دھوکے میں پڑ کر اُسے خرید لے جیسا کہ مصنوعی نیلاموں میں اس قسم کی بہت سی صورتیں دیکھی جاتی ہیں۔ خود مترجم کو بارہا ایسا اتفاق پیش آیا ہے کہ شہر میں کوئی مکان نیلام کیا جا رہا ہے مالک مکان نے آکر درخواست کی کہ اپنے کسی آدمی کو اجازۃ دیجیے کہ نیلام کے وقت موجود رہے اُس کے موجود رہنے سے بولی بڑھ جائے گی چاہے وہ بولے بھی نہیں ۱۲ **ف۳** یعنی اگر باہر کا آدمی شہر میں مثلاً اناج بیچنے لائے اور اُس کا ارادہ بازار کے بھاؤ پر بیچنے کا ہو اور شہر کا رہنے والا اُس سے کہے کہ تو ابھی نہ بیچ میرے پاس چھوڑ جا میں مہنگا بیچ دوں گا۔ اس کو پیغمبر صاحب نے منع فرمایا کہ اس میں خلق اللہ کا ضرر ہے۔ اِس حدیث میں جتنی صورتیں بیان ہوئی ہیں وہ سب اخلاقی گناہوں میں داخل ہیں حسن معاشرت جائز نہیں رکھتا کہ ہم کسی طرح کسی کے نقصان کے روادار ہوں ۱۲ **ف۴** غلہ دینے کو فرمایا تو یہ معاوضہ ہے اُس دودھ کا جو مشتری نے بکری اپنے گھر میں رکھ کر دودھ لیا ہے ۱۲

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ فَضْلِ الْمَاءِ ۔ (مسلم)

علیہ وسلم نے حاجت سے زیادہ پانی کی بیچنے کی ممانعت کی ہے ۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوْا فَضْلَ الْمَاءِ لِتَمْنَعُوْا بِهِ الْكَلَاءَ ۔ (صحیحین)

ابوہریرہ رض کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حاجت سے زیادہ پانی سے لوگوں کو منع نہ کرو کیونکہ تمہارا پانی سے منع کرنا چارے اور گھاس سے منع کرنے کا سبب ہوگا ف

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰی صُبْرَةِ طَعَامٍ فَاَدْخَلَ يَدَهٗ فِيْهَا فَنَالَتْ اَصَابِعُهٗ بَلَلًا فَقَالَ مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ قَالَ اَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَفَلَا جَعَلْتَهٗ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰی يَرَاهُ النَّاسُ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّیْ ۔ (مسلم)

ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا غلّے کے ایک ڈھیر پر گزر ہوا۔ اُس میں ہاتھ مار کر دیکھا تو آپ کی اُنگلیوں میں تری محسوس ہوئی (غلّے والے سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ غلّے والے! یہ کیا ہے؟ اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے تو غلّے کو تر نہیں کیا بلکہ مینہ سے تر ہو گیا ہے۔ فرمایا تو بھیگے ہوئے غلّے کو تو نے اوپر کے رُخ کیوں نہیں رکھا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے جو شخص دھوکا دے وہ میرے طریقے پر نہیں ۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ بَيْعِ الْكَالِئِ بِالْكَالِئِ ۔ (دارقطنی)

ابن عمر رض سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُدھار کو اُدھار کے ساتھ بیچنے سے منع فرمایا ف۲ کیونکہ اس طرح کے معاملات میں احتمال نزاع ہو اور وہی احتمال جو ممانعت

ف یہ اُس صورۃ میں ہے کہ پانی گھاس مُفت کے ہوں اور کسی شخص کے احراز اور قبضے میں نہ ہوں قبضے میں ہوں گے تو اُسے اَور لوگوں کو بیچنے سے منع کرنا اور قیمۃً اُنھیں بیچنا درست ہے وجہ یہ کہ یہ اُس کا حق ہے اور اپنے حق کو محفوظ رکھنا اُس کا فرض منصبی۔ حدیث ابو داؤد میں اسمر بن مضرس سے آیا ہے قَالَ اَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهٗ قَالَ مَنْ سَبَقَ اِلٰی مَاءٍ لَمْ يَسْبِقْهُ مُسْلِمٌ اِلَيْهِ فَهُوَ لَهٗ ۔ یعنی اسمر کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام پر بیعت کی پیغمبر صاحب نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی پانی کے موقع پر پیش قدمی کرے یعنی اس سے پہلے کوئی اور مسلمان اُس موقع پر نہ پہونچا ہو تو وہ پانی اس کی ملک ہے ۱۲ ف۲ اُدھار کو اُدھار کے ساتھ بیچنے کا یہ مطلب ہے کہ مثلاً ایک شخص نے ایک چیز مول لی اور وعدہ کیا کہ اس کی قیمت چھ مہینے میں دوں گا۔ بیع ہو گئی اور چھ مہینے بھی گزر گئے مگر مشتری کے پاس روپیہ بہم نہیں پہونچا کہ قیمت ادا کرتا بائع نے تقاضا کیا تو کہا کہ اُس چیز کو پھر میرے ہاتھ بیچ ڈال اور پہلی رقم پر کچھ اضافہ کرے میں تین مہینے میں تیرا سب روپیہ چُکتا دوں گا۔ بائع نے اُسے بیچ ڈالا اور بے قبضہ کیے بیچ ڈالا۔ چونکہ جس چیز پر قبضہ نہ ہو اُس کا بیچنا منع ہے اس لیے اس قسم کی بیع سے پیغمبر صاحب نے منع فرمایا۔ اُدھار کو اُدھار کے ساتھ بیچنے کی ایک توجیہ شراح حدیث نے یہ بھی کی ہے کہ مثلاً عمرو بکر کا مقروض ہے یعنی بکر کے عمرو پر دس درہم آتے ہیں اور اسی عمرو کو زید کا ایک کپڑا ابھی دینا ہے زید نے بکر سے کہا کہ میں تیرے ہاتھ اپنے اُس کپڑے کو جو عمرو کے پاس ہے اُن دس درہموں کے عوض بیچتا ہوں جو تیرے عمرو کے ذمے ہیں بکر نے اس بات کو منظور کر لیا تو یہ بیع ناجائز ہوگی کیونکہ قبضہ جو شرط بیع ہے پایا نہیں گیا ۱۲

عَنْ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ نَھَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ اَبِیْعَ مَا لَیْسَ عِنْدِیْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَاْتِیْنِی الرَّجُلُ فَیُرِیْدُ مِنِّی الْبَیْعَ وَلَیْسَ عِنْدِیْ فَاَبْتَاعُ لَہٗ مِنَ السُّوْقِ قَالَ لَا تَبِعْ مَا لَیْسَ عِنْدَکَ ٭ (ترمذی)

حزامؓ کے بیٹے حکیم کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے منع فرمایا کہ جو چیز میرے پاس نہ ہو اُسے بیچ ڈالوں ف۱ اور ایک روایۃ میں آیا ہے کہ حکیم کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس ایک شخص آتا اور مجھ سے ایک چیز خریدنا چاہتا ہے حالانکہ وہ چیز میرے پاس ہوتی نہیں تو کیا جائز ہے کہ بازار سے خرید کر اُس کے ہاتھ فروخت کردوں۔ فرمایا جو چیز تیرے پاس ہے ہی نہیں اُس کی بیع کس طرح کرسکتا ہے ٭

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعَتَیْنِ فِیْ بَیْعَۃٍ ٭ (ترمذی۔ ابوداؤد)

حضرۃ ابوہریرہ رضہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بیع میں دو بیعوں سے منع فرمایا ف۲

عَنْ وَاثِلَۃَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ بَاعَ عَیْبًا لَمْ یُنَبِّہْہُ لَمْ یَزَلْ فِیْ مَقْتِ اللّٰہِ وَلَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِکَۃُ تَلْعَنُہٗ ٭ (ابن ماجہ)

اسقعؓ کے بیٹے واثلہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص عیب دار چیز بیچے گا اور خریدار کو اُس کے عیب سے آگاہ نہ کرے گا وہ ہمیشہ مبتلائے غضب الٰہی رہے گا اور فرشتے اُسے سدا لعنت کرتے رہیں گے ٭

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَبِعِ الرَّجُلُ عَلٰی بَیْعِ

ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے بھائی (مسلمان) کی بیع پر بیع۔

ف۱ مثلاً کھوئی ہوئی چیز یا بھاگا ہوا جانور یا غیر کا مال یا جس پر اپنا قبضہ نہ ہو ۱۲

ف۲ ایک بیع میں دو بیعوں سے منع فرمایا اس کی دو توجیہاں ہوسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں یہ چیز دس درہم کو بیچتا ہوں اگر نقد دو اور بیس درہم کو بیچتا ہوں اگر قرض کرو۔ دوسرے یہ کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں اپنا گھوڑا پانسو کو بیچتا ہوں بشرطیکہ تو اپنی بھینس ڈھائی سو کو میرے ہاتھ بیچے۔ چونکہ پہلی صورۃ میں جہالۃ ثمن اور دوسری میں شرط ہے اس لیے یہ بیع درست نہیں ۱۲

أَخِيهِ وَلَا يَخْطُبْ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ

نہ کرے اور نہ اپنے بھائی (مسلمان) کی خواستگاری پر کسی عورۃ کی خواستگاری کرے مگر وہ (بھائی) اجازۃ دیدے (تو مضایقے کی بات نہیں)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَسُمِ الرَّجُلُ عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ ۔ (مسلم)

ابوہریرہ رض سے روایۃ ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کو ضرر دینے کی غرض سے اُس کی خریداری پر آپ خریداری کی خواہش نہ کرے (یعنی جب ایک شخص ایک چیز خرید رہا ہو اور قیمت کا قرارداد ہوچکا ہو تو دوسرا شخص

عَنْ جَابِرٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الثُّنْيَا إِلَّا أَنْ يُعْلَمَ (ترمذی)

حضرۃ جابر کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع میں سے بعض مال کے مستثنےٰ کرنے کو منع فرمایا ف۲ لیکن جس کو مستثنےٰ کیا ہے اُس کی مقدار معلوم ہو تو جائز ہے ۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ بَلَغَ عُمَرَ أَنَّ سَمُرَةَ بَاعَ خَمْرًا فَقَالَ قَاتَلَ اللهُ سَمُرَةَ أَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ فَجَمَلُوهَا فَبَاعُوهَا وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى وَأَكَلُوا أَثْمَانَهَا وَإِنَّ اللهَ إِذَا حَرَّمَ عَلَى قَوْمٍ أَكْلَ شَيْءٍ حَرَّمَ عَلَيْهِمْ ثَمَنَهُ ۔ (احمد ـ ابوداؤد)

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرۃ عمر کو خبر لگی کہ سمرہ نے شراب بیچی تو فرمایا خدا سمرہ کو غارۃ کرے کیا اُسے معلوم نہیں ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا یہود پر لعنت کرے کہ اُن پر چربی حرام ہوئی تو انھوں نے اُس کو پگھلا کر بیچنا شروع کیا اور ایک روایۃ میں یوں آیا ہے کہ وہ چربیوں کی قیمت کھانے لگے اور خدا نے جب کسی چیز کا کھانا ایک قوم پر حرام ٹھیرایا ہو تو اُس کی قیمت لینی بھی اُن پر حرام کردی ہے ف۳

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ إِنَّ اللهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ

جابر بن عبد اللہ سے روایۃ ہے کہ اُنھوں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے سال فرماتے سُنا اور پیغمبر صاحب مکے ہی میں تشریف رکھتے تھے کہ خدا اور اُس کے رسول نے شراب

ف۱ اِس کی مثال ایسی ہو کہ ایک شخص نے ایک چیز خریدی دوسرے نے کہا کہ اِسے واپس کر دے میں اسی جیسی چیز تجھے کم قیمت پر دیتا ہوں یا یوں کہے کہ جس قیمت پر تو نے یہ چیز خریدی ہے میں اسی قیمت پر تجھے عمدہ اور بہتر چیز دیتا ہوں۔ چونکہ اِس طرح کی بیع سے دو اخلاقی گناہ لازم آتے ہیں ایک ٹھگائے جانے کا الزام دوسرا اپنے بھائی کو ناجائز رنج پونہچانا۔ دوسرے دو شخصوں میں نزاع وفساد ہونا تاکہ وہ پھیرنے جائے گا تو بائع واپس کرنے سے انکار کرے گا اور دونوں میں جھگڑا پڑے گا ۱۲ ف۲ مثلاً بائع یوں کہے کہ میں نے یہ ساری چیز بیچی مگر بعض نہیں چونکہ بعض مجہول ہو اور جہالۃ بیع میں جائز نہیں اِس لیے اِس قسم کا استثنا منع اور نادرست ہو۔ علاوہ بریں نزاع وفساد کا احتمال قوی ہے اور احتمالِ نزاع موجب ممانعۃ ۱۲ ف۳ یہ ساری تشدید بادہ خواری کے انسداد اور روک کے لیے کی گئی ہے ۱۲

وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ وَالْاَصْنَامِ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَءَيْتَ شُحُوْمَ الْمَيْتَةِ فَاِنَّهَا يُطْلٰى بِهَا السُّفُنُ وَيُدَّهَنُ بِهَا الْجُلُوْدُ وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ فَقَالَ لَا هُوَ حَرَامٌ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَّا حَرَّمَ عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهَا اَجْمَلُوْهُ ثُمَّ بَاعُوْهُ فَاَكَلُوْا ثَمَنَهٗ ۔ (صحیحین)

اور مرے ہوئے جانور اور سور اور بتوں کی بیع کو حرام ٹھیرایا ہے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مرے ہوئے جانوروں کی چربی کی نسبت کیا فرماتے ہیں کیونکہ وہ کشتیوں اور چمڑوں کے ملنے میں کام آتی اور اُس سے چمڑوں کو چرب کیا جاتا اور لوگ چراغوں میں جلاتے ہیں۔ فرمایا نہیں چربی کی بیع بھی حرام ہے پھر اسی موقع پر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا خدا یہود کو غارت کرے کہ جب خدا نے اُن پر مرے ہوئے جانوروں کا گوشت حرام ٹھیرایا تو لگے اُن کی چربیوں کو پگھلا کر بیچنے اور اُن کی قیمت کھانے۔ ف

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ ۔ (صحیحین)

ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور زانیہ کی خرچی اور نجومی کے چڑھاوے سے منع فرمایا۔ علہ

سخن المترجم۔ کسی کا مذاق بھلے آدمیوں کا سا مذاق ہو تو اُس کے لیے قرآن سے بڑھ کر کوئی کتاب دلچسپ نہیں ہوسکتی۔ کتاب میں دو چیزیں ہوتی ہیں عبارۃ اور مطلب۔ اور ہر ایک میں کئی طرح کی خوبیاں۔ عبارۃ اور مطلب دونوں

ف مُردے کی چربی کا کھانا طبًّا مضر ہے اور یہی وجہ ہو اُس کی حرمت کی رہا چربی کا بیچنا تو پیغمبر صاحب نے اُسے بھی حرام ٹھیرایا مگر پیغمبر صاحب کا مُردے کی چربی کی بیع کو حرام فرمانا موبدًا اور دوامًا نہ تھا بلکہ موقتًا اور تشدیدًا تھا یعنی آپ کو اس بارے میں مزید احتیاط منظور تھی کہ مُردے کی چربی گھروں میں رہنے ہی پائے گھروں میں رہے گی تو بھول چوک میں کھائی بھی جائے گی کیونکہ مذبوح اور میتہ کی چربی میں کوئی ممتاز اور بیّن فرق نہیں ہے۔ لیکن جب اس کی حرمت اچھی طرح لوگوں کے ذہن نشین ہوگئی تو حکم تشدیدی موقوف و ملتوی ہوگیا۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے مرے ہوئے جانور کی چربی سے فائدہ اُٹھانا جائز رکھا ہے۔ جیسے جہازوں اور کشتیوں میں اُس کا طلا کرنا چراغوں میں تیل کی جگہ جلانا۔ سخت چمڑوں کو چرب کرنا وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ مولوی عبد الحق صاحب محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں کہ جمہور شافعیہ کے نزدیک نجس روغنوں سے خارجی فائدہ اُٹھانا جائز ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رح اور اُن کے اصحاب کہتے ہیں کہ نجس روغن کی بیع درست ہے جبکہ بائع اُس کا نجس ہونا ظاہر کردے کذا نقل الطیبی ۱۲

کی مجموعی خوبیوں کا نام ہے فصاحت و بلاغت۔ دوست دشمن سب قرآن کا لوہا مان چکے ہیں کہ کوئی کتاب قرآن سے بڑھ کر فصیح و بلیغ نہ ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ نزولِ قرآن کے وقت عرب میں فصاحت بلاغت ایسے زوروں پر تھی کہ عرب کے لوگ دوسروں کو عجم کہہ کر پکارتے تھے۔ عجم کے معنی ہیں گونگا۔ یعنی اُن کے نزدیک کسی کو بولنے بات کرنے کا سلیقہ نہ تھا۔ اُس زمانے کے خطبے قصیدے اشعار اِس وقت تک محفوظ ہیں اور اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقع اُن کے کلام میں جادو کا سا اثر تھا۔ یُوں تو اہلِ عرب کسی کے محکوم نہ تھے مگر شاعروں کی حکومت اُن کے دلوں پر بادشاہوں کی حکومت سے کسی طرح کم بھی نہ تھی۔ قبیلوں میں صلح و جنگ کہ شاہی اختیارات میں سے یہی سب سے بڑا اختیار ہے شاعروں ہی کے اشاروں سے ہوتی تھی۔ بات بات میں دیہاتنیں اور گھر کی لونڈیاں ارتجالاً ایسے اشعار موزوں کر لیتی تھیں کہ آج اچھے سے اچھا ادیب اُن کو لگا نہیں کھاتا۔ اہلِ عرب فصاحت بلاغت کے پیچھے ایسے دیوانے تھے کہ کیسی ہی اچھی اور معقول بات ہوتی جب تک اُن ہی کی سی بولی میں نہ ہوتی وہ سُنتے تک بھی تو نہیں تھے۔ یہی تو وہ زورِ کلام تھا کہ قرآن کو سُن کر بڑے سے بڑے دھنّا سیٹھ فصحا بلغا بھی چُپّی سادھ گئے اور انھوں نے بیچون و چرا تسلیم کر لیا کہ ہر شان میں ایسا زبردست کلام مقدورِ بشر نہیں۔ قرآن کی لطافتوں کے سمجھنے کے لیے تو بڑی لیاقت چاہیئے مگر اتنی بات تو ہم اناڑیوں کی بھی سمجھ میں آتی ہے کہ عمدہ سے عمدہ اور نفیس سے نفیس کلام بھی جہاں دو چار دفعہ نظر سے گزرا "چو حلوا بیکبار خوردند و بس" پھر طبیعت اُس سے کچھ کھٹّی سی ہو جاتی ہے۔ یہ بات ہم نے قرآن ہی میں دیکھی اور ہم نے کیا دیکھی ہر ایک نقّادِ سخن نے دیکھی کہ منزلِ فیل اور فمی بشوق کا دور رکھنے والے بھی مُدّۃ العمر التزام کے ساتھ قرآن کی تلاوۃ کرتے رہتے ہیں اور باوجودیکہ لفظوں سے مطلب نہیں بھی سمجھتے تاہم تلاوۃ سے کبھی نہیں اُکتاتے اور جو مطلب بھی سمجھتے ہیں اُن کو تو ہر بار کی تلاوۃ میں نیا لطف آتا ہے هُوَ الْمِسْكُ مَا كَرَّرْتَهُ يَتَضَوَّعُ +

قرآن کی ترتیب بھی کچھ اِس طرح کی دلکش واقع ہوئی ہے کہ تنوّعِ مضامین بارہ مصالح کی چاٹ کا مزہ دیتا ہے۔ جس طرح ایک طبیب کڑوی دوا کو خمیرہ اور مصری اور شربت ملا کر خوش ذائقہ بنا دیتا ہے۔ یہی حال قرآن کے اوامر اور نواہی اور مواعظ کا ہے کہ قصص کی شیرینی سب کو گوارا کر دیتی ہے۔ قصص میں سب سے بہتر قصہ یوسف علیہ السلام کا ہے جو زبان زدِ خاص و عام ہے اور ایک عجیب اتفاق سے اُس کا خیال ہم کو اِس عنوان کے ساتھ آگیا ہے۔ مجملاً قصے کا خلاصہ یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے چار بطنوں سے بارہ[۱۲] بیٹے تھے۔ ایک بطن سے یہودا[۱]۔ روبیل[۲]۔ شمعون[۳]۔ لادی[۴]۔ زبالون[۵]۔ یشجر[۶] یہ چھوں یوسف کی خالہ کے بطن سے پیدا ہوئے اور دان[۷]۔ یفثالی[۸]۔ جاد[۹]۔ اشر[۱۰]۔ دو لونڈیوں کے بطن سے اور ابن یامین[۱۱] اور یوسف[۱۲] ایک بطن سے۔ یوسف سب بھائیوں میں چھوٹے اور سب سے زیادہ باپ کے چہیتے تھے۔ علّاتی بھائی باپ کے التفاتِ خاص کی وجہ سے یوسف پر حسد کرتے تھے۔ آخر سیر و تفریح کا بہانہ کر کے یوسف کو باپ کی نگرانی سے نکال لے جا کر شہر کے باہر ایک اندھے کوئیں میں ڈال دیا۔ اتفاق سے اُس کوئیں کے قریب مصر کو جاتا ہوا ایک قافلہ اُترا ہوا تھا اُن کا سقّا پانی بھرنے کنوئیں پر آیا۔ پانی تو کہاں تھا یوسف ڈول میں بیٹھ باہر آئے۔ بھائی آس پاس لگے ہوئے تھے یوسف کو اپنا غلامِ مفرور ظاہر کر کے اونے پونے قافلے والوں کے ہاتھ بیچ دیا اور جھوٹ موٹ باپ سے جا کہا کہ یوسف کو بھیڑیا

کھا گیا۔ وہ بے چارے صبر و شکر کرکے بیٹھ گئے۔ قافلے والوں نے مصر میں یوسف کو لے جا عزیز مصر کے ہاتھ فروخت کیا۔ وہ تھا لاولد اُس نے فرزندوں کی طرح یوسف کو پالا۔ یوسف تھے آدمی خوش رُو عزیز مصر کی بی بی کا دل اُن پر آگیا۔ اور وہ ناجائز طریقے سے اُن کے درپے ہوئی۔ یہ بپاس حرمتِ آقا اُس کے ڈھب پر نہ چڑھے۔ آخر اُس نے ایک دن تخلیہ کرکے اِن کو پکڑا یہ بھاگے۔ جوں ہی بیرونی دروازے پر پونہچے عزیز مصر کو دروازے پر کھڑا پایا۔ آگے یوسف پیچھے عزیز مصر کی جورو۔ لگے ایک دوسرے کو ملزم ٹھیرانے۔ عزیز کے نزدیک اپنی جورو کی خطا ثابت بھی ہوگئی۔ پھر بھی بدنامی کے لحاظ سے اُس نے ناحق یوسف علیہ السلام کو قید کردیا۔ قید خانے میں دو قیدیوں نے خواب دیکھے۔ یوسف کو نیک مرد سمجھ کر تعبیر پوچھی۔ اور وہی ہوا جو یوسف نے کہا تھا۔ اِن میں سے ایک بادشاہ کا ساقی تھا جو متہم ہوکر قید ہوا تھا اور آخر کو تہمت سے بری ہوکر پھر اپنی خدمت پر بحال ہُوا۔ کچھ دنوں بعد بادشاہ نے ایک خواب دیکھا اور وہ پردے میں بڑے سخت قحط کی پیشین گوئی تھی۔ بادشاہ نے درباریوں سے تعبیر پوچھی۔ کسی سے تعبیر دیتے نہ بن پڑی۔ اُس ساقی کو اپنا واقعہ یاد آیا اور اُس نے کہا کہ خواب کی سچی تعبیر تو مَیں یوسف سے پوچھ لاتا ہوں۔ اس تقریب سے یوسف قید خانے سے طلب ہوئے تو پہلے انھوں نے اُس جُرم کی تحقیقات ہوئی جس کے الزام میں قید تھے۔ اُس سے برأت ثابت ہوئی تو انھوں نے بادشاہ کے خواب کی تعبیر میں قحط کی پیشین گوئی کی۔ بادشاہ نے خوش ہوکر ان کو وزیر خزانہ کردیا اور قحط کا انتظام بھی ان ہی کے سپرد کیا۔ اَب قصے کا وہ حصہ آتا ہے جس سے ہم کو اس مقام پر خاص تعلق ہے۔ یوسفؑ نے بادشاہ کے خواب کی بنا پر لوگوں سے کہا کہ اب سے سات برس بعد برابر سات ہی برس کا بڑا بھاری کال پڑنے والا ہے تو تم لوگ سنبھلے کہ اِن سات برسوں میں زراعت پر بڑی محنت کرو اور جو پیداوار ہو بقدر ضرورت کھاؤ اور جو ضرورت سے زیادہ ہو اُسے قحط کے برسوں کے لیے اس طرح پر جمع کرتے جاؤ کہ غلے کو بالوں میں رہنے دو تاکہ بگڑے نہیں۔ ہم اِتنے قصے کے متعلق قرآن کے لفظ بھی ترجمے سمیت نقل کیے دیتے ہیں۔

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۝ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ۝ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ۝ (یوسف نے) کہا (خواب کی تعبیر یہ ہے کہ) تم لوگ بدستور سات برس کاشتکاری کرتے رہوگے تو جو (فصل) کاٹو اُس کو اُسی کی بالوں ہی میں رہنے دو (تاکہ غلے گلے سڑے نہیں) مگر (ہاں) کسی قدر جو تمھارے کھانے کے کام میں آئے (وہ بنا تو بالوں سے نکالنا پڑے ہی گا) پھر اس کے بعد بڑے سخت (قحط کے) سات برس آئیں گے کہ جو کچھ تم نے (میرے کہنے کے مطابق) پہلے (ان برسوں) کے لیے جمع کر رکھا ہوگا یہ اُس سب کو کھا جائیں گے مگر (ہاں) قدر قلیل جو تم (بیج کے لیے) بچا رکھوگے (وہ تنا ہی لوگوں کے کھانے سے بچ جائے گا) پھر اس کے بعد ایک ایسا برس آئے گا جس میں (خوب سماں ہوگا) لوگوں کے لیے برسات بھی ہوگی اور (کھیتی کے علاوہ) اُس برس (انگور بھی خوب پھلیں گے اور لوگ شراب کے لیے اُن کے شیرے بھی) نچوڑیں گے"۔

اب حال کا مذکور ہے کہ ایک مسلمانی انگریزی اخبار میں یہ مضمون نظر سے گزرا کہ "انگریزی سلطنت میں ایک ہندوستان ہی ایسا بدنصیب ملک ہے جس کا گزر اوقات زیادہ تر پیداوار اراضی پر ہے اور پیداوار اراضی منحصر ہے برسات پر اور برسات کے

آئے دن ترساتی ہے۔ پہلے تو جہاں کال پڑتا تھا بہت لوگ بھوکوں مرجاتے تھے۔ اب نہروں اور ریلوں کی طفیل
مرتے تو نہیں مگر بہتیروں کو پیٹ بھر کھانا نہیں ملتا۔ اس لیے سرکار برابر تخفیفِ تکالیفِ قحط کی تدبیریں کرتی رہتی ہے
اور لوگ بھی سرکار کی دیکھا دیکھی اس طرف متوجہ ہیں۔ چنانچہ بنگالیوں نے چند مقامات میں گولے یعنی گنج کھولے
ہیں اور وہاں سستے کے دنوں میں غلّہ فراہم کیا جاتا ہے اور یہ تدبیر مفید بھی ثابت ہوئی ہے۔ صاحبِ اخبار پنجابی ہے
اور وہ کاشتکاروں کی ہمدردی کی داد بھی دیتا ہے مگر پنجاب کے واسطے افسوس بھی کرتا ہے کہ بنگالے میں غالب
پیداوار چاول ہے اور چاول بلا خطرِ فساد ذخیرہ کیا جا سکتا ہے۔ پنجاب میں غالب پیداوار گیہوں ہے۔ اور اُس کا ذخیرہ
زیادہ دن تک گھُن کی دست بُرد سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ فقط

لیکن اس اخبار کے ایڈیٹر یعنی مدیر کا ذہن یوسف علیہ السلام کی تدبیر فذروہ فی سنبلہ کی طرف منتقل
نہیں ہوا۔ ایسا کوئی بیج نہیں جس کی متکفّلِ ارزاقِ عباد نے اپنی قدرۃ سے کسی نہ کسی طرح پوست یا چھلکے یا بھوسی
یا گودے یا گٹھلی سے حفاظت نہ کی ہو۔ گیہوں بھی اس عموم سے مستثنیٰ نہیں۔ خدا کیوں نہ بیج کی حفاظت کرے
اُس کو تو بیج ہی سے نباتات اور حیوانات کی نسل آگے کو چلانی ہے۔ آدمی کا نطفہ بھی ایک طرح کا بیج ہے اور بیج بھی
تو بڑا قیمتی کیونکہ وہ آخرکار اشرف المخلوقات انسان بننے والا ہے۔ اب یہاں یہ **سوال** ضرور خلجان پیدا کرتا ہے
کہ نطفہ قابلِ قدر و قیمتی ہے تو خدا نے اُس کی حفاظت کے لیے کیا سامان کیا۔ **جواب** یہ ہے کہ لترکبن طبقا عن
طبق کے مطابق نطفے کو ماء دافق سے لے کر ثم انشاناہ خلقا آخر تک کئی درجے طے کرنے پڑتے ہیں ولقد
خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِىْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً
فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ
اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۝ "اور ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا پھر ہم ہی نے اُس کو حفاظت کی جگہ (یعنی عورۃ
کے رحم میں) نطفہ بنا کر رکھا۔ پھر ہم ہی نے نطفے کا لوتھڑا بنایا۔ پھر ہم ہی نے لوتھڑے کی بندھی بوٹی بنائی پھر ہم ہی نے
بندھی بوٹی کی ہڈیاں بنائیں۔ پھر ہم ہی نے ہڈیوں پر گوشت مڑھا۔ پھر (آخرکار) ہم ہی نے اُس کو (گویا بالکل) دوسری
ہی مخلوق (کی صورۃ میں) بنا کھڑا کیا تو (سبحان اللہ) خدا بڑا ہی بابرکت ہے (جو سب) بنانے والوں میں بہتر (بنانے والا)
ہے" **ف** اور اسی لیے نطفے کی ہر حالت کی حفاظت کے لیے ایک شانِ خاص ہے۔ وقوع سے پہلے وہ بین الصلب
والترائب کی محفوظ جگہ میں ہے۔ پھر فی قرار مکین کی پھر والقیت علیک محبۃ منی کی یہاں تک کہ وہ خود اپنے
نفس کی حفاظت اور حمایت پر قادر ہو۔ نکاح متعارف ہی ایک متعیّن طریقہ ہے جو حفاظتِ نطفہ کے تمام طریقوں کا

ف یہ عام آدمیوں کی پیدائش کا مذکور ہے کہ اُس کی ابتدا نطفے سے ہے اور نطفہ ہے خلاصۂ غذا۔ اور غذا ہے مٹی کا خلاصہ جس سے حیوانات
اور نباتات آدمی کی کھانے کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ مٹی سے لے کر پیدا ہونے تک جو تصرفات ہوتے ہیں اُن کو حقیقۃ میں آدمی سے کچھ مناسبت
نہیں معلوم ہوتی نطفہ ہونے کی حالۃ میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آخرکار اس کا آدمی بن جائے گا دوسری مخلوق کی صورۃ میں بنا کھڑا کرنے
کے یہی معنی ہیں ۱۲

جائز ہے اور اس کے لیے خدا کی طرف سے یہاں تک اہتمام ہے کہ مہر بغی تک کو حرام کر دیا ہے۔ زنا چاہے عورۃ اور مرد کی باہمی رضامندی ہی سے کیوں نہ ہو اور چاہے اُس میں ابنائے جنس میں سے کسی کی حق تلفی بھی نہ ہو اس کی حرمت کی عقلی وجہ بھی یہی نطفے کا ضائع کرنا ہے اور انجام کار کے اعتبار سے دیکھو تو نطفے کا ضائع کرنا قتل نفس تو نہیں ہے مگر ایسی چیز کا تلف کرنا تو ہے جس میں اس بات کی صلاحیۃ تھی کہ اُس کی حفاظت کی جاتی تو نفس انسانی بن جاتی۔ توالد اور تناسل کا قاعدہ جو نباتات اور حیوانات میں جاری ہے کہ ہر فرد ایک وقت خاص تک زندہ رہتا اور اپنی زندگی کے زمانے میں اپنا جانشین ایک یا کئی پیدا کر سکتا اور کرتا ہے عجب نہیں اِس قاعدے سے اُن لوگوں نے دھوکا کھایا ہو جو قیامت کے قائل نہیں اور زمانے کو ازلی ابدی مانتے ہیں کہ دنیا اسی طرح چلی آئی ہے اور اسی طرح چلی جائے گی۔ مگر قیامت کا آنا جس طرح پر قرآن سے پایا جاتا ہے وہ تو یہ ہے کہ دفعۃً اجرام فلکی کا نظام درہم برہم ہو کر بسی بسائی دنیا کو فنا کر دے گا۔ ہمارے اِس بیان کو اُس بیان کے ساتھ ملا کر پڑھو جو باب حقوقِ نفس کے ذیل میں "عنوانِ اضاعۃِ نسل" کے مقام پر لکھ چکے ہیں ۔

۱۷ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ قَالَ سَاَلْتُ جَابِرًا عَنْ ثَمَنِ الْکَلْبِ وَالسِّنَّوْرِ قَالَ زَجَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِکَ ۔ (صحیحین)

۱۷ ابو الزبیر کہتے ہیں میں نے جابر رض سے کتے اور بلی کی قیمت کے بارے میں دریافت کیا (کہ ان کی قیمت کھانا جائز ہے یا نہیں) جابر رض نے جواب دیا کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے ۔

۱۸ عَنْ اَبِی جُحَیْفَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ ۔ (بخاری)

۱۸ ابو جحیفہ رض سے روایۃ ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی قیمت (لے کر اُس کے کھانے) سے منع فرمایا ۔

من المترجم کتے کی نجاست و حرمت کے متعلق جو کچھ ہمیں لکھنا تھا حصۂ اول حقوق اللہ کے "عنوان طہارت" اور حصۂ دوم حقوق العباد کے عنوانِ حقوقِ نفس کے ذیل میں لکھ آئے ہیں۔ اِس بیان کے ساتھ اُسے بھی ملا کر پڑھو گے تو کتے کے نجس و حرام ہونے کی معقول اور کافی وجہ دریافت ہو جائے گی۔ یہاں بحث طلب امر یہ ہے کہ کتے کو بیچنا اور اُس کی قیمت کھانا جائز ہے یا نہیں۔ تو ایک حدیث میں آیا ہے کہ کتے سے شکار یا حراستِ مکان یعنی پہرہ چوکی یا جانوروں کی حفاظت یا کھیت کی رکھوالی کا انتفاع حاصل کرنا جائز ہے۔ اور جب کتے سے اِس طرح کا انتفاع جائز ہے تو اس کا بیچنا اور بیچ کر قیمت کھانا ناجائز کیوں ہو یہی وجہ ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد رح وغیرہ کتے اور چیتے اور تمام اُن درندوں کی خرید فروخت جائز رکھتے ہیں جن میں کچھ منفعت ہو عام ہے کہ سدھائے ہوئے ہوں یا بے سدھائے ہوئے پس حدیث مذکور میں جو ثمنِ کلب کی ممانعۃ وارد ہوئی ہے تو یہ ممانعۃ بھی تشدیدی اور موقت ہی یعنی پیغمبر صاحب نے مزید احتیاط کے لیے منع فرما دیا تھا کہ کتے کی بیع و شرا کا رواج ہو گا تو لوگ اُسے کثرت سے پالنے لگیں گے۔ بہر صورۃ اب کتے کی بیع جائز اور اُس کی قیمت حلال ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد رح کے بیان سے ثابت ہوا لیکن باوجود اس کے کتے کے

ساتھ اختلاط رکھنے سے ہمیشہ احتراز رکھنا چاہیے کیونکہ اس کے لعاب میں ایک طرح کی سمیت ہوتی ہے جسے کاٹتا ہے اُس میں زہر فوراً اثر کر جاتا ہے۔ عجب نہیں کہ اسی مصلحت سے پیغمبر صاحب نے اُس کے پلنے کی ابتدا میں ممانعت فرمائی ہو یہاں تک کہ اُس کے بیچنے اور بیچ کر اُس کی قیمت کھانے کی بھی۔ اسی حدیث کے ضمن میں بلّی اور خون کا بھی ذکر ہے کہ ان دونوں چیزوں کو بھی بیچنا اور بیچ کر ان کی قیمت کھانا منع ہے۔ بلّی کے بیچنے اور اُس کی قیمت کے کھانے سے پیغمبر صاحب نے منع فرمایا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی دوں ہمتی کی طرف مائل نہ ہو کیونکہ بلّی میں ایسی کون سی منفعت ہے جس کی وجہ سے اُسے بیچا جائے۔ صرف اسی دوں ہمتی سے بچنے کے لیے آپ نے اُس کی قیمت کے کھانے سے مناہی کی ورنہ یوں تو بلّی کی بیع جائز اور اُس کی قیمت حلال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جمہور علما نے اس نہی کو نہی تنزیہی پر محمول کر کے بلّی کی بیع کو جائز بتایا ہے۔ خون سے اگر یہی معمولی خون مراد ہے تو اس کے بیچنے کی ممانعت کی وہی وجہ ہے جو بلّی کے بیع کی ممانعت میں بیان ہوئی۔ علاوہ اس کے وہ نفرت اور گھن کی چیز ہے۔

جوازِ نیلام

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَاعَ حِلْسًا وَّ قَدَحًا فَقَالَ مَنْ یَّشْتَرِیْ ھٰذَا الْحِلْسَ وَالْقَدَحَ فَقَالَ رَجُلٌ اٰخُذُھُمَا بِدِرْھَمٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّزِیْدُ عَلٰی دِرْھَمٍ فَاَعْطَاہُ رَجُلٌ دِرْھَمَیْنِ فَبَاعَھُمَا مِنْہُ ۔ (ابن ماجہ)	انس کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ٹاٹ اور ایک پیالہ فروخت کرنا چاہا (یہ دونوں چیزیں پیغمبر صاحب کی نہ تھیں بلکہ ایک محتاج صحابی کی تھیں پیغمبر صاحب نے بطریق وکالت کے انھیں فروخت کر کے اُس کی تدبیر معیشت کی) اور فرمایا کہ اس ٹاٹ اور پیالے کو کون خریدتا ہے ایک شخص بولا میں ان دونوں کو ایک درہم کے عوض خریدتا ہوں۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا کوئی شخص ایک درہم پر کچھ بڑھاتا ہے اس پر ایک شخص نے پیغمبر صاحب کو دو درہم دیے آپ نے ٹاٹ اور پیالہ دونوں چیزیں دو درہموں

سَلَم و رَہن

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْہُ ط (بقرہ ع ۳۹ پارہ ۳)	مسلمانو! جب تم ایک میعاد مقرر تک اُدھار کا لین دین کرو تو اُس کو لکھ لیا کرو۔

ف۱ اس حدیث میں بیع من یزید کی مشروعیت پر دلیل ہے اور اسی کو نیلام کہتے ہیں۔ پھر یہ حدیث معارض نہیں ہے۔ حدیث لا یسوم الرجل علی سوم اخیہ کے کیونکہ اُس میں عقد بیع ہو جانے کے بعد قیمت کے بڑھانے سے منع کیا گیا ہے اور یہاں عقد بیع سے پیشتر قیمت کا اضافہ کیا گیا ۱۲

ف۲ سلَم بفتحتین اسم ہے تسلیم کا اور فقہا کے عرف میں سلم کہتے ہیں کسی چیز کے قرض بیچنے کو اور یہی معنی ہیں سلف کے۔ اس طرح کی بیع بالاتفاق جائز ہے اور اسی طرح رہن بھی جیسا کہ آگے کہتا ہے ۱۲

ف۳ یہ پوری آیۃ مع ترجمے و فوائد کے "اُدھار کے لین دین میں" کے عنوان کے ذیل میں لکھی جا چکی ہے۔ اس کے ساتھ اسے بھی ملا کر پڑھو گے تو مطلب کی اچھی طرح توضیح ہو جائے گی ۱۲

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ وَھُمْ یُسْلِفُوْنَ فِی الثِّمَارِ السَّنَۃَ وَالسَّنَتَیْنِ وَالثَّلٰثَ فَقَالَ مَنْ اَسْلَفَ فِیْ شَیْءٍ فَلْیُسْلِفْ فِیْ کَیْلٍ مَّعْلُوْمٍ وَّوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ اِلٰی اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ ٭ (صحیحین)

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینے تشریف لائے اور اہل مدینہ پھلوں میں کبھی ایک سال کبھی دو سال کبھی تین سال تک سلم کرتے تھے (یعنی روپیہ نقد دے کر شرط کر لیتے تھے کہ ایک سال یا دو سال یا تین سال تک ان درختوں کے پھل ہمارے ہیں) تو پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ جو شخص سلف کا معاملہ کرے تو معلوم پیمانے کے ساتھ (اگر وہ چیز ناپی جاتی ہے) اور معلوم وزن کے ساتھ (اگر تولی جاتی ہے) معاملہ کرے اور ساتھ ہی مدت کا ٹھیرائو بھی واضح کر دیا جائے (مثلاً مشتری بائع سے کہہ دے کہ میں اتنے روپے دیتا ہوں ایک سال یا دو سال میں بیس یا تیس پیمانے یا اتنے

عَنِ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ اِنَّا کُنَّا نُسْلِفُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ فِی الْحِنْطَۃِ وَالشَّعِیْرِ وَالزَّبِیْبِ وَالتَّمْرِ ٭ (بخاری)

ابن ابی اوفےؓ کہتے ہیں کہ ہم صحابی جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کے عہد میں گیہوں اور جو اور منقے اور کھجور میں سلف کیا کرتے تھے ف۱

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتِ اشْتَرٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَعَامًا مِّنْ یَّھُوْدِیٍّ اِلٰی اَجَلٍ وَّرَھَنَہٗ دِرْعًا لَّہٗ مِنْ حَدِیْدٍ ٭ (صحیحین)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے غلہ خریدا اور اپنی لوہے کی زرہ اُس کے پاس رہن رکھی ف۲

ف۱ ظاہر حدیث سے شبہہ ہوتا ہے کہ بیع سلم بھی بہار کے بیچنے کے مانند ہے حالانکہ بیع سلم جائز اور بہار کا بیچنا ممنوع ہے۔ مگر جب ذرا غور سے دیکھا جاتا ہے تو دونوں بیعوں میں پورب پچھم کا تفاوت نظر آتا ہے بہار کے بیچنے میں بائع اور مشتری دونوں اپنے اپنے ذہن میں اٹکل کر لیتے ہیں اور بسا اوقات درخت ان کی اٹکلوں کے مطابق بار ور نہیں ہوتے اور انجام کار دونوں میں رنجش اور نزاع پیدا ہوتی ہے اور یہی رنجش نزاع اس طرح کی بیع کی وجہ ممانعت ہے بخلاف سلم کے کہ اس میں پہلے ہی سے نزاع و فساد کی رگ کاٹ ڈالی جاتی ہے مشتری کھلے طور پر کہہ دیتا ہے کہ اتنے روپے دیتا ہوں فلاں مہینے میں اس قدر غلہ لے لوں گا بائع نے روپیہ ہاتھ میں لے لیا تو اب اسے ضرور ہے کہ وہ اتنا غلہ میعاد مقررہ پر ادا کر دے اور غلہ نہ ہوا یا ہوا لیکن اتنا نہ ہوا تو بائع کو ضرور ہوگا کہ مشتری کا کل روپیہ یا کچھ غلہ اور کچھ روپیہ ہر کیف جس طرح بن پڑے مشتری کا پوت پورا کرے ۱۲ ف۲ اس حدیث سے علاوہ جواز رہن کے ہم ایک بڑا مسئلہ مستنبط کرتے ہیں یعنی ذمیوں کے ساتھ بلکہ یوں کہو کہ غیر مذہب والوں کے ساتھ ہر طرح کا معاملہ داد و ستد جائز ہے اگرچہ معلوم ہو کہ ان کے مال سود اور حرام چیزوں کی قیمت سے خالی نہیں ہیں اور جواز کی وجہ یہ ہے کہ غیر مذہب والے شریعت اسلام کے ساتھ مکلف نہیں ہیں اور مکلف نہیں ہیں تو ان کے مالوں میں حرمت کا تحقق کیونکر ہونے لگا ۱۲

وَعَنْهَا قَالَتْ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُهٗ مَرْهُوْنَةٌ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ بِثَلٰثِيْنَ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ ✤ (بخاری)

ام المومنین حضرۃ عائشہ رضہ سے روایۃ ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی حالانکہ آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس جو کے تیس پیمانوں کے بدلے گروی تھی ✤

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهٖ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهٖ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا وَعَلَى الَّذِيْ يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ ✤ (بخاری)

حضرۃ ابوہریرہ رضہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سواری کا جانور رہن رکھا جائے تو اُس کے خرچ کے بدلے میں کہ اُس کو گھاس دانہ کھلایا جاتا ہے مرتہن کو اُس پر سوار ہونا درست ہے اور شیر دار جانور رہن رکھا جائے تو مرتہن کو اُس کے خرچ کے بدلے میں اُس کا دودھ پینا جائز ہے اور مرتہن پر جو سواری لیتا اور دودھ پیتا ہے اُس کے دانے گھاس کا خرچ واجب ہے ف

گراں بیچنے کے لیے غلہ نہ روک رکھنا

عَنْ مَعْمَرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ (مسلم)

معمر کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو گرانی میں غلہ خرید کر روک رکھے (اور زیادہ تر گرانی کا منتظر ہو) وہ آثم و گنہگار ہے ✤

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ ✤ (ابن ماجہ)

حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایۃ کرتے ہیں کہ جو شخص غلہ لاکر بہ نرخ حال شہر میں بیچتا ہے اُس کی روزی میں برکت دی جاتی ہے اور جو شخص گرانی کے انتظار میں غلے کو روکے رکھتا ہے وہ رضائے حق سے دور ڈالا جاتا ہے ✤

ف اور ایک معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ راہن اگر اپنے جانور کی سواری لیتا یا اُس کا دودھ پیتا ہے تو اسی پر اُس کا نفقہ بھی واجب ہے نہ مرتہن پر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتہن کو رہن سے فائدہ اُٹھانا جائز ہے۔ اگر اُسے رہن پر خرچ کرنا پڑے مگر بعض فقہاء اس کے برخلاف ہیں چنانچہ ہدایہ میں لکھا ہے کہ مرتہن کو رہن سے فائدہ اُٹھانا جائز نہیں اور رہن کا صرف راہن کے ذمے ہے۔ کیونکہ قرض میں کسی طرح کا بھی نفع حرام ہے ۱۲

ف لغت میں احتکار ظلم اور بدصحبتی کو کہتے ہیں اور عرف میں غلے کے روک رکھنے کو کہ گرانی کے موسم میں بیچے لیکن شرع میں احتکار عبارۃ ہے اُس چیز کے روک رکھنے سے جو عام لوگوں کی قوت ہو سکتی ہو اور قصد یہ بھی گرانی کی نیت سے یعنی گرانی کے موسم میں خریدے اور اس نیت سے روک رکھے کہ زیادہ گرانی ہو تو بیچوں لیکن اگر ارزانی کے موسم میں خریدے اور روک کر گرانی کے وقت بیچے تو مضایقہ نہیں اسی طرح اقوات کے علاوہ اور چیزوں میں بھی احتکار ممنوع و حرام نہیں۔ ہم یہ بات خاص کر ناظرین کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں کہ احتکار اخلاقی جرم میں داخل اور محتکر کی دناءۃ اور خست اور قساوۃ پر دلالت کرتا ہے ۱۲

عَنْ مُعَاذٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِئْسَ الْعَبْدُ الْمُحْتَكِرُ اِنْ اَرْخَصَ اللّٰہُ الْاَسْعَارَ حَزِنَ وَاِنْ اَغْلَاهَا فَرِحَ ۔ (بیہقی)	حضرت معاذ کہتے ہیں میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ گرانی کے انتظار میں غلہ روک رکھنے والا بندہ بُرا ہی بندہ ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ نرخوں کو ارزاں کر دیتا تو غمگین تھا اور گراں کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔

من المترجم - ہمارے ہندوستان میں چار ذریعے کمائی کرنے کے ہیں۔ اوّل کھیتی۔ دوسرے دستکاری تیسرے سوداگری چوتھے نوکری اور چونکہ سبھی کے لیے ہیں ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ ان ذرائع چہارگانہ میں مسلمانوں کا حصہ کتنا ہے حصے کی مقدار پر خوش حالی اور بدحالی یا متموّل و افلاس کا اندازہ لگا لیا جائے گا۔ ہم نے ذرائع معاش کی جو ترتیب رکھی ہے وہ عقلی ترتیب ہے ورنہ مسلمانوں نے عملاً نوکری کو سرے پر اور کھیتی کو سب سے اخیر میں رکھا ہے۔ ہندوستان اس رُو سے بڑا ہی خوش نصیب مُلک ہے کہ اس میں پانی کی افراط ہے۔ مٹی قابل زراعت ہے۔ موسم بھی مناسب ہیں۔ غرض ہندوستان میں غلہ کثرت سے پیدا ہوتا ہے اور اسی سے یہ مُلک زرخیز اور سیر حاصل کہلاتا ہے جس کو خدا اس مُلک کی سلطنت دے مالگزاری کی وجہ سے اُس کا خزانہ ہمیشہ بھرپور رہتا ہے۔ با این ہمہ کال کا بھی کھٹکا لگا رہتا ہے کہ برسات نہیں ہوتی تو زمینیں جوتی بوئی نہیں جاتیں۔ مگر اتنا شکر ہے کہ ہندوستان میں عالمگیر قحط نہیں ہوتا اور متواتر کئی کئی برس کے لیے بھی نہیں ہوتا۔ اگر ایک حصے میں ہوا تو دوسرے حصے اُس کو سنبھال لیتے ہیں گرانی تو ہو جاتی ہے مگر حاکم کی طرف سے اچھا انتظام ہو جیسا کہ اب ہوا کرتا ہے تو لوگ بھوکوں مرنے نہیں پاتے۔ دُنیا کی ساری ضرورتوں میں سب سے بڑی ضرورۃ پیٹ بھرنے کی ہے۔ سچ کہتے ہیں کہ نان نہیں تو جان نہیں۔ کیا خوب کہا ہے قطعہ

دیدہ بشکیبد ز تماشائے باغ ۔ بے گل و نسریں بسر آرد دماغ
گر نبود بالش آگندہ پر ۔ خواب تواں کرد حجر زیر سر
ور نبود دلبر ہمخوابہ پیش ۔ دست تواں کرد در آغوش خویش
ایں شکم بے ہنر پیچ پیچ ۔ صبر ندارد کہ بسازد بہیچ

پس کاشتکاری کا پیشہ جو ایسی سخت ضرورۃ کو پورا کرتا ہے۔ بڑا سود مند نافع خلائق اور معزز پیشہ ہونا چاہیئے۔ کاشتکاری میں بڑی خوبی اور عمدگی یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کاشتکاروں کے ذریعے سے اپنے بندوں کو رزق پہنچاتا ہے جس کے وہ سخت حاجتمند ہیں۔ اس سے بڑھ کر فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے کہ بندوں کا ایک گروہ خاص خدا کی شان رزاقی کے ظاہر ہونے کا ذریعہ ہو۔ مذہب اور اخلاق کی حیثیت سے دیکھا جائے تو دنیا میں کوئی پیشہ کاشتکاری سے بڑھ کر پاکیزہ اور کسب حلال طیب نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے کہ اس میں جھوٹ دغا فریب مکر کسی بدی کی ترغیب نہیں کاشتکار اگر ذرا احتیاط سے کام لے تو اس کی زندگی بڑے امن کے ساتھ گزر سکتی ہے۔ اس کو اپنے خدا اور اپنے مویشیوں اور

اپنے بال بچوں کے سوا ابنائے جنس میں سے کسی کے ساتھ تعلّق رکھنے کی چنداں ضرورۃ نہیں۔ خدا اس کو بے منّتِ غیرے سب سے بہتر روزی دیتا ہے۔ اس کا پیشہ ہی ایسا ہے کہ اس کو خدا کی طرف سے غافل نہیں ہونے دیتا۔ اور یہی وہ سچّی دین داری ہے جو کسی دنیا دار کو نصیب نہیں ہوتی۔ الا ماشاء اللہ۔ تندرستی کے اعتبار سے مفرّحِ ذات ممدِّ حیات۔ مفاد کے اعتبار سے کثیر المنفعۃ۔ کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔[1] غرض جس جس پہلو سے دیکھا جاتا ہے کاشتکاری کے آگے کوئی کام خاطر تلے نہیں آتا۔ مگر نہایت افسوس کی بات ہے کہ جیسا یہ پیشہ فی نفسہ معزّز تھا ویسا ہی لوگوں کے برتاؤ نے اس کو ذلیل کر رکھا ہے۔ سبب کیا کہ قدیم الایّام سے راجہ یا بادشاہ جو کوئی بھی وقت کا حاکم ہوا تمام زرعی زمین کا مالکِ منفرد تسلیم کر لیا گیا۔ ایک ہندوستان میں نہیں بلکہ تمام روئے زمین پر ہر جگہ۔ حاکمِ وقت زمین کا مالک ہوا تو بیچارے کاشتکار اس کے مقابلے میں ایسے ہو گئے جیسے مالکِ مکان کے ہاتھ تلے کرایہ دار۔ یہی وہ دستور تھا جس نے ہمیشہ کے لیے کاشتکاروں کا سارا زور توڑ دیا۔ اب حال یہ ہے کہ زمین جوتے کاشتکار اپنی گرہ کا بیج بوئے کاشتکار۔ کھاد ڈالے کاشتکار۔ سینچے کاشتکار۔ نلائے کاشتکار۔ دن رات کھیت کا پہرہ دے کاشتکار۔ کاٹے کاشتکار۔ گاہے کاشتکار۔ یعنی شروع سے آخر تک اپنا خون پسینا ایک کرے کاشتکار۔ خدا خدا کر کے اناج تیار ہوا تو سرکار اپنا حصّہ لینے کو موجود اور حصّہ بھی من مانتا حصّہ۔ کیونکہ حاکم و محکوم کا ساجھا کیا۔ چھری خربوزے پر گرے تو خربوزے کا نقصان۔ اور خربوزہ چھری پر گرے تو خربوزے کا نقصان۔ یوں کاشتکاری کی مٹّی خوار ہوئی۔ انگریزوں نے پھر بھی کاشتکاروں کے ساتھ بہت سی رعایتیں ملحوظ رکھی ہیں مگر آئے دن اختیاری اضطراری ایسے بروگ آپڑتے ہیں کہ کاشتکار پنپنے نہیں پاتے۔ کاشتکاری ہی کی ایک شان ذرا اس سے بہتر زمینداری ہے۔ بات یہ ہے کہ ملکیتِ اراضی کے دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو تحصیلِ خراج کا۔ اس حق سے تو سرکار زمین کی مالک ہے۔ اور ایک پہلو زمین کے بیع و رہن کرنے کا ہے۔ یہ حق سرکار نے زمیندار کو دے رکھا ہے۔ یعنی زمین کی ملکیت میں دو شریک ہیں سرکار اور زمیندار۔ زمیندار کا کام ہے کہ فصل پر سرکاری خراج کاشتکاروں سے وصول کرے اور اپنا حقِ زمینداری جو کچھ بھی سرکار سے مقرر ہے کاٹ کر باقی رقم سرکار میں پہنچائے۔ سرکاری خراج جو زمیندار کاشتکار سے لیتا ہے اسی کو لگان کہتے ہیں اور جو وہ اپنا حق رکھ لے کر تحصیل دار کے ذریعے سے سرکار میں پہنچاتا ہے وہ مالگزاری ہے۔ مسلمان ہندوستان میں فاتحِ ملک بن کر آتے۔ بادشاہ کو انتظامِ ملک کے لیے اعوان و انصار درکار تھے اور یہ تھے بادشاہ کے ہم وطن ہم قوم ہم مذہب۔ ان سے بہتر بھروسے کے آدمی بادشاہ کو اس اجنبی ملک میں میسّر آنے ناممکن تھے۔ یہی لوگ تمام چھوٹی بڑی ملکی اور فوجی خدمتوں پر قابض ہو گئے۔ یوں بھی سرکاری خدمت کیسی ہی ادنےٰ درجے کی ہو شائبۂ حکومت کی وجہ سے معزّز سمجھی جاتی ہے۔ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ اچھے اچھے رئیسوں کو اردلی کے ایک چپراسی کے آگے جھکنا پڑتا ہے۔ تو اگر مسلمانوں نے اپنے عہدِ حکومت میں گھر کی چاکری کو معزّز اور مستعین ذریعہ معاش کا سمجھا تو کچھ بے جا نہیں کیا۔ ان کو نوکری کا ملنا ایسا آسان تھا کہ جس نوکری کا

[1] ان کی خیرات کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں پیدا ہوئیں ہر بال میں سو دانے اور اللہ برکت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ (بڑی) گنجائش والا اور ہر ایک چیز کے حال سے واقف ہے ۱۲

خیال کرتے اُس کے تقدّر کا پروانہ گویا ان کی جیب میں تھا۔ ایسا کون سا بندہ بشر ہے کہ براہِ پیش بینی اور دور اندیشی سیری میں فاقے کا تندرستی میں بیماری کا خیال کرے یہ خدائی انتظام ہیں تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ کہ پستی کے بعد بلندی ہے اور بلندی کے بعد پستی **شعر**

عجب ڈھب کی یہ تعمیر خراب آباد ہستی ہے ۔۔۔ کہ پستی یاں بلندی ہے بلندی یاں کی پستی ہے

وہ عروج سلطنت تنزل کی پیشین گوئی کر رہا تھا ؎ یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے ۔۔ زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے ۔۔ یہ پیشین گوئی تمام اقوام کے حق میں پوری ہوا کی ہے مسلمانوں کے حق میں بھی پوری ہونی ہی تھی پوری ہوئی ۔۔

ہم بھی کبھی باسروسامان تھے ۔۔۔ ہم بھی کسی وقت میں انسان تھے
ہم کو بھی آرام کا احساس تھا ۔۔۔ یُسر و غنا رکھتے تھے زر پاس تھا
ہم نے بھی کھایا ہے بہت شہد و شِیر ۔۔۔ ہم نے بھی پہنا ہے سمور و حریر
اوڑھتے تھے ہم بھی کبھی سر پہ تاج ۔۔۔ ہم نے بھی لوگوں سے لیے ہیں خراج
تک ہیے سلطنتیں زیر کیں ۔۔۔ خیر سے کتنی صدیاں تیر کیں
علم میں بھی ہم کو تھی وہ دستگاہ ۔۔۔ ہم تھے مشاہیر فضیلت پناہ
لوگ تھے شاگرد ہم اُستاد تھے ۔۔۔ سارے زمانے کے ہنر یاد تھے
سر میں ہمارے بھی کبھی عقل تھی ۔۔۔ باقی اسی اصل کی سب نقل تھی
پر نہیں رہتا کوئی یکساں سدا ۔۔۔ سب کو تغیر ہے بغیر از خدا
آگئے ہم لوگ بھی اس پھیر میں ۔۔۔ کوئی سویرے ہے کوئی دیر میں
ہم کو ذرا بھی نہیں اس کا ملال ۔۔۔ سب کو تنزل ہے سبھی کو زوال

اگر مسلمانوں کو کہیں اپنے عہدِ حکومت میں یہ خیال آیا ہوتا کہ اگر خدانخواستہ ہندوستان سے ہماری سلطنت اُٹھ گئی تو ہم کو پیٹ کے لیے کیا دھندا کرنا ہوگا۔ ایسا خیال آیا ہوتا تو وہ آج کو خدا جانے کتنی زمین کے کاشتکار اور کتنے دیہات کے زمیندار ہوتے۔ ہاں ان بگڑی ہوئی خانہ خراب سلطنتوں میں ایک دستور یہ بھی تھا کہ فوج بھرتی کی اور تنخواہ کے بدلے زمین لگادی۔ بس ایسی ہی ”ورنہ ستانی بستم مے رسد“ کی قسم کی زمینداریاں تھیں جو زوال سلطنت کے بعد مسلمانوں کے پاس رہ گئیں سلطنت پر زوال آنے کو ہوتا ہے تو کیا حاکم کیا محکوم سبھی کے اطوار بگڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ زمینداریاں جو بچ رہی تھیں اُن میں کی اکثر بدکرداریوں اور فضول خرچیوں کی وجہ سے ضائع ہوئیں اب جو قدر قلیل باقی ہے وہ حکام کی زبردستی سے باقی ہو کہ ان سے رعیت کی تباہی کوئی بھی ہو وہ دیکھی نہیں جاتی۔ زمینداری کی حفاظت کے لیے بیٹھے بیٹھے قانون بنایا کرتے ہیں غرض کھیتی کے عمدہ ترین ذریعۂ معاش کو تو مسلمانوں کے ہاتھ سے گیا ہوا سمجھو اور ہوئے چھ کرور میں وہ چار لاکھ اور وہ بھی مقروض خستہ حال تو کس شمار میں۔ دوسرا ذریعۂ معاش دستکاری ہے کہ وہ کاشتکاری کی تو نہیں لیا

مگر ہے اُس سے مِلتا جُلتا ہُوا۔ کاشتکاری کی طرح دستکاری میں بھی آزادی ہے پرائی تابعداری نہیں ؎

ہر کہ نان از عمل خویش خورد منتِ حاتمِ طائی نبرد

فرق اگر ہے تو اسی قدر کہ کاشتکار زمین میں تصرف کرتا ہے۔ دستکار زمین میں نہیں۔ لکڑی لوہا کپاس کوئی خاص چیز پکڑ لیتا ہے اور اُس کو اپنی ہنرمندی سے بکار آمد بناتا ہے۔ کاشتکاری میں محنت بہت دستکاری میں کاشتکاری جیسی محنت نہیں مگر سلیقہ بہت۔ کاشتکاری میں جسمانی محنت۔ دستکاری میں دماغی۔ کاشتکاری میں ارضی و سماوی کتنی آفات کا خطرہ ہے دستکاری ان سے محفوظ۔ کاشتکاری میں خدا کی قدرت کو بڑا دخل ہے۔ دستکاری میں آدمی کی خداداد لیاقت کو۔ مٹی۔ پتھر لوہا لکڑی جیسی چیزیں خدا پیدا کرتا ہے۔ معمار۔ لوہار۔ بڑھئی اپنی اپنی دستکاریوں سے ان چیزوں کو ترتیب دے کر عالی شان خوشنما عمارت بنا کھڑی کرتے ہیں۔ مُلکی دولت اوّل درجے میں اناج دوسرے درجے میں دستکاری۔ یہ دستکاری ہی تو ہے جس کی بدولت یُورپ کو آج سب طرح کے بھاگ لگ رہے ہیں۔ دُنیا کی دولت ہے کہ دستکاری کے بدلے میں یُورپ کو کھچی چلی جاتی ہے۔ کتنی چیزیں ہیں کہ یورپ میں نہیں ہوتیں۔ خدا نے وہاں کی زمین میں ان چیزوں کے پیدا کرنے کی صلاحیت ہی نہیں دی تو اہلِ یُورپ دوسرے ملکوں کا پیداوارِ خام لے جا کر اپنے صرف میں لاتے یا اپنی ہنرمندی سے اُس کو بنا سنوار کر دوسرے ملک والوں کے ہاتھ خاطر خواہ فائدے سے فروخت کرتے ہیں۔ مثلاً روئی کہ کپاس کی صورت میں اُس کو لے گئے۔ کلوں کے ذریعے سے اوٹا۔ دھُنا۔ کاتا۔ بُنا اور طرح طرح کے خوشنما کپڑے تیار کر لیے جن کو ساری دنیا پہنتی ہے۔ اور ایک روئی پر کیا موقوف ہے۔ سینگ بال۔ ہڈی۔ چیتھڑے۔ ٹاٹ کے ٹکڑے۔ جڑی بوٹی اہلِ یورپ کوئی چیز تو چھوڑتے ہی نہیں۔ اے کاش زمین کو اور زمین کے ساتھ ہم کو یورپ میں لے جائیں تو پھر کچھ شکایت نہیں یُورپ کے بنائے ہوئے ساز و سامان ہمارے لیے شرطِ زندگی ہو گئے ہیں۔ خدانخواستہ یہ نہ ہوں تو ہم کو جینا دشوار ہو جائے جو وجہ مسلمانوں کو منافعِ کاشتکاری سے محروم رہنے کی ہوئی یعنی نوکری کا خبط۔ اُسی نے ان کو دستکاری بھی نہ کرنے دی۔ نوکری کے آگے انھوں نے تمام وجوہِ معاش کو بے عزتی کا موجب سمجھا اور ابھی تک بھی وہ خنّاس ان کے سر سے نہیں نکلا۔ معدودے چند نے مجبور و مضطر ہو کر بادلِ ناخواستہ کوئی پیشہ اختیار کیا بھی تو کلوں نے ایسی ٹیریاں کہ سب پیشہ وروں کے چھکّے چھڑا دیئے۔ اب لے دے کر رہ گئی ایک تجارت۔ تو اس کے لیے چاہیئے سرمایہ۔ اور سرمایے کے علاوہ جفاکشی اور بیدار مغزی۔ تو مسلمان ان میں سے ایک شرط کو بھی پُورا نہیں کر سکتے۔ اور جو کرتے ہیں وَ قَلِیْلٌ مَّا ھُمْ جیسے بمبئی مدراس کے سیٹھ بوہرے میمن یا ہمارے ہاں کے پنجابی سوداگر۔ تو وہ ماشاء اللہ بالنسبۃ الیٰ اخوانہم خوشحال بھی ہیں۔ نوکری جس کا نام سن کر ایک مسلمان کے مونہہ میں رال بھر آتی ہے اس زمانے میں اُس کی ایسی دُرگت ہو رہی ہے کہ نوکری چھوٹی ہو یا بڑی ایک طرح کی خدمت گاری ہے اور قاعدہ ہے کہ ہر شخص اپنے ڈھب کا خدمت گار رکھتا ہے آغازِ عملداری میں تو انگریزوں نے کثرت سے مسلمانوں کو بھرتی کیا کیونکہ پچھلی عملداری میں یہی لوگ اکثر خدمتوں پر قابض تھے پھر رفتہ رفتہ اپنے ڈھب پر لانا شروع کیا کہ انگریزی دانوں کو ترجیح دینے لگے۔ مسلمانوں نے انگریزی کا نام سُن کر نوکری کو بھی کہ ان کے لیے یہی ایک ذریعہ معاش کا تھا دھتا بتائی۔ اب کسی طرف کا بھی سہارا نہیں رہا۔ ہار کر جھک مار کر

چیتے تو وقت ہاتھ سے نکل جا چکا تھا۔" اب پچھتائے ہوت کیا جب چڑیاں چگ گئیں کھیت"۔ قَدْ سَبَقَ السَّيْفُ الْعَذَلَ ✦ یہ ہے وجوہ معاش کی طرف سے مسلمانوں کی حالۃ جس میں مبالغے کا نام نہیں۔ ہم کو یہ باتیں مدۃ سے معلوم ہیں اب اِحتکار کا لفظ کتاب میں دیکھ کر ضبط نہ ہو سکا اور تحریر کے ذریعے سے دل کی بھڑاس نکال لی۔ احتکار سے ہم کو یہ باتیں اس سے یاد آئیں کہ احتکار بھی ایک قسم کی تجارۃ ہے اور وہ شرعًا ممنوع ہے اس لیے کہ اخلاقی جرم ہے۔ خدا کے فضل اور حکامِ وقت کے حسنِ انتظام سے ہمارے ہاں کا اسلوبِ تجارۃ ایسا اچھا ہے کہ کوئی شخص احتکار کر کے اَلْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ اپنا خبثِ طبیعۃ ظاہر کرے تو کرے۔ دوسروں کو نقصان نہیں پہونچا سکتا۔ یعنی احتکار اِقدامِ جرم کی حد تک پہونچ کر رک جاتا ہے وقوعِ جرم کی نوبت نہیں آنے پاتی۔ اول تو مسلمانوں میں احتکار کرنے کا مقدور ہی کتنوں کو ہے اور جن کو ہے وہ سرے سے غلے کی تجارۃ ہی کو مبتذل بنیوں کا کام سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک فاقے میں عزۃ ہے اور اناج کی تجارۃ میں نہیں ✦

شرکت و وکالت

[۱] عَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ اَنَّهٗ كَانَ يَخْرُجُ بِهٖ جَدُّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هِشَامٍ اِلَى السُّوْقِ فَيَشْتَرِي الطَّعَامَ فَيَلْقَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ اَشْرِكْنَا فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ فَيَشْرَكُهُمْ فَرُبَّمَا اَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هِيَ فَيَبْعَثُ بِهَا اِلَى الْمَنْزِلِ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هِشَامٍ ذَهَبَتْ بِهٖ اُمُّهٗ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ رَاْسَهٗ وَدَعَا لَهٗ بِالْبَرَكَةِ (بخاری)

[۱] زُہرہ بن معبد کہتے ہیں کہ میرے دادا عبد اللہ ابن ہشام مجھے اپنے ساتھ بازار لے جا کر غلہ خریدتے رستے میں اُنھیں ابن عمر اور ابن الزبیر مل کر کہتے کہ اس غلے میں ہمیں بھی شریک کر لو کیونکہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تمھارے حق میں برکت کی دعا کی ہے چنانچہ میرے دادا اُنھیں شریک کر لیتے تو اکثر ایسا ہوتا کہ میرے دادا قومی اونٹ کا بھرپور بوجھ فائدہ اُٹھاتے اور اُسے گھر بھیج دیتے۔ عبد اللہ بن ہشام کی ماں اُنھیں جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمۃ میں لے جا کر حاضر ہوئی تھیں پیغمبر صاحب نے اُن کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا اور اُن کے حق میں برکت کی دعا کی تھی ✦

[۲] عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَتِ الْاَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ

[۲] ابو ہریرہ رض کہتے ہیں کہ انصار نے جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ہم میں اور ہمارے

آیت	ترجمہ
اِخْوَانِنَا النَّخِیْلَ قَالَ لَا تَکْفُوْنَنَا الْمَؤُنَۃَ فَنُشْرِکُکُمْ فِی الثَّمَرَۃِ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا	بھائی (مہاجرین) میں نخلستان کو تقسیم کر دیجیے فرمایا نہیں بلکہ تم ہی نخلستان کو پانی وغیرہ دینے کی مشقت ہمارے لیے اُٹھاؤ اور کارگزاری کرو ہم پھل میں تمہارے ساتھ شریک ہو جائیں گے (انصار) بولے کہ ہمیں بسر وچشم منظور ہے

ربٰو

آیت	ترجمہ
اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَہٗ مَوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ فَانْتَھٰی فَلَہٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُہٗٓ اِلَی اللّٰہِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ○ یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْمٍ ○ (البقرہ ع ۳۸ پارہ ۳)	جو لوگ سود کھاتے ہیں (قیامت کے دن) کھڑے نہیں ہو سکیں گے مگر اس شخص کا سا کھڑا ہونا جس کو شیطان نے (اپنی) چپیٹ سے مخبوط الحواس کر دیا ہو یہ اُن کے اس کہنے کی سزا ہے کہ جیسا معاملہ بیع ویسا ہی معاملہ سود حالانکہ بیع کو تو اللہ نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام (تو سود کو بیع پر قیاس کرنا صریح غلط ہے) تو جس پاس اُس کے پروردگار کی طرف سے نصیحۃ (کی بات) پہونچی اور (وہ آیندہ کے لیے) باز آگیا تو جو پہلے (لے چکا) ہو وہ اُس کا (ہو چکا) اور اُس کا معاملہ خدا کے حوالے ف۱ اور جو (منا ہی کے پہنچے پیچھے) پھر (سود لے) تو ایسے ہی لوگ دوزخی ہیں (اور وہ ہمیشہ) دوزخ ہی میں رہیں گے اللہ سود کو گھٹاتا اور خیرات کو بڑھاتا ہے ف۲ اور جتنے ناشکرے ہیں (اور) کہنا نہیں مانتے خدا اُن سے راضی نہیں +
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَکُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِکُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ○ (البقرہ ع ۳۸ پارہ ۳)	مسلمانو! اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرو اور جو سود (لوگوں کے ذمے) باقی ہے (اُس کو) چھوڑ بیٹھو اور اگر (ایسا) نہیں کرتے تو اللہ اور اُس کے رسول سے لڑنے کے لیے ہوشیار ہو رہو اور اگر توبہ کرتے ہو تو اپنی اصلی رقم تم کو (لینی پہونچتی ہے) ۔ نہ تم (کسی کا) نقصان کرو اور نہ کوئی تمہارا نقصان کرے ف۳
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا	مسلمانو! سود (در سود) نہ کھاؤ کہ (اصل میں مل مل کر) دوگنا ۔

ف۱ یعنی نہ تم اُس سے سود واپس لانے کے پیچھے پڑو اور نہ اُس کو ملامت کرو ۱۲ ف۲ بڑھانے گھٹانے سے مراد ہی برکت کا دینا اور سلب کر لینا ۱۲ ف۳ اگر مقروض خواہ اصلی ادا کیا ہو اقرضہ سود میں مجرا لینے لگے تو یہ اُس کا ظلم ہو اسی طرح قرضدار سود کی منا ہی سے پہلے کچھ سود دے چکا ہو اور اب لگے اُس کو اصل قرض میں مسوب کرنے تو یہ اُس کا ظلم ہے ۱۲

مُّضٰعَفَةً ص وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (آل عمران ع ۱۴ پارہ ۴)	چوگنا (ہوتا چلا جائے) اور اللہ سے ڈرو عجب نہیں (آخرت میں) تم فلاح پاؤ ف۱
فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۝ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ط وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ (نساء ع ۲۲ پارہ ۶)	الغرض یہودیوں کی (ان) شرارتوں کی وجہ سے ہم نے (بہت سی) پاک چیزیں جو اُن کے لیے حلال تھیں اُن پر حرام کر دیں (تاکہ دائرہ رزق اُن پر تنگ ہو) اور (نیز) اس وجہ سے کہ اکثر راہِ خدا سے (لوگوں کو) روکتے تھے اور (نیز) اس وجہ سے کہ ہر چند اُن کو سود کی ممانعت کر دی گئی تھی اس پر بھی سود لیتے تھے اور (نیز) اس وجہ سے کہ لوگوں کے مال ناحق خورد بُرد کرتے تھے اور اُن میں جو لوگ (خدا کا حکم) نہیں مانتے اُن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔
وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۝ (الروم ع ۴ پارہ ۲۱)	اور (مسلمانو یہ) جو تم سود دیتے ہو تاکہ لوگوں کے مال میں بڑھوتری ہو تو وہ (سود) خدا کے ہاں پھُولتا پھلتا نہیں (یعنی اُس میں برکت نہیں ہوتی) اور (وہ) جو تم (محض) خدا کی رضا جوئی کے ارادے سے زکوٰۃ دیتے ہو تو جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہی (اپنے دیے کو خدا کے ہاں) بڑھا رہے ہیں ف۲
عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰكِلَ الرِّبٰوا	جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے۔

ف۱ اگرچہ سود مطلق حرام ہے مگر چونکہ وہ لوگ سود در سود لیتے تھے اور اب بھی لیتے ہیں اور یہ بہت ہی بڑا گناہ ہے اس لیے اس کو الگ منع فرمایا ۱۲ ف۲ اس آیۃ کے مطلب کے کئی پیرایے ہو سکتے ہیں ایک تو وہ ہے جو ہم نے ترجمے میں اختیار کیا اور ظاہر الفاظ سے جلدی سمجھ میں آتا ہے اور ایک پیرایہ مفسّرین نے یہ بھی لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ زکوٰۃ جو خالصۃً لوجہ اللہ دی جائے ایسے دینے کا ثواب ہے اور اُس کا اجر خدا کے ہاں دو چند سہ چند چہار چند وغیرہ ہوتا رہتا ہے گویا وہ ایک درخت ہے جو بڑھتا اور پھُولتا پھلتا رہتا ہے۔ لیکن جب دینے میں کسی ذاتی غرض کا شائبہ ہو تو ایسے دینے کا ثواب نہیں جیسے بھاجی اور نیوتہ یا رشتے داروں کو اُن کی اصلی حاجت سے زیادہ محتاجوں کا حق مار کر دینا بسا اوقات اس طرح کا دینا اس توقع سے ہوتا ہے کہ جس کو دیا جاتا ہے وہ اپنے پاس سے کچھ بڑھا کر وقت پر واپس کرے گا۔ اسی اعتبار سے قرآن میں اس کو ربوٰ سے تعبیر کیا ہے۔ جس کے مشہور معنی سود کے ہیں ورنہ حقیقت میں وہ ربوٰ نہیں ۱۲۔

وَمُوْكِلَهٗ وَكَاتِبَهٗ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ ۔ (مسلم)	اور دینے والے اور سود کی دستاویز لکھنے والے اور معاملہ سود کی گواہی دینے والے ان سب پر لعنت کی اور فرمایا کہ یہ سب (ارتکاب) معصیت میں برابر ہیں
عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَنْظَلَةَ غَسِيْلِ الْمَلٰئِكَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْهَمُ رِبٰوا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ اَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَّثَلٰثِيْنَ زَنْيَةً وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَزَادَ وَقَالَ مَنْ نَبَتَ لَحْمُهٗ مِنَ السُّحْتِ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ ۔ (احمد ۔ دار قطنی)	حنظلہ کے بیٹے عبد اللہ جن کو فرشتوں نے (ان کے مرے پیچھے) غسل دیا تھا کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کا ایک درم جسے آدمی جان بوجھ کر کھاتا ہے چھتیس دفعہ زنا کرنے سے سخت تر ہے بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عباس سے یہی روایۃ نقل کی ہے اور اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ جس کا گوشت حرام سے بڑھا وہ آتش دوزخ کا سزاوار تر ہے
عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرِّبٰوا سَبْعُوْنَ جُزْءً اَيْسَرُهَا اَنْ يَّنْكِحَ الرَّجُلُ اُمَّهٗ ۔ (بخاری)	ابوہریرہ رض کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کے ستر جزو ہیں (عذاب کے اعتبار سے) سب میں کمتر آدمی کا اپنی ماں سے ہم بستر ہونا ہے ۔
عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ عَلٰى قَوْمٍ بُطُوْنُهُمْ كَالْبُيُوْتِ فِيْهَا الْحَيَّاتُ تُرٰى مِنْ خَارِجِ بُطُوْنِهِمْ فَقُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ جِبْرَئِيْلُ هٰؤُلَاءِ اَكَلَةُ الرِّبٰوا (احمد ابن ماجہ)	ابوہریرہ رض کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج ہوئی میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ ایسے تھے جیسے بڑے گھر ان میں اژدہے تھے جو پیٹوں کے باہر کی طرف سے دکھائی دیتے تھے میں نے کہا یہ کون لوگ ہیں جبرئیل نے جواب دیا یہ سود خوار ہیں ۔
عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ	عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم (نے) فرمایا کہ سونا سونے سے بدلنا ۔

عربی	اردو
وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ يَدًا بِيَدٍ فَاِذَا اخْتَلَفَ هٰذِهِ الْاَصْنَافُ فَبِيْعُوْا كَيْفَ شِئْتُمْ اِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ ۔ (صحیحین)	اور چاندی چاندی سے بدلنا اور گیہوں گیہوں سے بدلنا اور جو جو سے بدلنا اور کھجور کھجور سے بدلنا اور نمک نمک سے بدلنا برابر سرابر اور دست بدست (تو) جائز ہے مگر زیادتی اور اُدھار یعنی وعدہ درست نہیں، ہاں جب یہ اصناف بدل جائیں تو جس طرح چاہو بیچو بشرطیکہ دست بدست ہو (وعدہ نہ ہو)۔
عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ وَلَا تَبِيْعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ وَلَا تَبِيْعُوْا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ ۔ (بخاری)	ابو سعید کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے کو سونے کے ساتھ نہ بیچو مگر برابر سرابر بیچو تو مضایقہ نہیں، اور ایک کو دوسرے پر زیادہ نہ کرو اور چاندی کو چاندی کے ساتھ نہ بیچو مگر برابر سرابر بیچو تو مضایقہ نہیں، اور ایک کو دوسرے پر زیادہ نہ کرو اور ان چیزوں میں سے غائب کو حاضر کے ساتھ یعنی اُدھار کو نقد کے ساتھ نہ بیچو ف
عَنْ عُمَرَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلذَّهَبُ بِالْوَرِقِ رِبًوا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًوا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًوا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًوا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَيُرْوٰی اَلْوَرِقُ بِالْوَرِقِ رِبًوا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًوا	حضرت عمر فاروق سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونا چاندی سے بدلنا سود ہے مگر دست بدست رہو تو سود نہیں، اور گیہوں گیہوں سے بدلنا سود ہے مگر دست بدست رہو تو مضایقہ نہیں، اور جو جو سے بدلنا سود ہے مگر ہاتھوں ہاتھ رہو تو درست ہے، اور کھجور کھجور سے بدلنا سود ہے مگر ہاتھوں ہاتھ رہو تو سود نہیں، اور ایک روایت میں یوں ہے کہ چاندی کو چاندی سے بدلنا سود ہے [illegible]

ف دونوں حدیثوں کا خلاصہ یہ ہے کہ تول ناپ کی چیزیں جب ایک جنس کی ہوں تو اُن کا برابر سرابر اور دست بدست بیچنا تو درست ہے مگر زیادہ لینا دینا اور وعدہ ٹھیرانا سود ہے، اور جب مختلف جنس کی ہوں جیسے سونا چاندی تو اُن میں کمی بیشی درست ہے بشرطیکہ دست بدست ہو وعدہ نہ ہو اور اگر سونے کو سونے سے یا چاندی کو چاندی سے اس طرح بیچے کہ ایک موجود ہو اور دوسرا غائب یعنی ایک نقد ہو دوسرا اُدھار تو یہ بھی نادرست ۱۲

إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ ۔ (صحیحین)

مگر دست بدست (ہو تو سود نہیں) ف۱

عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِيعُوا الدِّينَارَ بِالدِّينَارَيْنِ وَلَا الدِّرْهَمَ بِالدِّرْهَمَيْنِ ۔ (مسلم)

عثمانؓ رضہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونے کے ایک دینار کو دو دیناروں کے بدلے اور ایک درم کو دو درموں کے عوض نہ بیچو ف۲

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ جَاءَ بِلَالٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَيْنَ هٰذَا قَالَ كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيٌّ فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ فَقَالَ أَوَّهْ عَيْنُ الرِّبٰوا عَيْنُ الرِّبٰوا لَا تَفْعَلْ وَلٰكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ التَّمْرَ فَبِعْهُ بِبَيْعٍ آخَرَ ثُمَّ اشْتَرِ بِهٖ ۔ (صحیحین)

ابو سعیدؓ کہتے ہیں کہ بلال۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عمدہ قسم کی کھجوریں لائے تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تم کہاں سے لائے ہو بلال نے عرض کیا کہ ہمارے پاس ناکارہ کھجوریں تھیں تو میں نے ان کے دو صاع کو ایک صاع کے ساتھ بیچا (یعنی اپنی ناکارہ کھجوروں کے دو صاع دے کر ایک صاع عمدہ کھجوریں خریدیں) پیغمبر صاحب نے فرمایا ہائے ہائے یہ تو عین سود ہے یہ تو عین سود ہے ایسا ہرگز نہ کیا کرو ہاں جب تم عمدہ کھجوریں خریدنا چاہو تو نکمّی کھجوروں کو دوسری چیز سے بیچ ڈالو (مثلاً دینار و دراہم یا غلے سے) پھر دراہم و دنانیر یا غلّے سے (عمدہ قسم کی کھجوریں) ف۳

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ

ابو سعیدؓ اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا

ف۱ خلاصہ یہ کہ چاندی سونے اور نہ صرف چاندی سونے بلکہ اُن تمام چیزوں کے بیچنے اور بدلنے کی دو صورتیں ہیں جو ناپ تول میں آتی ہیں ایک یہ کہ جن دو چیزوں کی باہم خرید فروخت ہوتی یا اُن کا تبادلہ کیا جاتا ہے ایک ہی جنس کی ہوں جیسے چاندی کی بیع چاندی سے اور جَو کی جَو سے اِس صورت میں صحت بیع کے لیے شرط ہے دونوں کا برابر ہونا اور اس کے علاوہ دست بدست ہونا وعدہ ہوگا یا تول میں کمی بیشی ہوگی یا ایک چیز موجود ہوگی اور دوسری غائب تو یہ بیع ناجائز و حرام ہوگی۔ دوسری صورت یہ کہ دونوں چیزیں مختلف ہوں مثلاً چاندی کو سونے سے اور گیہوں کو جَو سے بدلنا یا بیچنا۔ اس صورت میں کمی بیشی تو جائز ہے مگر وعدہ درست نہیں یعنی ہاتھوں ہاتھ خرید فروخت ہو تو تفاضل درست ہے مثلاً سیر بھر گیہوں کا دو سیر جَو سے بدلنا اور دو سیر کھجوروں کے عوض سیر بھر پنیر یا روغن لینا درست ہے بشرطیکہ دست بدست ہو۔ دست بدست نہ ہو مثلاً گیہوں تو آج دے اور جَو کے کل تو یہ بیاج ہے ۱۲ ف۲ کیونکہ چاندی سونے میں زیادہ لینا دینا سود ہے ۱۲ ف۳ مطلب یہ ہے کہ ایک چیز کو اُسی کی ہم جنس کے ساتھ کمی بیشی کر کے بیچنا یا بدلنا ہی سود ہے۔ نکمّی چیز کو عمدہ چیز سے بدلنا چاہے تو نکمّی چیز کو اس کی غیر جنس کے ساتھ بیچ ڈالے۔ پھر اُس سے عمدہ چیز خریدلے کہ یہ سود نہیں۔ کیونکہ جنس بدل گئی۔ اور جنس بدل گئی تو کمی بیشی کا مضایقہ نہیں ۱۲

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا خَيْبَرَ فَجَاءَ بِتَمْرٍ جَنِيبٍ فَقَالَ أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا قَالَ لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثِ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا وَقَالَ فِي الْمِيزَانِ كَذٰلِكَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر کا عامل مقرر فرمایا تھا وہ آپکے پاس عمدہ کھجوریں لایا پیغمبر صاحب نے فرمایا۔ کیا خیبر کی سب کھجوریں ایسی ہی ہوتی ہیں؟ اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ - واللہ سب ایسی نہیں ہوتیں مگر ہم ان (عمدہ) کھجوروں کا ایک صاع (ردی کھجوروں کے) دو صاع کے بدلے اور دو صاع تین صاعوں کے بدلے لیتے ہیں فرمایا ایسا مت کرو (کہ یہ سود ہے ہاں) بُری اچھی سب کھجوروں کو دراہم سے بیچ ڈالو پھر دراہم سے اچھی کھجوریں خریدو اور فرمایا جو چیزیں

عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ اشْتَرَيْتُ يَوْمَ خَيْبَرَ قِلَادَةً بِاثْنَيْ عَشَرَ دِينَارًا فِيهَا ذَهَبٌ وَخَرَزٌ فَفَصَّلْتُهَا فَوَجَدْتُ فِيهَا أَكْثَرَ مِنِ اثْنَيْ عَشَرَ دِينَارًا فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تُبَاعُ حَتّٰى تُفَصَّلَ

عبید کے بیٹے فضالہ کہتے ہیں کہ میں نے فتح خیبر کے روز بارہ دینار کو ایک گلوبند خریدا جس میں کچھ سونا تھا اور کچھ منکے ہیں جو سونے کو منکوں سے جُدا کیا تو گلوبند میں بارہ دینار سے زیادہ کا سونا پایا۔ پس جب میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو فرمایا کہ تاوقتیکہ گلوبند کا سونا اور منکے جُدا جُدا نہ کیے جائیں اُسے فروخت نہ کیا جائے ؂

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ شِرَاءِ التَّمْرِ بِالرُّطَبِ فَقَالَ أَيَنْقُصُ الرُّطَبُ إِذَا يَبِسَ فَقَالَ نَعَمْ فَنَهَاهُ عَنْ ذٰلِكَ (رواہ ابو داود و نسائی)

سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا جب کہ آپ سے تر خرما کے عوض خشک کھجوروں کے خریدنے کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کیا خرمائے تر خشک ہونے کے بعد وزن میں گھٹ جاتا ہے عرض کیا ہاں۔ پس آپ نے پوچھنے والے کو اس طرح کی خرید فروخت سے منع فرمایا ف

عَنْ قَبِيصَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ الْأَنْصَارِيَّ النَّقِيبَ صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ

قبیصہ اپنے باپ سے روایۃ کرتے ہیں کہ عبادہ ابن صامت انصاری نقیب نے جو جناب پیغمبر خدا

ف امام شافعی اور امام ابو یوسف اور اکثر علماء اسی طرف گئے ہیں کہ تر پھل کے بدلے خشک پھل لینا درست نہیں مگر امام ابو حنیفہ رح برابر برابر جائز بتاتے اور دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ کسی چیز کی رطوبت و یبوست درحقیقت اُس کی صفت ہے جیسے جودت و رداءت اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جیّد و ردی چیز باہم برابر سرابر بدلی جا سکتی ہے اور جب یہ ہے تو تمر رطب سے کیوں نہ بدلی جائے ۱۲

صلى الله عليه وسلم غزا مع معاوية
ارض الروم فنظر الى الناس وهم يتبايعون
كسر الذهب بالدنانير وكسر الفضة
بالدراهم فقال يا ايها الناس انكم
تاكلون الربوا سمعت رسول الله صلى
الله عليه وسلم يقول لا تبتاعوا الذهب
بالذهب الا مثلا بمثل لا زيادة بينهما
ولا نظرة فقال له معاوية يا ابا الوليد
لا ارى الربوا في هذا الا ما كان من نظرة
فقال عبادة احدثك عن رسول الله صلى
الله عليه وسلم وتحدثني عن رايك لئن
اخرجني الله لا اساكنك بارض لك علي
فيها امرة فلما قفل لحق بالمدينة فقال
له عمر بن الخطاب ما اقدمك يا ابا الوليد
فقص عليه القصة وما قال من مساكنته
فقال ارجع يا ابا الوليد الى ارضك فقبح
الله ارضا لست فيها وامثالك وكتب الى
معاوية لا امرة لك عليه واحمل الناس
على ما قال فانه هو الامر + (ابن ماجه)

صلی اللہ علیہ وسلم کے مصاحب قدیم تھے معاویہ کے
ساتھ ہو کر ملک روم پر جہاد کیا وہاں لوگوں کو
دیکھا کہ سونے کے ٹکڑوں کی اشرفیوں کے ساتھ
اور چاندی کے ٹکڑوں کی درموں کے ساتھ خرید
فروخت کرتے ہیں تو فرمایا لوگو! تم سود کھاتے ہو
میں نے خود جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کو فرماتے سنا کہ سونے کی سونے کے ساتھ خرید فروخت
نہ کرو مگر برابر سرابر یعنی نہ تو ان میں کمی بیشی ہی
ہو نہ اُدھار اور وعدہ ہی۔ اس پر معاویہ نے عبادہ
سے کہا کہ اے ابو الولید! (یہ حضرۃ عبادہ کی کنیت ہے)
میں تو اس طرح کی بیع میں سود دیکھتا نہیں ہاں
اُدھار اور وعدہ ہو تو بے شک سود ہے۔ عبادہ نے
کہا میں تم سے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم ہو کہ اپنی رائے
اور قیاس کو دخل دیتے ہو۔ بخدا اگر حق تعالیٰ مجھے
(یہاں سے صحیح و سلامت) نکال لے جائے گا تو
جس سرزمین میں تمھاری مجھ پر حکومت ہوگی
وہاں تو میں تمھارے ساتھ رہنے کا نہیں چنانچہ
جب عبادہ روم سے لوٹے تو اپنی بود و باش کی جگہ
نہیں بلکہ سیدھے مدینے پہنچے۔ عمر فاروق نے ان
سے فرمایا کہ ابو الولید! کس طرح آئے انھوں نے
حضرۃ عمر سے سارا قصہ بیان کیا اور معاویہ کی عملداری
میں نہ رہنے کی بابت جو گفتگو ہوئی تھی وہ بھی کہہ
سنائی حضرۃ عمر نے فرمایا کہ ابو الولید! تم بلا خوف و
خطر اپنی زمین میں چلے جاؤ۔ خدا اُس زمین کا بُرا
کرے جس میں تم اور تم جیسے لوگ نہ ہوں۔ اور معاویہ
کو لکھا کہ عبادہ پر تمھاری کسی طرح کی حکومت نہ چلنے پائے
اور جو کچھ عبادہ نے بیان کیا ہے چونکہ وہ واقعی اور نفس الامری بات ہے لہذا تم لوگوں کو اسی پر عمل کرنے کی ترغیب دو +

عَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَا جَمَعَ الْمَنْزِلُ بَيْنَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَبَيْنَ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ عُبَادَةُ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَبِيعَ الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقَ بِالْوَرِقِ وَالْبُرَّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرَ بِالشَّعِيرِ وَالتَّمْرَ بِالتَّمْرِ قَالَ اَحَدُهُمَا وَالْمِلْحَ بِالْمِلْحِ وَلَمْ يَقُلِ الْآخَرُ اِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ مِثْلًا بِمِثْلٍ قَالَ اَحَدُهُمَا مَنْ زَادَ اَوِ ازْدَادَ فَقَدْ اَرْبٰى وَلَمْ يَقُلِ الْآخَرُ وَاَمَرَنَا اَنْ نَبِيعَ الذَّهَبَ بِالْوَرِقِ وَالْوَرِقَ بِالذَّهَبِ وَالْبُرَّ بِالشَّعِيرِ وَالشَّعِيرَ بِالْبُرِّ يَدًا بِيَدٍ كَيْفَ شِئْنَا فَبَلَغَ هٰذَا الْحَدِيثُ مُعَاوِيَةَ فَقَامَ فَقَالَ مَا بَالُ رِجَالٍ يُحَدِّثُونَ اَحَادِيثَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ صَحِبْنَاهُ وَلَمْ نَسْمَعْهُ مِنْهُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ فَقَامَ فَاَعَادَ الْحَدِيثَ وَقَالَ لَنُحَدِّثَنَّ بِمَا سَمِعْنَاهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنْ رَغِمَ مُعَاوِيَةُ ۔ (نسائی)

یسار کے بیٹے مسلم اور عبید کے بیٹے عبداللہ دونوں کہتے ہیں کہ عبادہ بن صامت اور معاویہ دونوں ایک منزل میں جمع ہوئے عبادہ نے کہا کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع فرمایا ہے کہ سونے کو سونے کے ساتھ اور چاندی کو چاندی کے ساتھ اور گیہوں کو گیہوں کے ساتھ اور جو کو جو کے ساتھ اور کھجور کو کھجور کے ساتھ (دونوں راویوں میں سے ایک نے اتنا اور کہا) اور نمک کو نمک کے ساتھ بیچیں (لیکن دوسرے راوی نے یہ نہیں کہا) مگر برابر سرابر ہو تو کچھ مضایقہ نہیں۔ پھر ان دونوں راویوں میں سے ایک نے یہ بھی کہا جس شخص نے زیادہ لیا یا زیادہ دیا اُس نے سود لیا دیا۔ دوسرے راوی نے یہ نہیں کہا۔ اور پیغمبر صاحب نے اس بات کا حکم فرمایا ہے کہ سونے کو چاندی کے ساتھ اور چاندی کو سونے کے ساتھ۔ گیہوں کو جو کے ساتھ اور جو کو گیہوں کے ساتھ دست بدست جس طرح چاہیں بیچیں۔ معاویہ نے یہ حدیث سُنی تو کھڑے ہو کر کہا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کی حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ ہم بھی پیغمبر صاحب کی صحبت میں رہے ہیں مگر ہم نے تو آپ سے یہ حدیث سُنی نہیں۔ عبادہ بن صامت کو معلوم ہوا تو انھوں نے کھڑے ہو کر اُسی حدیث کو مکرر بیان کیا اور کہا ہم نے تو جو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے وہی بیان کریں گے اگرچہ معاویہ کو بُرا ہی کیوں نہ لگے۔

۱۵ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ

۱۵ عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول خدا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الذَّهَبُ الْكِفَّةُ بِالْكِفَّةِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ اِنَّ هٰذَا لَا يَقُوْلُ شَيْئًا قَالَ عُبَادَةُ اِنِّيْ لَا اُبَالِيْ اَنْ لَّا اَكُوْنَ بِاَرْضٍ يَكُوْنُ بِهَا مُعَاوِيَةُ اِنِّيْ اَشْهَدُ اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ذٰلِكَ ۔ (نسائی)

صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ سونا سونے کے عوض کانٹے میں برابر تول کر بیچا جائے معاویہ نے کہا کہ یہ شخص صحیح بات تو کہتا نہیں اس پر عبادہ بولے مجھے اس بات کی ذرا بھی پروا نہیں کہ اُس سرزمین میں نہ رہوں جس میں معاویہ رہتا ہے ۔میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی فرماتے سُنا ہے ۔

من المترجم ۔ احادیث مذکورۂ بالا سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ سونے چاندی گیہوں جَو کھجور نمک میں سے ہر ایک کو اسی کی جنس سے اُدھار اور کمی بیشی کے ساتھ بیچنا یا بدلنا ناجائز اور حرام ہے ہاں اگر جنس میں اختلاف ہو تو کمی بیشی کے ساتھ بیچنا یا بدلنا درست بشرطیکہ اُدھار نہ ہو بلکہ دست بدست ہو لیکن بحث طلب امر یہ ہے کہ کیا صرف ان ہی چھ چیزوں میں خصوصیت کے ساتھ ربٰو ہے یا اور چیزیں بھی اس میں شامل ہیں ۔سو واضح ہو کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے ۔بعض کہتے ہیں کہ ربٰو ان ہی چھ چیزوں میں منحصر ہے اکثر اس طرف گئے ہیں کہ جو چیزیں ماپ یعنی ل میں آتی ہیں سب اس میں داخل ہیں ۔پھر جو چیزیں ماپ تول میں آتی ہیں اُن میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے جیسا کہ کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے ۔شاہ عبد الحق صاحب اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں :۔

بدانکہ در حدیث این شش چیز بخصوص واقع شدہ و مجتہدان جز این شش را نیز بران قیاس کردہ اند چنانکہ آہن و چونہ و انواع حبوب ہر یکے را علتے استنباط کردہ الا اصحاب الظواہر کہ قیاس را منکر اند ربٰو در ہمین شش چیز اثبات مے کنند نہ در غیر آن و تفصیل آن و مسائل متفرعہ بران در کتب فقہ مذکور است ۔

واضح ہو کہ حدیث میں یہی چھ چیزیں خصوصیت کے ساتھ واقع ہوئی ہیں اور مجتہدوں نے اور چیزوں کو بھی ان پر قیاس کیا ہے جیسے مثلاً لوہا چونہ اور تمام اقسام کے غلّے اور ہر ایک کی ایک جداگانہ علّت بیان کی ہے مگر اصحاب ظواہر جو قیاس کے منکر ہیں ان ہی چھ چیزوں میں ربٰو کو ثابت کرتے ہیں اُن کے علاوہ کسی اَور چیز میں نہیں اور اس کی تفصیل اور جو مسائل اس پر متفرع ہوتے ہیں اُن کی تشریح فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے ۔

دُرِّ مختار میں ہے

وَمَا نَصَّ الشَّارِعُ عَلٰى كَوْنِهٖ كَيْلِيًّا كَبُرٍّ وَّشَعِيْرٍ وَّتَمْرٍ وَّمِلْحٍ اَوْ وَزْنِيًّا كَذَهَبٍ وَّفِضَّةٍ فَهُوَ كَذٰلِكَ لَا يَتَغَيَّرُ اَبَدًا فَلَمْ يَصِحَّ بَيْعُ حِنْطَةٍ بِحِنْطَةٍ وَّزْنًا كَمَا لَوْ بَاعَ ذَهَبًا بِذَهَبٍ

اور جس چیز کے کیلی ہونے پر شارع نے نص قائم کر دی ہے جس طرح گیہوں اور جَو اور کھجور اور نمک یا وزنی ہونے پر نص قائم کر دی ہے جیسے سونا اور چاندی وہ ہمیشہ کیلی اور وزنی ہی رہے گی ۔اور کسی حالت میں اس کا حکم نہ بدلے گا یہی وجہ ہے کہ گیہوں کو گیہوں کے ساتھ تول کر بیچنا درست نہیں ہے جس طرح سونے کو سونے کے ساتھ

اَوْ فِضَّةً بِفِضَّةٍ كَيْلًا وَلَوْ مَعَ التَّسَاوِيْ لِاَنَّ النَّصَّ اَقْوٰى مِنَ الْعُرْفِ فَلَا يُتْرَكُ الْاَقْوٰى بِالْاَدْنٰى وَمَا لَمْ يَنُصَّ عَلَيْهِ حُمِلَ عَلَى الْعُرْفِ رَجَّحَهُ الْكَمَالُ وَخَرَّجَ عَلَيْهِ سَعْدِيْ اَفَنْدِيْ اِسْتِقْرَاضَ الدَّرَاهِمِ عَدَدًا وَبَيْعَ الدَّقِيْقِ وَزْنًا فِيْ زَمَانِنَا يَعْنِيْ بِمِثْلِهٖ وَفِي الْكَافِيْ اَلْفَتْوٰى عَلٰى عَادَةِ النَّاسِ

یا چاندی کو چاندی کے ساتھ ماپ کر بیچنا جائز نہیں اگرچہ برابر سرابر اور دست بدست ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ نص عرف سے قوی تر ہوتی ہے اور جب یہ ہے تو ادنےٰ کے پیچھے اقوےٰ کو کس طرح چھوڑا جا سکتا ہے۔ اسی بات کو کمال نے ترجیح دی ہے اور سعدی افندی نے اس پر یہ مسئلہ متفرع کیا ہے کہ دراہم گن کر قرض لینا اور آٹا تول کر آٹے کے عوض بیچنا ہمارے زمانے میں جائز ہو۔ اور کافی میں ہو کہ فتوےٰ لوگوں کی عادۃ پر ہے +

قَالَ الرَّازِيْ اِعْلَمْ اَنَّ الرِّبٰوا قِسْمَانِ رِبَا النَّسِيْئَةِ وَرِبَا الْفَضْلِ۔ اَمَّا رِبَا النَّسِيْئَةِ فَهُوَ الْاَمْرُ الَّذِيْ كَانَ مَشْهُوْرًا مُتَعَارَفًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَذٰلِكَ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَدْفَعُوْنَ الْمَالَ عَلٰى اَنْ يَاْخُذُوْا كُلَّ شَهْرٍ قَدْرًا مُعَيَّنًا وَيَكُوْنُ رَاْسُ الْمَالِ بَاقِيًا ثُمَّ اِذَا حَلَّ الدَّيْنُ طَالَبُوا الْمَدْيُوْنَ بِرَاْسِ الْمَالِ فَاِنْ تَعَذَّرَ عَلَيْهِ الْاَدَاءُ زَادُوْا فِي الْحَقِّ وَالْاَجَلِ فَهٰذَا هُوَ الرِّبَا الَّذِيْ كَانُوْا فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَتَعَامَلُوْنَ بِهٖ وَاَمَّا رِبَا النَّقْدِ فَهُوَ اَنْ يُّبَاعَ مَنٌّ مِّنَ الْحِنْطَةِ بِمَنَوَيْنِ مِنْهَا وَمَا اَشْبَهَ ذٰلِكَ +

رازی کہتے ہیں واضح ہو کہ سود کی کل دو ہی قسمیں ہیں۔ ایک نقد اور ایک اُدھار۔ اُدھار سود تو وہ ہی جو زمانۂ جاہلیت میں مشہور و متعارف تھا کہ لوگ اپنا مال دوسروں کو اس شرط پر قرض دیتے تھے کہ ہر مہینے میں مقدار معیّن فائدہ لیں گے اور اصل رقم جوں کی توں برقرار رہے گی (معاملہ ہو گیا) پھر جب میعاد قرض گزر لیتی تو قرض خواہ مقروض سے اپنی اصل رقم کا مطالبہ کرتے مقروض اگر اس وقت قرضہ ادا نہ کر سکتا تو قرض خواہ اپنے حق اور مدّۃ میں توسیع کر دیتے۔ الغرض زمانۂ جاہلیت میں لوگ جس سود کا آپس میں لین دین کرتے تھے وہ صرف یہی سود تھا۔ رہا نقد سود۔ وہ یہ تھا کہ مثلاً سیر بھر گیہوں دو سیر گیہوں سے بدل لیتے تھے اور اسی طرح ان چیزوں میں کرتے جو گیہوں کے مشابہ ہیں +

لہ فی ع [illegible] لا تاکلوا الربوا اضعافاً مضاعفة کی تفسیر میں ۱۲

وَقَالَ اَيْضًا تَحْتَ قَوْلِهٖ تَعَالٰى لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا

امام رازی آیۃ لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا

اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۔ كَانَ الرَّجُلُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اِذَا كَانَ لَهٗ عَلٰى اِنْسَانٍ مِائَةُ دِرْهَمٍ اِلٰى اَجَلٍ فَاِذَا جَاءَ الْاَجَلُ وَلَمْ يَكُنِ الْمَدْيُوْنُ وَاجِدًا لِذٰلِكَ الْمَالِ قَالَ زِدْنِي الْمَالَ حَتّٰى اَزِيْدَ فِي الْاَجَلِ فَرُبَّمَا جَعَلَهٗ مِائَتَيْنِ ثُمَّ اِذَا حَلَّ الْاَجَلُ الثَّانِي فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ اِلٰى اٰجَالٍ كَثِيْرَةٍ فَيَاْخُذُ بِسَبَبِ تِلْكَ الْمِائَةِ اَضْعَافَهَا فَهٰذَا هُوَ الْمُرَادُ مِنْ قَوْلِهٖ اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۔

اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں جب ایک شخص کے دوسرے پر ایک میعادِ معین کے وعدے پر سَو درہم ہوتے تو انقضائے میعاد کے وقت اگر مقروض قرضے کے ادا کرنے کی مقدرۃ نہ رکھتا تو قرض خواہ مقروض سے کہتا کہ تو اصل رقم پر کچھ زیادہ کردے میں مدۃ میں توسیع کردوں۔ چنانچہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ قرض خواہ سَو درہم کے دو سَو درہم کر لیتا اور جب دوسرا وعدہ بھی گزر جاتا اور مقروض قرضے کی رقم ادا نہ کرسکتا، تو قرض خواہ پھر ویسا ہی کرتا (یعنی اصل رقم پر کچھ اور زیادہ کردیتا) پھر بہت مدتوں تک ایسا ہی ہوتا رہتا اور قرض خواہ ان سَو درہموں کے ذریعے سے اس کے دو چند سہ چند چار چند

[illegible]

وَقَالَ الْقَاضِي الْبَيْضَاوِيُّ فِي تَفْسِيْرِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً لَا تَزِيْدُوْا زِيَادَاتٍ مُّكَرَّرَةً وَلَعَلَّ التَّخْصِيْصَ بِحَسَبِ الْوَاقِعِ اِذْ كَانَ الرَّجُلُ مِنْهُمْ يُرْبِيْ اِلٰى اَجَلٍ ثُمَّ يَزِيْدُ فِيْهِ بِزِيَادَةٍ اُخْرٰى حَتّٰى يَسْتَغْرِقَ بِالشَّيْءِ الطَّفِيْفِ مَالَ الْمَدْيُوْنِ ۔

اور قاضی بیضاوی آیۃ یاایہا الذین اٰمنوا لا تاکلوا الربوآ اضعافا مضٰعفة کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ دوچند سہ چند سود نہ کھانے کے یہ معنی ہیں کہ مکرر سہ کرر رقمیں نہ بڑھاتے جاؤ اور ممکن ہے کہ اضعافا مضاعفہ کی تخصیص واقع کے مطابق ہو کیونکہ وہ لوگ ایک مدت ٹھہرا کر سود لیتے پھر مدت اور رقم میں زیادتی کرتے چلے جاتے یہاں تک کہ مقروض کا سارا مال ایک تھوڑے سے قرضے کے پیچھے تباہ و برباد ہوجاتا تھا۔

قَالَ الْبُخَارِيُّ فِي تَفْسِيْرِ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ اِلٰى قَوْلِهٖ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هٰذِهٖ اٰخِرُ اٰيَةٍ

امام بخاری رح آیۃ یاایہا الذین اٰمنوا الخ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ حضرۃ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ (احکام میں) یہ سب سے پچھلی آیۃ ہے جو

نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔	جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر اتری ۔
عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا سَأَلْنَاهُ عَنِ الرِّبٰوا ۔ (مشکوٰۃ)	عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور ہم نے آپ سے ربوٰ کے بارے میں کچھ دریافت نہیں کیا ۔
عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اٰخِرَ مَا نَزَلَتْ اٰيَةُ الرِّبٰوا وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ وَلَمْ يُفَسِّرْهَا لَنَا فَدَعُوا الرِّبٰوا وَالرِّيْبَةَ ۔ (دارمی)	حضرۃ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایۃ ہے کہ سب سے پیچھے ربوٰ کی آیۃ اتری جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور ہمارے لیے آیۃ ربوٰ کی کوئی تفسیر نہیں کی تو سود اور جس میں سود کا شبہ ہو سب کو چھوڑ بیٹھو [illegible] ۔
فِي الْهِدَايَةِ وَلَيْسَ لِلْمُرْتَهِنِ اَنْ يَّنْتَفِعَ بِالرَّهْنِ لَا بِالْاِسْتِخْدَامِ وَلَا بِالسُّكْنٰى وَلَا بِاللُّبْسِ اِلَّا اَنْ يَّاْذَنَ لَهُ الْمَالِكُ ۔	ہدایہ میں ہے کہ مرتہن کو رہن سے فائدہ اُٹھانا جائز نہیں ہے یعنی نہ تو خدمت لے سکتا ہے (جبکہ لونڈی غلام رہن ہوں) نہ مکان (مرہونہ) میں آباد ہو سکتا ہے نہ کپڑا پہن سکتا ہے مگر مالک (یعنی) راہن مرتہن کو فائدہ اُٹھانے کی اجازت دے ۔ [illegible]
وَفِي السِّرَاجِ الْمُنِيْرِ وَلَوْ اَبَاحَ لِلْمُرْتَهِنِ اَكْلَ ثِمَارِ الْبُسْتَانِ اَوْ لَبَنِ الشَّاةِ فَلَا بَاْسَ بِهِ اِنْ لَّمْ يَكُنْ مَّشْرُوْطًا بِهِ وَاِلَّا صَارَ قَرْضًا فِيْهِ مَنْفَعَةٌ فَيَكُوْنُ رِبٰوا وَلَوْ اَذِنَ الرَّاهِنُ لَهُ بِالْاِنْتِفَاعِ ثُمَّ نَهٰى عَنْهُ فَلَهُ ذٰلِكَ لِاَنَّهُ مُتَبَرِّعٌ وَلِلْمُتَبَرِّعِ اَنْ يَّمْتَنِعَ عَنِ التَّبَرُّعِ ۔	سراج منیر میں ہے کہ اگر راہن نے مرتہن کو باغ (مرہونہ) کے پھل کھانے یا بکری کے دودھ پینے کی اجازۃ دے دی تو مرتہن کو فائدہ اٹھانے میں کوئی خطرہ نہیں بشرطیکہ مرتہن نے اس فائدہ کی شرط نہ کی ہو شرط کرے گا تو یہ اُس قسم کا قرضہ ہوجاوے گا جس میں منفعۃ مدنظر رکھی گئی ہے اور جب یہ ہے تو وہ فائدہ سود ٹھیرے گا اور اگر راہن نے مرتہن کو فائدہ اُٹھانے کی اجازۃ دی پھر اسے منع کر دیا تو یہ اُس کو سزاوار ہے کیونکہ وہ تبرع [illegible]
فِي الْهِدَايَةِ لَا رِبٰوا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْكَافِرِ الْحَرْبِيِّ ۔	ہدایہ میں ہے کہ مسلمان اور کافر حربی میں سود نہیں ۔

فِي الدُّرِّ الْمُخْتَارِ وَلَا رِبٰو بَيْنَ حَرْبِيٍّ وَّمُسْلِمٍ مُّسْتَأْمِنٍ وَّلَوْ بِعَقْدٍ فَاسِدٍ اَوْ قِمَارٍ ثَمَّهٗ لِاَنَّ مَالَهٗ ثَمَّهٗ مُبَاحٌ فَيَحِلُّ بِرِضَاهُ مُطْلَقًا بِلَا غَدْرٍ ٭	درمختار میں لکھا ہے کہ حربی اور اُس مسلمان میں سود نہیں جو امن کی اجازۃ لے کر دار الحرب میں آباد ہوا ہے اگرچہ مال بیع فاسد یا جوئے سے کیوں نہ ہاتھ لگا ہو کیونکہ حربی کا مال دار الحرب میں مباح ہے اور جب یہ تو اُس کی خوشی سے یہ مال مسلمان کے لیے مطلق حلال ہوگا بغیر کسی طرح کے غدر اور بے وفائی کے ٭
فِي السِّيَرِ الْكَبِيْرِ وَشَرْحِهٖ اِذَا دَخَلَ مُسْلِمٌ دَارَ الْحَرْبِ بِاَمَانٍ فَلَا بَاْسَ بِاَنْ يَّاْخُذَ مِنْهُمْ اَمْوَالَهُمْ بِطِيْبِ اَنْفُسِهِمْ بِاَيِّ وَجْهٍ كَانَ لِاَنَّهٗ اِنَّمَا اَخَذَ الْمُبَاحَ عَلٰى وَجْهٍ عَرِيٍّ عَنِ الْغَدْرِ فَيَكُوْنُ ذٰلِكَ طَيِّبًا لَّهٗ وَالْاَسِيْرُ وَالْمُسْتَاْمَنُ سَوَآءٌ حَتّٰى لَوْ بَاعَهُمْ دِرْهَمًا بِدِرْهَمَيْنِ اَوْ بَاعَهُمْ مَّيْتَةً بِدَرَاهِمَ اَوْ اَخَذَ مَالًا مِّنْهُمْ بِطَرِيْقِ الْقِمَارِ فَذٰلِكَ كُلُّهٗ طَيِّبٌ لَّهٗ ٭	سیر کبیر اور اُس کی شرح میں ہے کہ جب مسلمان دار الحرب میں امن کی اجازۃ لے کر داخل ہو تو کافروں کی مرضی سے جس طریق سے بھی اُن کے مال لے لے گا اُس کے لیے جائز ہو جائے گا کیونکہ اُس نے ایک مباح چیز ایسے طریق پر لی ہے جو عہد شکنی اور بے وفائی سے خالی ہے تو یہ مال کفار اُس کے لیے پاک ہوگا اور قیدی و مستامن اس بارے میں دونوں یکساں ہیں حتےٰ کہ اگر ان میں سے کوئی شخص کفار کے ہاتھ ایک درہم دو درہم کو بیچے یا مردہ جانور چند درہم کو فروخت کرے یا جوئے کے طور پر اُن کا مال لے لے تو یہ سب طرح کے مال اُس کے لیے حلال طیب ہیں ٭
وَفِي تَفْسِيْرِ الْاِمَامِ النَّسَفِيِّ اِنَّ مِنْ مَّذْهَبِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ اَنَّ الْعُقُوْدَ الْفَاسِدَةَ كَعَقْدِ الرِّبٰوا وَغَيْرِهٖ جَائِزَةٌ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْكُفَّارِ ٭	اور امام نسفی کی تفسیر میں ہے کہ ابو حنیفہ اور محمد رحمہما اللہ کا مذہب ہے کہ فاسد و باطل معاملات جس طرح مثلاً سود وغیرہ دار الحرب میں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جائز ہیں ٭
وَفِي الْبَرْجَنْدِيِّ وَلَا فَرْقَ بَيْنَ اَنْ يَّاْخُذَ الْمُسْلِمُ الدِّرْهَمَيْنِ بِالدِّرْهَمِ اَوِ الدِّرْهَمَ	برجندی میں ہے کہ مسلمان دار الحرب میں خواہ ایک درہم کے عوض دو درہم لے یا دو درہم دے کر

بِالدَّرَاهِمَيْنِ فِي دَارِ الْحَرْبِ لِأَنَّهُ طَيَّبَ نَفْسَ الْكَافِرِ بِمَا أَعْطَاهُ وَأَخَذَ مَالَهُ بِطَرِيقِ الْإِبَاحَةِ ؞	ایک درہم سے دونوں صورتیں درست ہیں کیونکہ (دو درہم دے کر ایک درہم لینے کی صورۃ میں تو) وہ اپنے اس دینے سے کافر کا نفس خوش کرتا ہے اور (ایک درہم کے بدلے دو درہم لینے کی صورۃ میں) کافر

فتوےٰ شاہ عبدالعزیز صاحب رح

س سود دادن بحربیاں درست ست یا نہ ؞

ج۔ عباراتِ کتبِ فقہیہ عام واقع شدہ اند دادن و گرفتن را شامل اند مثل لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب وقاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی در رسالہ توجیہ دادن سود نیز نوشتہ اند ایں وقت فقیر را یاد نیست لیکن ایں قدر ظاہر است کہ گرفتن سود از حربیاں بایں وجہ حلال است کہ مالِ حربی مباح است اگر در ضمنِ آں نقضِ عہد نباشد و حربی چوں خود بخود بدہد بلا شبہہ حلال خواہد بود و دادنِ سود بحربیاں بایں وجہ حلال است کہ خورانیدن حرام بمسلمانان درست نیست و آنہا حرام خوارند اگر چیزے بطریقِ سود دادہ خواہد شد بیش ازیں نیست کہ حرام خواہد خورد و اما ذمیان ہر چند کہ کافر حرام خوار باشند در دار الاسلام دادنِ سود بایں جہت حرام است کہ ترویجِ معاملہ سود در دار الاسلام مے شود و در دار الحرب ایں ہر دو علت مفقود است پس مباح باشد و تحقیق ایں است کہ دادنِ سود بالتبع حرام است کہ مال کسے نمے گیرد بلکہ مالِ خود میدہد و مالِ خود دادن گو دراں نقصانِ خود باشد خصوصاً برائے رفعِ حاجت و دفعِ ظلم مباح است پس وجہ حرمت دراں ہمیں دو چیز است۔ یکے آنکہ غیر را حرام میخورانند مثل دادن رشوت بہ قاضی و حاکم دوم آنکہ باعثِ ترویج ایں معاملہ در دار الاسلام مے شود و لہٰذا دادنِ سود

سوال۔ حربیوں کو سود دینا درست ہے یا نہیں۔

جواب کتبِ فقہیہ کی عبارتیں عام طور پر واقع ہوئی ہیں یعنی سود دینے اور لینے دونوں کو شامل ہیں جیسے لا ربوا الخ یعنی دار الحرب میں مسلمان اور حربی کے درمیان سود نہیں اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے اپنے کسی رسالے میں سود دینے کی بھی توجیہ لکھی ہے جو فقیر کو اس وقت یاد نہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ حربیوں سے سود لینا اس معنی کر حلال ہے کہ حربی کا مال مباح ہے اگر کسی طرح کی عہد شکنی نہ ہو اور جب حربی خود بخود دیتا ہے تو بے شبہ حلال ہوگا حربیوں کو سود دینا یوں حلال ہے کہ مسلمانوں کو حرام چیز کھلانا درست نہیں اور کافر ہیں کہ بے دغدغہ حرام کھاتے ہیں تو اگر تھوڑا سا مال بطریقِ سود اُن کو دے دیا جائے گا تو اس سے زیادہ اور کیا خرابی لازم آسکتی ہو کہ انھیں حرام مال کھلایا گیا رہے ذمی اگرچہ ہیں تو وہ بھی کافر حرام خوار مگر اُنھیں دار الاسلام میں سود دینا اس لیے حرام ہے کہ معاملۂ سود کا رواج دار الاسلام میں پھیلتا ہے اور دار الحرب میں چونکہ یہ دونوں وجہیں پائی نہیں جاتیں اس لیے مباح ہے اور اس مسئلہ کی تحقیق یہ ہو کہ سود دینا تبعاً حرام ہو کیونکہ خود کسی کا مال ہضم نہیں کرتا بلکہ اپنا مال دوسرں کو دیتا ہے اور اپنا مال دوسروں کو دینے میں گو اپنا نقصان ہو لیکن رفعِ حاجت اور دفعِ ظلم کے لیے مباح ہی پس ذمیوں کو سود دینے کی وجہ حرمت یہی دو چیزیں ہیں غیر کو حرام کھلانا مثلاً قاضی و

بنابر اضطرار در دارالاسلام ہم جائز داشتہ اند غرض در گرفتن و دادن فرق بسیار گو در اصلِ وزر ہر دو شریک اند ؛

اضطرار کے وقت دارالاسلام میں بھی سود دینا جائز بتایا ہے غرض کہ سود لینے اور دینے میں بڑا فرق ہے اگرچہ اصل گناہ میں دونوں برابر ہیں ۔

فتوٰے مولوی عبدالحیؒ صاحب لکھنوی

سوال ۔ در عملداریِ نصارےٰ کہ اہل اسلام مبالغ نزد نصارےٰ جمع میسازند و سود آں از نصارےٰ مے گیرند و آں را وثیقہ مے نامند درست است یا نہ ؛

جواب ۔ در دارالحرب میانِ مسلم و کافر حربی معاملہ ربوٰ درست است چنانچہ در نقایہ مے آرد لَا رِبٰوا بَيْنَ مُسْلِمٍ وَّحَرْبِیٍّ فِیْ دَارِہٖ انتھٰی ۔ و عملداری نصارےٰ برمذہب صاحبین بسبب آنکہ شعارِ کفر بے خدخہ با علان رواج گرفتہ دارالحرب است پس وثیقہ درست است و بنا بر مذہب امام اعظم رح دارالاسلام کہ دارالحرب مے شود مشروط است بشروطِ ثلٰثہ بر تقدیرِ تحقق شروط ثلاثہ عملداریِ نصارےٰ البتہ دارالحرب خواہد گشت و وثیقہ جائز خواہد شد برجندی در شرح نقایہ مے نویسد

فَعِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ لَا یَصِیْرُ دَارُ الْحَرْبِ اِلَّا بِثَلٰثَۃِ اَشْیَآءَ اَحَدُھَا اَنْ یَّکُوْنَ مُتَّصِلًا بِدَارِ الْحَرْبِ لَیْسَ بَیْنَھُمَا مَوْضِعٌ فِیْ یَدِ اَھْلِ الْاِسْلَامِ وَالثَّانِیْ اَنْ یُّجْرٰی فِیْھَا اَھْلُ الْحَرْبِ اَحْکَامَھُمْ وَالثَّالِثُ اَنْ لَّا یَبْقٰی فِیْھَا مُسْلِمٌ اَوْ ذِمِّیٌّ اٰمِنٌ بِالْاَمَانِ الْاَوَّلِ وَعِنْدَھُمَا اِذَا اَجْرٰی اَھْلُ الْحَرْبِ فِیْ بَلْدَۃٍ

سوال نصارےٰ کی عملداری میں جو مسلمان روپیہ نصاریٰ کے پاس جمع کرا دیتے ہیں اور اُس کا سود نصاریٰ سے لیتے اور اُس کا نام وثیقہ رکھتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں ؛

جواب دارالحرب میں مسلمان اور حربی کافر میں سود کا معاملہ درست ہے جیسا کہ نقایہ میں لکھا ہے کہ مسلمان اور حربی میں دارالحرب میں سود نہیں انتہٰی ۔ اور نصارےٰ کی عملداری صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد کے مذہب پر دارالحرب ہے کیونکہ ان کی عملداری میں کفر کے شعائر بے کھٹکے کھُلم کھُلا پھیل گئے ہیں اور جب یہ ہے تو وثیقہ درست ہے اور امام اعظمؒ کے مذہب پر دارالاسلام تین شرطوں سے دارالحرب ہو جاتا ہے تو جس صورۃ میں تینوں شرطیں نصارےٰ کی عملداری میں پائی جائیں گی نصاریٰ کی عملداری یقیناً دارالحرب ہو گی اور دارالحرب ہو گی تو وثیقہ بھی جائز ہو گا ۔ برجندی شرح نقایہ میں لکھتے ہیں کہ

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تین چیزوں سے دارالاسلام دارالحرب ہو جاتا ہے ایک یہ کہ دارالاسلام دارالحرب سے متصل ہو یعنی دارالاسلام اور دارالحرب میں کوئی ایسی جگہ نہ ہو جو مسلمانوں کے قبضے میں ہو دوسرے یہ کہ وہاں اہل حرب اپنے احکام جاری کرتے ہوں تیسرے یہ کہ وہاں کسی مسلمان یا ذمی کے لیے پہلے امن و امان کے عہد پر امن باقی نہ ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک دارالاسلام اسی وقت دارالحرب ہو جاتا ہے جبکہ شہر میں اہل حرب کے احکام جاری ہوں

أحكامهم صارت دار حرب كيف ما كان كذا في فتاوى قاضيخان ۔

خواہ کوئی سا بھی شہر ہو اور کسی طریق پر بھی احکام جاری ہوں ۔ اسی طرح فتاوٰے قاضیخاں میں ہے ۔

اور عالمگیریہ ہے آرد قال محمد في الزيادات إنما يصير دار الإسلام دار الحرب عند أبي حنيفة بشرائط ثلث أحدها إجراء أحكام الكفار على سبيل الاشتهار وأن لا يحكم فيها بحكم الإسلام والثاني أن تكون متصلة بدار الحرب لا يتخلل بينهما بلدة من بلاد الإسلام والثالث أن لا يبقى فيها مؤمن ولا ذمي آمنا بأمانه الأول الذي كان ثابتا قبل استيلاء الكفار للمسلم بإسلامه وللذمي بعقد الذمة انتهى ۔

فتاوٰے عالمگیریہ میں ہے کہ امام محمد زیادات میں لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک تین شرطوں سے دارالاسلام دارالحرب ہوجاتا ہے ایک یہ کہ علی الاعلان کفار کے احکام جاری ہوں اور وہاں اسلامی شریعۃ کے حکم پر فیصلہ نہ دیا جاتا ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ شہر دارالحرب سے اس طرح متصل ہو کہ اس میں اور دارالحرب میں کوئی اسلامی شہر حائل نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ کوئی مسلمان اور ذمی اپنی اس امان اول کی وجہ سے جو کفار کے غالب ہونے سے پیشتر مسلمان کو اس کے اسلام اور ذمی کو عقد ذمہ کی وجہ سے حاصل تھی امن وامان سے نہ رہ سکے

انتہٰی

فتوٰی شاہ عبدالعزیز صاحب دارالحرب کے بیان میں

سوال دارالاسلام دارالحرب میشود یا نہ ۔

جواب درکتب معتبرہ اکثرہمیں روایۃ اختیار کردہ ۔ کہ دارالاسلام دارالحرب میتواند شد بشروط ثلاثہ ۔ در درمختار مینویسد ۔

لا تصير دار الإسلام دار الحرب إلا بأمور

سوال ۔ دارالاسلام دارالحرب ہوسکتا ہے یا نہیں

جواب ۔ معتبر کتابوں میں بہت لوگوں نے یہی روایۃ اختیار کی ہے کہ دارالاسلام دارالحرب ہوجاتا ہے تین شرطوں کے پائے جانے سے ۔ درمختار میں لکھا ہے کہ :۔

دارالاسلام تین باتوں کے پائے جانے سے دارالحرب ہوجاتا ہے

ثَلٰثَۃٍ بِاِجْرَاءِ اَحْکَامِ اَھْلِ الشِّرْکِ وَبِاِتِّصَالِھَا بِدَارِ الْحَرْبِ وَبِاَنْ لَّا یَبْقٰی مُسْلِمٌ اَوْ ذِمِّیٌّ اٰمِنًا بِالْاَمَانِ الْاَوَّلِ عَلٰی نَفْسِہٖ وَدَارُ الْحَرْبِ تَصِیْرُ دَارَ الْاِسْلَامِ بِاِجْرَاءِ اَحْکَامِ اَھْلِ الْاِسْلَامِ فِیْھَا ⁂

ایک مشرکوں کے احکام جاری ہونے سے دوسرے دارالاسلام کے دارالحرب کے ساتھ متصل ہونے سے تیسرے کسی مسلمان یا ذمی کے لیے امان اوّل کی وجہ سے امن باقی نہ رہنے کی وجہ سے اور دارالحرب۔ دارالاسلام ہو جاتا ہے اگر وہاں مسلمانوں کے احکام نافذ ہوتے ہوں ⁂

ودر کافی میگوید اِنَّ الْمُرَادَ بِدَارِ الْاِسْلَامِ بِلَادٌ یَجْرِیْ فِیْھَا حُکْمُ اِمَامِ الْمُسْلِمِیْنَ وَتَکُوْنُ تَحْتَ قَھْرِہٖ وَبِدَارِ الْحَرْبِ بِلَادٌ یَجْرِیْ فِیْھَا اَمْرُ عَظِیْمِھَا وَتَکُوْنُ تَحْتَ قَھْرِہٖ۔ انتھٰی

کافی میں ہے کہ دارالاسلام سے وہ شہر مراد ہیں جن میں مسلمانوں کے حاکم کا حکم جاری ہو اور وہ شہر اُس کے قبض و تصرف میں ہوں اور دارالحرب سے وہ شہر مراد ہیں جن میں حربیوں کے بادشاہ کا حکم جاری ہو اور وہ شہر اُس کے تحت تصرف میں ہوں ⁂

دریں شہر حکم امام المسلمین اصلا جاری نیست و حکم روسائے نصاریٰ بے دغدغہ جاری است و مراد از اجرائے احکام کفر این است کہ در مقدمۂ ملک داری و بندوبست رعایا و اخذ خراج و باج و عشور اموالِ تجارۃ و سیاست قطاع الطریق و سراق و فصلِ خصومات و سزائے جنایات کفار بطورِ خود حاکم باشند آرے اگر احکام بعضے اسلام را مثل جمعہ و عیدین و اذان و ذبح بقر تعرض نکنند نکردہ باشند لیکن اصل الاصول ایں چیزہا نزد ایشاں ہباء و ہدر است زیراکہ مساجد را بے تکلف ہدم مینمایند و ہیچ مسلمان یا ذمی بغیر استیمانِ ایشاں دریں شہر و در نواحِ آں نمیتوانند آمد برائے منفعت خود واردین و مسافرین و تجار را مخالفت نے نمایند اعیان دیگر مثل شجاع الملک و ولایتی بیگم بغیر حکم ایشاں دریں بلاد داخل نمیتوانند شد و ازیں شہر تا کلکتہ عمل نصاریٰ ممتد است آرے در چپ و راست مثل حیدرآباد و لکھنؤ و رامپور احکام خود جاری نکردہ اند بسبب

اِس شہر (دہلی) میں مسلمانوں کے حاکم کا حکم بالکل جاری نہیں ہے اور نصاریٰ کے سرداروں کا حکم بے کھٹکے جاری ہے۔ احکام کفر کے جاری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مُلک داری اور رعایا کے انتظام اور خراج اور باج اور مالِ تجارۃ کے عُشر لینے اور رہزنوں اور چوروں کی سیاست اور لوگوں کے باہمی جھگڑوں کا چکوتا کرنے اور جرموں کی سزا دینے میں کفار خود حاکم ہوں۔ رہی یہ بات کہ اسلامی شریعۃ کے بعض احکام جیسے مثلاً جمعہ۔ عیدین۔ اذان گائے کی قربانی سے تعرض نہیں کرتے ہیں پڑے نہ کرو (اس سے دلی دارالاسلام نہیں ہوسکتی) کیونکہ ان احکام کی جڑ ان کے نزدیک ضائع و برباد ہے یہی وجہ ہے کہ مسجدوں کو بے تکلف مسمار کر دیتے ہیں اور کوئی مسلمان یا ذمی اُن کی پروانگی امان کے بدون اِس شہر اور اس کے اطراف و جوانب میں آ نہیں سکتا آنے والے اور مسافر اور سوداگروں سے اپنے فائدے کے لیے مخالفت نہیں کرتے ہاں دوسرے امیرزادے جیسے شجاع الملک اور ولایتی بیگم اِنکے بے حکم اِن شہروں میں آ نہیں سکتے۔ اِس شہر سے کلکتے تک نصاریٰ کی عملداری پھیلی ہوئی ہے۔ ہاں دائیں بائیں جیسے حیدرآباد اور لکھنؤ اور رامپور میں ان لوگوں نے اپنے احکام جاری نہیں کیے اِن ملکوں کے مالکوں کی اطاعۃ۔

مصالحۃ و اطاعت مالکان آں ملک و از روے احادیث و تتبّع سیرِ صحابۂ کرام و خلفائے عظام ہمیں مفہوم میشود زیرا کہ در عہدِ صدیق اکبر ملک بنی یربوع را حکم دار الحرب دادند حالانکہ جمعہ و عیدین و اذان در انجا جاری بود مگر انکار حکم زکوٰۃ کردہ بودند ہمچنیں یمامہ گرد و نواح آں را حکمِ دار الحرب دادند باوجودیکہ مسلمانان دراں بلاد موجود بودند و علیٰ ہذا القیاس در عہدِ خلفاءِ کرام ہمیں طریق مسلوک بود بلکہ در عہد حضرۃ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم فدک و خیبر را حکم دار الحرب فرمودند حالانکہ تجارِ اہلِ اسلام بلکہ بعضے سکنۂ آنجا نیز دراں مکانات در وادی القرے مشرف باسلام بودند و فدک و خیبر را کمال اتصال بود با مدینۂ منورہ ⁂

اور باہم صلح ہونے کی وجہ سے۔ اور حدیثوں کی رو سے اور صحابۂ کرام اور خلفاے عظام کے طریقے کے تتبّع سے یہی بات سمجھی جاتی ہے کیونکہ حضرۃ صدیق اکبر نے اپنے زمانے میں بنی یربوع کے ملک کو دار الحرب کا حکم دیا ہی حالانکہ جمعہ اور عیدین اور اذان یہ سب باتیں وہاں جاری تھیں مگر وہ لوگ حکم زکوٰۃ کے منکر تھے۔ اسی طرح یمامہ اور اُس کے اطراف و جوانب کو دار الحرب کا حکم دیا تھا باوجودیکہ اُن شہروں میں مسلمان موجود تھے اور اسی طرح خلفاءِ کرام کے زمانے میں یہی طریقہ جاری تھا بلکہ خود جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد میں فدک اور خیبر کو دار الحرب کا حکم دیا تھا حالانکہ مسلمان تاجر وہاں موجود تھے بلکہ وہاں کے کچھ باشندے بھی وادی القرےٰ میں مشرف باسلام ہو چکے تھے اور فدک و خیبر مدینہ منورہ سے بہت ہی قریب و متصل تھے۔

من المترجم - آدمی ایک خاص طرح کا مخلوق ہے اُس کو زندگی اور آسایش کے لیے اتنا ساز و سامان درکار ہے کہ وہ اکیلا اپنی ذات سے اُس کو بہم نہیں پہونچا سکتا ناچار اُس کو وقتاً فوقتاً اپنے ابناے جنس سے مدد لینے کی ضرورۃ واقع ہوتی رہتی ہو اور اسی لیے آدمی تھوڑے تھوڑے بہت بہت دیہات قصبات اور شہروں میں مل کر بود و باش کرتے ہیں تاکہ ضرورتوں کے بہم پہونچانے میں۔ ایک دوسرے کی مدد کر سکیں۔ امداد و استمداد اکثر لین دین اور خرید فروخت کی شکل میں ہوتی ہو شروع شروع میں تو ایک ہی بستی کے لوگ آپس میں تعامل کرتے ہوں گے۔ پھر تہذیب اور شایستگی کے ساتھ ساتھ ترقی کرتے کرتے اب تو ساری دنیا ایک ہی بستی کا حکم رکھتی ہے۔ اور تجارۃ کا جال ہے کہ ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ ایک طرف تو آدمی اپنے ابناے جنس کے ساتھ طرح طرح کے تعلقات رکھنے پر مجبور ہے اور دوسری طرف ہر ایک کی طبیعۃ میں تھوڑی بہت خود غرضی بھی ہے۔ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ[1] تو اغراض میں کشمکش کا ہونا بھی ضروری بات ہی اور یہی کشمکش تمدّن میں خلل انداز اور تمام فسادات کی جڑ ہے۔ پس امن کے قائم رکھنے کے لیے ضرور ہوا کہ آدمی کے معاملات کسی قاعدے کے محکوم ہوں مسلمانانِ ہند کے لیے تین قاعدے ہیں۔ رسم و رواج۔ مذہب اور انگریزی قانون۔ قاعدوں میں سب سے زیادہ مضبوط اور پکّا قاعدہ تو وہ ہے جس پر رسم و رواج اور مذہب اور حاکمِ وقت کا قانون تینوں متفق ہوں۔ اور اگر ایک یا دو اختلاف کریں تو اسی نسبت سے قاعدہ ضعیف سمجھا جائے گا۔ اگر ہم قوۃ اور ضعف کے اعتبار سے مذکورہ بالا تینوں قاعدوں کو ایک دوسرے سے مقابلہ کر کے دیکھیں تو عملاً رسم و رواج کی بڑی زبردست حکومۃ ہے اس کے بعد مذہب کی اور مذہب کے بعد قانونِ حاکم کی۔ قانونِ حاکم کو ہم نے سب میں ضعیف الحکومۃ بنایا بدو وجہ۔ اوّل تو قانونِ حاکم رسم و رواج اور مذہب

[1] اور (تھوڑا بہت) بخل تو سب ہی کی طبیعۃ میں ہوتا ہے ۱۲

کی مخالفت سے خود پہلو تہی کرتا ہے۔ "ایاز قدر خود بشناس"۔ دوسرے قانون حاکم کی گرفت سے بچنے کی بہت تدبیریں ہیں اور آسانی سے عمل میں لائی جاسکتی ہیں۔ ہم کو اس مقام پر مذہب سے بحث ہے اور مذہب بھی مذہبِ اسلام۔ جہاں تک اس کو لین دین اور خرید و فروخت سے تعلق ہے۔ اسلامی شریعۃ کی تعلیم کا لُبّ لُباب ہر ایک بات میں یہ ہے کہ آدمی دنیا میں "مُرنج و مرنجان" زندگی بسر کرے نہ آپ تکلیف اُٹھائے نہ کسی دوسرے کو تکلیف پونہچائے۔ معتقدات عبادات معاملات کے متعلق جتنے بھی اوامر و نواہی ہیں ایک ایک کو جانچ کر دیکھا تو پایا کہ سب اسی اصل پر متفرّع ہیں ✦

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ✦ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ✦ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ✦ فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ✦ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ✦ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ✦ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ✦

سلہ اللہ تمہارے ساتھ آسانی کرنی چاہتا ہے اور تمہارے ساتھ سختی نہیں کرنی چاہتا ۱۲ سلہ اللہ کسی شخص پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اُسی قدر جس (کے اُٹھانے) کی اُس کو طاقت ہو ۱۲ سلہ (خدا نے) دین (کے بارے) میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی (تمہارے لیے وہی) دین (تجویز کیا جو) تمہارے باپ ابراہیم کا تھا ۱۲ سلہ پھر جو بھوک سے بے قرار ہو (اور) گناہ کی طرف اُس کا میلان نہ ہو (اور وہ بمجبوری کوئی حرام چیز کھالے) تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۱۲ سلہ اور جس (ذبیحے) پر خدا کا نام لیا گیا ہو اُسی میں سے تمہارے نہ کھانے کا سبب کیا؟ حالانکہ جو چیزیں خدا نے تم پر حرام کردی ہیں اُس نے تفصیل کے ساتھ تم پر بیان کردیں (اور اُن میں مُردہ جانور داخل ہے) ہاں وہ چیز کہ (حرام تو ہے مگر بھوک کی غیر کی وجہ سے) تم اُس (کے کھانے) پر مجبور ہو جاؤ (تو وہ بھی حرام نہیں) ۱۲ سلہ جو شخص (کفر پر) مجبور کیا جائے مگر اُس کا دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہو (اُس سے کچھ مواخذہ نہیں) لیکن جو شخص ایمان لانے پیچھے خدا کے ساتھ کفر کرے اور کفر کرے بھی تو جی کھول کر تو ایسے لوگوں پر خدا کا غضب اور اُن کے لیے بڑا (سخت) عذاب ہے ۱۲ سلہ مسلمانوں کو چاہیے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا تو اُس سے اور اللہ سے کچھ سروکار نہیں مگر (اس تدبیر سے) کسی طرح پر اُن (کی شرارت) سے بچنا چاہو تو خیر ۱۲ ف

ف اٹھائیسویں پارے کی سورۂ ممتحنہ میں اِس کی زیادہ توضیح ہے۔ بظاہر ہم ہندوستان کے مسلمانوں کے حق میں یہ حکم سخت اور سخت ہونے کے علاوہ مضر بھی ہے کہ ہم غیر مذہب والوں کی رعیت ہیں اور اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کی رُو سے ہم کو خیر خواہ اور وفادار رعیت بن کر رہنا ہے ہم غیر مذہب کے لوگوں میں ملے جلے بستے ہیں ہمارا اُن کا چولی دامن کا ساتھ ہے لین دین ہی ہم میں اُن میں طرح طرح کے تعلقات ہیں۔ اُن کے بدون ہم اور ہمارے بدون وہ رہ نہیں سکتے۔ اور لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا کے مطابق ہم کو خدا کی طرف سے فساد کی سخت مناہی ہے تو اگرچہ اس جگہ صراحت نہیں مگر قرآن کے دوسرے متعدد مقامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کافروں یعنی غیر مذہب والوں کے ساتھ دوستی کی ممانعت ایک حکمِ موقت تھا ملک داری اور ملک گیری کی مصلحتوں پر مبنی۔ یعنی جب اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی جارہی تھی غیر مذہب والوں نے لڑائی چھیڑ دی تھی ایسے وقت میں ضرور تھا کہ مسلمان غیر مذہب والوں کے ساتھ سازش نہ رکھیں اور مسلمانوں کی تدبیریں مخالفوں پر منکشف نہ ہوں ایسے انتظام ابھی بھی کرنے پڑتے ہیں یا دوستی سے دین کی دوستی مراد ہو تو ایسی دوستی تو مخالف مذہب کے لوگوں میں نہ ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے ۱۲

یا یوں کہو کہ اسلامی شریعۃ کے جتنے بھی اوامر و نواہی ہیں سب سرتاسر ہمارے ہی یعنی ہمارے یا ہمارے ابنائے جنس کے فائدے کے لیے ہیں۔ بجز اِس ایک مسئلہ سود کے کہ اس میں خیر یوں ہی سی ایک صورۃ تو فائدے کی دکھائی دیتی ہے باقی جتنی صورتیں ہیں سب میں ہمارا صریح مالی نقصان ہے۔ اس لیے کہ سود کا لین دین بھی ایک ذریعہ دولۃ کے بڑھانے کا ہم کا ھی ظاھر۔ تو جب سود کے لین دین کو منع فرما دیا تو اس کے یہی معنی ہیں کہ آمدنی کی ایک بابت کم ہو گئی ہم مسلمانانِ ہند کا حال یہ ہے کہ چھے سات سو برس ہندوستان کی سلطنۃ ہمارے قبضے میں رہی تو حکومۃ بھی تھی عزۃ بھی تھی دولۃ بھی تھی خوش حالی بھی تھی۔ شامتِ اعمال سے سلطنۃ ہاتھ سے نکل گئی تو سلطنۃ کے ساتھ حکومۃ عزۃ دولۃ خوش حالی کل چیزیں جو وابستہ سلطنۃ تھیں رخصۃ ہو گئیں۔ پھر بھی اتنا غنیمۃ ہوا کہ ہماری جگہ انگریز بادشاہ ہوئے۔ ہم نے انگریزوں کا کچھ بگاڑا تو تھا ہی نہیں انھوں نے بھی ہمارے ساتھ کسی طرح کی بد سلوکی نہیں کی۔ بلکہ خدا کو مُونہ دکھانا ہے ہر صورۃ سے ہماری پرداخت اور پرورش کرنی چاہی اور کی۔ مگر ہم کو تو اپنی بد اعمالیوں کی سزا بھگتنی تھی، ہم آپ ہی آپ ان سے بگڑے رہے گدھے کو دیا نمک اُس نے کہا میری آنکھیں پھوٹیں۔ گریز اور وحشت اور نفرۃ اور اجنبیّت اور دوئی اور تیر میر کا نتیجہ یہ ہوا اور اس کے سوا ہونا بھی کیا تھا کہ تیس کروڑ رعایا میں ہم مسلمان ہی حکومۃ اور عزۃ اور دولۃ اور خوش حالی کے اعتبار سے سب میں ہیٹے ہیں۔ سلطنۃ تو اب کیا ملتی تھی ؎ کلاہِ خسروی و تاجِ شاہی ❊ بہر کل کے رسد حاشا و کلا ❊ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَاۤءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاۤءُ ؗ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاۤءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاۤءُ ؕ بِیَدِكَ الْخَیْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[1] ع دولۃ ندہد خدا ئے کس را بجزاف جن کی ہے اُن کو مبارک "چشمِ ما روشن دلِ ما شاد"۔ مگر سلطنۃ کے بعد جو کچھ ہے دولۃ ہے ؎ اے زر تو خدا نہ ولیکن بخدا ستّارِ عیوب قاضی الحاجاتی ❊ تو دولۃ کے کمانے کے پہلے سے زیادہ بہتیرے دروازے کھلے ہوئے ہیں ؎ خدا گر بحکمت ببندد درے کشاید بفضل و کرم دیگرے ❊ ان میں سے ایک سود کا لین دین بھی ہے اوروں کے لیے کھڑکی تو ہم جیسے کاہلوں۔ جاہلوں نالائقوں احمقوں۔ آرام طلبوں۔ گھر گھسنوں۔ کم ہمتوں۔ ناشکروں۔ تقدیر اور توکّل کے بدنام کرنے والوں بے ہنروں۔ آپ اپنے پیروں پر کلھاڑی مارنے والوں کے لیے پھاٹک۔ ہم یہ تو نہیں کہتے کہ سود کی ممانعۃ نے مسلمانوں کو بے دولۃ اور مفلس کر دیا۔ مگر مرتے کو مارے شاہ مدار۔ اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ ہونے میں تو کچھ کلام بھی نہیں۔ مشکل یہ ہے کہ خدا نے ہم کو عقل دی اور عقل ہی کی وجہ سے ہم کو اسلامی شریعۃ کی پابندی کا حکم دیا گیا۔ اور خدا قرآن میں جب جگہ ہم کو خطاب کر کے فرماتا بھی ہے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ اور اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ اور اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ۔ اور اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اور لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا ؗ وَلَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا ؗ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ❊ غرض اِدھر تو عقل کی ہدایۃ پر کاربند ہونا ہے اور وہ سود کی ممانعۃ کو ہماری مفلسی اور بے دولتی کا سبب قرار دیتی ہے اور اُدھر قرآن میں سود کی نسبت ایسا وعیدِ سخت نازل ہو کہ خدا کی پناہ۔ پس ان دو متضاد باتوں کو کیونکر جمع کیا جائے۔ خدا کی نسبت ایسا گمان بد کرنا بھی کفر ہے کہ اس نے دین اسلام اس غرض سے جاری کیا ہے کہ مسلمان دولۃ جمع نہ کرنے پائیں اور اقوامِ معاصر کے مقابلے میں ذلیل و خوار ہو کر رہیں ❊

[1] تُو ہی، جس کو چاہے سلطنت دے اور تُو ہی، جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تُو ہی، جس کو چاہے عزۃ دے اور تُو ہی، جسے چاہے ذلت دے (ہر طرح کی خیر و) خوبی تیرے ہی ہاتھ میں ہے بے شک تُو ہر چیز پر قادر ہے ۱۲

ممکن نہیں کہ دین میں نیا نہ ہو دخیل پروردگار جس کا نہیں ہے کوئی عدیل		ایسا خیال کر نہیں سکتا کوئی عقیل کیوں چاہنے لگا کہ مسلمان ہیں ذلیل	

عزّۃ ہے سب خدا کی خدا کے رسول کی
پھر اُس کی جس نے دعوۃِ ایماں قبول کی

وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ[۵۱]۔ منافع تجارۃ کو خدا نے قرآن میں اپنا فضل فرمایا ہے اور مال کو خیر۔ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ[۵۲] ٭ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ[۵۳] ٭ کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَکَ خَیْرَا ِۨ الْوَصِیَّۃُ لِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ بِالْمَعْرُوْفِ[۵۴] وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ[۵۵]۔ ایسا کون سا بندہ بشر ہے جو آسودہ زندگی کرنی نہیں چاہتا۔ ہم تو سب کو رات دن اسی میں غلطاں پیچاں پاتے ہیں اور یہ عقلاً شرعاً عرفاً کوئی الزام کی بات نہیں۔ الزام کی بات اگر ہے تو یہ ہے کہ آدمی کسبِ معاش میں اپنے ابنائے جنس میں سے کسی کو نقصان پہونچائے کہ اُس سے امن میں خلل پڑتا اور شیرازۂ تمدُّن درہم و برہم ہوتا ہے۔ معاملات میں بھی اسلامی شریعۃ نے اپنے عام اُصول کو ملحوظ رکھ کر یہی حکم دیا کہ کوئی سا معاملہ بھی ہو اُس میں کسی طرح کا دھوکا نہ ہو۔ فریب نہ ہو۔ جس سے معاملہ کیا جائے اُس کی کسی طرح کی حق تلفی نہ ہو۔ جبر نہ ہو۔ سختی نہ ہو۔ غرض فریقین اچھی طرح سوچ سمجھ کر خوشی رضامندی سے معاملہ کریں۔ وہ جو کہتے ہیں "تانت باجی راگ پایا"۔ سورہ بقرہ کا اُنتالیسواں رکوع یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ[*] الی اٰخرہٖ پڑھو تو معلوم ہو کہ ہمارے باہمی معاملات میں خدا کس درجے کی صفائی اور راستی چاہتا ہے۔ اب ہم سودی معاملات کو اس کسوٹی پر کس کر دیکھتے ہیں تو اِن میں کسی طرح کی قباحۃ نہیں پاتے ایک شخص کو روپے کی ضرورۃ ہے اور روپے کے بدون اُس کا کام اٹکا ہوا ہے، اور وہ ہم سے قرض مانگتا ہے۔ ہم اِس خیال سے کہ میعادِ قرض تک اِس روپے کو کسی سودمند کام میں مشغول رکھ کر اُس سے فائدہ کما سکتے ہیں اُس فائدے کے عوض میں گیرندۂ قرض سے سود کا ٹھہراؤ کر لیں تو اس میں کون سا اخلاقی گناہ ہے۔ ہم نے وقت پر اُس کا کام نکال دیا۔ حسابِ دوستاں در دل۔ اُس نے سود کو کار برآری کا۔ ہم نے اُس فائدے کا جو ہم کو اُس روپے سے حاصل ہوتا معاوضہ سمجھا۔ اپنی اپنی جگہ دونوں خوش دونوں راضی رضا۔ بے شک اگر ہم اُس کو بے سود قرض دے دیتے جس کو عرفِ عام میں قرضِ حَسَنا کہتے ہیں تو بڑی فیاضی اور مروّت کی بات ہوتی لیکن شریعۃ ہم کو اِس بات پر مجبور نہیں کرتی کہ کوئی ہم سے قرض مانگے اور ہمارے ہاتھ تلے روپیہ ہو تو ہم ضرور اُس کو قرض دے دیں تو وہی شریعۃ ہم کو قرضِ حسنا دینے پر کیونکر مجبور کر سکتی ہے۔ بے سودی قرضہ دینے پر مجبور کرنے کا ضروری نتیجہ یہ ہو گا کہ مال دار لوگ قرضہ

[۵۱] حالانکہ (اصلی) عزۃ اللہ کی اور اُس کے رسول کی اور مسلمانوں کی ہے مگر منافق (اس بات سے) واقف نہیں ۱۲ [۵۲] (حج کے موسم میں) تم (مسلمان) اپنے پروردگار کا فضل (مثلاً تجارۃ سے کوئی مالی فائدہ) حاصل کرنا چاہو تو (اس میں) تم پر کچھ گناہ نہیں ۱۲ [۵۳] پھر جب نماز (جمعہ) ہو چکے تو (مسلمانو!) تم کو اختیار ہے کہ اپنی اپنی راہ لو اور خدا کے فضل (یعنی معاش) کی جستجو میں لگ جاؤ ۱۲ [۵۴] (مسلمانو!) تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کے سامنے موت آموجود ہو (اور) وہ کچھ مال چھوڑنے والا ہو تو ماں باپ اور رشتے داروں کے لیے واجبی طور پر وصیت کر مرے ۱۲ [۵۵] اور وہ (یعنی آدمی) مال کی محبت میں بڑا سخت ہی ۱۲ [۵۶] یہ پورا رکوع مع ترجمہ حقوقِ اہلِ معاملہ

[*] "ادھار کے لین دین" کے عنوان میں گزر چکا ہے۔ وہاں ملاحظہ ہو ۱۲

دوسرے ادیان کے رخنے اُن کی آنکھ کا ناخنہ ہیں تو یہ سود کا مسئلہ اسلام کی آنکھ کا ٹینٹ ہے۔ قرآن میں تو مسلمانوں کو صرف سود لینے کی مناہی ہے۔ اتنی مناہی نے بھی مسلمانوں کو معتدبہ نقصان پونہچایا کہ جس کے پاس بزرگوں کی متروکہ دولة تھی کچھ اور نہ کرتا تو سود ہی کے ذریعے سے اُس کو بڑھاتا۔ شرعی ممانعة نے اُس کو یہ بھی نہ کرنے دیا۔ سود دینے کی ممانعة تو دولتمند مسلمانوں پر اثر کر سکتی ہے اور وہ ہماری قوم میں پہلے ہی سے کم ہیں۔ اس سے بڑھ کر تو حضرة جابرؓ کی وہ حدیث ہے جس میں لینے والے دینے والے دلوانے والے سودی دستاویز کے لکھنے والے گواہ سب کو ایک لاٹھی سے ہانکا گیا ہے۔ مگر جو حال نا ممکن التعمیل احکام کا ہمیشہ سے ہوا کیا ہے اور ہونا چاہیئے وہی حال اسلامی سودی ممانعة کا ہے کہ کوئی مسلمان نہ ان پر عمل کرتا ہے اور نہ کر سکتا ہے۔ اس سے بڑھ کر حکم شریعة کی بے حرمتی اور کیا ہو گی کہ کتابت بآں شور اشوری اور عمل بایں بے نمکی۔ ہم میں سے کسی قدر خوش حالی ہے تو تجارة پیشہ لوگوں میں ہے اور تاجر بھی وہ تاجر جو ولایت سے مال منگوتے ہیں۔ آج سود کا لین دین بند کر دو۔ ساری تجارة چوپٹ۔ انسانی فطرة اور اسلامی شریعة کی سہولة کے ساتھ ممانعتِ سود کی سختی پر نظر کرتے ہیں تو سوائے اس کے اور کوئی پہلو سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم ممانعتِ سود کی کوئی ایسی توجیہ کریں کہ سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ ایک متبادر اور پیش پا افتاد توجیہ تو یہ ہے کہ ہم سود خوار لوگوں کے نرغے میں ہیں ہم کو چار و ناچار نامسلم لوگوں میں محکوم نصاریٰ ہو کر رہنا ہے۔ مسلمانوں کی بے مقدرتی اُن کو مجبور کرتی ہے کہ سود خوار نامسلموں سے قرض لیں اور قرض کا قاعدہ ہے کہ لیا جاتا ہے منّت سے خوشامد سے۔ اور ادا کیا جاتا ہے نکتوڑوں سے۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎ مدہ مر دوستاں را قرض حبة ۔ فَاِنَّ القَرضَ مِقرَاضُ المَحبَّةِ ۔ اکثر انجام یہ ہوتا ہے کہ دعوے دائر ہوتے ہیں۔ خرچے بمعیت اصل و سود کی ڈگری۔ تعمیل نہ کرو تو گھر سے نکل باہر ہو۔ حکمِ حاکم مرگِ مفاجاة اضطرار اور شرعی ممانعة کے دوہرے دوہرے شکنجوں سے بچے رہنے کی سب سے آسان تدبیر جو سوجھ پڑتی ہے وہ یہی ہے کہ ہم اپنی خاص حالة کی وجہ سے اپنے تئیں حکمِ ممانعتِ سود کا مامور بہ اور مخاطب ہی قرار نہ دیں۔ یہ اُس سے بدرجہا بہتر ہو گا کہ مامور بہ اور مخاطب بن کر بیباکی اور شوخ چشمی کے ساتھ خلاف حکم کریں۔ معتقدات اور عبادات کے علاوہ معاملات کا ایسا اڑنگا ہمارے پیچھے لگا ہے کہ ہم حکمِ شرع کی تعمیل کرنا چاہیں بھی تو کر نہیں سکتے۔ ایک بات ہو تو کہی جائے۔ رجمِ زانی قطعِ یدِ سارق۔ مسلمان کے مقابلے میں نامسلم کی شہادة۔ میعادِ سماعت۔ حدود۔ کتنے احکام شرعی ہیں کہ انگریزی عملداری میں معطّل ہیں۔ قانونِ شریعة کو جگہ جگہ سے دیمک چاٹ گئی ہے۔ اب نہ ہندوستان میں پورا اسلام ہے اور نہ ہم پورے مسلمان ہیں۔ اسلام کا بڑا حصہ تو ہم نے اپنی بدکرداریوں سے چھوڑا کچھ انگریزوں نے لیا اور جو باقی بچا تھا ہمارے ہی مولوی اُس کے لینے کے درپے ہیں۔ ہماری مجبوریوں اور کمزوریوں پر تو نظر کرتے نہیں۔ بات بات میں کافر بنانے کو موجود۔ اب یہی سود کا مسئلہ ہے کہ اس میں تاویل اور توجیہ کی بہتیری ہی گنجایش ہے مگر گنجایش نکالیں نہ نکالیں مولوی۔ سو مولویوں کو تو ایسی باتوں کی طرف مطلق توجہ نہیں۔ مسلمانوں کے درد کی ذرا پروا نہیں۔ اس لیے کہ جب تک دنیا میں "چو احمق درجہاں باقیست مفلس کس نہ میماند" کا کلیہ قاعدہ جاری ہے۔ مولویوں کی اپنی معاش گویا بیمہ شدہ ہے۔ سود کے مسئلے میں غور کرے ان کی بلا ؎ بسختی اگر دیگرے شد ہلاک ۔ مرا ہست کشتی ز طوفاں چہ باک ۔ ورنہ سود کے متعلق جو مواد

ہم نے جمع کیا ہے اُس سے ظاہر ہے کہ اس مسئلے میں مجالِ کلام وسیع ہے۔ اس کی مزید توضیح یہ ہے کہ قرآن جیسا کہ وہ اب مجلّد بین الدّفتین ہم لوگوں کے پاس ہے۔ سارے کا سارا ایک دم سے نازل نہیں ہوا۔ پیغمبر صاحب عام الفیل میں دوشنبے کے دن بارھویں ربیع الاول ۵۷۰ء کسروی کو شہر مکّہ میں پیدا ہوئے اور وہیں رہے مگر آدمی تھے خِلقۃً نیک نہاد اس لیے کہ خدا اُن کو پیغمبری کے لیے منتخب فرما چکا تھا۔ اُن کی طبیعۃ اپنے ہی رشتہ داروں اور کُنبے والوں سے میل نہیں کھاتی تھی کہ وہ تھے بُت پرست اور ان کو شروع سے از خود بے کسی کی تعلیم کے بُت پرستی اور اُس کے لوازم سے طبعی نفرۃ تھی۔ عمر کے ساتھ ساتھ دینِ حق کا شوق ترقی کرتا گیا۔ جُوں جُوں عطارِ خدمتِ پیغمبری کا وقت قریب آتا جاتا تھا ان کی حالۃ دگرگوں ہوتی جاتی تھی یہاں تک کہ سب سے کنارہ کشی اختیار کر کے مکّے سے تین میل کے فاصلے پر حِرا پہاڑ کی کھوہ میں اکیلے بیٹھ کر خدا کی یاد میں مستغرق رہنے لگے۔ اسی حال میں تھے کہ خدا کا فرشتہ جبرئیل پہلی وحی خدا کے پاس سے لایا اور باقاعدہ ان کو پیغمبر بنا کر چلا گیا۔ اس وقت ان کی عمر چالیس سال سات مہینے کی تھی۔ اور وہ پہلی وحی سورۂ علق کی پہلی پانچ آیتیں تھیں یعنی اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝[1] اس کے بعد سے وحی کا سلسلہ جاری ہوا جب جب خدا کو منظور ہوتا متفرق آیتیں نازل ہوتیں اور پیغمبر صاحب اُن کو مناسب طور پر لکھوا تے اور جمع کرتے جاتے۔ پیغمبری کی حالۃ میں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سات مہینے کم تیئیس سال زندہ رہے اور وقتاً فوقتاً وحی آتی رہی۔ وحی کسی جگہ یا وقت یا مقدار کی پابند نہ تھی مکّے میں اور ہجرۃ کے بعد مدینے میں سفر میں، اقامت میں دن کو رات کو جلوۃ میں خلوۃ میں وحی نازل ہوا کی۔ اور پیغمبر صاحب کی زندگی میں قرآن جیسا کہ ہے بے کم و کاست جمع ہو گیا۔ قرآن کو تو ایسا سمجھو جیسے مثلاً بلا تشبیہ مجموعۂ قوانینِ تعزیرات ہند۔ کہ اس میں ہر ایک جرم کے لیے ایک انتہائی سزا لکھی ہے۔ لیکن صرف اتنی بات سے کہ ہر ایک جرم کی سزا مقرر کر دی عملاً قانون کا مدعا پورا نہیں ہوتا۔ مجرم کے مقابلے میں مقدمہ چلانا ہے۔ اُس سے جواب لینا ہے۔ سُولی کے چور کو سُولی تو نہیں دی جاتی۔ باندازۂ جرم ہر ایک مجرم کی سزا تجویز کرنی ہے۔ پھر سزا کی تعمیل کرانی ہے۔ ان سب باتوں کے لیے پولیس ہے۔ پولیس کا قانون ہے۔ ضابطہ فوجداری ہے۔ عدالت ہے۔ مجسٹریٹ ہے۔ پھر آخر میں جیلخانہ ہے۔ جیلخانے کا قانون ہے۔ اسی طرح قرآن تو ہر ایک حق کے متعلق چاہے وہ حق خدا کا ہو یا کسی بندے کا۔ تم کو تمھارا فرض بتا دے گا۔ مثلاً یہ کہ خدا کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ بندے اُس کی عبادۃ کریں یعنی مثلاً نماز پڑھیں تو قرآن اتنا ہی حکم دے گا کہ نماز پڑھو۔ کیونکر پڑھو یہ بتانا پیغمبر کا کام ہے۔ یعنی تعزیرات ہند کی جگہ قرآن ہے تو ضابطۂ فوجداری کی جگہ حدیث۔ مجسٹریٹ کی جگہ قاضی یا حاکم وقت یا مفتی۔ ہم نے جہاں پیغمبر صاحب کے حقوق لکھے ہیں وہاں صاف صاف بتا دیا ہے کہ پیغمبر صاحب کو وضعِ شرائع میں کہاں تک دخل تھا۔ وہ نصِّ قرآنی کے خلاف حکم دینے کے مجاز نہ تھے۔ ہاں اس کے شارح و مفسّر تھے اس کی تعمیل کا طریقہ بتانے والے تھے۔ وہ اسلام کی غرض و غایۃ کو سب سے بہتر سمجھتے تھے اور اسلامی اُصول کی رعایۃ سے مسلمانوں کی

---

[1] (اے پیغمبر قرآن جو وقتاً فوقتاً تم پر نازل ہوگا اُس کو) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھ چلو جس نے (مخلوقات کو) پیدا کیا (جس نے) آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے بنایا (قرآن) پڑھ چلو اور خدا پر بھروسا رکھو کہ) تمھارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے (آدمی کو) قلم کے ذریعے سے علم سکھایا (اُسی نے وحی کے ذریعے سے بھی) انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو اُس کو معلوم نہ تھیں ۔

تادیب کے قاعدے قرار دیتے تھے جن سے قرآن ساکت تھا ۔ یہ ہیں معنی وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی کے ۔ اور احکام حدیث کے واجب العمل ہونے کی بھی یہی سند ہے ۔ پھر اَلْعَالَمُ مُتَغَیِّرٌ ۔ ایسا سچا کلیہ ہے کہ ہر وقت ہر جگہ ہر چیز سے اس کی تصدیق ہوتی رہتی ہے ۔ اور سب سے زیادہ تغیر پذیر خود انسان کا حال ہے ۔ شخصی تغیرات سے قطع نظر نوعی تغیرات پر نظر کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ انسان زمانے کے ساتھ ساتھ تمدن میں بے حد ترقی کر رہا ہے ۔ زیادہ نہیں اب سے ایک ہی ہزار برس پہلے کے لوگوں کے حالات کو زمانِ حال کے لوگوں کے حالات سے مقابلہ کر کے دیکھو تو غذا ، لباس ، مکانات ، مشاغل ، عادات ، معاملات ، رسم و راہ ، ساز و سامانِ زندگی ہر چیز کو بدلا ہوا پاؤ گے ۔ با ایں ہمہ فطرۃ انسانی ایک چیز ہے جو نہ بدلی ہے اور نہ بدلے گی فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۔[1] اور چونکہ فطرۃ انسانی تبدیل پذیر نہیں اسی لیے دین اسلام بھی جو مبنی بر فطرۃ ہے تبدیل پذیر نہیں ۔ یہ ہے پیغمبر صاحب کے خاتم النبیین ہونے کا سبب مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۔[2] پیغمبر صاحب کا خاتم النبیین ہونا اور قرآن کا ابدی قانون ہونا دونوں کا مآل واحد ہے ۔ اس رُوداد سے ظاہر ہے کہ قرآن مجموعہ ہے اُصولِ احکام کا ۔ اب اگر معاملے کی کوئی جزئی صورۃ پیش آئے تو ہم پہلے رجوع کریں گے قرآن کی طرف ۔ قرآن میں وہی جزئی صورۃ مذکور ہو گی تو قرآن کی ہدایۃ پر عمل کرنا ہو گا ۔ قرآن کے بعد ہم رجوع کریں گے حدیث کی طرف ۔ قرآن و حدیث دونوں اُس جزئی خاص سے ساکت ہوں گے تو ہم پہلے قرآن میں پھر حدیث میں اس کا مقیس علیہ تلاش کریں گے ۔ اسی کا نام ہے اجتہاد ۔ لیکن مقیس علیہ ٹھیرانے کو چاہیے وسعتِ معلومات ، جستجو ، عقل کی رسائی ، غور و فکر ۔ اور چونکہ اتنی ساری لیاقت ہزاروں کیا لاکھوں میں کسی ایک آدھ کو ہوا کرتی ہے ۔ آغازِ اسلام سے اس وقت تک صرف چار مجتہد اسلامی دنیا میں مانے گئے ہیں ۔ امام ابو حنیفہ[3] ۔ امام شافعی[4] ۔ امام مالک[5] ۔ امام حنبل[6] ۔ اِن کے بعد سے نہ کسی نے اجتہاد کا دعوےٰ کیا اور نہ کوئی مجتہد تسلیم کیا گیا ۔ کچھ تو اس وجہ سے کہ موادِ شریعۃ جس قدر ائمۂ اربعہ کے زمانے تک جمع ہو چکا تھا مسلمانوں کی دینی دنیاوی ضرورتوں کے لیے کافی سمجھا گیا یعنی اسلام کی ترقی ایک حد پر پہونچ کر ٹھیر گئی تھی ۔ اور نئی صورتیں پیش نہیں آتی تھیں جن کے لیے جدید اجتہاد کی ضرورۃ ہو وہی پچھلی باتیں لوٹ پھر کر واقع ہوتی رہتی تھیں ۔ جن کے احکام معلوم تھے ۔ علاوہ بریں اجتہاد کے بند ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اجتہاد کے لیے ایسی سخت قیدیں لگا دی ہیں کہ کسی کو دعوےٰ اجتہاد کا حوصلہ نہیں پڑتا ۔ اور بعض نے ہضمًا للنفس اجتہاد کا دعوےٰ نہ کیا ہو تو اس میں بھی کچھ تعجب نہیں ۔ کہنے کو تو اجتہاد مدتوں سے بند ہے ۔ مگر ہمارے نزدیک نہ وہ بند ہوا اور نہ بند ہو سکتا ہے ۔ ہر ایک مولوی جس سے فتوےٰ طلب کیا جاتا ہے اور وہ فتوےٰ دیتا ہے ، بجائے خود

[1] یہ خدا کی (بنائی ہوئی) سرشت ہے جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے خدا کی (بنائی ہوئی) بناوٹ میں ردّ و بدل نہیں ہو سکتا یہی دین (کا) سیدھا (رستہ) ہے مگر اکثر لوگ نہیں سمجھتے ۱۲ [2] (مسلمانو!) محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں (تو زید کے کیوں ہوں) وہ تو اللہ کے رسول ہیں اور (خطوں کی مہر کی طرح سب) پیغمبروں کے آخر میں ہیں اور اللہ تمام چیزوں (کے حال) سے واقف ہے ۱۲ [3] یہ ۸۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں ماہ رجب روز جمعہ کو وفات پائی ۱۲ [4] امام مالک رحمہ اللہ ۹۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ ہجری میں انتقال کیا ۱۲ [5] آپ بغداد میں ۱۶۴ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۲۴۱ھ میں وفات پائی ۱۲ [6] ۱۵۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۲۰۴ھ ہجری میں انتقال فرمایا ۱۲

مجتہد ہو۔ اور مولوی پر کیا موقوف ہو اِستَفتِ قَلبَکَ کی رُو سے ہر شخص مجتہد ہو۔ اسی بنا پر ہم سود کی تحقیقات کرنا چاہتے ہیں تو سود دو قسم کا ہو ایک نقد کا سود دوسرے جنس کا سود۔ جنس کے سود سے تو ہم بعد کو بحث کریں گے۔ نقد کا سود یہی متعارف سود ہو کہ زید نے مثلاً خالد سے ایک ہزار روپے اِس اقرار سے قرض لیے کہ چھٹے مہینے میں یکمشت یا باقساط تمھارے ایک ہزار روپے ادا کر دوں گا اور ایک روپیہ سیکڑہ ماہانہ کے حساب سے سُود دوں گا سو الگ۔ اِس میں کچھ کلام نہیں کہ قرآن میں ایسے ہی سود کی مناہی ہو لیکن اس میں اشتباہ یہ واقع ہو کہ قرآن میں ایک جگہ تو اَضعَافًا مُّضَاعَفَۃً یعنی سود در سود کی مناہی ہو اور دوسری جگہ مطلق سُود کی تو جس صورۃ میں مطلق سود منع تھا۔ سود در سود بدرجہ اَولٰے منع ہوگا۔ اس کے لیے حکم خاص کی کیا ضرورۃ تھی یہ اشتباہ تو امام رازی کی تفسیر سے رفع ہو جاتا ہو وہ لکھتے ہیں کہ عرب کے لوگوں میں صرف سود در سود کا رواج تھا۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہو کہ قرآن میں جہاں مطلق سود کی مناہی ہے وہاں بھی سود سے سود در سود مراد ہو اور چونکہ مطلق سود کو الربٰو معرف باللّام فرمایا ہے نحو کے قاعدے سے وہی ربٰو سمجھا جائے گا معہود فی الذہن جو عرب میں مروّج تھا۔ اس توجیہ کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ سود میں قرض لینے والے کا تھوڑا بہت نقصان تو ہے کہ لیے ہزار اور دینے پڑے مثلاً ساڑھے دس سو۔ مگر اس نے کم سے کم اتنا تو فائدہ اُٹھایا کہ وقت پر اُس کا کام اٹکا نہ رہا۔ اور دوسرے ایک حساب سے اُس نے روپے والے کا نقصان کیا کہ خدا جانے وہ اُس روپے سے کیا کچھ کما لیتا۔ پس لینے والے کے فائدے کا معاوضہ سمجھو تو اور دینے والے کے نقصان کا معاوضہ سمجھو تو سود کے معاملے میں کسی طرح کا اخلاقی گناہ تو سمجھ میں نہیں آتا۔ پھر جو سُود کے بارے میں ایسا سخت وعید قرآن میں ہے کیوں ہو۔ ہو نہ ہو وہ وعید سخت سود در سود کے بارے میں ہے کہ سود در سود آخرکار قرض لینے والے کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور خلاقی گناہ کیا ہو سکتا ہو۔ اگر خدا نے کسی کو مقدور دیا ہے تو اخلاق کی رُو سے اُس پر اُس کے حاجتمند ابنائے جنس کا کچھ حق بھی ہے اَحسِن کَمَا اَحسَنَ اللّٰہُ اِلَیکَ اعلیٰ درجے کی نیکی تو یہ تھی کہ وہ تبرّع کے طور پر حاجتمند بھائی کی کارروائی کر دیتا ؎ برآوردن کارِ امیدوار ٭ بہ از قید بندی شکستن ہزار ٭ یہ نہ کر سکا تو خیر قرض حسنا دیتا یہ بھی نہ کر سکا تو جہاں تک ہوتا ہلکے سود پر قرض دیتا۔ ایسی خود غرضی بھی کس کام کی کہ آدمی اپنے جیسے آدمی کا خون چُوس کر اپنی پیاس بجھائے اور پیاس بھی مستسقی کی پیاس جس کسی کو خدا نے دولۃ دی راحت رسانی خلائق کے لیے دی ہے نہ لوگوں کی ایذا دہی کے لیے کہ اُن کا ذرا سا کام نکال کر اُن کو ساری عمر اپنا لنگونڈا بنائے رہے۔ سُود کے بارے میں دوسری وجہ اشتباہ یہ ہے کہ سب سے آخری وحی جو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ یہی حرمت ربٰو ہو اور عبداللہ بن عباسؓ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ جن کے حق میں پیغمبر صاحب نے دعا کی تھی اَللّٰھُمَّ عَلِّمہُ الکِتَابَ[1] اور اسی لیے عبداللہ بن عباس کی تفسیر سب تفسیروں سے زیادہ معتبر مانی جاتی ہے۔ علاوہ بریں حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی جو سایے کی طرح پیغمبر صاحب کے ساتھ رہتے تھے فرماتے ہیں کہ حرمتِ ربٰو پیغمبر صاحب کی حیات کے ایسے آخری زمانے میں نازل ہوئی کہ ہم میں سے کسی کو ربٰو کے بارے میں پیغمبر صاحب سے پوچھنے اور دریافت کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ یہ بات حضرۃ عمرؓ نے ضرور کسی ایسے موقع پر فرمائی ہوگی کہ کسی نے ربٰو کے بارے میں کچھ اشتباہ ظاہر کیا ہوگا اُس کے جواب میں حضرۃ عمرؓ نے ایسا فرمایا۔ اس سے یہ بات نکلی کہ صحابہ رضوان اللہ

[1] خداوندا اسے علم کتاب (قرآن) عطا کر ۱۲

علیہم کو بھی ربوٰ کے بارے میں اشتباہات تھے اور عجب نہیں کہ وہ اشتباہات اسی طرح کے ہوں جن کی تھوڑی تصریح ہم اوپر کر چکے ہیں۔ پھر ایک حدیث عبادہ بن صامت اور معاویہ کے اختلاف کی ہے۔ غرض سود کا مسئلہ جیسا صحابہ کے وقت میں مشتبہ اور ناصاف تھا ویسا ہی اب تک مشتبہ اور ناصاف چلا جاتا ہے۔ ہم کو دوسرے ملکوں کے علمار کا حال معلوم نہیں کہ وہ کیا فرماتے ہیں مگر سود کا لین دین عموم بلوے کی حد کو پونہچ گیا ہے۔ سب کے ہاں بنکیں یعنی مہاجنی کوٹھیاں ہیں سب کا لین دین یورپ اور امریکہ اور چین اور جاپان کے ساتھ برابر جاری ہے۔ بنکوں کا ہونا اور نامسلموں کے ساتھ تجارۃ کا کرنا سود کے لین دین کے بدون ہو ہی نہیں سکتا۔ پس ہم تو ایسا ہی خیال کرتے ہیں کہ دنیا بھر کے مسلمان ہم مسلمانانِ ہند کی طرح سود کے لین دین پر مجبور ہیں۔ اکثر نے تو ممانعتِ سود کو ناممکن التعمیل سمجھ کر حکم خدا کی طرف سے کان بہرے اور آنکھیں اندھی کر لی ہیں اور حلال طیب سمجھ کر سود لیتے بھی ہیں دیتے بھی ہیں۔ بعض جن کو دین و مذہب کا بھی کچھ خیال ہے شرعی حیلے تصنیف کرتے ہیں جو ہمارے نزدیک سود کے لین دین سے بدتر ہیں۔ کیونکہ حیلہ بنانا صاف خدا کو دھوکا دینا ہے یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَھُوَ خَادِعُھُمْ ہم نے اسی سود کے بارے میں حیلۂ شرعی کی ایک مثال سُنی جس کے بیان کرنے میں بھی طبیعۃ مضایقہ کرتی ہے۔ وہ مثال یہ تھی کہ ایک حیلہ گر نے سودی روپیہ قرض دیا۔ روپیہ ٹاٹ کی چار پیسے کی تھیلی میں تھا۔ سود کو تھیلی کی فرضی قیمت قرار دیا اور فی زعمہ سود کو حلال کر لیا۔ ہمارے ان آخری وقتوں میں دو عالم بڑے زبردست ہو گزرے ہیں مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی اور مولانا عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہما۔ دونوں نے ہندوستان کو انگریزی عملداری کی حالۃ میں دار الحرب قرار دے کر انگریزوں سے تو سود لینے کو جائز بتایا اور دوسری نامسلم رعایا سے ناجائز۔ انگریزوں سے جائز اس لیے کہ وہ کافر ہیں اور ان کا مال جس طرح پر بھی ہو مسلمان کو لینا روا ہے۔ دوسری نامسلموں سے ناجائز اس لیے کہ وہ انگریزی عملداری سے پہلے ہماری پناہ میں تھے اور ذمّی ہیں۔ ہم ان بزرگوں کے فتووں کے حق میں اس کے سوا اَور کیا کہہ سکتے ہیں کہ ہم ان کی عجیب منطق کو نہیں سمجھ سکتے۔ ستم ہے کہ ہندوستان چند فروعی احکامِ اسلام کے انگریزی عملداری میں معطل ہونے کی وجہ سے جو لوازم حکومۃ تھے دار الحرب ہو جائے اور جس آزادی سے مسلمان نماز روزہ حج زکوٰۃ ارکان اسلام بجا لا رہے ہیں اُن کا کچھ لحاظ نہ کیا جائے۔ دونوں مولوی صاحبوں نے لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ اور ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ کی مطلق پروا نہیں کی۔ اگر یہی اسلامی تعلیم ہے تو اسلام کو ہدفِ اعتراضات بنانا ہے نامسلم رعایائے انگریزی کو اپنا ذمّی کہنا سب سے زیادہ عجیب اور قابلِ مضحکہ ہے۔ سود نقد کے بارے میں ہمارا اتنا لکھنا بس کرتا ہے۔ اب رہ گیا سودِ جنس۔ اُس کو ہم نے بہت سوچ بچار کے بعد یہی سمجھا ہے کہ ایسے مواقع میں احتمالِ غالب ہے کہ متعاقدین میں سے ایک کو یا دونوں کو دھوکا ہو۔ سدِّ بابِ فتنہ کے لیے اس کو بھی ربوٰ فرما دیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ ایسا معاملہ ہی کیوں کرو جس سے احتمالِ فساد ہو۔

حقوقِ عامۂ عباد

۱ صلح و سازگاری — ۲ بھلی باتوں کا حکم اور بری باتوں سے منع کرنا — ۳ شہادت یعنی گواہی — ۴ جھوٹی گواہی — ۵ قرض — ۶ دے کر احسان نہ جتانا — ۷ برائی کے مقابلے میں بھلائی کرنا — ۸ اجیر کی پوری مزدوری اس کے حوالے کرنا — ۹ افشائے راز نہ کرنا — ۱۰ وعدہ وعید میں مبالغہ کرنا — ۱۱ زنا — ۱۲ چوری — ۱۳ غصب — ۱۴ رشوت — ۱۵ قتل — ۱۶ قصاص و خونبہا — ۱۷ تعزیر و حدود

صلح و سازگاری

۱ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّأَيْمَانِكُمْ أَنْ تَبَرُّوا وَتَتَّقُوا وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ (البقرۃ ع ۲۸ پارہ ۲)

اور (مسلمانو!) اپنی بیہودہ قسموں (کے حیلے) سے خدا کو (یعنی اُس کے نام کو لوگوں کے ساتھ) سلوک کرنے اور پرہیزگاری رکھنے اور لوگوں میں ملاپ کرانے کا مانع (و مزاحم) نہ ٹھیراؤ اور اللہ سنتا (اور) جانتا ہے ف۱

۲ لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ (النساء ع ۱۷ پارہ ۵)

اُن (منافق) لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں نیکی (کا تو نام) نہیں مگر (ہاں) جو خیرات یا کسی اور نیک کام یا لوگوں میں میل ملاپ کی صلاح دے (یہ البتہ نیکی ہے) اور جو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ایسے (نیک) کام کرے گا تو ہم (قیامت کے دن) اُس کو بڑا ثواب عطا فرمائیں گے۔

۳ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنفَالِ ۖ قُلِ الْأَنفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ ۖ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۖ وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝ (انفال ع ۱ پارہ ۹)

(اے پیغمبر مسلمان سپاہی) تم سے مالِ غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہیں (تو اِن سے) کہہ دو (کہ) مالِ غنیمت تو اللہ اور رسول کا ہے تو تم لوگ (مالِ غنیمت کی تقسیم میں جھگڑا نہ کرو اور) خدا (کے غضب) سے ڈرو اور اپنا باہمی معاملہ ٹھیک رکھو اور اگر تم (سچے) مسلمان ہو تو اللہ اور اُس کے رسول کا حکم مانو ف۲

ف۱ اس کا فائدہ حصۂ اول حقوق اللہ کے عنوان خدا کی قسم کھانے کی ممانعت میں گزر چکا انکشافِ مطلب کے لیے وہ فائدہ دیکھو ۱۲ ف۲ جنگِ بدر کے بعد جو مسلمانوں کا پہلا جہاد تھا تقسیمِ مالِ غنیمت کے وقت مسلمانوں میں ایک دوسرے سے ایک طرح کی بدگمانی پیدا ہو گئی تھی کہ ہر شخص اپنے آپ کو زیادہ کا مستحق سمجھتا تھا اس واسطے کہ اُس نے اپنے زعم میں زیادہ کوشش کی تھی سو خدا نے سمجھا دیا کہ یہ فتح جو تم کو نصیب ہوئی یا مالِ غنیمت ہاتھ آیا یہ تمہاری کوششوں کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ نِرا خدا کا فضل ہے اور مالِ غنیمت سارے کا سارا اللہ اور اُس کے رسول کا ہے جس کو جتنا دیا جائے خوش دلی سے لو اور خدا رسول کا انعام سمجھو ۱۲ +

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝

(ہود ع ۸ ـ پارہ ـ ۱۲)

(شعیب نے اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہوئے یہ بھی) کہا بھائیو! بھلا دیکھو تو سہی اگر میں اپنے پروردگار کے کُھلے رستے پر ہوں اور وہ مجکو اپنے (فضل) سے عمدہ (یعنی حق حلال) روزی دیتا ہو تو کیا اس طریقے کو چھوڑ کر تمھاری طرح حرام کی کمائی کھانے لگوں) اور میں (ہرگز) نہیں چاہتا کہ جس (کام کے کرنے) سے تم کو منع کرتا ہوں تمھارے برعکس آپ اس کو کرنے لگوں میں تو اپنے حتی المقدور (لوگوں میں معاملے کی) اصلاح چاہتا ہوں اور بس اور (اس ارادے میں) میرا کامیاب ہونا تو بس خدا ہی کی تائید) سے ہو سکتا ہے میں تو اُسی پر بھروسا رکھتا اور اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

(حجرات ع ۱ ـ پارہ ـ ۲۶)

اور اگر (تم) مسلمانوں کے دو فرقے آپس میں لڑ پڑیں تو اُن میں صلح کرا دو پھر اگر اُن میں کا ایک (فرقہ) دوسرے پر زیادتی کرے تو جو زیادتی کرتا ہے (تم بھی) اُس سے لڑو یہاں تک کہ وہ حکم خدا کی طرف رجوع لائے ـــ پھر جب رجوع لے آئے تو فریقین میں برابری کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کو ملحوظ رکھو بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے مسلمان تو بس (آپس میں بھائی) بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں میل جول کرا دیا کرو اور خدا (کے غضب) سے ڈرتے رہو تاکہ (خدا کی طرف سے) تم پر رحم کیا جائے۔

بھلی باتوں کا حکم اور بُری باتوں سے منع کرنا

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ

اور (مسلمانو!) تم میں ایک ایسا گروہ بھی ہونا چاہیئے جو (لوگوں کو) نیک کاموں کی طرف بُلائیں اور اچھے کام (کرنے) کو کہیں اور

ع۔ حضرت شعیب کی قوم شرک اور بُت پرستی اور اقسام فسادات کے علاوہ ماپ اور تول میں بھی کمی کرتی تھی یعنی جب لوگوں کو کوئی چیز ماپ کر یا تول کر دیتے تھے تو کم دیتے تھے شعیب علیہ السلام نے اسی کو حرام کی کمائی فرمایا ہمارے یہاں بھی بعض لوگ تولتے وقت ڈنڈی مارنے یا بٹے کم رکھنے یا کسی اور وجہ سے تولنے میں چالاکی کرتے ہیں اسی طرح کپڑا ماپتے وقت چٹکی سے کپڑے کو دباتے یا زیادہ کھینچ لیتے ہیں انھیں اس مضمون سے عبرت پکڑنی چاہیئے ۱۲

الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ (آل عمران ع ۱۱ پارہ ۴)	بُری کاموں سے منع کریں اور (آخرۃ میں) ایسے ہی لوگ اپنی مُراد کو پہنچیں گے
۲ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ۗ وَلَوْ اٰمَنَ أَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُونَ ○ (آل عمران ع ۱۲)	لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے جس قدر اُمّتیں پیدا ہوئیں اُن میں تم (مُسلمان) سب سے بہتر ہو کہ اچھے (کام کرنے) کو کہتے اور بُرے (کاموں) سے منع کرتے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر (اسی طرح) اہلِ کتاب (بھی سب کے سب) ایمان لے آتے تو اُن کے حق میں بہتر تھا (مگر) اُن میں سے تھوڑے ایمان لائے اور اُن میں اکثر نافرمان ہیں۔
۳ عَنْ أَبِي سَعِيدِنِ الْخُدْرِيِّ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَّاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ ٭ (مسلم)	ابوسعید خدری جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا لوگو! تم میں جو کوئی نامشروع بات دیکھے تو بن پڑے تو اُسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے اور ہاتھ سے نہ مٹا سکے تو زبان سے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھے تو دل سے بُرا جانے اور یہ (یعنی دل سے بُرا جاننا) سُست ترین ایمان ہے
۴ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللّٰهُ أَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ عِنْدِهٖ ثُمَّ لَتَدْعُنَّهٗ وَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ ٭ (ترمذی)	حذیفہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اُس مقدّس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے تم لوگ اچھے کام (کرنے) کا حکم کرتے۔ اور بُرے کاموں سے منع کرتے رہو ورنہ خُدا اپنے پاس سے کوئی عذاب تم پر عنقریب لا ڈالے گا پھر تم اُس سے دُعا کروگے اور تمھاری دُعا قبول نہ کی جائے گی۔
۵ عَنْ عَدِيِّ بْنِ عَدِيِّ الْكِنْدِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا مَوْلًى لَّنَا أَنَّهٗ سَمِعَ جَدِّي يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	عدی کندی کا بیٹا (کہ اُس کا نام بھی عدی ہی) کہتا ہے کہ ہمارے آزاد غُلام نے ہم سے حدیث بیان کی (یعنی) اُس نے میرے دادا کو کہتے سُنا کہ میں نے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يُعَذِّبُ الْعَامَّةَ بِعَمَلِ الْخَاصَّةِ حَتّٰى يَرَوُا الْمُنْكَرَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ وَهُمْ قَادِرُوْنَ عَلٰى اَنْ يُّنْكِرُوْهُ فَلَا يُنْكِرُوْهُ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَذَّبَ اللّٰهُ الْعَامَّةَ وَالْخَاصَّةَ ۔ (مشکوٰۃ)

سے سُنا ہے کہ خدا تعالیٰ عام لوگوں کو خواص (کے گناہوں) کی وجہ سے گرفتارِ عذاب نہیں کرتا تاوقتیکہ خواص اپنے سامنے بُرے کام ہوتے دیکھیں اور اُن کے ہٹانے پر قدرت رکھتے ساتے اُنھیں نہ ہٹائیں تو جب خواص لوگ ایسا کرتے (یعنی سکوت و مداہنت عمل میں لاتے) ہیں خدا عوام اور خواص دونوں فرقوں کو مبتلائے عذاب کر دیتا ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ فِي الْمَعَاصِيْ نَهَتْهُمْ عُلَمَاؤُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوْا فَجَالَسُوْهُمْ فِيْ مَجَالِسِهِمْ وَاٰكَلُوْهُمْ وَشَارَبُوْهُمْ فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ فَلَعَنَهُمْ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ قَالَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ لَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ حَتّٰى تَاْطِرُوْهُمْ اَطْرًا ۔

(ترمذی)

عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوئے تو اُن کے علما نے اُنھیں منع کیا مگر وہ باز نہ آئے پھر رفتہ رفتہ یہ علما بھی لگے اُن کی مجلسوں میں بیٹھنے اور اُن کے کھانے پینے میں شریک ہونے تو خدا نے بعض لوگوں کے دلوں کو بعض کے ساتھ ملا دیا اور داؤد اور مریم کے بیٹے مسیح سے اُن پر لعنت کرائی یہ لعنت اُن پر اس سے (پڑی) کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے بڑھتے جاتے تھے راوی کا بیان ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جو اب تک تکیہ لگائے بیٹھے تھے یہاں تک پہنچکر سیدھے بیٹھ گئے اور (صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر) لگے فرمانے بخدا تم ہرگز (عذاب خدا سے) نجات نہیں پا سکوگے جب تک لوگوں کو سختی کے ساتھ مائل (نہ) کرو (یعنی اچھے کاموں کے کرنے کا حکم اور بُرے کاموں کے نہ کرنے کی تاکید نہ کرو) ۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ رِجَالًا تُقْرَضُ

حضرت انس سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج ہوئی میں نے کتنے لوگوں کو دیکھا کہ آگ

شِفَاهُهُمْ بِمَقَارِيضَ مِنْ نَارٍ قُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ هٰؤُلَاءِ خُطَبَاءُ مِنْ اُمَّتِكَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَيَنْسَوْنَ اَنْفُسَهُمْ ‪+‬

(مشکوٰۃ)

کی قینچیوں سے اُن کے ہونٹ کاٹے جاتے تھے میں نے (جبرئیل سے) پوچھا یہ کون لوگ ہیں (جبرئیل نے) جواب دیا یہ تمھاری اُمّت کے خطیب اور واعظ ہیں جو لوگوں کو تو نیکی کرنے کا حکم کرتے اور اپنے تئیں فراموش کرتے ہیں (یعنی خود عمل نہیں کرتے)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْحَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنِ اقْلِبْ مَدِيْنَةَ كَذَا وَكَذَا بِاَهْلِهَا فَقَالَ يَا رَبِّ اِنَّ فِيْهِمْ عَبْدَكَ فُلَانًا لَمْ يَعْصِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ قَالَ اقْلِبْهَا عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ فَاِنَّ وَجْهَهٗ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ ‪+‬ (مشکوٰۃ)

جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ ایسے اور اِس طرح کے شہر کو اُس کے باشندوں سمیت اُلٹ دو اُنھوں نے عرض کیا کہ اے پروردگار اِس شہر میں ایک فلاں تیرا بندہ بھی ہے جس نے بقدر چشم زدن بھی تیری نافرمانی نہیں کی خدا نے فرمایا کہ اُس شہر کو اِس شخص پر اور سب لوگوں پر اُلٹ دو کیونکہ اِس شخص کا مُونہ کبھی ایک ساعت بھی میرے لیے مُتغیر نہیں ہوا (یعنی لوگوں کو میری نافرمانی کرتے دیکھا اور اُن پر کبھی ناک بھوں نہ چڑھائی جو اُس کی ناخوشی اور ناپسندیدگی کی علامت تھی)

من المترجم یہ باب کا باب عُلماء اور مشائخ اور واعظین اور پیشوایانِ مذہب سے متعلق ہے اِن بزرگواروں نے جس کام کا بیڑا اُٹھا رکھا ہے یعنی بندگانِ خدا کی ہدایت وہ افضل ترین عبادات ہے مگر یُوں تو بھلے بُرے سبھی ہِن ہوتے ہیں۔ اِس پیشے میں مکّاری اور ریاکاری کی گنجایش بہت ہے اور گنجایش کی وجہ یہ ہے کہ اِن بزرگوں نے عموماً تعلیم و تلقین کو وجہِ معاش بنا رکھا ہے تو پیٹ کھائے اور آنکھ لجائے زبان لڑکھڑائے ہو ہی جاتا ہے اِسی کا نام ہے مداہنت ‪+‬

شہادت یعنی گواہی

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاۤءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ

اور (مسلمانو!) اپنے لوگوں میں سے جن لوگوں پر تمھارا اطمینان ہو دو مردوں کو گواہ کرلیا کرو پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں کہ اُن میں سے کوئی ایک بھول جائے گی تو

إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ ۚ وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا ۚ (البقرۃ ع ۳۹ پارہ ۳)	ایک دوسری کو یاد دلائے گی ف۱ اور جب گواہ (اداے شہادت کے لیے) بلائے جائیں تو (حاضر ہونے سے) انکار نہ کریں۔
وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ (البقرہ ع ۳۹ پارہ ۳)	اور (گواہو) گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو اس کو چھپائے گا تو وہ دل کا کھوٹا ہے اور جو کچھ (بھی) تم لوگ کرتے ہو اللہ کو سب معلوم ہے۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ۚ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَن تَعْدِلُوا ۚ وَإِن تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ (النساء ع ۲۰ پارہ ۵)	مسلمانو! مضبوطی کے ساتھ انصاف پر قائم رہو (اور) خدا لگتی گواہی دو اگرچہ (یہ گواہی) تمہارے اپنے یا ماں باپ اور رشتے داروں کے خلاف ہی (کیوں نہ) ہو اگر (ان میں) کوئی مالدار یا محتاج ہے تو اللہ (سب سے) بڑھ کر ان کی پرداخت کرنے والا ہے تو تم (ان کی خاطر اپنی) خواہش کی پیروی نہ کرو کہ لگو حق سے انحراف کرنے اور اگر دبی زبان سے گواہی دوگے یا سرے سے گواہی کے دینے سے پہلو تہی کروگے تو جیسا کروگے ویسا بھروگے کیونکہ) جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے
وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ۝ (الفرقان ع ۶ پارہ ۱۹)	اور (خدائے رحمٰن کے خاص بندے تو وہ ہیں) جو جھوٹی گواہی نہ دیں اور جو (اتفاقاً) بیہودہ شغلو کے پاس ہوکر گزریں تو وضعداری کے ساتھ گزر جائیں۔
عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ الَّذِي يَأْتِي بِشَهَادَتِهِ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلَهَا ۔ (مسلم)	خالد کے بیٹے زید سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو بہترین گواہ کی خبر نہ دوں (یہ) وہ شخص ہے جو گواہی کی بابت دریافت کیے جانے سے پہلے اپنی گواہی ادا کردے۔

ف۱ اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کے مقابلے میں عورتیں جہاں عموماً جسمانی توانائی میں گھٹی ہوئی ہیں اُن کی یادداشت بھی مردوں جیسی نہیں ہوتی ۱۲

عَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا فَقَالَ عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالْإِشْرَاكِ بِاللّٰهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَرَأَ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ﴿ابوداؤد۔ ترمذی﴾

فاتک کے بیٹے خُریم سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز ادا کی فارغ ہوئے تو کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا جھوٹی گواہی اشراک باللہ کے برابر ہے تین مرتبے اسی طرح فرمایا پھر آیہ فاجتنبوا الرجس الخ پڑھی یعنی اور (اصل دین تو یہ ہے کہ) بتوں (کی پرستش) کی گندگی سے بچتے رہو اور (نیز) جھوٹی بات کے کہنے سے بچتے رہو بس ایک اللہ کے (رہو سو) اُس کے ساتھ (کسی کو) شریک نہ کرو۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجُوْزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَّلَا خَائِنَةٍ وَّلَا مَجْلُوْدٍ حَدًّا وَّلَا ذِيْ غِمْرٍ عَلٰى أَخِيْهِ وَلَا ظَنِيْنٍ فِيْ وَلَاءٍ وَّلَا قَرَابَةٍ وَّلَا الْقَانِعِ مَعَ أَهْلِ الْبَيْتِ ﴿ترمذی﴾

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیانت کرنے والے مرد اور خیانت کرنے والی عورت کی گواہی مقبول نہیں اور نہ اُس کی جس پر حد لگائی گئی ہو اور نہ اُس کی جو اپنے بھائی سے کینہ رکھتا ہو اور نہ اُس کی جو ولا اور قرابت میں متہم ہو ف۱ اور نہ اُس شخص کی اپنے خاندان کے متعلق گواہی مقبول ہے جس کا خرچ پات اُس خاندان پر منحصر ہے ف۲

ف۱ ولا میں متہم ہونے کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص ایک شخص کا آزاد کیا ہوا ہے لیکن وہ اپنے تئیں اپنے اصل آقا کو چھوڑ کر دوسرے شخص کی طرف نسبت کرتا اور کہتا ہے کہ میں فلاں شخص کا آزاد کیا ہوا ہوں حالانکہ وہ جھوٹا ہے اور لوگ اُسے کذب کے ساتھ متہم کرتے ہیں چونکہ ایسا شخص فاسق اور دروغ گو ہے اور ولا کے بارے میں جھوٹ بولنا اور اپنے آقا کو چھوڑ کر غیر آقا کی طرف اپنی نسبت کرنا گناہ کی بات ہے اس لیے اُس کی گواہی مقبول نہیں اور قرابت میں متہم ہونے کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دعویٰ کرتا ہے کہ میں فلاں شخص کا بیٹا اور فلاں شخص کا بھائی ہوں حالانکہ وہ اس شخص کا بیٹا اور اُس کا بھائی نہیں ہے لوگ ہیں کہ اُس کی اس دعوے میں تکذیب کرتے اور متہم کرتے ہیں چونکہ اس قسم کا دعویٰ بھی فسق اور کبیرہ ہے اس لیے ایسے شخص کی بھی گواہی مقبول نہیں ۱۲ ف۲ حدیث میں جن لوگوں کا مذکور ہے اُن کی گواہی مقبول نہ ہونے کے یہ معنے ہیں کہ یہ لوگ محل تہمت و اشتباہ ہیں اگرچہ سچے ہی کیوں نہ ہوں ۱۲

من المترجم ۔ جھوٹ سچ کا نفع نقصان جو ابنائے جنس پر مترتب ہوتا ہے گواہی میں آکر کھلتا ہے۔ حاکم یا قاضی یا حَکَم ہر ایک معاملے کا شاہد حال تو ہوتا نہیں۔ اور ہو بھی نہیں سکتا۔ ناچار اُس کو گواہوں پر بھروسا کرنا پڑتا ہے پس اگر حق کا ناحق ہو جائے تو اُس کا وبال گواہ کی گردن پر۔ جعلی دستاویز بھی جھوٹی گواہی ہے۔ گواہی کے معنے ہیں واقعات اور رُوداد کی نقل تو جیسی زبانی ویسی تحریری۔ بول چال میں گواہی کو ثبوت بھی کہا جاتا ہے۔ گواہی کا چھپانا بھی جھوٹ ہی میں داخل ہے۔ چھپانا بھی دوسرے لفظوں میں واقعات اور رُوداد کا معدوم کرنا ہے اور یہی کچھ جھوٹ میں بھی ہوتا ہے۔ ہمارے وقتوں میں جھوٹ اِس قدر رواج پا گیا ہے کہ کچہریوں میں شاید ہی کوئی مقدمہ صرف سچ کی بنا پر فیصلہ ہوتا ہو۔ حاکم بیچارے گواہوں کو حلف بھی دیتے ہیں جرح بھی کی جاتی ہے گواہ کے طرز بیان پر بھی نظر رکھتے ہیں پھر بھی جھوٹ کے بھوسے کے انبار سے سچ کے دانے کا نکالنا نہایت مشکل ہے۔ جھوٹ کی کثرت کے لحاظ سے تو واقع میں فصلِ خصومات کا کام محتاط و دیندار آدمی کا کام نہیں مگر اتنی احتیاط سچ سے بھی زیادہ کمیاب ہے۔ یہ باتیں امام ابوحنیفہ کے ساتھ گئیں جنھوں نے بے آبرو ہونا قبول کیا اور خدمتِ قضا کو قبول نہ کیا۔

جھوٹی گواہی

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا

(الفرقان ع ۶ پارہ ۱۹)

اور (خدائے رحمٰن کے خاص بندے تو وہ ہیں) جو جھوٹی گواہی نہ دیں اور جو (اتفاقاً) بیہودہ مشغلوں کے پاس ہو کر گزریں تو وضعداری کے ساتھ گزر جائیں۔

عَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا فَقَالَ عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالْاِشْرَاكِ بِاللّٰهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَرَاَ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۞ (ابوداؤد و ابن ماجہ)

فاتک کے بیٹے خریم کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز صبح ادا کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد کھڑے ہو گئے اور لگے فرمانے کہ جھوٹی گواہی اشراک باللہ کے برابر ٹھیرائی گئی ہے تین دفعہ یُوں ہی فرمایا پھر یہ آیۃ پڑھی فاجتنبوا الرجس من الاوثان الخ یعنی اور لوگو! اصل دین تو یہ ہے کہ بتوں کی پرستش کی گندگی سے بچتے رہو اور نیز جھوٹی بات کے کہنے سے بچتے رہو (بس ایک اللہ کے ہو رہو اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو)

من المترجم مطلب یہ ہے کہ قرآن میں اوثان اور زُور کا ایک ساتھ مذکور ہے تو منہیات میں سے دونوں ایک درجے میں ہیں اور اس میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ واقعاتِ حقّہ کا خالق خدا ہے تو واقعات حقہ کا جھٹلانے والا اپنی طرف سے کسی دوسرے کو فرضی واقعات کا خالق بناتا ہے اور یہ عین اشراک ہے ۞

قرض

فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُکُمْ بَعْضًا فَلْیُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْیَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ۭ وَلَا تَکْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۭ وَمَنْ یَّکْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ۝ (بقرہ ۲۹۶ پارہ ۳)

پس اگر تم میں سے ایک کا ایک اعتبار کرے تو جس پر اعتبار کیا گیا ہے (یعنی قرض لینے والا) اُس کو چاہیئے کہ قرض دینے والے کی امانت (یعنی قرض) کو (پورا پورا) ادا کرے اور خدا سے جو اُس کا کارسازِ (حقیقی) ہے ڈرے اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو اُس کو چھپائے گا تو وہ دل کا کھوٹا ہے اور جو کچھ (بھی) تم لوگ کرتے ہو اللہ کو سب معلوم ہے ف۱

عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَءَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا مُقْبِلًا غَیْرَ مُدْبِرٍ یُکَفِّرُ اللّٰهُ عَنِّیْ خَطَایَایَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَلَمَّا اَدْبَرَ نَادَاهُ فَقَالَ نَعَمْ اِلَّا الدَّیْنَ کَذٰلِكَ قَالَ جِبْرَئِیْلُ ۔ (مسلم)

ابو قتادہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ بھلا فرمائیے تو کہ اگر میں صبر اور امید ثواب کی حالت میں راہِ خدا میں مار ڈالا جاؤں بشرطیکہ لڑائی سے مُونہ موڑنے والا نہ ہوں بلکہ سینہ سپر ہو کر لڑوں تو خدا میری خطائیں اور گناہ مجھ سے دُور کرے گا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں (مگر) جب وہ جانے لگا تو آپ نے اُسے آواز دی (سامنے حاضر ہوا) تو فرمایا بے شک شہادت فی سبیل اللہ سے سب گناہ دُور ہو جاتے ہیں لیکن قرض ادا نہ کرنے کا گناہ دُور نہیں ہوتا) - اسی طرح (ابھی) جبریل نے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَیْنِهٖ حَتّٰی یُقْضٰی عَنْهُ ۔ (ترمذی)

ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ مومن کا نفس اُس قرض کے ساتھ جو اُس پر ہے معلق (یعنی زیر تجویز) رہتا ہے یہاں تک کہ قرض اُس کی طرف سے ادا کیا جائے۔

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَاحِبُ الدَّیْنِ مَاْسُوْرٌ بِدَیْنِهٖ یَشْکُوْ اِلٰی رَبِّهِ الْوَحْدَةَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۔ (مشکوٰۃ)

براء بن عازب کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرضدار اپنے قرض کے بدلے محبوس و مقید ہوگا اور قید کی تنہائی کا قیامت کے روز اپنے پروردگار سے گلہ کرے گا۔

ف۱ پہلی آیت مع ترجمہ و فوائد اہل سلسلہ کے حقوق عنوان اُدھار کا لین دین ہو تو اُس کو لکھنا میں گزر چکی اُس کے ساتھ اُسے بھی ملا کر پڑھو تو مطلب صاف ہو جائے گا۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَعْظَمَ الذُّنُوْبِ عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ یَّلْقَاہُ بِھَا عَبْدٌ بَعْدَ الْکَبَائِرِ الَّتِیْ نَھَی اللّٰہُ عَنْھَا اَنْ یَّمُوْتَ رَجُلٌ وَّعَلَیْہِ دَیْنٌ لَا یَدَعُ لَہٗ قَضَاءً دَیْنِہٖ ۔ (ابو داؤد)

ابو موسیٰ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جن بڑے گناہوں سے خدا نے منع فرمایا ہے اُن کے بعد سب سے بڑا گناہ خدا کے نزدیک جسے لے کر بندہ خدا کے حضور میں حاضر ہوگا یہ ہے کہ آدمی قرضدار مرے اور مرے پیچھے اتنا مال نہ چھوڑے جس سے اُس کا قرضہ ادا کیا جاسکے

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ جَحْشٍ قَالَ کُنَّا جُلُوْسًا بِفِنَاءِ الْمَسْجِدِ حَیْثُ تُوْضَعُ الْجَنَائِزُ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ بَیْنَ ظَھْرَیْنَا فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَصَرَہٗ قِبَلَ السَّمَاءِ فَنَظَرَ ثُمَّ طَاْطَاَ بَصَرَہٗ وَوَضَعَ یَدَہٗ عَلٰی جَبْھَتِہٖ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ مَاذَا اُنْزِلَ مِنَ التَّشْدِیْدِ قَالَ فَسَکَتْنَا یَوْمَنَا وَلَیْلَتَنَا فَلَمْ نَرَ اِلَّا خَیْرًا حَتّٰی اَصْبَحْنَا قَالَ مُحَمَّدٌ فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا التَّشْدِیْدُ الَّذِیْ نَزَلَ قَالَ فِی الدَّیْنِ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوْ اَنَّ رَجُلًا قُتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ عَاشَ ثُمَّ قُتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ عَاشَ وَعَلَیْہِ دَیْنٌ مَّا دَخَلَ الْجَنَّۃَ حَتّٰی یُقْضٰی دَیْنُہٗ ۔ (مشکوٰۃ)

جحش کے پوتے عبد اللہ کے بیٹے محمد سے روایت ہے کہ ہم چند آدمی صحنِ مسجد میں جہاں جنازے رکھے جاتے تھے بیٹھے ہوئے تھے اور جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی وہیں تشریف رکھتے تھے اتنے میں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھ اُٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا پھر نظر نیچی کر لی اور جیسے کوئی کچھ سوچ رہا ہو اپنا ہاتھ ماتھے پر رکھ لیا اور فرمایا سُبحان اللہ سُبحان اللہ کس قدر سختی نازل ہوئی ہے محمد (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ ہم لوگ اس دن رات تک خاموش رہے (اور پیغمبر صاحب سے دریافت نہیں کیا کہ وہ سختی کیا ہے) اور ہم نے نیکی اور بھلائی کے علاوہ کسی طرح کی سختی اور بُرائی نہیں دیکھی یہاں تک کہ صبح ہوگئی محمد کہتے ہیں تو میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وہ سختی کیا ہے جو نازل ہوئی فرمایا قرض کے بارے میں بڑی سختی نازل ہوئی ہے مجھے اُس مقدس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے اگر کوئی شخص راہِ خدا میں مار ڈالا جائے پھر زندہ ہو پھر راہِ خدا میں مار ڈالا جائے پھر زندہ ہو اور اُس پر کسی کا قرضہ آتا ہو تو جب تک اُس کا قرضہ نہ ادا کیا جائے گا جنت

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اُتِيَ بِجَنَازَةٍ فَقَالُوْا صَلِّ عَلَيْهَا فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَالُوْا لَا فَصَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ اُتِيَ بِجَنَازَةٍ اُخْرٰى فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قِيْلَ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوْا ثَلٰثَةَ دَنَانِيْرَ فَصَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ اُتِيَ بِالثَّالِثَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قَالُوْا ثَلٰثَةُ دَنَانِيْرَ قَالَ هَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوْا لَا قَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ قَالَ اَبُوْ قَتَادَةَ صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَيَّ دَيْنُهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ ؎

(بخاری)

اکوع کے بیٹے سلمہ کہتے ہیں کہ ہم جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے اس اثناء میں ایک جنازہ لایا گیا لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت اس پر نماز پڑھیے فرمایا کیا اس پر قرضہ ہے عرض کیا نہیں پیغمبر صاحب نے اُس پر نماز پڑھی پھر ایک اور جنازہ لایا گیا پیغمبر صاحب نے فرمایا کیا اس پر قرضہ ہے عرض کیا گیا جی ہاں فرمایا کچھ چھوڑ بھی مرا ہے؟ عرض کیا تین اشرفیاں پس آپ نے اُس پر نماز پڑھی ؎ پھر تیسرا جنازہ لایا گیا۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا اس پر کچھ قرضہ ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ تین اشرفیوں کا قرضہ ہے فرمایا کچھ چھوڑ بھی مرا ہے؟ عرض کیا نہیں فرمایا تو اپنے دوست پر تم ہی نماز پڑھ لو ابو قتادہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اس پر نماز پڑھیے اور اس کے قرض کا ادا کرنا میرے ذمے پیغمبر صاحب نے اُس پر نماز پڑھی

من المترجم ۔ قرض کے بارے میں اتنا تشدّد تو یہ چاہتا ہے کہ آدمی ہر طرح کی مصیبت کو جس طرح بن پڑے جھیلے۔ مگر اُدھار کا نام نہ لے اور مذہبی تشدّد کے علاوہ دنیاوی قانونی تشدّد بھی کیا کم ہے مگر ناعاقبت اندیش لوگ فضولیاں کرتے اور قرض کے لینے میں ذرا نہیں جھجکتے۔ مسلمانوں کے اکثر خاندان تو اسی قرض کی بدولت تباہ ہوئے اور ہوتے چلے جا رہے ہیں اور کس طرح اِن کو سمجھایا جائے لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ۔ اُن کے دل تو ہیں (مگر) ان سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے اور اُن کی آنکھیں بھی ہیں (مگر) ان سے دیکھنے کا ؎ کام نہیں لیتے اور اُن کے کان (بھی) ہیں (مگر) اُن سے سننے کا کام نہیں لیتے (غرض) یہ لوگ چارپایوں کی مثل ہیں بلکہ ان سے (بھی) گئے گزرے ہوئے یہی وہ (لوگ) ہیں جو دین سے بالکل بے خبر ہیں ۱۲

دے کر احسان نہ جتانا

عَنْ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دھوکا دینے والا اور بخل کرنے والا اور دے کر

؎ اگرچہ حدیث میں اس کی صراحت نہیں کہ تین دینار مقروض میت کے دفار قرض کو کافی تھے مگر سیاق سخن سے مفہوم ہوتا ہے کہ میت کو تین ہی دینار قرضے کے دینے ہوں گے بالکل۔ اسی وجہ سے پیغمبر صاحب نے اُس کے جنازے کی نماز پڑھی ۱۲

خَبٌّ وَّلَا بَخِیْلٌ وَّلَا مَنَّانٌ ٭ (ابو داؤد)

احسان جتانے والا (یہ تینوں شخص) جنت میں نہ داخل ہوں گے۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَۃٌ لَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْہِمْ وَلَا یُزَکِّیْہِمْ وَلَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ ہُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَہٗ بِالْحَلْفِ الْکَاذِبِ ٭ (مسلم)

ابوذر رضی اللہ عنہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے روز خدا تین طرح کے آدمیوں سے بات تک بھی تو نہیں کرے گا نہ انھیں نظر رحمت سے دیکھے گا نہ گناہوں کی گندگی سے پاک صاف کرے گا اور اُن کو دردناک عذاب ہوگا ابوذر بولے یا رسول اللہ انھوں نے تو سخت نقصان اُٹھایا اور رحمت خدا سے محروم رہے یہ ہیں کون؟ فرمایا (ازراہِ تکبر) تہمد نیچے لٹکانے والا۔ دے کر احسان رکھنے والا۔ جھوٹی قسم سے اپنے مال ومتاع کی نکاسی کرنے والا۔

من المترجم ان حدیثوں میں خبّ۔ بخیل۔ منّان۔ مسبل چار شخصوں کے حق میں وعید عذاب ہے۔ سو خبّ اور منّان کا دوسروں کو نقصان پونہچانا اور رنجیدہ کرنا تو ظاہر ہے۔ رہا بخیل تو حقداروں کو اُن کا حق نہیں دیتا۔ یا دوسروں کے حق مارتا ہے اور یہ بھی مردم آزاری ہے مُسْبِل کے معنے ہیں لٹکانے والا۔ اور مُراد ہے براہِ تکبر ازار یعنی تہمد (تہ بند) کا لٹکانے والا۔ یہ قیود ہم نے دوسری حدیثوں سے لے کر بڑھائی ہیں جو عنوانِ کبر کے ذیل میں لکھی جا چکی ہیں۔

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَنْظُرُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلٰی مَنْ جَرَّ اِزَارَہٗ بَطَرًا ٭

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جَرَّ ثَوْبَہٗ خُیَلَاءَ لَمْ یَنْظُرِ اللّٰہُ اِلَیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ٭

ابوہریرہ کی حدیث میں لفظ بطر اور ابن عمر کی حدیث میں لفظ خیلاء ہے اور دونوں کبر کے قریب قریب ہیں۔ لوگ ایسے پاجاموں کو جن کے پانچے ٹخنوں سے نیچے ہوں۔ ہمارے زمانے کے متشرع بہت ہی برا سمجھتے ہیں جیسا ڈاڑھی کے منڈانے کو۔ ڈاڑھی کے متعلق ہم کو جو کچھ کہنا ہے اس کے محل پر کہیں گے۔ ٹخنوں سے نیچے پاجاموں کو ہم اتنے تشدد کا مستوجب نہیں سمجھتے جناب رسول خدا صلعم کے زمانے تک اہلِ عرب کے لباس میں اتنی ہی شایستگی آئی تھی کہ عموماً ایک چادر (ردا) اور ایک تہمد (ازار) پہننے کے لیے بس کرتے تھے۔ آدمی کسی ملک کسی وقت کسی حالت میں بھی شیخی اور غرور سے خالی نہیں رہا۔ اکڑنے والے اسی ایک تہمد کو نیچا لٹکا کر اپنا دل خوش کر لیتے رہے ہوں گے۔ خدا نے پیغمبر صاحب کو اُمت کا ادیب اور مصلح اور معلم مکارم اخلاق بنا کر بھیجا تھا انھوں نے لوگوں کو تہمد میں اکڑتے دیکھا ڈرا دھمکا کر تہمد کا لٹکانا موقوف کرا دیا۔ اصل میں اُن کو تعمیل حکم لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا

شیخی اور غرور اور اکڑ کا چھڑوانا منظور تھا اور اُن دنوں اسبالِ ازار دلیلِ غرور تھا - اس سے اسبال کی شامت آگئی - اَب نہ وہ تہمد رہے نہ اُن کا لٹکانا رہا یہ مسئلہ ہی بحث سے خارج ہو گیا - مگر شیخی اور غرور کا عند اللہ مبغوض ہونا بدستور باقی ہے کسی پیرایے میں ہو - کیا لوگ کا مدار ٹوپیوں کا مدار جوتیوں ریشمی اور باریک کپڑوں اور کپڑوں کی خراش تراش اور خدا جانے کس کس طرح شیخی اور غرور کا اظہار نہیں کرتے - کوئی ان کے حال سے تعرض نہیں کرتا - بلکہ ایسی باتوں کو اما بنعمۃ ربک فحدث میں داخل کر رکھا ہے - بہرکیف کبر کا بیان اس کے ساتھ ضرور پڑھ لینا ٭

بُرائی کے مقابلے میں بھلائی کرنا

أَفَمَن يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰ ۚ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنقُضُونَ الْمِيثَاقَ ۝ وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ ۝ وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا

(اے پیغمبر) بھلا جو شخص اس بات کو سمجھتا ہے کہ (قرآن) جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر اُترا ہے برحق ہے (کیا یہ شخص) اُس شخص کی طرح (بے نصیب ہو سکتا) ہو جو اندھا ہے (اور اُس کو ایسی صریح بات بھی نہیں سوجھتی قرآن سے تو) بس وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو سلجھے دار ہیں (یہ) وہ لوگ (ہیں) کہ اللہ کے (ساتھ جو اُنھوں نے بندہ ہونے کا) عہد (کر لیا ہے اُس) کو پورا کرتے ہیں اور (اپنے) اقرار کو نہیں توڑتے اور (نیز یہ) وہ لوگ (ہیں) کہ خدا نے جن (باہمی تعلقات) کے جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے اُن کو جوڑے رکھتے اور اپنے پروردگار سے ڈرتے اور (قیامت کے دن) بُری طرح (یعنی کاوش کے ساتھ) حساب لیے جانے کا اندیشہ رکھتے ہیں اور (نیز یہ) لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار کا مُونہ کرکے (دنیا کی تکلیف پر) صبر کیا ف اور نمازیں پڑھیں اور ہم نے جو اُن کو رزق دیا تھا اُس میں سے (چُھپکے چُھپکے) اور (ظاہر ظہور خدا کی راہ میں) خرچ کیا اور بُرائی کے مقابلے میں لوگوں کے ساتھ (نیکی کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کی دنیا کا انجام (بخیر) ہے (یعنی) ہمیشہ رہنے کے باغ جن میں وہ

ف ابتغاءِ وجہِ ربہم کے لفظی معنے یہ ہیں کہ اپنے پروردگار کا مُونہ چاہنے کے لیے اور مراد ہی اُس کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے اور محاورۂ اردو میں مُونہ کرکے سے بھی یہی مطلب سمجھا جاتا ہے یعنی خدا کا پاس کرکے ۱۲

وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ؕ (رعد ع ۳ پارہ ۱۳)

اور اُن کے بڑوں اور اُن کی بیبیوں اور اُن کی اولاد میں سے جو جو نیکو کار ہونگے (سب اُن کے ساتھ جائیں گے) اور فرشتے ہر ہر دروازے سے فرشتے ان پاس آکر اُن سے سلام علیک کریں گے (اور کہیں گے کہ دنیا میں) جو تم صبر کرتے رہے ہو یہ اُسی کا صلہ ہے سو (ماشاء اللہ) تمھاری دنیا کا بھی (کیسا) اچھا انجام ہوا ؕ

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ (القصص ع ۶ پارہ ۲۰)

جن لوگوں کو قرآن سے پہلے ہم نے کتاب عنایت کی (اور وہ سمجھ دار اور حق پسند بھی ہیں) وہ تو اس (قرآن) پر ایمان لے آتے ہیں اور جب اُن کو قرآن سُنایا جاتا ہے تو بول اُٹھتے ہیں کہ ہم کو تو اس کا یقین آگیا کچھ شک نہیں کہ یہ برحق ہے (اور) ہمارے پروردگار کی طرف سے (نازل ہوا ہے) حقیقت میں ہم تو اس کے اُترنے سے پہلے (بھی) اس کو مانتے تھے یہی لوگ ہیں جن کو اُن کے صبر کے بدلے دوہرا اجر دیا جائے گا (کہ اُدھر توراۃ پر ایمان لائے اِدھر قرآن پر) اور (نیز) یہ ایسے ہیں کہ نیکی سے بدی کا دفعیہ کرتے ہیں اور ہم نے جو ان کو دیا ہے اُس میں سے (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكُوْنُوْٓا اِمَّعَةً تَقُوْلُوْنَ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَحْسَنَّا وَاِنْ ظَلَمُوْا ظَلَمْنَا وَلٰكِنْ وَطِّنُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَنْ تُحْسِنُوْا وَاِنْ اَسَآءُوْا فَلَا تَظْلِمُوْا (ترمذی)

حذیفہ کہتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! تم اوروں کی رائے کے تابع نہ رہو تم کہتے ہو اگر لوگ ہم سے سلوک کریں گے تو ہم بھی (اُن کے ساتھ) سلوک کرینگے اور اگر وہ ہم پر ظلم کریں گے ہم بھی اُن پر ظلم کریں گے بلکہ اپنے دلوں کو مستقل و برقرار رکھو کہ لوگ تمھارے ساتھ اچھا برتاؤ کریں تو تم اُن کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو ہی گے بُرائی کریں تو بھی اُن پر ظلم نہ کرو بلکہ نیکی کے ساتھ پیش آؤ

من المترجم بدی کے بدلے میں نیکی بڑی ہمت مار کا کام ہے اس کو بڑے درجے کا تحمل چاہیے ترکِ انتقام تک تو تحمل کا ادنےٰ درجہ

ہے اور ترکِ انتقام کے علاوہ حُسنِ سلوک سے پیش آنا البتہ بڑی خوبی کی بات ہے ؎

بدی را بدی سہل باشد جزا (جزا و ہم) ۱۲ — اگر مردی احسن الی من اسا (اساء) ۱۲

افشاءِ راز نہ کرنا

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ (النساء ع ۱۱ پارہ ۵)	اور جب ان (منافقوں) کے پاس اَمن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو اُس کو (سب میں) اُڑا دیتے ہیں اور اگر اُس خبر کے بارے میں رسول کی طرف اور اُن لوگوں کی طرف رجوع کرتے جو اُن میں سے برسرِ حکومت ہیں تو پیغمبر اور حاکموں میں سے جو لوگ اُس (بات کی اصلیت) کو کھود نکالنے والے ہیں اُس (کی حقیقت) کو معلوم کر لیتے (اور غلط خبر کے مشہور ہونے کی نوبت نہ آتی) اور (مسلمانو!) اگر تم پر اللہ کا فضل اور اُس کی مہر نہ ہوتی تو (معدودے چند کے سوا تم (سب کے سب) شیطان کے پیچھے لگ لیے ہوتے ف۱
لَّئِن لَّمْ يَنتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا	منافق اور وہ لوگ جن کی نیتیں بد ہیں اور جو لوگ مدینے میں (جھوٹی جھوٹی) افواہیں پھیلایا کرتے ہیں ف۲ اگر (اپنی حرکات سے) باز نہ آئیں گے تو (اے پیغمبر ہم تم ہی) کو (ایک نہ ایک دن) اُن پر اکسا دیں گے پھر (یہ لوگ) مدینے میں تو تمہارے پڑوس میں ٹھیرنے پائیں گے نہیں۔

ف۱ شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا ہے کہ کہیں سے کچھ خبر آوے تو اوّل پہنچا دیجے سردار تک اور اُس کے نائبوں تک جب وہ خبر صحیح کریں اور اُس پر بنا رکھیں تب آپ اُس پر عمل کریئے حضرت نے ایک شخص کو بھیجا ایک قوم کی زکوٰۃ لینے کو وہ نکلے استقبال کو۔ اُس نے سمجھا کہ نکلے ہیں میرے مارنے کو اُلٹا پھر آیا اور شہر مدینے میں مشہور کیا کہ فلانی قوم مُرتد ہوئی۔ ہنوز حضرت تک خبر نہ پہنچی کہ شہر میں شُہرہ ہوا اسی قسم سے ہر خبر بے تحقیق اور بغیر خبر سردار کے مشہور کرنے لگتے وہ خبر آخر غلط نکلی یہ جو فرمایا کہ اگر اُس کا فضل تم پر نہ ہوتا تو شیطان کے پیچھے چلتے مگر تھوڑے یعنی ہر وقت احکام تربیت کے نہ پہنچتے رہیں تو کم لوگ ہدایت پر قائم رہیں ۱۲ ف۲ جھوٹی افواہیں پھیلانے کی نسبت مفسرین نے لکھا ہے کہ اِن سے مُراد وہ لوگ ہیں کہ جب مسلمانوں کا کوئی لشکر یا فوج کا دستہ جہاد کے لیے جاتا تو کچھ لوگ مدینے میں بری افواہیں پھیلاتے پھرتے کہ مسلمان ہارے اور بھاگے اور مارے گئے اِن افواہوں کی وجہ سے مجاہدین کے عزیزوں اور رشتے داروں میں تشویش ہوتی تھی اور یہ آیت اِن ہی افواہ بد پھیلانے والوں کے حق میں نازل ہوئی ہے مگر اگلی پچھلی آیتوں کی مناسبت سے ہمارا ذہن اِس طرف منتقل ہوا تھا کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے افک کی طرف اشارہ ہو تو عجب نہیں جس کا بیان مفصل سورۂ نور میں گزر چکا ۱۲

متن	ترجمہ
إِلَّا قَلِيلًا ۝ مَلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا ۝ (احزاب ع ۸ پارہ ۲۲)	مگر چند روز رعارضی طور پر پھر ان کا یہ حال ہوگا کہ ہر طرف سے پھٹکارے ہوئے جہاں ملے پکڑا اور مار کے ٹکڑے اُڑا دیئے
عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ الْحَدِيْثَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِيَ أَمَانَةٌ ۞ (ترمذی۔ ابوداؤد)	جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی نے بات کہکر اِدھر اُدھر دیکھا (کہ کوئی غیر سنتا تو نہیں)۔ تو اُسکی وہ بات اہل مجلس کے پاس امانت ہو گئی
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَبِي الْهَيْثَمِ بْنِ التَّيِّهَانِ هَلْ لَكَ خَادِمٌ قَالَ لَا فَقَالَ فَإِذَا أَتَانَا سَبْيٌ فَأْتِنَا فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَأْسَيْنِ فَأَتَاهُ أَبُو الْهَيْثَمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَرْ مِنْهُمَا فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اخْتَرْ لِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ خُذْ هٰذَا فَإِنِّي رَأَيْتُهُ يُصَلِّي وَاسْتَوْصِ بِهِ مَعْرُوفًا ۞ (ترمذی)	ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تیہان کے بیٹے ابوالہیثم سے فرمایا کہ کیا تمھارے پاس خدمتگار ہے اُنھوں نے کہا نہیں فرمایا تو اچھا جب ہمارے پاس قیدی آئیں تو تم ہمارے پاس آنا تھوڑے دن نہ گزرے تھے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس دو قیدی آئے ابوالہیثم بھی حاضر خدمت ہوئے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِن دونوں میں سے ایک کو پسند کر لو ابوالہیثم نے عرض کیا اے خدا کے نبی آپ ہی پسند کر دیجیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس سے مشورہ کیا جائے اُسے امین ہونا چاہیئے بعد ازاں آپ نے ایک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ اچھا) اسے لے لو کیونکہ میں نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ اور میری خاطر اس کے ساتھ سلوک کرتے رہنا۔
عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَجَالِسُ بِالْأَمَانَةِ إِلَّا ثَلٰثَةٌ	جابر کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجلسوں میں جو باتیں کی جائیں وہ امانت ہیں انھیں باہر جا کر نقل کرنا نہ چاہیئے ہاں تین باتیں

مَجَالِسَ سَفْكُ دَمٍ حَرَامٍ اَوْ فَرْجٌ حَرَامٌ اَوِ اقْتِطَاعُ مَالٍ بِغَيْرِ حَقٍّ ؂

(ابو داؤد)

ایسی ہیں کہ مجلس میں سُنی جائیں تو اُن کا لوگوں سے بیان کرنا درست ہے ایک ناحق ناروا خونریزی کرنا دوسرے زنا تیسرے بے وجہ کسی کا مال لے لینا۔

من المترجم یہ افشار راز اس سے جائز ٹھیرا کہ جرموں کی روک تھام کا موجب ہوا مشہور ہوتے پیچھے کون ارتکاب جرم کا حوصلہ کرسکتا ہے اِس حدیث سے دو باتیں مستنبط ہوتیں ایک تو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا حُسنِ ظن. قطعہ

هر کرا جامہ پارسا بینی   پارساوان و نیک مرد انگار
ورندانی کہ در نہانش چیست   محتسب را درونِ خانہ چہ کار

دوسرے یہ کہ نماز وہی نماز ہے جو انسان کے عادات اور اخلاق اور معاملات کی درستی کی کفیل ہو نہ رام رام جپنا پرایا مال اپنا۔

دُوبدُو مدح میں مبالغہ نہ کرنا

عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ فَاحْثُوْا فِيْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ ؂ (مسلم)

اسود کے بیٹے مقداد کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ لوگ تمہاری تعریف میں مبالغہ کرتے ہیں تو اُن کے مونہوں میں خاک ڈال دو ف

عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ اُثْنِيَ رَجُلٌ عَلٰى رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَيْلَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ اَخِيْكَ ثَلٰثًا مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًا لَا مُحَالَةَ فَلْيَقُلْ اَحْسِبُ فُلَانًا وَاللّٰهُ حَسِيْبُهٗ

ابوبکرہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے ایک شخص کی تعریف کی تو فرمایا تجھے خرابی ہو تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ ڈالی تین مرتبہ اسی طرح فرمایا (پھر ارشاد کیا کہ) اگر تم میں سے کسی کو کسی کی مدح کرنی ضرور ہے اور مدح کرنے والا اُسے قابل مدح سمجھتا ہے تو یوں

ف مداحین سے مُراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے لوگوں کی تعریف کو ذریعہ معاش قرار دے لیا ہے کہ جا و بے جا لوگوں کی تعریفیں کرتے پھرتے اور حق و باطل مستحق و غیر مستحق میں ذرا تمیز نہیں کرتے پھر مونہوں میں خاک ڈالنے سے مُراد ہے حرمان و بے نصیبی یعنی انھیں کچھ نہ دو اور محروم واپس کردو اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ مقداد راوی حدیث نے حضرت عثمانؓ کے حضور میں ایک مداح کے مونہ میں واقع میں مٹھی بھر کر خاک ڈال دی تھی ۱۲ امن الترجم

اِنْ كَانَ يَرٰى اَنَّهٗ كَذٰلِكَ وَلَا يُزَكِّيْ عَلَى اللّٰهِ اَحَدًا ٭ (صحیحین)	خدا پر کسی کی تعریف کا حکم نہ کرے یعنی جزم و یقین کے ساتھ نہ کہے کہ واقع میں فلاں ایسا ہی ہے جیسا میں کہتا ہوں۔

وجہ یہ کہ اعمال کے رد و قبول کا مدار ہے نیت پر انما الاعمال بالنیات اور نیت کا علم خدا کے سوا کسی کو ہو نہیں سکتا (من المترجم)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ تَعَالٰى وَاهْتَزَّ لَهُ الْعَرْشُ ٭ (مشکوٰۃ)	انس کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو خدا کا غضب بھڑک اُٹھتا ہے اور عرش کانپنے لگتا ہے۔

من المترجم مدح میں دو پہلو بُرے ہیں ممکن ہے کہ مدح کرنے والا مبالغہ کرے اور جھوٹ بولے اور جس کی مدح کرتا ہے اُس کے عجب خود پسندی کا باعث ٭

اجیر کی پوری مزدوری اُس کے حوالے کرنا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ فَاَعْطَى الْحَجَّامَ اَجْرَهٗ وَاسْتَعَطَ ٭ (صحیحین)	ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور حجّام کو اُس کی مزدوری حوالے کی اور سعوط[2] کا استعمال فرمایا۔
عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ثَلٰثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَجُلٌ اَعْطٰى بِيْ ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهٗ وَرَجُلٌ اِسْتَاْجَرَ اَجِيْرًا فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهٖ اَجْرَهٗ ٭ (بخاری)	ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ تین طرح کے آدمیوں سے قیامت کے روز میں خود لڑوں گا (۱) جس نے میرے نام سے اور میری قسم کھا کے عہد (و پیمان) کر کے عہد شکنی کی (۲) جس نے آزاد شخص کو بیچ کر اُس کی قیمت چٹ کر لی (۳) جس نے کسی کام پر مزدور[1] لگایا پھر اُس سے کام تو پورا پورا لے لیا اور اُس کی مزدوری نہیں دی ٭

[1] اور اجیر میں نوکر اور خادم وغیرہ بھی داخل ہیں ۱۲

[2] سعوط وہ دوا جو ناک میں ڈالی جاتی ہے ۱۲ ٭

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْطُوا الْاَجِیْرَ اَجْرَہٗ قَبْلَ اَنْ یَّجِفَّ عَرَقُہٗ ٭ (ابن ماجہ)	عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! مزدور کی مزدوری اُس کا پسینا خشک ہونے سے پہلے اُس کے حوالے کرو۔

زنا

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰیٓ اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَّسَآءَ سَبِیْلًا ○ (بنی اسرائیل ع ۴ پارہ ۱۵)	اور (لوگو!) زنا کے پاس (رہو کر بھی) نہ پھٹکنا کیونکہ وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بُرا چلن ہے۔
وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ اَثَامًا ○ (فرقان ع ۶ پارہ ۱۹)	اور (خدائے رحمٰن کے خاص بندے تو وہ ہیں) جو خدا کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں اور ناحق (ناروا) کسی شخص کو جان سے نہ ماریں کہ اُس کو خدا نے حرام کر رکھا ہے اور نہ زنا کے مرتکب ہوں اور جو (شرک اور گناہ) مذکورہ بالا کرے گا وہ اپنے گناہ کا خمیازہ بھگتے گا ٭
عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَحَوْلَہٗ عِصَابَۃٌ مِّنْ اَصْحَابِہٖ بَایِعُوْنِیْ عَلٰٓی اَنْ لَّا تُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ وَلَا تَاْتُوْا بِبُھْتَانٍ تَفْتَرُوْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ وَاَرْجُلِکُمْ وَ	عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور صحابہ کی ایک جماعت آپ کے ارد گرد موجود تھی کہ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ خدا کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھیراؤ چوری (ل) زنا کے مرتکب ہو اپنی اولاد کو جان سے نہ مارو اور اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بُہتان نہ بنا کھڑا کرو ف اور

ل یہ پوری آیت عنوان قتل میں گزر چکی اس کے ساتھ اُسے بھی ملا کر پڑھو ۱۲٭

ف اس حدیث سے ملتی ہوئی ایک آیت سورۂ ممتحنہ کے اخیر میں ہے وہاں ہم نے اس جملے کا مطلب اچھی طرح کھول دیا ہے مزید آگہی کے لیے یہاں اُس آیت کو ترجمے اور فائدے سمیت نقل کیے دیتے ہیں یا ایھا النبی اذا جاءک المومنات یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینک فی معروف فبایعھن واستغفر لھن اللہ ان اللہ غفور رحیم اے پیغمبر جب تمھارے پاس مسلمان عورتیں آئیں (اور) تم سے اس پر بیعت کرنی چاہیں کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں ٹھیرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ دختر کشی کریں گی اور نہ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان بنا کھڑا کریں گی ف (فائدہ اور بقیہ ترجمہ صفحہ آیندہ پر دیکھو)

لَا تَعْصُوْا فِیْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَّفٰی مِنْکُمْ فَاَجْرُہٗ
عَلَی اللّٰہِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِکَ شَیْئًا فَعُوْقِبَ
بِہٖ فِی الدُّنْیَا فَھُوَ کَفَّارَۃٌ لَّہٗ وَمَنْ اَصَابَ
مِنْ ذٰلِکَ شَیْئًا ثُمَّ سَتَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ فَھُوَ
اِلَی اللّٰہِ اِنْ شَآءَ عَفَا عَنْہُ وَاِنْ شَآءَ عَاقَبَہٗ
فَبَایَعْنَاہُ عَلٰی ذٰلِکَ ✦ (صحیحین)

امر مشروع میں نافرمانی نہ کرو تو جو شخص تم میں سے (اس مبایعت کو) پورا
کرے گا اُس کا اجر خدا پر اور جو ان مذکورہ بالا گناہوں میں سے
شرک کے علاوہ کسی گناہ کا مرتکب ہوگا پھر دنیا میں
اُس کی سزا دیا جائے گا تو یہ سزا اُس کا کفارہ ہوگا
اور جو شخص ان گناہوں میں سے کسی گناہ کا مرتکب
ہوا پھر خدا نے اُس کی پردہ پوشی کی تو ایسے کا کام
خدا کے سپرد ہے چاہے اسے معاف کر دے چاہے
سزا دے تو ہم سب نے اس پر پیغمبر صاحب سے بیعت کی

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ
رَجُلٌ یَّا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الذَّنْبِ
اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰہِ قَالَ اَنْ تَدْعُوَ لِلّٰہِ
نِدًّا وَّھُوَ خَلَقَکَ قَالَ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ
اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَکَ خَشْیَۃَ اَنْ یَّطْعَمَ
مَعَکَ قَالَ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ اَنْ تُزَانِیَ
حَلِیْلَۃَ جَارِکَ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَصْدِیْقَھَا
وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ
وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا
بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ الْاٰیَۃَ ✦ (صحیحین)

عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض
کیا یا رسول اللہ خدا کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون
ہے فرمایا تیرا خدا کے لیے کسی کو شریک ٹھہرانا حالانکہ
اُس نے تجھے پیدا کیا ہے عرض کیا پھر کون (سا
گناہ بڑا ہے) فرمایا تیرا اپنی اولاد کو اس خوف سے
مار ڈالنا کہ (بڑی ہو کر) تیرے ساتھ کھانے (پینے)
میں شریک ہوگی عرض کیا پھر کون (سا گناہ بڑا ہے)
فرمایا تیرا اپنے ہمسایہ کی عورت سے زنا کرنا چنانچہ
خدا تعالیٰ نے ان باتوں کی تصدیق کے لیے یہ آیت
نازل کی والذین الخ یعنی اور (خدائے رحمٰن کے خاص
بندے تو وہ ہیں) جو خدا کے ساتھ (کسی) دوسرے معبود کو
نہ پکاریں اور ناحق (ناروا) کسی شخص کو جان سے نہ
ماریں کہ اُس کو خدا نے حرام کر رکھا ہے
اور نہ زنا کے مرتکب ہوں

(ترجمہ متعلقہ صفحہ سابقہ) اور نہ نیک کاموں میں (جن کے کرنے کا تم حکم دو) تمھاری حکم عدولی کریں گی (ان شرطوں پر) تم اُن سے بیعت لے لیا
کرو اور خدا کی جناب میں اُن کی مغفرت کی دعا کرو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے (فائدہ) یہ عرب کا ایک محاورہ معلوم ہوتا ہے جیسے ہمارے ہاں آنکھوں
دیکھے جس کا مطلب ہے جان بوجھ کر یا جیسے بددعا میں کہتے ہیں کہ تیرے دیدوں اور گھٹنوں کے آگے آئے تو مطلب ہے کہ جان بوجھ کر کوئی بہتان کھڑا کریں اور
اُن کے ہاتھ پاؤں بیچ سے ہوں کہ جھوٹ بنا رہی ہیں ۱۲ ✦

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا زَنَى الْعَبْدُ خَرَجَ مِنْهُ الْإِيْمَانُ فَكَانَ فَوْقَ رَأْسِهِ كَالظُّلَّةِ فَإِذَا خَرَجَ مِنْ ذٰلِكَ الْعَمَلِ رَجَعَ إِلَيْهِ الْإِيْمَانُ ۔ (ترمذی۔ ابو داؤد)

ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ زنا کرتا ہے تو اُس سے ایمان علیحدہ ہوکر اُس کے سر پر سایبان کی طرح ہوجاتا ہے پھر جب اس عمل قبیح سے فارغ ہوتا ہے تو ایمان اُس کی طرف لوٹ آتا ہے۔

چوری

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ ۔ (صحیحین)

ابو ہریرہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا چور کے پھٹے مونھ کہ وہ ایک انڈا چراتا اور اس کی سزا میں اُس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور ایک رسّی چراتا اور اس کی سزا میں اُس کا ہاتھ کاٹا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ الخ (بخاری)

ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زانی جس وقت زنا کرتا ہوتا ہے وہ مومن نہیں ہوتا اور چور جب چوری کرتا ہوتا ہے مومن نہیں ہوتا ف ا

ف ا قتل و زنا میں جو حدیثیں لی گئی ہیں اُن میں چوری کا بھی مذکور ہے ہم نے طوالت کے خوف سے ان ہی دو حدیثوں پر بس کی اور انھیں مکرر بیان کرنا ضرور نہ سمجھا اور مومن نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زانی بحالت ارتکاب زنا اور چور بحالت ارتکاب چوری مومن کامل نہیں رہتا یعنی اتنی دیر کے لیے پردہ غفلت ایمان کی روشنی کو اس قدر ماند اور دھندلا کر دیتا ہے کہ گویا روشنی ہے ہی نہیں پھر اگر نور ایمان کی ایک مدھم شعاع بھی باقی ہے تو ارتکاب جرم کے بعد اس کو تنبہ ہوتا اور وہ اپنے تئیں ملامت کرتا اور یہی ایمان کا لوٹ آنا ہے ۱۲

غصب

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۟ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝

(النساء ع ۵ پارہ ۵)

مسلمانو! ناحق (ناروا) ایک دوسرے کے مال خورد برد نہ کیا کرو ہاں آپس کی رضامندی سے خرید و فروخت ہو اور اُس میں کچھ ہاتھ لگ جائے تو وہ ناروا نہیں اور (آپ) اپنے تئیں ہلاک نہ کرو رتم سے یہ بات اس لیے کہی جاتی ہے کہ اللہ تمہارے حال پر مہربان ہے ف۱ اور جو زور و ظلم سے ایسا کام کرے گا یعنی پرایا مال کھا جائے گا تو ہم اُس کو (قیامت کے دن دوزخ کی) آگ میں دے جا کر جھونک دیں گے اور یہ اللہ کے نزدیک (ایک) آسان سی (بات ہے)

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا فَاِنَّهٗ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ ۔ (صحیحین)

زید کے بیٹے سعید کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بالشت بھر زمین بھی زور و ظلم سے لے لے گا قیامت کے دن اُس قطعہ زمین کو ساتویں زمین کی انتہا سے لے کر طوق بنایا جائے گا اور اُس کی گردن میں ڈالا جائے گا۔

عَنْ اَبِيْ حُرَّةَ الرَّقَاشِيِّ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا لَا تَظْلِمُوْا اَلَا لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ اِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِّنْهُ (بیہقی)

ابو حرہ رقاشی اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) خبردار ظلم نہ کرو (اور) سنو کسی شخص کا مال اُس کی خوشی اور رضامندی کے بغیر حلال نہیں۔

عَنْ رَافِعِ بْنِ عَمْرٍو الْغِفَارِيِّ قَالَ كُنْتُ غُلَامًا

عمرو کے بیٹے رافع غفاری کہتے ہیں کہ میں ابھی لڑکا تھا

ف۱ اس سے بعض نے خودکشی مُراد لی ہے اور بعض نے قتلِ نفس جس کی سزا قصاص ہے دوسرے کے مارنے کو اپنا مارنا اس سے فرمادیا ہے کہ تمام بنی آدم اصلِ واحد کی فرع ہیں سے بنی آدم اعضائے یکدیگرند ٭ کہ در آفرینش زیک جوہرند ٭ چو عضوے بدرد آورد روزگار ٭ دگر عضوہا را نماند قرار ٭ اور بعض نے سمجھا ہے کہ ایسی شقت کا اختیار کرنا مراد ہے جس کا نتیجہ فی اغلب الاحوال ہلاکت ہو جیسے راہب اور ہمارے مُلک کے جوگی سناسی کیا کرتے ہیں اور بعض نے سباق و سیاق کے لحاظ سے حقوقِ عباد کا تلف کرنا بھی لکھا ہے اور لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل ایسا کلیہ ہے کہ تمام دیوانی قسم کی خصومتیں بلکہ جرائم متعلقہ مال سب اس ممانعت میں داخل ہیں حکم اتنا مختصر اور تمام اقسام معاملات متعلقہ مال پر حاوی ۱۲

اَرْمِی نَخْلَ الْاَنْصَارِ فَاُتِیَ بِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا غُلَامُ لِمَ تَرْمِی النَّخْلَ قُلْتُ اٰکُلُ قَالَ فَلَا تَرْمِ وَکُلْ مِمَّا سَقَطَ مِنْ اَسْفَلِہٖ ثُمَّ مَسَحَ رَاْسَہٗ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اَشْبِعْ بَطْنَہٗ ٭ (ترمذی)	(اور) انصار کی کھجوروں کے درختوں میں (کھڑا) پتھر مار رہا تھا پس ایک شخص مجھکو جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا آپ نے فرمایا لڑکے (اُن) لوگوں کے درختوں پر پتھر کیوں پھینکتا ہے میں نے عرض کیا کھجوروں کے کھانے کے لیے فرمایا درختوں پر پتھر نہ پھینک اور پھل کھانا ہی چاہتا ہے تو درختوں کے نیچے جو جھڑے پڑے ہیں وہ کھا لے ف پھر پیغمبر صاحب نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا خداوندا اس کا پیٹ بھر دے

ف اگر کھیت یا باغ کی رکھوالی کی جاتی ہو تو گرے پڑے پھل کا بے اجازت مالک لینا بھی چوری ہے جہاں کی اور جن وقتوں کی حدیث ہے وہاں کھولی کا دستور نہ ہو گا ۱۲٭

رشوت

وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِہَآ اِلَی الْحُکَّامِ لِتَاْکُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ ۲۳۶ پارہ ۲)	اور (مسلمانو!) آپس میں ناحق (ناروا) ایک دوسرے کے مال خورد بُرد نہ کرو اور نہ مال کو حاکموں پاس (رسائی پیدا کرنے کا) ذریعہ گرداؤ کہ لوگوں کے مال میں سے (تھوڑا بہت جو) کچھ (ہاتھ لگے اُس کو) جان بوجھ کر ناحق ہضم کر جاؤ ف
عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرَّاشِیَ وَالْمُرْتَشِیَ ٭	عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے اور رشوت لینے والے دونوں کو لعنت کی ہے
وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَالرَّائِشَ یَعْنِی الَّذِیْ یَمْشِیْ بَیْنَھُمَا ٭	اور ایک روایت میں (یوں آیا ہے) اور رائش یعنی اُس شخص کو بھی لعنت فرمائی جو رشوت دینے والے اور لینے والے میں دلال ہوتا اور کم و بیش کر کے دونوں میں رشوت کا قرار داد ٹھیراتا ہے۔
عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ قَوْمٍ یَظْھَرُ فِیْھِمُ الزِّنَا اِلَّا اُخِذُوْا بِالسَّنَۃِ وَمَا مِنْ قَوْمٍ یَظْھَرُ فِیْھِمُ الرُّشٰی اِلَّا اُخِذُوْا بِالرُّعْبِ (مشکوٰۃ)	عمرو بن عاص کہتے ہیں میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جس قوم میں بھی زنا ظاہر شائع ہوتا ہے وہ ضرور مبتلائے قحط ہوتے ہیں اور جس قوم میں رشوت رواج پاتی ہے وہ دشمنوں کی طرف سے ترس بیم میں گرفتار رہتے ہیں۔

ف اس سے رشوت مراد ہے جو حق کا ناحق کرنے کے لیے رشوت خوار حاکموں کو دی جاتی ہے ۱۲

من المترجم ۔ ہم چاہتے تو اس حدیث کو نہ بھی لیتے ۔کیونکہ ہم نے بندوں کے حقوق اور باہمی معاملات کے متعلق آیات اور احادیث صرف اِس غرض کسے جمع کی ہیں کہ لوگوں کو ہر ایک حق اور ہر ایک معاملے کے بارے میں خدا رسول کا حکم معلوم کرادیں ورنہ دنیاوی جزا اور سزا اور فیصلہ تو سب جانتے ہیں کہ خود خدا کے حکم سے تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ باختیارِ حاکم وقت ہے اور حاکم بھی جو مُسلمان نہیں ۔ اور وہ اپنے قانون پر عمل کرتا ہے نہ قرآن پر اور نہ حدیث پر ۔ اس حدیث میں زنا اور رشوت دو چیزوں کا مذکور ہے اور دونوں کے بارے میں آیتیں بھی اور حدیثیں بھی بقدرِ کافی لی جاچکی ہیں ۔ غرض اس حدیث کو نہ بھی لیتے تو کچھ حرج نہ تھا با اینہمہ ایک خاص مطلب سے اِس حدیث کو لیا ۔ وہ یہ کہ باوجود مَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا کے خاص کر ان وقتوں کے لوگ عقلِ انسانی پر بہت بھروسہ کرنے لگے ہیں ۔ قصورِ فہم کے تو کسی بات میں معترف ہوتے ہی نہیں جو بات سمجھ میں نہ آئی اور خلافِ قیاس معلوم ہوئی جھٹ سے اُس کو جھٹلاو یا بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ حالانکہ مومن کی یہ شان نہیں ہے خدا رسول کا فرمانا بس کرتا ہے وجہ معلوم ہو یا نہ ہو ۔ دنیا کی ہزاروں باتیں سمجھ میں نہیں آتیں مگر ہوتی آئی ہیں اور ہو رہی ہیں ۔ مقناطیسی سوئی کا ایک سرا ہمیشہ اُتّر کو رہتا ہے ۔ کیوں رہتا ہے یا نہیں؟ مگر کسی اُوجھ بُجھکّڑ نے اس کی وجہ بھی سمجھی ۔ کاہ رُبا گھاس کو مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے ۔ کیوں کھینچتا ہے یا نہیں ۔ کوئی نہیں بتا سکتا کیوں حیوانات اور نباتات کی پیدائش کا راز کسی نے معلوم کیا ہو تو بتلائے ۔ اچھا پھر اسی قبیل سے ہے زنا اور قحط کا تعلق جو اس حدیث میں ہے هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ہم تو عرفی کے اِس شعر کے قائل ہیں ؎

هر کس نه شناسندهٔ راز است وگرنه   این ها همه راز است که معلوم عوام است

بات یہ ہے کہ مُسلماناں در گور مُسلمانی در کتاب سچّے مُسلمان تو مثلاً ابو بکرؓ تھے کہ پیغمبر صاحب نے معراج کا حال ان سے بیان کیا انھوں نے بے چون وچرا باور کر لیا کسی ہم جیسے مسلمان نے اُن سے براہِ تعجب وجہ پوچھی تو کہا کہ پیغمبر صاحب کے فرمانے کے بعد مجھے کوئی دلیل درکار نہیں ۔

قتل

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا فَإِنْ كَانَ مِنْ

اور کسی مُسلمان کو روا نہیں کہ مُسلمان کو (جان سے) مار ڈالے مگر غلطی سے (مار ڈالا ہو تو دوسری بات ہے) اور جو مُسلمان کو غلطی سے (بھی) مار ڈالے تو ایک مُسلمان بردہ آزاد کرے اور وارثانِ مقتول کو خون بہا دے (سو الگ) مگر یہ کہ وارثانِ مقتول (خون بہا) معاف کردیں پھر اگر مقتول اُن لوگوں میں

قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۖ وَإِن كَانَ مِن قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۖ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ۝

(النساء ع ۱۳ پارہ ۵)

جو تم مسلمانوں کے دشمن ہیں اور وہ خود مسلمان ہو تو (بس) ایک مسلمان بردہ آزاد کرنا ہوگا اور اگر (مقتول) اُن لوگوں میں کا ہو جن میں اور تم میں (صلح کا) عہد (و پیمان) ہے تو (قاتل کو چاہیئے کہ) وارثانِ مقتول کو خوں بہا پونہچائے اور (اس کے علاوہ) ایک مسلمان بردہ (بھی) آزاد کرے اور جس کو (مسلمان بردہ آزاد کرنے کا) مقدور نہ ہو تو لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے کہ توبہ کا یہ طریق اللہ کا ٹھیرایا ہوا ہے اور اللہ (سب کے حال سے) واقف ہے (اور) اُس کا انتظام (بڑا) پکا (انتظام) ہے اور جو مسلمان کو دیدہ و دانستہ مار ڈالے تو اُس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ (ہمیشہ) رہے گا اور اُس پر اللہ کا غضب (نازل) ہوگا اور اُس پر خدا کی پھٹکار پڑے گی اور اللہ نے اُس کے لیے بڑا (سخت) عذاب تیار کر رکھا ہے ف ۱

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَمَن قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ ۖ إِنَّهُ كَانَ مَنصُورًا ۝ (بنی اسرائیل ع ۴ پارہ ۱۵)

اور (کسی کی) جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے ناحق قتل نہ کرنا اور جو شخص ظلم سے مارا جائے تو ہم نے اُس کے والی (وارث) کو (قاتل سے قصاص لینے کا) اختیار دیا ہے تو اُس کو چاہیئے کہ خون کا بدلہ لینے میں زیادتی نہ کرے کیونکہ (وہ) بدلہ لینے میں بھی اُس کی جیت ہے ف ۲

ف ۱ کفارۂ قتل اور دیت کے متعلق جتنے احکام ہیں سب ہمارے زمانے میں معطل ہیں اسی وجہ سے ہم نے کفارے اور دیت کے متعلق قرآن کی ایک آیت کے سوا اور کچھ نہیں لیا اور وہ بھی اس وجہ سے کہ لوگوں کو اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ قتل خدا کے نزدیک منبوض ترین جرائم ہے ۱۲ ف ۲ مطلب یہ ہے کہ مثلاً زید نے خالد کو ظلماً مار ڈالا تو اس صورت میں خالد کی جانب مغلوب تھی ورنہ خالد مارا ہی کیوں جاتا اب وقت آیا قصاص کا تو خالد کی جانب کو خدا نے غلبہ دیا اور قاعدۂ قصاص کے جاری کرنے سے اُس کی مدد کی تو وارثانِ خالد کو واجبی بدلے پر قناعت کرنی چاہیئے یہ نہ سمجھیں کہ واجبی بدلہ اُن کا کافی انتقام نہیں ہے ۱۲

✤ ✤ ✤

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝ (الفرقان ع ۶ پارہ ۱۹)

اور (خدائے رحمٰن کے خاص بندے تو وہ ہیں) جو خدا کے ساتھ (کسی) دوسرے معبود کو نہ پکاریں اور ناحق (ناروا) کسی شخص کو جان سے نہ ماریں کہ اُس کو خدا نے حرام کر رکھا ہے اور نہ زنا کے مرتکب ہوں اور جو (شرک اور گناہ) مذکورۂ بالا کرے گا وہ (اپنے گناہ کا خمیازہ) بھگتے گا کہ قیامت کے دن اُس کو دوہرا عذاب دیا جائے گا (شرک کا الگ اور دوسرے گناہوں کا الگ اور ذلیل و خوار) اُسی حال میں ہمیشہ رہے گا مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جو شخص توبہ کرے اور (اُس کے بعد وہ) نیک عمل (بھی) کرے تو وہ حقیقت میں خدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَبَائِرُ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ[۱] (بخاری)

عبد اللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑے گناہ یہ ہیں خدا کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھیرانا۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنا کسی شخص کو مار ڈالنا جھوٹی قسم کھانا۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا

ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات مہلک گناہوں سے بچو (صحابہ نے) عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا ہیں فرمایا خدا کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھیرانا ایک۔ کسی پر جادو کرنا دو۔ ناحق ناروا کسی شخص کو جان سے مارنا کہ اُس کو خدا نے حرام کر رکھا ہے تین۔

[۱] یمین غموس کے معنے ہیں جھوٹی قسم جس سے کسی کا مال ضائع کر دیا جائے۔ غمس کے لغوی معنے ہیں ڈبونے کے چونکہ جھوٹی قسم بھی آدمی کو گناہ میں پھر آگ میں ڈبو دیتی ہے اس سے اُسے یمین غموس کہتے ہیں۔ اہلِ جاہلیت کی عادت تھی کہ جب باہم کسی بات پر قسما قسمی کرتے تو استحکام قسم کے لیے خون یا خوشبو یا لکھ کا بھرا ہوا پیالہ سامنے رکھتے اور قسم کھاتے وقت پیالے میں ہاتھ ڈبو دیتے اس کا یہ مطلب ہے تاکہ جس بات پر ہم نے قسم کھائی ہے اُس کے خلاف کبھی کریں ہی گے نہیں ۱۲ منہ

بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبٰوا وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّىْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ الْغٰفِلٰتِ (صحیحین)

سود کھانا چار یتیم کا مال ہضم کر جانا پانچ مذہبی لڑائی (یعنی جہاد) میں پیٹھ موڑ کر بھاگنا چھے پارسا مسلمان عورتوں کو جو بدکاری سے غافل ہیں۔ بدکاری کی تہمت لگانا سات

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يَّزَالَ الْمُؤْمِنُ فِىْ فُسْحَةٍ مِّنْ دِيْنِهٖ مَالَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا (بخاری)

ابن عمر کہتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان دار اپنے دین کی طرف سے ہمیشہ آسانی میں ہے کا تاوقتیکہ ناجائز اور حرام خوں ریزی کا مرتکب ہو ف۱

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِى الدِّمَاءِ (صحیحین)

عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز سب سے پہلے لوگوں میں خون کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا ف۲

ف۱ ماجعل علیکم فی الدین من حرج کی رُو سے مسلمان پر دین میں کوئی تنگی تو ہے نہیں مگر جب وہ مرتکب خونریزی ہوا تو البتہ بحکم دین مبتلائے مصیبت ہو گیا ۱۲

ف۲ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کے بارے میں پرسش ہوگی تو دونوں حدیثوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ حقوق العباد میں سب سے پہلے پرسش خون کی ہوگی اور حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کی فارتفع التعارض ۱۲

قصاص و خونبہا

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عُفِىَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَىْءٌ

مسلمانو! جو لوگ تم میں مارے جائیں اُن کے بارے میں تم کو (جان کے) بدلے (جان) کا حکم دیا جاتا ہے آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت ف۳ پھر جس (قاتل) کو اُس کے بھائی (طالب قصاص) سے کوئی جزو (قصاص) معاف کر دیا جائے۔

ف۳ عرب میں یہ دستور تھا کہ اگر بڑا آدمی کسی ادنیٰ درجے کے آدمی کو مار ڈالتا تو اُس سے قصاص نہ لیتے اور بڑا آدمی مارا جاتا تو ایک کے بدلے کئی کئی خون کر دیتے غرض قصاص میں دنیاوی وجاہت کا پاس کرتے تھے اسلام نے اس فرقِ مراتب کو اُٹھا دیا آزادوں میں ہو یا غلاموں میں حاصل مطلب یہ ہے کہ کچھ بھی ہو قاتل ہی کو قتل کیا جائے ۱۲

فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ وَلَكُمْ فِى الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○

(البقرہ ع ۲۲ پارہ ۲)

تو (جان کے بدلے خونبہا اور) وارثِ (مقتول کی طرف سے اس کا) مطالبہ دستور (شرع) کے مطابق اور (قاتل کی طرف سے) وارثِ مقتول کو خوش معاملگی کے ساتھ (خونبہا کا) ادا کردینا یہ (حکم خونبہا) تمھارے پروردگار کی طرف سے (تمھارے حق میں) آسانی اور مہربانی ہے پھر اس کے بعد جو زیادتی کرے تو اُس کے لیے عذاب دردناک ہے ف۱ اور عقلمندو! قصاص (کے قاعدے) میں تمھاری زندگی ہے اور (اس غرض سے جاری کیا گیا ہے) تاکہ تم (خونریزی سے) باز رہو ف۲

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔاۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْاؕ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍؕ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا

اور کسی مسلمان کو روا نہیں کہ مسلمان کو جان سے مار ڈالے مگر غلطی سے (مار ڈالا ہو تو دوسری بات ہے) اور جو مسلمان کو غلطی سے (بھی) مار ڈالے تو ایک مسلمان بردہ آزاد کرے اور وارثانِ مقتول کو خونبہا دے (سوا اس کے) مگر یہ کہ (وارثانِ مقتول خون بہا) معاف کردیں پھر اگر مقتول اُن لوگوں میں کا ہو جو تم مسلمانوں کے دشمن ہیں اور وہ خود مسلمان ہو تو (بس) ایک مسلمان بردہ آزاد کرنا ہوگا اور اگر (مقتول) اُن لوگوں میں کا ہو جن میں اور تم میں (صلح کا) عہد (و پیمان) ہے تو (قاتل کو چاہیے کہ) وارثانِ مقتول کو خوں بہا پہنچائے اور (اس کے علاوہ) ایک مسلمان بردہ (بھی) آزاد کرے اور جس کو (مسلمان بردہ آزاد کرنے کا) مقدور نہ ہو تو لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے کہ توبہ کا یہ طریق اللہ کا ٹھیرایا ہوا ہے اور اللہ (سب کے حال سے) واقف ہے اور (اس کا انتظام (بڑا) پکا (انتظام) ہے۔

ف۱ اصل میں تو خون کا بدلہ خون ہے جس کو قصاص کہتے ہیں اور یہ حق ہے وارثانِ مقتول کا لیکن اگر وارثانِ مقتول خون سے درگزر کریں اور قاتل کی جان لینی نہ چاہیں یا اُن میں اختلاف ہو بعض قصاص چاہیں اور بعض نہیں تو دونوں صورتوں میں دِیت یعنی خوں بہا ہے۔ پھر جب دیت کا دینا ٹھیرا تو دینے والے اُس کے ادا کرنے میں مضایقہ نہ کریں اور لینے والے اُس کے مطالبے میں بے جا سختی نہ کریں ۱۲ ف۲ قصاص میں زندگی ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس سے جانوں کی حفاظت ہے کہ قصاص کے ڈر سے لوگ خونریزی سے باز رہیں گے ۱۲

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ (المائدہ ع ۷ پ ۶)

اور ہم نے توراۃ میں یہود کو تحریری حکم دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ (ویسے ہی) زخم (پھر جو مظلوم بدلہ معاف کر دے تو وہ اس (کے گناہوں) کا کفارہ ہوگا اور جو خدا کی اتاری ہوئی (کتاب) کے مطابق حکم نہ دے تو وہی لوگ بے انصاف ہیں ف

ف پچھلے رکوع کی شانِ نزول ایک زنا کا مقدمہ تھا جو یہودیوں میں ہوا تھا اور مجرم عزت دار لوگ تھے اور وہ اجرائے حکمِ سنگساری میں خلافِ حکمِ توراۃ اُن کی رعایت کرنی چاہتے تھے اور اِن آیتوں میں قصاص کا حکم ہے اور یہ احکام بھی عام ہیں کہ قصاص ہر شخص پر بلا لحاظ اِس کے کہ مجرم کون ہے اور کس درجے کا ہے اُس کو سزا دی جائے اور اسی طرح حکمِ سنگساری بھی عام تھا مگر یہود ان تمام احکام میں دنیاوی طمع کو دخل دیتے تھے ۱۲

تعزیر و حدود

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ (المائدہ ع ۶ پارہ ۶)

اور (مسلمانو!) مرد چوری کرے تو اور عورت چوری کرے تو اُن کے (اس) کرتوت کے بدلے میں (بلا امتیاز) دونوں کے دہنے ہاتھ کاٹ ڈالو (یہ) تعزیر (اُن کے حق میں) خدا (کی طرف) سے (قرار) پائی ہے اور اللہ زبردست (اور انتظامی مصلحتوں سے) واقف ہے ف۲

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (النور ع ۱ پ ۱۸)

عورت اور مرد زنا کریں تو اُن دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو درّے مارو اور اگر اللہ اور روزِ آخرت کا یقین رکھتے ہو تو اللہ کے حکم کی تعمیل میں تم کو اُن (کے حال) پر (کسی طرح کا) ترس دامن گیر نہ ہو اور (نیز) اُن کے سزا دیتے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت (اُن کی فضیحت کے لیے) موجود رہے۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں اور چار گواہ نہ لاسکیں تو اُن کو اسّی درّے مارو

ف۲ دہنے ہاتھ کی قید جو ہم نے بڑھا دی ہے وہ احادیث سے لی ہے ۱۲ ف۳ درّے میں کوڑا چابک بید سب داخل ہیں ۱۲

وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (نور ع ۱ پارہ ۱۸)

اور (آیندہ) کبھی اُن کی گواہی قبول نہ کرو اور یہ لوگ خود بدکار ہیں ف مگر جنھوں نے ایسا کیے پیچھے توبہ کی اور اپنی عادت درست کرلی تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ فَكَانَ مِمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اٰيَةُ الرَّجْمِ رَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهٗ وَالرَّجْمُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ حَقٌّ عَلٰى مَنْ زَنٰى اِذَا اُحْصِنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ اِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ اَوْ كَانَ الْحَبَلُ اَوِ الْاِعْتِرَافُ (صحیحین)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خدا نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو سچے اور درست دین کے ساتھ بھیجا اور اُن پر کتاب نازل فرمائی اور آیت رجم بھی ما انزل اللہ میں سے تھی (اسی واسطے) جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور پیغمبر صاحب کے بعد ہم نے رجم کیا۔ رجم خدا کی کتاب میں موجود ہے (اور) اُن مردوں اور عورتوں پر ثابت ہے جو بیاہے ہو کر زنا کریں جب کہ گواہ (گواہی دینے) کھڑے ہوں یا عورت کو حمل ہو یا اقرار۔

ف جرم تہمت ناحق کی ناپسندیدگی ظاہر کرنے کے لیے ایسا فرمایا کہ وہی خود بدکار ہیں یعنی جیسے بدکاری جرم ہے ویسے ہی ناحق کی تہمت بھی جرم ہے۔ ناحق کی تہمت لگانے سے آدمی بھلمنساہت کے دائرے سے خارج اور بے آبرو ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اُس کی گواہی بھی مقبول و منظور نہیں۔

من المترجم یہ دوسرا حصہ جو بجائے خود ایک کتاب مستقل ہو گیا ہے اور نہیں ہوا تو ختم ہونے تک ہو جائے گا اس کو قانونِ الٰہی سمجھو جس کی غرض و غایت ہے حفظِ امن و عافیۃ۔ امن و عافیۃ کے لحاظ سے بندوں کے حقوق چار طرح کے ہیں۔ حقوق متعلقۂ جسم حقوق متعلقۂ جان۔ حقوق متعلقۂ مال۔ حقوق متعلقۂ عافیۃ۔ امن و عافیت کے قائم رکھنے کے لیے ہم مسلمانانِ ہند میں ایک چھوڑ دو دو ہرے دو ہرے انتظام ہیں قانونِ سلطنت اور قانونِ شریعت۔ ہم شروع کتاب میں کسی جگہ دونوں قانونوں کا فرق بتا چکے ہیں۔ بقدرِ تعلق حقوق اللہ قانونِ شریعت ہمارا دستور العمل ہے اور بقدرِ تعلق حقوق العباد قانونِ سلطنت۔ ہماری اپنی سلطنۃ کے زمانے میں ایک قانونِ شریعت ہمارے لیے بس کرتا تھا کہ وہی حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں میں ہمارا راہ نما تھا۔ اب ہندوستان کا قانونِ سلطنت بقدرِ تعلق حقوق العباد قانونِ شریعت سے بدلا ہوا ہے اور چار و ناچار ہم کو اسی کی اطاعت اور تعمیل کرنی پڑتی ہے۔ یعنی بقدرِ تعلق حقوق العباد قانونِ سلطنۃ ہی ہمارا قانونِ شریعت ہے۔ اس رُو سے چاہیے تھا کہ ہم حقوق العباد کے حصے میں مجموعۂ تعزیرات اور مجموعۂ ضوابطِ فوجداری اور مجموعۂ ضوابطِ دیوانی اور قانونِ شہادت وغیرہ وغیرہ تمام انگریزی قوانین نافذ الوقت کا پشتارہ نقل کر دیتے۔ مگر ہم نے ایسا نہیں کیا اور نہ ایسا کرنا منظور تھا۔ ہم نہیں چاہتے کہ مسلمان قانونِ سلطنت کے دباؤ سے امن و عافیت کے ساتھ زندگی کریں نہیں بلکہ اسلامی شریعت کے حکم سے بے شک قانونِ سلطنت قانونِ شریعت سے

مختلف ہے مگر اختلاف فروعی ہے اُصول دونوں کے متحد ہیں۔ قانونِ سلطنت اَمن و عافیت چاہتا ہے اور یہی عین منشا قانونِ شریعت کا ہے۔ مثلاً قانونِ سلطنت چور کو بید اور قید اور جرمانے کی سزا دیتا ہے تاکہ دوسروں کو عبرت اور چوری کا اِنسداد ہو۔ قانونِ شریعت چور کا ہاتھ کاٹنے کو کہتا ہے۔ عبرت اور چوری کا انسداد نتیجہ دونوں کا ایک۔ قانون تعزیرات ہند اُٹھا کر دیکھو چور کی سزا تین برس یا جرمانہ یا دونوں۔ تو یہ منتہائے سزا ہے چوری پیسے کی۔ چوری سو روپے کی چوری سو کی چوری ہزار کی کیا ہر چوری میں پوری سزا دی جاتی ہے۔ نہیں۔ تعیین سزا کام ہے مجسٹریٹ کا۔ اسی طرح کیا قانونِ شریعت کی رُو سے ہر ایک چور کا ہاتھ کاٹ ڈالتے ہیں نہیں۔ بقول امام ابوحنیفہ دس درم یعنی ۲/۸ سے کم میں اور بقول امام شافعی تین درم یعنی ۱۲/ سے کم میں قطع ید نہیں بلکہ صرف تعزیر۔ تو جب قاضی نوعیۃ سزا بدل سکتا ہے تو مجسٹریٹ کو نوعیۃ سزا بدلنے کا اختیار کیوں نہ ہو۔ پس حقوق العباد میں جس معاملے کے متعلق نوعیۃ سزا یا مقدارِ سزا کی صراحت ہو اُس پر نظر نہ کرو صرف اتنی بات دیکھ لو کہ یہ فعل ممنوعِ شرعی ہے اور نوعیۃ سزا اور تعیینِ سزا باختیارِ حاکم چاہے قاضی ہو یا مجسٹریٹ یا جج ✤

✤ ✤ ✤

✤

حقوقِ میّت

غُسل

عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نُغَسِّلُ ابْنَتَهٗ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ ذٰلِكَ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَّاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا اَوْ شَيْئًا مِّنْ كَافُوْرٍ فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَاَلْقٰى اِلَيْنَا حَقْوَهٗ وَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِغْسِلْنَهَا وِتْرًا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ سَبْعًا وَّابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا وَقَالَتْ فَضَفَرْنَا شَعْرَهَا۔

اُمِّ عطیہ[1] (انصاریہ جو ایک بڑی صحابیہ ہیں) کہتی ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم آپ کی صاحبزادی (زینب) کو (اُن کے مرے پیچھے) نہلا رہے تھے پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ زینب کو تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا اس سے زیادہ اگر زیادہ کی ضرورت دیکھو پانی اور بیری[2] کے پتوں سے نہلاؤ اور پچھلی مرتبہ کے غسل میں کافور[3] کا استعمال کرو یا فرمایا تھوڑے سے کافور کا استعمال کرو اور جب نہلانے سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دینا چنانچہ ہم فارغ ہوئے تو پیغمبر صاحب کو اطلاع دی آپ نے ہماری طرف اپنا تہ بند پھینک کر فرمایا کہ زینب کو اس میں لپیٹ دو اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ زینب کو طاق[4] یعنی تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا سات دفعہ نہلاؤ اور داہنی[5] طرف کے اعضاء اور اُن میں سے بھی اعضاء وضو سے دھونا شروع کرو اُم عطیہ کہتی ہیں پھر ہم نے زینب کے سر کے بالوں

[1] غسل میت کے فرض ہونے پر اجماعِ اُمت قائم ہو چکا ہے اور اسی لئے غسل میت کا حق ہے اور احیاء کا فرضِ کفایہ کہ بعض کا فعل کافی ہے ۱۲

[2] جس طرح آنولے اور صابون سے میل کٹتا ہے اسی طرح بیری کے پتوں سے ۱۲

[3] چونکہ میت کی لاش میں ایک طرح کی بساندسی پیدا ہو جاتی ہے اس سے کافور کے استعمال کا حکم فرمایا ۱۲ [4] طاق کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ آپ تفرید و توحید کو بہت پسند کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے ان اللہ وتر یحب الوتر اور اسی وجہ سے تو رکوع و سجود کی تسبیح اور وضو وغیرہ میں طاق کی رعایت کرتے تھے ۱۲

[5] کیونکہ دائیں کو بائیں پر فضیلت ہے ۱۲

ثَلٰثَةَ قُرُوْنٍ فَاَلْقَيْنَاهَا خَلْفَهَا ✝ (صحیحین)	تین مینڈھیاں گوندھ کر انھیں پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا[1]

مِنَ المترجم فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ میت کو غسل دیتے وقت اس بات کی زیادہ احتیاط رکھیں کہ اس کا ستر کھلنے نہ پائے۔ ستر پر ایک گاڑھا کپڑا ڈال دیں اور اس طرح غسل دینا شروع کریں کہ پہلے مبالغے کے ساتھ طہارت کرائیں۔ پھر کُلّی اور ناک میں پانی دینے کے علاوہ بالکل ویسا ہی وضو کرائیں جیسا نماز کے لیے کرایا جاتا ہے۔ اس کے بعد خطمی یا صابون سے سر کے بال اور داڑھی دھوئیں اور بائیں کروٹ پر لٹا کر سیدھی طرف کا سارا جسم دھوئیں اور ایک ایک عضو کو تین تین یا پانچ پانچ یا سات سات دفعہ دھوئیں۔ پانی میں بیری یا کسی اور خوشبودار درخت کے پتے یا پھول ڈالدیں۔ اور سب میں پیچھے وہ پانی بہائیں جس میں کافور کی آمیزش ہو۔ عورت کے بالوں کے تین حصے کریں اور تین مینڈھیاں گوندھ کر پیٹھ پر ڈال دیں غسل کے بعد میت کے مواضع سجود پر کافور ملیں۔ میت کے نہلانے والے کو غسل اور اٹھانے والے کو وضو کرنا مستحب ہے۔ شوہر اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی بیوی فاطمہؓ کو اور بی بی اسمار نے اپنے شوہر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو غسل دیا ۱۲

کفن

عَنْ عَائِشَةَ رض قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِيْ ثَلٰثَةِ اَثْوَابٍ يَمَانِيَةٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ ✝ (صحیحین)	اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم یمن کے تین سفید دُھلے ہوئے کپڑوں میں جو رُوئی کے تھے کفنائے گئے۔ جن میں نہ کُرتہ تھا نہ پگڑی۔
عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَفَّنَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُحَسِّنْ كَفَنَهٗ ✝ (مسلم)	حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو عمدہ اور اچھا کفن دے۔
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلْبَسُوْا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَاِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ	ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفید کپڑے[2] پہنو کیونکہ یہ تمہارے سب کپڑوں میں بہتر ہیں اور ان ہی کپڑوں میں اپنے مُردوں کو کفناؤ

[1] تاکہ بالوں کی پریشانی سے میت کی صورت موحش اور ڈراؤنی نہ بن جائے ۱۲

[2] ف سفید کپڑوں میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ جلد جلد دُھلوانے پڑتے ہیں برخلاف رنگین کے کہ ان میں بدن کا میل اور گرمی جذب ہو کر بیماری پیدا کرتے ہیں ۱۲

وَمِنْ خَيْرِ أَكْحَالِكُمُ الْإِثْمِدُ فَإِنَّهُ يُنْبِتُ الشَّعْرَ وَيَجْلُو الْبَصَرَ ۔ (ترمذی - ابن ماجہ)

اور تمہارے سب سرموں میں بہتر سرمہ اثمد ہے کیونکہ وہ پلکوں کے بال اگاتا اور بینائی روشن کرتا ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ دَعَا بِثِيَابٍ جُدُدٍ فَلَبِسَهَا ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْمَيِّتُ يُبْعَثُ فِي ثِيَابِهِ الَّتِي يَمُوتُ فِيهَا ۔ (ابوداؤد)

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ جب ان کے انتقال کا وقت قریب آ گیا تو (گھر والوں سے) نئے کپڑے مانگ کر پہنے پھر کہا میں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ میت اپنے ان ہی کپڑوں میں (قیامت کے روز) اٹھایا جائے گا جن میں وہ مرتا ہے ف۱

ف۱ مسلمان جو حشر اجساد کا قائل ہے وہ تو اس میں کسی طرح کا شک و شبہہ کر نہیں سکتا بلی قادر علی ان نسوی بسانہ ۱۲ (من المترجم)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلَى أُحُدٍ أَنْ يُنْزَعَ عَنْهُمُ الْحَدِيدُ وَالْجُلُودُ وَأَنْ يُدْفَنُوا بِدِمَائِهِمْ وَثِيَابِهِمْ ۔ (ابوداؤد - ابن ماجہ)

ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کے بارے میں حکم فرمایا کہ ان کے جسموں سے لوہا یعنی ہتھیار اور چمڑے کے سازو سامان اتار لیے جائیں اور ان کو ان ہی کے خونوں اور کپڑوں میں دفن کر دیا جائے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ رَجُلًا كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ

عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں کہ ایک شخص جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اتفاقاً چلتے چلتے اونٹنی پر سے گرا اور گردن ٹوٹ کر مر گیا اور یہ شخص (حج یا عمرے کا) احرام باندھے ہوئے تھا جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اس پانی سے نہلاؤ جس میں بیری کے پتے ڈالے

عہ اثمد ایک طرح کا پتھر ہے جسے سنگ سرمہ کہتے ہیں اور وہ یہی معمولی سرمہ ہے جو ہمارے ہاں مستعمل ہوتا ہے ۱۲

وَكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْهِ وَلَا تَمَسُّوْهُ بِطِيْبٍ وَّلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهٗ فَإِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُلَبِّيًا ٭ (صحیحین)

اور اسی کے دو کپڑوں میں اسے کفنا دو اور اس کے خوشبو نہ ملو نہ اس کے سر کو ڈھانکو کیونکہ یہ قیامت کے روز لبیک کہتا ہوا اٹھایا جائے گا۔

من المترجم۔ مرد کو تین سفید کپڑوں یعنی دو چادروں اور ایک کفنی میں کفنانا چاہیئے جیسے بھی میسّر ہوں اور تین کپڑے بہم نہ پہنچ سکیں تو دو یا ایک ہی کفایت کرتا ہے۔ عورتوں کو چاہیئیں تو پانچ کپڑے ایک رومال جس سے پورا سر لپٹ سکے ایک سینہ بند جو کفنی کے نیچے رکھ کر سینے سے گھٹنوں تک لپیٹ دیا جاتا ہے دو چادریں ایک کفنی۔ مگر پانچ کپڑے میسّر نہ ہوں تو جس قدر مل سکیں درست ہیں۔ پانچ سے زیادہ درست نہیں جو لوگ جہاد میں شہید ہوں اُن کا حکم حدیث عبد اللہ بن عباس میں مذکور ہو چکا مگر ان کے علاوہ اور تمام شہیدوں کو جو ڈوب کر مر گئے ہوں یا جل کر یا دب کر یا دستوں کی بیماری میں یا کسی اور طرح سے انہیں غسل و نئے کپڑوں میں کفنانا نماز پڑھنا سب کچھ چاہیئے۔ میت کو تا بمقدور اچھا کپڑا دیں لیکن گران قیمت اور نامشروع کپڑے میں کفنانا درست نہیں۔

جنازے کے ساتھ چلنا

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا إِلَيْهِ وَإِنْ تَكُ سِوٰى ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهٗ عَنْ رِّقَابِكُمْ ٭ (صحیحین)

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنازے کو قبر کی طرف لے جانے میں جلدی کرو کیونکہ اگر وہ نیکوکار ہے تو قبر اس کے لیے ایک آرامگاہ ہے جس میں تم اسے جلد پونہچائے دیتے ہو اور اگر ایسا نہیں ہے تو وہ خود ایک مصیبت ہے جس کو تم اپنے سروں سے اُتار کر ٹالے دیتے ہو۔

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى أَعْنَاقِهِمْ ٭ (بخاری)

ابو سعید کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنازہ تیار ہو کر رکھ دیا جائے تو لوگ اسے اپنے مونڈھوں پر اٹھالیں ف

ف اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی جو مُردوں کو گاڑیوں پر لے جاتے ہیں یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے اور اس سے میّت مُردے کی توہین ہوتی ہے ۱۲ ٭

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً وَّحَمَلَهَا ثَلٰثَ مِرَارٍ فَقَدْ قَضٰی مَا عَلَیْهِ مِنْ حَقِّهَا (ترمذی)	ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جنازے کے پیچھے چلا اور اُسے تین دفعہ کندھا دے لیا اُس نے حقِ میت جو اُس پر تھا ادا کر دیا۔
عَنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّاکِبُ یَسِیْرُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ وَالْمَاشِیْ یَمْشِیْ خَلْفَهَا وَاَمَامَهَا وَعَنْ یَّمِیْنِهَا وَعَنْ یَّسَارِهَا قَرِیْبًا مِّنْهَا (احمد)	مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوار جنازے کے پیچھے چلیں اور پاپیادہ آگے پیچھے اور دائیں بائیں جنازے کے پاس پاس ف

ف جنازے کے ساتھ چلنے کا وقت درحقیقت بڑی عبرت کا محل ہے اس محل پر سوار ہو کر چلنا خلافِ عبرت ہے اور اگر کوئی شخص بمجبوری سوار ہی ہو کر چلے تو کم سے کم اتنا تو ضرور چاہیئے کہ جنازے کے پیچھے پیچھے چلے ۱۲

نمازِ جنازہ[1] و دُعا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی الْمَیِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)	ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! جب تم میت کی نماز پڑھ چکو تو خلوصِ دل سے اُس کے لیے دعا مانگو۔
عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَسَمِعْتُهٗ یَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِیْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ	اسقع کے بیٹے واثلہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں کے ایک شخص (کے جنازے) پر ہمارے ساتھ نماز پڑھی تو میں نے آپ کو فرماتے سُنا کہ الٰہی فُلاں کا بیٹا فلاں تیرے امان اور تیری پناہ میں ہے تو تُو اُسے قبر کے فتنے اور دوزخ کے عذاب سے بچالے اور تُو عہد کا پورا کرنے والا اور حقِ عہد کا پاس دار ہے۔

[1] نمازِ جنازہ کے متعلق حصہ اول حقوق اللہ عنوانِ صلوٰۃ میں ہمارا ایک مبسوط بیان گزر چکا ہے وہاں نمازِ جنازہ کی کیفیت اچھی طرح لکھدی ہے اس کے ساتھ اُسے بھی ملا کر پڑھو ۱۲

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ٭ (ابو داؤد۔ ابن ماجہ)	الٰہی اسے بخش دے اور اس پر رحم کر بے شک تُو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

دفن

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۚ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْاَةَ اَخِيْهِ ؕ	اور (اے پیغمبر) اِن لوگوں کو آدم کے دو بیٹوں (ہابیل اور قابیل) کے واقعی حالات پڑھ کر سناؤ کہ جب دونوں نے (خدا کی جناب میں) نیازیں چڑھائیں کہ اُن میں سے ایک (یعنی ہابیل) کی قبول ہوئی اور دوسرے (یعنی قابیل) کی قبول نہ ہوئی تو (قابیل مارے حسد کے بھائی سے) لگا کہنے کہ میں ضرور تجھکو قتل کر کے رہوں گا اُس نے جواب دیا کہ اللہ تو صرف پرہیزگاروں کی (نیازیں) قبول کرتا ہے ف اگر میرے قتل کرنے کے ارادے سے تُو مجھ پر اپنا ہاتھ چلائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے تجھ پر اپنا ہاتھ چلانے والا نہیں کیونکہ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں میں تو یہ چاہتا ہوں کہ (زیادتی ہو تو تیری ہی طرف سے ہو اور) تُو میرا اور اپنا (دونوں کا) گناہ سمیٹے اور دوزخیوں میں (جا) شامل ہو اور ظالموں کی یہی سزا ہے اِس پر بھی اُس کے (یعنی قابیل کے) نفس نے اُس کو اپنے بھائی کے مار ڈالنے پر آمادہ کیا (چنانچہ) آخر کار اُس کو مار ڈالا اور (آپ ہی) گھاٹے میں آ گیا اِس کے بعد اللہ نے ایک کوا بھیجا وہ زمین کو کُریدنے لگا تاکہ اُس کو (یعنی قابیل کو) دکھائے کہ اُسے اپنے بھائی کی فضیحت (یعنی اُس کی لاش) کو

ف اس سے ہابیل کی یہ غرض نہ تھی کہ میں پرہیزگار ہوں بلکہ یہ جتانا مقصود تھا کہ تمھاری نیاز جو قبول نہیں ہوئی تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں بلکہ تم ہی سے پرہیزگاری کے خلاف کوئی بات سرزد ہوئی ہوگی جس کی وجہ سے تمھاری نیاز خدا نے قبول نہیں کی ۱۲ ٭

قَالَ يٰوَيْلَتٰىٓ اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ۝ (المائدہ ع ۵ پارہ ۶)	بول اُٹھا ہائے میری شامت کیا میں (ایسا) گیا گزرا ہوا کہ اِسی کوّے (ہی) جیسا رہو شیار ہو تا تو اپنے بھائی کی فضیحت (یعنی لاش) تو چھپا دیتا الغرض اپنے کیے سے بہت ہی پشیمان ہوا ف
عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَنَّ سَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ فِي الْمَرَضِ الَّذِيْ هَلَكَ فِيْهِ اِلْحَدُوْا لِيْ لَحْدًا وَّ انْصِبُوْا عَلَيَّ اللَّبِنَ نَصْبًا كَمَا صُنِعَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ (مسلم)	سعد بن ابی وقاص کے بیٹے عامر رضؓ کہتے ہیں کہ (میرے باپ) سعد بن ابی وقاص نے مرض الموت میں کہا کہ میرے دفن کے لیے لحدؔ بنانا اور مجھ پر کچی اینٹیں کھڑی کر دینا جیساکہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا گیا تھا۔
عَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ اَنَّهٗ رَاٰى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا ۔ (بخاری)	سفیانؔ تمار (تابعی) سے روایت ہے کہ اُنھوں نے جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کو دیکھا کہ اُونٹ کے کوہان جیسی بنی ہوئی (یعنی بیچ میں سے اُٹھی ہوئی) ہے۔
عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا يَلْحَدُ وَالْاٰخَرُ لَا يَلْحَدُ فَقَالُوْا اَيُّهُمَا جَاءَ اَوَّلًا عَمِلَ عَمَلَهٗ فَجَاءَ الَّذِيْ يَلْحَدُ فَلَحَدَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ (مشکوٰۃ)	زبیرؔ کے بیٹے عروہ سے روایت ہے کہ مدینے میں دو شخص قبر کھودنے کا کام کرتے تھے اُن میں سے ایک تو بغلی کھودتا تھا اور دوسرا سیدھا گڑھا کھودتا تھا پیغمبر صاحب کا انتقال ہوا تو صحابہ نے تجویز کی کہ اِن دونوں شخصوں میں سے جو پہلے آجائے وُہی اپنا عمل کرے چنانچہ جو شخص پہلے آیا وہ تھا جو بغلی کھودتا تھا تو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے بغلی کھودی گئی۔

ف ہابیل اور قابیل آدم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے۔ قابیل کھیتی کرتے ہابیل بکریاں پالتے دونوں نے خدا کی نیاز کی قابیل نے مال ردی نیاز میں رکھا اور ہابیل نے بہتر سے بہتر بکری جو اُس کے ریوڑ میں تھی قابیل کی نیاز نامنظور ہوئی۔ اور وہ نامنظور ہونے کے قابل بھی تھی اور ہابیل کی نیاز قبول ہوئی یعنی اُس وقت کے دستور کے مطابق آسمان سے آگ آکر اُس کو جلا گئی۔ قابیل نے غصّے میں آکر مارے حسد کے بھائی کو مار ڈالا اور اُس کی لاش کو لادے لادے پھرا کیونکہ وہ پہلی موت تھی جو زمین پر واقع ہوئی آخر اُس نے کوّے سے دفن کرنا سیکھا اور اُس کو اپنی حالت پر سخت رنج ہوا ۱۲۔

ع لحد اُس شگاف کو کہتے ہیں جو قبر میں قبلے کی طرف کو کھودا جاتا ہے اور اُسے ہماری بولی میں بغلی کہتے ہیں ۱۲۔

متن	ترجمہ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سُلَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِ رَأْسِہٖ ﴿مشکوٰۃ﴾	ابن عباس کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم (قبر میں اُتارتے وقت) سر کی طرف سے داخل کیے گئے۔
عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَدْخَلَ الْمَیِّتَ الْقَبْرَ قَالَ بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﴿ترمذی - ابن ماجہ﴾	ابن عمر سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم مُردے کو قبر میں اتارتے وقت فرمایا کرتے تھے بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ[1]
عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَثٰی عَلَی الْمَیِّتِ ثَلٰثَ حَثَیَاتٍ بِیَدَیْہِ جَمِیْعًا وَاَنَّہٗ رَشَّ عَلٰی قَبْرِ ابْنِہٖ اِبْرٰہِیْمَ وَوَضَعَ عَلَیْہِ حَصْبَاءَ ﴿شافعی﴾	امام جعفر اپنے والد امام باقر سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم مُردے پر اُس کے دفن ہوئے پیچھے (دونوں ہاتھوں کو ملا کر مٹی کی) تین لپیں ڈالا کرتے تھے اور آپ نے اپنے فرزند ابراہیم کی قبر پر پانی چھڑکا اور اُس پر کنکریاں رکھیں
عَنْ اَبِی الْھَیَّاجِ الْاَسَدِیِّ قَالَ قَالَ [illegible] اَبْعَثُکَ عَلٰی مَا بَعَثَنِیْ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَہٗ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّیْتَہٗ ﴿مسلم﴾	ابو الہیاج اسدی کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کیا میں تجھے اُس امر کی تعمیل کے لیے نہیں بھیجوں جس کی تعمیل کے لیے مجھے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا یہ کہ تو کسی تصویر کو بے مٹائے نہ چھوڑیو- اور نہ کسی اُونچی قبر کو بے زمین کے برابر کیے رہیو ف
عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّجَصَّصَ الْقَبْرُ	جابر کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے قبر کے گچ کرنے

ف یہ سب کچھ قبر پرستی کے انسداد کے لیے تھا مگر جب لوگوں نے اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا تو مسلمانوں میں قبر پرستی کا جو در حقیقت ایک طرح کی بُت پرستی ہے عام مرض پھیل گیا اب حال یہ ہے کہ بزرگوں کے مزار نہایت شان دار بنائے جاتے ہیں اور کھُلم کھُلا ان مزاروں کی پرستش ہوتی ہے ۱۲

[1] یعنی خدا کے نام سے اور خدا کی مغفرت کی توقع کے ساتھ اور خدا کے رسول کے مذہب پر ہم اسے قبر میں اُتارتے ہیں ۱۲

وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ وَاَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ (مسلم)	اور اُس پر عمارت وشامیانے تاننے اور اُس پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔
عَنْ اَبِىْ مَرْثَدٍ الْغَنَوِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَيْهَا ٭ (مسلم)	ابو مرثد غنوی کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبروں پر نہ بیٹھو۔ اور اُن کی طرف مُونھ کرکے نماز نہ پڑھو۔
عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُجَصَّصَ الْقُبُوْرُ وَاَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْهَا وَاَنْ تُوْطَاَ ٭ (ترمذی)	جابر سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے قبروں کے پختہ اور گچکار کرنے اور اُن پر نام خدا لکھے جانے ف۱ اور انہیں پایمال کیے جانے سے منع فرمایا
عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا مَاتَ اَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوْهُ وَاَسْرِعُوْا بِهٖ اِلٰى قَبْرِهٖ وَلْيُقْرَاْ عِنْدَ رَاْسِهٖ فَاتِحَةُ الْبَقَرَةِ وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ ٭ (بیہقی)	عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جب تم میں کا کوئی مرجائے تو اُسے گھر میں روکے نہ رکھو بلکہ اُس کو قبر کی طرف جلد لے جاؤ اور اجب دفن کر چکو تو اُس کے سر جانے سورہ بقرہ [illegible] اور پاؤں کی طرف سورۂ بقرہ کا خاتمہ پڑھا جائے ف۲

ف۱ ہم نے نام خدا کی قید اس سے بڑھادی ہے کہ لوگ قبروں پر اکثر آیات قرآنی لکھ دیتے ہیں جیسے مثلاً آیۃ الکرسی یا سورۂ فاتحہ یا سورۂ اخلاص یا کوئی اور آیت مناسبِ حالت پیغمبر صاحب نے قبروں پر نام خدا یعنی قرآنی آیت لکھنے سے اس لیے منع فرمایا کہ اس سے نام خدا کی بے توقیری ہوتی ہے لوگ جوتیوں سمیت قبروں پر نہیں تو قبروں کے قریب قریب چلتے ہیں اور جن قبروں کی نگہبانی نہیں کی جاتی بسا اوقات جانور وہاں آکر بول و براز بھی کرتے ہیں ۱۲ ف۲ سہولت کی نظر سے ہم سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیتیں اور اُس کا خاتمہ مع ترجمہ نقل کیے دیتے ہیں (بقرہ کی ابتدائی آیتیں) الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ الٓمٓ۔ یہ وہ کتاب ہے جس (کے کلام آلہی ہونے) میں کچھ بھی شک نہیں پرہیزگاروں کی رہنما ہے جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز پڑھتے اور جو کچھ ہم نے اُن کو دے رکھا ہے اُس میں سے (راہِ خدا میں بھی) خرچ کرتے (اے پیغمبر) جو (کتاب) تم پر اُتری اور جو تم سے پہلے اُتریں اُن (سب) پر ایمان لاتے (بقیہ صفحہ آئندہ)

عہ قبروں پر بیٹھنے کی ممانعت [illegible] ۱۲

زیارتِ قبور

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ زَارَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ أُمِّهٖ فَبَكَى وَأَبْكَى مَنْ حَوْلَهٗ فَقَالَ اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي فِي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي فَاسْتَأْذَنْتُهٗ فِي أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأَذِنَ لِي فَزُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ ‎(مسلم)

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی تو آپ بھی روئے اور جو آپ کے گرداگرد تھے انھیں بھی رُلایا اور فرمایا میں نے اپنے پروردگار سے اجازت چاہی کہ اپنی والدہ کے لیے بخشش کی درخواست کروں تو مجھے اِس کی اجازت نہیں دی گئی پھر اُن کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت چاہی تو مجھے اجازت ملی سو لوگو! قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ موت کو یاد دلاتی ہے

(بقیہ متعلقہ صفحہ سابقہ) اور وہ آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اپنے پروردگار کے سیدھے رستے پر ہیں اور یہی (آخرت میں) من مانی (مرادیں) پائیں گے (بقرہ کا خاتمہ) اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا [illegible] رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا [illegible] نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ٚ وَاغْفِرْ لَنَا ٚ وَارْحَمْنَا ٚ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ یعنی (ہمارے) پیغمبر (محمدؐ) اُس کتاب کو مانتے ہیں جو اُن کے پروردگار کی طرف سے ان پر اُتری ہے اور (پیغمبر کے ساتھ دوسرے مسلمان بھی (یہ سب کے) سب اللہ اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس کے پیغمبروں پر ایمان لائے کہ (سب پیغمبروں کا دین ایک ہے اور کہتے ہیں کہ) ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی ایک کو (بھی) جدا نہیں سمجھتے (یعنی سب کو مانتے ہیں) اور بول اُٹھے کہ (اے ہمارے پروردگار ہم نے (تیرا ارشاد) سنا اور تسلیم کیا اے ہمارے پروردگار (بس) تیری ہی مغفرت (درکار ہے) اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے اللہ کسی شخص پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اُسی قدر جس (کے اُٹھانے) کی اُس کو طاقت ہو جس نے اچھے کام کیے تو (اُن کا نفع بھی) اُسی کے لیے ہے اور جس نے بُرے کام کیے (اُن کا وبال بھی) اُسی پر ہے اے ہمارے پروردگار اگر ہم بھول جائیں یا چُوک جائیں تو ہم کو (اس کے وبال میں) نہ پکڑ اور اے ہمارے پروردگار جو لوگ ہم سے پہلے ہو گزرے ہیں جس طرح اُن پر تُو نے (اُن کے گناہوں کی پاداش میں احکام سخت کا) بار ڈالا تھا ویسا بار ہم پر نہ ڈال اور اے ہمارے پروردگار اتنا بوجھ جس (کے اُٹھانے) کی ہم کو طاقت نہیں ہے نہ اُٹھوا اور ہمارے قصوروں سے درگزر اور ہمارے گناہوں کو معاف کر اور ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا (حامی و) مددگار ہے تو اُن لوگوں کے مقابلے میں جو کافر ہیں ہماری مدد کر ۱۲

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَیْہِ اَوْ اَحَدِھِمَا فِیْ کُلِّ جُمُعَۃٍ غُفِرَ لَہٗ وَکُتِبَ بَرًّا۔ (مشکوٰۃ)

محمد بن النعمان کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر جمعہ کو اپنے ماں باپ کی یا اُن میں سے ایک کے قبر کی زیارت کرے گا وہ بخش دیا جائے گا اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرنے والوں کے زمرے میں لکھا جائے گا

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ کُنْتُ اَدْخُلُ بَیْتِیَ الَّذِیْ فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَکْرٍ وَّاِنِّیْ وَاضِعٌ ثَوْبِیْ وَاَقُوْلُ اِنَّمَا ھُوَ زَوْجِیْ وَاَبِیْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ فَوَاللّٰہِ مَا دَخَلْتُہٗ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَۃٌ عَلَیَّ ثِیَابِیْ حَیَاءً مِّنْ عُمَرَ

(مشکوٰۃ)

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اپنے اُس حجرے میں جہاں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر مدفون تھے بے چادر اوڑھے چلی جاتی اور (اپنے دل میں) کہتی تھی کہ یہ کوئی غیر تو ہیں نہیں میرے شوہر اور میرے باپ ہیں لیکن جب حضرت عمر وہاں مدفون ہوئے تو خدا کی قسم میں اس گھر میں جب کبھی بھی گئی اس حال میں گئی کہ مجھ پر میرے کپڑے بندھے ہوئے ہوتے تھے کیونکہ مجھے عمر سے شرم آتی تھی (کہ وہ بیگانہ تھے)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرٍ بِالْمَدِیْنَۃِ فَاَقْبَلَ عَلَیْھِمْ بِوَجْھِہٖ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ

(ترمذی)

ابن عباس سے ہے ... علیہ وسلم مدینے کی چند قبروں پر گزرے اور اُن کی طرف مونہ کرکے فرمایا السلام علیکم یعنی قبروں والو! تم پر سلام خدا ہمیں تمہیں دونوں کو بخشے تم ہمارے پیش رَو ہو اور ہم تمہارے پیچھے پہنچتے ہیں۔

اجراء وصیّت

کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَکَ خَیْرَا نِ الْوَصِیَّۃُ لِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ

(مسلمانو!) تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کے سامنے موت آموجود ہو (اور) وہ کچھ مال چھوڑنے والا ہو تو ماں باپ اور رشتے داروں

بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَاۤ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(البقرہ۔ ع ۲۲ پارہ ۲)

واجبی طور پر وصیت (کر مرے) جو (خدا سے) ڈرتے ہیں اُن پر (اُن کے اپنوں کا یہ ایک) حق ہے پھر جو وصیت کے سُننے پیچھے اُسے کچھ کا کچھ کر دے تو اُس کا گناہ اُن ہی لوگوں پر ہے جو وصیت کو بدلیں بے شک اللہ (سب کی) سُنتا (اور سب کچھ) جانتا ہے اور جس کو وصیت کرنے والے کی طرف سے (کسی خاص شخص کی) طرف داری یا (کسی کی) حق تلفی کا اندیشہ ہوا ہو اور وہ وارثوں میں میل کرا دے تو (ایسی صورت میں وصیت کے بدلنے کا) اُس پر کچھ گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۱

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ ۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ

(مسلمانو!) تمہاری اولاد کے (حصوں کے بارے) میں اللہ تم سے کہے رکھتا ہے کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر (حصہ دیا کرو) پھر اگر لڑکیاں (ہی ہوں اور) دو سے بڑھ کر ہوں تو ترکے میں اُن کا (حصہ) دو تہائی اور اگر اکیلی ہو تو اُس کو آدھا اور میت کے ماں باپ کو (یعنی) دونوں میں ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ اُس صورت میں کہ میت کی اولاد ہو اور اگر اُس کے اولاد نہ ہو اور اُس کے وارث (صرف) ماں باپ ہوں

ف۱ اسی کے آگے ایک آیت آتی ہے جس میں وارثوں کے حقوق کی تعیین کر دی گئی ہے اُس کی رُو سے وصیت کے احکام جہاں تک وارثوں سے متعلق ہیں منسوخ ہیں لیکن دوسرے رشتہ داروں کے حق میں وصیت کے احکام بدستور باقی ہیں تو پہلے مرنے والے پر وصیت کرنے کی تاکید ہے کہ حق العباد اپنی گردن پر نہ لے جائے پھر جن کو وصیت کی گئی ہے اُن پر قدغن ہے کہ وصیت میں کمی بیشی نہ کریں اور اگر کریں اور کسی کو زیادہ دلوا دیں تو جس کو زیادہ پہنچ جائے اُس کا گناہ بھی وصیت کے بدلنے والے کی گردن پر ہاں مرنے والے سے کسی طرح کی لغزش ہو گئی ہو اور جن کے حق میں وصیت کی گئی ہے اُن کی رضامندی سے ایک بات ٹھہر جائے تو کچھ مضائقہ نہیں وصیت کرنا حق ہے ورثہ کے علاوہ اور رشتہ داروں کا مرنے والے پر اور وصیت کی تعمیل کرنا حق ہے میت کا وارثوں پر اور اسی لحاظ سے ہم نے عنوان مذکور میں یہ آیت لی ہے ۱۲

فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ

(النساء - ع ۲ پارہ ۴)

تو اُس کی ماں کا حصّہ ایک تہائی (باقی باپ کا) لیکن اگر (ماں باپ کے علاوہ) میّت کے (ایک سے زیادہ) بھائی (یا بہنیں) ہوں تو ماں کا چھٹا حصّہ (یعنی باقی سب باپ کا اور بھائیوں کو کچھ نہیں مگر حصّے) میّت کی وصیّت (کی تعمیل) اور (ادائے) قرض کے بعد (دیئے جائیں)

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ اَوْصٰى اَنْ يُّعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ فَاَعْتَقَ ابْنُهٗ هِشَامٌ خَمْسِيْنَ رَقَبَةً فَاَرَادَ ابْنُهٗ عَمْرٌو اَنْ يُّعْتِقَ عَنْهُ الْخَمْسِيْنَ الْبَاقِيَةَ فَقَالَ حَتّٰى اَسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبِيْ اَوْصٰى اَنْ تُعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ وَاِنَّ هِشَامًا اَعْتَقَ عَنْهُ خَمْسِيْنَ رَقَبَةً وَبَقِيَتْ عَلَيْهِ خَمْسُوْنَ رَقَبَةً اَفَاُعْتِقُ عَنْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وائل کے بیٹے عاص نے وصیّت کی کہ (مرے پیچھے) اُس کی طرف سے سَو بردے آزاد کیے جائیں چنانچہ اُس کے (بڑے) بیٹے ہشام نے پچاس بردے آزاد کر دیئے پھر اُس کے (چھوٹے) بیٹے عمرو نے باقی کے پچاس بردے آزاد کرنے چاہے مگر اُس نے (دل میں) کہا کہ تاوقتیکہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھ (نہ) لوں (میں تو بردے آزاد کروں گا نہیں) چنانچہ عمرو جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے باپ نے وصیّت کی ہے کہ اُس کی طرف سے سَو بردے آزاد کیے جائیں۔ ہشام پچاس بردے اُس کی طرف سے آزاد کر چکا ہے اور پچاس باقی رہتے ہیں کیا میں اُس کی طرف سے پچاس بردے آزاد کر سکتا ہوں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (تمھارا باپ عاص اگر مسلمان ہوتا

ے یہ پورا رکوع مع ترجمہ و فوائد عنوانِ میراث میں گزر چکا یہاں صرف اس بات کے ثابت کرنے کے لیے کہ تعمیلِ وصیّت حق المیّت ہے آیۂ میراث کا ایک ٹکڑا لیا گیا ہے ۱۲

فَاَعْتَقْتُمْ عَنْهُ اَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ اَوْ حَجَجْتُمْ عَنْهُ بَلَغَهُ ذٰلِكَ ۔ (ابو داؤد)	اور تم اُس کی طرف سے بردے آزاد کرتے یا اُس کی طرف سے خیر خیرات کرتے یا اُس کی طرف سے حج کرتے تو اُسے اس کا ثواب پونہچتا ف

ف اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ کافر کو خیر خیرات کچھ فائدہ نہیں دیتی دوسرے یہ کہ مسلمان مُردے کو اُس کے وارثوں کی مالی و بدنی دونوں طرح کی عبادتوں کا ثواب پونہچتا ہے ۱۲ ۔

ادائے دین

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبِيْ مَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ اَفَاَحُجُّ عَنْهُ قَالَ اَرَاَيْتَ لَوْ كَانَ عَلٰى اَبِيْكَ دَيْنٌ اَكُنْتَ تَقْضِيْهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَحُجَّ عَنْهُ ۔ (نسائی)	ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا باپ بے حج کیے مرگیا تو کیا میں اُس کی طرف سے حج کرسکتا ہوں فرمایا بھلا بتا تو اگر تیرے باپ پر قرضہ ہوتا تو کیا تو اُس کو ادا کرتا عرض کیا جی ہاں فرمایا تو اُس کی طرف سے حج کرڈال۔
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ امْرَاَةً اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ اُمِّيْ مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ فَقَالَ اَرَاَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ اَكُنْتِ تَقْضِيْهِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَدَيْنُ اللّٰهِ اَحَقُّ بِالْقَضَاءِ ۔ (مسلم)	ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک عورت جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگی کہ میری ماں مرگئی اور اُس پر رمضان کے روزے تھے فرمایا بھلا بتا تو اگر اُس پر قرض ہوتا تو تو اُسے ادا کرتی عرض کیا کیوں نہیں فرمایا تو خدا کا قرض ادا کرنا لائق تر اور سزاوار تر ہے
عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ بَيْنَا اَنَا جَالِسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَتَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ	بریدہ سے روایت ہے کہ ایک موقع پر میں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کے پاس ایک عورت آکر عرض کرنے

ع ادائے دین کے بارے میں آیۂ میراث ملاحظہ ہو جو عنوانِ وصیت میں مذکور ہے ۱۲ ۔

إِنِّي تَصَدَّقْتُ عَلَى أُمِّي بِجَارِيَةٍ وَإِنَّهَا مَاتَتْ قَالَ فَقَالَ وَجَبَ أَجْرُكِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهُ كَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَأَصُومُ عَنْهَا قَالَ صُومِي عَنْهَا قَالَتْ إِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ أَفَأَحُجُّ عَنْهَا قَالَ حُجِّي عَنْهَا (مسلم)

کہ میں نے اپنی ماں کی طرف سے ایک لونڈی آزاد کی تھی اور وہ (یعنی ماں) مر گئی فرمایا تیرا ثواب ثابت ہو گیا عرض کیا یا رسول اللہ اُس پر ایک مہینے کے روزے تھے تو کیا میں اُس کی طرف سے روزے رکھ دوں فرمایا ہاں اُس کی طرف سے روزے رکھ دے عورت نے عرض کیا کہ اُس نے کبھی حج بھی نہیں کیا تو کیا میں اُس کی طرف سے حج کر لوں فرمایا اُس کی طرف سے حج کر ڈال

عِدّت

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ۚ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ○ (البقرہ ع ۳۰ پارہ ۲)

اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور بی بیاں چھوڑ مریں تو (عورتوں کو چاہیے کہ) چار مہینے دس دن اپنے تئیں روکے رہیں پھر جب اپنی (عدت کی) مدت پوری کر لیں تو جائز طور پر جو کچھ اپنے حق میں کریں اُس کا تم (وارثانِ میت) پر کچھ الزام نہیں اور تم لوگ جو کچھ (بھی) کرتے ہو اللہ کو اُس کی خبر ہے ف۱

عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحِدُّ امْرَأَةٌ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ

اُمِّ عطیہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت تین روز سے زیادہ میت پر سوگ نہ کرے ہاں خاوند کے مر جانے پر چار مہینے دس دن تک سوگ کرنا چاہیے کہ رنگین کپڑا نہ پہنے لیکن اگر ایسا کپڑا ہو کہ بُنے جانے سے پہلے اُس کا تانا یا بانا رنگین ہو تو اُس کے پہننے کا مضائقہ نہیں ف۲

ف۱ یعنی نکاح ثانی کی تمہید کے طور پر زیب و زینت وغیرہ جائز طریقے سے جو کچھ کریں تو اُس میں تم پر کسی طرح کا گناہ نہیں کہ اُن کو زیادہ دن تک سوگ کرنے پر کیوں نہ مجبور کیا جیسا کہ عرب کے زمانہ جاہلیت کا دستور تھا ۱۲

ف۲ عورت کو خاوند کے مر جانے پر چار مہینے دس دن تک سوگ کرنے کا حکم عدت کے نباہ کے لیے ہے خاوند کے علاوہ کسی کا سوگ تین دن سے زیادہ نہیں کہ یہ شیوہ صبر جمیل کے خلاف ہے رہا ولی رنج وہ تو اختیاری بات ہے نہیں ۱۲ ف۳ جو کپڑا رنگین سوت سے بنا گیا ہو ۱۲

جیسے ہمارے یہاں کی سوسی وغیرہ اسے ثوبِ عصب کہتے ہیں ۱۲

وَلَا تَكْتَحِلَ وَلَا تَمَسَّ طِيبًا إِلَّا إِذَا طَهُرَتْ نُبْذَةً مِّنْ قُسْطٍ أَوْ مِنْ أَظْفَارٍ (صحیحین) وَزَادَ أَبُو دَاوُدَ وَلَا تَخْتَضِبُ ⁕

اور نہ سرمہ لگائے نہ خوشبو کو چھوئے مگر حیض سے پاک ہو جائے تو تھوڑا سا قسط[۱] یا اظفار[۲] استعمال میں لانا درست ہے ابو داؤد نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ بالوں اور ہاتھوں کو مہندی بھی نہ لگائے۔

عَنْ مِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةَ نُفِسَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ فَجَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنَتْهُ أَنْ تَنْكِحَ فَأَذِنَ لَهَا فَنَكَحَتْ ⁕ (بخاری)

مخرمہ کے بیٹے مسور سے روایت ہے کہ سُبیعہ اسلمیہ اپنے خاوند کے انتقال کے چند ہی راتوں بعد بچہ جنیں پھر جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور نکاحِ ثانی کی اجازت مانگی پیغمبر صاحب نے انھیں اجازت دے دی اور انھوں نے نکاح کر لیا ف

ف خلاصہ یہ کہ آیت اور اُس کے بعد کی حدیث میں جو متوفّی عنہا زوجہا کی عدت چار مہینے دس دن بیان کی گئی ہے تو اس سے وہ عورت مراد ہے جو حاملہ نہ ہو حاملہ ہوگی تو اُس کی عدت کی مدت وضعِ حمل ہوگی یعنی جب تک بچہ پیدا نہ ہولے گا نکاحِ ثانی کی تمہید کے طور پر بناؤ سنگار وغیرہ کچھ بھی نہیں کر سکے گی ۱۲

[۱] قسط ایک خوشبودار لکڑی ہے جو بلادِ ہند اور عرب دونوں میں پیدا ہوتی اور اکثر دواؤں میں ڈالی جاتی ہے ہمارے ہاں اُسے عودِ ہندی کہتے ہیں ۱۲ [۲] اظفار جمع ہے ظفر کی اور ظفر بھی ایک طرح کی خوشبودار چیز ہے جس کی دھونی لی جاتی ہے اور آدمی کے ناخن کے مشابہ ہوتی ہے۔ غرضکہ یہ دونوں چیزیں دفعِ بوئے بد کے لیے استعمال میں لائی جاتی ہیں ۱۲ ⁕

بھلائی سے یاد کرنا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ وَكُفُّوا عَنْ مَسَاوِيهِمْ ⁕ (ابوداؤد)

ابنِ عمر کہتے ہیں کہ جناب پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مُردوں کی خوبیاں اور بھلائیاں بیان کیا کرو اور اُن کی برائیوں سے زبان بند رکھو

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَالِكٌ بِسُوءٍ فَقَالَ لَا تَذْكُرُوا هَلْكَاكُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ ⁕ (نسائی)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مرنے والے کی برائی کے ساتھ یاد کیا گیا فرمایا (لوگو!) اپنے مُردوں کو بھلائی سے یاد کیا کرو۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ

اُمّ المومنین حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ جناب پیغمبرِ خدا

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّہُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰی مَا قَدَّمُوْا ۔ (نسائی)	صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مُردوں کو بُرا نہ کہو کیونکہ جو عمل اُنھوں نے آگے بھیجے تھے اُس کی جزا اُن کو پہنچ گئی اب بُرا کہنے سے فائدہ؟
عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْمُؤْمِنِ عَلَی الْمُؤْمِنِ سِتُّ خِصَالٍ یَعُوْدُہٗ اِذَا مَرِضَ وَیَشْہَدُہٗ اِذَا مَاتَ وَیُجِیْبُہٗ اِذَا دَعَاہُ وَیُسَلِّمُ عَلَیْہِ اِذَا لَقِیَہٗ وَیُشَمِّتُہٗ اِذَا عَطَسَ وَیَنْصَحُ لَہٗ اِذَا غَابَ اَوْ شَہِدَ ۔ (نسائی)	ابُوہریرہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک ایمان دار کے دوسرے ایماندار پر چھ حق ہیں جب بیمار پڑے تو اُس کی بیمار پُرسی کرے۔ مَرے تو اُس کے جنازے پر حاضر ہو دعوت کرے تو قبول کرے ملے تو اُسے سلام علیک کرے چھینکے تو اُس کے الحمدللہ کہنے پر یرحمکم اللہ کہے غائب ہو یا حاضر بہرحال اُس کی خیر خواہی کرے۔

من المترجم

اللہ تعالیٰ جل شانہ کی امداد اور توفیق اور اُسی کے فضل و کرم سے ہم نے حصۂ اوّل حقوق اللہ کے بعد دوسرا حصہ حقوق العباد ختم کر پایا تو اس کے معنی ہیں کہ ہم نے گویا مسلمان کی ہُو بہُو تصویر کھینچ دی صرف رنگ بھرنا باقی ہے تو اس کے لیے اخلاق و آداب کا تیسرا حصہ لکھ رکھا ہے دوسرا حصہ ختم بھی ہوا تو ایسی حدیث پر کہ وہ حقوق العباد کا خُلاصہ اور لُبِّ لُباب ہے۔ سخت افسوس کی بات ہے کہ اوّل تو خود مسلمانوں کو اپنے ذمّے کے فرائض معلوم نہیں اور کسی کسی کو ہیں تو عمل نہیں نتیجہ یہ ہے کہ اسلام کے ستون کو اندر ہی اندر شامتِ اعمال کا گھن کھائے چلا جا رہا ہے۔ اتفاق کی جگہ نفاق ہے اور اخوۃ کی جگہ اجنبیۃ بلکہ بغض و عداوت۔

اَنَا الْغَنِیُّ زَمَنْ تَرْکُ الْقَبِیْحِ بِہٖ نیاز مند بود آدمی بخیر کساں	من اکثر الناس احسان و اجمال مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں

آدمی بھی عجیب طرح کا مخلوق ہے اُس کی بے ابنائے جنس کے بھی نہیں گزرتی اور ابنائے جنس میں بھی نہیں گزرتی با چندیں فسادات جو دنیا میں دیکھے جاتے ہیں ہم تو اس کو گزرنا نہیں سمجھتے ؎

زندگی زندہ دلی کا ہے نام	مُردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقہم بعض الذی عملوا لعلہم یرجعون۔ اس لعلہم یرجعون نے ہم سے یہ کتاب جمع کرائی۔ رجوع کی توفیق خدا کا کام ہے اور رجوع کرنا لوگوں کا والسلام علی من اتبع الھدیٰ ۔

تمّت